جو عشق میں بیتی

وہ عشق ہی جانے

نائلہ طارق

نائلہ طارق

القریش پبلی کیشنز

سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور

فون: 042-37652546-37668958

انتساب!

میرے لیے مشعلِ راہ، عظیم ہستی کہ جن کی وجہ سے میں ہوں۔

میرے والد محترم جناب محمد طارق کے نام

جو میری آخری سانس تک مجھ میں زندہ رہیں گے۔

پیش لفظ

سفر ذات کا ہو یا عشق کا کئی بار ٹوٹنا پڑتا ہے، عشق کے تمام رنگ رُوپ ایک خاص مقام پر آ کر آپس میں مدغم ہو جاتے ہیں اور پھر وہاں سے عشق اپنے حقیقی رنگ میں سفر شروع کرتا ہے، ایک سفرِ مسلسل، فنا سے ماورا۔ قابلِ رشک ہے وہ عشق جو بندے کو اللہ کے راستے پر ڈال دے، حقوق العباد کی پاسداری کا پابند کر دے۔ جو عشق میں بیتی وہ عشق ہی جانے بنیادی طور پر عشق کے رنگوں میں ڈھلا، نکھرا، سرسبز سفر ہے۔ کچھ قیمتی گم گشتہ رشتوں کی تڑپ میں سلگتا اور کچھ حاصل محبتوں کے نایاب موتیوں کو چُنتا سفر۔ اس ناول میں جہاں میں نے ان سب ہی زمینی رشتوں کی اہمیت اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جن کے درمیان ایک انسان اپنی زندگی کے ادوار سے گزرتا ہے وہاں ان رشتوں اور جذبوں کو بھی اُجاگر کرنا ضروری تھا جو آسمانی ہوتے ہیں اور کسی نہ کسی رُوپ میں ہماری زندگی میں موجود ہوتے ہیں، اللہ کی عطا اور کرم ہوتے ہیں۔ عشق اور محبت کا یہ نورانی سلسلہ زمینی اور آسمانی حقیقتوں کے درمیان اپنے مراحل طے کرتا بصارتوں سے دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے تو یہی حاصل ہے، قلم کا حق تو بہرحال ادا نہیں ہوا نہ میں اس قابل، مگر سفر جاری ہے اور اس کے لیے سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزار ہوں اور پھر اپنے والدین کی معترف اور مشکور اور اس ناول کی اشاعت تک کے سفر میں شامل سب ہی اہم شخصیات کی ممنون۔

آخر میں القریش پبلی کیشنز کی مشکور ہوں کہ اسی ادارے سے آپ میرا دوسرا ناول پڑھ رہے ہیں۔

نائلہ طارق

ایک آخری پُرنم نگاہ اس نے آسمان پر ڈالی تھی، اِک الوادعی نگاہ۔ بس ابھی کچھ ہی دیر میں ٹرین اسے اپنے ساتھ لے کر شہر کی حدود سے نکل جائے گی۔ اس شہر کی ہواؤں میں اس کی ماں کی خوشبو رچی بسی تھی، باپ کی مہربان پرچھائیاں تھیں۔ جنت جیسی زندگی کے نقش تھے اور یہ سب کچھ آج وہ دور کہیں بہت پیچھے چھوڑ کر جا رہا تھا۔ ایک پل کے لیے اس کا دل چاہا کہ وہ اس ٹرین سے اُتر کر بھاگتا ہوا واپس اپنی جنت کو ڈھونڈنے چلا جائے، مگر...... وہ ایسا نہیں کر سکا تھا، اس کے اندر جاری کشمکش سے بے پروا تیز رفتار ٹرین اب انجان، اجنبی راستوں کی سمت گامزن تھی۔

کھڑکی سے پیچھے بھاگتے مناظر کو تکتے ہوئے اس کا کمزور، ناتواں وجود ضبط کی شدتوں سے لرزنے لگا تھا، وہ کہاں جا رہا ہے؟ یہ چیز کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ وہ کیا کچھ چھوڑ کر جا رہا تھا؟ یہ شمار کرنا اس کے لیے مشکل تھا۔ زندگی کسی پر رحم نہیں کرتی۔ وہ تو بس مجبور کرنا جانتی ہے، تو پھر اس کے بے بس آنسوؤں پر وہ کیسے پگھل سکتی تھی؟

مجبوراً ہی سہی، وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ جس کے لیے زندگی مجبور کرتی ہے، وہ سب کچھ جو زندگی چھیننا چاہتی ہے، اس سے دستبردار ہونا ہی پڑتا ہے۔ اور پھر زندگی نے کوئی پہلی بار تو اسے مجبور اور لاچار نہیں کیا تھا۔ اسے تو اب عادت ہو جانی چاہئے تھی۔ پہلی بار تو اس کے ہاتھ خالی نہیں ہوئے تھے، پہلے اپنے شفیق باپ کے لیے، پھر اپنی ماں کی ٹھنڈی چھاؤں سے اور اب اپنے شہر سے بھی وہ دستبردار ہونے پر مجبور ہو گیا تھا۔

مدھم، گھٹی گھٹی سسکیوں کے ساتھ اس نے اپنے ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھوں سے بہتے درد کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ دفعتہً ہی ایک پُرشفقت ہاتھ کا لمس اس کے سر پر آ ٹھہرا تھا۔ گردن موڑ کر اس نے دھندلائی آنکھوں سے انہیں دیکھا تھا اور پھر بے اختیار ان کے مہربان سینے میں اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔

❀------O------❀

آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر اس نے کھلتے دروازے کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اُٹھ بیٹھی تھی۔ فاطمہ نے اس کی تیوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کھانے کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

''میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گی اور تب تک نہیں کھاؤں گی، جب تک وہ یہاں سے نہیں چلا جاتا، جسے اُٹھا کر لے آئے ہیں میرے سر پر۔'' وہ چیخی تھی۔

''کیوں بیر باندھ لیا ہے تم نے اس معصوم سے؟ کیوں یہ سب کر رہی ہو؟'' فاطمہ عاجز آئی تھیں۔

''سب جانتی ہیں آپ، مجھ سے کیا پوچھ رہی ہیں؟ اُس کو اس گھر سے نکالیں، میں اپنے گھر میں کسی کی حصے داری برداشت نہیں کروں گی، میں اپنی جگہ کسی کو نہیں لینے دوں گی۔''

''ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟ تم ہماری اولاد ہو، کوئی کیسے تمہاری جگہ تم سے چھین سکتا ہے؟'' فاطمہ سمجھانے والے انداز میں بولی تھیں۔ ''کسی یتیم کو سہارا دینا، اس کے سر پر ہاتھ رکھنا اللہ کو پسند ہے، اور پھر وہ تو ہمارا اپنا خون ہے، یہ سب کر کے تم اللہ کو ناراض کرنا چاہتی ہو؟ اپنے باپ کا دل توڑنا چاہتی ہو؟ وہ پہلے ہی کتنی تکلیف میں ہیں، کیا تم نہیں جانتیں؟''

''آپ کے یہ نام نہاد خونی رشتے زہر لگتے ہیں مجھے۔ ہمیں کون پوچھتا ہے آ کر؟ پھر بھی بابا کو ان کی پروا رہتی ہے۔''

شدید ناگواری سے بولتی وہ یک دم خاموش ہوئی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے احمد حسین نے ایک نظر میں ہی بیٹی کے بگڑے تاثرات بھانپ لیے تھے۔ دو دن سے گھر کے ماحول پر طاری تلخی سے وہ انجان نہیں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ آہستہ آہستہ وہ اس تبدیلی کو قبول کر لے گی مگر ایسا ممکن ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ دو دن پہلے سرگودھا سے واپس آتے ہوئے اگر اُنہیں فکر لاحق تھی تو صرف اپنی بیٹی کی۔ اُس کی خودسر اور ضدی طبیعت سے وہ واقف تھے۔

''خرمن! کیا پریشانی ہے تمہیں؟ مجھ سے کہو!'' اس کے سر پر ہاتھ رکھے وہ سوال کر رہے تھے۔

''آپ اور امی صرف میرے لیے ہیں، آپ دونوں کی محبت میں، میں کسی کی شراکت داری برداشت نہیں کر سکتی۔ نہیں اچھا لگتا مجھے وہ، جسے آپ اُٹھا کر یہاں لے آئے ہیں۔ بات ایک دو دن کی بات نہیں ہے، میں نہیں رہنے دوں گی اسے اپنے گھر میں۔'' باپ کے سامنے بھی اس کے تیور قابو میں نہیں رہے تھے۔

''خرمن! کس طرح بات کر رہی ہو؟'' اس کے لہجے پر فاطمہ نے اسے ٹوکا تھا، مگر احمد حسین کے اشارے پر مزید کچھ نہیں بول سکی تھیں۔

''خرمن! تم جانتی ہو، وہ میری ایک ہی بہن تھی۔ میرا ہر رشتہ تمہارے لیے برا ہو سکتا ہے، مگر میری بہن نے تم سے بہت محبت کی ہے۔ تم گواہ ہو اس محبت کی۔ بیوہ ہونے کے بعد بھی اس نے کبھی مجھ سے کسی مدد کا سوال نہیں کیا۔ زندگی میں اس نے کبھی مجھ سے کچھ نہیں مانگا۔ مگر مانگا بھی تو کب، اپنی زندگی کے آخری دنوں میں۔ وہ بھی صرف اتنا کہ میں اس کی اولاد کو اپنی سرپرستی میں لے لوں، اپنی اولاد کے لیے اس نے اپنے دوسرے بھائیوں کے بجائے صرف مجھ پر بھروسہ کیا، وہ بھی جانتی تھی کہ اس کام کے لیے میرے علاوہ سب قدم پیچھے ہٹا لیں گے۔ وہ مجھ پر اتنا حق رکھتی تھی کہ اس کے بعد میں اس کی اولاد کو دربدر نہ ہونے دوں۔ اگر میں ایسا نہ کر سکوں تو قیامت کے دن اسے کیا جواب دوں گا؟'' احمد حسین شدید متاسف لہجے میں بول رہے تھے۔ ''اگر تم یہ سوچ رہی ہو کہ اس کی اولاد کے یہاں آ جانے سے تمہاری حق تلفی ہو گی، تو یہ بہت تکلیف دینے والی بات سوچی ہے تم نے۔ تمہاری جگہ کوئی کیسے لے سکتا ہے، بتاؤ مجھے؟'' وہ اس سے پوچھ رہے تھے جو تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ بیٹھی تھی۔

''کیا تم چاہتی ہو کہ قیامت کے دن تمہارا باپ شرمندہ ہو، گنہگار ٹھہرایا جائے؟ کیا تم یہ چاہو گی کہ میں بھی سب کی طرح خودغرض بن کر اپنے فرض سے نظریں چرا لوں؟ یہ الزام اپنے سر لے لوں کہ میں اپنی مرحوم بہن کی نشانی کو اپنے گھر میں سنبھال کر نہیں رکھ سکا؟'' اِن کے سوال پر خرمن نے انہیں دیکھا تھا۔ ان کے چہرے پر وہی اذیت ناک تاثرات پھیلے تھے جو دو دن پہلے بھی وہ دیکھ چکی تھی، جب وہ اپنی بہن کو ان کی آخری آرام گاہ تک پہنچا کر واپس آئے تھے۔ پہلی بار خرمن نے انہیں روتے دیکھا تھا۔ اپنے باپ کو اذیت میں دیکھنا اس وقت بھی اس کی برداشت سے باہر تھا۔

''تم اسے اپنا چھوٹا بھائی اور دوست سمجھ کر توجہ دو۔ وہ خود تنہا اور ڈرا سہا ہے، وہ کیا کسی سے کچھ چھین سکے گا؟ تم مثبت انداز میں سوچو کہ اللہ نے اس کی صورت میں تمہاری تنہائی بھی دور کر دی ہے۔ اگر اس کی جگہ تمہارا کوئی اپنا حقیقی بھائی یا کوئی بہن ہوتی، کیا تب بھی تم اس سے اسی طرح بیزار ہوتیں؟'' ان کے سوال پر وہ کچھ نہیں بول سکی تھی۔

''میں زبردستی اسے تم پر مسلط نہیں کروں گا۔ بے شک وہ میری عزیز بہن کی نشانی ہے، مگر تم بھی میری اولاد ہو، مجھے تمہاری خوشی بھی عزیز ہے۔ میں کل ہی اس کے رہنے کا بندوبست کہیں اور کر دوں گا۔ مگر تم اس طرح کھانے سے بار بار انکار مت کرو۔ تم خوش نہیں ہو گی تو میں یا تمہاری ماں کیسے خوش رہ سکتے ہیں؟ اس گھر کی خوشیاں تمہارے دم سے ہیں۔ اب تم کھانا کھا لو اور بس آج کا دن اور اُسے اس گھر میں برداشت کر لو۔'' اُن کے بجھے بجھے لہجے پر خرمن نے سر اُٹھا کر اُنہیں دیکھا تھا۔

''بابا! آپ اسے اچھی طرح سمجھا دیجئے گا کہ اگر اُسے اس گھر میں رہنا ہے تو ہم سب کا فرمانبردار بن کر رہنا ہو گا۔'' اُس کے رُوٹھے رُوٹھے لہجے پر احمد حسین ایک پل کے لیے بے یقین ہوئے تھے، مگر اگلے ہی پل فاطمہ کی طرح انہوں نے

بھی سکون کا سانس لیا تھا۔
''میں اسے یہ بات ضرور سمجھا دوں گا۔'' اس کے سر کو چومتے ہوئے احمد حسین کو کوئی بوجھ سینے سے سرکتا محسوس ہوا تھا۔

❀-----O-----❀

رات کی سیاہ چادر اور خاموشی وسیع وعریض صحن میں پھیلی ہوئی تھی۔ سر کے نیچے ہاتھوں کا تکیہ بنائے وہ چت لیٹا آسمان کو تک رہا تھا، جہاں بے شمار ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ آدھے چاند کی مدھم روشنی میں وہ موتی بھی چمک رہے تھے، جو اُس کی آنکھوں کے کناروں سے پھسلتے جا رہے تھے۔ اسے بہت کچھ یاد آ رہا تھا۔ اپنی ماں کا چہرہ، اس کی آواز، اس کا چھوٹا سا گھر اور اس کا سکون، اس کے پاس کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا۔ وہ ابھی اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل بھی نہیں تھا۔ اپنی ماں کی آخری خواہش کے مطابق اسے احمد حسین کے ہمراہ یہاں آنا پڑا تھا، اس کے دل میں بہت سے خدشات تھے۔ نیا شہر، نئے لوگ، نیا ماحول۔ زندگی کا یہ رخ کتنا کٹھن تھا، اس کا اندازہ صحیح معنوں میں اسے یہاں آ کر ہوا تھا۔ احمد حسین اور فاطمہ بہت خیال رکھتے تھے۔ احمد حسین نے ہمیشہ اس کی اور اس کی ماں کی خیر خبر رکھی تھی۔ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح وہ لاتعلق کبھی نہیں رہے تھے۔ شفیق وہ اس کے لیے پہلے بھی تھے اور اب پہلے سے بھی زیادہ۔ مگر اس گھر میں ایک ہستی ایسی تھی جو اسے اندر تک سہا کر رکھ دیتی تھی۔ اس کی نظروں میں وہ اپنے لیے پچھلے دو ہفتوں سے مسلسل ہتک آمیز تاثرات ہی دیکھتا آ رہا تھا۔ وہ کم عمر تھا، کم عقل نہیں تھا۔ عزتِ نفس کیا ہوتی ہے، وہ جانتا تھا۔ اسے مکمل یقین تھا کہ خرمن کو اس گھر میں اُس کا رہنا ناپسند ہے۔ اب بار بار اپنی عزتِ نفس کو کچل کر سب کچھ برداشت کرنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

کچھ چونک کر اس نے لیٹے لیٹے ہی سر گھما کر دیکھا۔ وہ کچن کی سمت جاتی نظر آئی تھی، ایک دم اُسے احساس ہوا تھا کہ پیاس سے حلق سوکھ رہا ہے۔ تنہا کچن کی طرف جاتے ہوئے وہ جھجک رہا تھا۔ مگر اب خرمن کو وہاں جاتے دیکھ کر وہ اُٹھ بیٹھا تھا۔ ایک نظر اس نے قریب ہی دوسری چارپائی پر سوئے ہوئے احمد حسین کو دیکھا تھا اور پھر دھیمی رفتار سے صحن عبور کرتا کچن کی سمت بڑھ گیا تھا۔ چائے کا پانی چولہے پر رکھتی وہ چونک کر اس کی جانب پلٹی تھی، جو دہلیز پر رُکا ہوا تھا۔ یہ مرنجان مرنج سا مسکین شکل والا اسے شدید کوفت میں مبتلا کر دیتا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' پیشانی تک دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹے وہ تڑخ کر بولی تھی۔

''وہ...... پانی......'' وہ ہکلا کر رہ گیا تھا۔

''تو کیا کروں؟ پانی کا گلاس تمہیں پیش کروں یا اپنے ہاتھوں سے پلاؤں؟'' ابرو چڑھاتے وہ تڑخ کر بولی تھی۔ دوسری جانب وہ اترے چہرے کے ساتھ اسے دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

''اب میری شکل کیا دیکھ رہے ہو؟ جا کر لے لو پانی۔'' جھڑکنے والے انداز میں اس نے جس طرح فریج کی سمت اشارہ کیا تھا، ایک پل کو دل چاہا کہ دہلیز سے ہی پلٹ جائے۔ مگر وہ یہ ہمت بھی نہ کر سکا۔ سر جھکائے خاموشی سے فریج کی سمت بڑھ گیا۔ جب تک وہ پانی پی کر کچن سے نہیں نکلا، خرمن اس پر نظر رکھے وہیں کھڑی رہی تھی۔

تکیے پر سر رکھتے ہوئے ایک بار پھر اُس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ آنکھیں بند کر کے اس نے اپنی ماں کے مہربان چہرے کو دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

❀-----O-----❀

گرم چائے کے مگ سے اُٹھتی بھاپ پر نظر جمائے وہ احمد حسن کو سن رہا تھا، جو کہہ رہے تھے۔

''میں نہیں چاہتا کہ تمہارا یہ سال ضائع ہو۔ ہمارے ساتھ والے گھر میں عفان صاحب ہیں، وہ جس کالج میں پروفیسر ہیں، میں وہیں تمہارا ایڈمیشن کروا رہا ہوں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس کالج میں ان کا بیٹا بھی ہے، اس کا بھی تمہاری طرح کالج میں پہلا سال ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہوگا تو مجھے بھی اطمینان رہے گا اور تمہیں بھی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں نے عثمان سے کہہ دیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ آج تم سے ملنے آئے۔ وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ پڑھائی میں اس سے تمہیں بہت

مدد مل سکتی ہے۔'' وہ تفصیل سے اسے بتا رہے تھے جب باہر سے تیز ہارن کی آواز اُبھری تھی۔ گردن موڑ کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا، جو سفید اسکارف سر پر لپیٹتی عجلت میں کمرے سے نکلی تھی۔

''خرمن کا کالج میں دوسرا سال ہے، تم اس سے بھی اپنی پڑھائی کے حوالے سے مشورہ لے سکتے ہو۔'' احمد حسین مزید بولے تھے۔ اس دوران خرمن اپنا بیگ اور کتابیں سنبھالتی تخت کی سمت آئی تھی۔ اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے احمد حسین نے اس کے اسکارف میں چھپے سر کو بوسہ دیا تھا، جو اُن کی طرف جھکی تھی۔ روز صبح وہ بڑے انہماک سے یہ منظر دیکھا کرتا تھا۔ احمد حسین اس سے کچھ کہتے ہوئے اب جیب سے روپے نکال رہے تھے۔

''بس اتنے روپے کافی ہیں، خدا حافظ۔'' کچھ نوٹ انہیں واپس کرتی وہ عجلت میں گیٹ کی سمت بھاگی تھی۔ جبکہ فاطمہ دروازے تک معمول کی طرح اس کے پیچھے گئی تھیں۔ احمد حسین کے بھی گھر سے رخصت ہو جانے کے بعد عجیب سی خاموشی ہر سمت پھیل گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ فاطمہ کو کیاری میں گوڈی کرتے دیکھتا رہا، مگر پھر خود بھی کھرپی اُٹھا کر اُن کے قریب آ بیٹھا تھا۔

''تم یہاں خود کو تنہا محسوس کرتے ہو؟'' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ فاطمہ نے اس کے معصوم چہرے کو دیکھا تھا، جو بس نفی میں سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

''تم مجھ سے تو باتیں کیا کرو۔ اتنا کم کیوں بولتے ہو؟'' ان کے سوال پر وہ کچھ جھینپ گیا تھا۔

''آپ ان پودوں کا بہت خیال رکھتی ہیں۔ یہ اچھے لگتے ہیں آپ کو؟'' وہ بولا تھا۔

''ہاں، یہ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ ان کے ساتھ میرا وقت اچھا گزر جاتا ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ تمہارے ماموں دکان پر چلے جاتے ہیں اور خرمن اپنے کالج۔ اب تم بھی کالج جانا شروع کر دو گے تو میں پھر گھر میں تنہا رہ جایا کروں گی۔''

''میں کالج سے گھر آ کر آپ کے ساتھ رہوں گا، آپ سے باتیں کروں گا۔'' اُس کی بے ساختہ اس ہمدردی پر فاطمہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل ہنسی تھیں، جبکہ وہ ایک بار پھر جھینپ گیا تھا۔

''تم اتنی پیاری باتیں کرتے ہو، اسی لیے اتنا کم بولتے ہو۔'' وہ بولی تھیں۔

فاطمہ کی ہدایت کے مطابق اس نے بہت احتیاط سے پودوں کو پانی دیا تھا۔ پائپ ایک طرف رکھتے ہوئے اس نے فاطمہ کو دیکھا تھا، جو پانی سے بھری بالٹی اُٹھائے سیڑھیوں کی طرف جا رہی تھیں۔ سرعت سے ان کی مدد کے لیے وہ پیچھے گیا تھا۔

''ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟'' وسیع چھت پر نظریں دوڑاتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

''یہاں خرمن نے کبوتر اور مرغیاں پال رکھی ہیں۔ پنجروں کی صفائی کے لیے مجھے یہاں آنا پڑتا ہے۔'' فاطمہ بتا رہی تھیں جبکہ وہ خود بھی دیکھ رہا تھا، بڑے بڑے پنجروں میں کبوتروں اور مرغیوں کی تعداد اچھی خاصی تھی۔ فاطمہ کے ساتھ پنجروں کی صفائی کرتے ہوئے وہ آج پہلی بار ان سے بلاجھجک باتیں کر رہا تھا۔

''میں نے ایک بار کبوتر پالے تھے، مگر پھر ان کو آزاد کر دیا۔'' پانی پنجرے کے فرش پر ڈالتے ہوئے وہ ان سے مخاطب تھا جو جھاڑو سے پنجرے کو صاف کرتی جا رہی تھیں۔

''تم نے انہیں آزاد کیوں کر دیا؟''

''مجھے ان پر رحم آتا تھا۔ یہ پرندے تو آسمان پر اُڑنے کے لیے ہوتے ہیں۔ مجھے پنجروں میں قید پرندے اچھے نہیں لگتے۔'' وہ سادگی سے بولا تھا۔

''بہت اچھی بات ہے۔ مگر تم ان کبوتروں کو آزاد کرنے کے بارے میں مت سوچنا۔ یہ خرمن کے چہیتے اور اس سے مانوس ہیں۔ ایک بھی غائب ہوا تو وہ پورا گھر پلٹ دے گی۔'' فاطمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ ہدایت کے مطابق اس نے پانی اور باجرے سے بھرے برتن وسط میں رکھ دیئے تھے اور بڑی دلچسپی سے ان سفید براق کبوتروں کو دیکھنے لگا تھا، جو غٹرغوں کرتے برتنوں کے گرد جمع ہوتے جا رہے تھے۔ فاطمہ نیچے جا چکی تھیں۔ کافی دیر بعد وہ بھی کبوتروں کو واپس پنجرے میں بھیج

کر چھت سے نیچے اُتر آیا تھا۔
''میں نے تمہارے لیے یہ کُرتہ سیا ہے۔ مجھے کُرتے بہت پسند ہیں، مگر کوئی پہننے والا بچہ تھا ہی نہیں۔ اب تم ہو تو میں نے یہ تمہارے لیے سیا ہے۔ اِدھر آؤ، میں ذرا ناپ کر دیکھوں، تمہیں چھوٹا نہ پڑ جائے۔'' اُس کے شانوں سے کُرتہ لگاتے ہوئے فاطمہ نے لمبائی چیک کی تھی اور مطمئن ہو گئی تھیں۔
''تمہیں یہ کُرتہ پسند آیا؟'' فاطمہ کے سوال پر اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا تھا۔
''تو پھر جاؤ، ابھی نہا کر اسے پہن لو۔ چھت پر تیز دھوپ میں پسینہ پسینہ ہو گئے ہو۔'' ان کی پُر شفقت تائید پر اس نے عمل کیا تھا۔
اس وقت وہ دوپہر کا کھانا بنانے میں مصروف تھیں، جب مدھم آواز پر اس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں اور اگلے ہی پل مسکرائی تھیں۔ سفید کُرتہ شلوار اُس کی صاف رنگت پر بہت جچ رہا تھا۔
''تم بہت اچھے لگ رہے ہو اس کُرتے میں۔'' ان کی تعریف پر وہ جھینپ سا گیا تھا۔
''مامی! میں باہر جاؤں، ابھی واپس آجاؤں گا۔'' وہ اجازت مانگ رہا تھا۔
''ہاں، ضرور جاؤ، مگر دھیان رکھنا، زیادہ دور مت جانا۔'' فاطمہ کی تاکید پر وہ اثبات میں سر ہلاتا کچن سے نکل گیا تھا۔
باہر آکر اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا تھا، چند لمحوں تک وہیں رُکا وہ اِردگرد کا جائزہ لیتا رہا، پھر آگے بڑھا تھا۔ مگر ابھی اس نے چند قدم ہی آگے بڑھائے تھے، جب ساتھ والے گھر کا دروازہ جھٹکے دار آواز کے ساتھ کھلا تھا۔ اگلے ہی پل وہ لڑکا گرنے والے انداز میں لڑکھڑاتا ہوا اس کی سمت آرہا تھا جیسے کسی نے اسے گردن سے پکڑ کر باہر دھکیلا ہو۔ اس اچانک اُفتاد پر وہ جو حیران کھڑا تھا، ایک طرف ہٹنے کا اسے موقع ہی نہیں ملا تھا۔ وہ لڑکا اس سے ٹکراتے ہوئے اسے ساتھ ہی لیتا زمین بوس ہوا تھا۔
''جب تک تمہارا باپ گھر میں نہیں آجاتا، تم گھر میں قدم مت رکھنا۔'' وہ خاتون شدید غصے میں چلّانے کے بعد دھاڑ سے دروازہ بند کر گئی تھیں۔ شدید ناگواری سے اس لڑکے کو دیکھتا وہ اپنا کُرتہ جھاڑتا اُٹھ کھڑا ہوا۔
''معاف کرنا یار! تمہیں کہیں چوٹ وغیرہ تو نہیں لگی؟'' وہ لڑکا خجالت کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ جواباً وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔
''تم احمد انکل کے گھر آئے ہو؟ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے، میرا نام عثمان ہے۔'' بے تکلفی سے بولتے ہوئے وہ مصافحہ کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھا چکا تھا۔
''میں عارش ہوں۔'' وہ ہلکی سی جھجک کے ساتھ بتا رہا تھا۔ ''انکل نے مجھ سے تمہارا ذکر کیا تھا۔ میں آج تم سے ملنے آتا، تم کہیں جا رہے ہو؟'' عثمان نے پوچھا تھا۔
''نہیں، میں بس ایسے ہی باہر آ گیا تھا۔'' عارش نے کہا تھا۔ ''یہ تمہاری امی تھیں؟'' اس نے عثمان سے سوال کیا تھا۔
''ہاں۔ اور میرے ابو کا آخری افیئر بھی۔'' عثمان بے ساختہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔
''انہوں نے تمہیں گھر سے نکال دیا ہے؟'' عارش کی تشویش نے اُس کی ہنسی کو مزید بڑھا دیا تھا۔
''فکر مت کرو۔ مہینے کے تیس دنوں میں چھتیس بار وہ مجھے گھر سے نکال دیتی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مجھے دنیا میں لا کر انہوں نے خود کو عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔'' ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے وہ بتا رہا تھا۔ ''ویسے میں نے پہلے کبھی تمہیں یہاں نہیں دیکھا۔ تم پہلی بار اس شہر میں آئے ہو؟'' عثمان نے پوچھا تھا۔ جواباً اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔
''اس کا مطلب ہے، یہاں ایڈجسٹ ہونے کے لیے تمہیں کافی وقت چاہئے۔'' عثمان کی بات پر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش رہا تھا۔
''مگر مجھے نہیں لگتا کہ کافی وقت گزرنے کے بعد بھی میں اپنے شہر کو بھول پاؤں گا۔'' وہ افسردہ لہجے میں بولا تھا۔

''میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی بات کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اب ہم اچھے دوست بن جائیں گے۔'' عثمان کی دلجوئی پر وہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔ عثمان کی بے تکلفی اور خوش مزاجی نے اسے متاثر کیا تھا، اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے وقت بہت اچھا گزرا تھا۔ گھر سے کچھ فاصلے پر وہ عثمان سے اپنے Subject پر تبادلہ خیال کر رہا تھا، جب کالج وین پر اس کی نظر پڑی تھی۔ ان دونوں پر نظر پڑتے ہی خرمن کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات واضح نظر آئے تھے۔

''سلام اُستانی جی!'' اس کے قریب آتے ہی عثمان نے کافی شوخی سے سلام داغا تھا۔ مگر خرمن بالکل نظر انداز کیے عارش کی طرف متوجہ تھی۔

''تم اس کے ساتھ گھر سے باہر کیوں کھڑے ہو؟ ایسے لفنگوں سے دوستیاں بڑھاؤ گے تو دھکے مار کر اپنے گھر سے نکال دوں گی۔'' عثمان کے سامنے اس تذلیل پر عارش کا چہرہ سرخ ہوا تھا، جبکہ وہ اسے اپنے گھر آنے کا حکم دیتی گردن اکڑائے آگے بڑھ گئی تھی اور عثمان کی رُکی ہنسی اُبل پڑی تھی۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟'' عثمان نے اسے روکا تھا جو خرمن کے پیچھے جا رہا تھا۔

''جا رہا ہوں۔ ورنہ وہ اور غصہ کریں گی۔'' وہ بجھے انداز میں بولا تھا۔

''تم استانی سے ڈرتے ہو؟'' عثمان حیرت سے اسے دیکھ کر ہنسا تھا۔

''تم انہیں استانی کیوں کہتے ہو؟''

''یار! اس نے مجھے قرآن پڑھایا ہے۔'' عثمان کے انکشاف پر وہ حیران ہوا تھا۔

''استانی نے بہت تواضع کی ہے میری۔ لتاڑ لتاڑ کر طمانچے مارے ہیں مجھے اس نے۔'' عثمان بڑے فخر سے بتا رہا تھا۔

''وہ تو اب بھی تم سے ناراض لگ رہی تھیں۔ تمہارے سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔'' عارش نے کہا تھا۔

''یہ ایسی ہی ہے، ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ میری شکل دیکھ کر ہی اس کا پارہ چڑھ جاتا ہے۔ کسی دن اس کی وجہ بھی بتاؤں گا۔ ابھی تم گھر جاؤ، ورنہ استانی میرا غصہ بھی تم پر اُتار دے گی۔ مگر شام کو ملیں گے، میں انتظار کروں گا۔ میں اگر تمہارے گھر میں گھسا تو استانی میری مٹی پلید کر دے گی۔'' عثمان کی ہدایت پر وہ جاتے جاتے رُکا تھا۔

''تم اب کہاں جاؤ گے؟ تمہاری امی تو تمہیں گھر میں داخل نہیں ہونے دیں گی۔'' عارش کو اس کی فکر ہوئی تھی۔

''مگر گھر میں کُودنے سے تو نہیں روک سکتیں۔ تم دیکھو ذرا۔'' مزے سے بولتا عثمان اپنے گھر کے گیٹ تک پہنچا اور پلک جھپکتے ہی قدِ آدم سائز کے آہنی گیٹ پر چڑھتا گھر کے اندر کُود گیا تھا۔ اس پر رشک کرتے ہوئے عارش نے بھی گھر کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔

''بات سنو! تمہیں کس نے اجازت دی اُس سے دوستی بڑھانے کی؟'' اس کے گھر میں آتے ہی وہ پھنکارتی ہوئی سر پر آئی تھی۔

''ماموں جان نے مجھے اس سے ملنے کے لیے کہا تھا، میرا ایڈمیشن اس کے کالج میں ہوگا تو اس لیے......'' وہ بمشکل اتنا ہی بول سکا تھا کہ سر سے پیر تک وہ کڑی نظریں اس پر دوڑا رہی تھی۔

''ٹھیک ہے، لیکن اگر تم نے اس سے دوستی کرنے کا ارادہ بھی کیا تو تمہارا ٹکٹ کٹوا دوں گی واپس سرگودھا جانے کا۔'' سخت لہجے میں تاکید کرتی وہ سامنے سے ہٹ گئی تھی۔ مگر عارش کو معلوم تھا کہ وہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکے گا۔''

❁------○------❁

اپنا سب کچھ چھوڑ کر اس شہر میں آنا اس کی زندگی کا ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوا تھا، تو کالج کا آغاز بھی اس کی زندگی کو ایک اہم موڑ دے گیا تھا۔ احمد حسین اس کے لیے بہترین رہنما اور مددگار ثابت ہوئے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اسے احساس ہوا تھا کہ اگر احمد حسین اور فاطمہ اس کی زندگی میں نہ ہوتے تو وہ خود کہاں ہوتا؟

امد نیمن کے لیے احترام ان سے رشتے داری کی نسبت سے جو تھا وہ اپنی جگہ، مگر اب ان کے لیے اس کے دل میں کچھ اور محبت اور احساسات کے جذبے بیدار ہو چکے تھے۔ وہ ان کے قریب رہنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے لیے ایک مضبوط سائبان تھا۔ امد نیسین نے اس سے جو اُمیدیں باندھ لی تھیں، وہ ہر حال میں انہیں پورا کرنے کا عزم رکھتا تھا۔ انہوں نے اسے اعتبار اور یقین دیا تھا، اتنا کہ وہ اپنا ہر مسئلہ، ہر بات ان سے شیئر کر لیتا تھا۔ اگر ہچکچاہٹ تھی بھی تو وقت کے ساتھ وہ بھی ختم ہو جاتی تھی۔

❀------O------❀

حیرت سے وہ ان دونوں کو دیکھ رہی تھی، جو چار چار گملے سنبھالے گھر میں داخل ہو رہے تھے۔

''یہ اتنے سارے پودے کہاں سے اٹھا لائے ہو؟'' فاطمہ نے حیرت سے پوچھا تھا۔

''آپ کو چنبیلی کے پھول پسند ہیں اور یہ سارے پودے اسی کے ہیں۔ یہ میں آپ کے لیے لایا ہوں۔'' عارش بول رہا تھا جبکہ فاطمہ نے حسرت سے اس کے چہرے سے پھوٹتی خوشی کو دیکھا تھا۔ عثمان کے ساتھ مل کر گملے ترتیب سے رکھتے ہوئے اس کی نظر برآمدے تک گئی تھی۔ ہلکے آسمانی رنگ کا اسکارف سر پر لپیٹے وہ وہاں کھڑی تھی۔ اسکارف اس کا ٹریڈ مارک ہوا کرتے تھے۔ عارش نے اسے اب تک اسکارف کے بغیر نہیں دیکھا تھا اور بہت کم ہی دوپٹے جیسی کوئی چیز اُس کے شانوں پر دیکھی تھی۔ حالانکہ اکثر اس نے فاطمہ کو اس چیز کے لیے خرمن کو ٹوکتے دیکھا تھا۔ اس وقت بھی وہ دوپٹے جیسی کسی بھی چیز سے عاری تھی۔ ہلکی سی ناگواری کا احساس عارش کو پہلی بار ہوا تھا کہ اس وقت عثمان بھی گھر میں موجود تھا اور کسی بھی وقت خرمن کی طرف متوجہ ہو سکتا تھا۔ ویسے بھی عثمان کو تو بس موقع چاہئے ہوتا تھا، خرمن سے تکرار کرانے کے لیے۔ عثمان کو تاڑے ہوئے وہ تُو تڑاخ پر اُتر آتی تھی۔ اس وقت عارش کو یہ بھی دھڑکا تھا کہ عثمان کی موجودگی پر وہ یقیناً کوئی چیخ و پکار کر کے اسے گھر سے جانے کا فرمان جاری کرے گی۔ مگر شکر تھا کہ وہ صحن میں ہوتی ہوئی کارروائی کو چند لمحے تک دیکھنے کے بعد خاموشی سے اندر چلی گئی تھی۔ عثمان کے جاتے ہی وہ کچن کی سمت آیا تھا۔

''تمہیں بھوک لگی ہے؟'' فاطمہ کے سوال پر اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''جھوٹ۔'' ان کی خشمگیں نظروں پر وہ مسکرایا تھا۔

''بہت چلنا پڑا تھا نرسری میں۔ آج کالج میں کینٹین جانے کا وقت بھی نہیں ملا۔''

''تو کس نے کہا تھا کالج سے سیدھے نرسری چلے جاؤ؟'' فاطمہ نے ڈپٹا تھا۔

''کالج سے قریب جو ہے نرسری۔'' سادگی سے بولتے ہوئے وہ فریج کی سمت بڑھا تھا۔ ''مامی! آپ تھکتی نہیں ہیں؟ میں آپ کو ہر وقت کوئی نہ کوئی کام کرتے دیکھتا ہوں۔''

''مجھے عادت ہے، کچھ نہ کچھ کام کرتے رہنے کی۔'' وہ مسکرائی تھیں۔

''مگر آپ کو کبھی تو آرام سے بیٹھنا چاہئے۔ اس طرح تو آپ بیمار ہو جائیں گی۔'' وہ تشویش سے بولا تھا۔

''ٹھیک ہے، اب میرا بیٹا میری اتنی فکر کر رہا ہے تو میں اس کی بات ضرور مانوں گی اور کام کے ساتھ ساتھ آرام بھی کیا کروں گی۔'' فاطمہ کے پُرشفقت لہجے پر وہ مسکرایا تھا۔

''عثمان کیوں چلا گیا؟ میں نے اس سے کہا تھا کہ کھانا کھا کر جائے۔'' فاطمہ کو یاد آیا تھا۔

''اُس کی امی نے اُسے آواز دی تھی، تو وہ چلا گیا۔'' عارش نے بتایا تھا۔ ''مامی! آپ کو پتہ ہے، عثمان ابھی تک اپنی امی سے مار کھاتا ہے۔'' وہ مزے سے بتا رہا تھا۔

''تو کیا کرے اُس کی بے چاری ماں؟ یہ عثمان شروع سے ہی بلا کا شرارتی ہے۔ اب بھی ماں باپ کے ناک میں دم کیے رکھتا ہے۔ گھر میں سب سے چھوٹا ہے، سب سے لاڈ اُٹھواتے اُٹھواتے یہ حشر کر لیا اپنا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھیں۔

''مامی! بہت بھوک لگی ہے۔ کتنا وقت لگے گا؟'' اسے پھر بھوک یاد آئی تھی۔

''بس کھانا تیار ہے۔تم جلدی سے کپڑے بدل کر ہاتھ منہ دھو آؤ، تب تک میں دستر خوان لگاتی ہوں۔'' ان کی تاکید پر وہ خالی گلاس ٹیبل پر رکھتا کچن سے نکل گیا تھا۔

دروازہ کھول کر اس نے ازلی ناگواری سے عارش کو دیکھا تھا، جو نظر جھکائے اندر داخل ہوا تھا۔

''ایسا کون سا ضروری کام تھا جو دو گھنٹے لگا کر واپس آ رہے ہو؟'' اس کے ناگوار لہجے پر وہ بس خاموشی سے گیٹ بند کر رہا تھا۔

''ابھی تو اور رنگ دکھاؤ گے۔نکلیں گے پَر آہستہ آہستہ۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے گئی تھی۔ جبکہ عارش ایک نظر اس کی پشت پر ڈالتا خود بھی برآمدے کی سمت بڑھ گیا تھا۔ کمرے میں احمد حسین ٹی وی پر خبریں دیکھنے میں مصروف تھے۔ وہ سیدھا فاطمہ کے پاس جا بیٹھا تھا۔

''اب آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟''

''یہ خرمن کی قمیض ہے۔سوچا بیٹھے بیٹھے اس کی کڑھائی مکمل کر لوں۔'' وہ مصروف انداز میں ہی بولی تھیں۔

''یہ کام وہ خود نہیں کر سکتیں؟'' وہ بولا۔

''نہیں، اسے یہ نہیں آتا۔'' فاطمہ نے کہا تھا۔

''نہیں آتا کیا ہے؟'' اس کے بے ساختہ کہنے پر وہ بس اس کے مسکراتے چہرے کو گھور کر رہ گئی تھیں۔

''تمہیں پتہ ہے، تمہارے منجھلے ماموں بھی اسی شہر میں رہتے ہیں؟'' فاطمہ نے اس سے سوال کیا تھا۔ جواباً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس نے احمد حسین کو بھی دیکھا تھا۔

''مگر میں نے اب تک انہیں یہاں آتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' وہ بولا تھا۔

''وہ یہاں نہیں آتے۔'' سوئی میں دھاگہ پروتے ہوئے فاطمہ نے جس سنجیدگی سے بتایا تھا، وہ ان سے وجہ نہیں پوچھ سکا تھا۔

''تم ان سے ملنے کے لیے جانا چاہتے ہو؟'' احمد حسین نے اس سے پوچھا تھا۔

''یہ کیوں جائے ان سے ملنے؟ وہ جانتے ہیں کہ عارش ہمارے پاس ہے، کم از کم اس سے ملنے تو آ سکتے ہیں۔ سگی بہن کی اولاد ہے، ان کا اپنا خون ہے۔'' فاطمہ ناگوار لہجے میں بولی تھیں۔

''یہ اگر ان سے ملنے چلا جائے گا تو کیا فرق پڑ جائے گا؟'' احمد حسین کچھ تنبیہی لہجے میں بولے تھے۔

''انہیں کیا فرق پڑنا ہے؟ مگر مجھے اچھا نہیں لگے گا اس طرح عارش کا جانا۔ اپنے بھائی کے دماغ کا پتہ ہے آپ کو؟ کہیں کوئی اور مطلب ہی نہ اخذ کر لیں۔ پہلے ہی ہم کون سے اچھے ہیں سب کے نزدیک۔'' فاطمہ کے تلخ لہجے پر عارش بس حیرانی سے یہ سب سن رہا تھا۔

''اچھا، ابھی تو کوئی کہیں نہیں جا رہا۔بس ختم کرو۔'' بات ختم کرنے والے انداز میں احمد حسین ٹی وی کی سمت متوجہ ہو گئے تھے۔ جبکہ عارش، فاطمہ کے چہرے پر پھیلے ناگواری کے تاثرات دیکھتا کافی حد تک اُلجھ کر رہ گیا تھا۔

❀-----O-----❀

فاطمہ کی آواز پر وہ گہری نیند سے بیدار ہوا تھا۔

''اُٹھ جاؤ، ورنہ کالج کے لیے دیر ہو جائے گی۔'' اُسے جاگتے دیکھ کر فاطمہ تو چلی گئی تھیں، مگر عارش ان کے پریشان چہرے کو دیکھ کر چونک چکا تھا۔ باہر برآمدے میں اسے احمد حسین نظر نہیں آئے تھے۔ ورنہ روز صبح وہ تخت پر موجود اخبار کے مطالعے میں مصروف نظر آتے تھے۔ حیران ہوتا وہ کچن کی طرف گیا تھا۔ ایک بار پھر فاطمہ کو دیکھ کر اسے یقین ہوا تھا کہ وہ رات بھر جاگتی رہی ہیں۔

''تمہارے لیے آملیٹ بنا دوں؟'' وہ پوچھ رہی تھیں۔

''پہلے مجھے بتائیں، آپ کو کیا ہوا ہے؟ اور ماموں جان کہاں ہیں؟''

''میں ٹھیک ہوں۔ مگر کل رات سے خرمن کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تمہارے ماموں اس کے پاس ہی ہیں۔''

''آپ نے مجھے رات میں ہی کیوں نہیں بتایا؟'' وہ کچھ ناراضگی سے بولا تھا۔

''تم سو چکے تھے، اور خرمن کی طبیعت آدھی رات میں ہی اچانک......'' وہ ایک پل کو رُکی تھیں۔ ''اکثر اُس کے ساتھ ایسا ہو جاتا ہے۔ اِنہیلر لینے کے باوجود اُس کی طبیعت جلدی بہتر نہیں ہوتی۔'' ان کے بجھے لہجے پر وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔ فاطمہ کے بار بار کہنے پر بھی اس نے ٹھیک طرح ناشتہ نہیں کیا تھا۔ اس نے چاہا تھا کہ ایک بار خرمن کے کمرے کی طرف جائے مگر ہمت نہیں ہوئی تھی۔ اور پھر احمد حسین بھی اس کے کمرے سے باہر آ گئے تھے۔ عثمان معمول کی طرح ان کے ساتھ کالج جانے کے لیے گیٹ پر آ گیا تھا۔

دوپہر میں جب وہ گھر واپس آیا تو پہلی نظر اس پر پڑی تھی، جو تخت پر آنکھوں پر ہاتھ رکھے دراز تھی۔ برآمدے میں آتے ہوئے وہ سیدھا اپنے کمرے کی سمت نہیں جا سکا تھا، تخت کے قریب ہی رُک گیا تھا۔

''اب طبیعت کیسی ہے؟'' اس کی مدھم آواز پر خرمن متوجہ ہوئی تھی۔

''کیوں...... کیا ہوا میری طبیعت کو؟...... مر رہی ہوں کیا میں؟ اپنے کام سے کام رکھو۔'' یکدم بھڑکنے والے انداز میں وہ اسے جھڑک گئی تھی اور پھر دوسری جانب کروٹ بدل گئی تھی۔

''عارش! ہاتھ منہ دھو کر آ جاؤ۔ ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ تم نے صبح ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا۔'' سنجیدگی سے بول کر فاطمہ جیسے نظر چراتی وہاں سے گئی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ اب فاطمہ کافی دیر تک اس سے نظر نہیں ملائیں گی۔ ہر بار ایسا ہی ہوتا تھا۔ خرمن کے اس رویے پر وہ اسے کچھ بھی نہیں کہتی تھیں، یا بیٹی کے سامنے کچھ بول ہی نہیں سکتی تھیں۔ اس تضحیک آمیز رویے پر وہ خرمن سے زیادہ فاطمہ کی طرف سے دل ہی دل میں کچھ بدگمان ہو جایا کرتا تھا۔

❀------O------❀

تخت پر بکھرے اخبار سمیٹتے ہوئے خرمن نے کچھ ناگواری سے اس جانب دیکھا تھا، عارش کے شانوں کے گرد ہاتھ رکھے احمد حسین کمرے سے باہر آ رہے تھے۔

''ہمیں زیادہ دیر نہیں لگے گی، تم گھر پر ہی رہنا۔ عثمان کے ساتھ باہر مت نکل جانا۔'' وہ عارش کو تاکید کر رہے تھے۔ آج احمد حسین اپنے کسی دوست کے گھر ہونے والی تقریب میں شرکت کے لیے فاطمہ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ جاتے جاتے فاطمہ بھی ان دونوں کو چند تاکیدیں کرنا نہیں بھولی تھیں۔ خرمن نے کہاں کان دھرنے تھے؟ جبکہ عارش گیٹ بند کر کے واپس برآمدے کی سمت آ گیا تھا۔ تخت پر دراز ہوتے ہی اس کی نظر خرمن تک گئی تھی جو صحن میں واش بیسن کے سامنے اپنا چہرہ چمکانے میں مگن تھی۔ عارش نے آج دوسری بار اسے اسکارف کے بغیر دیکھا تھا، مگر پہلی بار کی طرح اس وقت وہ مکمل اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ حالانکہ وہ دیکھنا چاہتا تھا، اُس کا چہرہ نہیں، مگر ایک انوکھی سی چیز جو اس کی پیشانی پر پہلی بار دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔

یہ چند دن پہلے کی ہی تو بات ہے، اس دن اچانک خرمن کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ فاطمہ نے فوری طور پر اسکارف اس کے پسینے میں تر بتر ہوتے چہرے سے ہٹا دیا تھا اور وہاں موجود عارش ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو گیا تھا۔ خرمن کی پیشانی پر دائیں ابرو کے اوپر ایک سفید دودھیا نشان یا دھبہ واضح تھا جو ایک سکے جتنا بڑا تھا مگر اُس کی بناوٹ ماہِ نیم جیسی تھی۔ بالکل ایسا ہی ایک نشان اس کی گردن پر شہ رگ سے ذرا نیچے چمک رہا تھا۔ اس کی گندمی رنگت پر یہ نشان بہت نمایاں تھے۔ اس دن عارش کو سمجھ آ گیا تھا کہ خرمن کیوں ہمہ وقت اسکارف سے چہرہ اور گردن چھپائے رکھتی ہے۔ کچھ گڑبڑا کر عارش نے اخبار اٹھا کر چہرے کے سامنے کر لیا تھا، جب خرمن واش بیسن کے سامنے سے ہٹ کر برآمدے کی طرف بڑھی تھی۔

''میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں۔ بھوک لگے تو خود ہی ہاتھ پیر ہلا لینا۔'' نخوت سے بولتی وہ دوپٹہ سر کے گرد لپیٹتی اب تخت سے جائے نماز اٹھا رہی تھی۔ عارش نے کیا کہنا تھا؟ اخبار چہرے پر رکھ کر اس نے سینے پر ہاتھ باندھ لیے تھے۔ جانتا تھا کہ اس کے منہ لگنا بے کار ہے۔ ہر ماں باپ کی طرح فاطمہ اور احمد حسین کو بھی اپنی اس اولاد سے بہت محبت تھی اور اولاد بھی وہ جو اکلوتی ہو۔ ان دونوں کی محبت میں خزمن کے لیے عقیدت جھلکتی تھی، جس دن اُسے دسترخوان پر کھانا پسند نہیں آتا تھا، وہ فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتی تھی اور احمد حسین اپنا کھانا چھوڑ کر باہر سے اس کے لیے کچھ ایسا خرید لاتے، جو اسے بہت مرغوب ہوتا۔ یہ کام اس کے لیے چند بار عارش کو بھی کرنا پڑا تھا۔ احمد حسین کی کپڑوں کی دکان تھی۔ دکان پر آنے والا ہر نئے ڈیزائن کا کپڑا پہلے گھر آتا، خزمن کی پسند کے کپڑے الگ کرنے کے بعد بچا ہوا کپڑا دکان پر جاتا تھا۔ مخصوص ٹیلر سے اُس کے لباس تیار کرائے جاتے تھے۔ گھر میں وہ ایک سے بڑھ کر ایک جدید تراش خراش کے لباس میں گھومتی نظر آتی تھی۔ ہر لباس سے میچ کرتا اسکارف بھی ہرگز کم قیمت کا نہیں ہوتا تھا۔ گھر میں کپڑے دھونے کے لیے ملازمہ آتی تھی، مگر خزمن کے کپڑوں کو فاطمہ کے علاوہ کسی کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں تھی۔ گھر میں مجموعی طور پر چار کمرے تھے، جن میں سے سب سے کشادہ اور ہوادار کمرہ خزمن کا تھا۔ پورے گھر میں کوئی خاص فرنیچر یا آرائشی سامان موجود نہیں تھا، مگر چند بار اتفاقاً خزمن کے کمرے میں جانے کے بعد عارش کو اندازہ ہوا تھا کہ اس کا کمرہ تو پورے گھر سے جدا ہے۔ مکمل بیڈ روم سیٹ خوبصورت بناوٹ کا اور بیش قیمت تھا۔ نرم دبیز کارپٹ، ڈائننگ ٹیبل، ڈیکوریشن پیسز، ریشمی پردے، کمرے کی دیواروں سے لے کر کارپٹ تک میں سفید اور گلابی رنگ نمایاں تھا۔ اگر اسے سانس کی تکلیف نہ ہوتی تو یقیناً اس کے کمرے میں اے سی بھی ہوتا۔ عارش جتنی بار بھی اس کے کمرے میں گیا، یہ سچ تھا کہ اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ خزمن کے کمرے سے نکلے۔ حالانکہ احمد حسین اُس کی بھی ضرورتوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ عارش کے لیے بھی گھر میں الگ کمرہ مخصوص تھا، جہاں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی، مگر پھر بھی جو سکون اور طمانیت کا احساس اسے خزمن کے کمرے میں محسوس ہوتا تھا، وہ گھر کے کسی دوسرے کمرے میں نہیں تھا۔ اگر اُسے موقع ملتا تو وہ کم از کم ایک بار تو ضرور ڈبل بیڈ کی مخملیں نرما ہٹوں اور مہکتے گداز ریشمی تکیے پر دراز ہو کر لمبی تان کر کئی گھنٹوں کے لیے سو جاتا، مگر یہ خواب فی الحال تو شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا تھا۔

اس گھر میں ہی نہیں شاید اس دنیا میں بھی خزمن کی اہمیت اور حیثیت قابلِ رشک تھی۔ اس کے بیمار ہو جانے پر وہ دیکھ چکا تھا، فاطمہ اور احمد حسین کی بے چینی۔ احمد حسین ہمیشہ ہی گھر میں داخل ہو کر سب سے پہلے اس کا چہرہ ڈھونڈتے تھے، مگر اس کی طبیعت کی ناسازی کے دوران وہ اسے نظروں سے اوجھل بھی نہیں کرتے تھے۔ کھانا، پھل اسے اپنے ہاتھوں سے کھلاتے تھے۔ جبکہ فاطمہ ہمہ وقت خندہ پیشانی سے اس کے ناز نخرے اٹھانے کے لیے مستعد رہتی تھیں۔

اتنی اہمیت اور محبتوں کو حاصل کرنے کے بعد اگر وہ کچھ ہٹ دھرمی اور گرم مزاجی کے مظاہرے کرتی تھی تو یہ کوئی حیران کُن بات نہیں تھی۔ اسے حکم دینے کی عادت تھی، لینے کی نہیں۔ وہ اپنی بات منوانا چاہتی تھی۔ وہ مستحق تھی کہ اسے سر آنکھوں پر بٹھایا جائے۔ کچھ انسان پیدائشی حکمران ہوتے ہیں، جو ملک پر نہیں انسانوں پر حکومت کرتے ہیں۔ یہ خصوصیت ان کی فطرت میں شامل ہوتی ہے۔ خزمن کا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اپنی حکمرانی میں وہ اس کی دخل اندازی برداشت نہیں کر سکتی، وہ زبردستی اس پر مسلط ہو چکا ہے۔

چونک کر اس نے اخبار چہرے سے ہٹایا تھا، برآمدے کے آخری سرے پر وہ نماز کی ادائیگی میں مصروف تھی۔ تکیے پر سینے کے بل لیٹتے ہوئے وہ غیر ارادی طور پر اس کی جانب ہی دیکھے گیا تھا۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی کہ وہ اس سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی تھی، شاید اس کی طرف دیکھنا بھی وہ ناپسند کرتی تھی، مگر اس کے باوجود اسے اپنے گھر میں اور ملنے والی محبتوں میں حصے دار بننے سے نہیں روک سکتی تھی۔ اب وہ اس کی ذہنی سطح سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا، اس لیے اُس کے ہر رویّے کو نظرانداز کرنے لگا تھا۔

عارش کی نظریں اس پر ہی تھیں، جو اب سجدے میں جا رہی تھی۔ جب کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اسے ٹکٹکی باندھ کر نہیں دیکھنا

چاہیئے، عارش کو یکدم یاد آیا تھا۔ فوراً وہ رخ پھیرتا، آنکھیں بند کر چکا تھا۔

❁-----O-----❁
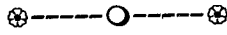
دروازہ کھولتے ہوئے اس نے ایک کڑی نگاہ عثمان کے مسکراتے چہرے پر ڈال کر عارش کو دیکھا تھا، جو سیاہ ہیلمٹ اُتارتا بائیک سے اُتر رہا تھا۔ ایک طرف ہٹتی وہ جانے کے لیے پلٹ گئی تھی۔

''عارش! لوگ تو جل کر خاک ہو گئے ہیں، تمہاری نئی نویلی بائیک دیکھ کر۔'' وہ یقیناً عارش سے ہی مخاطب تھا، جو اپنی چمچماتی بائیک اندر لا رہا تھا، مگر خرمن جانے کیوں سُلگ کر پلٹی تھی۔

''میرے دوست! تم تو اس سے بھی زیادہ قیمتی تحفے ڈیزرو کرتے ہو، یہ تو کچھ بھی نہیں۔'' عثمان کی اونچی آواز پر وہ بمشکل مسکراہٹ چھپاتا بائیک کی طرف ہی متوجہ رہا تھا۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو، اس سے بھی زیادہ قیمتی تحفے دینے چاہئیں میرے باپ کو۔ انہوں نے لنگر جو کھول رکھا ہے، ہم چاہے سڑک پر پہنچ جائیں، مگر انہوں نے ایسے ہی دونوں ہاتھوں سے لٹانا ہے۔'' حسبِ توقع خرمن تلملا کر بولی تھی۔

''اب جو سڑک پر پہنچے، وہ اس کی قسمت۔ مگر میرے دوست کی قسمت میں جو ہے، وہ تو اسے مل کر رہے گا، چاہے تم جتنے بھی پتھر اس کی راہ میں بچھا دو۔'' کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر عثمان اسے مکمل بھڑکا گیا تھا۔

''تم کیوں آ جاتے ہو یہاں منہ اُٹھا کر؟ لحاظ آ جاتا ہے ورنہ تم جیسوں کو میں دہلیز بھی پار نہ کرنے دوں۔''

''دیکھو! تم میری استانی رہ چکی ہو، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ساری زندگی میری بے عزتی کرتی رہو گی۔''

''بے عزتی...... اور وہ بھی تمہاری؟ سارا دن لڑکیوں کے پیچھے دُم ہلا کر بڑی عزت کماتے ہو۔'' بری طرح وہ عثمان پر برسی تھی جبکہ عارش خاموشی سے ان دونوں کے مذاکرات سن رہا تھا۔

''ارے جاؤ، تم تو وہ ہو جو احسان لے کر بھی میری احسان مند نہیں ہو۔'' عثمان لڑنے والے انداز میں بولا تھا۔

''کون سا احسان؟'' خرمن کے دنگ تاثرات کو دیکھتے ہوئے عارش بمشکل مسکراہٹ چھپا سکا تھا۔

''بس رہنے دو استانی! تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو ساری زندگی کے لیے میرے قدموں میں بیٹھ جاتی، اس عمر میں تمہیں میں نے لیٹر لکھا تھا، جب مجھے لیٹر کے اسپیلنگ بھی نہیں پتہ تھے، بھول گئیں میرا لو لیٹر؟'' آج پھر عثمان کے پرانے زخم تازہ ہو گئے تھے۔

''ہاں، یاد ہے اور وہ جوتے بھی یاد ہیں جو تمہارے باپ نے تمہارے سر پر برسائے تھے اور وہ بھی یاد ہے جب مار کھا کر تم نے مجھے آپی، باجی، بہن کہا تھا۔''

''اب سر پر آٹھ نمبر کا جوتا پڑے گا تو ظاہر ہے سامنے کھڑی ہر لڑکی آپی، بہن، باجی ہی نظر آئے گی۔ مگر عمل کا دارو مدار تو نیت پر ہوتا ہے۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا تھا۔

''اور تمہاری نیت میں تو ہمیشہ ہی فتور بھرا ہوا ہے۔'' وہ ناگواری سے بولی تھی۔

''اچھا نہیں کیا تھا تم نے وہ میرے خط میرے باپ کے ہاتھوں میں دے کر۔ میرا دل توڑ کر خوش نہیں رہ سکو گی تم۔'' جتانے والے انداز میں بولتا وہ برآمدے کی سمت بڑھا تھا۔

''تم یہاں سے دفع ہوتے ہو یا نہیں؟'' خرمن کے کڑے لہجے پر بھی وہ نہیں رُکا تھا۔

''چائے پی کر جاؤں گا۔''

''جہنم میں جاؤ......'' وہ پیچھے سے غرّائی تھی۔ ''اور بھی آٹھ دس لفنگے رہ گئے ہیں تو انہیں بھی لے آیا کرو۔'' وہ اب اس پر برسی تھی جو عثمان کے پیچھے ہی جا رہا تھا اور بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ گزرتے وقت کے ساتھ وہ تھوڑا بہت سمجھوتا کر چکی تھی، مگر اس کی طرف فاطمہ اور احمد حسین کا جھکاؤ وہ اب بھی برداشت نہیں کرتی تھی۔

❁-----O-----❁
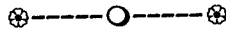
بغور فاطمہ نے اسے دیکھا تھا جو تخت کے کنارے بیٹھا اپنے جوتے اُتار رہا تھا۔
''بہت تھک گئے ہو؟'' اس کے سست انداز پر وہ بولی تھیں۔
''بس تھوڑا سا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔
''ذرا چہرہ دیکھو اپنا، تھکن ٹپک رہی ہے۔'' وہ ناراضی سے بولی تھیں۔ ''پہلے ہی تمہاری جاب کیا کم تھی، جو تم نے اب اکیڈمی میں سر کھپانا شروع کر دیا ہے۔ کیوں خود کو اتنا تھکا رہے ہو؟ صبح کے گھر سے نکلتے ہو اور اتنی رات میں واپس آتے ہو۔''
''اتنی رات کہاں ہوئی ہے؟ ابھی صرف دس ہی تو بجے ہیں۔ آپ ناراض مت ہوں۔'' ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے پاس بٹھایا تھا۔
''کیوں خود کو ہلکان کر رہے ہو؟ کیوں بھاگ رہے ہو اتنا، روپے کمانے کے لیے؟ تمہیں کوئی کمی ہے تو مجھے بتاؤ، مگر اس طرح اپنے دن رات ایک نہ کرو۔'' فاطمہ کی ہنوز ناراضگی پر اس نے گہری سانس لی تھی۔
''مامی! ساری دنیا ہی پیسے کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔ اگر میں بھی اپنے فارغ وقت میں یہ کام کر رہا ہوں تو کیا غلط ہے؟ آپ نے اور ماموں نے کبھی کہیں کوئی کمی نہیں رکھی، مگر اب میں آپ سب کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں، آپ کو بہت کچھ دینا چاہتا ہوں۔''
''مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ تم صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دو، تمہاری جاب پر تمہارے ماموں بھی کتنے ناراض ہوئے تھے، مگر تم نے ایک نہیں سنی۔''
''پڑھائی میری پہلی ترجیح ہے، میں اس سے کبھی غافل نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد کا وقت میں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے لیے وقف کر رہا ہوں تو کوئی برائی نہیں۔ کیا مجھ پر فرض نہیں کہ میں ماموں جان کا سہارا بنوں؟ کیا میں کوئی غیر ہوں جو اُن کی ذمہ داری نہیں بانٹ سکتا؟''
'یہ کیا بول رہے ہو؟ میں کیا بات کر رہی ہوں اور تم بات کہاں سے کہاں لے گئے۔'' فاطمہ ڈپٹنے والے انداز میں بولی تھیں۔
''تو پھر آپ بھی ہر دوسرے دن یہ موضوع لے کر نہ بیٹھا کریں۔ آپ کو تو فخر کرنا چاہئے کہ آپ کا بیٹا اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا ہے۔''
''اب یہ بات کہہ کر تم مجھے یہ مت سمجھاؤ کہ میں تمہارے لیے لڑکیاں ڈھونڈنی شروع کر دوں۔'' وہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔
''ایسا بالکل نہیں ہے۔ آپ کی بیٹی مجھے تو برداشت کرتی نہیں ہے، آپ کی بہو کو کیا برداشت کرے گی؟ دو دن میں ہی گھر سے باہر نکال دے گی۔'' اس کے خشمگیں لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسی تھیں۔
''میں تو پہلے اس کی شادی کراؤں گا اور پھر......'' یکدم رُک کر عارش نے انہیں دیکھا تھا جو سنجیدہ چہرے کے ساتھ اُٹھ گئی تھیں۔
''میں تمہارے لیے کھانا گرم کرنے جا رہی ہوں، تم جلدی آ جاؤ۔'' تاکید کر کے وہ رُکی نہیں تھیں۔ جبکہ عارش ان کے اچانک بدلتے تاثرات پر حیران تھا۔

❀-----○-----❀

ایک بار پھر اُبھرتی دستک پر وہ جھلا اُٹھی تھی۔
''کیا مصیبت ہے......؟'' ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتی وہ زبان دانتوں تلے دبا گئی تھی۔
''میں نے تمہیں پریشان کر دیا؟'' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ احمد حسین نے اس کے شرمندہ چہرے کو دیکھا تھا۔
''سوری... میں سمجھی تھی کہ عارش ہے۔ آپ اندر تو آئیں۔'' معذرت کرتے ہوئے وہ ان کا ہاتھ پکڑتی اندر لے آئی تھی۔

''عارش کب سے مصیبت بن گیا تمہارے لیے؟'' بیڈ کے قریب ہی ایزی چیئر پر بیٹھتے ہوئے احمد حسین بولے تھے۔

''میرے لیے تو وہ مصیبت ہی ہے۔ روز رات میں گھنٹوں یہاں بیٹھ کر میرا کمپیوٹر استعمال کرتا ہے۔ اب بھی بار بار اسی لیے ڈسٹرب کیے جا رہا ہے۔'' وہ ناگواری سے شکایت کر رہی تھی۔

''تو اس میں کیا مسئلہ ہے؟ یہ کمپیوٹر تم دونوں کے لیے ہی ہے۔ عارش پڑھ رہا ہے، اسے زیادہ ضرورت ہے اس کی۔ مت روکا کرو اسے۔'' نرم لہجے میں بولتے ہوئے احمد حسین کو اس کے بدلتے تاثرات نے احساس دلایا تھا کہ وہ اس کے سامنے عارش کی فیور میں بولنے کی غلطی کر رہے ہیں۔

''اچھا سب چھوڑو، مجھے یہ بتاؤ کہ یہ سال تو اپنا تم نے گھر میں ہی نکال دیا، ورنہ میں بالکل اس چیز کے حق میں نہیں تھا کہ تم اپنا تعلیمی سلسلہ اس طرح روک دو۔ اب آگے کیا ارادہ ہے؟'' وہ پوچھ رہے تھے۔

''بابا! ابھی پورا سال ختم کہاں ہوا ہے؟'' خجل سے انداز میں وہ ٹال گئی تھی۔

''ٹھیک ہے۔ مگر صرف یہی سال۔ اس کے بعد تم نے اپنی تعلیم کے سلسلے کو آگے بڑھانا ہے۔'' احمد حسین نے تنبیہہ کر رہے تھے، جب دستک کے ساتھ عارش اندر آیا تھا۔

''وہ...... مانی میرے ساتھ ہے۔ بلا لوں اُسے یہاں؟'' خرمن سے اجازت طلب کرتے ہوئے اس نے مدد طلب نظروں سے احمد حسین کو بھی دیکھا تھا۔

''ایسا کرو پورے محلے کو اس کمرے میں جمع کر لو۔'' وہ تپ اُٹھی تھی۔ ''تم کم ہو جو مزید ایک اور جونک کو ساتھ چپکا کر لے آتے ہو؟''

''میں سب سن رہا ہوں۔'' باہر سے آتی عثمان کی آواز پر جہاں احمد حسین بے ساختہ مسکرائے تھے وہیں وہ خود عثمان کے چہرے پر نظر پڑتے ہی بمشکل مسکراہٹ روک سکی تھی۔

''کسی شریف بندے کو اوٹ پٹانگ خطاب دیتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ لینا چاہئے کہ کہیں وہ بندہ یہیں موجود نہ ہو۔'' عثمان نے اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

''تم یہ بتاؤ کہ تم کہاں موجود نہیں ہوتے؟'' احمد حسین مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

''اسے کہتے ہیں، ہینگ لگے نہ پھٹکری اور بے عزتی۔'' عثمان نے فخریہ انداز میں کہا تھا۔

''بابا! یہ لوگ میرے کمرے کا حشر بگاڑ دیتے ہیں۔ آپ ذرا پوچھیں تو کہ یہ دونوں کمپیوٹر پر کیا کیا کرتے ہیں؟'' خرمن کی بات پر عارش بری طرح چونکا تھا دنگ بھی ہوا تھا۔

''استانی جی! اللہ کو مانو، کچھ آگ بچا کر رکھ لو، آگے کام آئے گی۔'' عثمان جل کر بولا تھا۔

''اچھا بھئی تم جذباتی نہ ہو۔ آ جاؤ دونوں، جو کام کرنا ہے کرو۔'' احمد حسین بولتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ''آ جاؤ خرمن! باہر۔'' اسے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے وہ دروازے کی سمت بڑھے تھے۔ ان کے پیچھے ہی جاتے ہوئے خرمن نے رُک کر عثمان کو دیکھا تھا۔

''کمپیوٹر کے علاوہ میرے کمرے کی کسی چیز کو اگر ہاتھ لگایا تو اپنے گھر چار کندھوں پر جاؤ گے۔''

''خوامخواہ دھمکیاں مت دو۔ تمہارا یہ ایلچی تو مجھے کمرے کی دیوار کو بھی نہیں چھونے دیتا۔'' عثمان کا اشارہ عارش کی طرف تھا۔ ''جوتے بھی کمرے سے باہر اُتار کر آیا ہوں۔ اس بے چارے کو بھی تم نے اپنے جیسا نفسیاتی بنا لیا ہے۔'' عثمان کے جتانے والے انداز پر وہ کھول کر کچھ کہتے کہتے رک کر عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''میں آج رات اسی کمرے میں رک جاؤں؟ تم مامی کے پاس......'' اُس کی غصیلی نظروں پر وہ بات مکمل نہیں کر سکا تھا۔

''ایک تو تم...... جہنم میں جاؤ تم۔'' بھنا کر بولتی وہ باہر نکل گئی تھی۔ شرٹ میں چھپی سی ڈیز باہر نکالتے ہوئے عثمان نے خشمگیں نظروں سے اس کے شرمندہ چہرے کو دیکھا تھا۔

''وہ ماں نہیں ہے تمہاری۔ سر اُٹھا کر ذرا اکڑ کر بات کیا کرو اُس سے۔''
''تم اپنا منہ بند رکھو۔'' جھینپے انداز میں عثمان کو گھرکتا وہ کمپیوٹر کی سمت بڑھ گیا تھا۔

❁-----○-----❁

برآمدے میں فاطمہ اپنی سلائی مشین میں مصروف تھیں، جب وہ ان کی طرف آئی تھی۔
''امی! عثمان بتا رہا تھا کہ عروسہ آپی گھر آئی ہوئی ہیں، ہر بار وہی ملنے آ جاتی ہیں۔ آج میں ان سے ملنے چلی جاؤں؟'' اس نے اجازت طلب کی تھی، اسے اجازت دیتے ہوئے فاطمہ نے شکر یہ ادا کیا تھا کہ ان کی بیٹی میں مروّت اور رواداری آتی جا رہی ہے۔
''عروسہ کو گھر آنے کے لے ضرور کہنا۔'' فاطمہ کی تاکید پر وہ اپنا اسکارف ٹھیک کرتی دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔ کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی پہلا ٹکراؤ عثمان سے ہو گیا تھا۔
''یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں، میری استادِ محترم اپنے پیروں پر چل کر میرے غریب خانے پر تشریف لائی ہیں، یہ کیسا دل افروز منظر ہے۔'' عثمان پر شدید حیرت کا دورہ پڑا تھا۔
''کوئی فضول بکواس مت کرنا، ورنہ میں یہیں سے واپس پلٹ جاؤں گی۔'' خرمن نے فوراً دھمکی دی تھی۔
''میرا خیال ہے کہ تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر روک لوں۔''
''شکل دیکھ لو آئینے میں پہلے۔ عروسہ آپی کہاں ہیں؟ میں ان سے ملنے آئی ہوں۔'' ناگواری سے وہ بولی تھی، مگر اگلے ہی پل عروسہ پر نظر پڑتے ہی مسکرائی تھی۔
''کتنے دن بعد تم سے ملاقات ہو رہی ہے۔'' عروسہ بڑی محبت سے اسے گلے لگاتے ہوئے بولی تھیں۔
''اللہ خیر، فاروق بھائی کا عذاب میری استانی کے گلے پڑ رہا ہے۔'' عثمان کے لقمے پر عروسہ نے اسے گھورا تھا۔
''اس کی موجودگی میں کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ چلو اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔'' عروسہ اس کا ہاتھ پکڑے وہاں سے گئی تھیں۔
''آپ کا پارلر کیسا چل رہا ہے؟'' کچھ دیر تک اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد اس نے پوچھا تھا۔
''بہت اچھا چل رہا ہے سب۔ اسی سے تو فرصت نہیں ملتی، تب ہی یہاں اتنے اتنے دن گزرنے کے بعد آنا ہوتا ہے، اور کروں بھی کیا؟ اتنی مصروفیات ہو گئی ہیں۔'' عروسہ بتا رہی تھیں۔
''اور تم کیا کر رہی ہو؟ گھر میں بیٹھ کر بالکل ہی زنگ لگا دو گی خود کو۔ کتنی بار تم سے کہا ہے کہ میرے پارلر میں آ جاؤ، ایکسپرٹ کر دوں گی تمہیں۔ انٹرنیٹ بھی ہے۔ مگر پھر بھی سستی کے مظاہرے کرتی ہو۔'' ہر بار کی طرح انہیں آج بھی اسے گھرکنے کا موقع مل گیا تھا۔
''آج میں آپ کی یہ شکایت بھی دور کر دیتی ہوں۔ بتائیں کب آؤں پارلر؟'' خرمن کے اچانک کہنے پر عروسہ حیران ہوئی تھیں، مگر خوش بھی۔
''اگر تم سنجیدہ ہو تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ تمہارے لیے یہ پروفیشن بہت دلچسپ ہوگا۔ وقت بھی اچھا گزرے گا۔ میں تو یہی چاہوں گی کہ تم کل سے ہی جوائن کر لو۔'' عروسہ بولی تھیں۔
عروسہ کے ساتھ باتوں میں وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ عروسہ کو کل اپنے پارلر پہنچنے کی یقین دہانی کراتی وہ رخصت ہوئی تھی، گیٹ سے نکلتے ہی اس نے بائیں جانب دیکھا تھا، جبکہ عارش نے عثمان کے گھر کے سامنے ہی بائیک روک لی تھی۔
''خیریت ہے سب.....؟ تم اس وقت یہاں کیوں آئی تھیں؟'' شدید حیرانی کی وجہ سے وہ یہ سوال کرنے سے خود کو روک نہیں سکا تھا۔

''اب کیا تمہاری مرضی اور اجازت سے گھر سے نکلا کروں؟ ہر بات تمہیں بتانی ضروری ہے کیا؟'' وہ شدید ناگواری سے بولی تھی۔

''نہیں، ضروری نہیں ہے۔ بس میرا ہی دماغ خراب ہوا تھا جو سوال پوچھ بیٹھا۔'' سرد لہجے میں بولتا وہ بائیک آگے بڑھا لے گیا تھا، جبکہ خرمن کے سر پر جیسے کھولتا ہوا پانی گرا تھا۔

برآمدے میں موجود احمد حسین نے بغور اس کے حد سے زیادہ سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا، جو کسی سے بھی نظریں ملائے بغیر سلام کرتا حسبِ عادت تخت کے کنارے بیٹھا جوتے اُتارنا شروع کر چکا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی ایسا تاثر تھا، جس نے فاطمہ اور احمد حسین کو اُلجھا دیا تھا، مگر یہ اُلجھن اس وقت ختم ہو گئی تھی، جب خرمن آندھی طوفان کی طرح برآمدے تک آئی تھی۔

''اب تم سڑک پر کھڑے ہو کر مجھ سے بدتمیزی کے مظاہرے کرو گے، میری زبان بند کرو گے؟'' کسی کا بھی لحاظ کیے بغیر وہ جس طرح چیخی تھی، سب کی طرح عارش بھی دنگ ہوا تھا۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔'' وہ ہلکی آواز میں ہی بولا تھا۔

''تو پھر باہر میرے سامنے کیا بک کر آئے ہو تم؟ اب سب کے سامنے خود کو معصوم ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو، اپنی حد میں کیوں نہیں رہتے تم؟ میں کہاں جا رہی ہوں، کہاں نہیں، تم کون ہوتے ہو سوال کرنے والے؟ تم میرے باپ نہیں ہو جو میں تمہیں ہر سوال کا جواب دوں گی۔'' بری طرح پھڑکتی وہ رکنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ شدید بے یقینی سے احمد حسین اس کی زبان سے برستے انگاروں کو سن رہے تھے۔ دوسری جانب عارش نے دوبارہ کچھ بول کر اپنا دفاع کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، خاموشی سے اسے سنتے ہوئے اس نے دوبارہ جوتے پہنے تھے، اپنی جگہ سے اٹھا تھا اور اسی خاموشی کے ساتھ گھر سے نکلتا چلا گیا تھا۔

''اسے سمجھا دیں کہ میرے معاملات میں یہ دخل اندازی نہ کرے، ورنہ میں اس کی زبان کھینچ لوں گی۔'' وہ شدید غصے میں بے حال فاطمہ اور احمد حسین سے مخاطب تھی۔

''مجھے بالکل یقین نہیں ہو رہا کہ تم اس حد تک بھی جا سکتی ہو۔ تمہاری زبان اس حد تک دراز ہو چکی ہے کہ اس سے پہلے میں لگام ڈال دوں، تم خود اسے قابو میں کرو۔'' احمد حسین کی برداشت ختم ہوئی تھی جو اُن کا لہجہ سخت ہوا تھا۔

''آج میرے سامنے تم نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، میری غیر موجودگی میں اس کے ساتھ تمہارا کیا رویہ ہو گا، اندازہ ہو رہا ہے مجھے۔ وہ اس گھر کا ملازم نہیں ہے۔ اس گھر میں اُس کا وہی مقام ہے جو تمہارا ہے۔ یہ بات میں دوبارہ نہیں دہراؤں گا۔'' ساکت نظروں سے خرمن اُنہیں دیکھتی رہ گئی۔ یہ پہلا موقع تھا جو احمد حسین اتنی سختی سے اس سے مخاطب تھے۔

''وہ صبح کا گھر سے نکلا اب آیا تھا اور تمہاری وجہ سے ایسے ہی بھوکا پیاسا گھر سے نکل گیا، ذرا صبر نہیں ہوا تھا تم سے؟ جو منہ میں آیا، سناتی چلی گئیں تم۔'' فاطمہ بھی شدید ناراضگی سے بولی تھیں۔

''میں بس تمہیں اتنا یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اب وہ کم عمر بچہ نہیں ہے، نہ ہی تم ناسمجھ ہو۔ اب اسے دیکھنے کے لیے بھی تمہیں سر اُونچا کرنا پڑتا ہے۔'' کچھ تھا اُن کے لہجے میں جو خرمن نے نظر اُٹھا کر اُنہیں دیکھا تھا۔

''یہ مت سوچنا کہ وہ تمہیں خاموش نہیں کروا سکتا تھا، یا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ وہ تہذیب رکھتا ہے۔ کبھی تمہیں بولنے سے نہیں روکے گا۔ مگر میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ ایسا موقع آئے، جب تمہیں اس کے سامنے شرمندگی اُٹھانی پڑے۔ عزت دو گی تو ہی عزت ملے گی۔ تم سمجھ رہی ہو جو میں کہہ رہا ہوں۔ ناسمجھ نہیں ہو۔'' خاموش ہوتے ہی وہ اس کے سامنے سے ہٹ گئے تھے۔ ایک خفت بھری نظر فاطمہ پر ڈالتی وہ تیز قدموں کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

❀------O------❀

کافی رات ہونے کے باوجود سڑک پر رونق تھی۔ کیونکہ نائٹ میچ جاری تھا۔ ان کی متلاشی نظریں اس تک پہنچی تھیں، جو چند لڑکوں کے ہمراہ نظر آیا تھا مگر احمد حسین پر نظر پڑتے ہی وہ تیزی سے ان کی سمت آیا تھا۔

''میں ابھی کچھ دیر میں گھر آ رہا تھا۔'' وہ شرمندگی سے بولا تھا۔

''تو پھر چلو۔'' ان کے کہنے پر وہ خاموشی سے ان کے ہم قدم ہو گیا تھا۔

''عارش! میں جانتا ہوں، خرمن کا رویہ بہت خراب ہو جاتا ہے، اسے تم سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔ میں جانتا ہوں بات کچھ نہیں ہوگی، مگر غصے میں وہ ذرا سی بات کو پھیلا دیتی ہے۔ تم اسے معاف کر دو۔''

''آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ اگر اس نے غصے میں کچھ کہہ دیا تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے، اسے حق ہے۔ وہ بول سکتی ہے۔ میری بھی تو غلطی تھی، میں نے راستے میں ہی روک کر اس سے پوچھنا شروع کر دیا تھا کہ اس وقت وہ عثمان کے گھر سے کیوں آئی تھی؟ دراصل میں نے رات کے وقت کبھی اسے وہاں جاتے نہیں دیکھا تھا۔'' اس کے ہلکے پھلکے لہجے پر احمد حسین حیران ہوئے تھے۔

''تو پھر تم گھر سے کیوں نکل آئے تھے؟''

''اس لیے تاکہ اس کا غصہ کم ہو جائے۔ اگر میں اس کے سامنے رہتا تو وہ اور غصے میں آ جاتی، اس لیے میں نے سوچا کہ منظر سے ہی کچھ دیر کے لیے غائب ہو کر اپنی بچت بھی کر لوں گا۔'' اس کے مسکراتے لہجے پر احمد حسین اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

''تو پھر تم گھر سے کیوں نکل آئے تھے؟''

''اس لیے تاکہ اس کا غصہ کم ہو جائے۔ اگر میں اس کے سامنے رہتا تو وہ اور غصے میں آ جاتی، اس لیے میں نے سوچا کہ منظر سے ہی کچھ دیر کے لیے غائب ہو کر اپنی بچت بھی کر لوں گا۔'' اس کے مسکراتے لہجے پر احمد حسین اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

❀------○------❀
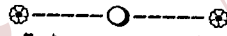
دروازے پر اُبھرتی دستک پر وہ تنے ہوئے چہرے کے ساتھ ہی اُٹھی تھی۔

''بیٹا! سو تو نہیں رہی تھیں؟'' احمد حسین کے سوال پر وہ نہ کچھ بولی تھی، نہ ہی ان کی طرف دیکھا تھا۔

''خوب کان کھینچے ہیں میں نے اس کے۔ آخر اس کی وجہ سے میں نے اپنی اتنی پیاری بیٹی کو ڈانٹا تھا۔ دوبارہ اگر ایسا موقع آیا تو اس کی خیر نہیں ہے۔'' احمد حسین کو بالکل اندازہ تھا کہ اسے فارم میں لانے کے لیے انہیں کیا کہنا ہے۔

''میں بھی آئندہ خیال رکھوں گی۔'' وہ خفت سے ہی بولی تھی۔

''اچھی بات ہے۔'' انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

''عارش نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ تم ذرا اس کے لیے کھانا نکال دو۔'' ان کی تاکید پر وہ بل کھا کر رہ گئی تھی، مگر کچھ بول نہیں سکی تھی۔

کچن سے باہر آتے ہوئے اس نے صحن کی طرف نظر ڈالی تھی، جہاں احمد حسن چارپائی بچھائے سونے کے لیے لیٹ چکے تھے۔ میگزین سے نظر ہٹاتے ہوئے وہ دنگ ہوا تھا اور اگلے ہی پل سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ خرمن نے کبھی اس کے سامنے دسترخوان نہیں سجایا تھا۔

''تم نے کیوں زحمت کی؟ میں خود ہی......'' وہ بات مکمل نہیں کر سکا تھا۔ سرد نظروں سے اسے دیکھتی وہ واپس کچن کی سمت جانے کے لیے پلٹ گئی تھی۔ اگلے چند لمحوں بعد وہ کھانے کی ٹرے تھامے واپس آ رہی تھی۔ عارش کو بالکل بھوک نہیں تھی، مگر اب انکار کر کے وہ مزید اس کی ناراضگی مول نہیں لے سکتا تھا۔ ویسے بھی اپنی فیورٹ بریانی دیکھ کر وہ بھول گیا تھا کہ بھوک نہیں ہے۔ حیرت کا دھچکا اس وقت لگا جب وہ بھی سامنے پلیٹ لے کر بیٹھ گئی تھی اور کھانا شروع کر چکی تھی۔ اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے عارش نے پلیٹ میں تھوڑے چاول نکالے تھے۔ کھانا شروع کرتے ہوئے عارش کی نظر کچھ بھٹکی تھی، اس کے سیدھے ہاتھ کی کلائی میں وہ کنگن موجود تھا، جو کچھ دن پہلے احمد حسین نے اسے پہنایا تھا۔ وہ اب چاول سے بھرا چمچہ پلیٹ سے اُٹھا رہی تھی۔ چمچے کے ساتھ عارش کی نظر سفر کرتی اوپر گئی تھی، مگر گردن تک پہنچ کر رُک گئی تھی۔ دوپٹہ کچھ لاپروائی سے پیشانی تک ڈھلکا آ رہا تھا، مگر شہ رگ سے ذرا نیچے وہ دودھیا نشان واضح تھا جو کچھ پھیلا پھیلا سا تھا۔ مگر اس کی بناوٹ

بھی چمکتے ماہِ نیم جیسی تھی۔ اس کی گردن پر یہ نشان اتنا نمایاں تھا کہ دس قدم کے فاصلے پر بھی باآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نازک سی گردن کو مزید کسی آرائش کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی گندمی رنگت پر یہ دودھیا نشان واضح طور پر ہر آرائش پر حاوی تھا۔ یکدم نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے وہ اپنی سانسیں رُکتی محسوس کر رہا تھا۔ پانی کا گلاس اُٹھاتے ہوئے خرمن نے چونک کر اسے دیکھا تھا، جو کھانا ادھورا چھوڑ کر کسی بھی جانب دیکھے بغیر تخت سے اُتر گیا تھا۔ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے وہ خرمن کی حیران نظریں اپنی پشت پر محسوس کر چکا تھا، مگر پلٹ کر دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اچانک کون سے خوف میں مبتلا وہ اس سے دور بھاگ آیا تھا۔ وہ بالکل اپنی کیفیت نہیں سمجھ سکا تھا۔ کچھ تو ایسا ضرور ہوا تھا کہ دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا تھا، تکیے پر سر رکھتے ہوئے اس نے اپنی عرق آلود پیشانی پر ہاتھ پھیرا تھا، واضح طور پر اس نے ہاتھ کی لرزش کو بھی محسوس کیا تھا۔

❀------O------❀

پارلر میں آج ایک ساتھ دو برائیڈلز آئی ہوئی تھیں۔ عروسہ اور جاتی ہیلپرز کے ساتھ وہ بھی گھن چکر بنی ہوئی تھی۔ اور رات سر پر آ گئی تھی۔ حالانکہ اتنا وقت وہ پارلر میں نہیں گزارتی تھی۔ عروسہ اسے رات سونے سے پہلے اپنے بیٹے کے ہمراہ گھر بھیج دیا کرتی تھیں۔ کام مکمل کر کے وہ بیٹھی تھی جب اسے عارش کے آنے کی خبر ملی۔ فوراً ہی وہ بیگ اٹھاتی باہر نکل آئی تھی۔

''تم گھر سے آ رہے ہو؟''

''نہیں، اکیڈمی سے۔ ماں نے فون کیا تھا کہ تمہیں ساتھ لیتا آؤں۔'' اس نے بتایا تھا اور بائیک اسٹارٹ کی تھی۔

''ذرا اسپیڈ کم رکھنا، کہیں گرا ہی نہ دینا۔ تمہارا کیا بھروسہ؟'' اس کا خوف بجا تھا کہ وہ پہلی بار اس کے ساتھ بائیک پر بیٹھ رہی تھی۔ اپنے گھر سے باہر آتے عثمان نے حیرت سے سامنے سے گزرتی بائیک کو دیکھا تھا۔

''پہلا حق پڑوسیوں کا ہوتا ہے۔'' عثمان نے اُسے سنایا تھا جو بائیک سے اُترتی اُس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ''ہم پاگل ہیں جو ایک لاکھ کی بائیک لے کر گھوم رہے ہیں؟'' وہ شکایت کر رہا تھا۔

''تمہاری میوزیم میں رکھنے لائق بائیک ایک لاکھ کی ہے، تو میں لعنت بھیجتی ہوں اس بائیک پر۔'' نخوت سے بولتی وہ گھر میں گئی تھی۔

''تم بڑا مسکراتے ہو میری بے عزتی پر۔'' خشمگیں نظروں سے عثمان نے اسے گھورا تھا جو بائیک کا لاک لگا رہا تھا۔

برآمدے میں ہی وہ چائے کے سِپ لیتی احمد حسین سے باتوں میں مصروف تھی، جب عارش نے اسے متوجہ کیا تھا۔

''یہ تمہارے لیے ہے۔'' ایک پیکٹ اس نے خرمن کو دیا تھا۔

''میرے لیے؟'' کچھ حیرت سے خرمن نے اسے دیکھا تھا۔

''ہاں، تم اسے دیکھو۔'' بولتے ہوئے وہ تخت کے کنارے ہی کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا تھا، جبکہ وہ خاموشی سے پیکٹ کھول کر بہت نازک اور خوبصورت سا سیل فون نکال چکی تھی۔

''مگر یہ تم مجھے کیوں دے رہے ہو؟ میرے پاس فون ہے۔''

''خرمن! جب کوئی تحفہ دے تو خوشی سے قبول کرنا چاہئے، سوال کر کر کے دینے والے کا دماغ خراب کرنا ضروری نہیں۔'' اخبار پر نظریں دوڑاتے ہوئے احمد حسین نے اُسے شرمندہ کر دیا تھا۔

''کیسا لگا تمہیں یہ سیٹ؟'' عارش نے پوچھا تھا۔

''ہاں، ٹھیک ہے، اچھا ہے۔'' سیل فون کا جائزہ لیتی وہ سرسری انداز میں بولی تھی، جس پر عارش نے مسکراتی نظروں سے احمد حسین کو دیکھا تھا، جو نفی میں سر کو حرکت دیتے کرسی سے اُٹھ گئے تھے۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟ مجھے اس کے فنکشن تو سمجھا دو۔'' عارش کو اُٹھتے دیکھ کر وہ بولی تھی۔

''کوئی مشکل نہیں ہے، میں تمہیں سمجھا دیتا ہوں۔'' عارش نے کہا تھا۔ سیل فون اس سے لیتا وہ پیچھے تکیے سے پشت

لگائے نیم دراز ہوا تھا، جبکہ خرمن بھی اس کے قریب ہوگئی تھی۔
برآمدے میں آتیں فاطمہ نے چونک کران دونوں کو دیکھا تھا۔ عارش یقیناً اسے سیل فون کے متعلق کچھ بتا رہا تھا جبکہ اس کے قریب ہی موجود خرمن کو دیکھ کران کا دل چاہا تھا کہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جائیں۔ اس وقت بھی وہ دوپٹے سے بالکل بے نیاز بیٹھی تھی۔ بے شک اسکارف موجود تھا، مگر وہ بس سر اور گردن تک ہی تو محدود رہتا تھا۔ حالانکہ ہزار بار وہ ٹوک چکی تھیں کہ کم از کم اب تو وہ عارش کی موجودگی میں اپنے دوپٹے کا خیال رکھا کرے۔ مگر مجال ہے جو وہ کان دھرلے۔
دستک کی آواز پر فاطمہ نے دروازے کی سمت دیکھا تھا، جہاں عثمان کا چہرہ نمودار ہوا تھا۔ دوسری جانب عارش نے دائیں طرف رکھا فاطمہ کا نماز کا دوپٹہ اُٹھا کر خرمن کو تھمایا تھا۔ دوپٹہ شانوں پر ڈالتے ہوئے اس نے عارش سے سیل فون لے لیا تھا۔
''بیٹھو عثمان! میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں۔'' فاطمہ نے کہا تھا۔
''مامی! آپ کو پتہ ہے کہ آپ اسے ناشتے کا بھی کہیں گی، تو صبح تک ان حضرات نے یہیں بیٹھے رہنا ہے۔'' عارش نے مسکراتی نظروں سے کرسی پر بیٹھتے عثمان کو دیکھا تھا۔
''استانی کم ہے جواب تم بھی میری ویلیو سے جیلس ہونے لگے ہو؟'' خشمگیں نظروں سے عثمان نے اسے دیکھا تھا۔
''ویسے آج کل میری آنکھیں بڑے عجیب عجیب مناظر دیکھ رہی ہیں۔'' عثمان کے معنی خیز لہجے پر خرمن متوجہ نہیں ہوئی تھی کہ وہ اپنے سیل فون میں مصروف تھی۔ جبکہ عارش نے کچھ ناگواری سے عثمان کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔
''مت دیکھا کرو مناظر۔ دنیا میں دیکھنے کے لیے اور بھی بہت کچھ ہے۔''
''مجھ پر نصیحتیں اثر نہیں کرتیں۔'' عثمان ڈھٹائی سے بولا تھا۔
''ادھر دکھاؤ سیل۔ گم ہو بالکل ہی۔'' عثمان کے زچ ہو کر بولنے پر خرمن نے سیل اُسے تھما دیا تھا۔
''میں نے اسے شرم دلائی تھی کہ بھائی! جاب ملنے پر مٹھائی تو کھلائی نہیں، اب پہلی سیلری سے استانی کو کوئی گفٹ ہی دے دو۔ آخر ایک عرصہ تم نے اس کی پرورش کی ہے، لتاڑ لتاڑ کر۔'' بولتے ہوئے وہ بمشکل مسکراہٹ چھپا سکا تھا۔
''زیادہ بک بک مت کیا کرو، سیل واپس دو۔'' خرمن نے گھر کتے ہوئے کہا تھا۔
''میرا نام لے لو۔ اور تو کوئی لیتی نہیں ہو۔'' وہ بے چارگی سے بولا تھا۔
''آدھے شہر کی لڑکیوں کو یہی ڈائیلاگ کہہ کر تم نے اپنا نمبر بانٹا ہوگا۔'' خرمن نے فوراً سیل اس سے لیا تھا۔ تب ہی عارش کے سیل پر کال آئی تھی، جسے ریسیو کرتا وہ صحن کی طرف چلا گیا تھا۔
''تم بس ایسے ہی دیکھتی رہ جانا اور لڑکا نکل جائے گا ہاتھ سے۔'' عثمان کا اشارہ عارش کی طرف تھا۔
''کیا مطلب؟'' خرمن حیران ہوئی تھی۔
''محفل سے کوئی اس طرح مشکوک انداز میں نکل جائے، اس کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی۔ ایک بات تمہیں بتا دوں، یونیورسٹی میں منیزہ بہت اس کے آگے پیچھے گھومتی ہے۔'' عثمان نے مزید اسے اُکسایا تھا۔
''منیزہ اس کے ماموں کی بیٹی ہے، اب میں کون ہوتی ہوں اس چیز پر اعتراض کرنے والی۔'' وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی تھی۔
''میری بھولی استانی! بات صرف یہیں تک نہیں ہے، ذرا دماغ بھی چلا لیا کرو، زبان روک کر۔ وہ جو سامنے بڑا مسکرا مسکرا کر، ٹہل ٹہل کر سرگوشیوں میں گفتگو میں مگن ہے، اسے دیکھ کر کوئی اندھا بھی بتا سکتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ سو فیصد یقین سے کہتا ہوں، وہ منیزہ سے ہی بات کر رہا ہے۔'' عثمان نے مزید چنگاری کو ہوا دی تھی۔ خرمن نے مشکوک نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔
''یہ گھر کے تو دیکھے ایسی حرکتیں۔ پھر بتاتی ہوں اسے اچھی طرح سے۔'' وہ جس طرح بھڑک کر بولی تھی، عثمان بمشکل اپنی ہنسی روک سکا تھا۔
❀------○------❀

صوفے پر پاؤں چڑھا کر بیٹھی وہ کسی میگزین کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ فاطمہ بھی قریب موجود تھیں۔ جبکہ احمد حسین ٹی وی پر خبریں دیکھنے میں مصروف تھے۔ کمرے میں داخل ہوتا عارش ٹی وی پر نگاہ ڈالتا احمد حسین کی طرف جا بیٹھا تھا۔

''آج مصطفیٰ ماموں کا فون آیا تھا۔'' وہ احمد حسین سے مخاطب تھا۔ فاطمہ کے ساتھ خرمن بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

''شاید وہ ایک دو دن میں یہاں آئیں۔'' عارش کے مزید کہنے پر احمد حسین خاموش رہے تھے۔

''اچانک کیسے خیال آ گیا انہیں یہاں آنے کا؟'' فاطمہ کا لہجہ کچھ طنزیہ تھا۔

''مامی! ان کے بیٹے کی شادی قریب ہے۔ وہ منیزہ کے ساتھ یہاں انوی ٹیشن لے کر آئیں گے۔'' وہ اپنی رو میں بول رہا تھا۔

''مامی! آپ سب کو لازمی چلنا ہے۔ رشتہ داری میں اختلافات تو چلتے رہتے ہیں۔ اگر وہ خود ہماری طرف آنے کے لیے پہل کر رہے ہیں تو ہم پر بھی فرض ہے کہ ان کی خوشی میں شرکت کریں۔'' یکدم رک کر اس نے خرمن کو دیکھا تھا جو میگزین پٹختی ایک جھٹکے سے اُٹھی تھی اور خونخوار نظروں سے اسے ہی دیکھتی کمرے سے نکل گئی تھی۔ ایک نظر اس نے فاطمہ اور احمد حسین کے سنجیدہ تاثرات کو دیکھا تھا، ان دونوں کی خاموشی پر وہ مزید کچھ بول نہیں سکا تھا۔

گزرے سالوں میں اسے یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ احمد حسین کے اپنے دونوں بھائیوں سے کافی سنجیدہ نوعیت کے اختلافات ہیں، احمد حسین اپنے دونوں بھائیوں سے بہت فاصلے پر تھے، ان کے سب سے بڑے بھائی مرتضیٰ حسین سرگودھا میں ہی مقیم تھے، مگر وہ شہر دوسرے ملک میں تو نہیں تھا۔ مصطفیٰ حسین اسی شہر میں تھے اور کافی عرصے سے مگر ان سے بھی دوریاں بہت زیادہ تھیں۔ عارش کو یقین تھا کہ سرِ راہ بھی احمد حسین کے بھائی ان سے کترا کر نکل جائیں گے۔ احمد حسین نے کبھی اسے اپنے دونوں بھائیوں سے ملنے سے نہیں روکا تھا، مگر پھر بھی اس کا اپنے ماموؤں سے رابطہ صرف فون تک محدود تھا۔ مصطفیٰ حسین کے گھر وہ چند بار جا چکا تھا۔ مرحوم بہن کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے وہ بھی عارش سے لگاؤ رکھتے تھے، مگر پھر بھی وہ احمد حسین کی جگہ کسی کو نہیں دے سکا تھا۔ جس گھر میں احمد حسین سمیت ان کی فیملی کو قابلِ ذکر بھی نہیں گردانا جاتا تھا، وہاں وہ کس طرح راہ و رسم بڑھا سکتا تھا؟ البتہ مصطفیٰ حسین کی بیٹی منیزہ سے اس کے تعلقات بہت اچھے تھے کہ وہ اس کی یونیورسٹی فیلو تھی۔ منیزہ کو بھی صرف اس نے اپنی ذات تک محدود رکھا تھا، اپنے گھر کے کس فرد کا ذکر وہ اس کے سامنے بھی نہیں کرتا تھا، نہ ہی منیزہ نے کبھی تذکرہ کیا۔ اختلافات کی وجوہات جاننے کا اسے نہ کبھی موقع ملا اور نہ ہی اس کے دوسرے ماموؤں نے کبھی اس بارے میں کوئی بات کی۔ شاید وہ احمد حسین کا نام بھی زبان پر نہیں لانا چاہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ اُلجھا ہوا ہی تھا۔ خرمن کا جارحانہ انداز، فاطمہ اور احمد حسین کی غیر معمولی خاموشی!...... یہ سب اس کے لیے نیا نہیں تھا۔ وہ جب بھی اپنے ماموؤں کا ذکر کرتا، خرمن کے تیور اسی طرح بگڑ جاتے تھے۔ وہ کچھ نہیں کہتی تھی، مگر اندازہ کروا جاتی تھی کہ وہ اس کے خاندان کا ذکر اپنے گھر میں پسند نہیں کرتی۔ کئی بار اس نے سوچا کہ احمد حسین سے کھل کر بات کرے، مگر شاید کوئی انجانی سی جھجک تھی یا پھر اُس کی فطرت جو ان تینوں بھائیوں کے معاملات میں دخل اندازی کی جرأت کرنے سے روک دیتی تھی۔ فاطمہ سے چند بار اس نے سوال کرنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ خاموش ہی رہتیں یا بات کا رخ ہی بدل دیتی تھیں۔

❀-----○-----❀
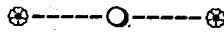
عارش کے علاوہ کسی کو اس چیز کا دھچکا نہیں پہنچا تھا کہ مصطفیٰ حسین خود نہیں آئے تھے، شادی کا کارڈ انہوں نے منیزہ اور بیٹے کے ہاتھ گھر تک پہنچا دیا تھا۔

''میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے بھائی اس گھر میں قدم نہیں رکھیں گے۔'' منیزہ اور اس کا بھائی رخصت ہوئے تھے، جب فاطمہ بولی تھیں جبکہ احمد حسین کسی سوچ میں گم خاموش تھے۔

''مامی! اگر وہ خود نہیں آئے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ اپنے ظرف کو بڑھا کر ہم تو ان کے پاس جا سکتے ہیں۔ آخر وہ ہمارے بڑے ہیں۔'' عارش نے کہا تھا۔

''یہ دعوت نامہ صرف خانہ پُری کے لیے آیا ہے۔ میں اپنی بیوی اور بیٹی کے لیے مزید ذلت سمیٹنے وہاں نہیں جا سکتا۔''
احمد حسین کے لہجے نے اسے دنگ کیا تھا۔
''ایسا نہیں ہے ماموں جان! اگر ان کے دل میں آپ سب کے لیے جگہ نہیں ہوتی تو وہ کیوں آپ کو اپنی خوشی میں یاد رکھتے؟'' وہ قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔
''عارش! تمہارے ماموں کو جو ٹھیک لگے گا، وہ کریں گے۔ تمہارے وہاں جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے، مگر ہمیں وہاں لے جانے کی ضدمت کرو۔'' فاطمہ نے اسے ٹوک دیا تھا۔
''لیکن کیوں مامی؟ میں کون سا غلط مطالبہ کر رہا ہوں؟ اس طرح کیسے معاملات ٹھیک ہوں گے؟'' وہ زچ ہو کر بولا تھا۔
تب ہی خرمن کمرے میں داخل ہوئی تھی۔
''تم بحث بند کرتے ہو یا نہیں؟ اگر وہ لوگ تمہارے لیے اتنے ہی اہم ہیں تو اُٹھاؤ اس گھر سے اپنا بوریا بستر۔ ہم نے ساری زندگی کے لیے تمہارا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ چیخی تھی۔
''خرمن! یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' احمد حسین نے سخت لہجے میں اسے ٹوکا۔
''دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟'' فاطمہ بھی اس پر بگڑی تھی جبکہ عارش تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ اس کے سامنے سے ہٹا کمرے سے نکل گیا تھا۔ فاطمہ کے پکارنے پر بھی نہیں رُکا تھا۔
''بہت غلط کیا ہے تم نے۔'' شدید تاسف کے ساتھ احمد حسین اس سے مخاطب تھے جو بگڑے تیوروں کے ساتھ کھڑی تھی۔

❀------O------❀
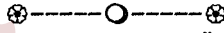
سنک کے پاس وہ برتن دھونے میں مصروف تھی۔ فاطمہ بھی وہیں رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں، جب عارش کچن میں داخل ہوا تھا۔
''مامی! آج آپ چل رہی ہیں میرے ساتھ؟'' اس کے سوال پر خرمن نے پلٹ کر پہلے اسے اور پھر فاطمہ کو دیکھا تھا۔
''کہاں جانا ہے؟'' جاننے کے باوجود وہ مصروف انداز میں پوچھ رہی تھیں۔
''مصطفیٰ ماموں کی طرف۔ آپ جانتی ہیں، وہاں آج شادی کی تقریب ہے۔'' خرمن کی کاٹ دار نظریں خود پر محسوس کرنے کے باوجود وہ فاطمہ کی طرف ہی متوجہ رہا تھا۔
''میں ماموں جان کو وہاں جانے کے لیے نہیں کہوں گا، مگر آپ چلیں۔ میں آپ کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔'' اس کے قطعی لہجے پر خرمن سلگ اُٹھی تھی۔
''کیوں؟......تم نے منیزہ سے وعدہ کر لیا ہے کہ آج میری ماں کے ساتھ ہی تقریب میں جاؤ گے؟'' اس کے زہر یلے لہجے پر عارش نے اس بار اُسے دیکھا تھا۔
''یہاں منیزہ کا کیا ذکر؟ تم اس کی بات کیوں کر رہی ہو؟''
''کیوں، اس کی بات کیوں نہیں ہو سکتی؟ کزن ہے تمہاری۔ یونیورسٹی فیلو ہے۔ گہرے تعلقات ہیں اس سے، اسے خوش کرنے کے لیے تمہیں جہنم میں بھی جانا ہے تو چلے جاؤ۔ مگر میری ماں پر حکم صادر کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے، سمجھے تم؟'' وہ شدید غصے میں بولی تھی۔
''خرمن! تم خاموش رہو۔'' فاطمہ نے اُسے جھڑکا تھا۔
''میں خاموش ہو جاتی ہوں، مگر آپ اسے اپنی زبان میں سمجھا دیں، اگر اسے اپنے ماموؤں اور ان کی اولادوں سے اتنی ہی محبت ہے تو ان کے قدموں میں ہی جا کر ڈیرہ ڈال لے، مگر ہمارے سروں پر چڑھنے کی کوشش نہ کرے۔'' خونخوار نظروں سے عارش کو دیکھتی وہ بولی تھی۔
''خوامخواہ بات کو کہیں سے کہیں مت لے جاؤ۔ اگر کوئی میری طرف بڑھتا ہے تو میں اسے دھتکار نہیں سکتا۔'' ناگواری

ضبط کیے وہ بولا تھا۔
''ہاں بالکل، تم ان کو کیوں دھتکارو گے؟ ان کے لیے تم ہمیں نیچا کر دو گے۔ تم کیوں ان کی طرف نہیں بڑھو گے، جن کی کالز تم صبح شام ریسیو کرتے ہو۔ اور یہیں پر بس نہیں ہے، ان کے ساتھ باہر گھوم کر عیاشیاں بھی اُڑاتے ہو۔'' اُس کے بلند کاٹ دار لہجے پر عارش کا چہرہ تپ اُٹھا تھا۔
''تمہیں جو کہنا ہے، کہو۔ مگر مجھ پر دوبارہ تم نے اس قسم کے الزام لگائے تو میں برداشت نہیں کروں گا۔ سنا تم نے؟'' اس کے غصیلے لہجے پر خرمن کے تلوؤں سے لگی تو سر پر جا کر بھی نہیں بجھی تھی۔ جبکہ فاطمہ اپنی جگہ دنگ رہ گئی تھیں۔ عارش کے انداز نے انہیں خوفزدہ کر دیا تھا۔ پہلی بار وہ خرمن سے اس طرح غصے میں مخاطب ہوا تھا۔
''کیا برداشت نہیں کرو گے؟ بتاؤ مجھے، کیا کرو گے تم؟ قتل کر دو گے؟ مار دو گے مجھے؟ بتاؤ کیا کرو گے؟'' وہ حلق کے بل چلائی تھی۔
''امی! آپ دیکھ رہی ہیں، سن رہی ہیں، کس طرح یہ آج اپنی اوقات مجھے بتا رہا ہے؟'' وہ اب شدید غصے میں فاطمہ سے مخاطب اسے دیکھ رہی تھی جو سرخ چہرے کے ساتھ لب بھینچے کھڑا تھا۔
''اس طرح دیکھ رہا ہے جیسے مجھے نگل ہی جائے گا۔ کوئی الزام نہیں لگایا میں نے، منیزہ نے ہی قسمیں دی ہوں گی جو وہاں جانے کے لیے تم بے تاب ہو۔ جب تم بارہ گھنٹے فون پر اس کی آواز سن سکتے ہو، تو باہر اس کے ساتھ عیاشیاں بھی اُڑا سکتے ہو۔''
''ہاں، تم ٹھیک کہتی ہو۔ جو تم نے کہا، وہی سچ ہے۔ میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ گھر سے باہر یہی سب تو کرنے جاتا ہوں۔ مگر تمہیں یہ سب برا کیوں لگ رہا ہے؟ باہر عیاشیاں اُڑانے کے لے اپنے ساتھ اسے نہیں تو کیا تمہیں لے کر جایا کروں؟'' اُس کی بلند آواز پر وہ بس ایک پل کے لیے ساکت ہوئی تھی، اگرا گلے ہی پل اس نے شدید طیش میں سنک میں پڑا اسٹیل کا گلاس اُٹھا کر پوری قوت سے اسے دے مارا تھا۔
''خرمن! یہ کیا، کیا تم نے؟'' فاطمہ اس پر چیختے ہوئے عارش کی طرف بڑھی تھیں، جس کی کنپٹی سے بھل بھل بہتے خون کو دیکھ کر اُن کا دل اُچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ فاطمہ کے قریب آنے سے پہلے ہی وہ تیزی سے کچن سے نکل گیا تھا۔ دنگ نظروں سے وہ اسے دیکھ رہی تھیں جو وارڈروب سے کپڑے نکالتا بیڈ پر پھینکتا جا رہا تھا۔
''عارش! تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تم خرمن کی وجہ سے یہ سب مت کرو۔ تمہیں میرا بھی کوئی خیال نہیں ہے؟'' اسے روکتے ہوئے فاطمہ نے کہا تھا۔
''نہیں، میں اس کی وجہ سے یہ سب نہیں کر رہا۔ میں جو کر رہا ہوں، مجھے کرنے دیں۔ مت روکیں۔'' ان کا ہاتھ جھٹکتا وہ پھر وارڈروب کی سمت بڑھا تھا۔
''وہ تم سے معافی مانگ لے گی، تم اسے برا بھلا کہہ دو۔ مگر یہ گھر چھوڑ کر مت جاؤ۔'' لرزتے لہجے میں بولتیں وہ سرعت سے بیگ میں سے چیزیں واپس نکالنے لگی تھیں۔
''مجھے اُس سے کوئی شکوہ نہیں ہے، کیونکہ وہ آپ سب کی طرح نہیں ہے۔ اُس کے دل میں جو کچھ ہوتا ہے، وہی زبان پر۔ وہ آپ کی طرح سب کچھ چھپا کر نہیں رکھتی، چھپاتے آپ لوگ ہیں۔ آپ کے نزدیک میں اس قابل نہیں کہ آپ کے دکھ درد کو جان سکوں۔ آپ نے مجھے اپنے گھر میں جگہ دی ہے، اپنے دل میں نہیں۔''
''ایسا مت کہو۔ تم سے کسی نے کچھ نہیں چھپایا۔'' فاطمہ کا لہجہ کمزور تھا۔
''تو پھر مجھے جواب دیں کہ آپ کے خاندان کا کوئی فرد اس گھر میں کیوں قدم نہیں رکھتا؟ کیوں ماموں جان کے سگے خونی رشتے ان سے تعلق توڑ چکے ہیں؟ وہ سب کیوں آپ لوگوں کے ذکر سے بھی کتراتے ہیں؟ آج مجھے بتائیں، حقیقت کیا ہے؟ اور اگر آج بھی نہیں تو پھر......'' بات ادھوری چھوڑ کر اس نے دہلیز پر رُکے احمد حسین کو دیکھا تھا اور پھر اُسے جو تیزی

سے اس کے قریب آ پہنچی تھی۔

''کیا جاننا چاہتے ہو؟ کیا بھرا ہے تمہارے دماغ میں، تمہارے رشتے داروں نے جن پر تھوکتی ہوں میں۔'' جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑتی وہ غرائی تھی۔

''خرمن! اس سے دُور ہٹو، ورنہ میں تمہارے ہاتھ توڑ دوں گی۔'' فاطمہ کی بلند آواز اُس نے جیسے سنی ہی نہیں تھی۔

''میں بتاؤں تمہیں حقیقت کیا ہے، بتاؤں تمہیں؟'' اس کا گریبان جھنجوڑتی وہ چلاّئی تھی۔

''خرمن! چھوڑو اسے۔'' احمد حسین کی آواز پر وہ خاموش ہوگئی تھی، مگر اس کا گریبان نہیں چھوڑا تھا، جس کا بہتا خون چہرے سے شرٹ تک آ پہنچا تھا۔ خونخوار نظروں سے وہ اسے دیکھ رہی تھی، جو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا تھا۔

''میں نے کیا کہا ہے تم سے۔ اس کا گریبان چھوڑو۔'' احمد حسین کے سخت لہجے پر وہ ایک جھٹکے سے اسے پیچھے ہٹاتی پلٹ کر بھاگتی ہوئی جا کر احمد حسین کے سینے سے لگ گئی تھی۔ ساکت نظروں سے عارش اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کبھی خرمن کو اس طرح بلک بلک کر روتے نہیں دیکھا تھا۔

''فاطمہ! اس کا زخم صاف کرو۔ خون بہت بہہ رہا ہے۔'' احمد حسین نے فاطمہ کو ہدایت دی تھی، جو آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''اور رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں احساس ہونا چاہیے کہ تمہارا بیٹا اب جوان ہو چکا ہے، اس قابل ہو چکا ہے کہ کسی بھی وجہ سے کسی بھی وقت تمہیں چھوڑ کر جا سکتا ہے۔'' احمد حسین کے لہجے میں جو کچھ تھا وہ عارش کو ندامت سے چُور کر گیا تھا۔

''میں آج ہی تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا، کیونکہ تمہیں حق ہے مجھ سے سوال کرنے کا۔'' احمد حسین اس سے مخاطب تھے جو نظر نہیں ملا سکا تھا۔

⊛------O------⊛

فجر کی اذان کے ساتھ ہی وہ حسبِ معمول گھر سے مسجد جانے کے لیے نکلے تھے۔ گرم چادر لیے وہ اس کڑاکے کی سردی میں تاریک مانوس راستے پر آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ مسجد تک جاتا یہ راستہ معمول سے ہٹ کر آج سنسان دکھائی دے رہا تھا۔ اِکا دُکا نمازی ہی انہیں اپنے علاوہ دکھائی دے رہے تھے۔ شاید سردی کی شدت کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں نے آج گھر میں ہی نماز کی ادائیگی کو ترجیح دی تھی۔ مسواک کو دانتوں سے صاف کرتے ہوئے وہ چونکے تھے۔ سڑک سے ہٹ کر اس جانب انہیں چند افراد کھڑے نظر آئے تھے۔ وہ حیران ہوئے کہ وہ سب جہاں کھڑے تھے، اس جگہ پر گندگی کا ڈھیر لگا ہوتا تھا۔ عموماً علاقوں میں ایک مخصوص جگہ ہوتی ہے، جہاں تمام کوڑا کرکٹ اور غلاظتیں پھینک دی جاتی ہیں، اپنے آگے جاتے ایک شخص کو بھی سڑک سے اُتر کر اس جانب جاتے دیکھ کر وہ خود بھی تجسس کے ساتھ اس جانب بڑھ گئے تھے۔

حیرت، تعجب اور ناگواری میں ڈھلی مختلف آوازیں اُسے سنائی دے رہی تھیں۔ سب کے تبصرے سنتے ہوئے وہ ایک ٹک کچرے کے ڈھیر پر پڑی اس سفید گٹھڑی کو دیکھ رہے تھے، جو زندگی کے تاریک چہرے کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ جاڑے کے چاند کی مدھم روشنی میں وہ دیکھ سکتے تھے، اس گٹھڑی میں ہوتی ہلکی ہلکی حرکت، نہایت باریک مدھم کراہیں اپنے اِردگرد کھڑے لوگوں کو اپنی بے بسی اور لاچاری کا احساس دلانے کی کوشش کر رہی تھیں، مگر کسی میں ہمت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر اُسے غلاظت سے اُٹھا لے۔

اُس کی کانپتی مہین آواز میں ایسا درد تھا کہ ان کا دل اس کی تکلیف پر لرز اُٹھا تھا۔ وہ ننھا وجود اپنی پوری قوت کے ساتھ کسی گرم آغوش میں چھپنے کے لیے بلبلا رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ نومولود سردی کی شدت سے ٹھٹھرتا موت کے شکنجے میں جکڑ جاتا، بے اختیار وہ اُس کے قریب گئے تھے اور کسی کی بھی پروا کیے بغیر اس کانپتے وجود کو ہاتھوں میں اُٹھا لیا تھا۔ وہاں کھڑے افراد نے انہیں اس کام سے روکنا چاہا تھا۔

''یہ معصوم اپنی مرضی سے یہاں تک نہیں آیا ہے۔ میں جسے سجدہ کرنے جا رہا ہوں، اُس کی مخلوق کو یہاں مرتا ہوا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ مخلوق بھی وہ جو اشرف المخلوقات میں سے ہے۔ اگر میں نے یہ گناہ کیا تو کس منہ سے اللہ کے گھر میں داخل ہو سکوں گا؟ نماز کی قضا ہے، مگر اس معصوم کی جان چلی گئی تو اس کی تلافی کوئی نہیں ہے۔ حقوق العباد کو نظر انداز کر کے کوئی کس طرح اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے؟'' ان کے معصوم لہجے پر وہاں موجود افراد نے عجیب نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ اُن کے سینے کی گرمی نے اس کانپتے وجود کو کچھ شانت کر دیا تھا۔

''اے اللہ! اس معصوم کی زندگی کی بجھتی لو کو بڑھا دے، اگر تیری رضا ہے، اگر یہ اس بچے کے حق میں بہتر ہے۔'' اُسے سینے میں چھپائے وہ اللہ کے حضور گڑگڑائے تھے۔

❀------O------❀

مسجد کے پیش امام سے مشاورت کے بعد وہ پہلے اسے لے کر اپنے علاقے کی ڈسپنسری گئے تھے۔ بے تحاشا سردی نے اس معصوم پر رحم نہیں کیا تھا، مگر اللہ کی مرضی ہی تھی کہ ایسی خطرناک جگہ جہاں وہ بچہ جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بن سکتا تھا، رات کے آخری پہر تک سانس لے رہا تھا۔ مگر پھر بھی ڈسپنسری پہنچتے پہنچتے اُس کا سانس کم ہو رہا تھا۔ انتہائی کم......! اُن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی سانسیں اُس کے وجود میں اُتار دیں۔

تین گھنٹے ڈسپنسری میں گزارنے کے بعد اُس کی حالت کچھ سنبھلی تو اُن کی جان میں جان آئی تھی۔ اس کے بعد وہ سیدھے پولیس اسٹیشن پہنچے تھے۔ ان کے ساتھ کچھ دردمند دل رکھنے والے افراد بھی شامل ہو گئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ پولیس کی کارروائی بہت طویل اور صبر آزما ہوگی۔ مگر وہ بالکل نہیں گھبرائے تھے۔ علاقے کے ایس ایچ او نے اس جگہ کا جائزہ لیا تھا، آس پاس کے گھروں میں بھی جا کر سوال کیے، مگر کسی کے پاس کوئی معلومات نہیں تھیں۔ اور جب سوال اُٹھا، تفتیش کے مکمل ہونے تک بچے کو کس کی تحویل میں رکھا جائے؟ تو صرف وہی تھے جو دل و جان سے یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار تھے۔ پولیس اسٹیشن میں اپنا نام پتہ درج کرواتے ہوئے انہیں اندازہ تھا کہ تفتیش کے نام پر یہ بس خانہ پُری ہے، ورنہ سب جانتے ہیں کہ کچرے کے ڈھیر پر پھینکی جانے والی چیزوں کا آخری ٹھکانہ کہاں ہوتا ہے۔ پولیس کو یا کسی اور کو جدوجہد کرنے سے کیا حاصل ہو سکتا ہے؟ یہ سب جانتے تھے، جسے مرضی سے پھینک دیا جائے، اسے واپس اُٹھانے کے لیے نہ جھکا جاتا ہے، نہ پلٹ کر دیکھا جاتا ہے۔

❀------O------❀

وہ بے یقین تھے۔ شدید بے یقین۔ احمد حسین نے اُن کی گود میں جیسے ساری کائنات کی خوشیاں ڈال دی تھیں، اس کے چھوٹے سے خوابیدہ گلابی چہرے نے فاطمہ کو کسی اور ہی جہان میں پہنچا دیا تھا۔

''یہ میری ہے، اللہ نے اسے میرے لیے بھیجا ہے۔ میں اسے اب کسی کے حوالے نہیں کروں گی۔ کبھی نہیں۔'' اس کے ننھے وجود کو بانہوں میں بھینچتے ہوئے وہ اسے احمد حسین سے بھی چھپا گئی تھیں، جو ساکت نظروں سے انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔ فاطمہ کے چہرے پر ایسی الوہی چمک انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ایسا نور اُن کے چہرے پر پھیلا تھا، جو پہلی بار ماں بننے والی عورت کے چہرے پر موجود ہوتا ہے۔

وہ جانتے تھے کہ فاطمہ اولاد کے لیے کتنی بے چین اور بے تاب رہتی ہیں۔ شادی کے گزرے چھ سالوں میں ان کی طلب بڑھتی ہی چلی گئی تھی اور اب وہ اپنی گود میں قیمتی متاع چھپائے بیٹھی تھیں۔ بار بار اُس کے نقوش آنکھوں میں اُتارتے ہوئے اُنہیں خوف تھا کہ کہیں وہ اُن کی گود سے غائب نہ ہو جائے۔ احمد حسین کے دل میں تو پہلے ہی اس بچی کی محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔ اس بچی کو اپنی آنکھوں سے اوجھل کرنے کا سوچ کر بھی ان کا دل ڈوب رہا تھا۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ طوفان کی شروعات ہو چکی تھیں۔ اُن کے بھرے پرے گھر کے ہر فرد نے ان پر لعن طعن کی تھی۔ صبر کے ساتھ ہر مخالفت کو برداشت کرتے ہوئے انہوں نے اس بچی کو قانونی طور پر اپنی ولدیت میں لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور بہت جلد انہوں نے

اس بھاری فیصلے پر عمل بھی کر لیا تھا۔ فاطمہ کے ساتھ اُنہیں بھی اطمینان ہو گیا تھا کہ اب کوئی بچی کو ان سے جدا نہ کر سکے گا۔

ان کے دونوں بڑے بھائی جو پہلے ہی اس بچی کو گھر میں رکھنے پر شدید اشتعال میں تھے، احمد حسین نے اس بچی کو اپنا نام دے کر مزید بھائیوں کو خود سے بدظن کر دیا تھا۔ ان کی ماں بھی اپنے دونوں بڑے بیٹوں کی طرف ہو گئی تھیں۔ ایک محاذ تھا جو اُن کے اور فاطمہ کے خلاف کھل گیا تھا۔ فاطمہ گزرے چھ سالوں میں بڑے صبر اور خاموشی سے اولاد نہ ہونے کے طعنے سنتی رہی تھیں، مگر اب اپنی بیٹی کے لیے وہ کوئی طعنہ برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ اب پہلے سے زیادہ ملنے والی نفرتوں پر بلا خوف وخطر احتجاج کرنے لگی تھیں۔ اس چیز نے مزید بھونچال پیدا کر دیا تھا۔ گھر کے اندر فاطمہ اور احمد حسین سے سب نے تعلق ختم کر دیا تھا، تو باہر کی دنیا میں بھی ان دونوں کے لیے سکون نہیں تھا۔ ہر روز گھر کے دروازے پر کوئی نہ کوئی اس بچی کے دیدار کے اشتیاق میں چلا آتا اور ان کے بھائیوں کے اشتعال کو بڑھا دیتا۔ ہر روز ایک نئی قیامت کا سامنا احمد حسین کو تھا۔ وہ کس طرح اپنی بچی کے لیے روز نئے مغلظات سنتے اور برداشت کرتے تھے، یہ وہی جانتے تھے۔ جو ذمہ داری انہوں نے اپنے کاندھوں پر لی تھی، سب نے مل کر اسے ناقابل برداشت بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ فاطمہ کو خوف تھا کہ احمد حسین کی غیر موجودگی میں ان کے بھائی ان کی بچی کے ساتھ کچھ غلط کر دیں گے۔ کیونکہ وہ کھلے عام اس بچی کو گھر سے نکال پھینکنے کی، اسے جان سے مار دینے کی باتیں کرتے تھے۔ ان کا واویلا اس چیز کے لیے تھا کہ احمد حسین نے ان کے خون کو گندا کیا ہے۔ پورے خاندان میں تھوتھو کروائی ہے، دنیا کے سامنے تماشا بنوایا ہے۔

مضبوط سے مضبوط انسان بھی اس وقت کمزور پڑنے لگتا ہے، جب اس کے اپنے خونی رشتے اس سے منہ پھیر لیں، اس پر زندگی تنگ کر دیں، احمد حسین کب تک اور کس کس کو سمجھاتے؟ فاطمہ کب تک خوف میں گرفتار بچی کے ساتھ ایک کمرے میں قید رہ سکتی تھیں؟ ان کی ماں نے ان سے ہر تعلق ختم کر دیا، بھائیوں نے پورے خاندان کو ان کے خلاف کر دیا تھا۔ دن میں ہزار باران سے گھر سے نکل جانے کا مطالبہ کیا جاتا، بات بہت دُور نکل گئی تھی، مسئلہ اب انا کا بن گیا تھا۔ وہ بچی ان کے خاندان کے لیے اچھوت بن گئی تھی۔ اس گھر میں فاطمہ اور احمد حسین کے لیے ایک ایک لمحہ بھاری کر دیا گیا تھا۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا جب سب کچھ برداشت سے باہر ہو گیا۔ وہ اس مقدس وجود کو گالیاں کھاتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ اپنی جان پر ہر وار برداشت کر سکتے تھے، مگر اس مقدس تحفے کو تیروں کی زد میں آتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس ماحول میں وہ اس کی پرورش نہیں کر سکتے تھے۔ جس گندگی سے وہ اسے اٹھا کر لائے تھے، اس کے لیے یہ جگہ اس گندگی سے بھی زیادہ کریہہ اور آلودہ تھی۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس شہر کو ہی چھوڑ دیں گے۔ ان کے شہر چھوڑنے پر ایک ہستی ایسی تھی جو بہت مغموم تھی اور وہ ان کی بہن تھیں۔ دونوں بڑے بھائیوں کے خوف سے اگر وہ احمد حسین کے حق میں کچھ نہیں بول سکی تھیں تو احمد حسین اور فاطمہ کی مخالفت بھی انہوں نے نہیں کی تھی۔ وہ بمشکل ہی اپنی بہن کو سمجھا سکے تھے کہ اس شہر میں ان کا دانہ پانی ختم ہو چکا ہے، انہیں جانا ہو گا، اس جگہ جہاں وہ اسے ایک بہتر زندگی دے سکیں، جسے اب خود سے دُور کرنا موت کے مترادف تھا۔ اولاد آزمائش ہوتی ہے، یہ سچ ہے۔ احمد حسین کو اس سچ کا اندازہ اچھی طرح ہو چکا تھا۔ اپنے شہر کو چھوڑتے ہوئے انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ اس آزمائش میں کھرے اُتر کر سرخروئی حاصل کر لیں۔

انجان شہر میں جدوجہد کا نیا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرنا پڑا تھا۔ قدم جمانے کے لیے انہیں دن رات ایک کرنے پڑے تھے، اپنی بیٹی کا معصوم چہرہ ان کے عزم اور ہمت میں نئی روح پھونک دیتا تھا۔ تین افراد پر مشتمل ان کا چھوٹا سا گھر ہی ان کا خاندان، ان کی جنت بن گیا تھا۔ فاطمہ بہت خوش تھیں۔ احمد حسین نے پہلے کبھی انہیں اس قدر خوش نہیں دیکھا تھا۔ اور وہ خوش کیوں نہ ہوتیں۔ اب وہ پوری آزادی کے ساتھ اپنی بیٹی کو پیار کر سکتی تھیں، ان کے اردگرد خوف نہیں تھا، ہر وقت وہ اسے گود میں اُٹھائے رکھتیں۔ وہ بھی فاطمہ کو اپنے علاوہ کہیں اور متوجہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ فاطمہ کو گھر کے کام کرتے ہوئے بھی اسے گود میں اٹھائے رکھنا پڑتا تھا۔ احمد حسین تو جیسے گھر میں آتے ہی اسی کے لیے تھے۔ اس کی چہکاریں، قلقاریاں گھر میں ہی نہیں، ان کے دل میں بھی رونق لگائے رکھتیں۔ اس کا چہرہ دیکھتے ہی وہ ساری تھکن بھول جایا

کرتے تھے۔ احمد حسین گھر آتے تو وہ ان کے ہی گلے کا ہار بنی رہتی۔ وہ کھانا بھی اسے گود میں بٹھائے رکھ کر کھاتے تھے۔ آدھی آدھی رات تک وہ احمد حسین اور فاطمہ کو جگائے رکھتی۔ وہ دونوں بھی اس کی مرضی کے بغیر پلک تک نہیں جھپکنا چاہتے تھے۔ اس کی وجہ سے ہی وہ مسکراتے تھے، ہر غم بھول جاتے تھے۔ گزرتے وقت کے ساتھ گھاؤ مکمل بھرے تو نہیں مگر یہ تھا کہ ان کی اذیت میں وہ شدت نہیں رہی تھی۔

اپنے آبائی شہر سے انہوں نے تعلق ختم نہیں کیا تھا۔ اپنی بہن اور ماں سے ملنے وہ تنہا ہی وقتاً فوقتاً جاتے رہے تھے۔ ان کے دل کے گوشے میں کہیں موجود کسک اس وقت دُور ہو گئی تھی، جب ان کی ماں نے بہت خاموشی سے ان کے ہر اقدام کو قبول کر لیا تھا۔ وہ مطمئن تھی کہ ان کی طرف سے دل صاف کر لیا ہے۔ انہیں اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔ جب تک ان کی ماں حیات رہیں، وہ پابندی سے ان سے ملنے جاتے رہے۔ مگر پھر ان کی وفات کے بعد وہاں جانا کم سے کم ہوتا چلا گیا۔ اس شہر میں بس وہ اپنی بہن سے مستقل رابطے میں رہے تھے۔

یہ ایک تلخ حقیقت تھی کہ ان کے دونوں بھائی آج بھی خرمن کو کسی حال میں قبول نہیں کر سکتے تھے۔ نہ ہی ان کے لیے اور فاطمہ کے لیے اپنے دل میں کوئی جگہ رکھتے تھے۔ یہ ایک تکلیف دہ سچ تھا۔

❀------O------❀

دم سادھے وہ انہیں دیکھ رہا تھا جو ایک ایسی ہستی کے لیے خود کو وقف کر چکے تھے، جس ہستی سے ان کا تعلق آسمانی تھا۔ وہ تعلق جو دنیا کی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ اسے ایک بہت اونچے مقام پر دکھائی دے رہے تھے۔ سب سے الگ، سب سے منفرد۔

''میں نہیں جانتا کہ سب کچھ جاننے کے بعد اب تمہاری نظر میں خرمن کا کیا مقام ہو گا۔'' احمد حسین گہری سانس لے کر بولے تھے۔ ''ایسا نہیں تھا کہ میں نے نئے رشتے کو اپنے خونی رشتوں پر ترجیح دی تھی، اللہ جانتا ہے ایسا بالکل نہیں تھا۔ وہ سب چاہتے تھے کہ میں خرمن کو واپس اسی غلاظت میں دھکیل کر ان کی طرف لوٹ جاؤں۔ مگر یہ کیسے ممکن تھا؟ اللہ نے میرا انتخاب کیا تھا کہ میں اس کی حفاظت اور پرورش کروں۔ پھر میں کیسے اللہ کے خلاف جا سکتا تھا؟ خرمن سب جانتی ہے، وہ ہر حقیقت سے واقف ہے، میں نے اس سے کچھ نہیں چھپایا۔ میرے نام نہاد رشتوں نے اس کی حقیقت کو اس لیے اذیت ناک بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، ان کے پاس خرمن کے لیے سوائے نفرت اور کراہت کے کچھ نہیں۔ وہ بھی یہ جانتی ہے...... دنیا کچھ بھی سوچے، مگر وہ میری اولاد ہے۔ اس کی رگوں میں میرا پسینہ خون بن کر دوڑ رہا ہے۔ مجھے کوئی غم نہیں کی اس کی وجہ سے مجھے میری جڑوں سے کاٹ کر الگ کر دیا گیا، میرے ہاتھوں کی گرمی سے اس کے نیم مُردہ وجود کا جو رشتہ بنا تھا، وہ میرے خاندان کے لیے قابلِ قبول نہیں تھا۔ مگر میرے لیے تو وہ ایک قیمتی تحفہ ہے، اس کے وجود نے میرے زندہ ہونے کا احساس دلایا ہے۔'' ان کے مضبوط لہجے پر وہ بس خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ احمد حسین منفرد تھے۔ اللہ نے منفرد طریقے سے ہی انہیں اولاد سے نوازا تھا۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی طرح منفرد تو ہونا ہی تھا۔ مگر منفرد بننے کے لیے کتنی بار پُلِ صراط سے گزرنا پڑتا ہے، یہ کوئی ان ہی منفرد انسانوں سے پوچھے۔

''تم کیا سوچ رہے ہو؟ میں جاننا چاہتا ہوں۔'' اس کی خاموشی پر احمد حسین پوچھ رہے تھے۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ آئندہ آپ کی بیٹی کے حملوں سے بچنے کے لیے کون سے حفاظتی اقدامات کروں؟'' اس کے سنجیدہ انداز پر احمد حسین بے ساختہ مسکرائے تھے۔

''تمہارا زخم زیادہ گہرا تو نہیں؟...... زیادہ تکلیف تو نہیں ہو رہی؟'' کچھ تشویش کے ساتھ انہوں نے اس کے زخم کا جائزہ لینا چاہا تھا مگر وہ ان کا ہاتھ تھام چکا تھا۔

''آپ مجھے چھوڑیں، بس اتنا یقین کر لیں کہ اللہ نے آپ کو ایک اولاد دی ہے، مگر وہ دس پر بھاری ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔

''ہاں، تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ کم تم بھی کسی سے نہیں۔ اس سے دو چار ہاتھ آگے ہی ہو۔'' مسکراہٹ چھپائے انہوں نے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''فاطمہ بہت ناراض ہیں تم سے۔ خیر، منالو۔ میں کوئی مدد نہیں کروں گا۔'' وہ صاف گوئی سے بولے تھے۔

''اس سے پہلے بھی کب میں نے آپ کی مدد لی ہے؟ فکر مت کریں، اُنہیں منانا تو بہت آسان ہے میرے لیے۔ کل ناشتہ کرنے سے انکار کر دوں گا۔ خود ہی ساری ناراضگی بھول جائیں گی۔'' وہ ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

❀-----O-----❀

رات کا سناٹا ہر سمت پھیلا ہوا تھا۔ برآمدے کے اسٹیپس پر بیٹھتے ہوئے اس نے گہری سانس لی تھی۔

'پتہ نہیں، کبھی کبھی سانس لینا اتنا مشکل کیوں ہو جاتا ہے؟' اُس نے سوچا تھا اور پھر سر اُٹھا کر آسمان کا جائزہ لیا تھا، جہاں چند ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ آخری تاریخوں کا چاند آہستہ آہستہ سفر طے کر رہا تھا۔ گہری خاموشی میں ہوا کے مدھم جھونکوں کی سرسراہٹیں سنتے ہوئے جانے کتنا وقت گزر گیا تھا، جب آہٹ نے اُسے چونکا دیا تھا۔ خاموشی سے وہ اُسے اپنی سمت آتا دیکھتی رہی تھی۔

''کافی رات ہو چکی ہے اب تک جاگ رہی ہو؟'' کچھ فاصلے پر رُکتا وہ سنبھل کر بولا تھا۔

''اور تم کیوں جاگ رہے ہو؟ شادی میں شرکت نہ کرنے کا غم ستا رہا ہے؟'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

''سر میں درد ہے، اس لیے نیند نہیں آ رہی۔ سوچا چائے کے ساتھ کوئی ٹیبلٹ لے لوں۔'' اس کا طنز نظر انداز کرتا وہ بولا تھا۔

''انڈا تک تو بوائل کرنا نہیں آتا، چلیے ہو جائے بنانے۔ میں بنا دیتی ہوں۔'' کوفت سے بولتی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ عارش حیران ہوا تھا، مگر اُسے اخلاقاً بھی روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کیونکہ وہ اس وقت واقعی اچھی سی چائے لینا چاہتا تھا جو کہ وہ خود تو بنا ہی نہیں سکتا تھا۔

کچن میں وہ خاموشی کے ساتھ ٹیبل کے گرد بیٹھ گیا تھا۔ نظریں اسی پر تھیں، جو چائے بنانے میں مصروف ہو گئی تھی۔ کچن کی تیز روشنی میں وہ اپنے دل کی دھڑکن رُکتی محسوس کر رہا تھا۔ آف وہائٹ لباس میں اس کی پشت پر بے ترتیب سیاہ بال بہت نمایاں ہو رہے تھے۔ گمبھیر سناٹے میں اس کے ہاتھوں میں موجود چوڑیوں کی اُبھرتی کھنک سماعتوں کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔ اس پر سے نظر ہٹاتا وہ اب ٹیبل کی سطح کو دیکھ رہا تھا۔

''پہلے یہ ٹیبلٹ لے لو۔'' پانی کا گلاس اور ٹیبلٹ اسے دیتی وہ واپس پلٹ گئی تھی۔ ایک بار پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ احمد حسین اور فاطمہ اسے ساری دنیا سے کسی قیمتی شے کی طرح چھپا کر رکھتے آئے تھے تو کیوں؟ اس کا جواب رات کے اس پہر میں بہت اچھی طرح سمجھ آ رہا تھا۔ چائے کا مگ اس کے سامنے رکھتے ہوئے خرمن نے اس کی ابرو کے اوپر بینڈ ایج کو دیکھا تھا اور پھر اپنا مگ تھامے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

''اب کیا جواب دو گے منیزہ کو؟'' جانچتی نظروں سے خرمن نے اسے دیکھا تھا۔

''جواب تو وہ مجھے دے گی۔ اس نے ہی مجھے خوش فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا جو میں بڑے زعم سے کہتا رہا کہ مصطفیٰ ماموں خود یہاں آئیں گے اپنی پہلی اولاد کی خوشی میں اپنے بھائی کے لیے دل کو وسیع کر لیں گے مگر......!'' وہ شدید تاسف کے ساتھ بولتا ایک پل کو خاموش ہوا تھا۔

''تم چاہتے ہو کہ بابا کے تعلقات اپنے بھائیوں سے اچھے ہو جائیں؟'' سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتی وہ پوچھ رہی تھی۔

''ہاں، میں ایسا چاہتا ہوں۔ مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کے لیے تمہیں ایک طرف ہٹا دیا جائے۔ ماموں جان اور مامی تمہارے بغیر ادھورے ہیں اور میرے لیے اس گھر کے ہر فرد کی عزت اور اہمیت ہر دوسرے رشتے سے بڑھ کر ہے، مجھے اب احساس ہو چکا ہے، ماموں جان کا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا، شادی میں نہ جانے کا۔ مصطفیٰ ماموں کو بھی احساس ہونا چاہیے کہ آخر

کب تک دنیا داری کے لیے ماموں جان ہی جھکتے رہیں گے۔''

''کسی کے اندر اتنا دم نہیں کہ میرے باپ کو جھکا لے۔ جو لوگ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے ڈرتے ہیں، وہ کبھی میرے باپ کے سامنے نہیں کھڑے ہو سکتے۔ اور ان کے حق میں یہی بہتر بھی ہے۔'' وہ تلخ لہجے میں بولی تھی اور پھر سر جھٹکتے ہوئے چائے کا مگ لبوں سے لگا لیا تھا۔

''تم نے کبھی سوچا اس بارے میں کہ ماموں جان کے جو اختلافات اپنے بھائیوں سے ہیں، وہ ختم ہو جائیں؟'' عارش نے پوچھا تھا۔

''اس بارے میں سوچنے سے پہلے میرا نام ونشان اس دنیا سے مٹنا ضروری ہے۔ ہر اختلاف کی جڑ میں ہوں۔ میں ختم، سارے اختلافات ختم۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

''اگر میں تمہارے اس یقین کو غلط ثابت کر دکھاؤں تو......؟'' عارش کی سنجیدہ نظر اس کی شہ رگ پر دمکتے ماہِ نیم کو چھو آئی تھی۔

''تم چیلنج کر رہے ہو؟''

''نہیں، میں صرف تمہاری رائے مانگ رہا ہوں۔'' عارش کی نگاہ اُس کی پیشانی پر ٹھہری تھی۔

''جو کام میرا باپ نہیں کر سکا، اسے تم کیسے کر سکتے ہو؟'' خرمن کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

''کیونکہ وہ تمہارے باپ ہیں، انہیں جو بہتر لگا انہوں نے کیا۔ ایک حد کے اندر رہ کر انہوں نے دنیا کو قائل کرنے کی کوشش کی، مگر میں حد سے آگے بڑھ سکتا ہوں۔ دنیا کو قائل کرنے کے لیے نہیں، اپنی بات منوانے کے لیے، فیصلے کرنے کے لیے اور تمہارے حق کے لیے بھی۔'' اس کے پُرسکون لہجے میں کچھ تھا جو خرمن نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''میں جانتا ہوں تم خود غرض نہیں ہو، تم چاہتی ہو کہ ماموں جان مزید اپنے بھائیوں سے کٹ کر زندگی نہ گزاریں۔ تم چاہے ان سب کو پسند نہ کرو، تمہیں ایسا کرنا بھی چاہیے، مگر ماموں جان کو تم ان کے خونی رشتوں سے قریب دیکھنا چاہتی ہو۔'' اس کے بے حد سنجیدہ انداز پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھی، مگر دنگ تھی کہ عارش کس طرح اس کے دل میں چھپی اس خواہش کو بھانپ گیا جسے وہ خود سے بھی چھپا کر رکھتی آئی تھی۔

''اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو بتاؤ مجھے؟'' اس کی خاموشی پر وہ بولا تھا۔

''یہ چیز تکلیف کا باعث ہے کہ وہ میری وجہ سے ہی اپنے خاندان سے کٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھے سب کچھ دیا، مگر میں انہیں کیا دے رہی ہوں؟ کچھ بھی تو نہیں۔'' وہ کمزور لہجے میں بول رہی تھی۔ ''میں چاہتی ہوں کہ بابا اپنے بھائیوں کے قریب ہو جائیں، میں خود ایک طرف ہٹ جاؤں گی۔ مگر میں اب بابا کو ان کی عمر کے اس حصے میں سب کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتے دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''ایسا ضرور ہوگا۔ میں تمہاری اس خواہش کو پورا کر کے دکھاؤں گا عنقریب۔ مگر اس کے بعد تم میرے لیے کیا کرو گی؟'' عارش کے سوال پر خرمن نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

''ٹھیک ہے، تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے جو چاہیے ہوگا، میں خود مانگ لوں گا، ماموں جان سے یا مامی سے، ایک ہی بات ہے۔'' مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتا وہ بولا تھا۔

''میرا باپ دونوں ہاتھوں سے تم پر لٹاتا رہا ہے، اب بھی ان سے کچھ مانگنے کی کسر رہ گئی ہے؟'' وہ کلس کر بولی تھی۔

عارش کے لیے یہ نئی بات نہیں تھی، کسی نہ کسی طریقے سے وہ اکثر اسے اپنے باپ کے کیے گئے احسانات یاد دلاتی رہتی تھی۔

''کیا کروں، ان سے مانگنے کی عادت جو ہو چکی ہے۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ چوٹ کا اثر تمہارے دماغ پر ہو گیا ہے۔'' ناگواری سے بولتی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

چائے کے سِپ لیتا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا جو اپنا مگ سنک میں دھو رہی تھی۔ وہ اسے بتا نہیں سکا تھا کہ چوٹ کا اثر

صرف دماغ پر نہیں، دل پر بھی ہو چکا ہے جو کہ ڈانواں ڈول تو پہلے ہی تھا۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا جو لائٹ آف کر کے آنے کی تاکید کرتی کچن سے نکل رہی تھی۔ ایک طمانیت بھری سانس لیتا وہ بھی اُٹھ گیا تھا۔ اب اس کچن میں اس کے لیے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا جس میں خرمن سے وہ اتنی باتیں کر گیا تھا۔ اس سے آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرنے کے بعد وہ بہت اچھا محسوس کر رہا تھا۔

❀------O------❀

تیز قدموں کے ساتھ وہ اپنے گھر کی سمت بڑھ رہی تھی۔ عروسہ کو اپنے ہسبنڈ کے ساتھ کہیں جانا تھا، سو وہ اسے بھی پارلر سے یہاں گھر کے قریب ہی ڈراپ کر گئی تھیں۔ گھر کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ اندر داخل ہو رہی تھی کہ عقب سے اُبھرتی پکار پر رُکی تھی۔

''بات سنو، یہ اپنائیت تم سب اپنے پاس سنبھال کر رکھو۔ نہیں چاہیئے یہ احسان۔'' بگڑے تیوروں کے ساتھ اس نے ایک پیکٹ خرمن کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔

''گھٹیا انسان! اپنے پیر تھکا کر میں نے یہ گفٹ تمہارے لیے خریدا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم اسے میرے ہی منہ پر مارو گے۔'' خرمن کے بھڑکنے پر وہ جو طوفان کی طرح جاگ رہا تھا، بھک سے اُڑتا یکدم رُکا تھا۔

''یہ گفٹ تم نے مجھے بھیجا تھا؟'' وہ دنگ نظروں سے اسے دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

''تو کیا تمہارے فرشتوں نے بھیجا تھا؟ دفع ہو جاؤ اب۔ شکل بھی نہ دکھانا مجھے۔'' خرمن کے غصیلے انداز پر عثمان کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ اسے آوازیں دیتا وہ پیچھے ہی آیا تھا۔

اکیڈمی جانے کے لیے بالکل تیار وہ کمرے سے باہر نکلتا اس کی جانب ہی متوجہ تھا، جو بلند آواز میں عثمان کی مٹی پلید کرتی تخت کے کنارے ہی براجمان تھی، مسکراہٹ چھپاتے ہوئے وہ ان دونوں کی سمت ہی بڑھ آیا تھا۔

''قسم لے لو استانی! میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ یہ گفٹ تم نے بھیجا ہے، ورنہ میں کیوں.....'' معذرت کرتے ہوئے عثمان رک کر اُس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''تمہیں شرم نہیں آتی، دوسروں کا گفٹ اپنے نام سے دیتے ہوئے؟ اپنی جیب سے میرے لیے کچھ نہیں خرید سکتے تھے؟'' کھا جانے والے انداز میں وہ عارش سے مخاطب تھا۔

''ایکسکیوزمی، میں نے تم سے کب کہا تھا کہ یہ گفٹ میری طرف سے ہے؟ تم تو میری شکل دیکھتے ہی واش روم میں بند ہو گئے تھے، تم نے مجھے کچھ بولنے کا موقع دیئے بغیر کہہ دیا تھا کہ تم ٹکے ٹکے کے گفٹس وصول نہیں کرو گے۔'' عارش کے سنجیدہ لہجے پر عثمان کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔

''ٹکے ٹکے کے گفٹ کے قابل بھی نہیں ہو تم۔ تم دو ٹکے کے، تمہارا پورا خاندان دو ٹکوں کا۔'' خرمن شدید غصے میں عثمان کی عزت افزائی کر رہی تھی جبکہ اس کی ہونق شکل کو دیکھتے ہوئے عارش بمشکل مسکراہٹ چھپا سکا تھا۔

''عارش! آج تم میرے ہاتھوں جہنم رسید ہو گے، زمانے بھر کے جھوٹے! آگ لگا کر تماشا دیکھ رہے ہو؟'' خرمن تو بولنے کا موقع نہیں دے رہی تھی مگر عثمان اُس پر برس ہی گیا تھا جو اطمینان سے کھڑا تھا۔

''ارے، میری ماں! میں تو یہی سمجھا تھا کہ یہ زمانے بھر کا کنجوس میرے لیے گفٹ لایا ہے۔'' عاجز آ کر عثمان نے ہاتھ جوڑے تھے۔ ''تم اس فتنے سے پوچھو ہر بار کی طرح اس بار بھی یہ میری برتھ ڈے بھول گیا تھا، رات دو بجے تک میں انتظار کرتا رہا کہ اب یہ مجھے وِش کرے، مگر نہیں۔ میں سو گیا لمبی تان کر۔'' صفائی پیش کرتے ہوئے عثمان نے کلس کر عارش کو دیکھا تھا۔

''ڈوب کر مر جاؤ۔ اس عمر میں بارہ بجے سے پہلے نیند کی وادیوں میں اُتر جاتے ہو۔'' عثمان نے جس طرح یہ طعنہ عارش کو دیا تھا، خرمن نے سارا غصہ بھول کر عارش کو دیکھا تھا جو ڈھٹائی سے مسکرا رہا تھا۔

''یہ گفٹ میرے کمرے میں رکھ کر چلا گیا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ میں کیسا گناہِ کبیرہ کرنے جا رہا ہوں۔'' ایک بار پھر عثان نے للچائی نظروں سے اس گفٹ کو دیکھا تھا جو خرمن اب واپس کرنے کے لیے تیار نظر نہیں آتی تھی۔

''مجھے یہ سب کیوں بتا رہے ہو؟ میں کیا کروں؟'' خرمن نے اُسے جھڑکا تھا۔

''یہ گفٹ واپس مانگنے کی تمہید ہے۔'' عارش نے لقمہ دیا تھا۔

''جب دیکھ رہے ہو کہ ایک آئیڈیل کپل کی تکرار چل رہی ہے تو کیوں کباب میں ہڈی بن رہے ہو؟'' وہ عارش پر بگڑا تھا، مگر اگلے پل خرمن نے اپنا ہینڈ بیگ اس کے کندھے پر مار کر پرے ہٹایا تھا۔

''گفٹ واپس دے دو، ورنہ سوچ لینا، پھر صبح بھی یہیں ہوگی اور شام بھی۔ ایک تو پہلے ہی قبضہ جما کر بیٹھا ہے تمہارے گھر میں۔'' عثان کا اشارہ یقیناً عارش کی طرف تھا۔

''یہ گھر ہے میرا، احمقوں کا ٹھکانہ نہیں۔ لو پکڑو، مرو۔ عزت تو راس ہی نہیں تھی تمہیں۔'' گفٹ اس کے ہاتھ پر پٹختی وہ بولی تھی۔

''پہلی بار کسی لڑکی سے گفٹ ملا ہے، اس لیے اتنی باتیں سن لیں تمہاری۔'' گفٹ ہتھیا کر وہ اکڑ گیا تھا۔

''شرافت سے اب کیک کھلا دو۔ اب ایسے کنگلے بھی نہیں ہو۔'' خرمن نے اُسے شرمندہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

''کیک کیا، ڈنر بھی کروں گی۔ کل عارش کے خرچے پر تم بھی چلنا۔ میں تو ویسے بھی برتھ ڈے بوائے ہوں۔''

''دماغ درست ہے تمہارا؟ کس خوشی میں میرے خرچے پر ڈنر کرو گے تم؟'' عارش کا سارا اطمینان ہوا ہو گیا تھا۔

''چپ چاپ کل لے چلو ڈنر کے لیے۔ ورنہ تمہاری ساری حرکتیں استانی کے سامنے بیان کر دوں گا۔'' عثان کی دھمکی نے خرمن کو بری طرح چونکایا تھا۔

''کیا کہہ رہا ہے یہ، کیا حرکتیں کرتے پھر رہے ہو تم؟'' خرمن نے شدید ناگواری سے کہا تھا۔

''میں کیا کروں گا؟ یہ خوامخواہ بکواس کر رہا ہے۔'' عارش نے بگڑ کر عثان کو دیکھا تھا جو دل جلا دینے والی ہنسی کے ساتھ سرعت سے گیٹ کی سمت گیا تھا۔

⊛------○------⊛

''خرمن ان دونوں کے ساتھ جانے کے لیے تیار کیسے ہوگئی؟ عثان کے نصیب جاگے ہیں یا عارش کے؟'' سرسری انداز میں فاطمہ سے مخاطب وہ اخبار کے اوراق کا جائزہ بھی لے رہے تھے جب فاطمہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں جو آستین کے کف بند کرتا اسی جانب آ رہا تھا، خفگی بھری نگاہ اس نے فاطمہ پر ضرور ڈالی تھی۔

''معلوم ہے مجھے کہ کیا چیز کھٹک رہی ہے تمہیں۔ اچھے خاصے شریفانہ لباس تم لوگوں کو نہیں بھاتے۔'' اس کی ناراضگی بھانپتے ہی فاطمہ نے اسے ڈپٹا تھا۔

''میں کہاں کچھ بول رہا ہوں؟'' بے زاری سے کالر ٹھیک کرتا وہ بولا تھا۔

''تمہارا کچھ نہ کہنا ہی کافی ہے۔'' فاطمہ کے مزید ڈپٹنے پر اس بار احمد حسین اخبار سے نظر ہٹا کر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ سیاہ رنگ کے شلوار سوٹ میں اس کا دراز قد بہت نمایاں ہو رہا تھا۔

''دیکھیں مامی! میں اس لباس میں ماموں کو بھی اچھا نہیں لگ رہا۔''

''تمہیں یہ اندازہ کیسے ہوا؟'' احمد حسین نے پوچھا تھا۔

''کیونکہ آپ نے میری تعریف ہی نہیں کی۔'' وہ بے ساختہ مسکرایا تھا۔

''تمہیں اپنی تعریف سننی ہے تو ویسے ہی کہہ دو۔ بہانے مت ڈھونڈو۔'' احمد حسین کے خشمگیں لہجے پر اس نے خفت سے فاطمہ کو بھی دیکھا تھا، جو دل ہی دل میں اُس کی نظر اُتار رہی تھیں۔

''دو بار عثان بلانے آ چکا ہے مگر آپ کی صاحبزادی کی تیاریاں مکمل نہیں ہو رہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں اب تک اتنی

ست خاتون نہیں دیکھی۔'' خرمن کے کمرے کی جانب نگاہ ڈالتا وہ فاطمہ کو سنا رہا تھا۔
''یہ حقیقت تم جا کر خرمن کو بتا دو تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا؟'' اخبار سے نظر ہٹا کر احمد حسین نے اسے دیکھا تھا۔
''آپ کو یہ لگتا ہے کہ میں اپنی زندگی سے بیزار ہو چکا ہوں؟'' مسکراتی نظروں سے ان دونوں کو دیکھتا وہ خرمن کے کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا۔
''عارش! ذرا اندر آؤ۔ مگر جوتے وغیرہ جو بھی پہنے ہیں، باہر اُتار کر آنا۔'' دستک پہچان کر اس نے تحکم آمیز لہجے میں آواز لگائی تھی۔ باہر موجود عارش نے مزید کوفت میں مبتلا ہو کر اپنی براؤن پشاوری چپلوں کو دیکھا تھا اور ناچار انہیں اتارنا شروع کر دیا تھا۔ یہ کام وہ کیسے بھول سکتا تھا؟ ایک بار جوتوں سمیت اس کے کمرے میں داخل ہو کر وہ جی بھر کے اس کے ہاتھوں بے عزت ہو چکا تھا۔ اپنے کمرے کے کارپٹ سے لے کر در و دیوار کے معاملے میں بھی وہ اچھی خاصی وہمی تھی۔ یہ اور بات کہ احمد حسین اور فاطمہ اسے بے حد نفاست پسند سمجھتے تھے جبکہ عارش دل ہی دل میں اسے آدھی ذہنی مریض ہونے کی حد تک وہمی قرار دے چکا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی بھینی بھینی مہک اس کی سانسوں میں اُترتی دل و دماغ کو معطر کر گئی تھی۔ نظر اُس تک گئی تھی جو ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی جانے کیا چیز اپنے ہاتھوں پر لگانے لگی تھی۔ یکدم عارش کے قدم زمین میں جکڑے تھے۔ ڈیپ ریڈ کلر کا لباس زیب تن کیے، پشت پر پھیلے ادھ کھلے بالوں کے ساتھ وہ اُٹھی تھی۔ وہ جیسے کسی ٹرانس میں جکڑنے لگا تھا۔ نہ پلٹ کر باہر نکل سکتا تھا، نہ ہی پلک جھپک سکتا تھا۔ کمرے میں گھٹن بالکل نہیں تھی مگر وہ اپنی سانس رُکتی محسوس کر رہا تھا۔
''ابھی عروسہ آپی سے میری بات ہوئی ہے، کہہ رہی تھیں کہ فاروق بھائی نے صرف میری وجہ سے بیلا کو ساتھ جانے کی اجازت دی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ بیلا کا خیال رکھوں اور جلدی واپس آنے کی کوشش کروں۔ دراصل بیلا، عثمان کی وجہ سے کچھ ہچکچا رہی ہے۔ آخر ان دونوں کے درمیان ناراضگی کس بات پر چل رہی ہے؟ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ فاروق بھائی سے عثمان شدید خار کھاتا ہے۔'' اسکارف چہرے کے گرد درست کرتی وہ بولی تھی۔
''فاروق بھائی نے ان دونوں کو ایک ساتھ ایک ریسٹورنٹ میں لنچ کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تھا، اُس کے بعد فاروق بھائی نے کیا ہنگامہ کیا ہوگا، تم اندازہ کر سکتی ہو۔'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بتا رہا تھا۔
''تو اس میں بیلا کا کیا قصور ہے؟ سب سے زیادہ قابلِ رحم حالت تو اس کی ہوگی۔ فاروق بھائی نے عثمان سے زیادہ اسے لتاڑا ہوگا۔'' وہ حیرانی سے بولی تھی۔
''یہی تو سارا مسئلہ ہے۔ فاروق بھائی، عثمان سے کچھ نہیں کہتے۔ سارا غصہ ان کا اپنی بہن پر ہی اُترتا ہے اور یہ چیز عثمان سے برداشت نہیں ہوتی۔'' عارش نے بتایا تھا۔ ''اور بیلا کا قصور یہ ہے کہ اس کے اندر ہمت نہیں کہ فاروق بھائی کے سامنے عثمان کی فیور میں کچھ بولے۔ نہ وہ خود ان کے سامنے عثمان کو سپورٹ کرتی ہے، نہ ہی عثمان کو کچھ بولنے دیتی ہے۔ اور عروسہ آپی تو پہلے ہی عثمان اور بیلا کے درمیان پسندیدگی کے سخت خلاف ہیں۔ شاید اس لیے کہ ان کے شوہر بہت سنجیدگی سے عثمان کو ناپسند کرنے لگے ہیں، اس وقت سے جب سے بیلا اور عثمان کے لیے ان کا شک یقین میں بدلا ہے۔''
''بیلا ہی ملی تھی اسے۔ یہی ہونا چاہیے اس بدتمیز کے ساتھ۔'' وہ ناگواری سے بولی تھی۔
''عثمان اس کے لیے سنجیدہ ہے، ٹائم پاس نہیں کر رہا۔'' عارش کو برا لگا تھا جو فوراً بولا تھا۔
''چپ رہو۔ اور تم بھی نہ چل پڑنا بیسٹ فرینڈ کے نقشِ قدم پر۔ تمہاری شادی اس لڑکی سے ہوگی، جسے میں تمہارے لیے پسند کروں گی۔ سمجھے؟'' اس کے جھڑکنے والے انداز پر عارش بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

❀------○------❀

''تم اپنے چہرے کے زاویے ٹھیک کرتے ہو یا میں بیلا کو ساتھ لے کر یہاں سے چلی جاؤں؟'' بیلا کے ساتھ ہی ٹیبل کے گرد بیٹھتے ہوئے خرمن نے ناگواری سے عثمان کے تنے ہوئے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''میرے چہرے کے زاویے ایسے ہی رہیں گے۔ جسے دیکھنا ہے دیکھے، ورنہ جہاں سینگ سمائیں نکل جائے۔'' گردھتی نظر خاموش بیٹھی بیلا پر ڈالتا وہ بگڑے لہجے میں ہی بولا تھا۔

''عارش! میں صرف تمہارے انوی ٹیشن پر ساتھ آئی ہوں ورنہ مجھے اپنی انسلٹ کروانے کا شوق نہیں تھا۔'' بیلا نے شکایتی نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔

''عارش! اگلی بار تم ان کو جہنم میں جانے کا انوی ٹیشن بھی ضرور دینا۔'' عثمان جل کر بولا تھا۔

''بس کرو۔ کیوں اس کے پیچھے لگ گئے ہو؟ وہ تمہاری خوشی میں شریک ہونے آئی ہے۔'' عارش نے اسے ٹوکا تھا۔

''رہنے بھی دو اب۔ یہ اور اس کا بھائی میری خوشیوں میں صرف آگ لگانا جانتے ہیں۔ ہر دوسرے دن یہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر مجھے جلتے توے پر چڑھا دیتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ اور کر بھی کیا سکتی ہے؟'' عثمان کے جلے بھنے انداز پر خرمن نے بمشکل مسکراہٹ چھپائی تھی۔

''پتہ نہیں میرے بھائی نے یوں تم لوگوں سے رشتہ جوڑ لیا تھا؟'' بیلا بھی مزید برداشت کا مظاہرہ نہیں کر سکی تھی۔

''مجھ سے کوئی رشتہ نہیں ہے تمہارے بھائی کا۔ میں نے تو صرف اپنی بہن کی قربانی دی ہے۔''

''نہیں چپ ہوگا یہ سنکی۔ گھر میں تو اسے کوئی سننا گوارہ نہیں کرتا، چھوڑ دیا اسے ہم پر پیدا کر کے جھیلنے کے لیے۔'' خرمن کا بس نہیں چلا ورنہ گلاس عثمان کے سر پر ہی توڑتی جبکہ اس کی عزت افزائی پر بیلا کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

''دیکھو ذرا اس کی ڈھٹائی دیکھو۔ مجھ پر ہنس رہی ہے۔'' عثمان تپ اُٹھا تھا۔

''صبر کر جاؤ۔ کل پوری دنیا ہنسے گی۔'' خرمن نے مزید گھر کا تھا۔

''میری بے عزتی ہو رہی ہے اور تم اِدھر اُدھر کے جائزے لے رہے ہو۔ ایسے موقعوں پر ہی دوست آستین کے سانپ بنتے ہیں۔'' عثمان نے شکایتی نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔

''عارش اس لیے خاموش ہے کہ تمہیں ہی دو خواتین کے ہاتھوں بے عزت ہونے کا شوق چڑھا ہے۔ پٹر پٹر بولتے مرد زہر لگتے ہیں۔ تم کبھی عارش جیسے سوبر اور کم گو نہیں بن سکتے۔'' بیلا فوراً ہی عارش کی طرف داری میں بول اُٹھی تھی۔

''یہ کم گو اگر تمہیں اتنا ہی اچھا لگتا ہے تو اسے اپنے گھر لے جاؤ۔ ویسے بھی استانی کو اپنے علاوہ کوئی جیتا جاگتا انسان اپنے گھر میں گھومتا برداشت نہیں ہوتا۔'' عثمان نے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔

''اسے یہاں سے دفع کر دو، ورنہ میرے جوتے ہی کھائے گا یہ۔'' خرمن نے کڑی نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔

''ساری زندگی پڑی ہے بے عزت ہونے کے لیے۔ مگر آج بس اتنا کافی ہے۔'' عارش نے خشمگیں نظروں سے عثمان کو دیکھا تھا اور پھر اپنی طرف آتے ویٹر کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

کیک کٹنے تک ماحول خوشگوار ہو گیا تھا۔ بیلا کی طرف سے ملنے والے فلاورز اور گفٹ نے عثمان کا موڈ مزید خوشگوار کر دیا تھا۔

''عارش! منیزہ بھی یہاں آئی ہوئی ہے، وہاں دیکھو۔'' کھانے کے دوران اچانک عثمان نے کہا تھا۔ سنا خرمن نے بھی تھا مگر وہ اپنے کھانے کی طرف ہی متوجہ رہی تھی۔

''اس سے پہلے کہ وہ یہاں جائے، تم وہاں چلے جاؤ۔'' سرد لہجے میں خرمن نے عارش کو ہدایت دی تھی۔

''وہ خود یہیں آ رہی ہے۔'' عارش نے اسے بتایا تھا جو ایک کھولتی نگاہ اس پر ڈال کر رہ گئی تھی۔

''اللہ خیر کرے، منیزہ کے تیور کچھ خطرناک دکھائی دے رہے ہیں۔'' عثمان نے تجزیہ بیان کیا تھا۔

''آپ آئے، بہار آئی۔ تشریف رکھیے محترمہ!'' منیزہ کے قریب آتے ہی عثمان چہکا تھا۔

''شکر ہے، تم تو کم از کم پہچانتے ہو مجھے۔ ورنہ لوگ تو میری آواز بھی نہیں پہچاننا چاہتے۔'' طنزیہ لہجے میں عثمان سے مخاطب ہوتی وہ عارش کی طرف ہی متوجہ تھی۔

''تم پہلے بیٹھ جاؤ۔'' عارش نے سنجیدگی سے اسے بیٹھنے کا اشارہ بھی دیا تھا۔
''تمہیں لگتا ہے کہ یہ جگہ میرے بیٹھنے کے قابل ہے؟'' ناگوار لہجے میں بولتی منیزہ نے ایک نخوت بھری نگاہ خرمن پر ڈالی تھی۔ ''میرے بھائی کی شادی میں شرکت کرنے کا وقت تمہارے پاس نہیں ہے، مگر ہوٹلنگ کرنے کے لیے وقت ہی وقت ہے۔''
''یہ جگہ ان باتوں کے لیے نہیں ہے، تمہیں جو بھی بحث کرنی ہے بعد میں کرنا۔'' عارش کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی ناگوار ہوا تھا۔
''میں یہاں کوئی بحث نہیں کرنے آئی، میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ ایسی کون سی رکاوٹ تھی جو تم بھائی کی شادی میں نہیں آئے؟ صرف چند ہی لوگ ہیں جو تمہارے اپنے ہیں۔ ہم سے کوئی رشتہ نہیں تمہارا، تم جانتے ہو، ابو کو کتنی تکلیف پہنچی ہے تمہارے نہ آنے سے۔ تمہیں میرا بھی کوئی خیال نہیں آیا۔ کسی ایک کے لیے کیا ساری دنیا سے تم بھی چچا جان کی طرح ہر تعلق ختم کرنا چاہتے ہو؟'' منیزہ کے غصیلے انداز پر عثمان اور بیلا تو حیران ہی بیٹھے تھے جبکہ پہلی بار خرمن نے نظر اُٹھا کر منیزہ کو دیکھا تھا۔
''ماموں جان کو درمیان میں مت لاؤ۔ ان کے بارے میں کوئی بھی بات کرنے کی اجازت میں تمہیں نہیں دوں گا۔ تم جانتی ہو کہ شادی میں نہ آنے کی وجہ کیا ہے۔ انجان مت بنو۔'' بمشکل ضبط کرتے ہوئے عارش نے کہا تھا۔
''ہاں، میں انجان نہیں ہوں، جانتی ہوں کہ سب سے بڑی رکاوٹ کون ہے۔ کس نے تمہارا برین واش کر رکھا ہے۔ کس وجہ سے تم ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔'' رُکے بغیر بولتے ہوئے منیزہ نے غصیلی نظروں سے خرمن کو دیکھا تھا جو ضبط کی انتہا پر پہنچ گئی تھی۔
''جب ہر سوال کا جواب جانتی ہو تو کیوں رُکی ہو یہاں؟ چلی کیوں نہیں جاتیں؟'' خرمن کے بھڑکیلے لہجے پر عارش کے چہرے کا رنگ اُڑا تھا۔
''میں تم سے بات نہیں کر رہی۔'' منیزہ کا لہجہ تیز تھا۔
''تو پھر میرے سر پر کھڑے ہو کر میرے اور میرے باپ کے بارے میں بات بھی مت کرو۔'' خرمن کی آواز بلند ہوئی تھی۔ بیلا نے سرعت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر شانت رہنے کا اشارہ دیا تھا مگر......''
''جس شخص کی زندگی اور خوشی سگے بھائی کے بغیر مکمل ہو سکتی ہے، اس کے دل میں پھر کسی بھی انسان کی کمی کی تکلیف بیدار نہیں ہو سکتی۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں رکاوٹ ہوں، تو یہ بالکل ٹھیک ہے۔ تم لوگ اس لائق نہیں کہ میرے گھر کا کوئی فرد تم سے تعلق رکھے، چاہے وہ......''
''خرمن! منیزہ کی بات کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔ یہ صرف مجھ پر......'' عارش نے گھبرا کر اسے روکنا چاہا تھا مگر خرمن نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔
''اب میں وہی بن کر دکھاؤں گی جو تم نے مجھے سمجھا ہے۔ تمہارے ساتھ عارش بھی سن لے۔ اگر تم سب سے اسے تعلق رکھنا ہے تو پھر ہم سب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ اب مطمئن ہو کر جاؤ اور جو کچھ میں نے کہا ہے، وہ سب اپنے باپ کو ضرور بتانا۔'' سلگتے لہجے میں بات مکمل کر کے خرمن نے پانی کا گلاس اُٹھا کر لبوں سے لگا لیا تھا۔ باقی سب دنگ بیٹھے منیزہ کو دیکھ رہے تھے جو پیر پٹختی شدید مشتعل انداز میں وہاں سے جا رہی تھی۔
وہ عارش پر غصہ تھی اس لیے اتنا کچھ کہہ گئی۔ ورنہ وہ دل کی بری نہیں ہے۔'' عثمان نے چند لمحوں بعد خاموشی توڑی تھی۔
''اس کی ہمدردی اپنے دل میں سنبھال کر رکھو۔'' خرمن ناگواری سے بولی تھی اور پھر پریشان بیٹھے عارش کو دیکھا تھا۔
''اب اس کے بعد بھی تمہیں کوئی ثبوت چاہیے کہ کس پست میں ہے تمہارا خاندان جسے موقع چاہیے مجھے سرِعام......''
''مزید کچھ مت کہو۔ ختم کرو اب خدا کے لیے۔'' سرخ چہرے کے ساتھ عارش نے درمیان میں اسے روک دیا تھا۔

''خرمن! چھوڑو اب غصہ۔ مزید اپنا موڈ خراب مت کرو۔ ہم یہاں اچھا وقت گزارنے آئے ہیں۔ کسی کی فضول باتوں میں اُلجھنا بے کار ہے۔'' بیلا نے کہا تھا۔

''میں خاموش ہی بیٹھی تھی، اس نے ہی آ کر مجھے اُکسایا ہے۔'' وہ ناگواری سے بولی تھی۔

''تم پریشان مت ہو۔ میرے اتنے فرمانبردار نہیں ہو تم کہ میرے کہنے پر اس کی شکل بھی نہیں دیکھو گے۔ چاہو تو ابھی جا کر راضی کر لو اُسے۔'' کڑی نظروں سے عارش کے سنجیدہ تاثرات کو دیکھتی وہ بولی تھی۔

''اللہ کبھی کسی بے چارے مرد کو دو عورتوں کے درمیان فٹ بال بنا کر اسے تنہا نہ چھوڑے۔'' عثمان کی فریاد پر بیلا نے بمشکل مسکراہٹ چھپائی تھی۔

❀-----O-----❀

سگنل سے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے عثمان نے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو ٹشو پیپر سے میک اَپ صاف کرنے میں مصروف تھی۔

''اب کچھ جانی پہچانی لگو گی تم۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' بیلا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

''بیوٹیشن بننے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تم بھی آپی کے نقشِ قدم پر چلو۔ میں تو یہ بھی بھول چکا ہوں کہ آپ بغیر میک اَپ کے دکھائی کیسی دیتی ہیں؟'' اس کے خشمگیں لہجے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''مان! یقین کرو، بھابی جس دن میک اَپ کے بغیر بھائی کو نظر آتی ہیں، وہ بھابی سے ان کی طبیعت کے بارے میں ضرور پوچھتے ہیں۔''

''چلو اب فٹافٹ اُترو، میرے ابا کو یہی فکر لگی ہو گی کہ کہیں میں نے ان کی گاڑی ٹھوک تو نہیں دی۔''

''گھر کے اندر چلو۔ ایسے نہیں جانے دوں گی۔ چائے پی کر جانا۔'' وہ قطعی لہجے میں بولی تھی۔

''اب اتنی دلیری کے مظاہرے بھی مت کرو۔ تمہارے بھائی کے تیور مزید بگڑ جانے ہیں میری شکل دیکھ کر۔'' وہ بیزاری سے بولا تھا۔

''انہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ تنہا تمہاری برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے نہیں گئی تھی، میری خاطر آ جاؤ۔'' وہ بضد تھی لہٰذا عثمان بھی ڈرائیونگ سیٹ سے اُتر آیا تھا۔

''شادی کے بعد بھی میرے ایسے ہی فرمانبردار بنے رہنا۔'' وہ تاکید کر رہی تھی۔

''تمہارے شوہر سے برداشت ہو جائے گی میری فرمانبرداری؟'' وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

''کیا فضول بات کی ہے تم نے۔'' خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتی وہ گیٹ کی سمت بڑھی تھی کہ گیٹ کھل گیا۔ بغور عثمان نے ان کے سنجیدہ سپاٹ تاثرات کو دیکھا تھا جو بغیر کسی گرمجوشی سے عثمان سے مصافحہ کرتے بیلا کی طرف متوجہ تھے۔

''عروسہ نے بتایا تھا کہ خرمن اور عارش بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ کہاں ہیں وہ دونوں؟ ان کے سنجیدہ لہجے پر بیلا کچھ گڑبڑائی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، عثمان بول اُٹھا تھا۔

''خرمن کے گھر سے کال آ گئی تھی، اس لیے میں پہلے ان دونوں کو گھر ڈراپ کرتا یہاں آیا ہوں۔'' عثمان کی بات سنتے ہوئے فاروق نے ایک طرف ہٹ کر بیلا کو اندر جانے کا راستہ دیا تھا جو اُن کی نظروں سے بچتی اندر تو داخل ہو گئی تھی مگر پھر رُک گئی تھی۔

''آؤ تم بھی۔'' پھنسی آواز میں اُس نے باہر رُک کے عثمان کو مخاطب کیا تھا۔

''نہیں، اب جاؤں گا۔'' سرد لہجے میں بولتے ہوئے عثمان نے ایک نگاہ ان کو دیکھا تھا جو اخلاقاً بھی اسے گھر کے اندر آنے کی دعوت دینے کے لیے تیار نظر نہیں آ رہے تھے۔ شدید تاسف کے ساتھ بیلا نے اُنہیں دیکھا تھا جو عثمان کے واپس

پلٹ جانے کا انتظار کیے بغیر گیٹ بند کر چکے تھے۔
''فون کیوں آف تھا تمہارا؟ ایک گھنٹے سے کال کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں، سب پر فاتحہ پڑھ کر گھر سے نکلی تھیں؟'' بری طرح وہ بیلا پر برسے تھے جبکہ ان کی بلند آواز باہر عثمان تک بھی پہنچی تھی۔ رگوں میں کھولتے خون کے ساتھ وہ گاڑی کی سمت بڑھ گیا تھا۔

❀------O------❀

''بہت مہربانی کی ہے تم نے مجھ پر کہ میرے ایک ہی بار بلانے پر تم میرے گھر تک آ گئے ہو۔'' مصطفیٰ حسین کے تلخ لہجے پر اس نے ایک نظر منیزہ کے سنجیدہ تنے ہوئے تاثرات کو بھی دیکھا تھا۔
''میں جانتا ہوں کہ احمد کی طرف تمہارا جھکاؤ ان احسانوں کی وجہ سے ہے جو اس نے تم پر کیے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم ہم سب کو نظرانداز کر دو۔ اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی زبان بند رکھو۔'' وہ انتہائی مشتعل لہجے میں بولے تھے۔
''اگر آپ کو لگتا ہے کہ میرا جھکاؤ ان کی طرف صرف ان کے احسانات کی وجہ سے ہے تو آپ یہی سمجھ لیں۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا، مگر یہ سچ ہے کہ میں آپ کی بھی بہت عزت کرتا ہوں۔ آپ سب میری زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہیں، آپ کو مجھ سے شکایت ہے تو کہیں۔ مگر ماموں کو درمیان میں مت لائیں۔''
''میں اسے درمیان میں لاؤں گا۔'' مصطفیٰ حسین درمیان میں بھڑ کے تھے۔ ''وہی ہے جس نے سر آنکھوں پر بٹھا کر رکھا ہے اس بدخصلت لڑکی کو۔ کس بات کا گھمنڈ ہے اُسے؟ کیا اس چیز کا کہ وہ غلاظت کی پیداوار ہے؟''
''آپ خرمن کے لیے ایسے جملے استعمال مت کریں۔ آپ کے سامنے آپ کا بھائی نہیں ہے جو اپنی بیٹی کے لیے آپ کی گالیاں سن کر خاموش رہے گا۔'' سرخ چہرے کے ساتھ بولتا وہ یکدم اپنی جگہ سے اُٹھ گیا تھا۔ منیزہ جہاں اس کے تیوروں پر گھبرا اُٹھی تھی، وہیں مصطفیٰ حسین بھی دنگ ہوئے تھے۔
''تمہارے دل میں اُس کا درد جاگ رہا ہے، جس نے ایک خاندان کو درمیان میں سے کاٹ کر الگ کر دیا تھا، جس نے ہم بھائیوں کے رشتے میں دراڑیں ڈالی ہیں، تمہارے دماغ میں بھی خناس بھر دیا ہے۔ اسی لیے میری بیٹی کی وہ بے عزتی کرتی رہی اور تم تماشائی بنے رہے۔ اُس بدلحاظ نے میری بیٹی کو بے عزت کیا، مجھے للکارا ہے۔ خون اپنا رنگ آخر کار دکھاتا ہے اور اس کی رگوں میں تو پہلے ہی گندا خون دوڑ رہا ہے۔ احمد حسین کو تو تب عقل آئے گی جب وہ اسے بھی کھینچ کر ایک دن اسی غلاظت میں لے جائے گی، جہاں سے وہ اسے اٹھا کر لایا تھا۔'' مصطفیٰ حسین کے لہجے سے ٹپکتی حقارت نے عارش کی برداشت ختم کر دی تھی۔
''میں اب آج کے بعد آپ سے خرمن کے لیے یہ سارے قصیدے نہیں سنوں گا۔ آپ کو اس کی شکایت کرنی ہے تو اس شخص سے کریں جن کا نام اس کے ساتھ لگتا ہے۔ میں اُس کا گاڈ فادر نہیں ہوں۔ اگر آپ منصف ہیں تو اپنی بیٹی سے سب کچھ سننے کے بعد آپ کو خرمن کی بات بھی سننی چاہیے۔ مگر آپ ایسا کیوں کریں گے؟ منیزہ آپ کی بیٹی ہے اور خرمن...... آپ اپنی بیٹی کے برابر اُسے کیسے لا سکتے ہیں، جس کی حیثیت آپ کے نزدیک کیا ہے۔ آج آپ اچھی طرح مجھ پر واضح کر چکے ہیں۔ مگر میرے نزدیک منیزہ اور خرمن کا مقام ایک جیسا ہے۔'' ایک پل کو رُک کر اس نے خاموش بیٹھی منیزہ کو دیکھا تھا۔
''خرمن نے کیا کچھ کہا، یہ تم نے ماموں کو بتایا، بہت اچھا کیا۔ مگر ان کو یہ بھی بتاؤ کہ تم نے بات کس طرح شروع کی تھی؟'' سلگتی نظروں سے اس کے جھکے سر کو دیکھتا وہ بولا تھا۔
''میں مانتی ہوں، غلطی میری تھی۔ شروع میں نے کیا تھا۔ مگر میں اس وقت غصے میں تھی، ان سب کی وجہ سے تم بھائی کی شادی میں بھی نہیں آئے۔ کم از کم تمہیں تو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' منیزہ شدید تاسف سے بولی تھی۔

''میں بھی مانتا ہوں کہ میں نے غلط حرکت کی ہے۔ تمہاری اور ماموں کی ناراضگی جائز ہے۔ مگر غصے میں، میں بھی کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ تم نے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ.....'' یکدم رُک کر عارش نے مصطفیٰ حسین کو دیکھا تھا۔

''ماموں! آپ کیوں نہیں آئے؟ آپ کے گھر کی پہلی خوشی تھی۔ یہ کتنا اہم موقع تھا فاصلے مٹانے کا۔'' مضطرب انداز میں بالآخر وہ یہ کہہ گیا تھا۔

''عارش! آج صرف منیزہ کی وجہ سے میں تم سے اتنی باتیں کہہ گیا ہوں۔ نہ میں نے پہلے کبھی ان معاملات میں اپنے بچوں کو دخل اندازی کرنے دی ہے، نہ ہی آئندہ تم سے کوئی بحث کرنا چاہوں گا۔ احمد حسین اور ہمارے درمیان فاصلے نہیں، بس ایک دیوار رُکاوٹ ہے۔ وہ دیوار اتنی مضبوط ہو چکی ہے کہ کوئی طاقت اسے نہیں گرا سکتی۔ تم بھی نہیں۔'' ان کے قطعی لہجے پر عارش نے منیزہ کو دیکھا تھا جو اس کی طرح ہی بے بس نظر آ رہی تھی۔

❀-----○-----❀

لب بھینچے وہ تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ فاطمہ کو دیکھ رہی تھی، جو شدید غصے میں اس سے باز پرس کر رہی تھیں۔ دوسری تیز نگاہ اُس نے احمد حسین پر ڈالی تھی جو بس خاموش تھے۔

''ذرا سی برداشت کا مظاہرہ تم نہیں کر سکتی تھیں؟ کس طرح تم نے منیزہ کے ساتھ ساتھ اس کے ماں باپ کے لیے بھی گستاخانہ جملے کہہ دیئے۔ تمہاری وجہ سے ہم شرمندہ ہو رہے ہیں۔ کیا سوچ رہے ہوں گے وہاں سب کہ یہ تربیت کی ہے ہم نے تمہاری، یہ طور طریقے سکھائے ہیں تمہیں۔ پہلے ہی دنیا کی نظروں میں کھٹکتی ہو، باقی کسر تم نے خود پوری کر ڈالی ہے۔ تمہاری وجہ سے عارش کو ان کی باتیں سننی پڑی ہیں۔ اپنی غلطی قبول کرو اور معافی مانگو منیزہ سے۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے مامی! جو کچھ کہنا سننا تھا، میں مصطفیٰ ماموں سے کہہ چکا ہوں۔'' خرمن کے تاثرات دیکھتے ہوئے عارش نے ان کو شانت کرنا چاہا تھا۔

''تم کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہو عارش! اسے منیزہ سے اپنے سلوک کی معافی مانگنا ہوگی۔'' فاطمہ نے سخت لہجے میں بولتے ہوئے خرمن کو بھی دیکھا تھا جو احمد حسین کی خاموشی پر اذیت میں مبتلا ہو رہی تھی۔

''میری کوئی غلطی نہیں ہے۔ غلطی آپ نے کی ہے مجھے زندگی دے کر۔'' اس کی بلند آواز پر پہلی بار اس گفتگو کے دوران احمد حسین نے اسے دیکھا تھا۔

''کیا گناہ تھا میرا کہ آپ اور بابا اپنے خاندان کے سامنے سر جھکاتے رہے، اتنا شرمناک ہے میرا وجود کہ اب مجھے بھی ان سب کے سامنے ہاتھ جوڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔'' دُھندلائی آنکھوں سے اس نے احمد حسین کو بھی دیکھا تھا جو دنگ نظروں سے اسے دیکھتے قریب آئے تھے۔

''کس نے کہا یہ تم سے کہ تمہارا وجود ہمارے لیے شرم کا باعث ہے۔ بتاؤ مجھے، یہ کیوں کہا تم نے؟''

''آپ کی خاموشی مجھے یہ کہنے پر مجبور کر رہی ہے۔ آپ کا خاندان مجھ پر اُنگلی اُٹھا سکتا ہے، مجھے ذلیل کر سکتا ہے، مگر میں جب اینٹ کا جواب پتھر سے دیتی ہوں تو مجھے ہاتھ جوڑنے کے لیے کہا جاتا ہے۔'' بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ اُن کے سینے سے لگ گئی تھی۔

''خرمن! بات کو غلط رخ پر مت لے جاؤ۔ معافی مانگنے سے انسان چھوٹا نہیں ہو جاتا۔'' اس کے آنسوؤں نے فاطمہ کو پل میں پگھلا کر نرم کر دیا تھا۔

''اب اور کچھ مت کہو فاطمہ! اگر اس سے کچھ غلط ہوا ہے تو میں ہر چیز کے لیے معافی مانگ لوں گا۔ جو کام میں ایک عرصے سے کر رہا ہوں، وہ کام میری بیٹی نہیں کرے گی۔'' خرمن کے آنسو خشک کرتے ہوئے وہ حتمی لہجے میں بولے تھے۔

''ماموں جان! اب آپ بھی یہ کام نہیں کریں گے۔ ذرا سی جھڑپ ہی تو ہوئی ہے۔ ویسے بھی منیزہ نے اپنی غلطی میرے سامنے مان لی ہے۔ وہ خود خرمن کے پاس آئے گی۔ آپ جانتے ہیں وہ کتنے صاف دل کی لڑکی ہے۔'' عارش کے سنجیدہ لہجے

پر خرمن نے سلگ کر اسے دیکھا تھا۔
''اس اچھی لڑکی سے نکاح پڑھوا کر ہمیشہ کے لیے تم ہی چلے جاؤ اس کے پاس۔ لیکن اگر وہ یہاں آئی تو میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھوں گی، سنا تم نے؟'' غصیلے لہجے میں اُس پر برستی وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔
''آپ کی طرف داری پر وہ فضول سے فضول بات کہہ جاتی ہے۔'' عارش کے تاثرات دیکھتے ہوئے فاطمہ نے ناراضگی سے ان سے شکایت کی تھی۔
''خیر...... وہ ایسا کچھ غلط مشورہ بھی نہیں دے گئی۔ کیوں عارش!'' مسکراتے لہجے میں احمد حسین نے اس سے تائید چاہی تھی جو حق دق تھا۔
''عارش! کیا واقعی ایسا ہے؟'' فاطمہ نے کچھ حیرت سے اسے دیکھا تھا۔
''مامی! آپ بھی کہاں اس کی بات کو سنجیدگی سے لے رہی ہیں۔ میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ وحشت ہو رہی ہے مجھے۔'' شدید ناراض اور جھلائے انداز میں بولتا وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔

❀------○------❀

پارلر میں سب کچھ وہ جلدی جلدی سمیٹنے لگی تھی۔ عروسہ دونوں بچوں سمیت آج شام ہی اپنے گھر چلی آئی تھیں۔ انہوں نے کوشش کی تھی کہ بیلا کو بھی ساتھ لے جائیں مگر فاروق نے منع کر دیا تھا۔ گھر میں اب اس کے علاوہ صرف فاران ہی تھا جو اپنے پیپرز کی تیاری کی وجہ سے عروسہ کے ساتھ نہیں جا سکا تھا ورنہ تو اُس کا ہر ویک اینڈ عثمان کے ساتھ ہی گزرتا تھا۔ ابھی وہ فرسٹ ایئر کا اسٹوڈنٹ ہی تھا مگر ماموں بھانجے کی انڈر اسٹینڈنگ مثالی تھی۔ باہر سے پارلر کا گلاس ڈور لاک کرتی وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔ عروسہ نے گھر کے گراؤنڈ فلور کو اپنے پارلر کے لیے مختص کر دیا تھا جبکہ رہائش اوپر کی منزل پر رکھی تھی۔ اس لیے گھر کے ساتھ پارلر کو بھی کامیابی سے لے کر چل رہی تھی۔ عروسہ نے اب کل شام ہی واپس آنا تھا اور بیلا کو شدید کوفت ہو رہی تھی۔ سیڑھیوں پر ہی رک کر اس نے ایک بار پھر عثمان کو کال کی تھی۔
''مجھے نہیں معلوم، تم بس ابھی مجھے لینے آؤ۔ بھابی کی تو ایک نہیں چلتی بھائی کے سامنے، میرے معاملے میں۔'' وہ کُڑھتے ہوئے بولی تھی۔
''بے وقوفانہ ضد مت کرو۔ میری تو شکل دیکھ کر ان کا مزاج بگڑ جاتا ہے۔ رات میں تو کبھی وہ تمہیں میرے ساتھ نہیں بھیجیں گے اور وہ بھی میرے گھر رکنے کے لیے۔'' وہ ناگواری سے بولا تھا۔
''مان! پلیز آ جاؤ۔ میں بہت بیزار ہو رہی ہوں۔ میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ بھابی کے جانے سے بالکل اکیلی ہو گئی ہوں۔ میں اس سے پہلے بھی تو بھابی کے ساتھ تمہارے گھر رُکی ہوں۔'' وہ روہانسے لہجے میں بولی تھی۔
''یہ بات تم اپنے بھائی کو یاد دلاؤ، جو اب مجھے کسی غنڈے، بدمعاش سے کم کا درجہ نہیں دے سکتے، اسی لیے تم پر پابندیاں لگا چکے ہیں۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولا تھا۔
''مان! اب ایسا بھی نہیں ہے۔ تم بھائی سے کہنا کہ بھابی نے تمہیں مجھے لینے بھیجا ہے۔'' وہ التجائی لہجے میں بولی تھی۔
''ٹھیک ہے، آتا ہوں۔ مگر یاد رکھنا، اگر انہوں نے انکار کرنے کی کوشش کی تو تم نے زبان بند نہیں رکھنی۔ ان کو بتانا کہ تم بھی میرے ساتھ جانا چاہتی ہو۔'' راضی ہوتے ہوئے عثمان نے اسے تاکید کی تھی۔ گھر میں داخل ہو کر اس نے رک کر قریب آتے فاران کو دیکھا تھا۔
''میں کمرے میں ہوں۔ ابھی عثمان آنے والا ہے، مجھے ساتھ لے جانے کے لیے۔ تم اسے ساتھ لے کر بھائی کے پاس جانا، وہ پہلے ان سے ہی پوچھے گا۔'' بیلا نے اسے آگاہ کیا تھا۔
''مگر پاپا جانے دیں گے آپ کو ان کے ساتھ؟'' فاران کو تشویش ہوئی تھی۔ اپنے باپ اور چہیتے ماموں کے درمیان اس نے ہمیشہ ہی سرد مہری دیکھی تھی۔ بیلا اور عثمان کے تعلق نے اس سرد مہری کو جنگ میں بدل دیا تھا۔ وہ اس چیز سے بھی

واقف تھا۔

فاران کے ہمراہ لاؤنج میں آتے ہوئے اس نے ایک نگاہ کمرے سے باہر نکلتی بیلا پر ڈالی تھی اور ان کی طرف بڑھ گیا تھا جو ٹی وی اسکرین سے نگاہ ہٹا کر متوجہ ہوئے تھے۔ اس کے سلام کا جواب انہوں نے سر کے اشارے سے دیا تھا اور ایک نگاہ اسی جانب آتی بیلا کو دیکھا تھا۔

''چلو...... امی نے بلایا ہے تمہیں۔ کل آپی کے ساتھ ہی آ جانا۔'' فاروق سے کچھ کہنے کے بجائے وہ بیلا سے ہی مخاطب ہوا تھا۔

''اُس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ عروسہ کو معلوم تو تھا ورنہ یہ اس کے ساتھ ہی چلی جاتی۔'' فاروق کے سپاٹ لہجے پر عثمان نے ایک کڑی نگاہ بیلا کے فق ہوتے چہرے پر ڈالی تھی۔

''میں گھر لے جاتا ہوں اُسے۔ یہ وہیں سے آپی کے ساتھ ڈاکٹر سے چیک اَپ کروانے چلی جائے گی۔ وہ بھی یہی کہہ رہی تھیں۔'' عثمان کا لہجہ بھی سپاٹ ہی تھا۔

''نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ عروسہ سے کہنا، اس کی فکر نہ کرے۔ میں ہوں یہاں۔'' سرد لہجے میں بات ختم کرتے وہ دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

''ماموں! آپ بیٹھ جائیں۔'' صورتِ حال سے کچھ گھبرا کر فاران نے اسے مخاطب کیا تھا، جو ایک خونخوار نگاہ بیلا کے جھکے سر پر ڈالتا جارحانہ قدموں کے ساتھ لاؤنج سے نکل گیا تھا اور وہ گم صم کھڑی رہ گئی تھی۔

''اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈال لو۔ اس سے پہلے کہ میں یہ کام کروں۔'' فاروق نے شدید غصیلی نظروں سے بیلا کو دیکھا تھا جس کی آواز حلق میں بند تھی۔ تیزی سے پلٹ کر وہ ان کے عتاب سے بچنے کے لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

اس کی آنکھوں میں دل کی اذیت پھیلنے لگی تھی۔ کس طرح سے وہ فاروق کا سلوک عثمان کے ساتھ برداشت کرتی تھی، یہ وہی جانتی تھی۔ انہوں نے اخلاقاً بھی اُسے بیٹھنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ اس کی وجہ سے ہی عثمان کو یہاں تک آنا پڑا تھا۔ اسے خود پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی، جب کچھ دیر بعد عثمان کی کال آ گئی تھی۔

''مل گیا تمہیں سکون؟ مجھے بے عزت کروانے کے لیے ہی بلایا تھا تم نے؟'' اس کی غصیلی آواز سنتی وہ سن ہو گئی تھی۔

''اگر وہ شخص میری بہن کا شوہر نہیں ہوتا تو میں دیکھتا اسے اچھی طرح سے۔ اور تم تو اب میرے سامنے بھی مت آنا۔ وہ حشر کروں گا کہ میرا نام تک زبان پر نہیں لاؤ گی۔ ابھی تم اپنے بھائی کے سامنے مجھے پہچانتی تک نہیں ہو، بعد میں کیا خاک میرا ساتھ دو گی؟ ہر بار پیچھے ہٹ جاتی ہو۔ کیا ہو جاتا اگر تم میرے ساتھ، میرے گھر جاتیں۔ وہ کیا کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے؟ کروں گا اب ایسا کچھ کہ ساری دنیا سے منہ چھپاتا پھرے گا تمہارا بھائی۔''

''مجھے معاف کر دو۔'' آنسوؤں کے درمیان وہ بمشکل بولی تھی۔

''خبردار جو معصوم بننے کی تم نے کوشش کی۔ میرا جنازہ رکھا ہے تمہارے سامنے جو آنسو بہا رہی ہو؟'' اس کی سسکتی آواز نے اسے مزید مشتعل کیا تھا۔ ''روتی مرتی رہو۔ مگر دوبارہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش کی تو گلا گھونٹ دوں گا۔ شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا میں تمہاری۔'' دھاڑتے ہوئے وہ رابطہ منقطع کر گیا تھا۔

❀-----O-----❀

فاطمہ کے اُترے ہوئے افسردہ چہرے نے اسے حیران نہیں کیا تھا مگر وہ بے چین ضرور ہوا تھا۔

''اب خرمن کی طبیعت کیسی ہے؟'' دروازے پر ہی اس نے وہی سوال دہرایا تھا جو وہ سارا دن میں وقتاً فوقتاً فون پر بھی ان سے پوچھتا رہا تھا۔

''مجھے تو ابھی تک ہول اُٹھ رہے ہیں۔ صبح تم نے بھی اس کی حالت دیکھی تھی۔ پتہ نہیں کب اس کی لاپروائی ختم ہو گی۔ اِنہیلر وقت پر نہیں ملتا تو کیا ہوتا؟'' وہ اس وقت بھی حد سے زیادہ پریشان دکھائی دے رہی تھیں۔ خیر پریشان تو صبح عارش بھی

بہت تھا۔ خرمن کا سانس اُکھڑ رہا تھا اور اُن کا اِنہیلر نہیں مل رہا تھا۔ پہلی بار اس نے احمد حسین کو فاطمہ پر غصہ کرتے دیکھا تھا۔ ورنہ وہ تو کبھی اونچی آواز میں اُنہیں پکارتے بھی نہیں تھے۔

''اب اپنی پریشانی ختم کریں۔ میں نے کتنی بار کہا ہے آپ سے کہ جب میں گھر آؤں تو مجھے مسکراتی ہوئی نظر آیا کریں۔'' اُنہیں ساتھ لگائے برآمدے کی طرف بڑھتا وہ شکایتی لہجے میں بولا تھا۔

''تمہارے پاس وقت ہے کسی کو دیکھنے کا؟ باہر کے جھمیلوں سے ہی فرصت نہیں ملتی تمہیں۔ ابھی کچھ دیر میں عثمان کی پکاریں شروع ہو جائیں گی تو پھر غائب ہو جاؤ گے۔'' فاطمہ نے اُسے گھُرکا تھا جو تخت کے کنارے بیٹھا جوتے اُتارنا شروع کر چکا تھا۔

''مامی! مجھے اس وقت شدید بھوک لگی ہے۔ اور آپ کے لیکچر سے میرا معدہ نہیں بھرنے والا۔''

''صحیح بات تم لوگوں کو ہضم ہوتی بھی نہیں۔''

''لوگوں میں میرے علاوہ اور کون کون ہے؟'' وہ مسکراتے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ جواباً فاطمہ اُسے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

''اپنی بیٹی کا نام نہیں لے سکتیں آپ مگر میں جانتا ہوں۔'' شرارتی لہجے میں وہ بولا تھا۔

''میں اسے بلا لیتی ہوں۔ تم اس کے سامنے ہی یہ سچ بتا دو۔'' فاطمہ نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''یہ سچ بولنے کے بعد مجھے آپ کی بیٹی اس گھر میں رہنے دے گی؟'' وہ مسکرایا تھا۔

''اچھا، اب زیادہ مت بولو۔ کچن میں ہی آ جانا۔ میں کھانا گرم کرنے جا رہی ہوں۔''

''ماموں جان کہاں ہیں؟'' تخت سے اُٹھتا وہ پوچھ رہا تھا۔

''عثمان کے گھر گئے ہیں۔ اس کے والد کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ اور تمہیں پتہ ہے کہ وہ دونوں ایک جگہ بیٹھ جائیں تو پھر باتوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔'' تفصیلی جواب دیتی فاطمہ کچن کی جانب بڑھ گئی تھیں جبکہ وہ اپنے کمرے کی سمت۔

❀------O------❀

عثمان کی پکاروں پر وہ ٹاول گیلے بالوں پر پھیرتا صحن تک آیا تھا اور اپنے گھر کی چھت کی باؤنڈری پر جھکے عثمان کو کچھ دیر میں آنے کا اشارہ دیا تھا۔

''عارش! کس بات کی جلدی ہے؟ آرام سے کھانا کھاؤ۔'' اس کی عجلت پر فاطمہ نے ڈپٹا تھا۔

''مان انتظار کر رہا ہے۔''

''وہ کب تمہارا انتظار نہیں کرتا؟ حد ہوتی ہے۔ کیا فائدہ ایسی محنت کا کہ بندے کو ایک وقت کھانا بھی سکون سے بیٹھ کر کھانا نصیب نہ ہو۔''

''مامی! میں اگر پھول بھی توڑوں گا تو وہ بھی آپ کو محنت طلب کام نظر آئے گا۔ میں ماموں جان سے زیادہ محنت تو نہیں کرتا۔ اتنی مصروف مارکیٹ میں شاپ چلانا آسان نہیں ہے۔'' وہ توصیفی لہجے میں بولا تھا۔ ''اور آپ نے ماموں سے بات کی کہ میں گاڑی خریدنا چاہ رہا ہوں؟''

''ہرگز نہیں۔ پہلے ہی تمہاری بائیک میری جان سولی پر لٹکائے رکھتی ہے، ہوا میں اُڑاتے ہو اسے۔ گاڑی ہاتھ میں آ گئی تو تم بالکل ہی بے قابو ہو جاؤ گے۔'' فاطمہ نے پھر ناگواری سے مخالفت کی تھی۔

''آپ ماموں جان کے سامنے یہ بات مت کیجیے گا۔ آپ نے دیکھا تھا، صبح خرمن کو ہاسپٹل فوری طور پر لے جانا تھا۔ مجھے صبح ہی صبح عثمان کی نیند خراب کرنی پڑی تھی۔ خدانخواستہ دوبارہ ایسا ہوا تو...... میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ صرف ضرورت کے تحت ہی گاڑی کا استعمال کروں گا۔''

''مجھے نہیں پتہ، جو بات کرنی ہے اپنے ماموں سے کرو۔'' سنک میں برتن دھوتی وہ ناراضی سے بولی تھیں۔

''ماموں جان کو راضی کرنا میرے لیے چٹکیوں کا کام ہے۔ ٹائم تو آپ زیادہ لیتی ہیں۔'' مسکراتی نظروں سے فاطمہ

لپٹتے ہوئے وہ فوراً ہی اُٹھ گیا تھا کہ عثمان کی آواز دوبارہ اسے سنائی دی تھی۔ تیزی سے کچن سے وہ نکلنا چاہ رہا تھا جب قدم ہی اندر آتی خرمن سے تصادم ہوا تھا۔

''سنبھل کر۔'' فاطمہ نے ہول کر ان دونوں کو دیکھا تھا جو بگڑے توازن کے ساتھ کچن کے دروازے سے ٹکرائے تھے۔

''اتنا سارا راستہ کھلا پڑا ہے، مگر مجھ پر سے ہی سفر کرتے ہوئے جاؤ گے۔ تمہارے پیروں تلے آنے کے لیے ہی تو دنیا میں آئی ہوں میں۔'' ایک جھٹکے سے اسے پرے دھکیلتی وہ جس طرح بولی تھی۔ فاطمہ بے ساختہ مسکرائی تھیں جبکہ عارش فق چہرے کے ساتھ کوئی بھی معذرت کیے بغیر سرعت سے اس کی غصیلی نظروں سے دور بھاگا تھا۔

❀------○------❀

باؤنڈری کے قریب ہی سگریٹ کے کش لیتے عثمان نے اسے دیکھا تھا۔ نیم تاریکی میں وہ اسی کی جانب آ رہا تھا۔

''ایک آواز میں آ جایا کرو۔ میں تمہاری محبوبہ نہیں ہوں، جو انتظار میں پگھلتا رہوں گا۔'' خشمگیں نظروں سے عثمان اسے گھورتے ہوئے چونکا تھا۔

''کیا ہوا؟'' عثمان کے سوال پر وہ چونکا تھا۔

''نہیں، کچھ بھی تو نہیں۔'' وہ جس طرح گڑبڑا کر بولا تھا، عثمان کو حیرت ہوئی تھی۔

''کہاں ہے میگزین، دکھاؤ ذرا مجھے اپنا کارنامہ۔'' عارش کے فوراً ہی کہنے پر اس نے میگزین کا رول اسے تھما دیا تھا۔ میگزین کے سرورق کو سیل فون کی روشنی میں دیکھتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔

''تمہارے ابا کی مجھے فکر نہیں مگر فاروق بھائی کا ری ایکشن کیا ہوگا، انہیں پتہ ہے اس بارے میں؟'' مسکراتے ہوئے عارش نے اسے دیکھا تھا۔

''جب چاند چڑھے گا تو سب ہی دیکھیں گے۔ کون کیا فتویٰ لگاتا ہے، مجھے پروا نہیں۔'' بے نیازی سے بولتے ہوئے عثمان نے فضا میں سگریٹ کا دھواں چھوڑا تھا۔ تب ہی عارش نے چونک کر اپنے عقب میں دیکھا تھا، چھت پر لگے اونچے بلب میں نصب دودھیا لائٹ نے پوری چھت کو روشن کر دیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ خرمن اپنے پالتو پرندوں کو دانہ پانی مہیا کرنے کے لیے اوپر آ رہی ہے۔ یہ اُس کا روز کا معمول تھا۔ اگلے چند لمحوں میں وہ پانی کا بڑا سا مٹی کا تھال سنبھالے کبوتروں کے پنجرے کے قریب تھی۔

''مجھے پتہ ہے تم میری وجہ سے چھت پر آتی ہو۔'' عثمان کو موقع چاہئے ہوتا تھا اُسے اُکسانے کے لیے۔

''سگریٹ پھونکو...... میرا دماغ نہیں۔'' پنجرے کے پاس بیٹھی وہ ناگواری سے بولی تھی۔

''شکر کرو، کوئی ایک تو ہے پورے محلے میں جو تمہیں چھیڑتا ہے، ورنہ کس منہ سے تم چھت پر آتیں، اُستانی کبوتر بازن!''

''بکواس مت کرو۔'' وہ اپنی ہنسی نہیں چھپا سکی تھی۔

''ٹھیک تو کہہ رہا ہوں۔ میرے اور ان پالتو کبوتروں کے علاوہ کون ہے جو تمہیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔''

''صبر کرو۔ ابھی بیلا کو کال کر کے یہ بتاتی ہوں۔'' مرغیوں کے پنجرے میں بھی ایک نظر ڈالتی وہ بولی تھی۔

''اُس کا تو نام بھی مت لینا میرے سامنے۔'' وہ ناگواری سے بولا تھا۔

''بات سنو، یہ اکڑ پن اُس کے بھائی کو دکھایا کرو، اگر ہمت ہے تو۔'' گھر کنے والے انداز میں بولتی وہ ان دونوں کی طرف آئی تھی اور وہ جو ان دونوں کی نوک جھونک میں دخل اندازی کرتا ہی نہیں تھا، خاموشی سے میگزین خرمن کو تھما چکا تھا۔ الجھی نظروں سے اس نے میگزین سے نظر ہٹا کر عثمان کو دیکھا تھا، جو فخریہ انداز میں کالر جھاڑ رہا تھا۔

''ایک برانڈڈ گارمنٹس کمپنی نے اپنے موسم سرما کے لیے نئے کلیکشن کو لانچ کیا ہے۔ اس کمپنی کے ہی ایک چیئر پرسن جم اپنے عثمان صاحب کی پرسنیلٹی پر اس قدر فدا ہو گئے کہ کلیکشن کے پروموشن کے لیے ان کو ہی ماڈل بنا لیا۔'' عارش اُس کی طرف مسکراتے ہوئے تفصیل بتا رہا تھا۔

''اندر بھی بھرے پڑے ہیں جلوے اور صرف اس میں ہی نہیں، تمام فیشن میگزینز میں بھی۔'' وہ مزید بتا رہا تھا جبکہ خرمن تو ابھی تک سرورق کو ہی دیکھ رہی تھی۔ کیمرے کا فوکس بہت قریب رکھا گیا تھا۔ بھیگے بال اور چہرے سے لے کر کھلے گریبان تک اسکن پر پانی کی بوندیں نمایاں تھیں۔ اس گرم موسم میں یہ سب کافی ٹھنڈا تاثر دے رہا تھا۔ کوئی شک نہیں تھا کہ اس کا چہرہ بہت ہینڈسم دکھائی دے رہا تھا۔

''باہر سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ اندر کس قسم کا واہیات فوٹو سیشن موجود ہوگا۔ اتنے شیطانی تاثرات آئے کہاں سے تمہارے چہرے پر؟'' وہ ناگواری سے بولی تھی جبکہ عارش نے مسکراتے ہوئے عثمان کے بگڑتے تیوروں کو دیکھا تھا۔

''تم کبھی خوش نہ ہونا میرے کام سے۔ واپس دو میگزین۔'' عثمان نے میگزین جھپٹنا چاہا تھا۔ درمیان میں ہاتھ بھر کا ہی تو فاصلہ تھا۔

''دیکھنے تو دو، میں مذاق کر رہی تھی۔'' خرمن نے ہنستے ہوئے میگزین اس کے ہاتھ سے چھڑانا چاہا تھا۔

''نہیں، تمہارے تبصرے کے بعد......'' میگزین اُس کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کرتا وہ یکدم رُکا تھا کہ خرمن کی دردناک چیخ اُبھری تھی۔ چھینا جھپٹی میں عثمان کے ہاتھ میں موجود جلتی سگریٹ سے خرمن کا ہاتھ ٹکرا گیا تھا۔ سرعت سے اس کے لرزتے ہاتھ کی پشت سہلاتے ہوئے عارش نے غصیلی نظروں سے عثمان کو دیکھا تھا، جو بری طرح گھبرا کر معذرت کرتا پانی کی بوتل اُس کی سمت بڑھا رہا تھا۔

''ہزار بار تمہیں اسموکنگ سے منع کیا ہے میں نے، ہاتھ جلا دیا تم نے اس کا۔'' پانی خرمن کے ہاتھ پر ڈالتا وہ بری طرح عثمان پر برسا تھا۔

''انجانے میں غلطی ہوئی ہے۔ میں بھول گیا تھا کہ میرے ہاتھ میں سگریٹ ہے۔'' حیرت سے عثمان نے اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔

''تم کس طرح یہ بھول گئے؟ جلتی سگریٹ ہاتھ میں پکڑ کر بچکانہ حرکتیں کر رہے ہو۔'' اس کے مزید بگڑنے پر عثمان بس خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''کیوں اس پر بگڑ رہے ہو؟ اس نے یہ جان بوجھ کر نہیں کیا۔ اب اتنا بھی نہیں جلا ہے۔'' اپنا ہاتھ عارش کی گرفت سے نکالتی وہ بولی تھی۔ مسکراتی نظروں سے عثمان نے بغور اسے دیکھا تھا جو بس ایک پل کے لیے عثمان کی طرف متوجہ ہوا تھا اور اگلے ہی پل باؤنڈری سے دُور ہٹتا سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔ دوسری جانب کھل کر مسکراتے ہوئے وہ عارش کی پشت سے نگاہ ہٹاتا خرمن کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جو میگزین کھولے جائزہ لے رہی تھی۔

''یونیورسٹی میں تو دھوم مچا دی ہو گی تم نے؟'' خرمن نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''ایسی ویسی...... عارش سے پوچھ لو۔ منیزہ کو بھی میگزین اپنے ہاتھوں سے دیا ہے میں نے۔'' وہ فخر سے بولا تھا۔

''بہت شوق ہے نمائش کا؟'' منیزہ کے ذکر نے اس کے تیور خراب کیے تھے۔

''یہ میگزین مجھے دے دو۔ کل پارلر میں بیلا بھی فیض یاب ہو جائے گی۔''

''فکر مت کرو۔ مجھے یہاں چھینک بھی آئے گی تو پہلے وہاں خبر پہنچے گی۔ اس کا بھائی میرے ایک ایک پل کی خبر رکھتا ہے۔'' وہ سر جھٹک کر بولا۔

''تمہاری بہن کے شوہر ہیں وہ۔ عزت کیا کرو اُن کی۔'' اُس نے گھر کا تھا۔

''جو میری عزت نہیں کرتا، وہ مجھ سے بھی اپنے لیے عزت کی توقع نہ رکھے۔'' وہ بیزاری سے بولا تھا۔

''اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ زیادہ تو نہیں جل گیا؟'' اسے یاد آیا تھا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ نخوت سے ہاتھ پیچھے ہٹا گئی تھی۔

''عارش کو فوراً ہاتھ تھما دیا اور اپنوں سے غیروں والا سلوک۔'' اس کے دہائی دینے پر وہ کھلکھلائی تھی۔

''آہستہ ہنسو استانی! ہم چھت پر ہیں۔ میں کم از کم تمہارے ساتھ کوئی اسکینڈل برداشت نہیں کر سکتا۔''
''بکومت۔ میں تمہاری روحانی ماں ہوں۔'' خزمن نے اسے گھورا تھا۔
''جا کر بھیجو اس ناراض محبوبہ کو۔ ورنہ کود جاؤں گا تمہارے گھر میں۔'' دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے وہ بولا تھا۔
''میں اسے بول دیتی ہوں، آگے اس کی مرضی۔ اور خبردار جو یہ اسموکنگ کی لت تم نے عارش کو لگائی۔'' ناگوار نظروں سے اس کی ڈھٹائی کو دیکھتی وہ سیڑھیوں کی جانب گئی تھی۔

❀-----○-----❀

دروازہ کھول کر اُسے اندر آنے کا راستہ دیتے ہوئے خزمن نے بغور اس کے چہرے پر چھائی تھکن کو دیکھا تھا۔ دو دن سے وہ گھن چکر بنا ہوا تھا۔
''بابا کی طبیعت کیسی ہے؟ وہ کب تک ڈسچارج ہوں گے؟'' اس کے پیچھے برآمدے تک آتی وہ پوچھ رہی تھی جبکہ عارش نے رُک کر اُسے دیکھا تھا۔ اُس کا چہرہ بالکل اُترا ہوا، نڈھال تھا۔ آنسو پلکوں پر اٹکے ہوئے تھے۔
''وہ اب کافی بہتر ہیں۔ کل تک وہ تمہیں گھر میں ہی نظر آئیں گے۔ تم پریشان مت ہو، سب ٹھیک ہے۔'' عارش نے اسے تسلی دی تھی۔
''میں تمہارے لیے بھی پریشان ہوں۔ تمہاری جاب بھی ڈسٹرب ہو رہی ہے۔ اسٹڈیز کا بھی حرج ہو رہا ہے۔ تمہیں تین ان سے سونے کا وقت بھی نہیں ملا ہے۔'' اس کے مدھم لہجے نے ایک پل کو عارش کو حیران کیا تھا۔ وہ اس کے لیے اتنا اہم بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے لیے پریشان ہے۔
''تم جانتی ہو، کوئی چیز میرے لیے ماموں جان سے بڑھ کر اہم نہیں ہو سکتی۔ اس لیے یہ بات مت کہو۔ اور تمہیں تو اس وقت ماں کے گھر میں ہونا چاہئے تھا۔'' اسے اچانک یاد آیا تھا۔
''میں ابھی آئی ہوں۔ بابا نے فون پر کہا تھا کہ وہ میرے ہاتھ کا بنا کھانا کھائیں گے۔ وہی بنانے آ گئی تھی۔ میں کب تک کھانا تیار کر دوں؟''
''میں مغرب کے بعد ہاسپٹل جاؤں گا۔ تم تب تک کھانا تیار کر دینا، لے جاؤں گا۔''
''میں بھی چلوں تمہارے ساتھ؟'' خزمن نے التجائی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''مامی نے مجھے سختی سے منع کیا، تم کل کی طرح آج بھی ماموں کو دیکھتے ہی رونا شروع کر دو گی۔ میرا یقین کرو، وہ کل ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو جائیں گے۔'' عارش کے فوراً ہی کہنے پر وہ ایک پل کو خاموش رہی تھی۔
''تمہارے لیے کچھ کھانے کے لیے لے آؤں؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔
''نہیں، میں کچھ دیر نیند لوں گا۔ مجھے مغرب سے پہلے جگا دینا۔'' تخت کے کنارے بیٹھتے ہوئے وہ بولا تھا۔ دوسری جانب وہ خاموشی سے جانے کے لیے پلٹ گئی تھی۔
''آج ہاسپٹل میں مرتضیٰ ماموں اور مامی آئے تھے۔'' عارش کی اطلاع پر وہ یکدم رُکی تھی اور بے یقین نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ''وہ دونوں کافی دیر تک ماموں جان اور مامی کے پاس رُکے تھے، میرے ساتھ ہی ابھی ہاسپٹل سے نکلے ہیں۔''
''تم نے انہیں ہاسپٹل پہنچنے کے لیے کہا تھا؟'' وہ سپاٹ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔
''میں نے کل رات فون پر منیزہ کو ماموں کے بارے میں بتایا تھا، میں نے براہِ راست مصطفیٰ ماموں کو اطلاع نہیں دی تھی۔'' اس کے تاثرات نوٹ کرتا وہ بتا رہا تھا۔
''منیزہ تو رات میں ہی ہاسپٹل پہنچ گئی تھی، اپنے بھائی اور بھابی کے ساتھ۔'' اس کے مزید بتانے پر وہ خاموشی سے ہٹ کر کچن کی سمت بڑھ گئی تھی۔ پُرسوچ نظروں سے عارش اسے دیکھتا رہا تھا۔ اسے کب کیا بات ناگوار گزر جائے، یہ اندازہ لگانا اس وقت بھی عارش کے لیے مشکل تھا۔ دو دن پہلے اسے اچانک آفس میں اطلاع ملی تھی کہ شاپ پر احمد حسین کی طبیعت

خراب ہوئی ہے، انہیں فوری طور پر ہاسپٹل شفٹ کیا گیا تھا۔ عارش کے لیے یہ سنگین قسم کا دھچکا ہی تھا۔ اس نے اب تک احمد حسین کو ہلکے پھلکے بخار میں مبتلا ہوتے ہوئے بھی کم دیکھا تھا کہ وہ ایک مضبوط اعصاب کے محنت کش انسان تھے۔ ان کے سینے میں اُٹھنے والا درد انہیں ہارٹ اٹیک کے خطرے سے دوچار ضرور کر گیا تھا، مگر سب نے اس خطرے کے ٹلنے پر شکر ادا کیا تھا۔ احمد حسین کے ساتھ ساتھ اسے فاطمہ اور خرمن کو بھی سنبھالنا پڑا تھا جو کہ ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اسے ہر صورت خود کو مضبوط رکھنا تھا۔ صحیح معنوں میں اسے اب احساس ہوا تھا کہ احمد حسین اس گھر کا مضبوط سائبان ہی نہیں، بنیادی ستون بھی تھے۔ وہ انہیں ذرا سی گزند بھی پہنچنے نہیں دے سکتا تھا، وہ اس کے لیے کیا تھے، یہ لفظوں میں بیان کرنا ناممکن تھا۔

پتہ نہیں منیزہ کی کوششیں تھیں یا عارش کی ناراضگی کا اثر یا پھر مصطفیٰ حسین کے خون نے جوش مارا تھا، جو بھی تھا، انہیں ہاسپٹل میں احمد حسین کے پاس دیکھ کر اُسے عجیب سا اطمینان محسوس ہوا تھا۔ مصطفیٰ حسین نے فاطمہ سے بس رسمی سی بات چیت کی تھی، بقیہ وقت وہ احمد حسین کی طرف ہی متوجہ ان کی طبیعت کے بارے میں دریافت کرتے رہے تھے، مگر ان کی بیوی نے فاطمہ سے بھی بہت اچھی طرح بات کی تھی۔ عارش خود وہاں موجود ماحول کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ تناؤ اسے بہت زیادہ محسوس نہیں ہوا تھا۔ نہ گفتگو میں نہ روّیوں میں۔ مگر اس وقت خرمن کے بے تاثر چہرے نے اُسے اُلجھا ضرور دیا تھا۔ وہ خرمن کو یہ نہیں بتا سکا تھا کہ اس نے احمد حسین کے بڑے بھائی کو بھی اس کی طبیعت کی خرابی کی اطلاع دے دی تھی۔ عارش کے ہلکے سے اصرار پر وہ احمد حسین سے بات کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ عارش کو اندازہ تھا کہ اس کا اصرار تو بس بہانہ تھا ورنہ وہ خود اپنی انا کو بھول کر بھائی کی آواز سننا چاہتے تھے۔ یہ ایک خوش آئند پیش رفت تھی۔ وہ احمد حسین کو ان کے بھائیوں کے قریب دیکھنا چاہتا تھا اور اس کی شروعات ہو گئی تھی۔ بقول خرمن کے وہ بھی ایسا چاہتی ہے۔ مگر یہ ڈھکی چھپی بات نہیں تھی کہ وہ احمد حسین کے رشتے داروں کو قطعی ناپسند آگے بھی کرتی رہے گی۔ سوچوں کو جھٹکتا وہ تخت سے اُٹھ کر کچن کی سمت بڑھ گیا تھا۔ ٹھٹک کر عارش نے اُسے دیکھا تھا جو ٹیبل کے گرد ہی بیٹھی تھی مگر سرعت سے اُٹھتی اب فریج کی جانب جا رہی تھی۔ لیکن عارش اس کے آنسو دیکھ چکا تھا۔

''تم کچھ کھا نہیں رہے تو یہ جوس لے لو۔ میں نے ابھی بنایا ہے۔ بس لانے والی تھی۔'' لرزتے لہجے میں بولتی وہ جگ اور گلاس تھامے اس کی طرف آئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ گلاس میں جوس انڈیلتی، عارش نے گلاس لے کر ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

''انسان بیمار ہوتے ہیں خرمن! ماموں جان کچھ دن آرام کریں گے تو بالکل پہلے کی طرح صحت یاب ہو جائیں گے۔'' رُک کر عارش نے گہری سانس لی تھی کہ وہ یکدم چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رونے کا سلسلہ دوبارہ شروع کر چکی تھی۔

''تم اپنے دل کی بات مجھ سے کہہ سکتی ہو۔ مجھے بتاؤ تمہیں اب کیا چیز پریشان کر رہی ہے؟'' کچھ مضطرب ہو کر عارش نے دھیرے سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ مگر یہی ہمدردی جیسے قیامت بن گئی تھی۔ بے اختیار اس کے سینے سے لگتی وہ سارے بند توڑ گئی تھی۔ عارش کے حواس ضرور درہم برہم ہوئے تھے مگر اس نے خرمن کو رونے سے نہیں روکا تھا۔ حالانکہ یہ بہت مشکل تھا، اپنے گریبان کو اس ہستی کے آنسوؤں سے بھگونا جس کے دو آنسو بھی وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

''عارش! اگر میں نہ رہی تو تم کبھی امی اور بابا کو چھوڑ کر مت جانا۔'' بمشکل سسکیاں روکتی وہ بولی تھی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم کہاں جا رہی ہو؟'' عارش نے دنگ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ جواباً وہ بس اپنے آنسو خشک کرتی پیچھے ہٹ گئی تھی۔

''میں سمجھ گیا، مگر تم فکر مت کرو۔ تم اپنی شادی کے بعد بھی ماموں جان اور مامی کے قریب رہو گی۔ مجھے تو رہنا ہی ان دونوں کے ساتھ ہے۔'' اس کے لہجے کی گہرائی میں جانے کے بجائے خرمن نے ناگوار نظروں سے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔

''میرے باپ کے علاوہ کس میں اتنا ظرف ہے جو میرے جیسی غلاظت کو اپنی زندگی میں پھیلائے گا؟''

''اپنے بارے میں ایسا مت کہو۔'' عارش کو ناگوار گزرا تھا۔

''دنیا کہتی ہے۔ صرف میری زبان روکنے سے سچ بدل نہیں جائے گا'' وہ زہریلے لہجے میں بولی تھی۔

''میں اس دنیا کو بھی روک سکتا ہوں مگر تم اپنے بارے میں ایسا سوچ کر اس شخص کو ٹھیس پہنچا رہی ہو، جس نے تمہارے لیے سب کچھ تیاگ دینے سے گریز نہیں کیا۔'' کوشش کے باوجود وہ لہجے کی ناگواری نہیں چھپا سکا تھا۔

''میں نہیں چاہتی کہ ان کے بعد اب ایک اور انسان اپنا سب کچھ تیاگ دے۔ نہ ہی کسی انسان میں اتنا ظرف ہوگا۔ میں کبھی شادی نہیں کروں گی۔ کبھی نہیں۔'' اس کے قطعی لہجے نے عارش کو شدید دھچکا پہنچایا تھا۔

''تم نے مامی سے بھی یہ سب کہا ہے؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''کئی بار'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ تلخی سے بولی تھی۔ عارش کو یاد آرہا تھا کہ کیوں فاطمہ اس کی شادی کے ذکر پر خاموش اور افسردہ ہو جاتی ہیں۔

''تم ان کے ساتھ اتنی بے رحم کیسے ہو سکتی ہو؟'' اس کے بجھے لہجے پر خرمن نے بس اسے دیکھا تھا جو اس کے چہرے سے نظر ہٹاتا تیزی سے کچن سے نکل گیا تھا۔

❀-----O-----❀

تیز قدموں کے ساتھ وہ سیڑھیوں کی طرف جاتے تین سالہ فائز تک پہنچی تھی۔

''ایک بار سیڑھیوں سے لڑھکنے کے بعد سکون نہیں ملا تمہیں؟'' اُسے گھُرکتے ہوئے فاروق کی سمت متوجہ ہوئی تھی جن کی آمد اسی وقت ہوئی تھی۔ انہیں سلام کرتے ہوئے وہ ان کے بے انتہا سنجیدہ چہرے پر کچھ تشویش میں مبتلا ہوئی تھی۔ جبکہ فاروق رُکے بغیر آگے بڑھ گئے تھے۔ لاؤنج میں بیٹھی عروسہ نے چونک کر پہلے فاروق کو اور پھر سامنے ان کے پھینکے گئے میگزین کو دیکھا تھا۔

''ذرا دیکھو، تمہارا چہیتا بھائی کامیابی کی کون کون سی حدود تک پہنچ رہا ہے۔'' ان کے ناگوار لہجے پر عروسہ نے خاموشی سے میگزین اٹھا لیا تھا۔ بیٹے کے توسط سے انہیں پہلے ہی بھائی کے کارنامے کی خبر ہو چکی تھی۔

''اب اس میں ایسا کیا ہے جو آپ کو ناگوار گزر رہا ہے؟'' عروسہ بھی ناگواری چھپا نہیں سکی تھیں۔

''اپنی آنکھوں سے دیکھو گی تو واقعی اس میں تمہیں کچھ غلط نظر نہیں آئے گا۔ بھائی کی محبت کی پٹی جو بندھی ہے آنکھوں پر۔'' فاروق نے کچھ غصیلے لہجے میں کہا تھا۔ ''تھوڑی بہت تہذیب جو بچی ہے، کچھ دنوں میں اسے بھی خود سے الگ کرنے والا ہے تمہارا بھائی۔ محنت کا کام تو ہوتا نہیں ہے اس سے، اب ایسے ہی راستوں سے دولت حاصل کرے گا۔ ورنہ باپ اور بھائی موجود تو ہیں روپے اُس پر نچھاور کرنے کے لیے۔''

''باپ اور بھائی اُس پر روپے نچھاور نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے؟ ساری زندگی پڑی ہے محنت مشقت کرنے کے لیے۔ اگر ابھی وہ اپنے شوق پورے کر رہا ہے تو کیا برائی ہے؟ میگزین میں ہی تو فوٹو چھپے ہیں، کسی اخبار میں چوری یا قتل کے جرم میں تو نہیں جو آپ اس طرح بول رہے ہیں۔''

''صحیح بات تم بہن بھائی کی سمجھ میں آتی کب ہے؟ تمہاری ان ہی باتوں نے اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ اوٹ پٹانگ حرکتیں تمہیں اس کے شوق نظر آتے ہیں۔ آخر عارش بھی تو اس کا ہی دوست ہے۔ کتنی محنت کر رہا ہے اپنے بہتر مستقبل کے لیے۔ تمہارے بھائی کی طرح بوجھ نہیں بنا ہوا گھر والوں پر۔ سچ تم سے برداشت ہی کہاں ہوتا ہے۔ میرا ہی دماغ خراب ہے جو زبان بند رکھنا بھول جاتا ہوں۔'' غصیلی نظروں سے بیوی کو دیکھتے وہ لاؤنج سے نکل گئے تھے۔

''جب دیکھو اس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے مانی نے یہاں آنا جانا ختم کر دیا ہے، اب اور کیا چاہتے ہیں؟'' عروسہ اپنے غصے کا اظہار بیلا کے سامنے کر رہی تھیں۔ خاموشی سے سننے کے علاوہ وہ اور کیا کر سکتی تھی

''اللہ نظرِ بد سے بچائے میرے دونوں بھائیوں کو۔ کتنا حسین لگ رہا ہے مانی۔ امی کو فون پر کہتی ہوں آج ہی نظر اُتاریں اس کی۔'' میگزین کو دیکھتی وہ محبت میں مغلوب ہوئی تھیں۔ بیلا کے لیے اب ضبط کرنا مشکل تھا۔ میگزین عروسہ کے ہاتھ سے

اچک کر وہ سرعت سے لاؤنج سے نکل گئی تھی۔
بیل مسلسل بجتی، خاموش ہوتی ہی تھی۔ مگر مجال ہے جو وہ ریسیو کرنے کے لیے تیار ہوتا۔ بیلا کو حیرت نہیں ہوئی تھی، جانتی تھی کہ وہ کس حد تک ناراض ہے۔ اب اتنی آسانی سے راضی ہونے والا نہیں تھا۔ مایوس ہو کر اس نے دوبارہ میگزین آنکھوں کے سامنے کر لیا تھا۔
'بہت غرور ہے تمہیں خود پر۔ مگر بیلا بھی کوئی معمولی چیز نہیں۔ تمہیں اپنے پیچھے پاگل نہ بنا ڈالا تو نام بدل دینا میرا۔'
شدید ناراضگی میں وہ اُس کی تصویر کو تکتی خود کو ہی چیلنج دے رہی تھی۔

❀------○------❀
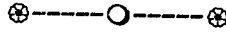
آہٹ پر انہوں نے دروازے کی جانب دیکھا تھا۔ خرمن دودھ کا گلاس تھامے اندر داخل ہو رہی تھی۔
''آپ کی دوا کا وقت ہو گیا ہے۔'' گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتی وہ بولی تھی جبکہ احمد حسین نے ایک بار پھر اس کے زرد چہرے کو دیکھا تھا۔
''پہلے تم یہاں بیٹھو میرے سامنے۔'' انہوں نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔
''میں اب ٹھیک ہوں بیٹا! میری فکر میں تم نے اپنی طبیعت خراب کرنے کا تہیہ کیوں کر رکھا ہے؟'' اس کے سر پر ہاتھ رکھے وہ نرم لہجے میں بولے تھے۔
''آپ بالکل ٹھیک نہیں ہوئے ہیں، پھر میں کیسے آپ کی فکر نہ کروں؟ آپ سے ہی تو میری زندگی ہے۔ آپ کے بغیر میرا کوئی وجود نہیں۔ بس آپ ٹھیک ہو جائیں، میں آپ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتی۔ بابا! مجھے بہت عجیب سا ڈر لگ رہا ہے۔''
سر جھکائے وہ لرزتے کانپتے لہجے میں بول رہی تھی۔
''خرمن! اس طرح رو کر تم اپنے باپ کو تکلیف پہنچا رہی ہو۔ کس چیز کا ڈر ہے، مجھے بتاؤ؟'' اس کے آنسو صاف کرتے وہ پُرشفقت لہجے میں پوچھ رہے تھے۔ 'میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں کسی چیز سے بالکل بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری بیٹی میری طرح ہی بہت ہمت والی ہے۔ وہ سر اُٹھا کر دنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چلنا جانتی ہے۔ مجھے بتاؤ تمہیں کس بات نے پریشان کر رکھا ہے؟''
''پریشان تو اب تک میں آپ کو کرتی آئی ہوں بابا!'' بھیگی آنکھوں کے ساتھ وہ بے بس لہجے میں بولی تھی۔ ''میں نے آپ کو آپ کے اپنوں سے دُور کر دیا، میری وجہ سے آپ نے خود کو بھی بھلا دیا۔''
''تم یہ سب کب سے سوچنے لگی ہو خرمن؟'' احمد حسین بری طرح دنگ ہوئے تھے۔
''ہمیشہ سے یہی سوچتی ہوں کہ میری زندگی آپ کے لیے اور امی کے لیے کتنی بھاری ثابت ہوئی ہے۔ میں ایسا کیا کروں کہ میری وجہ سے جو آپ نے تکلیفیں اُٹھائی ہیں، ان کا ازالہ ہو جائے۔ میرا ایسا کون سا عمل ہو گا جو آپ کے احسانوں کے برابر ہو گا؟''
''خاموش ہو جاؤ خرمن! تمہاری یہ باتیں میرے لیے اذیت بن رہی ہیں۔'' وہ شدید تاسف سے اسے دیکھتے ٹوک گئے تھے۔ ''اولاد کی پرورش، اس سے محبت ماں باپ کا فرض ہے۔ اسے احسان کا نام مت دو۔ احسان تو تم نے ہم پر کیا ہے۔ تم نے اپنی ماں کی سونی گود کو آباد کیا ہے۔ تمہاری وجہ سے میرے گھر میں، میری زندگی میں رونق ہے۔ ہمارے جینے کی وجہ بن کر تم اس دنیا میں آئی ہو، تم میرے پاس نہ ہوتیں تو ساری دنیا کی دولت بھی میرے کسی کام کی نہ تھی۔ تمہارے لیے اتنا کافی ہونا چاہیے کہ تم میری اولاد ہو۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم آئندہ کبھی اپنے بارے میں غلط نہیں سوچو گی۔ کبھی خود کو کسی سے کم تر نہیں سمجھو گی۔''
''میں آپ کی باتیں سمجھ چکی ہوں۔ میری بات سے آپ کو تکلیف پہنچی اس کے لیے مجھے معاف کر دیں۔ مگر آپ بھی مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ کو میرے لیے جلد از جلد ٹھیک ہونا ہے۔'' وہ بھرّائے لہجے میں ہی بولی تھی۔

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں مگر میں ٹھیک تب ہو سکتا ہوں جب تم مجھے دوا دو گی۔'' ان کے یاد دلانے پر وہ شرمندہ ہوئی تھی۔

''اوہ...... میں تو بھول ہی گئی۔'' سرعت سے اس نے سائیڈ ٹیبل سے ٹیبلٹس اور گلاس اُٹھایا تھا جبکہ احمد حسین اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو دروازے کے قریب ہی دیوار سے پشت لگائے کھڑا تھا۔

''عارش! تم وہاں کھڑے کھڑے تھک گئے ہو گے۔ بہتر ہے کہ یہاں آ کر بیٹھ جاؤ۔'' احمد حسین نے اسے مخاطب کیا تھا بلکہ خرمن بھی چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''ایک تو میں جب آپ سے بات کرنے بیٹھتی ہوں کوئی نہ کوئی نازل ہو جاتا ہے۔'' کینہ توز نظروں سے اس نے بیڈ کے دوسری جانب بیٹھتے عارش کو دیکھا تھا۔

''ماموں جان! آج آپ ایک سچ بلا خوف و خطر سب کے سامنے قبول کر لیں کہ آپ سب سے زیادہ محبت مجھ سے کرتے ہیں۔'' عارش کی اس بے موقع بات پر احمد حسین بس اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔

''کیوں...... تمہارے اندر ایسے کون سے ہیرے موتی، لعل جڑے ہیں جو تم اس خوش فہمی میں مبتلا ہو؟'' خرمن نے تنک کر اسے دیکھا تھا۔

''ماموں جان! آپ سچ قبول کریں، میں سننا چاہتا ہوں۔'' خرمن کی طرف کوئی بھی توجہ دیئے بغیر وہ بہت اچھی طرح احمد حسین کو شش و پنج میں ڈالتا لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''بات سنو! جب تک میں زندہ ہوں، تمہاری یہ حسرت کبھی پوری نہیں ہو گی، سمجھے؟'' شدید ناگواری سے اسے دیکھتی وہ پیر پٹختی کمرے سے نکل گئی تھی۔

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم اور خرمن دونوں میرے لیے برابر ہو۔ پھر بھی یہ سوال تم نے خرمن کے سامنے کیا۔'' احمد حسین کے گھر کنے پر وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔

''مگر آپ یہ سچ بھی تو اس کے سامنے قبول نہیں کرتے۔''

''اس لیے کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ تم سے بیر باندھ لے۔'' احمد حسین نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''وہ مجھے برابر کا درجہ دینے کے لیے تیار نہیں، اور میں اپنا درجہ نیچے کرنے کے لیے تیار نہیں۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا تھا۔

''تو پھر اس بلا وجہ کی تکرار کرنے سے بہتر ہے کہ خاموش رہو۔ تم جانتے ہو کہ تمہارا اس گھر میں کیا مقام ہے؟'' احمد حسین نے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''آپ تو سنجیدہ ہو گئے۔ میں تو صرف خرمن کو تنگ کر رہا تھا۔ آپ کی بیٹی کے سامنے ڈٹ کر مجھے دھکے کھا کر اس گھر سے نکلنا نہیں ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''عارش! تم نے اس کی باتیں سنیں؟'' احمد حسین یکدم سنجیدہ سے ہو گئے تھے۔

''میں نے اسے زیادہ بولنے کا موقع نہیں دیا، مگر مجھے اندازہ ہے کہ وہ اپنے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتی۔ پتہ نہیں کون سے اندیشے اور وسوسے اس کے دل میں پنپ رہے ہیں۔ بے شک وہ کچھ کہتی نہیں مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھے اس کے دل کی خبر نہ ہو۔''

''آپ بھی تو کسی سے کچھ نہیں کہتے۔ مگر میں بھی آپ کے دل سے بے خبر نہیں ہوں۔'' عارش نے بغور ان کے تاثرات دیکھے تھے۔ ''آپ خرمن کے لیے بہت پریشان رہتے ہیں، میں جانتا ہوں۔'' اس کے مزید کہنے پر احمد حسین کچھ بول نہیں سکے تھے۔ ''ماموں جان! آپ کی پریشانیاں صرف آپ کی نہیں ہیں۔ آپ مجھے کیوں بھول جاتے ہیں؟ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ کو مجھ پر اتنا اعتبار تو کرنا چاہیے۔'' اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

''ایسا مت کہو عارش! میرے بعد تم ہی اس گھر کے سب کچھ کہو۔ میں واقعی اس سوچ میں پریشان ہو جاتا ہوں کہ خرمن کا مستقبل کیا ہو گا؟ اس گھر کے باہر کوئی ایسا انسان نہیں ہو گا جو اسے اس کی حقیقت کے ساتھ قبول کرے گا۔'' وہ بہت کمزور اور

آزردہ لہجے میں بول رہے تھے۔ ''ہر باپ کی طرح میری بھی یہی خواہش ہے کہ اپنی بیٹی کو شاد و آباد دیکھوں۔ اپنی زندگی میں اسے مضبوط ہاتھوں میں سونپ کر اطمینان کا سانس لوں۔ اگر میں اپنی یہ ذمے داری پوری نہ کر سکا تو مجھے قبر میں بھی سکون نہیں ملے گا۔ میری ساری زندگی کی محنت اور جدوجہد بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔'' احمد حسین بہت مضطرب ہو کر بولے تھے۔

''آپ ایسا مت سوچیں۔ آپ اب تک اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لے خود کو وقف کرتے رہے ہیں۔ اللہ کبھی آپ کی جدوجہد کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ آپ اس کی ذات سے پُر اُمید رہیں، آپ کی خواہش ضرور اللہ پوری کرے گا۔ خرمن کی زندگی کو مزید بہتر کرنے کے لیے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ اپنی ساری پریشانیاں مجھے دے دیں اور بس پہلے کی طرح فٹ ہو جائیں۔'' ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

''ظاہر ہے، میں اپنی پریشانیاں تم سے ہی بانٹوں گا۔ مگر تم ابھی سے ذمے داریاں اُٹھانے کے لیے بے چین مت ہو۔ ابھی تمہیں بہت آگے جانا ہے اپنے لیے بہت کچھ کرنا ہے۔''

''ماموں جان! ذمے داریاں تو انسان کے آگے بڑھنے کا محرک بنتی ہیں لہٰذا آپ دامن نہ بچائیں، میں اب چھوٹا سا بچہ نہیں رہا۔'' اس کے کچھ ناراض لہجے پر احمد حسین بس دھیرے سے مسکرائے تھے۔

❁------○------❁

گیٹ سے وہ اندر داخل ہوا تھا، اسی وقت عروسہ اپنے پارلر کا گلاس ڈور کھولتی باہر آئی تھیں۔

''آپ دنیا کی پہلی بہن ہوں گی، جو فون پر بھی اپنے بھائی کی زندگی اجیرن کیے رکھتی ہیں۔ آپ کے اور آپ کی والدہ محترمہ کے احکامات پورے کرتے کرتے ایک دن میں ہی اس دنیا سے نکل جاؤں گا۔'' وہ شاید پہلے سے ہی کسی بات پر غصے میں تھا جبکہ اس کے برسنے پر عروسہ کی مسکراہٹ غائب ہوگئی تھی۔

''ایک تو جان چھڑا کر بھاگ گیا پردیس، اب سب نے مجھے فٹ بال بنا لیا ہے۔''

''کبھی ہنسی خوشی بہن کے پاس مت آنا۔ اتنی بار فون کرنے پر اب آئے ہو مگر دماغ عرشِ معلٰی پر پہنچا ہوا ہے۔'' عروسہ نے اُسے گھرکا تھا۔

''اب آپ کے طعنے سننے کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔ کیا کام ہے، جلدی بتائیں؟'' وہ اُکھڑے انداز میں ہی بولا تھا۔

''کوئی کام نہیں ہے۔ جاؤ جہاں جانا ہے۔ یہاں وقت برباد مت کرو۔'' عروسہ غصے میں بولتی واپس پلٹ گئی تھیں۔

''کام تو بتا دیں۔'' وہ زِچ ہوا تھا۔ مگر عروسہ نہیں رُکی تھیں، جھلا کر واپس پلٹتے ہوئے اُس نے سیڑھیوں کے قریب ہی فائز اور فلک کو دیکھا تھا جو اس کی جانب بھاگے آ رہے تھے۔ اب عثمان کا فوراً جانا مشکل تھا۔ ان دونوں کو بازوؤں میں دبائے وہ سیڑھیاں طے کرتا اوپر آ گیا تھا۔ شور کی آواز پر بیلا سرعت سے کچن سے باہر نکلی تھی۔ بچوں کو چھوڑ کر وہ اس کی سمت آ گیا تھا۔

''کیوں بلایا تھا آپی نے؟'' اس کے سوال پر بیلا نے ایک پل کو رُک کر اُس کے تنے ہوئے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''ابھی تک ناراض ہو؟'' وہ اُترے چہرے کے ساتھ بولی تھی۔

''کام کی بات کرو۔ خوامخواہ کے ڈرامے نہ کرو میرے سامنے۔'' وہ بگڑے لہجے میں بولا تھا۔ ''ایک دم سے اجنبی بن کر فاصلے پر مت چلے جایا کرو عثمان! میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ ایک دن بھی تمہاری آواز سنے بغیر میرے لیے جینا مشکل ہو جاتا ہے اور تم اتنے اتنے دن تک......'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ لرزتے لہجے میں بات مکمل نہ کر سکی تھی۔ چند لمحوں تک عثمان وہیں رُکا اُسے کچن میں غائب ہوتا دیکھتا رہا تھا۔ ہر بار کی طرح آج بھی وہ اپنے آنسوؤں کے ہتھیاروں سے اُسے زیر کر گئی تھی۔ کچن میں داخل ہو کر اس نے بیلا کو دیکھا تھا جو ہاٹ پاٹ شاپر میں رکھ رہی تھی۔

''میرا بھی دم گھٹنے لگتا ہے اس وقت جب تم اپنے بھائی کے سامنے مجھ سے لاتعلق ہو جاتی ہو، زبان بند کیے مجھے دو کوڑی کا ہوتے ہوئے دیکھتی رہتی ہو۔'' ایک جھٹکے سے اس کا رخ اپنی طرف کرتا وہ سلگتے لہجے میں بولا تھا۔

''اس وقت تم سے زیادہ اذیت مجھے ہوتی ہے اپنی بزدلی، کم ہمتی پر۔ اسی چیز کی سزا دیتے ہو تم مجھے۔'' بھیگی آنکھوں سے اُسے دیکھتی وہ بولی تھی جس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

''تمہیں نہیں، خود کو سزا دیتا ہوں۔ تمہیں اس گھر میں پیدا نہیں ہونا چاہئے تھا، یا پھر میری بہن کو اس گھر میں آ کر آباد نہیں ہونا چاہئے تھا۔ صرف آپی کی وجہ سے میں اس شخص کو برداشت کرتا ہوں، ورنہ.....'' جھینپتے لہجے میں وہ جملہ ادھورا چھوڑ گیا تھا۔

''ہر وقت میرے خوف میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ وہ کبھی میرے لیے تمہیں قبول نہیں کریں گے۔ بھابی جب ان سے ہمارے بارے میں بات کرتی ہیں وہ غصے میں آ جاتے ہیں۔ ہر بار انکار کر دیتے ہیں۔ اب ایسے میں، میں کس کے سامنے اپنی پریشانیاں رکھوں؟ ناراضگی میں تو تم میری آواز تک سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔'' بھرّائے لہجے میں بولتے ہوئے بیلا کی آنکھیں پھر لبریز ہونے لگی تھیں۔

''تم مجھے ناراض ہونے کا موقع مت دیا کرو۔ تم ہی میرا ساتھ چھوڑ دو گی تو میں کس طرح حالات کا سامنا کر سکوں گا؟ تم میرے بارے میں کیوں نہیں سوچتیں؟'' وہ زِچ ہو کر بولا تھا۔ ''اب یہ آنکھیں صاف کرو۔ یا میں نکال کر صاف کروں؟ جانتا ہوں کس طرح اپنے بھائی کے سامنے تمہارا دم خشک ہو جاتا ہے۔'' اُس کے گھرکنے پر بیلا نے جلدی سے آنکھیں خشک کی تھیں۔

''کیا ہے اس میں؟ مجھے تو حلیم کی خوشبو آ رہی ہے۔'' شاپر کا جائزہ لیتا وہ بولا تھا۔

''بھابی نے حلیم بنائی ہے، وہی تمہاری طرف بھیجنا تھی۔ فاران کو کرکٹ سے فرصت نہیں، اسی لیے تمہیں بلایا تھا۔''

''یہ ہاٹ پاٹ تو تنہا میں ہی ختم کر دوں گا۔'' وہ بولا تھا۔

''معلوم ہے، اسی لیے تمہارا حصہ میں نے الگ نکال رکھا ہے۔ یہیں کھا کر جاؤ۔ میں نکالتی ہوں۔'' بیلا نے کہا تھا اور جھٹ پٹ حلیم کے ساتھ دیگر لوازمات بھی ٹیبل پر رکھ دیئے تھے۔

''بہت زبردست حلیم بنائی ہے آپی ہے۔ میں نے بلاوجہ اُنہیں ناراض کر دیا۔'' حلیم کھاتے ہوئے عثمان کو افسوس ہوا تھا۔

''تم سے نہیں ہونے والی وہ ناراض۔ اُن کا سارا غصہ مجھ پر ہی اُترتا ہے۔'' کولڈ ڈرنک کا گلاس اس کے سامنے رکھتی وہ جتا رہی تھی۔

''خبردار! میری بہن کے بارے میں کچھ مت کہنا۔'' عثمان نے فوراً تنبیہہ کی تھی جبکہ وہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

''تمہارے جلاد بھائی نے کس وقت گھر آنا ہے؟ شام تو ہونے والی ہے۔'' عثمان کو یاد آیا تھا۔

''ابھی ان کی واپسی میں بہت وقت ہے۔ آرام سے حلیم کھاؤ، ذرا تحمل سے۔'' بیلا نے دھیرے سے ہنستے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ ''سنو! تم نے میگزین کے لیے فوٹو سیشن کروا لیا اور مجھے بھنک تک نہیں لگنے دی۔'' وہ شکایت کر رہی تھی۔

''بس اچانک سب ہوتا چلا گیا۔ ایک آفر آئی، میں نے قبول کر لی۔ تمہیں ضرور بتاتا اگر ناراض نہ ہوتا۔'' وہ اطمینان سے بولا تھا۔

''ویسے فوٹوز کافی اسٹائلش تھیں، مگر ہاٹ زیادہ۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بیلا نے اُسے دیکھا تھا۔

''غلط......تم ساتھ ہوتیں تو یقیناً درجہ حرارت زیادہ بڑھ جاتا۔'' عثمان کے فوراً ہی کہنے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''تمہارے بھیا تو بے خبر نہیں رہے ہوں گے؟ میری ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے ہیں۔'' سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''اتنے دن بعد بات کر رہے ہو، صرف اپنی بات کرو۔'' وہ ناراضگی سے بولی تھی۔

''اپنی باتیں نہیں، مسائل ہیں۔ڈگری ہاتھ میں آنے میں تو زیادہ وقت نہیں ہے، مگر جاب ملنے میں جانے کتنا عرصہ لگے گا۔کبھی کبھی تو سوچتا ہوں، بھائی کے پاس چلا جاؤں۔''
''ایسا سوچنا بھی مت۔ سات سمندر پار جانے سے پہلے مجھے کسی سمندر میں غرق کر دینا۔'' بیلا کا چہرہ ہی سفید پڑ گیا تھا۔
''میں نے صرف ایک بات کی ہے۔''
''میرے سامنے یہ بھیانک باتیں مت کیا کرو۔ اگر تم نے دوبارہ ملک چھوڑ کر جانے کی بات کی تو میں یہ دنیا چھوڑ دوں گی۔'' وہ بے طرح جذباتی ہوئی تھی۔
''فضول باتیں مت کرو۔ کہیں نہیں جا رہا میں۔ مجھے تو یہیں رہ کر تمہارے بھائی کے سامنے لوہا منوانا ہے اور تمہیں اس گھر سے لے کر جانا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔
''یہ سب اتنا آسان نہیں ہے، تم جانتے ہو۔'' بیلا بجھے بجھے لہجے میں بولی تھی۔
''برہان بھائی کچھ عرصے میں آنے والے ہیں۔ ان کے آنے کے بعد ہی میں کوئی قدم اُٹھاؤں گا۔''
''ہاں۔شاید وہ بھائی کو راضی کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔'' بیلا کا لہجہ اُمید بھرا تھا۔
''اور یہ تم کیا بھائی سے میری شکایتیں کرتی رہتی ہو۔ کیا سوچتے ہوں گے وہ؟'' عثمان نے اسے گھورا تھا۔
''جو بھی سوچتے ہیں، سوچنے دو۔ ان سے کچھ چھپا نہیں ہے۔'' وہ ڈھٹائی سے بولی تھی۔
''ویسے ہو سکتا ہے، بھائی کی آزادی یہاں آ کر ختم ہو جائے۔ امی اور آپی تو پوری طرح تیار ہیں۔'' سنک کی طرف جاتا وہ بتا رہا تھا۔
''مجھے تو مشکل لگ رہا ہے۔ جب بھی ان سے بات ہوتی ہے، ایک خاتون کا بہت ذکر ہوتا ہے۔ محترمہ سنجیدگی سے انوالو ہیں۔'' ٹیبل سے چیزیں سمیٹتی وہ بتا رہی تھی۔
''تمہیں ساری خبریں ہوتی ہیں، اپنے بھائی کو میرے پیچھے چھوڑ کر خود میرے بھائی کی جاسوسی میں لگی ہو۔'' بولتے ہوئے وہ قریب آیا تھا اور اگلے ہی پل اس کے دوپٹے کے پلو سے ہاتھ خشک کرنے شروع کر دیئے تھے۔
''یہ کیا حرکت ہے، بدتمیز انسان!'' وہ چیخی تھی۔
''تم تمیز سکھانے آ جاؤ میری زندگی میں، اپنے بھائی سے اجازت لے کر۔'' اس کے بال کھینچتا وہ سرعت سے دُور ہوا تھا اور اگلے ہی پل شاپر اُٹھاتا کچن سے باہر تھا۔
''مان! بات سنو، بھابی تو احمد انکل سے ہاسپٹل میں ہی مل آئی تھیں، مگر میں نہیں جا سکی۔ کل تم مجھے لے جاؤ گے خرمن کے گھر؟'' اس کے پیچھے آتی بیلا نے آواز لگائی تھی۔
''میرا کوئی بھروسہ نہیں۔ تم فاران کے ساتھ چلی جانا۔'' رُکے بغیر وہ بولا تھا اور تیزی سے سیڑھیاں اُترتا یکدم رُکا تھا۔ اوپر ہی آتے فاروق نے بس ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی اور دوسری نگاہ ان کے اوپر رُکی بیلا پر ٹک گئی تھی جو وہیں فریز ہو چکی تھی۔ عثمان کے سلام کا جواب انہوں نے سر کے اشارے سے دیا تھا جبکہ وہ دوبارہ اسی تیزی سے ان کے برابر سے گزرتا آگے بڑھ چکا تھا۔
''کیوں آیا تھا یہ؟'' کڑی نظروں سے انہوں نے بیلا کو دیکھا تھا۔
''بھابی نے بلایا تھا۔ حلیم گھر بھیجنا تھی۔'' ان کے چمکتے جوتوں پر نظر جمائے وہ بمشکل بولی تھی۔
''عروسہ کہاں ہے؟'' دوسرا سوال آیا تھا۔
''وہ نیچے ہیں۔'' اس بار آواز بیلا کے حلق میں اٹکی تھی۔ وہ نظر اُٹھا کر اُن کی جانب دیکھ تو نہیں سکی تھی، مگر انہوں نے اپنے پیچھے جس طرح دروازہ بند کیا تھا، بیلا کی سانس اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی تھی۔

❀------O------❀

کھلتے دروازے سے فاطمہ نظر آئی تھیں، اُنہیں سلام کرتا وہ اندر داخل نہیں ہو سکا تھا کہ فاطمہ نے روک دیا تھا۔

''پہلے اپنی بائیک اندر لاؤ۔'' وہ قطعی انداز میں بولی تھیں۔

''لے آؤں گا مامی! ابھی مجھے تو اندر آنے دیں۔'' وہ کوفت سے بولا تھا۔

''میں نے جو کہا ہے، وہ کرو۔ یہ بد بخت جب تک باہر کھڑی رہے گی، تم بھی گھر میں نہیں رُکو گے۔ پہلے ہی گیارہ بجا کر گھر آئے ہو۔'' فاطمہ نے انتہائی سختی سے اُسے گھر کا تھا۔

''بہت بھوک لگ رہی ہے مامی! مجھ میں ہمت نہیں ہے ابھی کہ میں اس بائیک کو اندر تک لاؤں۔'' بھوک کی اذیت چہرے پر پھیلائے وہ کسی صورت بائیک اندر نہیں لانا چاہتا تھا کہ آج رات عثمان کے ساتھ خالی سڑکوں پر طویل رائیڈ لینے کا پروگرام تھا۔ ہر وِیک اینڈ ان دونوں کی نائٹ رائیڈ ہوتی تھی۔

''تم ایسے نہیں مانو گے، مجھے خرمن کو بلانا ہی پڑے گا۔ تم اُسی کی زبان سمجھتے ہو۔'' فاطمہ کی دھمکی نے اُسے سیدھا کر دیا تھا۔

''اُسے کیوں درمیان میں لا رہی ہیں؟ مان تو رہا ہوں آپ کی بات۔'' جھلّائے ہوئے انداز میں بولتا وہ بائی کی طرف پلٹ گیا تھا۔ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے فاطمہ گیٹ کے سامنے سے ہٹتیں اس کے ناراض تاثرات کو ہی دیکھ رہی تھیں۔

''تم پہلے کھانا کھا لو، پھر اپنے ماموں کے پاس چلے جانا۔ تمہیں پوچھ رہے تھے۔'' فاطمہ کی ہدایت پر وہ ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''خیریت ہے؟''

''ہاں، وہ بس تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔'' فاطمہ کے مبہم سے لہجے نے اسے حیران کیا تھا۔

''پھر میں کھانا بعد میں کھاؤں گا، پہلے ان سے بات کروں گا۔'' بولتا وہ برآمدے کی سمت بڑھ گیا تھا۔ کتاب بند کر کے ایک طرف رکھتے وہ دوبارہ اُس کی طرف متوجہ تھے جو بیڈ کے کنارے ہی سامنے بیٹھ رہا تھا۔

''آج تم کافی لیٹ ہو گئے ہو، ایسی صورت میں گھر آنے تک ہر پانچ منٹ بعد اپنی مامی کو فون کرتے رہا کرو، ورنہ یہ اپنے ساتھ ساتھ سب کو ہولاتی رہتی ہیں۔'' مسکراتے ہوئے انہوں نے فاطمہ کو بھی دیکھا تھا جو کچھ فاصلے پر کرسی پر بیٹھ رہی تھیں۔

''آپ نے کہہ دیا اور اس نے کر لیا فون۔ آپ خود دیکھیں، صبح سے جو نکلا ہے تو اب چہرہ دکھا رہا ہے۔'' فاطمہ نے ناراضگی سے کہا تھا۔

''میں ایک گھنٹہ تو لیٹ ہوا ہوں مامی! اکیڈمی میں ایکسٹرا کلاس لینی پڑتی ہے۔ کہیں آپ کو یہ تو نہیں لگ رہا کہ میں ڈیٹنگ پر جانے لگا ہوں؟'' عارش نے مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''اب یہ کون سی نئی جاب نکل آئی ہے؟'' فاطمہ کے حیران سوالیہ لہجے پر وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔

''فاطمہ! تمہیں اس لڑکے سے زیادہ معصوم کوئی نظر نہیں آتا، مگر میں تمہیں لکھ کر دینے کے لیے تیار ہوں کہ یہ لڑکا تمہاری بیٹی سے بھی چار چھ ہاتھ آگے ہے۔'' احمد حسین نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''مامی! اس وقت آپ مجھے اتنی حسین لگ رہی ہیں کہ میری نظر ہی آپ کو نہ لگ جائے۔ ابھی جا کر نظر اُتروائیں، اپنی جھاڑ پھونک کرنے والی بیٹی سے۔'' عارش نے مزید ہنستے ہوئے کہا تھا۔

''اس کے سامنے یہ سب کہو، بتائے گی تمہیں اچھی طرح سے۔ اور ہزار بار کہا ہے تم سے کہ میرے سامنے زیادہ انگریزی مت بولا کرو۔'' فاطمہ نے اُسے گھر کا تھا۔

''میرے فرشتوں کی توبہ، یہ دیکھیں میں نے اپنے کان پکڑ لیے ہیں۔'' عارش نے واقعی اپنے کان پکڑے تھے۔

''عارش! میرا خیال ہے کہ تمہیں جاب یا اکیڈمی میں سے کسی ایک چیز کو چھوڑ دینا چاہیے۔'' احمد حسین بولے تھے۔

''ماموں جان! آپ جانتے ہیں کہ آپ سب کی دعاؤں سے وقت سے پہلے مجھے اتنی اچھی جاب مل گئی ہے، اس میں آگے بڑھنے کے مواقع بہت زیادہ ہیں، سو میں جاب چھوڑ کر ناشکری نہیں کرنا چاہتا۔ جبکہ میرے ہاتھ میں ابھی ڈگری بھی نہیں ہے۔ اور جہاں تک بات ہے اکیڈمی کی تو میں وہاں ایکسپیرئنس کے لیے اپنا وقت دے رہا ہوں۔ کیونکہ آپ کو بھی پتہ ہے کہ میں اپنی اکیڈمی شروع کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے تفصیل بتا رہا تھا۔

''تو پھر کب شروعات کر رہے ہو؟'' احمد حسین نے پوچھا تھا۔

''بس ایگزامز کے فوراً بعد۔'' وہ بولا تھا۔ ''عثمان میرے ساتھ ہوگا، مزید کچھ فرینڈز ہیں میرے جو اس کام میں میرے ساتھ ہوں گے۔''

''پھر تو تم رات میں بھی گھر آ کر شکل نہیں دکھاؤ گے۔'' فاطمہ بول اُٹھی تھیں اور پھر شوہر کو دیکھا تھا۔

''آپ کو جو بات کرنی ہے، وہ کر لیں پہلے۔ اس نے ابھی کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔''

''کیا بات کرنی تھی آپ کو، میں تو پوچھنا ہی بھول گیا۔'' عارش مکمل طور پر ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''آج عثمان کی والدہ آئی تھیں، بتا رہی تھیں کہ برہان آ رہا ہے۔ اس کے واپس جانے سے پہلے وہ اس کی شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔'' احمد حسین بولے تھے۔

''مانی سے مجھے معلوم ہوا تھا، مگر اس میں ایسی کیا بات ہے؟'' کچھ اُلجھے انداز میں اس نے فاطمہ کو دیکھا تھا۔

''باتوں باتوں میں وہ خرمن کے لیے ارادہ ظاہر کر گئی ہیں۔'' فاطمہ کے انکشاف پر وہ دنگ نظروں سے انہیں دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

''ان کی باتوں سے اندازہ ہوا ہے کہ وہ باقاعدہ طور پر عروسہ کے ساتھ رشتہ لے کر آئیں گی۔'' فاطمہ کے مزید کہنے پر عارش کے تاثرات بالکل سپاٹ ہو گئے تھے۔

''آپ دونوں کیا سوچ رہے ہیں اس بارے میں؟'' رُکی سانسوں کے ساتھ اس نے دونوں کو ہی دیکھا تھا۔

''دیکھا جائے تو عثمان کے گھر والوں سے ہمارے تعلقات اس وقت سے ہی مضبوط ہیں جب ہم اس شہر میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ گھر آنگن ایک رہا ہے۔ برہان اچھا لڑکا ہے، دور جانے کے باوجود وہ ہم سے اسی طرح رابطے میں ہے، جس طرح اپنے گھر والوں سے۔ اس بارے میں کچھ تو سوچنا پڑے گا۔'' احمد حسین کے سنجیدہ لہجے پر وہ خاموش نہیں رہ سکا تھا۔

''اس بارے میں سوچنے سے پہلے آپ کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ خرمن کے لیے آپ کسی پر اتنا بھروسہ کر سکتے ہیں کہ اس کی حقیقت سب کے سامنے کھول دیں؟'' اس کے سوال پر احمد حسین نے ایک نظر فاطمہ کو دیکھا تھا۔

''عارش! کسی نہ کسی پ بھروسہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ آخر خرمن کی شادی کہیں نہ کہیں تو کرنی ہے۔ پھر ہم ان پر بھروسہ کیوں نہ کریں جو ہمارے قریب ہیں۔'' فاطمہ متفق نہیں ہوئی تھیں۔

''آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں کہ خرمن کے بارے میں سب کچھ جان کر بھی عثمان کے گھر والے کوئی اعتراض نہیں اُٹھائیں گے؟'' عارش نے کہا تھا۔

''کیونکہ برسوں سے ان سے تعلق داری ہے۔ اتنا عرصہ کافی ہے فیصلہ کرنے کے لیے کہ کس پر بھروسہ کریں، کس پر نہیں۔'' قطعی لہجے میں بول کر فاطمہ نے احمد حسین کو دیکھا تھا۔

''ہم انکار نہیں کریں گے۔ ہمیں یہ رشتہ قبول کرنا ہے۔ میں خرمن کو اپنے گھر میں آباد دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''مامی! یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔ اس طرح جذبات میں آ کر آپ خرمن کا پردہ کسی کے سامنے نہیں اُٹھا سکتیں۔ وہ شخص چار سال سے امریکہ میں زندگی گزار رہا ہے اور اس عرصے میں بہت کچھ بدل جاتا ہے۔ آپ صرف شادی پر فوکس کر رہی ہیں۔ زندگی خرمن نے گزارنی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ راضی نہیں ہوگی۔ اور اگر کسی دباؤ میں آ کر اس نے سر جھکا بھی دیا تو وہ کس طرح ایڈجسٹ کر سکے گی؟ یہاں اور امریکہ کی زندگی میں بہت فرق ہے۔ آپ اس کی آگے کی زندگی کے

بارے میں بھی تو سوچیں۔'' ناگواری چھپائے وہ بولا تھا۔
''تم کیا چاہتے ہو، میں تمہاری رائے جاننا چاہتا ہوں۔'' احمد حسین پوچھ رہے تھے۔ جواباً ایک پل کو رُک کر عارش نے فاطمہ کو بھی دیکھا تھا۔
''انکار کر دیں۔'' وہ بولا تھا۔
''ایسے کیسے انکار کر دیں؟ اتنا اچھا رشتہ ہے، میں اسے ٹھکرا نہیں سکتی۔'' فاطمہ فوراً ہی بولی تھیں۔
''مامی! یہ سب قبل از وقت ہے۔ خرمن نے ابھی دنیا کو دیکھنا شروع کیا ہے۔ وہ ایم اے کی تیاری شروع کر رہی ہے، بیوٹیشن بننے کا خواب دیکھ رہی ہے اور آپ جلد بازی میں اسے پھر سے کنوئیں میں قید کر رہی ہیں۔'' وہ زِچ ہو کر بولا تھا۔
''اسے جو کرنا ہے بعد میں بھی کر سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ لقمان بھائی اور عطیہ ہر صورت خرمن کو قبول کریں گے۔'' فاطمہ کسی صورت اپنے مؤقف سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تھی۔
''مامی! اتنی توقعات کسی انسان سے وابستہ نہیں کرنی چاہئیں۔ آپ انکار کر دیں۔ ورنہ پھر مجھے خرمن سے بات کرنی پڑے گی۔'' وہ ناگواری سے بولا تھا۔
''تم اس سے کوئی بات نہیں کرو گے۔ ہمیں جو کرنا ہے، کر لیں گے۔ اس معاملے میں تمہیں کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں۔ ابھی اتنے بڑے نہیں ہوئے تم۔'' فاطمہ کے ڈپٹنے والے انداز پر عارش نے احمد حسین کو دیکھا تھا۔ ان کی خاموشی اسے بہت کھٹکی تھی اس موقع پر۔
''ٹھیک ہے، پھر میں خاموش ہو جاتا ہوں۔ جب میری کسی بات کی اہمیت ہی نہیں ہے تو مجھ سے رائے لینی ہی نہیں چاہئے تھی۔ مجھے کوئی حق نہیں آپ کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کا۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ بولا تھا اور اگلے ہی پل تیز قدموں سے کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔

❀-----○-----❀

رسٹ واچ پر ایک نظر ڈال کر وہ کھلتے گیٹ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
''خرمن آ رہی ہے۔ مگر تم تو اندر آ جاؤ۔ بلکہ آ ہی جاؤ، میں تمہارا فیشل کر دیتی ہوں۔'' بیلا کے چہکتے لہجے پر وہ مسکرایا تھا۔
''مجھے معاف کرو، اپنے ہنر مانی پر آزماؤ۔ اسے زیادہ ضرورت ہے۔'' عارش کی بات پر وہ کھلکھلائی تھی۔ ''فاروق بھائی کو خبر ہے کہ ہمارے عثمان صاحب نت نئے ہیئر اسٹائل کے لیے تم سے رابطہ کرتے ہیں؟''
''اور زور سے بولو تاکہ اوپر بھائی تک آواز چلی جائے۔'' خشمگیں لہجے میں بولتی وہ خرمن کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ''تم یہاں کھڑی ہو اور عروسہ آپی تمہاری پکاریں لگا رہی ہیں۔ جلدی جاؤ۔'' خرمن کی اطلاع پر وہ ان دونوں کو خدا حافظ کہتی اندر بھاگی تھی۔
''تم آج اکیڈمی نہیں گئے؟'' خرمن نے بغور اُس کے تھکے تھکے چہرے کو دیکھا تھا۔
''نہیں، بس موڈ نہیں ہو رہا تھا۔'' اس سے نظر ملائے بغیر بولتا وہ بائیک کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ایک پل کو تو دل چاہا تھا کہ خرمن کو بتا دے کہ گھر میں کیا کھچڑی پک رہی ہے، اس کے بعد وہ یقیناً گھر سر پر اُٹھا لے گی اور وہ اطمینان سے دیکھے گا۔ مگر وہ ایسا صرف سوچ کر رہ گیا تھا۔ گھر میں داخل ہو کر خرمن نے ایک نظر فاطمہ کو دیکھا تھا جو خاموشی سے گیٹ کھول کر واپس برآمدے کی طرف چلی گئی تھیں، جبکہ عارش کے تاثرات بھی سپاٹ ہی تھے۔ خرمن کے لیے یہ نئی بات نہیں تھی۔ عارش ایسے ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر فاطمہ سے رُوٹھ جاتا تھا، جیسے کہ آج کل گاڑی کا مسئلہ چل رہا تھا۔ عارش گاڑی خریدنا چاہتا تھا، مگر فاطمہ مسلسل مخالفت کر رہی تھیں۔ ناراضگی کی وجہ اسے یہی لگ رہی تھی۔
''امی! آپ کی بیسٹ فرینڈ ناراض نے آپ سے۔ آپ تو اس کی سامنے سے بھی گزریں۔'' مسکراتے لہجے میں بولتے ہوئے خرمن نے اسے بھی دیکھا تھا جو خاموشی کے ساتھ اپنے کمرے کی سمت چلا گیا تھا۔

''بابا کہاں ہیں؟'' تخت کے کنارے بیٹھتی وہ فاطمہ سے پوچھ رہی تھی۔
''نماز کے لیے گئے ہیں۔ کھانا تیار ہے۔ عارش سے بھی پوچھ لو، یا میں پہلے نماز پڑھ لوں؟'' فاطمہ نے کہا تھا۔
''آپ پہلے نماز پڑھ لیں، تب تک بابا بھی آ جائیں گے۔ ساتھ ہی کھانا کھالیں گے۔'' سینڈلز کے اسٹریپ کھولتی وہ بولی تھی جبکہ فاطمہ وضو کے ارادے سے صحن کی طرف چلی گئی تھیں۔
کچھ دیر سستانے کی غرض سے وہ بھی تخت پر نیم دراز ہوئی تھی کہ گیٹ بج اُٹھا تھا۔ دروازہ کھول کر اس نے حیرت سے عثمان کے بے انتہا سنجیدہ تاثرات کو دیکھا تھا۔
''عارش کہاں ہے؟''
''گھر میں ہی ہے، آ جاؤ۔ یا یہیں بلالوں اسے؟'' اس کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے اس نے مطلب کی ہی بات کی تھی۔
''اس کے پاس وقت کہاں ہے ہم جیسے فارغ لوگوں سے ملنے کا، میں ہی جا کر حاضری دیتا ہوں۔'' ناگواری سے بولتا وہ اندر آیا تھا۔
''ہوا کیا ہے؟'' حیرانی سے پوچھتی وہ اس کے پیچھے ہی گئی تھی مگر وہ اَن سنی کرتا سیدھا عارش کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ وہ جو جوتوں سمیت بیڈ پر دراز تھا، عثمان کی آواز پر بیزاری سے اُٹھ بیٹھا تھا۔
''کیا ہوا ہے تمہیں، آخر مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟'' بگڑے تیوروں کے ساتھ عثمان پوچھ رہا تھا۔
''کچھ نہیں ہوا، کیا ہونا ہے مجھے؟'' جوتے اُتارتے ہوئے وہ بھی ناگواری سے ہی بولا تھا۔
''تم مسلسل مجھے اگنور کر رہے ہو اور کہتے ہو کچھ نہیں ہوا۔ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے یا میں تمہیں پاگل نظر آ رہا ہوں؟'' عثمان ہتھے سے اُکھڑا تھا۔
''میں اس وقت تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔'' عارش کے سخت ناگوار لہجے پر جہاں خرمن دنگ تھی، وہیں عثمان بھڑک اُٹھا تھا۔
''تمہارے حکم کا غلام ہوں کہ جب چاہو گے بلاؤ گے، جب چاہو گے دھتکار دو گے۔ کیا غلط کیا ہے میں نے تمہارے ساتھ؟ لینڈ لارڈ ہو گئے ہو جو دماغ آسمان پر پہنچ گیا ہے۔'' عثمان دھاڑا تھا۔
''میں تمہارے منہ نہیں لگنا چاہتا۔ تم چلے کیوں نہیں جاتے یہاں سے؟'' عارش کی آواز بھی بلند ہوئی تھی۔
''کیا ہوا ہے تم دونوں کو؟ کیوں اس طرح بات کر رہے ہو؟'' مزید ضبط کیے بغیر خرمن نے غصیلی نظروں سے دونوں کو دیکھا تھا۔
''یہ بات کرنے کے لائق نہیں ہے، اس سے اب بات کریں گے میرے جوتے۔'' عثمان نے خونخوار نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔
''اور میں اسی جوتے سے تمہارا حشر بگاڑ دوں گا، سمجھے تم؟'' عارش کا چہرہ دہک اُٹھا تھا۔
''عارش! بالکل آواز بند کر لو اپنی، اگر عثمان نے کچھ غلط بھی کہا ہے تو......!''
''واہ! کمال ہو گیا۔ بہت اچھی بات کی ہے۔'' عثمان کے استہزائیہ لہجے پر وہ رُکی تھی۔
''کیا مطلب ہے، کمال ہو گیا۔ ایک دوسرے کے بخیے اُدھیڑ رہے ہو، یہ کمال ہے؟'' خرمن نے بھڑک کر عثمان کو دیکھا تھا۔
''تمہیں کیسے الہام ہو گیا کہ میں ہی غلط ہوں۔ تم اس کی زبان نہیں دیکھ رہی ہو؟ اسی کی طرف داری کر رہی ہو۔ میں اسے بے عزت کر رہا ہوں یا وہ مجھے بے عزت کر رہا ہے؟'' عثمان کا فیوز مکمل اُڑ چکا تھا۔
''بات تو سن لیا کرو عثمان! ذرا سی بات برداشت نہیں ہوتی تم سے۔ کیوں اتنے ہائپر ہو رہے ہو؟'' خرمن نے بری طرح اُسے گھر کا تھا۔

''مجھے اب کچھ نہیں سننا۔ جو کچھ کہنا سننا ہے، اس بزدل انسان کو سناؤ'' عثمان نے شعلہ بار نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔

''بزدل کسے کہہ رہے ہو تم؟ مجھے بزدل کہا تم نے؟'' عارش بھڑک کر اُس کی طرف بڑھا تھا۔

''جو انسان سچ بول سکے نہ سچ قبول کر سکے، اسے بزدل نہیں کہوں تو کیا کہوں؟ تم بھی جانتے ہو کہ تم......!'' عثمان کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ عارش کے دھکے پر وہ بری طرح لڑکھڑایا تھا۔

''عارش! یہ کیا کر رہے ہو تم؟...... پاگل ہو گئے ہو؟'' خرمن نے ہول کر اسے روکا تھا۔

''تم درمیان میں مت آؤ'' خرمن کا ہاتھ جھٹکتا وہ جس طرح اس پر غرایا تھا، ایک پل کے لیے تو وہ حق دق رہ گئی تھی، مگر اگلے ہی لمحے پلٹ کر باہر فاطمہ کو آوازیں دیتی بھاگی تھی۔ جبکہ عارش دوبارہ عثمان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''میں اگر بزدل تھا بھی تو اب نہیں رہا ہوں، سمجھے تم؟'' وہ عثمان پر بھڑکا تھا۔

''اگر اتنے ہی ہمت والے بن چکے ہو تو کروا دو انکار۔ مجھے کس بات کا طعنہ دے رہے ہو؟ میں نے اپنا رشتہ بھیج کر تمہاری پشت پر خنجر نہیں گھونپا ہے۔'' بھڑکتے لہجے میں عثمان غرّایا تھا اور اگلے ہی پل اس کے سرخ چہرے سے نظر ہٹاتا پلٹ کر کمرے سے نکل چکا تھا۔

❀------O------❀

فاطمہ کے مسلسل پکارنے پر بھی وہ اپنی جلتی آنکھیں کھولنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

''تم کچھ کھاؤ گے نہیں تو دوا کیسے دوں گی؟ اس طرح تو تمہارا سر درد اور بڑھتا جائے گا'' فاطمہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''آپ میرے سر سے ہاتھ تو نہ ہٹائیں۔ پھٹ رہا ہے میرا سر'' وہ بچوں جیسے انداز میں جھلّایا تھا۔

''دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے عارش! مگر تمہارے سر میں درد نہ ہوا کرے۔ میرا دم خشک کر دیتے ہو تم'' اُس کا سر دباتے ہوئے وہ ناراض ہوئی تھیں۔ ''چلو اب اُٹھ جاؤ، خرمن نے نماز پڑھ لی ہو گی۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے، دم کر دے گی تو درد ختم ہو جائے گا'' اس بار فاطمہ نے زبردستی اس کا بازو پکڑ کے اُٹھایا تھا۔

''اب اتنا بیمار بھی نہیں ہوں۔ چلا جاؤں گا خود'' اپنا بازو ان کی گرفت سے نکالتے ہوئے عارش کو غالباً اپنی ناراضگی یاد آ گئی تھی۔

''تم چلو، میں یہ دودھ دوبارہ گرم کر لاؤں۔ تمہاری ضد میں ٹھنڈا ہو چکا ہے'' فاطمہ اس کے پیچھے ہی کمرے سے نکلی تھیں۔

دروازے پر دستک دے کر وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ پہلی نظر اس پر ہی گئی تھی جو جاء نماز پر موجود دعا مانگنے میں مصروف تھی۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں اس کے پُرسکون چہرے پر ایک عجیب سی چمک پھیلی تھی۔ بند پلکوں کی لرزش نے اس کے دل کو مزید بوجھل کر دیا تھا۔ سینے کا بوجھ بڑھتا چلا گیا تھا۔ مخمل بیڈ پر گرتے ہوئے وہ چہرہ تکیے میں چھپا گیا تھا، سر کے پچھلے حصے میں لگتی ضربیں ناقابل برداشت تھیں۔ خرمن کے فارغ ہونے تک فاطمہ اس کے سرہانے بیٹھی اُس کا سر دباتی رہی تھیں۔

''امی! ذرا پوچھیں، یہ ڈرگز تو نہیں لینے لگا؟'' بیڈ کی طرف آتی وہ ناگواری سے بولی تھی۔

''سوچ سمجھ کر بولا کرو خرمن!'' فاطمہ نے فوراً اُسے ڈپٹا تھا۔

''آپ کو کیا پتہ، یہی عمر ہوتی ہے نت نئی لتیں پالنے کی۔ اس کی مشکوک حرکتیں یہ شک پیدا کر رہی ہیں۔''

''مامی! میں ابھی، اسی وقت جہنم میں چلا جاؤں گا'' تکیے میں سر چھپائے وہ احتجاجاً بولا تھا۔

''خرمن! اب کوئی فضول بات مت کرنا۔ تم دیکھ رہی ہو، اس کی طبیعت کتنی خراب ہے'' فاطمہ کے سختی سے ٹوکنے پر وہ بس سر جھٹک کر رہ گئی تھی۔

''اب تم خاموشی سے اس کے سر پر دم کرو۔ میں گرم دودھ لاتی ہوں۔ دوا کھائے گا تو درد اور بخار کم ہوگا۔'' اسے ہدایت دے کر فاطمہ کمرے سے نکل گئی تھیں۔ دوسری جانب وہ تکیے میں ہی چہرہ چھپائے اس کے قریب آنے کا منتظر تھا۔ مگر خرمن جانے کہاں مصروف ہوگئی تھی۔ فاطمہ کی پکار اُسے نیم غنودگی سے نکال لائی تھی۔

''جلدی اُٹھ کر دودھ کے ساتھ ٹیبلٹ کھاؤ، ورنہ میں کچھ نہیں کروں گی۔'' خرمن کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی۔ ٹیبلٹ کے ساتھ اس نے دودھ کے چند گھونٹ مجبوراً لیے تھے کیونکہ جانتا تھا وہ اپنی بات منوائے بغیر قریب بھی نہیں آئے گی، وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک تھی۔ دعا کے ساتھ دوا بھی تو ضروری ہوتی ہے، اس کے سر میں بہت تھکن کے باوجود ہلکا سا بھی درد نہیں ہوتا تھا۔ مگر جب ہوتا تو برداشت سے باہر ہو جاتا تھا۔ ایسے میں خرمن سر درد کی مخصوص دعا، مخصوص انداز میں پڑھتی تو بہت سکون ملتا تھا۔

نیم غنودگی میں اسے تازہ گلابوں کی مہک اپنے دل و دماغ میں اُترتی محسوس ہو رہی تھی۔ نرم انگلیاں اب اس کے بالوں میں سرسرا رہی تھیں۔ اس لمس میں جادو بھرا تھا، شانے پر اس کے ہاتھ کا ہلکا سا دباؤ محسوس ہوا تھا۔ سیدھا ہوتے ہوئے سر میں شدید قسم کی ٹیس اُٹھی تھی۔ مدھم سی کراہ اس کے لبوں سے نکلی تھی، لہو رنگ آنکھیں ایک پل کے لیے ذرا کھول کر اس نے دیکھا تھا، وہ اب اس کی پیشانی کو نرمی سے سہلاتی زیرلب کچھ پڑھ رہی تھی۔ اپنی پیشانی پر گہرے گداز لمس کو محسوس کرتے ہوئے اسے اپنا سر اور وجود بہت ہلکا پھلکا ہوتا محسوس ہو رہا تھا، کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کہ اگر اس وقت وہ دنیا کو بھی بھول رہا تھا۔ چند لمحوں میں ہی وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔ اس پر کمبل پھیلاتے ہوئے وہ دروازے کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ احمد حسین کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

''اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ورنہ یہ اس وقت نہیں سوتا ہے۔'' کچھ تشویش سے احمد حسین نے عارش کی پیشانی کو چھوا تھا۔

''اسے تو جب موقع ملتا ہے، یہ سو جاتا ہے۔ فکر مت کریں۔ صبح تک ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ کوفت سے بولی تھی۔

''اب اسے جگانا نہیں، یہیں سونے دو۔ بلکہ میرا بستر بھی یہیں نیچے لگا دو۔ رات میں کہیں اس کا بخار بڑھ نہ جائے۔ میں دیکھتا رہوں گا۔'' احمد حسین کی تشویش عارش کے زرد چہرے کو دیکھتے ہوئے مزید بڑھ گئی تھی۔ پہلے ہی وہ اپنی ناراضگی کی وجہ سے گھر میں بات چیت بہت کم کر چکا تھا اور یہی نہیں وہ کافی ڈسٹرب بھی دکھائی دیا تھا۔ عثمان سے اس کی تلخ کلامی کی خبر ملنے کے بعد احمد حسین موقع ڈھونڈ رہے تھے اس سے بات کرنے کا جو کہ ابھی تک نہیں ملا تھا۔

❀-----O-----❀

اُس کے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹ کر گری تھی، جب فاروق بلند آواز میں اسے پکارتے شدید طیش میں کچن کے اندر داخل ہوئے تھے۔

''تمہیں کب سے شوق ہوا ہے غیر مردوں کی تصویریں اپنے موبائل میں سجا کر رکھنے کا؟'' ان کی دھاڑ پر وہ بس ساکت نظروں سے اسکرین پر نظر آتے عثمان کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

''کون سی زبان سمجھتی ہو تم؟ کس زبان میں سمجھاؤں تمہیں؟'' شدید طیش میں وہ سیل فون کھڑکی کی جانب پھینکتے اُسے باہر اُچھال گئے تھے۔ بیلا کا چہرہ خوف سے سفید اور زبان گنگ ہوگئی تھی۔ وہ سرعت سے عروسہ کی طرف گئی تھی جو فاروق کے پیچھے ہی آئی تھی۔

''آخر کون سی قیامت آ گئی ہے؟ اور کون سے غیر مردوں کی بات کر رہے ہیں آپ؟ اپنے بھائی کے لیے میں مزید آپ کی یہ باتیں برداشت نہیں کروں گی۔''

''میں بھی اپنے گھر میں تم سب کی من مانیاں برداشت نہیں کروں گا، سنا تم نے؟'' بلند آواز میں انہوں نے عروسہ کی بات کاٹی تھی۔

''اپنے بھائی کو تم اپنی حد تک محدود رکھو، اس بے شرم لڑکی کو پتہ ہونا چاہیے کہ اس کی حدود کیا ہیں؟'' ایک بار پھر انہوں

نے خونخوار نظروں سے بیلا کو دیکھا تھا جو عروسہ کی پشت پر چہرہ چھپائے لرز رہی تھی۔
''کس طرح بات کر رہے ہیں آپ؟ یہ آپ کی بہن ہے۔ ایسا کیا کر دیا اس نے جو آپ اسے بے شرم کہہ رہے ہیں، ایسا کیا دیکھ لیا ہے آپ نے؟'' عروسہ کو بیلا کی سسکیوں نے غصے میں بھڑکا دیا تھا۔
''جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں نظر نہیں آ سکتا۔ یہ سب تمہاری لاپروائی کا نتیجہ ہے۔ آنکھیں بند کر کے تماشا دیکھتی رہی ہو تم۔'' وہ مزید غصے میں بھڑکے تھے۔
''آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔ کون سے تماشے لگوا دیئے ہیں میں نے آپ کے گھر میں؟'' عروسہ دنگ ہوئی تھیں۔
''میرا منہ مت کھلواؤ، ورنہ......'' یکدم رُک کر وہ فاران کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو بیلا کے سیل فون کے ٹوٹے پرزے ہاتھ میں پکڑے وہاں موجود تھا۔''اسے اپنی زبان میں سمجھا دو کہ اگر یہ اسی طرح میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کھیل کھیلتی رہی تو ایک دن اپنی جان سے جائے گی۔'' وہ پھر عروسہ کی طرف متوجہ ہوتے بھڑکے تھے۔
''پاپا! آنی کو نہیں معلوم کہ ان کے سیل میں مانی ماموں کی پکچرز ہیں۔ آنی کا فون ایک ہفتے سے میرے پاس ہے۔ کل نالو کے گھر میں، میں نے یہ تصویریں لی تھیں۔'' شدید ناراضگی سے باپ کو دیکھتے ہوئے فاران نے حقیقت بتائی تھی۔
''تمہیں کوئی ضرورت نہیں تھی یہ سچ بتانے کی۔ کیونکہ یہ وہی سوچیں گے جو یہ سوچنا چاہتے ہیں۔'' سلگتی نظروں سے عروسہ نے ان کے تنے ہوئے تاثرات کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل بیلا کا ہاتھ پکڑے اسے کچن سے لے گئی تھیں۔

❀------O------❀

آج پارلر آف تھا، مگر عروسہ نے اسے کال کر کے گھر آنے کے لیے کہا تھا۔ فون پر وہ بس یہی بتا سکی تھیں کہ بیلا کی طبیعت خراب ہے، اس کے بعد وہ رہ نہیں سکی تھی۔ روزانہ احمد حسین شاپ سے دوپہر میں واپس آتے تھے اور خرمن کو عروسہ کی طرف چھوڑ کر دوبارہ شاپ پر چلے جاتے تھے۔ آج انہیں بھی پارلر آف ہونے کا پتہ تھا، سو وہ نہیں آئے تھے۔ عارش کے آفس میں ورکنگ آورز تھے۔ اس وقت عثمان ہی دستیاب ہو سکتا تھا۔ عارش سے جھڑپ کے بعد یہ غنیمت ہی تھا کہ وہ اسے ساتھ لے جانے کے لیے آ گیا تھا یا پھر بیلا کی طبیعت کی خرابی کا سن کر وہ انکار نہیں کر سکا تھا۔
عثمان کے ہمراہ جب وہ عروسہ کے گھر پہنچی تو ان کے تاثرات نے ہی معاملے کی سنگینی کا احساس دلایا تھا۔ عثمان کو ان کے پاس چھوڑ کر وہ سیدھی بیلا کے کمرے کی طرف چلی آئی تھی۔ بیلا کے ستے ہوئے چہرے اور سوجی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئی تھی۔
''بیلا! کیا ہوا ہے تمہیں؟ کیوں کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے تم نے؟'' خرمن کا یہ پوچھنا قیامت ہو گیا تھا۔ اس کے شانے سے لگی وہ اس طرح کلس کلس کر روئی تھی کہ خرمن کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔ اسے خاموش کروانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ دروازے کی سمت متوجہ ہوئی تھی۔ عثمان کے پیچھے عروسہ بھی کمرے میں داخل ہوئی تھیں جبکہ عثمان کی وہاں موجودگی نے بیلا کے آنسوؤں میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔
''آپ کے شوہر کو مجھ سے پرخاش ہے تو مجھ سے وہ بات کیوں نہیں کرتے؟ بیلا کو کیوں تختہ مشق بنا لیا ہے انہوں نے؟ کیوں اسے اذیت کا نشانہ بنا کر رکھا ہوا ہے انہوں نے؟'' عثمان مشتعل انداز میں عروسہ سے پوچھ رہا تھا جو خاموش تھیں۔
''صرف آپ کی وجہ سے لحاظ کرنا پڑتا ہے، ورنہ سبق سکھا دوں اس شخص کو۔''
''کس شخص کو سبق سکھاؤ گے؟ کس شخص کے بارے میں یہ بکواس کر رہے ہو؟ وہ شخص تمہاری بہن کا شوہر ہے، اس کے بچوں کا باپ ہے، اس کی عزت نہیں کر سکتے تو منہ بند رکھو، ورنہ زبان کھینچ لوں گی تمہاری۔'' عروسہ نے شدید غصے میں عثمان کو دیکھا تھا۔
''انہوں نے مجھے کتنی عزت دی ہے جو ان کے لیے آپ اب بھی مجھ سے عزت کی توقع رکھتی ہیں؟'' عثمان بھڑک کر

بولا تھا۔

''کام بھی تو کرو عزت لینے والے۔ ساری دنیا میں تمہیں یہی ایک ملی تھی اور اسے تم ملے تھے۔ میری تو زندگی اجیرن کر دی ہے تم سب نے مل کر۔'' عروسہ بولی تھیں۔

''زندگی تو میں اجیرن کر دوں گا، اگر ان کی وجہ سے بیلا کو کوئی نقصان پہنچا۔'' وہ بری طرح کھول اُٹھا تھا۔

''کچھ نہیں ہوگا اس مہارانی کو۔ یہ بس اسی طرح ساری زندگی مجھے بھیا اور محبوب کے درمیان پسواتی رہے گی۔'' عروسہ نے جس طرح تلملا کر بیلا کو دیکھا تھا، اسے کندھے سے لگائے بیٹھی خرمن بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپا سکی تھی۔

''بھائی کے دو جملے برداشت نہیں ہوئے، کھانا پینا تک چھوڑ کر بیٹھی ہے۔'' عروسہ مزید بیلا پر بگڑی تھیں۔

''بھائی اپنی بہن کو غیر مردوں کا طعنہ نہیں دیتے۔ چھوٹے بڑوں کے سامنے ذلیل نہیں کرتے۔'' بیلا روتے ہوئے ہی چیخی تھی۔

''کیا کہہ رہی ہے یہ؟'' بری طرح دنگ ہو کر عثمان نے عروسہ سے تصدیق چاہی تھی جو اس کی جانب دیکھ بھی نہیں سکی تھیں۔

''وہ میرا کوئی لحاظ نہیں رکھتے، آپ برداشت کر لیں۔ مگر بیلا کے لیے اس حد تک چلے گئے، آپ نے کیسے برداشت کر لیا؟'' عثمان سرخ چہرے کے ساتھ بولا تھا۔

''خرمن! میں اس کے لیے کھانا نکال رہی ہوں۔ آ کر لے جاؤ۔ یہ کھاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ چھوڑ دو اسے اس کے حال پر۔'' عثمان کی بات سنی ان سنی کیے وہ خرمن سے مخاطب ہوتیں کمرے سے نکل گئی تھیں۔

''عثمان! تمہیں آپی کی پوزیشن کو سمجھنا چاہیے۔ فاروق بھائی ان کے شوہر ہیں۔ وہ ایک حد کے اندر رہ کر ہی تم دونوں کو سپورٹ کر سکتی ہیں اور تم بھی یقیناً یہ نہیں چاہو گے کہ ان کے فاروق بھائی سے تعلقات خراب ہوں۔'' خرمن نے ایک ہلکی سی کوشش کی تھی عثمان کو سمجھانے کی۔

''اور تم اُٹھو، ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھاؤ میرے سامنے۔ جسے آنسو دکھانے تھے وہ دیکھ چکا ہے۔ اب تم یہ رونا بند کرو۔'' بیلا کو گھرکتے ہوئے خرمن نے اسے واش روم تک چھوڑا تھا اور پھر کھانا لینے کمرے سے نکل گئی تھی۔ واش روم سے باہر آتے ہوئے بیلا نے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا اور پھر مزید اس کے قریب آ گئی تھی۔

''مجھے معاف کر دو، میری وجہ سے بھابی کے ساتھ تم بھی ڈسٹرب ہو گئے۔'' نظر جھکائے وہ شرمندہ لہجے میں بولی تھی۔ دوسری جانب وہ چند لمحوں تک اس کے چہرے پر چمکتی پانی کی بوندوں کو دیکھتا رہا تھا اور پھر دھیرے سے اس کا نم ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔ نظر اُٹھانے پر وہ مجبور ہو گئی تھی، مگر اس کی سحر انگیز آنکھوں میں دیکھتی اسے یہ نہیں بتا سکی تھی کہ اس کے ہاتھ کی مضبوط گرفت کتنی ڈھارس دے رہی تھی، وہ ایک ہی پل میں خود کو کتنا محفوظ تصور کرنے لگی ہے۔

''میری وجہ سے تمہیں ان کا سخت روّیہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔'' وہ بجھے لہجے میں بولا تھا۔

''تمہارے لیے میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں، کم از کم اتنا تو کر ہی سکتی ہوں۔ بھابی کی طرف سے بدگمان مت ہوا کرو مانی! وہ ہمارے لیے بہت فکرمند رہتی ہیں، ان کو ناراض مت کیا کرو۔'' اس کے مدھم لہجے پر وہ اثبات میں سر ہلاتا پلٹ کر خرمن کی طرف متوجہ ہوا تھا جو کھانے کی ٹرے اٹھائے مسکراتے چہرے کے ساتھ آ رہی تھی۔

''آج میری گرل فرینڈ، میری ایکس گرل فرینڈ کے ساتھ کھانا کھائے گی۔'' عثمان نے اعلان کیا تھا۔

''شکل دیکھ لو آئینے میں۔'' خرمن نے فوراً ہی ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

''میں کچھ دیر بعد آ کر تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔'' خرمن کو مخاطب کرتا وہ دروازے کی سمت بڑھا تھا، اس سے پہلے کہ گود میں اپنے بیٹے کو اٹھائے عروسہ اندر آتیں، اس نے لپک کر انہیں بازوؤں میں بھینچ لیا تھا۔

''کیا مصیبت ہے؟ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' جھنجلا کر چیختے ہوئے عروسہ نے اسے دو چار ہتھڑ بھی لگانے چاہے تھے جو

سے باہر نکل گیا تھا۔

⊛------○------⊛

پیوٹر اسکرین سے نظر ہٹاتا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو آدھی سوئی جاگی کیفیت میں اندر داخل ہوئی تھی۔
''اب کیا ساری رات اس منحوس کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے رہو گے؟'' کچھ خوابیدہ مگر ناگوار لہجے میں وہ بولی تھی۔
''تمہارا بس چلے تو دن رات میرے کمرے میں ہی ڈیرہ ڈالے رکھو۔'' بڑبڑاتی ہوئی وہ اب اپنا اسکارف سر سے اُتارتی
ش روم کی سمت جارہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ کاٹن کے ہلکے پھلکے لباس میں ملبوس واش روم سے برآمد ہوئی تھی اور اسکارف بیڈ
مت اُچھالتی ڈریسنگ کے سامنے جارکی تھی۔
''فشان سے صلح کرلو، وہ بے چارہ پہلے ہی بہت ڈپریسڈ ہے۔'' خزمن کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا، دوپٹے
بے نیاز وہ بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔ جواباً عارش نے نہ کچھ کہا تھا اور نہ ہی دوبارہ کمپیوٹر اسکرین سے نظریں ہٹائی
ں۔ بیڈ کے سرہانے پچھلے صحن کی طرف کھلتی کھڑکی کے پردے پھیلاتے ہوئے وہ رُکی تھی۔ اوپر آسمان پر پورا چاند بہت
ن لگ رہا تھا۔ پردے واپس ہٹاتی وہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔
''عارش! جاتے ہوئے ٹھیک طرح دروازے بند کر کے جانا اور باہر کی گرلز بھی چیک کر لینا۔'' لائٹ آف کرتے ہوئے
عارش کو ہدایت دیتی بیڈ پر آ گئی تھی۔
کمپیوٹر کی تاریک اسکرین سے نظر ہٹاتا وہ کرسی سے اُٹھ گیا تھا۔ نظر بیڈ تک گئی تھی جہاں وہ گہری نیند سو چکی تھی۔ وہ جانتا
لہ اسے کسی گستاخی کی اجازت نہیں، اسے فوراً کمرے سے نکل جانا چاہئے۔ مگر اسے معلوم ہی نہیں ہوا تھا کہ کس وقت اس
قدم بیڈ کی سمت بڑھ گئے تھے۔ کمرے میں پھیلی مدھم نیلگوں روشنی میں کھڑکی کے بند شیشوں سے چھن کر آتی چاند کی تیز
ں مدھم ہوتی اس کے وجود کے گرد گھیرا ڈالے پہرے داری کر رہی تھی۔ اُس کی لانبی گھنی پلکوں کے سائے عارض پر ٹھہرے
ے تھے۔ یہ رات، یہ گزرتے لمحے سب کچھ جیسے تھم سا گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی سانسیں بھی۔ چند قدم کے فاصلے پر
ساکت نظروں سے اُس کے چہرے کو دیکھتا وہ پہلی بار اپنے دل میں جھانکنے کی جرأت کر رہا تھا۔ پہلی بار اُس کا دل
لوف وخطر اعتراف کر رہا تھا کہ وہ پور پور اُس کی محبت میں، اُس کی جستجو میں غرق ہے، جو ہر چیز سے غافل نیند کی سنہری
ں میں اُتری ہوئی تھی، وہ اپنے دل کی دھڑکن رُکتی محسوس کر رہا تھا، اس سچ کو قبول کرتے ہوئے کہ وہ تو شاید صدیوں
لے سے اس کی روح میں گھل مل چکا ہے، اس کی سانسوں کے ساتھ سانس لے رہی ہے، شاید اس کے وجود کا حصہ بن چکی
۔ یہ سب کب اور کیسے ہوا؟ اس کا جواب ڈھونڈنے کا وقت گزر چکا تھا اور پتہ بھی نہیں چلا۔ اس کی چاہت رگوں میں
ے وہ اسی طرح پُرسکون رہتا جس طرح کچھ دن پہلے تھا۔ اگر سکون کی اس خاموش جھیل میں برہان کے نام کا کنکر نہ گرا
ایک بھیانک ہلچل تھی جو اس کی زندگی میں ہی نہیں، اس کے دل و دماغ میں بھی مچ گئی تھی۔ کسی نے ایک دم سے اسے
ے سے ہٹا کر بھٹکا دیا تھا، دربدر کر دیا تھا۔ برہان ہر طرح سے، ہر لحاظ سے اس سے کئی درجے بہتر تھا۔ یہ سچ اذیت بن
ے نکل رہا تھا۔ فاطمہ اور احمد حسین کا اس رشتے کی طرف جھکاؤ اس کی زندگی کو تہس نہس کر رہا تھا۔ وہ احمد حسین اور
کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ دونوں بے خبری میں اس پر کیسی قیامت توڑنے جا رہے ہیں، اس سے کیا کچھ چھین رہے ہیں
وہ اپنی زبان سے ان کے سامنے یہ اعتراف نہیں کر سکتا تھا، جس کا سامنا وہ خود آج رات کے اس پہر کرنے پر مجبور
تھا۔ خاموش رہ کر وہ اپنا سب کچھ آگ کی نذر کرنے کے لیے تیار نہیں تھا، مگر دل کا حال زبان تک لانے کے بعد بھی تو
ہ ختم ہو سکتا تھا۔ اسی شش و پنج میں اس کا لمحہ لمحہ عذاب بن رہا تھا۔ بھوک، پیاس، مسکرانا تک وہ بھول گیا تھا۔ جلتی
وں سے اس کے خوابیدہ چہرے کو دیکھتا وہ دو قدم مزید آگے بڑھا تھا، یکدم دل چاہا تھا کہ اسے جھنجھوڑ کر نیند سے بیدار کر
اسے چیخ چیخ کر بتائے کہ وہ اس کے ساتھ کیا کچھ کر چکی ہے، کس دوراہے پر وہ اس کی وجہ سے پہنچ چکا ہے۔ اُس کی
ادا کر وہ کس طرح پُرسکون نیند سو سکتی ہے؟ آخر کیوں وہ اس کے جذبوں سے بے خبر اسے پل پل مر کر جینے کے لیے تنہا

چھوڑ سکتی ہے؟ سینے میں بھرتا غبار اسے پاگل کر رہا تھا۔ اسے فیصلہ کرنا تھا، اس غبار کو نکالنا تھا، انجام چاہے کچھ بھی ہو، مگر اسے ہر حال میں اپنی ڈوبتی ناؤ کو بچانا تھا۔ اسے حاصل کرنا تھا۔ بس چند لمحے لگے تھے اسے اپنے فیصلے پر غور کرنے میں۔ دل کو کچھ سہارا ملا تھا۔ گہری سانس لے کر اس نے اپنے اندر کی گھٹن کو کچھ کم کرنے کی کوشش کی تھی۔

واپس پلٹنے سے پہلے اس نے دھیرے سے خرمن کے پیروں کے پاس رکھی نرم و ملائم چادر احتیاط سے اس کے وجود پر پھیلاتے ہوئے شانوں تک پہنچائی تھی۔ اس کے سانسوں کے اتار چڑھاؤ اس کی نیند کی گہرائی کا پتہ دے رہے تھے۔ اس کا خوابناک چہرہ تکیے پر ایک جانب ڈھلکا ہوا تھا۔ اس طرح کہ شہ رگ کے نیچے جاگتا دودھیا ماہِ نیم بہت واضح ہو رہا تھا۔ وہ اپنی نظریں اس نشان سے نہیں ہٹا سکا تھا، جس نے اس کی چوری پکڑ لی تھی۔ قدم پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ یکدم ساکت ہوا تھا۔ نیند میں ہی وہ کروٹ لے رہی تھی۔ فل اسپیڈ میں چلتے پنکھے کی تیز ہوا سے اس کی نازک پشت پر سیاہ بال بکھرتے اسے احساس دلا رہے تھے کہ رات کتنی خوبصورت، کتنی پُرفسوں ہے۔ دبے قدموں وہ مزید پیچھے ہٹا تھا اور پھر پلٹ کر دروازے کی سمت بڑھ گیا تھا۔ برآمدے تک آنے کے بعد بھی اس کی سانسیں بحال نہیں ہوئی تھیں۔

❀-----○-----❀
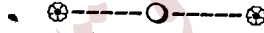
اس کے پارلر جانے کا ٹائم قریب تھا۔ احمد حسین آنے والے تھے، گرمی کی شدت کو دیکھتے ہوئے وہ ان کے لیے خاص طور پر لسی تیار کر رہی تھی۔ تب کچن کی طرف فاطمہ چلی آئی تھیں۔

''خرمن! تم دیکھ رہی ہو کہ آج کتنی گرمی ہے۔ لُو چل رہی ہے۔ پھر بھی تم نے چھت پر عارش کو کس کام پر لگا دیا ہے؟ صبح تمہارے باپ کے ڈانٹنے پر وہ آفس سے چھٹی کر کے گھر میں آرام کرنے کے لیے رُکا تھا۔ معلوم بھی ہے کہ اُس کی کتنی طبیعت خراب ہے؟'' وہ غصے میں بول رہی تھیں۔

''میں نے اس سے یہ کہا تھا کہ نیا پنجرہ بنا دو۔ یہ نہیں کہا تھا کہ ابھی جا کر یہ کام کرو۔ وہ کوئی نازک دوشیزہ تو ہے نہیں جو آپ کو اُس کی اتنی فکر ہو رہی ہے۔ آخر میں بھی تو اس گرمی میں باہر جا رہی ہوں۔'' وہ بیزاری سے بولی تھی۔

''اپنی بات مت کرو۔ دروازے سے نکلو گی اور ٹیکسی میں بیٹھ جاؤ گی۔ اوپر جا کر دیکھو، اس کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ دس بار نیچے آنے کا کہہ چکی ہوں، مگر مجال ہے جو میری ایک سن لے یہ لڑکا۔'' وہ اب عارش پر غصہ ہوتیں واپس کچن سے نکل گئی تھیں۔ بری طرح ہولتی وہ دوبارہ اُس کی طرف آئی تھیں جو چلچلاتی دھوپ میں اوزاروں اور لکڑیوں میں مصروف تھا۔ بالکل سر پر آگ برساتا سورج اُسے پسینے میں شرابور کر چکا تھا اور پچھلے ایک گھنٹے سے اس نے پانی کا ایک گلاس بھی پینے سے انکار کر دیا تھا۔

''عارش! تم ایک بات سنتے کیوں نہیں ہو؟ تمہارے ماموں آنے والے ہیں، انہوں نے تمہیں اس حال میں دیکھ لیا تو مجھے ہی ہزار باتیں سننی پڑ جائیں گی۔ چھوڑو یہ کام۔ ابھی چلو میرے ساتھ۔'' فاطمہ کے غصیلے لہجے پر بھی وہ کان بند کیے کیلیں ٹھونکنے میں مگن رہا تھا۔ تب ہی کال بیل بجی تھی۔ فاطمہ نے اوپر سے ہی گیٹ تک جاتی خرمن کو ہدایت دی تھی کہ احمد حسین کو فوراً اوپر بھیجے۔ دنگ نظروں سے احمد حسین نے اسے دیکھا تھا جس کا چہرہ سرخ انگارہ ہو رہا تھا۔ شرٹ بالکل بھیگ چکی تھی، پسینے سے تر بال بکھرے ہوئے تھے۔

''آپ خود دیکھ لیں، اپنی ضد میں کس طرح اس نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ اب جب تک یہ نیچے نہیں آئے گا، میں بھی یہیں رہوں گی۔'' فاطمہ اب اُس کی ڈھٹائی پر ہتھے سے اُکھڑ گئی تھیں۔

''عارش! میں نے تمہیں آرام کرنے کے لیے گھر میں روکا تھا، اور تم یہ کیا کام لے کر بیٹھ گئے ہو؟'' احمد حسین نے سخت لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اوزار لے لیا تھا۔

''میں گھر میں بور ہو رہا تھا، اس لیے یہ کام کرنے اوپر آ گیا۔'' ان سے نظر ملائے بغیر وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔

''مجھے کچھ نہیں سننا۔ تم فوراً نیچے جاؤ۔'' اوزار ایک طرف پھینکتے احمد حسین برہم ہوئے تھے، جس پر وہ کسی بھی جانب دیکھے

ظہیر تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔
''کیا ہوتا جا رہا ہے اسے؟ یہ ایسا تو کبھی نہیں کرتا۔'' فاطمہ بہت فکرمند ہو کر بولی تھیں۔
''یہ سب تمہاری بحث کا نتیجہ ہے، برہان کے لیے اس نے جو کچھ کہا اس پر غور کرنے کے بجائے تم نے کس طرح اسے خاموش کروا دیا تھا۔'' بگڑے لہجے میں احمد حسین بولے تھے جبکہ فاطمہ کچھ بول نہیں سکی تھیں۔
برآمدے کی طرف آتے ہوئے عارش نے بس ایک نظر اسے دیکھا تھا۔ آف وائٹ لباس میں ہم رنگ ہی نیٹ کا اسکارف چہرے کے گرد نفاست سے سجائے وہ اس کے جلتے وجود کے لیے ٹھنڈی پھوار ثابت ہوئی تھی۔
''میرے فرشتوں کی توبہ جو آئندہ تمہیں کوئی کام کرنے کا کہوں۔'' گھرکتے ہوئے وہ اسے گھور رہی تھی، جو رُکے بغیر اپنے کمرے کی سمت جا رہا تھا۔

❁------○------❁
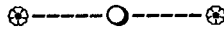
دستک دے کر احمد حسین کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ وہ جو تکیے میں چہرہ چھپائے سینے کے بل لیٹا ہوا تھا، فوراً اُٹھ بیٹھا تھا۔
''رات میں مجھے تم سے بات کرنی ہے۔ اگر ابھی وقت ہوتا تو ابھی بات کرتا۔ تم اب اُٹھ کر پہلے اپنا حلیہ درست کرو، ورنہ تم مزید میرے غصے کو ہی ہوا دو گے۔'' سنجیدگی سے بولتے ہوئے وہ بغور اس کے بے تاثر چہرے کو دیکھ رہے تھے جو نظر نہیں ملا رہا تھا مگر بیڈ سے اُٹھ گیا تھا۔ تب ہی خرمن لسی سے بھرے گلاس ٹرے میں سجائے آ پہنچی تھی۔
''جلدی آ جاؤ، ٹھنڈی لسی تمہارے دماغ کی ساری گرمی ختم کر دے گی۔'' واش روم میں بند ہوتے عارش کو آواز لگاتی وہ احمد حسین کی طرف متوجہ ہوئی تھی اور اگلے ہی پل ان کی تنبیہی نظروں پر دھیرے سے ہنسی تھی۔
ٹی وی اسکرین سے نظر ہٹا کر انہوں نے کچھ فاصلے پر بیٹھتی عروسہ کو دیکھا تھا۔
''دو دن سے بیلا کی طبیعت خراب ہے، آپ نے غلطی سے بھی اس کی خیریت دریافت نہیں کی ہے۔'' شکایتی لہجے میں وہ بولی تھیں۔
''میرے پوچھنے سے کیا ہو گا؟ اس سے کہو، دوائیں وقت پر لے۔'' رُوکھے لہجے میں بولتے وہ ٹی وی کی جانب ہی دیکھ رہے تھے۔
''فاروق! آپ اس کے لیے حد سے زیادہ کٹھور ہوتے جا رہے ہیں۔ دواؤں سے زیادہ اسے آپ کی توجہ کی، آپ کی شفقت کی ضرورت ہے۔'' عروسہ شدید تاسف سے بولی تھیں۔ جواباً فاروق نے بس ایک نگاہ اُنہیں دیکھا تھا۔
''ہمیشہ آپ نے اپنے اور اس کے درمیان فاصلہ رکھا ہے، جو رسمی سا تعلق تھا آپ نے وہ بھی ختم کر دیا ہے۔ وہ اگر کچھ کہتی نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ محسوس بھی نہیں کرتی۔ آپ اس کے سامنے اپنے بچوں پر محبت نچھاور کرتے ہیں، ان کی فکر رکھتے ہیں، مگر اس کے لیے آپ کے پاس دو لفظ بھی نہیں ہوتے۔ میں اور کتنی بار یہ سب باتیں دہراؤں؟ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ وہ آپ کی ایک ہی بہن ہے۔ میرے لے وہ میری پہلی اولاد ہے، مگر آپ......''
''تم مجھے یہ مت بتاؤ کہ میں نے اس کے ساتھ کیسا رویّہ اپنا رکھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے بھائی ہونے کا حق ادا نہیں کیا۔ اس کی نظروں میں کوئی عزت نہیں ہے میری۔ مگر تم بھی یہ مت بھولو کہ وہ اوّل درجے کی نافرمان ہے۔'' وہ انتہائی ناگوار لہجے میں بولے تھے۔
''اگر تمہیں لگتا ہے کہ میرے دل میں اس کے لیے محبت نہیں، تو تم یہی سمجھو۔ اسے اپنی من مانی کرنی ہے تو مجھ سے رسمی تعلق بھی رکھنے کی ضرورت نہیں۔ میری محبت، میری توجہ میرے بچوں کے لیے ہے۔ کیونکہ وہ میرے فرمانبردار ہیں، میری بات کو سمجھتے ہیں، میرے حکم کے خلاف نہیں جاتے۔ جبکہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ......!'' بگڑے لہجے میں بولتے وہ یکدم ہی رُکے تھے۔ ان کی نظروں کے تعاقب میں عروسہ نے گردن موڑ کر دیکھا تھا، اپنی جگہ پر رُکی بیلا کے سپاٹ چہرے نے عروسہ

کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔
''تم کیوں بیڈ سے اُٹھیں؟ مجھے آواز دی ہوتی۔'' عروسہ صوفے سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔
''میں آپ کو بتانا بھول گئی تھی، خرمن کہہ گئی تھی کہ کل وہ کچھ دیر سے پارلر آئے گی۔'' مدھم لہجے میں اطلاع دے کر وہ رُکی نہیں تھی، ایک نظر عروسہ نے اُنہیں دیکھا تھا، جو ٹی وی کی سمت متوجہ تھے۔ پتہ نہیں وہم تھا یا کیا، عروسہ کو ان کے چہرے کا رنگ ہی نہیں، تاثرات بھی بدلے ہوئے دکھائی دیئے تھے۔

❀-----○-----❀

بائیک کی مخصوص آواز پر وہ صحن عبور کرتی گیٹ تک پہنچی تھی۔
''تم نے تہیہ کرلیا ہے شاید کہ بابا سے آج لازمی ڈانٹ کھانی ہے۔'' اسے اندر آنے کا راستہ دیتی وہ ناگواری سے بولی تھیں۔
''میں نے اکیڈمی جانے کے لیے ماموں جان سے اجازت لی تھی۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولا تھا۔
''مامی اور ماموں جان کہاں ہیں؟'' غیر معمولی خاموشی محسوس کرتے ہوئے وہ برآمدے میں رُک کر خرمن سے پوچھ رہا تھا۔
''دونوں کچھ دیر پہلے عثمان کے گھر گئے ہیں۔'' اس کی اطلاع نے عارش کو بری طرح چونکایا تھا۔
''عارش! رُکو ذرا۔'' وہ خاموشی سے اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا جب اس کی آواز نے قدم روکے تھے۔
''اگر تم امی اور بابا کے سامنے مخالفت نہ کرتے تو یہ کام میں کرتی۔ بہتر ہوا کہ میرے انکار کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ میری وجہ سے ان دونوں کو تکلیف پہنچے۔ مگر میرے انکار کی وجوہات وہ نہ ہوتیں جو تم نے بیان کی تھیں۔'' خرمن اچانک یہ موضوع شروع کر گئی تھی مگر وہ حیران نہیں تھا۔ ایسا کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ گھر کے ناسازگار ماحول کے محرکات سے بے خبر رہتی۔ مگر وہ بس ایک حد تک ہی باخبر تھی، بس ایک حد تک۔
''برہان بھائی اچھے انسان ہیں۔ مگر میرے لیے وہ دیوار کی دوسری جانب ہی رہیں گے، جہاں باقی ساری دنیا ہے۔ اس دیوار کو پار کرنے کی اجازت میں کبھی کسی کو نہیں دے سکتی۔ امی اور بابا کے لیے یہ قبول کرنا مشکل ہوگا، مگر یہ سچ ہے، دیوار کے اس جانب میں ان دونوں کے ساتھ بہت پُرسکون اور خوش ہوں۔'' اس کے خاموش ہونے پر وہ جو خالی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، جب بولنے کے قابل ہوا تو اسے اپنی آواز کسی کھائی سے برآمد ہوتی سنائی دی تھی۔
''میں کس جانب ہوں؟'' اس کے سوال پر وہ بس ایک پل کے لیے حیران ہوئی تھی۔
''فکر مت کرو، تم دیوار کے اسی جانب ہو۔ اور ایک عرصے سے ہم سب کے سروں پر مسلط بھی ہو۔ تمہیں یاد ہونا چاہیے۔'' خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتی وہ جاتے جاتے رُکی تھی۔ ''اگر تمہیں بھوک لگی ہے تو امی کے آنے تک صبر کرلو۔ کیونکہ میں کلینزنگ کرچکی ہوں، کچن میں قدم بھی نہیں رکھوں گی۔''
صاف گوئی سے اُسے جتاتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔ چند لمحوں تک وہ اپنی جگہ رُکا اُسے دیکھتا رہا تھا، مگر پھر اس کے آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہی گہری سانس لیتا تھکے تھکے انداز میں اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا۔ خرمن کے جواب نے اسے کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کیا تھا۔ آج اُسے احمد حسین کا سامنا کرنا تھا۔ یہ موقع وہ خود اُسے دے رہے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کٹھن مرحلے سے وہ کیسے گزر سکے گا۔ یہ خوف بھی پنہاں تھا کہ جانے احمد حسین اس کے بارے میں کیا سوچیں۔ وہ ان کے اتنے قریب تھا کہ اب کسی قیمت پر ان سے دُور نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ ان کی دل آزاری کا سبب نہیں بننا چاہتا تھا۔ ان کی نظروں میں اپنا مقام کھو کر وہ اس زمین میں بھی نہیں سما سکتا تھا، جہاں اسے احمد حسین کا سامنا کرنا پُل صراط لگ رہا تھا۔ وہیں دل کو یہ یقین بھی تھا کہ وہ اس کی بات کو، اس کے جذبات کو سمجھیں گے۔ اسی کشمکش اور ذہنی دباؤ کو کم کرنے کے لیے وہ

اکیڈمی چلا گیا تھا، مگر طبیعت وہاں بھی بے کل اور مضطرب رہی تھی۔

❀-----O-----❀

اسٹڈی ٹیبل کے گرد بیٹھا وہ اس وقت بھی اپنی کتابوں میں توجہ سمیٹے رکھنے کی کوشش کر رہا تھا، جب احمد حسین کی آمد ہو گئی تھی۔

''تمہیں کچھ دیر کے لیے کتابیں بند کرنی ہوں گی۔ کوئی مسئلہ تو نہیں؟'' ان کے ہلکے پھلکے سوالیہ لہجے پر عارش نے اپنی کرسی اُنہیں پیش کی تھی۔

''نہیں، میں تو انتظار ہی کر رہا تھا کہ آپ کب میرے کان کھینچنے آئیں گے۔'' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ عارش نے انہیں دیکھا تھا، جو کرسی پر بیٹھ رہے تھے۔ جبکہ وہ خود بھی ان کے سامنے بیڈ کے کنارے پر براجمان ہو گیا تھا۔

''تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟''

''آج آپ نے اتنا آرام کروایا ہے، کیسے طبیعت ٹھیک نہیں ہوتی۔'' وہ فوراً بولا تھا۔

''معلوم ہے مجھے تم نے کتنا آرام کیا ہے۔ تمہارے چہرے سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ تم کتنے بہتر ہو۔ یہ سب تمہاری ان رات کی بھاگ دوڑ کا نتیجہ ہے، اپنی صحت کے دشمن بن گئے ہو تم۔'' احمد حسین شدید ناراضگی سے بولے تھے۔

''بس میں فائنل پیپرز سے پہلے اکیڈمی کو ہی آف کر رہا ہوں، آپ کی ناراضگی ضرور کچھ کم ہو جائے گی۔'' وہ بولا تھا۔

''اچھا یہ بتاؤ، عثمان سے کیوں ناراض ہو تم؟ وہ اتنا اچھا دوست ہے تمہارا، تمہیں اس سے تلخ کلامی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سے پہلے تو کبھی تم دونوں کے درمیان اس قسم کا اختلاف نہیں ہوا؟'' احمد حسین بغور اسے دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

''پتہ نہیں، میں نے غصے میں اسے کچھ باتیں کہہ دی تھیں، مگر میں شرمندہ ہوں۔ میں اس کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کروں گا۔'' وہ واقعی اس وقت شرمندگی سے اپنی غلطی کا اعتراف کر گیا تھا۔

''تمہیں اس کی ناراضگی دور کرنی بھی چاہئے۔ اس جیسے دوست بار بار تمہیں نہیں ملیں گے۔'' احمد حسین کی تاکید پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''آج عثمان کے ماں باپ نے پھر وہی ذکر شروع کیا تھا باتوں کے دوران۔ مگر میں نے سلیقے سے انکار کر دیا ہے۔'' احمد حسین کے سنجیدہ لہجے پر وہ بس خاموش تھا۔

''تمہارے اعتراضات بالکل درست تھے۔ تمہاری مامی کو بھی بعد میں اس کا احساس ہوا تھا۔ میں اس بارے میں زیادہ بات نہیں کروں گا، کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ خرمن کے لیے اللہ کو جو بہتر لگے گا وہ خود اس کے لیے کرے گا۔ مگر تم سے یہ ضرور کہوں گا کہ یہ کبھی مت سمجھنا کہ اس گھر کے کسی معاملے میں تمہیں کچھ بولنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ ایسا سوچ کر تم صرف ہماری محبتوں پر شک کرو گے۔'' ان کے شکایتی لہجے پر وہ نظر نہیں اٹھا سکا تھا۔

''اب تم مجھے بتاؤ کہ تم کیوں مستقل پریشان اور اُلجھے دکھائی دے رہے ہو؟ تم جانتے ہو کہ تمہیں بے سکون دیکھ کر میں کس طرح سکون سے رہ سکتا ہوں؟ میں انتظار ہی کرتا رہا کہ تم مجھ سے اپنی پریشانی کا تذکرہ کرو گے جسے میں تمہارے چہرے سے پڑھ سکتا ہوں۔ تم نے کبھی مجھ سے اپنی کوئی پریشانی نہیں چھپائی تو اب ایسا کیوں کر رہے ہو؟ تم بلا جھجک مجھے اپنے دل کی بات بتاؤ۔ میں اور زیادہ تمہیں خود سے ہی اُلجھتا نہیں دیکھ سکتا۔'' ان کے نرم لہجے میں چھپے اصرار کو محسوس کرتے ہوئے وہ سر نہیں اٹھا سکا تھا۔ مگر خاموش بھی نہیں رہ سکتا تھا۔

''آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے کچھ نہیں چھپا سکتا۔ نہ ہی ایسا کروں گا۔'' ہمت مجتمع کرتے ہوئے وہ ایک پل کے لیے رُکا تھا۔

''عارش! تمہیں جو کہنا ہے کہہ دو، میں سن رہا ہوں۔'' اس کے تذبذب کو بھانپتے ہی وہ پھر نرم لہجے میں بولے تھے۔

''ماموں جان! میں نہیں جانتا کہ میرے سب کچھ کہہ دینے کے بعد آپ کے دل میں میرے لیے محبت رہے گی بھی یا نہیں، مگر میں اب سب کچھ خود تک محدود نہیں رکھ سکتا۔ اگر میں ایسا کروں گا تو مجھے خوف ہے کہ کہیں میری ساری زندگی پچھتاوؤں کی نذر نہ ہو جائے۔'' ان کی جانب دیکھے بغیر بولتے ہوئے وہ پھر ایک لمحے کے لیے رُکا تھا اور دوسرے ہی لمحے نظر اُٹھا کر اُن کی جانب دیکھا تھا۔

''اگر میں آپ سے وہ سب مانگ لوں جو آپ کے لیے ساری دنیا سے بڑھ کر قیمتی ہے تو کیا زندگی کے کسی حصے میں آپ وہ سب مجھے سونپ سکتے ہیں؟'' ہلکی سی لرزش اس کے لہجے میں موجود تھی۔ احمد حسین اُلجھی نظروں سے بس اُسے دیکھ رہے تھے جو گھٹنوں کے بل ان کے سامنے آ بیٹھا تھا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

''میں جانتا ہوں کہ اس وقت جو میں آپ سے مانگ رہا ہوں، وہ میری حیثیت سے بہت بڑھ کر ہے۔ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ مگر ایسا تو نہیں ہے کہ کبھی اس کے قابل بھی نہیں ہو سکتا۔'' اپنے ہاتھوں میں موجود ان کے ہاتھ پر نظر جمائے وہ بولتا جا رہا تھا۔

''اللہ نے اس کی محبت آپ کے دل میں ڈالی تھی، اس پر آپ کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ آپ جیسی پاکیزہ محبت کے جذبوں کا دعویٰ کرنے کا اہل میں خود کو نہیں سمجھتا۔ مگر پھر بھی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے دل پر اب میرا بھی کوئی اختیار نہیں رہا ہے۔ آپ اس سے دستبردار نہیں ہو سکتے تھے، دنیا کی کوئی طاقت آپ کو اس کام کے لیے مجبور نہیں کر سکتی تھی، مگر میں مجبور ہو رہا ہوں، طلب کر رہا ہوں آپ سے وہ جس کے لیے میرا دل مجھے مجبور کر رہا ہے۔'' ساکت نظروں سے احمد حسین اُسے دیکھ رہے تھے جو لرزتے لہجے میں بولتا سر نہیں اُٹھا سکا تھا۔

''میں آپ کی محبت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میری محبت تو صرف ابھی عقیدت تک پہنچی ہے اور عقیدت کے بغیر تو محبت، محبت ہی نہیں ہوتی۔ آپ مجھے معاف کر دیں، میں نے آپ کی قیمتی متاع کی جانب نگاہ اُٹھائی ہے۔ لیکن اللہ جانتا ہے کہ اس نگاہ میں عقیدت ہے۔ وہی عقیدت جو میرے دل میں آپ کے لیے ہے، مامی کے لیے ہے۔ میں آپ سب سے الگ نہیں ہو سکتا، میں ہمیشہ آپ سب کے قریب رہنا چاہتا ہوں، مگر میں یہ بھول گیا تھا کہ وہ ہمیشہ اس گھر میں ہم سب کے قریب نہیں رہ سکتی۔ اور جب اس حقیقت کا اندازہ ہوا تو مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ......'' بات ادھوری چھوڑ کر عارش نے سر اُٹھا کر ان کے چہرے کو دیکھا تھا۔

''ماموں جان! میں اپنی ساری زندگی صبر کرتے ہوئے نہیں گزار سکتا۔ میرے پاس آپ جیسا ظرف، آپ جیسا حوصلہ نہیں ہے۔'' مدھم لہجے میں بولتے ہوئے وہ اُنہیں دیکھ رہا تھا جو کسی گہری سوچ میں مبتلا اس کی جانب نہیں دیکھ رہے تھے۔ ان کی گہری خاموشی نے عارف کو خوف میں گرفتار کیا تھا۔

''آپ کو میری اس جرأت پر غصہ ہے تو مجھے برا کہیں، مگر اس طرح خاموش نہ رہیں۔ میں نے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے تو مجھے بتائیں۔'' اس کے خوفزدہ لرزتے لہجے پر احمد حسین نے دنگ نظروں سے اس کی کشادہ آنکھوں میں پھیلتی نمی کو دیکھا تھا۔ اگلے ہی پل وہ اُن کے گھٹنوں پر سر رکھ چکا تھا۔

''عارش! مرد کی آنکھوں میں آنسو نہیں ہوتے۔'' اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے وہ نرم لہجے میں بولے تھے۔

''ان کے لیے ہو سکتے ہیں جن سے وہ محبت کرتا ہے، جن سے وہ دُور نہیں ہونا چاہتا، جن کے بغیر اس کی زندگی ادھوری ہے۔'' ان سے نظر ملائے بغیر وہ نم لہجے میں بولا تھا۔

''اس گھر میں کوئی کسی سے دُور نہیں ہو رہا۔ تم نے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی ہے، نہ ہی آج تمہاری باتوں نے مجھے بہت زیادہ حیران کیا ہے۔ اس لیے تمہیں کسی چیز کے لیے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے وہ اسی پُرشفقت لہجے میں بولے تھے جس کا وہ عادی تھا۔

''پھر آپ خاموش کیوں رہے؟'' عارش کا چہرہ اب بھی زرد تھا مگر سانسیں کچھ بحال ہوئی تھیں۔ جبکہ احمد حسین نے ایک

گہری سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔
''اس لیے کہ فوری طور پر تم سے کہنے کے لیے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تمہیں سن رہا تھا، مگر میرا آدھا دھیان نزمن کی طرف تھا۔ تمہیں اندازہ ہوگا کہ اس کا ردِعمل کتنا خطرناک ہوسکتا ہے۔'' وہ پُرسوچ لہجے میں بولے تھے۔
''مجھے اندازہ نہیں، پورا یقین ہے کہ وہ پہلی فرصت میں مجھے جان سے مار دے گی۔'' سر جھکائے وہ بجھے لہجے میں خدشہ ظاہر کررہا تھا۔
''کیا فضول بات کررہے ہو؟'' احمد حسین نے فوراً اُسے گھرکا تھا۔
''ابھی اس بارے میں تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ابھی میرے لیے اہم یہ ہے کہ تمہارے دل پر کوئی بوجھ نہ رہے۔ کیا تم سب کچھ کہہ چکے ہو یا اور کچھ بھی کہنا ہے؟'' اس کے سوال پر اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ واقعی ان سے سب کچھ کہہ کر وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کررہا تھا، خاص طور پر ان کے ردِعمل نے اسے ہر بوجھ سے آزاد کردیا تھا۔ پہلا مرحلہ تو اس نے طے کرلیا تھا، یہ سچ سکون دے گیا تھا۔

❀------○------❀

ٹاول سے بھیگا چہرہ خشک کرتے ہوئے اس نے اپنی سرخ آنکھوں کو دیکھا تھا۔ شدتِ گریہ سے اس کا چہرہ حد درجہ ستایا ہوا تھا۔ اسے اپنے عکس سے شدید نفرت محسوس ہورہی تھی کہ وہ کس حد تک ان کے لیے قابلِ نفرت ہوچکی ہے۔ وہ اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی اپنی نفرت کو نہیں چھپا سکے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ان کی مرضی کے خلاف جس انسان کی چاہت میں غرق ہوچکی تھی، اس نفرت کی وجہ صرف وہی انسان نہیں ہے۔ وہ تو بس ایک بہانہ ہے، ورنہ وہ تو شاید ازل سے اس کا وجود تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ آج وہ اسے یقین دے گئے تھے کہ وہ کوئی وقعت، کوئی حیثیت نہیں رکھتی، نہ ان کے گھر میں، نہ ان کے دل میں۔ اس سے پہلے کہ آنکھیں پھر سمندر بن جاتیں، بکھرے بالوں کو پونی ٹیل کی شکل میں جکڑتی وہ ادھ کھلے دروازے تک گئی تھی۔ لاؤنج میں صرف فاران ہی اتنی رات میں ٹی وی کے سامنے موجود ہوسکتا تھا۔ اُسے والیوم کم کرنے کی تاکید کرکے وہ لائٹ آف کرتی واپس بیڈ کی سمت آئی تھی اور سیل فون اُٹھالیا تھا۔
''پانی پیا تم نے؟'' وہ جو ہولڈ پر تھا، فوراً بولا تھا۔
''ہاں، اور اب میں بالکل نہیں رو رہی۔'' وہ بولی تھی۔
''اب یہ بے وقوفی کرنا بھی نہیں، ورنہ میں پہنچ جاؤں گا تمہارے گھر۔'' وہ دھمکی دے رہا تھا۔
''تم اتنی کوڑھ مغز ہو کہ یہ تک بھول گئیں کہ یہ سب جو تم پر اُتر رہا ہے، وہ میرا ہی غصہ ہے۔ تم یہ کیوں سوچتی ہو کہ وہ تم سے بیزار ہیں؟ میرے لیے وہ جیسے بھی ہیں مگر تم جیسی بھی ہو، ان کی بہن ہو۔'' عثمان نے سمجھانے والے انداز میں گھرکا تھا۔
''مان! میں ناسمجھ نہیں ہوں، رویوں اور لہجوں کو محسوس کرسکتی ہوں۔ یہ سب نیا نہیں ہے میرے لیے۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔
''کبھی کبھی تو مجھے بہت ندامت ہوتی ہے، یہ میں نے کس راہ پر لگا دیا ہے تمہیں؟ کاش! میں اس قابل ہوتا کہ ان کے دل میں جگہ بنا سکتا۔'' وہ گہری سانس لے کر بولا تھا۔
''جو انسان اپنی بہن کو اپنے دل میں آج تک جگہ نہیں دے سکا، تو تم ان سے یہ اُمید کیسے کرسکتے ہو؟'' وہ تلخی سے بولی تھی۔
''مگر میں یہ کہوں گا کہ وہ تم سے محبت کرتے ہیں، اس وقت تم غصے میں......''
''میں غصے میں نہیں، صدمے میں ہوں مان! مجھے ان سے کبھی کچھ نہیں چاہئے تھا۔ کیونکہ مجھے جو چاہئے وہ مجھے ان سے نہ پہلے کبھی ملا ہے نہ آئندہ کے لیے کوئی امید باقی رہی ہے۔ صدمہ تو صرف اس حقیقت کا ہے کہ وہ میری پشت پر بھی میرے لیے زہر اُگلتے ہیں۔'' وہ شدید اذیت میں بولی تھی۔ ''کیا قصور ہے میرا؟ میں بن بلائے، بلا ضرورت اس گھر میں پیدا ہوگئی

جہاں بڑھاپے میں میرے ماں باپ کو بھی میری خواہش نہیں تھی، زبردستی ایک بوجھ کی طرح پہلے ان پر اور پھر ان کے بیٹے پر مسلط ہوگئی۔ کیا کوئی انسان اپنی مرضی سے اس دنیا میں آتا ہے؟''

''بیلا! اب تم دوبارہ رونا شروع مت کرنا۔ میں جانتا ہوں تمہیں کتھارسس کی ضرورت ہے، مگر وہ تم میرے سامنے بیٹھ کر کرنا۔ لیکن اس فون پر تم مجھے سولی پر مت چڑھاؤ۔'' عثمان کا لہجہ التجائی تھا جبکہ وہ خاموش رہی تھی۔

''کل تک بالکل فٹ فاٹ ہو جاؤ، پھر ہم بہت سارا وقت ساتھ گزاریں گے۔ آج کل جیب بہت بھاری ہو رہی ہے، سوچ رہا ہوں تم پر ہلکی کر دوں۔'' وہ فخر سے بولا تھا۔

''یہ موقع تو میں کسی حال میں بھی نہیں گنواؤں گی۔ روز روز تو تمہاری جیب بھاری ہوتی نہیں ہے۔'' وہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

''اچھا ایک خوشخبری سن لو، میری پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ خرمن کے لیے احمد انکل نے انکار کر دیا ہے۔''

''ہاں، مجھے بھابی سے معلوم ہوا ہے۔ وہ تو بہت افسردہ ہوئی ہیں۔ مگر یہ انکار غیر متوقع نہیں تھا۔ سب کو اندازہ تھا کہ خرمن کے گھر والے کبھی اسے ملک سے باہر نہیں جانے دیں گے۔ تم اس انکار کو خوشخبری کے معنوں میں لے رہے ہو، برہان بھائی کا بھی خیال نہیں تمہیں۔'' بیلا نے اسے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔

''اپنے بھائی کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں ہے یار! مگر میں عارش کو تڑپتے، گرتے اور پٹ سے مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ویسے موصوف بڑے کائیاں قسم کے چھپے رستم ہیں، اندازہ ہو گیا ہو گا تمہیں۔'' عثمان کے کہنے پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

''خرمن کو لے کر مجھے کچھ شک تو تھا عارش پر، مجھے حیرت ہے کہ تم جیسے بیسٹ فرینڈ سے اس نے اپنی فیلنگز شیئر نہیں کیں۔'' بیلا نے حیرانی سے کہا تھا۔

''مگر دیکھ لو، اسی بیسٹ فرینڈ نے اسے مجبور کر دیا ہے سب کچھ اُگلنے پر۔ میں نے تو جان بوجھ کر عجلت مچائی تھی، گھر میں سب کو اُکسایا کہ جلدی رشتہ لے کر جائیں۔'' وہ ہنستے ہوئے بتا رہا تھا۔

''ٹھیک ہی ناراض ہے تم سے عارش۔ جب تم سب کچھ سمجھتے تھے تو اس کے ساتھ کیوں یہ سب کیا؟'' بیلا نے خشمگیں لہجے میں کہا تھا۔

''اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ حالِ دل سینے میں ہی چھپائے دنیا سے کُوچ کر جاتا۔ تمہیں نہیں پتہ کس طرح جان جاتی ہے اس کی استانی کے سامنے۔ مگر اب تو منہ کھولنا ہی پڑے گا۔'' وہ اطمینان سے بولا تھا۔

''اب تم کسی بات کا ذکر غلطی سے بھی خرمن سے نہ کر دینا۔'' عثمان نے تنبیہہ کی تھی۔

''فکر مت کرو۔ میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں کہ اسے ڈسٹرب کر دوں۔ یہ کام تو عارش نے کرنا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔ تب ہی وہ کچھ چونکی تھی۔ باہر سے اسے فاروق کی آواز سنائی دی تھی جو یقیناً فاران کو ٹی وی بند کرنے کی ہدایت دے رہے تھے۔

''مان! میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔''

''ہاں، میں جانتا ہوں کہ سیل فون کے بعد تم اب خود کو ڈیمیج نہیں کروانا چاہو گی۔'' عثمان بھی سمجھ گیا تھا۔ ایک پل کو رُک کر اُس نے دروازے پر اُبھرتے سائے کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل وہ تکیے پر سر رکھتی آنکھیں بند کر چکی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ اگر اس کی طرف آ رہے ہیں تو ضرور عروسہ کے کہنے پر جبکہ وہ بالکل بھی ان کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ جو کچھ وہ ان سے اپنے بارے میں سن چکی تھی، اس کے بعد ان کا کوئی لفظ اس اذیت کو زائل نہیں کر سکتا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے دروازے پر ہوتی دستک سنی تھی۔ کمرے میں داخل ہو کر فاروق نے اسے پکارا بھی تھا، انہیں اندازہ تھا کہ وہ سو چکی ہے۔ مگر وہ واپس نہیں جا سکے تھے۔ سائیڈ ٹیبل پر موجود لیمپ آن کر کے فاروق اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ بخار نے بالکل اسے نچوڑ کر رکھ دیا تھا، بہت نڈھال اور کمزور ہو چکی تھی وہ۔ دھیرے سے اس کی پیشانی کو چھو کر انہوں نے بخار کی شدت کو جانچا

تھا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے سے وہ خود کو روک نہیں سکے تھے۔ حالانکہ یہ کام انہوں نے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ اگر وہ بیدار ہوتی تو کبھی اس شفقت کا مظاہرہ وہ اس وقت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ بیلا اور ان کے درمیان موجود جھجک، فاصلے شاید عمروں کے بہت زیادہ فرق کی وجہ سے بھی تھے۔ ان کی شادی کے وقت بیلا بمشکل آٹھ سال کی ہوگی۔ بالکل ایسی ہی صورتِ حال عروسہ کی طرف سے بھی تھی، عروسہ جب ان کی زندگی میں شامل ہوئیں۔ عثمان، بیلا کا ہی ہم عمر تھا۔ مگر وہاں صرف عمر کا ہی فرق تھا۔ عثمان اپنی ماں سے زیادہ عروسہ کے ہی قریب رہا تھا اور آج تک تھا۔ عروسہ اور ان کی مائیں آپس میں کزنز تھیں۔ دونوں نے اپنی پہلی اولادوں کو ایک رشتے میں باندھ کر اپنے رشتے کو اور بھی مضبوط کر دیا تھا۔ مگر عروسہ کے ان کی زندگی میں آنے کے بعد ان کی ماں زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہ سکی تھیں۔ عثمان کی طرح بیلا کی پرورش میں بھی عروسہ کا ہی عمل دخل رہا تھا۔ وہ اس سچ کو مانتے تھے کہ عروسہ نے گھر اور بیلا کو بہت اچھی طرح سنبھالا تھا، بیلا کو کسی طور وہ اتنی توجہ نہیں دے سکتے تھے، جو توجہ عروسہ نے دی تھی۔ بیلا اپنی ہر ضرورت کے لیے عروسہ کی طرف ہی دیکھتی تھی اور یہ سب آج تک جاری تھا۔

لیمپ کی مدھم روشنی میں وہ اب بہت احتیاط کے ساتھ سائیڈ ٹیبل پر پھیلی دواؤں کو ترتیب دے رہے تھے۔ بیلا ان کی عمر کے اس دور میں ان کی ماں کی گود میں آئی تھی، جس میں یہ سب ایک جوان لڑکے کے لیے یا تو بہت خوشی کا باعث ہوتا یا پھر شرمندگی کا باعث ہو سکتا تھا۔ اور فاروق کے لیے یہ سب خوشی کا باعث نہیں ہو سکتا تھا۔ اپنے ماں باپ سے نہ تو وہ کچھ کہہ سکتے تھے نہ ہی ان کے ماں باپ ان کے تیور بھانپ کر اپنی نومولود بیٹی کو کہیں پھینک سکتے تھے۔

وہ اپنے ماں باپ کی محبت اور توجہ کا واحد مرکز اگر تھے بھی تو بیلا نے ان سے یہ اعزاز چھین لیا تھا۔ بیلا سے لاتعلقی اور بیزاری ان کی فطرت میں گھل گئی تھی۔ ان کے ماں باپ اس دن کے بعد کچھ سنبھل گئے تھے، جب بیلا اپنے چھوٹے چھوٹے پیروں پر لڑکھڑاتی ہوئی ان کے کمرے میں پہنچ گئی تھی، جہاں وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کمبائن اسٹڈی میں مصروف تھے۔ بیلا کی معصومیت اور ننھے وجود نے ان کے دوستوں کی ساری توجہ اپنی سمت کھینچ لی تھی۔ ان کے دوستوں نے ان کے گھر میں پہلے کبھی اتنے چھوٹے بچے کو اتنی آزادی سے گھومتے ہوئے جو نہیں دیکھا تھا، دیکھ بھی کیسے سکتے تھے؟ فاروق کے سامنے بھی ان کی ماں بیلا کو نہیں آنے دیتی تھیں کہ کہیں بیٹے کا مزاج نہ بگڑ جائے۔ اپنے دوستوں سے وہ سچ چھپا نہیں سکے تھے، مگر اس کے بعد دو دن تک انہوں نے نہ گھر میں کسی سے بات کی تھی نہ کھانے کو ہاتھ لگایا تھا۔ اپنے دوستوں کے حیران چہروں اور پھر دبی دبی مسکراہٹوں نے انہیں شدید ذلت سے دوچار کیا تھا۔ بیلا کے لیے ان کی بیزاری کچھ اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ دوسری جانب اُنہیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ بیلا کو قبول نہ کر کے انہوں نے اپنے ماں باپ کو دکھ پہنچایا ہے۔ ان کے باپ بہت اچانک اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ بیلا تو اس وقت بھی بہت کمسن تھی، البتہ اپنی ماں کی زندگی کے آخری ایام میں انہوں نے اپنے رویے کی معافی مانگ لی تھی، مگر بعد بھی بھی بہت چاہ کر بھی وہ بیلا کو اپنے قریب نہیں کر سکے تھے۔ ایک یہ وجہ بھی تھی کہ ذمے داریوں اور بیوی بچوں کی آمد نے بھی اُنہیں اس کام کا موقع نہیں دیا تھا، لہٰذا انہوں نے بہن کو عروسہ کے حوالے اور ان کے بھروسے پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ ان کے لیے بیوی کی محبت تو پہلے ہی تقسیم تھی، عروسہ جب ان کے گھر میں آئیں تو یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ پہلے سے ہی دو بچوں کی ماں تھیں۔ ایک عثمان اور دوسری بیلا۔ نئی نویلی بیوی کو اس طرح بٹا ہوا دیکھنا ان کے لیے بھی جھنجلاہٹ کا باعث بنا تھا، مگر اس میں عروسہ کا کوئی قصور نہیں تھا۔ عثمان عروسہ کا بھائی اور بیلا ان کی بہن تھی۔ ظاہر ہے انہیں یہ صورتِ حال قبول کرنی ہی تھی۔

بیلا کے ساتھ ان کی لاتعلقی کو عروسہ بھی محسوس کرتی تھیں۔ اکثر سمجھاتی بھی تھیں مگر اب اس خلا کو پُر کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ سونے پر سہاگہ یہ ہو گیا تھا کہ بیلا نے ان کی اجازت کے بغیر اس شخص کا نام اپنے دل پر لکھ لیا تھا، جسے وہ بیلا کے لیے کبھی منتخب نہیں کر سکتے تھے۔ مگر یہ کام بیلا نے خود ہی کر لیا تھا، جسے فاروق کبھی قبول نہیں کر سکتے تھے۔

کمبل اس پر پھیلا کر انہوں نے ٹیبل لیمپ آف کیا تھا اور پھر دروازے کی سمت بڑھ گئے تھے، اس بات سے بے خبر کہ وہ تکیہ اپنے آنسوؤں سے بھگونا شروع کر چکی ہے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس سے پہلے وہ کب اس کے کمرے میں داخل ہوئے

تھے۔ یہ کمرہ تو شاید ان کے لیے اچھوت تھا اور وہ خود بھی۔ وہ یقیناً عروسہ کے کہنے پر اس وقت آئے تھے، تا کہ جو اذیت وہ اسے دے چکے ہیں اس میں کچھ کمی آ جائے۔ مگر اب یہ ممکن نہیں تھا۔ ان کا اب کوئی لفظ بھی بیلا کو ان کے بارے میں اچھا اور مثبت سوچنے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ان کی طرح خود بھی اپنے دل میں ان کی نفرت نہیں بھر سکتی تھی، مگر اب اس کی برداشت ختم ہو گئی تھی۔ وہ ان کے گھر میں پڑی ایک ناکارہ اور بیکار چیز تھی، اس بات کا یقین ہونے کے بعد وہ انہیں اپنے دل کے سب سے اونچے مقام پر نہیں رکھ سکتی تھی، آج وہ اس کے دل سے اُتر گئے تھے، مکمل طور پر اُتر گئے تھے۔ یہی غم اُسے آنسو بہانے پر مجبور کر رہا تھا، منفی سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ وہ یقیناً اس کی بے خبری میں اس کے کمرے کی تلاشی لینے آئے تھے۔ جس شخص نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ بند کمرے میں اس کی بہن زندہ بھی ہے یا نہیں، وہ رات کے اس پہر اور کس مقصد سے اس کے کمرے میں داخل ہو سکتا تھا؟ شاید انہیں اس کے غیر مردوں سے تعلقات رکھنے کا کوئی ثبوت مل گیا ہو۔ جتنا وقت وہ کمرے میں رہے، اس کے دل میں طوفان چلتے رہے تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کس طرح وہ بے جان لاشے کی طرح ان پر خود کو نیند میں ظاہر کرتی رہی تھی، ورنہ اس وقت وہ طوفان کو دبانا نہیں چاہتی تھی، ان پر چیخنا چاہتی تھی، انہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ کتنے برے ہیں، وہ اس پر کوئی حق نہیں رکھتے۔ وہ سب کچھ ختم کر دینا چاہتی تھی، مگر...... ہمیشہ کی طرح وہ آج بھی ایک ڈمی کی طرح ان کے سامنے تھے، جس کے پاس نہ زبان تھی نہ دل، نہ ہی کوئی احساس۔

❀------O------❀

سبک روانی سے گھر کی سمت بڑھتے ہوئے اسے اپنے عقب سے بائیک کی آواز آ رہی تھی، مگر اس نے جیسے سنا ہی نہیں تھا، نہ ہی ایک طرف ہٹنے کی کوشش کی تھی، بس ایک نظر اسے دیکھا تھا جو کھولتی نگاہ اس کے مسکراتے چہرے پر ڈالتا تیزی سے بائیک برابر سے نکال لے گیا تھا۔

''راستے میں آنے کی عادت نہیں جائے گی تمہاری۔'' بائیک سے اُترتے ہوئے عثمان جتانا نہیں بھولا تھا۔

''تم جانتے ہو راستے میں کون آیا ہے؟'' ایک پل کے لیے رُک کر عارش نے سنجیدگی سے کہا تھا اور پھر رُکا نہیں تھا بلکہ اُس کی پشت کو دیکھتے ہوئے عثمان کچھ نادم ہوا تھا۔ آج وہ کچھ زیادہ ہی غلط کر گیا تھا عارش کے ساتھ۔ جمعے کے دن عارش کا آفس آف ہوتا تھا، دونوں ساتھ ہی جمعہ کی نماز کے لیے جاتے تھے۔ مگر پچھلے جمعے کی طرح آج بھی وہ عارش کا انتظار کیے بغیر گھر سے نکل گیا تھا۔ گیٹ کھلا ہوا ہی تھا، برآمدے میں ہی فاطمہ قرآن پڑھنے میں مصروف تھیں۔ بس ایک نظر انہوں نے عارش کو دیکھا تھا جو اُن کی سمت ہی آ رہا تھا۔

تخت کے کنارے بیٹھتے ہوئے اس نے اخبار اُٹھا لیا تھا۔ اسے بس فاطمہ کے فارغ ہونے کا انتظار تھا۔ ان کی بہت زیادہ خاموشی اور سنجیدگی اب اس کی برداشت سے تجاوز کر رہی تھی۔ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ فاطمہ اس سے ناراض ہیں یا پھر عثمان کے ماں باپ کو انکار کرنے کا افسوس ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ پریشان ہوں۔ احمد حسین یقیناً اپنی اور اس کی گفتگو سے انہیں اب تک آگاہ کر چکے ہوں گے۔ اس وقت وہ ان سے کھل کر بات کرنا چاہتا تھا، اس گفتگو کے بارے میں بھی احمد حسین سے بات کرنے کے بعد اس کا اعتماد اس حد تک تو بڑھ چکا تھا کہ وہ اب فاطمہ سے بھی اپنے دل کی خواہش کو نہ چھپائے۔ بات کرنے کے لیے یہی موقع بہتر تھا کہ خرمن بھی اردگرد نہیں تھی۔ آج کے دن عارش ہی اسے عروسہ کی طرف ڈراپ کرتا تھا۔

''میں تمہارے لیے کھانا گرم کرتی ہوں۔'' قرآن ایک طرف رکھتے ہوئے فاطمہ اس سے مخاطب تھیں، جو ان کے متوجہ ہونے کا ہی منتظر تھا۔

''مجھے اس وقت صرف آپ سے بات کرنی ہے۔'' عارش کے فوراً ہی کہنے پر فاطمہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''مامی! کیا آپ کو اب بھی یہ لگتا ہے کہ میں خرمن کے لیے کچھ برا چاہتا ہوں؟ آپ کی طرح مجھے اس کے مستقبل کی پروا نہیں ہے؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''ہمیشہ غلط مت سوچا کرو، میں نے تمہاری مخالفت کرتے وقت واقعی آگے کے بارے میں نہیں سوچا تھا اور جب سوچا تو تم بالکل اپنی جگہ درست لگے تھے۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولی تھیں۔

''تو پھر میری طرف دیکھ کر سچ سچ بتائیں کہ میں نے کیا غلط کیا ہے، آپ کیوں مجھ سے دُور دُور ہیں؟ مجھ سے ٹھیک طرح بات بھی نہیں کرتیں۔'' وہ شکایتی لہجے میں بولا تھا۔

''میں تم سے ناراض نہیں ہوں عارش! مگر تم نے مجھے حد سے زیادہ پریشان کر دیا ہے۔ میں نے تمہارے لیے ویسا ہرگز نہیں سوچا تھا، جیسا تم چاہتے ہو۔ تم آخر ایسا چاہتے ہی کیوں ہو؟'' شدید مضطرب لہجے میں فاطمہ بولتی چلی گئی تھیں۔

''تم خود نہیں جانتے، تم کیا چاہتے ہو۔ اگر جانتے تو کبھی ایسی خواہش نہ کرتے۔ میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ تم بھی سب سے کٹ کر سب کے سامنے جھک کر زندگی گزارو۔ خاندان بھر کی مخالفت اور ملامت ہم نے اپنے فیصلے کے خمیازے کے طور پر برداشت کی ہے۔ مگر وہ زمانہ اور تھا، تمہیں اسی دنیا میں ان ہی لوگوں کے درمیان رہنا ہے۔ تمہارے دونوں ماموں کبھی یہ سب برداشت نہیں کریں گے، انہیں بھنک بھی لگ گئی تو......'' فاطمہ شدید پریشان لہجے میں بولتیں ایک لمحے کو رُکی تھیں۔

''تم ایسا کوئی فیصلہ مت کرو جو تمہارے لیے دشواریاں پیدا کر دے۔ میں صرف خرمن کے لیے ہی نہیں، تمہارے لیے بھی ایک اچھی، پُرسکون زندگی کی خواہش مند ہوں۔ اسی لیے تم اس راہ پر مت چلو۔ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔'' فاطمہ قطعی لہجے میں فیصلہ سنا گئی تھیں۔

''پتہ نہیں کیوں آپ نے خاندان کو ہوا بنا کر سر پر سوار کر رکھا ہے۔ خاندان کی اہمیت اپنی جگہ، مگر یہ میری زندگی ہے اور مجھے اپنی زندگی کے فیصلوں میں کسی خاندان کو شامل رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ کچھ بگڑے لہجے میں بولا تھا۔

''آپ نے ٹھیک کہا، وہ زمانہ اور تھا جس میں ہر کمان سے نکلے تیر کا نشانہ احمد حسین کی ذات تھی، مگر یہ وہ زمانہ نہیں رہا۔ کسی میں اتنا دم خم نہیں کہ میرے سامنے آ کر مجھ پر اُنگلی بھی اُٹھا سکے۔ میں آج جو کچھ بھی ہوں، آپ کی اور ماموں جان کی وجہ سے ہوں۔ بڑے ماموں اور مصطفیٰ ماموں کو میری پروا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں سانس لینے کے لیے بھی ان کی اجازت لوں گا۔ اگر ان دونوں نے میرا فیصلہ قبول نہیں کیا تو میں ان کی مخالفت کی بھی پروا نہیں کروں گا۔ میں انہیں ہرگز اس انداز میں فیس نہیں کروں گا، جس طرح ماموں جان نے کیا تھا۔ مجھے لوگوں کو ان کی حد کے اندر رکھنے کا فن آتا ہے۔ میری زندگی کے ہر فیصلے میں آپ اور ماموں جان مداخلت کر سکتے ہیں، مخالفت بھی کر سکتے ہیں، مگر آپ دونوں کے علاوہ اس کام کی اجازت میں کسی کو نہیں دوں گا۔'' وہ بھی اٹل لہجے میں بولا تھا۔

''عارش! میں تمہیں جو سمجھانا چاہ رہی ہوں اسے سمجھو، مجھے قائل مت کرو۔ تم اپنے دماغ سے وہ سب نکال کیوں نہیں دیتے جو ممکن نہیں؟'' اس بار فاطمہ نے کچھ سخت لہجے میں کہا تھا۔

''میں آپ کی باتوں کو سمجھ رہا ہوں، مگر آپ بھی تو میری بات سمجھیں۔ آپ چاہتی ہیں کہ میری زندگی اچھی اور پُرسکون ہو، مگر ایسا کس طرح ممکن ہو گا، جب وہی میرے پاس نہ ہو جو میرے لیے سکون کا باعث ہے؟'' بجھے لہجے میں وہ بولا تھا اور اگلے ہی لمحے فاطمہ کا ہاتھ بہت عقیدت سے اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

''مامی! آپ نے اپنی اولاد کے لیے دنیا کو ایک طرف ہٹا دیا تھا تو میری خوشیوں کے لیے ایسا کیوں نہیں کر سکتیں؟ کیا اس لیے کہ مجھ سے آپ کا وہ رشتہ نہیں جو خرمن سے ہے؟ آپ کہہ دیں ''ہاں'' پھر میں کبھی آپ سے کچھ نہیں مانگوں گا، کوئی شکایت بھی نہیں کروں گا۔'' اُس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جو فاطمہ بس ساکت نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھیں۔

''آپ مجھے بتائیں، آپ کیا چاہتی ہیں؟ ایسا کون شخص خرمن کے لیے آپ کی نظر میں اتنا بہتر ہو سکتا ہے جو کہ میں نہیں ہو سکتا؟'' اس کے سوالیہ لہجے پر فاطمہ کچھ بول نہیں سکی تھیں۔

''مامی! میرا یقین کریں، اس کے لیے آپ نے جو خواب دیکھے ہیں، میں ان سب کو پورا کروں گا۔ آپ اسے ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتی ہیں، میں اس کی خوشیوں کے لیے اپنی ذات کو بھی نظر انداز کر دوں گا۔ آپ اسے ایک اچھے سے گھر میں رخصت

کرنا چاہتی ہیں، میں اسے وہ گھر دوں گا، جہاں صرف اُس کی حکومت ہوگی۔'' وہ اُنہیں یقین دلا رہا تھا، جن کا دل پگھلتا جا رہا تھا، وہ سب کچھ بھلائے صرف اسے سننا چاہتی تھیں۔

''آپ نے میرے لیے جو خواب دیکھے ہیں، میں اُنہیں بھی پورا کروں گا۔ آپ اور ماموں جان ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گے۔ میں آپ دونوں سے الگ نہیں ہوسکتا۔ آپ اس دنیا کی پرواہ مت کریں، جس نے کبھی آپ کے دل میں جھانک کر آپ کے درد کو نہیں سمجھا۔ میں سب کی ذمے داری لیتا ہوں، کوئی آپ سے سوال کرنے نہیں آئے گا۔ میری موجودگی میں آپ کو کسی کے سامنے اب سر نہیں جھکانا پڑے گا۔ کیونکہ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ اپنی آخری سانس تک بھی نہیں۔'' وہ خاموش ہوا تھا کہ اس کا ہاتھ آنکھوں سے لگائے فاطمہ گھٹ گھٹ کر رو رہی تھیں۔ یہی سب تو وہ اس انسان سے سننا چاہتی تھیں، جسے شاید آسمان سے اُترنا تھا۔ زمین پر تو اُنہیں آج سے پہلے کبھی کسی انسان سے یہ اُمید نہیں تھی۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ اب کسی کو آسمان سے اُتر کر آنے کی ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ جس کا انتظار تھا وہ تو پہلے سے ہی ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ بس وہی نہ پہچان سکی تھیں۔

''مامی! آپ روئیں مت۔ آپ کو معلوم بھی ہے کہ میں آپ کو اس طرح روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔'' ان کے آنسوؤں نے عارش کو اضطراب میں مبتلا کر دیا تھا۔ ''اگر میں نے آپ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے تو مجھ سے شکایت کریں، آپ کو میرے فیصلے سے تکلیف پہنچی ہے تو مجھے معاف کر دیں۔ آپ کو حق ہے کہ میری خواہش کو رد کر دیں۔ خرمن کے لیے میں واحد انسان نہیں ہوں، مجھ سے بہتر انسان بھی اُسے مل سکتا ہے۔ مجھے آپ کا ہر فیصلہ منظور ہوگا۔ وہی جو آپ اور ماموں جان چاہتے ہیں۔ میں کبھی آپ دونوں کے خلاف نہیں جاؤں گا۔ مگر یہ سچ ہے کہ میں اپنی زندگی میں خرمن کو جو مقام دے چکا ہوں، وہ کسی اور کو کبھی نہیں دے سکوں گا۔'' خاموش ہوکر وہ چند لمحوں تک اُنہیں دیکھتا رہا تھا جو بار بار بھیگتی آنکھیں خشک کرتیں اُس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھیں۔

''آپ جانتی ہیں ابھی کچھ دیر پہلے عثان نے مجھ سے کہا کہ مجھے راستے میں آنے کی عادت ہے۔ اگر آپ کو بھی ایسا لگتا ہے تو میں ابھی اور اسی وقت ایک طرف ہٹ جاتا ہوں۔'' سر جھکائے وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔

''وہ تم سے ناراض ہے، اس لیے غصے میں کہہ دیا ہوگا۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ عثان کو تمہاری کتنی پروا ہے۔'' اس کے چہرے پر پھیلتی مایوسی فاطمہ سے برداشت نہیں ہوئی تھی جبکہ عارش نے سر اُٹھا کر اُنہیں دیکھا تھا۔

''تم جانتے ہو، خرمن کو اگر بھنک بھی لگ گئی تو وہ قیامت اُٹھا دے گی اور مجھے صرف تمہاری فکر ہے۔'' خرمن کے ردِعمل کو تصور میں لاتے ہوئے فاطمہ کی پریشانی بڑھی تھی۔

''وہ قیامت اُٹھائے یا طوفان لائے، آپ اور ماموں جان اگر میرے ساتھ ہیں تو میں اُس کا سامنا بھی کرلوں گا۔'' اس کے جواب پر فاطمہ نے اُسے دیکھا تھا جس کی آنکھوں میں آس و اُمید کی قندیلیں روشن تھیں، چہرے پر ایسی معصومیت اور مظلومیت اُس نے سجا رکھی تھی جو فاطمہ کو بالکل ہی زیر کرنے کے لیے کافی تھی۔

''اسی لیے میں تم سے بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی، کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ تم اپنی بات منوا کر ہی دم لو گے۔ تمہارے ماموں بالکل ٹھیک کہتے ہیں، تم خرمن سے کسی بھی طرح کم نہیں ہو۔ تم دونوں نے ہماری ناک میں دم کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔'' فاطمہ کو یکدم ہی اُس پر بہت غصہ آیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ خرمن کو بھی لپیٹ گئی تھیں۔

''اسے درمیان میں کیوں لا رہی ہو؟ اسے تو کچھ خبر بھی نہیں ہے۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے عارش نے درمیان میں اُنہیں روکا تھا۔

''جب اُسے خبر ہوگی، تب تمہیں پتہ چلے گا، میرے پاس اگر تم اُس کی شکایت لے کر آئے تو اس سے پہلے میں تمہارا حشر بگاڑ دوں گی۔'' فاطمہ کے مزید برسنے پر اس نے خاموش رہنا ہی غنیمت جانا تھا۔

❁------O------❁

کمرے میں حبس اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اُس کی نیند ٹوٹ گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ پیاس سے غافل ہونے کی کوشش کرتا رہا تھا، مگر ناکامی ہوئی تھی۔ فاطمہ اس کے کمرے میں پانی رکھنا بھول گئی تھیں، لہٰذا خود اُسے اُٹھنا ہی پڑا تھا۔ کمرے سے باہر آتا وہ ایک پل کو ٹھٹکا تھا، مگر اُسے حیرت نہیں ہوئی تھی کہ خرمن کے علاوہ اتنی رات میں اور کوئی دوسری مخلوق گھر میں گھومتی نظر نہیں آ سکتی تھی۔ نیند سے بوجھل آنکھیں بمشکل کھولے وہ خاموشی سے کچن کی سمت بڑھ جانا چاہتا تھا، مگر قدم خود بخود اس کے قریب رک گئے تھے جو گرِلز میں اُنگلیاں پھنسائے روشن آسمان کو تک رہی تھی۔ عارش کی موجودگی نے اس کے انہماک میں خلل نہیں ڈالا تھا۔ چاند کی تیز روشنی سیدھی اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھی، مگر اس کے علاوہ بھی ایک عجیب سی چمک اُس کے نقوش پر پھیلی ہوئی تھی، جس نے عارش کو چونکا دیا تھا۔ تب ہی اس کی سیاہ آنکھوں نے حرکت کی تھی، وہ سانس لینا بھول گیا تھا۔

''تم، اس وقت کمرے سے باہر......؟'' وہ بمشکل اتنا ہی بول سکا تھا۔

''پتہ نہیں، اس وقت کیوں میری سماعتوں سے بہت عجیب پکاریں ٹکراتی ہیں، میں سونا چاہتی ہوں، مگر......ابھی بھی مجھے اپنے اردگرد پرچھائیاں نظر آ رہی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ میں ان پرچھائیوں سے مانوس ہوں اور نہیں بھی۔'' عجیب رُکے رُکے لہجے میں بولتی وہ اُسے دنگ کر گئی تھی۔ اور اب اُسے اُلجھتا چھوڑ کر دوبارہ آسمان کو تک رہی تھی۔ عارش کو سمجھ نہیں آیا تھا کہ اس سے کیا کہے، اس نے کئی بار چاہا تھا کہ خرمن سے صرف اس کی ذات کے حوالے سے بات کرے، وہ اپنے بارے میں سب کچھ جانتی ہے تو اپنے اور اپنی زندگی کے بارے میں کیا سوچتی ہے؟ اس کے کیا احساسات ہیں اپنے ماضی اور حال کو لے کر۔ مگر وہ شاید اس وقت بھی اس سے یہ سوال کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ گہری خاموشی میں وہ بس اس کی ساکت پتلیوں میں اُبھرتے چاند کے عکس کو دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں کبھی زندگی بوجھ محسوس ہوتی ہے؟ کبھی قید محسوس ہوتی ہے یہ دنیا؟ یہاں سے دُور بھاگ جانے کا دل چاہتا ہے؟'' یک ٹک آسمان تکتی وہ شاید اُس سے سوال کر رہی تھی۔

''زندگی بوجھ نہیں، اللہ کا تحفہ ہے۔ یہ دنیا میرے لیے قید نہیں، ایک تجربہ گاہ ہے۔ ہر تجربے کے بعد مجھے اللہ کی طرف سے کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے جو مجھے آگے بڑھنے میں مدد دیتا ہے۔ میں اس دنیا سے نکل کر کہیں بھاگنا نہیں چاہوں گا کہ اس دنیا میں میرے قریب کچھ لوگ ہیں جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو، میں بھی بھاگنا نہیں چاہوں گی، مگر......'' اس کی طرف متوجہ ہوتی وہ ایک پل کو رُکی تھی۔

''میں جہاں تھی، وہیں رُکی ہوئی ہوں۔ مجھے آگے بڑھنے کا راستہ کیوں نہیں ملتا؟'' لرزتے لہجے میں وہ بول رہی تھی۔ ''اللہ نے میرے راستے اگر بنائے ہیں تو وہ مجھے کیوں دکھائی نہیں دیتے؟ اگر میرے نصیب میں یہ قید لکھ دی گئی ہے تو کیوں میرے اردگرد کھڑی دیواروں تک وہ آوازیں پہنچتی ہیں جن کی اذیت مجھے نیند سے جگا دیتی ہے؟ کیوں میری مشکل ختم نہیں ہوتی؟ کیوں یہ اندھیرے......؟'' یکدم خاموش ہو کر اس نے پیشانی آہنی گرِلز سے ٹکا دی تھی۔

''تم کس مشکل کے بارے میں بات کر رہی ہو، مجھے بتاؤ خرمن! کیسی آوازیں؟ اور یہ کب سے ہو رہا ہے تمہارے ساتھ؟'' اس کی بند آنکھوں اور چہرے پر اُبھرتے تھکن کے آثار عارش کو تشویش میں مبتلا کر گئے تھے۔

''تم نہیں سمجھو گے۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔'' بند آنکھوں کے ساتھ وہ بہت مدھم آواز میں بولی تھی، اس کے لہجے میں مایوسی گہری تھی۔ اگلے ہی پل گرِلز سے دُور ہٹتی وہ کمرے کی سمت بڑھ گئی تھی۔ عارش نے چاہا تھا کہ اسے روکے۔ آج پہلی بار اپنے دل کی کچھ اُلجھنیں اس سے وہ جانے کس جھونکے میں بیان کر گئی تھی، مگر اسے بھی بری طرح اُلجھا گئی تھی۔ اس وقت وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے دل کے ہر گوشے میں چھپے راز تک پہنچے، اس کے ہر غم کو اپنے نام کر لے، اس کی تھکن کو سمیٹ لے۔ اور یہی نہیں، اسے سالم اپنے اندر چھپا کر کسی اور ہی دنیا میں چلا جائے۔ مگر یہ استحقاق ابھی وہ حاصل نہیں کر سکا تھا۔

❀------○------❀

''جب تک تم اندر نہیں آؤ گے، میں خرمن کو باہر نہیں بھیجوں گی۔'' بیلا نے وارننگ دی تھی۔
''ایسا مت کرو، مامی گھر پر پریشان ہو رہی ہوں گی۔ دس بج چکے ہیں، بھیج دو اسے باہر۔'' عارش نے واقعی التجا کی تھی۔
''آ بھی جاؤ۔ کتنے نخرے کرتے ہو۔ چائے پینے میں وقت ہی کتنا لگے گا تمہیں؟''
''چائے بھی پینی پڑے گی؟'' وہ دنگ ہوا تھا۔
''کیا مطلب ہے تمہارا؟ اتنی بری چائے بناتی ہوں میں؟'' بیلا نے آنکھیں سکیڑ کر اُسے دیکھا تھا۔
''صبر کرو۔ ابھی آواز دے کر بھائی کو بلاتی ہوں۔''
''اب تو کبھی بھی اندر نہیں آؤں گا۔'' وہ جس طرح بولا تھا، بیلا کی ہنسی بے ساختہ تھی۔
''مان سے جھگڑا کیوں کیا تم نے؟ خرمن کو اس کی وجہ بتائی تم نے؟'' وہ یقیناً اُسے تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔
''میرا خیال ہے کہ میں خرمن کو یہیں سے آوازیں دے کر بلاتا ہوں۔'' عارش نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''پانچ منٹ صبر کر جاؤ۔ وہ اندر دُلہنیں تیار کر رہی ہے۔''
''کیا شہر بھر کی دُلہنیں یہیں آ گئی ہیں؟'' وہ زِچ ہوا تھا۔
''ایسا کرو، تم خود اندر آ کر دُلہنیں دیکھ لو۔''
''معاف کرو، میں بس اپنی دُلہن ہی دیکھوں گا۔'' وہ فوراً بولا تھا۔
''پھر تو فوراً آ جاؤ۔ وہ اندر ہی ہے۔'' بیلا نے فوراً ہی کہا تھا۔ مگر اگلے ہی پل اُس کی خشمگیں نظروں پر بے ساختہ ہنسی تھی۔ جبکہ عارش چونک کر فاروق کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
''تم یہاں کیوں رُکے ہو؟ میرے گھر میں کوئی پردہ نہیں کرتا تم سے۔'' عارش سے مصافحہ کرتے وہ بولے تھے۔
''خرمن کو اتنی دیر تک کیوں روکا ہوا ہے عروسہ نے؟'' اس بار وہ بیلا سے مخاطب تھے۔
''بھابی اسے فاران کے ساتھ گھر بھیج رہی تھیں، مگر وہ خود نہیں گئی۔ کیونکہ ایک ساتھ دو برائیڈلز آ گئی تھیں۔ وہ بس فارغ ہونے والی ہے۔'' ان کی جانب دیکھے بغیر بیلا نے جواب دیا تھا۔
''مجھے خبر ملی ہے کہ عثمان سے تمہاری ناراضگی چل رہی ہے۔'' فاروق کے اچانک سوال پر جہاں عارش کچھ خجل سا ہوا تھا، وہیں بیلا جو وہاں سے جانے کے لیے پلٹ رہی تھی، یکدم ہی رُک گئی تھی۔
''وہ تو بس ایسے ہی..... ہمارے درمیان یہ سب چلتا رہتا ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے بغیر زیادہ دن تک نہیں رہ سکتے۔'' عارش کچھ شرمندگی سے بولا تھا۔
''اپنے وقت کو برباد نہیں کرنا چاہتے تو اس کے بغیر رہنا سیکھ لو، یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ موصوف کی محبت تمہارے لیے مضر ثابت ہو سکتی ہے۔'' فاروق کے تلخ طنزیہ لہجے پر عارش نے حیران ہو کر ایک نظر بیلا کو بھی دیکھا تھا جس کے چہرے کے تاثرات تن گئے تھے۔ عارش سے نظر چراتی وہ فوراً ہی پلٹ کر آگے بڑھ گئی تھی۔
فاروق سے باتیں کرتے ہوئے عارش دل ہی دل میں خرمن کے جلدی باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ فاروق کی شخصیت ہی اتنی رُعب دار اور پُر وقار تھی کہ ان سے بہت سنبھل سنبھل کر بات کرنا پڑتی تھی۔ اس کا اعتماد ان کے سامنے ڈانوا ڈول ہونے لگتا تھا۔ حالانکہ عثمان کے برعکس عارش کے ساتھ ان کا رویہ بہت اچھا اور خوش اخلاقی سے بھرپور ہوتا تھا، مگر عثمان کی طرح وہ خود بھی ان سے آمنا سامنا ہونے سے گریز کرتا تھا۔ یہ بھی شکر تھا کہ بیلا نے جلد از جلد خرمن کو باہر بھیج دیا تھا، جس کا چہرہ نظر آتے ہی عارش کو نہ صرف فاروق سے خلاصی ملی تھی بلکہ گزری رات کا منظر بھی نئے سرے سے تازہ ہو گیا تھا۔
''کل رات پتہ نہیں میں نے کیا اوٹ پٹانگ باتیں کی تھیں، مجھے اب بہت عجیب لگ رہا ہے۔ تم میرے بارے میں مت سوچنا کہ مجھے کسی سائیکاٹرسٹ کی ضرورت ہے۔'' سگنل پر اُس نے بائیک روکی تھی جب خرمن نے اسے مخاطب کیا تھا۔
''کل رات تم نے کوئی اوٹ پٹانگ بات نہیں کی، مجھے یہ اچھا لگا کہ تم نے اپنے دل کی کوئی بات مجھ سے شیئر کی۔''

اس کا چہرہ تو نہیں دیکھ سکا تھا مگر اپنے شانے پر اس کے ہاتھ کا لمس محسوس کرتے ہوئے پوری سچائی سے کہا تھا۔

''اگر کبھی مجھے ضرورت پڑی تو کیا تم میرے دل کی بات سنو گی؟'' ایک پل کو رُک کر جانے کیوں وہ یہ سوال کر گیا تھا۔

''میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ بیٹھ کر تمہاری رام کہانیاں سنوں۔ امی، بابا ہیں تو تمہارے دل کی باتیں سننے کے لیے۔'' اس کے بیزار لہجے پر عارش کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

❁-----○-----❁
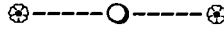
''عارش کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' ایک نظر انہوں نے عروسہ کو دیکھا بھی تھا جو ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی تھیں۔ ان کے سوال میں ایسا کچھ تھا کہ وہ بالوں میں برش پھیرنا بھول گئی تھیں۔

''آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' جانچتی نظروں سے عروسہ نے اُنہیں دیکھا تھا جو بیک کراؤن سے پشت لگائے اپنے لیپ ٹاپ میں بھی مصروف تھے۔

''اس لیے کہ تم اور تمہارے گھر والے عارش اور اس کے گھر والوں کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہو۔ مجھے تو وہ ہر طرح سے اچھا لگتا ہے، مگر میں تمہاری رائے بھی اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔'' وہ اطمینان بھرے لہجے میں بولے تھے۔

''مگر مجھے پتہ تو چلے پہلے کہ آپ کس حوالے سے اُس کی رائے جاننا چاہتے ہیں؟'' عروسہ نے مشکوک نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''بیلا کے حوالے سے۔'' وہ صاف گوئی سے بولتے عروسہ کو دنگ کر گئے تھے اور باوجود اس کے کہ وہ ان کے مقصد کو پہلے سے سمجھ چکی تھیں۔

''بیلا کے لیے عارش مناسب رہے گا۔ تم خرمن سے ذکر کر کے دیکھو۔'' وہ مزید بولے تھے۔

''فاروق! سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ...... '' عروسہ شدید تاسف کی وجہ سے بات مکمل نہیں کر سکی تھیں۔

''کچھ نہیں جاننا مجھے۔ جس بارے میں بات کر رہا ہوں، اسی پر رہو۔'' فاروق کے لہجے میں ناگواری در آئی تھی۔

''آپ ایسا کریں، ایک ہی بار میرا گلا گھونٹ دیں۔'' سرخ چہرے کے ساتھ بولتے ہوئے عروسہ چونک کر ادھ کھلے دروازے کی سمت متوجہ ہوئی تھیں اور اگلے ہی پل خود اُٹھ کر دروازے کی سمت بڑھ گئی تھیں۔ سوئے ہوئے فائز کو اس نے خاموشی سے عروسہ کے حوالے کیا تھا جبکہ اس کے چہرے اور آنکھوں سے جھلکتی اذیت نے عروسہ کو یقین دلا دیا تھا کہ وہ ان کی باتیں سن چکی ہے۔ کچھ بھی کہے بغیر وہ خاموشی سے واپس بھی چلی گئی تھی۔ بچے کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے انہوں نے ایک بار بھی فاروق کو نہیں دیکھا تھا جو ان کی طرف ہی متوجہ تھے۔

''پھر...... تم بات کرو گی خرمن سے؟'' وہ پھر اسی موضوع کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔

''میں ایسا نہیں کروں گی۔'' غصے کو قابو کرتیں وہ واپس ڈریسنگ کی جانب گئی تھیں۔

''کیوں، کیا برائی ہے بات کرنے میں؟'' فاروق کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔

''اس لیے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ خرمن کے لیے گھر میں جو بات چلی تھی، احمد انکل نے اس کے لیے انکار کر دیا تھا۔ مجھے یہی لگتا ہے کہ وہ خرمن کو عارش سے منسوب کریں گے۔'' ہینڈ لوشن ہاتھوں پر استعمال کرتیں وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھیں۔

''تمہیں شک ہے مگر یقین تو نہیں۔ کچھ عرصہ دیکھ لو یا پھر تم باتوں باتوں میں خرمن سے اس بات کی تصدیق کر لو۔ تمہاری خام خیالی سے تو یہی بہتر ہے۔'' اُن کے ناگوار لہجے پر عروسہ بس آئینے میں اُن کے عکس کو دیکھتیں خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی تھیں۔

❁-----○-----❁
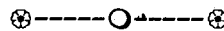
حدِ نگاہ تک پھیلے سمندر کی شوریدہ لہروں سے نظر ہٹا کر وہ اُس کی طرف متوجہ ہوا تھا، جو بالکل خاموش سمندر کی اُٹھتی گرتی

لہروں کو دیکھ رہی تھی۔
"جب میرا چہرہ دکھائی نہیں دیتا تو شکایت کرتی ہو کہ میرے پاس تمہارے لیے وقت نہیں ہوتا۔ اور اب تمہارے ساتھ ہوں تو کوئی ویلیو نہیں۔ میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ سارے مسئلے مسائل گھر کے کسی کونے میں پھینک کر باہر آنا۔" عثمان نے اُسے گھر کا تھا۔
"دراصل میں پہلی بار تمہارے ساتھ یہاں آئی ہوں اس لیے میں کچھ شاک میں ہوں کہ تم اتنے رومینٹک کب سے ہو گئے کہ مجھے سیدھا یہیں لے آئے ہو؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔
"کسی غلط فہمی میں نہ رہو اگر تمہیں پتہ چل جائے کہ میں کتنا رومینٹک ہوں تو کبھی میرے ساتھ اس جگہ پر آنے کی غلطی نہیں کرتیں۔" اس کے مسکراتے لہجے پر بیلا کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔
"چلو، آگے چلتے ہیں۔" سینڈلز اُتارتے ہوئے وہ بولی تھی۔
"آگے بھی ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہوگا، تمہیں سمجھوتہ کر لینا چاہیے۔" عثمان کے سنجیدہ انداز پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔
"بس اسی طرح ہنستی نظر آنا جب تک میرے ساتھ ہو۔" اسے تاکید کرتے ہوئے عثمان نے اس کے ہاتھ سے سینڈلز لینے چاہے تھے مگر وہ فوراً اُسے روک گئی تھی۔
"آپ کی بہت مہربانی، مگر یہ میرے ہاتھ میں ہی ٹھیک ہیں۔" وہ بولی تھی۔
"کوئی فرق نہیں پڑتا، یہ سینڈلز مستقبل میں، میں نے ہی تو کھانے ہیں۔"
"ایسا مت کہو۔ میں تو تمہیں بہت پیار سے رکھوں گی۔" اس کے روانی سے بول جانے پر عثمان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جو بری طرح جھینپ گئی تھی۔
"ذرا دوبارہ کہو۔ میں نے ٹھیک سے سنا نہیں۔" اس کی شوخ نظروں پر وہ بلش کر گئی تھی۔
"تمہارا ٹھیک سے نہ سننا ہی اس وقت بہتر ہے۔" اُس کے جھلائے لہجے پر وہ دھیرے سے ہنستا اُس کے ساتھ ہی آگے بڑھ گیا تھا۔
"پیپرز کے ساتھ تمہاری اسٹڈیز مکمل ہو جائے گی۔ آگے کیا کرنے کا سوچا ہے؟" پیروں سے ٹکراتی ہلکی لہروں کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اس نے عثمان کو دیکھا تھا۔
"تم بتاؤ، مجھے کیا کرنا چاہیے؟" وہ جواباً سوال کر رہا تھا۔
"مجھے نہیں لگتا کہ تمہیں کسی خشک قسم کی جاب تک خود کو محدود کر لینا چاہیے۔ مجھے تمہارے اندر بہت صلاحیتیں نظر آتی ہیں، ان کو زنگ نہیں لگنا چاہیے۔ میں جانتی ہوں کہ تم بھی ایسا نہیں چاہتے۔" تیز ہوا سے چہرے پر بکھرتے بال سمیٹتی وہ بولی تھی۔
"دنیا میں عارش کے بعد تم واحد ہستی ہو، جو مجھے اندر تک جانتی ہو۔" چاہت سے لبریز ایک نگاہ عثمان نے اس پر ڈالی تھی۔ "تم ٹھیک کہتی ہو۔ ملازمت جیسے پروفیشن کی میں عزت کرتا ہوں، مگر یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ پیپرز کے بعد مجھے عارش کے ساتھ مل کر سنجیدگی سے انسٹیٹیوٹ شروع کرنے کے متعلق معاملات کو دیکھنا ہے۔"
"مگر اس کام کے لیے تم دونوں کو فنانشلی اسٹرونگ ہونا بھی تو ضروری ہے۔ صرف مشاہدے، تجربے کا ہونا کافی نہیں۔" بیلا نے کہا تھا۔
"اس بارے میں بھائی سے بات ہو چکی ہے، انہوں نے تو پہلے ہی مجھے کہہ دیا تھا کہ وہ مجھے سپورٹ کریں گے، اگر میں کوئی بزنس شروع کرنا چاہتا ہوں۔ عارش میری طرح قلاش نہیں ہے، وہ تو آل ریڈی ایک اچھی جاب کر رہا ہے۔ اُس کے پاس اُس کے پیرنٹس کی بھی کچھ پراپرٹی ہے اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ احمد انکل اُسے ہر طرح سے سپورٹ کریں

ے۔ عارش کا ساتھ ہوگا تو یقیناً کچھ نہ کچھ بہتر ہی ہوگا۔'' وہ تفصیلاً بولا تھا۔
''تم ٹھیک کہتے ہو۔ اور میرا خیال ہے کہ عارش کے ساتھ یہ پروفیشن اختیار کرتے ہوئے تمہیں اپنے پسندیدہ کام کرنے
ا وقت بھی کافی مل جائے گا۔''
''اور میرے پسندیدہ کام کون سے ہیں؟'' عثمان نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''مثلاً خود کو ایکسپوز کرنا۔''
''بتاؤں ابھی تمہیں؟'' رک کر عثمان نے اس کے ہنستے چہرے کو گھورا تھا۔
''میرا مطلب تھا میگزین میں۔'' وہ سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتی بولی تھی۔
''یہ کام تو میں کروں گا۔ دنیا کو برا لگتا ہے تو لگے۔ مجھے اچھا لگتا ہے، یہ کافی ہے۔'' وہ بے نیازی سے بولا تھا جبکہ بیلا
چند لمحوں کے لیے خاموش ہو کر دوبارہ شور مچاتی لہروں کو گننے لگی تھی۔
''کیا سوچ رہی ہو؟ میں نے کچھ غلط کہہ دیا؟'' اس کے سامنے آتے ہوئے عثمان نے بغور اس کی آنکھوں میں اُبھرتے
حزن کو دیکھا تھا۔
''مان! کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ ہم دونوں کو اگر الگ الگ زندگی گزارنی پڑی تو......؟''
''تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟'' عثمان نے جس طرح درمیان میں اس کی بات کاٹی تھی، وہ پریشان ہوئی تھی اُس کے
بگڑتے تیوروں پر۔
''گھر میں کوئی بات ہوئی ہے یا تمہارے بھائی نے پھر مجھے اور تمہیں نشانہ بنایا ہے، تو مجھے بتا کر دل کا بوجھ ہلکا کر لو، مگر
مجھے مجبور مت کرو کہ میں ابھی تمہیں اسی سمندر کے حوالے کر کے یہاں سے چلا جاؤں۔'' اس کے غصیلے لہجے پر بیلا کا رنگ اُڑ
گیا تھا۔
''تمہیں اگر مجھ سے الگ ہو کر زندگی گزارنا ہی ہے تو کیوں اپنے بھائی کے ہاتھوں میری دھجیاں اُڑوا رہی ہو؟'' وہ بولنا
شروع ہوا تو رُکا نہیں تھا۔ بیلا کو کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ وہ جانتی تھی، سامنے کھڑے اس بھڑکتے شخص کی محبت ایسی ہی تھی۔
سربلند پہاڑوں کو چیرتے آبشار جیسی اور کبھی پُرسکون ندی کے بہتے پانی جیسی۔ وہ ہرگز بھی اس وقت فاروق کے ارادے سے
اسے آگاہ نہیں کر سکتی تھی نہ ہی آگے کبھی کر سکے گی۔ وہ یہ بھی نہیں چاہ سکتی تھی کہ عارش سے اس کے تعلقات خراب ہوں یا
ان کے دوستی کے رشتے میں کوئی فرق آئے۔
''آئی ایم سوری، میں کچھ زیادہ ہی بول گیا۔'' بیلا کی خاموشی نے اُسے پشیمان کیا تھا۔ نظر اُٹھا کر بیلا نے اُسے دیکھا تھا
جو سمندر کی ایک اونچی لہر پر نظریں جمائے ہوئے تھا، مگر اس کے چہرے پر اضطراب ابھی باقی تھا۔
''مجھے برا نہیں لگا ہے۔ تمہارا یہ جوش میری ہمت اور حوصلے کو بڑھاتا ہے۔'' وہ گہری سانس لے کر بولی تھی۔
''ایسا ہو نہ جائے کہیں۔'' عثمان نے ناراضگی سے ہی اسے دیکھا تھا۔
''میری طرف سے اتنے مایوس مت رہا کرو مان! یہ میرا تم سے وعدہ ہے، وقت آنے پر اگر تمہارے لیے مجھے دنیا بھی
چھوڑنی پڑی تو پیچھے نہیں ہٹوں گی۔''
''اچھا اب زیادہ بہادری کے مظاہرے کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں اس کی نوبت نہیں آنے دوں گا۔ ہمیں کبھی
الگ الگ رہ کر زندگی نہیں گزارنی پڑے گی، اس بات کا یقین رکھو اور سب بھول جاؤ'' اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ
مسکرایا تھا۔
''اچھا اب کیا سارا وقت یہیں گزارو گے؟ بھوک سے مر رہی ہوں میں۔ تمہاری جیب ہلکی کروا کر ہی جان چھوڑوں
گی'' فیصلہ سناتے ہوئے بیلا نے اسے بھی واپس جانے کے لیے ساتھ کھینچ لیا تھا۔

❀-----O-----❀

گیٹ کھلا دیکھ کر وہ صحن عبور کرتی گیٹ تک پہنچی تھیں۔ گیٹ بند کر کے وہ واپس پلٹی تھیں کہ عثمان کی ہلکی سی آواز پر انہوں نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تھا۔ اپنے گھر کی چھت کی باؤنڈری پر وہ جھکا ہوا تھا۔

''استانی کی طرح آپ کو بھی مجھ پر رحم نہیں آتا۔'' اس کی التجائی آواز پر فاطمہ مسکرائی تھیں۔

''اچھا تم رُکو، میں اُسے بھیجتی ہوں۔ مگر تم بھی اب مان جانا۔'' اُسے تاکید کرتی وہ برآمدے کی سمت بڑھ گئی تھیں۔ کمرے میں احمد حسین حسبِ معمول ٹی وی پر نیوز دیکھ رہے تھے جبکہ فلور کُشن کو ملا کر ان پر سینے کے بل لیٹا عارش میگزین کی ورق گردانی کرتا ٹی وی پر بھی نظر ڈالتا جا رہا تھا۔

''عارش! ذرا اوپر جاؤ، عثمان اپنی چھت پر ہے۔ جا کر بات کرو اُس سے۔'' فاطمہ کی ہدایت پر احمد حسین بھی متوجہ ہوئے تھے۔

''عارش! کیا کہا ہے میں نے تم سے؟'' اُسے سو جانے کی ایکٹنگ کرتے دیکھ کر فاطمہ نے ڈپٹنے والے انداز میں کہا تھا۔

''کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں بہت بار کوشش کر چکا ہوں مگر وہ میری کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔'' کوفت کے ساتھ بولتا وہ اُٹھ بیٹھا تھا۔

''تم نے ابھی تک عثمان کی ناراضگی ختم نہیں کی، یہ تو بہت بری بات ہے۔'' احمد حسین نے اسے شرمندہ کر دیا تھا۔ ''جاؤ ابھی جا کر اس سے بات کرو، نہیں مان رہا تو اس کے گھر میں چلے جاؤ اور اس وقت نکلنا جب اس کی ساری ناراضگی ختم ہو جائے۔'' احمد حسین کے مسکراتے لہجے پر وہ دھیرے سے ہنستا جانے کے لیے اُٹھ گیا تھا۔

''عثمان سے کہنا کہ میں اس کے لیے چائے بنا رہی ہوں، تمہیں دیکھ کر بھاگے گا نہیں۔'' فاطمہ نے پیچھے سے اسے ایک احتیاطی تدبیر بھی بتائی تھی۔

باؤنڈری کی جانب بڑھتے ہوئے وہ اُسے دیکھ سکتا تھا جو کرسی پر پھیل کر بیٹھا اپنے شغل میں مصروف تھا۔ عارش کی پکار پر بھی متوجہ نہیں ہوا تھا۔

''مجھے بتا دو اور کس طرح تمہاری ناراضگی کو ختم کروں؟ تم اپنے دوست کی غلطی کو بھی معاف نہیں کر سکتے۔ کیا یہ اچھا ہے کہ تم اور میں اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد بنا کر اُداس بیٹھے رہیں؟'' عارش کے شکایتی لہجے پر عثمان نے اُسے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل جلتا سگریٹ ایک طرف پھینکتا جارحانہ انداز میں باؤنڈری کی سمت آ گیا تھا۔

''تم کس منہ سے مجھے اپنا دوست کہہ سکتے ہو؟ اگر تم کچھ کر نہیں سکتے تو اس کا بدلہ تم نے مجھے دھکے دے کر کیوں لیا؟ کیا مجھے الہام ہو گیا تھا کہ تم اپنے دل میں کیا کچھ مجھ سے چھپا کر بیٹھے ہو؟'' عثمان کے بگڑے سوالیہ لہجے پر وہ چند لمحوں کے لیے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

''اپنے ان جذبوں کو میں خود سے بھی چھپائے رکھنا چاہتا تھا، صرف اس خوف سے کہ کہیں مامی اور ماموں جان کو یہ سب ناگوار نہ گزرے۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں مجھ پر سے ان کا اعتماد نہ اُٹھ جائے۔ مگر میں بزدل نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو کبھی وقت آنے پر مامی اور ماموں جان کے سامنے اپنا دل کھول کر نہ رکھتا۔ تم میرے دوست ہو، مجھے لگتا تھا کہ تم میری فیلنگز سے واقف ہو۔ تمہارے سامنے مجھے خرمن کے لیے اپنے احساسات عیاں کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر تم اُلٹا ہی مطلب اخذ کر رہے ہو۔'' عارش کے لہجے میں شدید تاسف تھا۔

''اپنے آپ کو درست ثابت کرنے کے لیے اب تم یہ مت کہو کہ عثمان کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں، اس پر الہام ہوا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر تم نے انکل آنٹی کے سامنے زبان کھولی ہے تو صرف میرے بھائی کی وجہ سے ورنہ تمہارے اندر ہمت نہیں تھی۔'' عثمان کے استہزائیہ لہجے نے عارش کے تاثرات بدلے تھے۔

''ٹھیک ہے، تم نے جو کہا وہی سچ ہے۔ اب اس کے بعد اگر تم نے مجھے کسی بھی قسم کا طعنہ دیا تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔'' بپھرے لہجے میں اُس نے عثمان کو وارن کیا تھا جس کی طنزیہ مسکراہٹ نے اُسے مزید بھڑکایا تھا۔

''میں نہیں، تمہارا بھائی میرے راستے میں آیا تھا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو کہ تم خرمن کے لیے میری فیلنگز سے واقف نہیں ہو۔ تم سب کچھ جانتے تھے پھر بھی تم نے دوست ہو کر آستین کا سانپ بننے کی کوشش کی تھی۔''

''میرے بھائی کو تم ایک طرف ہٹا چکے ہو لہٰذا ان کی بات مت کرو۔ کیونکہ میں سنوں گا نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر تم میرے سامنے بھی زبان کھول چکے ہو تو اس میں تمہارا کوئی کمال نہیں ہے۔ جتنی ہمت کے مظاہرے تم کر چکے ہو تو اس کا محرک میں بنا ہوں۔''

''سن کر اچھا لگا۔'' عارش نے کافی طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔

''اچھا تو مجھے بھی اس دن لگے گا جب تم خرمن کے سامنے حالِ دل بیان کرنے کی ہمت کرو گے۔ مگر مجھے لگتا ہے کہ اس کے لیے بھی مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا ورنہ تمہارے ارمانوں کی قبر تمہارے دل میں ہی تیار ہو جائے گی اور تم تب بھی یہی نعرے لگاتے رہو گے کہ میں بزدل نہیں ہوں۔'' مضحکہ خیز انداز میں بولتا عثمان بہت اچھی طرح اُسے طیش میں مبتلا کر گیا تھا۔

''مجھے نہ ہی نعرے لگانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی خرمن کے سامنے اپنا حالِ دل بیان کرنے کی۔ اگر میرے جذبے اس کے لیے خالص ہیں تو عنقریب وہ جان جائے گی کہ میرے دل میں اس کے لیے کیا ہے۔ یہ بھی کہ میں اس کے اور اپنے درمیان آنے والے کسی بھی تیسرے شخص کو اسی طرح کک آؤٹ کر سکتا ہوں جس طرح تمہارے بھائی کو کر چکا ہوں۔ خرمن کے اعتماد کو اور اس کے دل کو فتح کرنے کے لیے مجھے تمہاری ضرورت کبھی نہیں ہو گی، سمجھے تم؟'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ خونخوار نظروں سے اب عثمان کو ہی دیکھ رہا تھا جس کے لبوں پر مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

''کہہ چکے جو کہنا تھا یا دل میں ابھی کچھ اور باقی ہے؟'' کھل کر مسکراتے ہوئے عثمان اُسے ہتھے سے اُکھاڑ گیا تھا۔

''میں لعنت بھیجتا ہوں تم پر۔'' عثمان پر غراتے ہوئے وہ جانے کے لیے پلٹا اور اگلے ہی لمحے اسے اپنے پیروں کے نیچے سے زمین کھسکتی محسوس ہوئی تھی۔ بس چند قدم کے فاصلے پر ہی تو وہ موجود تھی، ٹرے ہاتھوں میں تھامے سپاٹ چہرے کے ساتھ وہ عارش کو ہی دیکھ رہی تھی جس کے ہوش اس اچانک صورتِ حال پر بالکل اُڑ چکے تھے۔ دوسری جانب خرمن اس کے چہرے سے نظر ہٹاتی باؤنڈری کی سمت آئی تھی۔ ٹرے اس نے باؤنڈری پر رکھی تھی اور کسی بھی جانب دیکھے بغیر اسی خاموشی سے واپس چلی گئی تھی۔

فلاسک میں سے چائے مگ میں اُنڈیلتے عثمان نے مسکراتی نظروں سے اُسے دیکھا تھا، جو باؤنڈری پر کہنیاں ٹکائے اور سر ہاتھوں میں تھامے گم صم تھا۔

''کوئی بات نہیں، ہوتا ہے۔ اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔'' عثمان نے ہنستے ہوئے اس کے شانے کو تھپتھپایا تھا۔ گہری سانس لے کر اس نے بس عثمان کو ایک نظر دیکھا تھا۔ جبکہ اس کے بے انتہا سنجیدہ چہرے نے عثمان کو بھی سنجیدہ کر دیا تھا۔

''مجھے معلوم تھا کہ تم اتنی آسانی سے استانی کا سامنا نہیں کرو گے۔ مجھے یہ موقع بہتر لگا کہ کم از کم خرمن کو بے خبر نہیں رہنا چاہئے۔ اس لیے میں نے تمہیں اس کی موجودگی پر خبردار نہیں کیا، ورنہ تم اتنا کھل کر جی داری کا مظاہرہ دس سال بعد بھی نہیں کر سکتے تھے، بلکہ تمہیں تو میرا شکر گزار ہونا چاہئے کہ تمہارا کام کتنا آسان ہو گیا میری وجہ سے۔ حالانکہ تم اب بھی یہی کہو گے کہ تمہیں میری ضرورت نہیں تھی۔'' مسکراتی نظروں سے عثمان نے اسے دیکھا تھا جو اب تک سناٹے میں ہی گھرا تھا۔

''میں جانتا ہوں تمہاری سٹی گم ہو چکی ہے، مگر پریشان مت ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ لو چائے پیو۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے عثمان نے مگ زبردستی اُسے تھما دیا تھا جس کا دل چاہ رہا تھا کہ مگ اُس کے سر پر ہی پھوڑ ڈالے۔

❀------○------❀

اس کی خاموشی عارش کو کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔ وہ اُس کے کسی بھی ردِعمل کا منتظر رہا تھا، مگر کچھ بھی تو نہیں ہوا تھا سوائے اس کے کہ وہ پہلے کی طرح خرمن سے نظریں ملا کر بات کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ یہ جذبات بھی بہت عجیب

ہوتے ہیں، ان کو چھپائے رکھنا، ایت کو عیاں کرنا قیامت سے کم نہیں ہوتا۔ وہ جانتا تھا کہ خرمن سے زیادہ عرصے تک یہ سب وہ چھپا نہیں سکے گا۔ دن بہ دن دل پر ایک بوجھ سا بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا، محسوس کر رہا تھا کہ خرمن اُس سے کھنچی کھنچی سی رہتی ہے، اس سے کترانے لگی ہے۔ اور یہ سب عارش کو تشویش میں مبتلا کرنے کے لیے کافی تھا۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی تو خرمن سے اس کے تعلقات کچھ بہتر ہوئے تھے۔ جب سے اس نے پارلر جوائن کیا تھا، اس میں بہت چینج آیا تھا۔ یہ چیز سب نے ہی محسوس کی تھی۔ عارش سے اس کی بات چیت ہونے لگی تھی۔ اپنے کاموں کے لیے وہ عارش کو بھی یاد کر لیا کرتی تھی۔ کبھی کبھی معمولی سی فرمائش بھی کر جاتی تھی۔ اُس کی یہ فرمائش بس کھانے پینے کی چیزوں تک ہی محدود ہوتی تھی، مگر عارش کے لیے یہی بہت تھا کہ وہ اسے اتنی اہمیت تو دے رہی ہے۔ مگر اب وہ کسی طور یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ خرمن کے لیے وہ پہلے کی طرح اجنبی اور ناگوار ہستی بن جائے۔ ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے وہ بہت عرصے تک اس کی لاتعلقی کو جھیلتا رہا تھا، لیکن اب وہ نہیں چاہتا تھا کہ سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے۔ کم از کم اب جبکہ وہ سب کچھ جان چکی ہے، وہ نہیں چاہتا تھا کہ خرمن اور اس کے درمیان جو فاصلہ کچھ کم ہوا ہے، دوبارہ بڑھ کر پھیل جائے۔ وہ خرمن کا سامنا کرنا چاہ رہا تھا، اس سے کھل کر بات بھی کرنا چاہتا تھا مگر اس جرأت کے لیے عارش کو مہلت چاہیے تھی۔ اسی کشمکش میں جب اس کے پیپرز شروع ہوئے تو اس نے فی الوقت سر سے ہر بوجھ اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیا تھا اور پوری یکسوئی کے ساتھ اسٹڈیز میں مصروف ہو گیا تھا۔ پیپرز سے فراغت کے بعد اسے اور زیادہ مصروف ہو جانا تھا، لہٰذا اسے سب کچھ وقت پر چھوڑنا پڑا تھا۔ اس دوران خرمن کی روٹین وہی تھی۔ گھر اور پارلر۔ عارش سے وہ بات بھی کر لیا کرتی تھی مگر ضرورت کے تحت، برائے نام۔ اپنے رویّے سے اُس نے کچھ ظاہر نہیں کیا تھا، مگر عارش سے یہ کیسے چھپا رہ سکتا تھا کہ وہ محتاط ہو گئی ہے، بہت زیادہ۔

❁------O------❁

''صبح سے رات ہو گئی ہے مگر اس لڑکے کی کچھ خبر نہیں۔ پہلے ہی حالات اتنے خراب ہیں۔'' ایک بار پھر کمرے میں آتی فاطمہ غصے میں بول رہی تھیں۔ ''تم ہی فون کر کے پتہ کرو، کہاں ہے وہ؟'' انہوں نے خرمن کو گھر کا تھا۔

''وہ کال ریسیو نہیں کر رہا۔ کتنی بار بتاؤں؟'' صوفے پر نیم دراز خرمن جھلّا کر بولی تھی۔

''کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو؟ ایک ادارہ شروع کر رہا ہے وہ۔ یہ کام گھر میں بیٹھ کر نہیں ہو سکتا۔ وہ مصروف ہوگا، اسی لیے کال ریسیو نہیں کر رہا ہوگا۔ واپس گھر ہی آنا ہے اُس نے۔'' خبریں دیکھتے احمد حسین کے انہماک میں بھی خلل ہو رہا تھا جو وہ کچھ ناراضگی سے فاطمہ کو خاموش کروا گئے تھے۔

صوفے پر ہی وہ اس وقت نیم غنودگی میں تھی جب باہر سے اُسے آوازیں سنائی دی تھیں۔ اسکارف کو ٹھیک کرتی وہ خود بھی باہر آ گئی تھی۔ اُسے حیرانی ہوئی تھی کہ فاطمہ بھی گیٹ کے باہر تھیں۔ تیز قدموں کے ساتھ وہ خود بھی گیٹ کی سمت بڑھ گئی تھی۔ خوشگوار حیرت کے ساتھ خرمن نے اس چمکتی دمکتی سلور گرے سوک کو دیکھا تھا جس کا جائزہ لیتے ہوئے احمد حسین، عثمان سے ہی محوِ گفتگو تھے۔

''آؤ خرمن! یہاں آ کر دیکھو۔'' اس کی طرف متوجہ ہوتے احمد حسین نے اسے اپنی طرف بلایا تھا۔ سو وہ فاطمہ سے اُلجھتے عارش کو اُس کے حال پر چھوڑتی گاڑی کی طرف چلی گئی تھی۔

''میں تو سمجھا تھا کہ آپ خوش ہوں گی، مگر آپ تو میری خوشی پر بھی پانی پھیر رہی ہیں۔'' وہ شدید ناراضگی سے بولا تھا۔

''میرے منع کرنے کے باوجود تم نے یہ کام کر ہی لیا۔ پہلے ہی تم گاڑی ہوا میں اُڑاتے ہو، اب اس ہاتھی کو بھی خرید لائے ہو اور میری جان عذاب میں ڈال دی ہے تم نے۔'' وہ شدید ناراضگی کا اظہار کرتی گھر کے اندر چلی گئی تھیں جبکہ عارش نے زِچ ہو کر احمد حسین کو دیکھا تھا۔

''گھر کی ضرورت کے لیے ایک کارآمد چیز ہے، مگر ان کو مجھ پر بھروسہ ہی نہیں ہے۔'' اس نے شکایت کی تھی۔

''تم جانتے ہو اس قسم کی سواریوں سے وہ کتنا گھبراتی ہیں۔ اور پھر سواری بھی وہ جس کا کنٹرول تمہارے ہاتھ میں ہو۔''

احمد حسین کے مسکراتے لہجے پر وہ بس اُنہیں دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''اور یہ کیا...... تم مٹھائی کے بغیر ہی آ گئے ہو۔ میں تو خوش ہوں۔ خرمن کو بھی گاڑی بہت پسند آئی ہے۔ مٹھائی کے بغیر تو خوشی ادھوری ہے۔'' ان کی شکایت اور اپنی بھول پر وہ شرمندہ ہوا تھا۔

''ٹھیک ہے، پھر آپ بھی میرے ساتھ ابھی ڈرائیو پر چلیں۔ میں ابھی مٹھائی لینے جا رہا ہوں۔'' عارش نے فوراً ہی کہا تھا۔

''میں اگر تمہارے ساتھ گیا تو تمہاری مامی کا غصہ کون ٹھنڈا کرے گا؟ خرمن کو ساتھ لے جاؤ، وہ تو پہلے ہی گاڑی میں بیٹھ چکی ہے۔'' احمد حسین نے مسکراتے ہوئے خرمن کو دیکھا تھا جو فرنٹ سیٹ پر ہی موجود تھی جبکہ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود عثمان اُسے ساؤنڈ سسٹم چیک کروا رہا تھا۔

''چابی مجھے دو۔ میں ڈرائیو کرتا ہوں۔ تم چاہو تو پیچھے بیٹھ جاؤ۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے عثمان نے اس سے چابی مانگی تھی جو اس کے ڈرائیونگ سیٹ چھوڑنے کے انتظار میں تھا۔

''مجھے جہاں جانا ہے، خود چلا جاؤں گا۔ تم باہر نکلو۔'' خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے عارش نے اس کا کالر پکڑ کے باہر نکالا تھا مگر وہ بھی جان چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وقت ضائع کیے بغیر بیک سیٹ پر قبضہ جما لیا تھا۔ اب عارش اسے وہاں سے نہیں نکال سکتا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ اس وقت وہ بہت خوش تھا، اس لیے کہ فرنٹ سیٹ پر وہ ہستی موجود تھی، جس کے لیے اس نے سوچ رکھا تھا کہ پہلی بار اس کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر براجمان ہونے کا حق صرف وہی رکھتی تھی۔

''تمہیں یہ پسند آئی؟'' اپنی خوشی چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے عارش نے بالآخر اسے مخاطب کر ہی لیا تھا۔

''ہاں، مجھے یہ بہت پسند آئی ہے۔'' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ اتنا ہی بولی تھی۔

''بات سنو! اگر تم لوگ میرے بھائی کے لیے ہاں کر دیتے تو میرا بھائی ایسی دس گاڑیاں تمہارے گھر کے سامنے کھڑی کر دیتا۔ اس ایک گاڑی پر فخر کرنے کی ضرورت نہیں۔'' عثمان کا یہ اچانک طعنہ عارش کے دماغ پر جا کر لگا تھا۔

''وہ دس گاڑیاں تمہارے بھائی کو ہی مبارک ہوں، ہم اس ایک پر ہی اللہ کے شکر گزار ہیں۔'' خرمن نے فوراً ہی جواب دے کر عارش کو پُرسکون کر دیا تھا۔

''اچھا، ایک خوشخبری اور سن لو۔ برہان بھائی دبئی میں شادی کر رہے ہیں۔'' عثمان کی اطلاع نے عارش کے ساتھ خرمن کو بھی چونکا دیا تھا۔

''واقعی...... کب کر رہے ہیں شادی؟ انکل آنٹی نے اجازت دے دی ان کو شادی کی؟'' خوشگوار حیرت کے ساتھ خرمن نے پوچھا تھا۔

''کیسے اجازت نہیں دیں گے؟ یہاں ان کے لیے کوئی خاتون مل نہیں رہیں، لہٰذا انہوں نے کہہ دیا کہ وہ یہ کام وہیں خود سرانجام دے کر آئیں گے تو ولیمہ ان کا یہیں ہوگا۔ بس ان کے استقبال کی تیاریاں شروع ہونے والی ہیں۔''

''یہ تو بہت اچھی خبر دی ہے تم نے۔ شکر ہے، ولیمہ اُن کا یہیں ہوگا۔ کم از کم یہ تو دیکھ لیں گے کہ انہوں نے کس خوش نصیب کو اپنے لیے چنا ہے۔'' خرمن نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''وہ جو بھی ہوگی، تم سے تو اچھی ہوگی۔ جل جاؤ گی دیکھ کر استانی صاحبہ!'' عثمان نے اُسے چھیڑا تھا۔

''مجھ سے اچھی ہی نہیں، لاکھ درجے اچھی ہوں گی وہ۔ برہان بھائی نے ایسے ہی نہیں اتنا بڑا فیصلہ کر لیا ہوگا۔ اور میں کیوں جلنے لگی؟ خبردار جو تم نے مجھے بدنام کیا۔ میرے لیے تو یہ خوشی کی بات ہے۔'' خرمن نے مسکراتے ہوئے ہی کہا تھا۔

''تم خوش ہو رہی ہو اور کچھ لوگوں کے دل تو خوشی سے اُچھل رہے ہیں، لڈو پھوٹ رہے ہیں اندر ہی اندر۔'' ہنستے ہوئے عثمان نے بیک ویو مرر میں عارش کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔

❀-----○-----❀

بیڈ پر آرام سے بیٹھتے ہوئے اُس نے تکیہ اُٹھا کر گود میں رکھ لیا تھا، جس وقت خرمن چائے کے ساتھ دیگر لوازمات ٹرالی

میں سجائے کمرے میں داخل ہوئی، وہ کمرے کا جائزہ لینے میں ہی مگن تھی۔

''خرمن! میں نے اچانک آ کر تمہیں بہت ڈسٹرب کیا ہے، تم پارلر جانے کے لیے بالکل ریڈی تھیں۔'' منیزہ نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا تھا۔

''ایسا بالکل نہیں، میں تو شکر ادا کر رہی ہوں کہ تم بروقت آئی ہو، ورنہ ہماری ملاقات نہ ہو پاتی۔ آج تو ویسے بھی مجھے دیر سے ہی جانا تھا۔ ویسے بھی عارش لیٹ ہو گیا ہے۔ جانا تو مجھے اسی کے ساتھ ہے۔'' تفصیلاً بولتے ہوئے خرمن نے چائے بھی سرو کرنی شروع کر دی تھی۔

''ملاقات کی بات تم نے خوب کی۔ مجھے لگ رہا ہے کہ ہماری اس ملاقات میں دیر ہو گئی۔ ایک گھنٹے میں ہی مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ ہماری دوستی سالوں پرانی ہے۔ پتہ نہیں ہمارے بڑوں نے اپنی ناچاقیاں ہم تک کیوں منتقل کیں؟'' منیزہ کچھ تاسف سے بولی تھی۔

''میں تمہاری بات سے اتفاق نہیں کروں گی۔ اگر ہمارے بڑوں نے ایسا کیا ہوتا تو ہم یہاں بیٹھ کر گپیں نہ مار رہے ہوتے۔'' خرمن نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''اور اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود صرف چائے پر اکتفا نہ کر رہے ہوتے۔'' منیزہ کے جملے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''میں اس بات پر بالکل شرمندہ نہیں ہوں کہ مجھے پہلے کیک پیش کرنا چاہئے تھا۔'' خرمن کے برجستہ کہنے پر اس بار منیزہ ہنسی تھی تب ہی خرمن کے سیل فون پر کال آ گئی تھی۔

''بیلا کا فون ہے۔'' ڈریسنگ پر رکھا فون اٹھاتے ہوئے اس نے منیزہ کو اطلاع دی تھی، جو مسکراتے ہوئے اب خاموشی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ بلیو اور بلیک لائننگ کی شرٹ میں اس کا سراپا متناسب اور دلکش دکھائی دے رہا تھا۔ بلیو نیٹ کا ہی خوبصورت سا اسکارف اس کے چہرے کے گرد نفاست سے لپٹا ہوا تھا۔ سلیوز کلائیوں سے کچھ اوپر ہونے کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں پھنسا سنہری کنگن جبکہ دوسرے ہاتھ میں بھری بلیو کلر کی ہی چوڑیاں بہت بھلی دکھائی دے رہی تھیں۔

''بھئی! تمہارے لیے دعوت نامہ آیا ہے بیلا کی طرف سے۔'' فون اپنے بیگ میں رکھتے ہوئے خرمن بول رہی تھی۔

''اگر ابھی تم میرے ساتھ ہی پارلر کا وزٹ کرتی ہو تو آج ہی تمہیں وہاں فری سروس دی جائے گی۔''

''ہائے خرمن! ایسا مذاق نہ کرو کہ میرا ہارٹ فیل ہو جائے۔'' منیزہ بے ہوش ہونے کو تھی۔ اسے دیکھتے ہوئے خرمن کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ تب ہی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عارش کے لیے یہ منظر ناقابل یقین تھا۔ منیزہ کی موجودگی میں خرمن کے چہرے پر مسکراہٹ...... مگر یہ وہ حقیقت میں دیکھ رہا تھا۔

''آئیے جناب! آپ کا ہی انتظار تھا۔'' منیزہ خوش دلی سے مسکراتی بیڈ سے اُتری تھی اور ہاتھ عارش کی سمت بڑھا دیا تھا۔

''آج تو بڑے بڑے لوگ ہمیں اعزاز بخشنے خود چلے آئے۔'' بڑی گرمجوشی سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے عارش نے جتایا تھا جس پر بے ساختہ ہنستے ہوئے منیزہ نے فوراً ہی مزید اس کے قریب ہو کر اپنا سر ایک پل کے لیے اس کے سینے سے لگایا تھا۔ خرمن کے لیے یہ منظر حیران کُن ضرور تھا مگر اسے شاک بالکل نہیں لگا تھا کیونکہ اسے یہ معلوم تھا کہ عارش اور منیزہ کتنے کلوز ہیں۔

''یہ لو، میرے آنے کی خوشی میں کیک کھاؤ۔'' منیزہ نے فوراً ہی اپنی پلیٹ عارش کو تھمائی تھی۔

''تم اچانک آ گئی ہو، ابا حضور سے اجازت لی تھی؟'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس نے منیزہ کو دیکھا تھا۔

''فضول باتیں کرو گے تو دوبارہ نہیں آؤں گی۔'' اس کے شانے پر ہاتھ برساتی وہ وارننگ دے رہی تھی۔

''تمہارے لیے چائے نکالوں؟'' خرمن نے سوالیہ نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔

''خرمن! ہمیں دیر ہو جائے گی، اس کی تواضع بعد میں کر لینا۔'' منیزہ نے یاد دلایا تھا۔

''کہاں جانے کے لیے دیر ہو رہی ہے؟'' عارش نے سوالیہ نظروں سے دونوں کو دیکھا تھا۔

''خرمن کو پارلر جانا ہے اور مجھے فری سروس لینے، جو کہ میں کسی حالت میں مس نہیں کرسکتی۔'' منیزہ بولی تھی۔
''ابھی تو میں آیا ہوں اور تم جانے کی بات کر رہی ہو؟'' عارش نے ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔
''میری چائے ختم ہونے تک جتنی باتیں کرنی ہیں، کرلو۔ جس دن میں تم سے ملنے آؤں گی، پہلے کال کر کے کنفرم کرلوں گی کہ تم گھر پر ہو یا نہیں۔ آج تو میں بس خاص طور پر چچی جان اور خرمن سے ملنے آئی تھی۔''
''اب تو تم بھی پیپرز سے فارغ ہو۔ کیا کر رہی ہو آج کل؟'' سائیڈ ٹیبل کے کنارے ٹکی خرمن نے منیزہ سے سوال کیا تھا۔
''مکھیاں مارنے کے علاوہ اور کیا کرسکتی ہوں؟ اس عارش کے بچے نے میرے گھر میں سب کے کان بھر رکھے ہیں۔ کوئی مجھے جاب کی اجازت ہی نہیں دے رہا۔'' خرمن کو بتاتے ہوئے اس نے عارش کو بھی گھورا تھا۔
''بس ایک ماہ اور مکھیاں مارلو، اس کے بعد انسٹیٹیوٹ میں ایڈمیشن شروع ہو رہے ہیں۔ سیدھی طرح وہاں آ جانا۔'' عارش کے لہجے میں تاکید کم، دھمکی زیادہ تھی۔
''بھئی مجھ سے نہیں ہوگا یہ خشک کام۔'' منیزہ جھنجلائی تھی۔
''بہانے مت بناؤ میرے سامنے۔ اچھی خاصی کمپیوٹر ایکسپرٹ ہو۔ تمہیں تو کہیں بھی آسانی سے اچھی جاب مل سکتی ہے۔'' عارش نے اُسے گھرکا تھا۔
''تو پھر کیوں میرے بھائیوں کے برین واش کیے تم نے؟ اب تو میں ضرور جاب کے لیے اپلائی کروں گی۔''
''میرے انسٹیٹیوٹ کے علاوہ تم کہیں بھی گئیں، میں وہاں سے تمہیں نکلوا دوں گا۔'' عارش اطمینان سے بولا تھا۔
''یہ اچھی دھونس ہے تمہاری۔'' منیزہ کے حیران لہجے پر خرمن نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ عارش کی سمت بڑھا دیا تھا۔
''مان جاؤ منیزہ! ہوسکتا ہے تمہاری وجہ سے اسٹوڈنٹس کی لائن لگ جائے۔ ورنہ ان سب کی رف اینڈ ٹف شکلیں دیکھ کر ایڈمیشن ختم کیا، شروع بھی نہیں ہوں گے۔'' خرمن نے کہا تھا۔
''اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے انسٹیٹیوٹ کو کامیاب بنانے کے لیے مجھے استعمال کرنا چاہتے ہو؟'' منیزہ نے نخوت سے عارش کو دیکھا تھا۔
''بہت اچھی بات کی ہے تم نے، ایوارڈ کی حق دار ہو تم۔'' عارش کے خشمگیں لہجے پر منیزہ بے ساختہ ہنسی تھی۔
''اچھا، اب تم جلدی اپنی چائے ختم کر کے باہر آؤ، ہم باہر انتظار کرتے ہیں۔ میری وجہ سے خرمن کو مزید دیر نہ ہو جائے۔'' عارش کو تاکید کرتی منیزہ جانے کے لیے اُٹھ گئی تھی جبکہ سینڈلز کے اسٹریپ باندھ کر خرمن بیگ اور دوپٹہ سنبھالتی منیزہ کے ساتھ ہی کمرے سے نکل گئی تھی۔
وہ گھر سے نکلا تھا کہ منیزہ کی چہکتی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔
''یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں۔ ایک میان میں دو تلواریں۔'' منیزہ اور خرمن کو ساتھ دیکھ کر اس پر حیرت کا دورہ پڑا تھا۔
''تم اتنے بن سنور کر کہاں جا رہے ہو؟ یقیناً ڈیٹ پر جا رہے ہو۔'' منیزہ نے مسکراتی نظروں سے اس کا جائزہ لیا تھا۔
''میں کہاں جاتا ہوں، لوگ مجھے ہی لے جانے کے لیے بے قرار رہتے ہیں۔'' وہ فخر سے بولا تھا۔
''خوش فہمی میں ہی مر جائیں گے یہ۔'' خشمگیں لہجے میں بولتے ہوئے خرمن نے منیزہ سے کہا تھا۔
''تم کیوں بول رہی ہو درمیان میں؟ استاد کا بڑا احترام ہوتا ہے۔ مگر دل پر جبر کر کے مجھے یہ کام کرنا پڑتا ہے۔'' عثمان جل ہی تو گیا تھا جبکہ منیزہ کی ہنسی بھرپور تھی۔
''تم اس گھر میں رہتے ہو؟'' ہنسی کے درمیان منیزہ نے سوال کیا تھا۔

''انسان کی اولاد ہوں، گھر میں ہی رہوں گا۔ استانی کے پنجروں میں ٹھکانہ نہیں میرا۔'' وہ فوراً ہی بولا تھا۔
''ٹھکانہ ہوتا تو وہیں چاہئے تھا۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے خرمن پھر بولی تھی۔
''تم بس خوامخواہ مجھ سے اُلجھنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی رہنا۔ کوئی فائدہ نہیں، میں اپنے دل کے دروازے تم پر بند کر چکا ہوں۔'' عثمان کے جتانے پر وہ مسکراہٹ نہیں چھپا سکی تھی۔
''تم کیوں ہنسے جا رہی ہو......؟ آ جاؤ میرے گھر میں۔ سچ بول رہا ہوں، اندر کوئی بھی نہیں ہے۔'' وہ منیزہ پر انکشاف کر رہا تھا۔
''عثمان......!'' خرمن کے تیور بگڑے تھے۔
''فاتحہ پڑھ لو عثمان پر۔'' وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا۔
''خرمن! یہ جو بول رہا ہے، بولنے دو۔ مجھے عادت ہے، یونیورسٹی میں اسے بھگتنا میرا معمول رہا ہے۔'' منیزہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''تو میرے علاوہ تھا کون یونیورسٹی میں جو تمہیں پوچھتا؟'' وہ منیزہ کو جتا رہا تھا۔
''اگر ایسا تھا بھی تو صرف تمہاری اور عارش کی وجہ سے تھا، تم دونوں تو میری ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے تھے۔'' منیزہ نے بھی فوراً جتایا تھا۔
''گھر میں آ کر جھگڑا کر لو، میں ایک ساتھ دو خواتین کے لیے اسکینڈل افورڈ نہیں کر سکتا۔'' عثمان نے خشمگیں لہجے میں منیزہ کو مخاطب کیا تھا۔
''ابھی تم اتنے مشہور نہیں ہوئے کہ تصویروں کے ساتھ تمہارے اسکینڈلز بھی میگزینز میں چھپ جائیں۔'' خرمن نے کوفت سے کہا تھا۔ تب ہی عارش کی آواز پر وہ تینوں اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔
''عثمان! میں بعد میں ضرور تمہارے گھر آؤں گی، ابھی تو مجھے اور خرمن کو بیلا کی طرف جانا ہے، جس نے خاص طور پر مجھے بلایا ہے۔''
''میں بھی ساتھ چلوں گا۔'' منیزہ کی بات پوری سنے بغیر وہ ان دونوں سے پہلے عارش کی طرف بڑھ گیا تھا۔
''میں اسے ساتھ نہیں لے جاؤں گی۔ فاروق بھائی نے اگر اسے دیکھ لیا تو وہ یہی سمجھیں گے کہ میں بہانے سے اسے وہاں لے گئی ہوں۔'' خرمن ناگواری کے ساتھ عارش سے مخاطب تھی جبکہ عثمان فرنٹ سیٹ سے اُترنے کے لیے تیار نہیں تھا۔
''مجھے اور عثمان کو ساتھ ہی انسٹیٹیوٹ جا کر کام مکمل کروانا ہے، ہم گھر کے اندر نہیں جائیں گے۔ اب تم بیٹھ جاؤ۔'' عثمان کی ڈھٹائی پر عارش کو التجا کرنا پڑی تھی۔
''مگر میں بیلا کو ایک نظر دیکھوں گا ضرور۔ بہت دن سے نہیں دیکھا، دل بند ہو رہا ہے۔'' بڑی مسکینیت کے ساتھ عثمان نے عارش کو بھی دیکھا تھا جو بس دیکھ کر رہ گیا تھا اس کی فنکاری۔
''خرمن! رحم کر لو بے چارے پر۔ لے چلو ساتھ۔'' بیک سیٹ پر موجود منیزہ نے بھی کہا تھا۔
''یہ بے چارہ پوری دنیا کو چارہ ڈالتا ہے۔'' کھا جانے والی نظروں سے عثمان کو دیکھتی وہ منیزہ کے ساتھ جا بیٹھی تھی۔

❀------O------❀
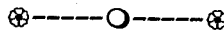
کچھ آوازوں نے اسے گہری نیند سے یکدم بیدار کر ڈالا تھا۔ بمشکل آنکھیں کھلی رکھتی وہ وال کلاک کی سمت متوجہ ہوئی تھی۔ صبح کے چار بجنے والے تھے، اُٹھ کر اُٹھتے ہوئے وہ کچھ تشویش میں مبتلا ہوئی تھی کہ باہر سے آتی آوازوں میں فاران کی آواز سب سے نمایاں تھی جو کل سے عثمان کی طرف تھا۔ ابھی وہ بیڈ سے اُترنے کا ارادہ کر رہی تھی جب کسی نے اس کے کمرے کا دروازہ تھپتھپایا تھا۔ حیران پریشان ہوتی وہ کمرے سے باہر نکلی تھی اور اگلے ہی پل زبردست طریقے سے دنگ ہو گئی تھی۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ عثمان کے چہرے نے اسے وہم میں مبتلا نہیں کیا تھا مگر اس کے ساتھ موجود شخص

نے اسے بپناٹائز ضرور کر دیا تھا۔ وہ خواب نہیں دیکھ رہی تھی، عروسہ حقیقت میں ہی برہان کے سینے سے لگی ہوئی تھیں۔
''آ جاؤ، جلدی آ جاؤ۔ وہاں کیوں رُکی ہو؟'' برہان نے مسکراتی نظروں سے اس کے ہونق تاثرات کو دیکھا تھا جو منہ پر ہاتھ رکھے اب خوشگوار حیرت سے اسے دیکھتی قریب آ گئی تھی۔
''یہ چار سال بعد بھی مجھے ویسی ہی دکھائی دے رہی ہے جیسی میں اسے چھوڑ کر یہاں سے گیا تھا۔'' بیلا کو ساتھ لگاتے ہوئے وہ فاروق سے مخاطب تھا۔
''تم مجھے یہ بتاؤ آنے سے پہلے خبر کیوں نہیں دی؟ کیا سوچ رہی ہو گی انیقہ، ہم میں سے کوئی اسے ایئرپورٹ ریسیو کرنے بھی گیا۔ تم اسے ساتھ لائے بھی ہو یا نہیں؟'' رونا دھونا بھول کر عروسہ اب ہول کر سوال پر سوال شروع کر گئی تھیں۔
''اسے بیٹھنے تو دو پہلے۔ یہیں ساری باتیں کرو گی کیا؟'' فاروق نے درمیان میں انہیں روکا تھا۔
''ماموں! آپ کو اچانک دیکھ کر ممی کا دماغ کام کرنا بھول گیا ہے، آپ آئیں۔'' فاران نے فوراً ہی برہان کا بازو پکڑا تھا اور لاؤنج کی راہ لی تھی۔
''میں تو کچھ نہیں چھپا رہا تھا مگر بھائی نے کہا تھا کہ وہ اچانک آ کر آپ سب کو سرپرائز دینا چاہتے ہیں، صرف مجھے اور فاران کو معلوم تھا کہ یہ آج رات کی فلائٹ سے آ رہے ہیں۔ بس ہم نے انیقہ بھابی کو گھر پر چھوڑا ہے اور بھائی کے ساتھ یہاں آ گئے۔'' عثمان نے عروسہ کو تفصیل بتائی تھی۔
''آپی! اب آپ فوراً اپنا اور سب کا سامان پیک کریں۔ ابھی آپ سب میرے ساتھ گھر چلیں گے۔ جب تک میں یہاں ہوں، آپ سب امی کی طرف ہی رُکیں گے۔'' برہان نے قطعی انداز میں فیصلہ سنایا تھا۔
''فاروق بھائی! بیلا کو بھی میں ساتھ لے جاؤں گا۔ آپ کی اجازت ہے؟'' برہان نے بطورِ خاص بیلا کا نام لیا تھا۔
''ہاں ضرور، کیوں نہیں؟'' ایک نظر بیلا کو دیکھ کر فاروق نے جواب دیا تھا۔ بیلا کو ان سے اس جواب کی توقع نہیں تھی مگر اسے یہ معلوم تھا کہ فاروق کبھی برہان کی بات نہیں ٹالیں گے۔ عثمان کے مقابلے میں برہان کے لیے وہ بہت مہربان رہے تھے ہمیشہ۔
سکون کی سانس لے کر بیلا نے سب کی نظروں سے بچتے ہوئے عثمان کو دیکھا تھا، جو سنجیدہ تاثرات چہرے پر غالباً فاروق کی وجہ سے سجائے کن انکھیوں سے بیلا کی طرف ہی متوجہ تھا۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ عثمان نے پلکیں جھپکائی تھیں، جس پر کھل کر مسکراتی وہ برہان کی طرف متوجہ ہو گئی تھی جو فاروق اور عروسہ سے محوِ گفتگو تھا۔
برہان اور اس کی بیوی کی آمد کے بعد گھر میں ان سے ملنے کے لیے آنے والوں کا سلسلہ بڑھتا جا رہا تھا اور پھر ولیمے کے انتظامات نے بھی مصروفیات بڑھا دی تھیں۔ عثمان کو موقع ہی نہیں مل رہا تھا برہان سے اپنے اور بیلا کے بارے میں بات کرنے کا، بلکہ اپنے ہی گھر میں اسے بیلا کی موجودگی کا پتہ بھی نہیں چل رہا تھا۔ مہمانوں کے درمیان وہ گھن چکر بنی ہوئی تھی۔
''مجھے نہیں معلوم تھا کہ برہان بھائی اتنے سوشل ہوں گے۔ تمہارا وسیع خاندان کیا کم تھا جو انہوں نے ڈھیر سارے دوستوں کی بھی لائن لگا لی ہے۔ اوپر سے تم بھی مجھے یہاں لا کر بھول گئے ہو'' اس وقت بھی کچن میں مصروف بیلا اس پر برس پڑی تھی، جسے دیکھنے کی فرصت بھی اسے نہیں مل رہی تھی۔
''میں موقع ڈھونڈ تو رہا ہوں، مگر تم دیکھ رہی ہو کہ برہان بھائی کو خود وقت نہیں مل رہا، تنہائی مل نہیں رہی اور سب کے سامنے میں انہیں وہ مقصد یاد نہیں دلا سکتا جس کے لیے ہم ان کے منتظر ہیں۔'' عثمان بھی پریشان حال تھا۔
''ایک ایک دن قیمتی ہے، برہان بھائی کو واپس بھی جانا ہے۔ بھائی کو راضی کرنے کے لیے چند دن کافی نہیں ہوں گے۔'' بیلا کا لہجہ مضطرب تھا جبکہ عثمان کچھ کہتے کہتے رک کر کچن میں آتی خرمن کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
''بیلا ٹھیک کہہ رہی ہے عثمان! یہی موقع اچھا ہے فاروق بھائی سے بات کرنے کا۔ اب انکار کی کوئی وجہ ان کے پاس نہیں ہے۔ تم ایک ادارہ شروع کر چکے ہو، عنقریب کوئی اچھی جاب بھی تمہیں مل جائے گی۔ یہ بہت اچھا ہو گا اگر برہان بھائی

تمہاری اور بیلا کی انگیج منٹ کروا کر یہاں سے جائیں۔'' خرمن نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

''تم ایسا کرو اوپر جاؤ، عارش کو بھی وہیں بلا لو۔ میں برہان بھائی کو اس بہانے سے سب کے درمیان سے نکال کر لاتی ہوں کہ تم دونوں نے اپنے انسٹیٹیوٹ سے متعلق کوئی ضروری بات کرنی ہے۔ جاؤ اب دیر مت کرو۔'' خرمن کی عجلت پر وہ سر ہلاتا کچن سے نکل گیا تھا۔

''میرا تو یہ خیال ہے کہ تمہیں ان کے ولیمے کی تقریب تک صبر کرنا چاہیے۔'' باؤنڈری کے دوسری جانب موجود عارش نے پُرسوچ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''یعنی تمہیں بھی کسی اچھی اُمید کے آثار نظر نہیں آتے؟'' گہری سانس لے کر عثمان نے کہا تھا۔

''مجھے بھی سے مطلب؟'' عارش نے پوچھا تھا۔

''آپی بھی تمہاری ہم خیال ہیں۔'' عثمان بولا تھا۔

''بات امید کی نہیں، موقع کی نزاکت کی ہے۔ فاروق بھائی کی نیچر سے تم واقف ہو اور کوئی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ خوشی کی ایک تقریب بدمزگی کی نذر ہو جائے۔'' بولتے ہوئے عارش اس جانب متوجہ ہوا تھا جہاں سے وہ برہان کے ہمراہ آ رہی تھی۔ پتہ نہیں کیوں ناگواری کی ایک لہر عارش کی رگوں میں دوڑی تھی۔ حالانکہ اب ایسا ہونا نہیں چاہیے تھا۔ مگر یہ جذبات بھی عجیب منطق رکھتے ہیں، جس ہستی پر نچھاور ہو جاتے ہیں، اسے پھر دنیا کی نظروں سے چھپائے رکھنے کے لیے مچلتے رہتے ہیں۔

''یہاں تو موسم بہت خوشگوار ہو رہا ہے، مگر یہ دو ہینڈسم بندے اتنے سنجیدہ کیوں نظر آ رہے ہیں؟'' برہان نے مسکراتی نظروں سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

''کیونکہ ان دو بندوں کو اپنے ولیمے کے آثار دور دور تک دکھائی نہیں دے رہے۔'' خرمن کے فوراً ہی کہنے پر برہان نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے عثمان کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔

''میں خوامخواہ لپیٹ میں آ رہا ہوں، مگر آپ کو عثمان کے لیے سنجیدہ ہو جانا چاہیے۔'' عارش کے مسکراتے لہجے پر عثمان بس اُسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''بالکل، آپ صرف یہاں شادی کی رسمیں مکمل کرنے نہیں آئے۔'' خرمن نے بھی فوراً کہا تھا۔

''ہاں، میں جانتا ہوں، یہاں آنے کا اہم مقصد۔ میں نے کل ہی فاروق بھائی سے کہا تھا کہ مجھے ان سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ اس سلسلے میں ان سے بات ان کے گھر پر ہی کروں گا۔'' سنجیدہ ہوتے ہوئے برہان نے کہا تھا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے، وہ مان جائیں گے؟'' عثمان کا لہجہ متفکر سا تھا۔

''مجھے امید ہے کہ میں ان کو قائل کر لوں گا، مگر تم اس طرح پریشان کیوں نظر آ رہے ہو؟ اللہ پر بھروسہ رکھو۔''

''میں صرف ایک اسی وجہ سے پریشان نہیں ہوں۔'' باؤنڈری سے پشت لگاتے ہوئے اس نے کچھ ناراضگی سے برہان کو دیکھا تھا۔

''کچھ عرصے کی تو بات ہے یار! میں ہمیشہ کے لیے تو امی ابو کو اپنے ساتھ نہیں لے جا رہا۔'' برہان کے زچ ہونے پر خرمن چونکی تھی۔

''آپ انکل، آنٹی کو اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں؟ عثمان ان کے بغیر یہاں تنہا کیسے رہے گا؟''

''خبردار! مجھے اپنے باپ بھائیوں کو شکل دکھانی ہے، تم میرے لیے نامحرم ہو۔'' منیزہ جس طرح بدک کر دور ہٹتی بولی تھی، خرمن اور بیلا کی ہنسی عثمان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بلند ہوتی چلی گئی تھی، ہنسی سے بے حال ہوتے ہوئے خرمن نے کیمرہ عارش کو تھمایا تھا اور اس کے بازو کا سہارا لیتی اس کی پشت کی طرف چہرہ چھپا گئی تھی، سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ عارش نے پہلے اپنے بازو پر رکھے اس کے نازک ہاتھ کو دیکھا تھا اور پھر اسے جواب دوبارہ عثمان کی طرف متوجہ ہو رہی تھی، ہنسی روکنے کی

لشِ میں اس کے دہکتے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ دل میں عہد کر رہا تھا کہ یہ کھلکھلاتی ہنسی اس کے رس بھرے ہونٹوں پر ہمیشہ کے لیے سجا دے گا۔

---O---

ڈرائنگ روم کے باہر رکی وہ سانس روکے اندر سے ابھرتی آوازوں کو سن رہی تھی، اسے لگ رہا تھا کہ روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ رہی ہے، اندر اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہو رہا تھا۔

''دیکھو برہان! جس کام کے لیے میں پہلے ہی انکار کر چکا ہوں، بار بار اس کا ذکر کر کے تم یا کوئی اور میرے فیصلے کو بدل نہیں سکتا، مگر میں شرمندہ ضرور ہوتا ہوں، بہتر ہے کہ تم سب بھی قبول کر لو کہ ایسا ممکن نہیں ہے۔'' فاروق کی سرد آواز ابھری تھی۔

''فاروق بھائی! آپ میرے بڑے ہیں، میں آپ پر کوئی دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا، بس آپ سے التجا ہی کر سکتا ہوں، بیلا آپ کی بہن ہے آپ کو اس کے لیے ہر فیصلہ لینے کا حق ہے، مگر وہ مجھے بھی اپنی بہن کی طرح ہی عزیز ہے، میں نے کبھی آپی اور بیلا کے درمیان فرق نہیں رکھا ہے، بیلا اور عثمان دونوں سمجھدار ہیں، وہ دونوں ایک ساتھ بہت اچھی زندگی گزاریں گے، مجھے ان دونوں پر بہت اعتماد ہے۔'' برہان نے بہت سنجیدگی سے ایک بار پھر انہیں قائل کرنا چاہا تھا۔

''میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتا ہوں کہ دو مختلف انسان کبھی ایک اچھی متوازن زندگی نہیں گزار سکتے، ان دونوں کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے، بیلا کا مزاج جتنا ٹھنڈا ہے عثمان کا اتنا ہی گرم، غصے میں وہ تمہیں، تمہاری بہن کو خاطر میں نہیں لاتا، اپنے ماں باپ کا لحاظ نہیں کرتا، تو پھر میری یا میری بہن کی کیا حیثیت ہوگی اس کی نظروں میں۔'' فاروق کے لہجے میں ناگواری ہی ناگواری تھی۔

''آپ کی کسی بات سے میں اختلاف نہیں کروں گا، مگر وہ دونوں بچپن سے ہی ایک دوسرے کے مزاجوں سے واقف ہیں، آپ ان کی مرضی کو بھی تو مدنظر رکھیں، یہ ان کی بھی زندگی کا فیصلہ ہے، آپ کے اندیشے اپنی جگہ مگر ایک بار آپ صرف اور صرف بیلا کی خوشی کے بارے میں سوچیں، عثمان کی ذمے داری میں لیتا ہوں، بیلا کو کبھی اس سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔'' برہان کا لہجہ التجائی تھا وہ التجا ہی کر سکتا تھا، سامنے بیٹھا شخص اس کی بہن کا شوہر ہے، اسے یاد رکھنا تھا، بھائی کی محبت میں وہ بہن کی زندگی عذاب میں نہیں ڈال سکتا تھا۔

''امریکا میں بیٹھ کر تم کہاں تک اور کس کس کی ذمے داری اٹھاؤ گے برہان؟ ماں باپ کا حق ہے تم پر، مگر تمہارا بھائی کوئی بچہ نہیں ہے، جس کی انگلی تم ساری زندگی تھامے رکھو گے، مجھے تو آج تک اس کی سرگرمیاں سمجھ نہیں آئیں، کوئی ڈھنگ کا کام اسے سوٹ نہیں کرتا، ایک اکیڈمی شروع کی ہے وہ بھی عارش کے ہی کندھوں پر چلے گی ورنہ تمہارے بھائی میں ایسے کوئی گڈز نہیں ہیں کہ یہ کام کرتا۔'' فاروق کے تلخ لہجے پر برہان نے ایک نگاہ عروسہ پر ڈالی تھی، جو سپاٹ نظروں سے شوہر کو ہی دیکھ رہی تھیں، اس وقت وہ چاہ کر بھی بھائی کی طرفداری میں کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں، بھائی کے سامنے انہیں شوہر کے ہاتھوں بے عزت ہونا گوارا نہیں تھا، اور یہ بھی سچ تھا کہ برہان کی خواہش کے باوجود ان کے لیے زبان کھولنا نہ کھولنا ایک برابر ہی تھا۔

''میری جگہ اگر تم ہوتے تو تم بھی یہی سب کہتے جو میں کہہ رہا ہوں، تمہارے نزدیک تمہارا بھائی لاکھوں میں ایک ہو سکتا ہے، مگر اس کے اندر ایسی کوئی خوبی نہیں جس کی بناء پر میں اپنی عزت اس کے حوالے کر دوں اور ساری زندگی کے لیے اپنے پیر بندھوا لوں۔'' یکدم رک کر انہوں نے فاران کو دیکھا تھا جو ایک جھٹکے سے اٹھتا ڈرائنگ روم سے نکل گیا تھا، کوئی شک نہیں تھا کہ بیٹے کو باپ کی باتیں ناگوار گزری ہیں۔

''برہان! تمہیں میری باتیں یقیناً ناگوار گزری ہوں گی، شکایت تم کر سکتے ہو، میں سنوں گا، مگر ایک بات تو طے ہے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے، اسی میں دونوں گھروں کی بھلائی ہے، ویسے بھی اس قسم کے ادل بدل کے رشتے باقی سارے رشتوں میں

بھی دراڑیں ڈال دیتے ہیں۔"
"ایسا صرف آپ کو لگتا ہے، آپ کو اگر لگتا ہے کہ اسی فیصلے میں سب کی بھلائی ہے تو میں اب اور کیا کہہ سکتا ہوں۔" برہان کے لہجے میں مایوسی تھی۔
"عثمان کو ذرا سمجھا دینا، خوامخواہ کے واویلے مچا کر اپنے گھر میں اور میرے گھر میں ڈسٹربنس نہ پھیلائے، ویسے تو اسے سمجھانے کے لیے فرشتے ہی زمین پر آئیں تو وہ سمجھے۔"
"آپ بیلا کو سمجھا سکتے ہیں؟" فاروق کے تلخ لہجے پر برہان بولے بغیر نہ رہ سکا تھا۔
"اس کا دماغ درست کرنے کے لیے میں کافی ہوں، ابھی اسے کیا معلوم کہ اسے اپنی زندگی کے اچھے برے کے لیے کیسے سوچنا چاہیے، یہ کام کرنے کے لیے ابھی میں موجود ہوں۔" فاروق کا لہجہ حتمی تھا۔
"ٹھیک کہا آپ نے۔" گہری سانس لے کر برہان نے اٹھتے ہوئے ایک نگاہ ساکت بیٹھیں عروسہ کو دیکھا تھا۔
"کل کی دعوت کا یاد ہے تمہیں؟ کل یہاں رات کے کھانے پر تم سب نے لازمی آنا ہے اور ذرا جلدی آنا، پھر پتہ نہیں کتنے عرصے بعد مل بیٹھنے کا موقع ملے۔" برہان سے مصافحہ کرتے ہوئے فاروق بولے تھے۔
"عثمان نہیں آئے گا، لہٰذا اسے مجبور مت کرنا، اس کا یہاں کیا کام۔" عروسہ کے سرد لہجے پر برہان نے بغور فاروق کے بدلتے تاثرات کو دیکھا تھا اور پھر خدا حافظ کہتا ڈرائنگ روم سے نکل گیا تھا۔
اپنے کمرے کی دہلیز پر رکی وہ خالی خالی نظروں سے برہان کو دیکھ رہی تھی جو اس کو دیکھتے رک گیا تھا، بیلا کا ہلدی کی طرح زرد چہرہ دل کو مٹھی میں جکڑ گیا تھا، برہان کے لیے بہت مشکل تھا اس سے نظر ملانا۔
"مجھے معاف کر دینا میں تمہاری امیدوں پر پورا نہیں اتر سکا، مگر ہمت مت ہارو، کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آئے گا۔" اس کے سر کو تھپتھپاتے ہوئے وہ بمشکل بول سکا تھا اور اگلے ہی پل اس کی آنسوؤں سے لبریز ہوتی آنکھوں سے نظر چراتا آگے بڑھ گیا تھا۔

❀------○------❀

ایک عجیب سا جوش و ولولہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھ رہا تھا، وہ بہت خوش تھی کیونکہ فاطمہ اور احمد حسین کے چہرے سے پھوٹتی خوشی اس کے لیے سکون کا باعث تھی، عمرہ کے لیے روانگی میں اب کچھ ہی دن تو رہ گئے تھے۔
اس وقت وہ اپنے کمرے میں ہی تھی جب احمد حسین کی آمد ہوئی تھی۔
"بابا! کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیتے؟" وارڈروب بند کرتی وہ فوراً ان کی طرف بڑھی تھی۔
"مانگنے والے کو دینے والے کے پاس خود چل کر جانا پڑتا ہے بیٹا! پھر میں کیسے خود آنے کے بجائے تمہیں بلاتا۔" اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ بولے تھے۔
"آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟" خرمن بری طرح دنگ ہوئی تھی۔
"بیٹھ کر بات کریں؟" احمد حسین کے کہنے پر وہ شرمندہ سی ہوئی تھی، فلور کشن کرسی کے قریب کرتی وہ ان کے قدموں میں ہی بیٹھ گئی تھی۔
"اس طرح مت بیٹھو خرمن! یا پھر مجھے نیچے بیٹھنے دو۔"
"نہیں آپ اوپر کرسی پر رہیں مجھے یہیں بیٹھنا ہے۔" وہ بضد تھی، اسے اندازہ بھی ہو چکا تھا کہ احمد حسین بہت سنجیدہ نوعیت کی گفتگو کرنے والے ہیں اور اس کی چھٹی حس اسے ایک انجانے خوف میں مبتلا کر رہی تھی۔
"کبھی کبھی بہت مشکل ہو جاتا ہے اپنی ہی اولاد سے کچھ کہنا۔" احمد حسین تذبذب کا شکار ہوئے تھے۔
"بابا! میں آپ کی بیٹی ہوں، آپ مجھے حکم دیں، ایسا بھی کیا ہے جو آپ مجھ سے مانگنا چاہتے ہیں، مگر اتنا سوچ کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔" اپنی پریشانی کو چھپائے وہ کچھ ناراضی سے بولی تھی۔

''جب اولاد جوان ہو جاتی ہے تو ماں باپ کو بولنے سے پہلے ناپ تول تو کرنا ہی ہوتا ہے۔'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے تھے۔

''ماں باپ کے سارے خواب اور ان کی خواہشیں اولاد سے بندھ جاتی ہیں، وہ ہمیشہ اپنی اولاد کو خوش اور کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں۔'' تمہید باندھتے ہوئے وہ ایک پل کو خاموش ہوئے تھے اور یہی پل خرمن کو اضطراب میں مبتلا کر گیا تھا۔

''ہر ماں باپ کی طرح میری اور فاطمہ کی ساری خوشیاں تمہاری خوشیوں سے وابستہ ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ تم کامیاب زندگی گزارو، محفوظ رہو، ہر آفت اور پریشانی سے، میرا یہ چاہنا فطری ہے کہ میرے بعد کوئی ہو جو تمہاری حفاظت کرے، تمہیں اسی طرح سنبھال کر گرم سرد سے بچا کر رکھے جس طرح میں رکھتا آیا ہوں، مجھے بتاؤ خرمن! کیا میرا ایسا چاہنا غلط ہے؟'' وہ اس سے پوچھ رہے تھے جو ساکت نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''مجھے کبھی نہ کبھی اس بارے میں تم سے کھل کر بات کرنی تھی کیونکہ تمہاری ماں نے مجھے بتا دیا تھا کہ تم نے شادی کبھی نہ کرنے کا فیصلہ اسے سنایا ہے، میں جانتا ہوں کہ اس کی وجہ کیا ہے، تم کچھ کہتی نہیں ہو، مگر تمہارے دل میں جو ہے میں اس سے بے خبر نہیں ہوں، میں تمہیں دنیا کی بھیڑ میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا، اس وقت جب مجھے اس دنیا کو چھوڑنا ہوگا، ایک نہ ایک دن تو مجھے.....!''

''ایسا مت کہیں بابا! ایسا مت کہیں۔'' دہل کر انہیں روکتے ہوئے خرمن کا چہرہ سفید ہوا تھا۔

''حقیقت کو تسلیم تمہیں کرنا ہوگا بیٹا! آج نہیں تو کل، ہمارے بعد تم تنہا زندگی نہیں گزار سکتیں، اس وقت کے بارے میں سوچ کر میری کیا کیفیت ہوتی ہے، میں تمہیں نہیں سمجھا سکتا، تم میری اولاد ہو، میرے کچھ نہ کہنے کے باوجود تم میری کیفیت کو، میری فکر کو، میری اذیت کو محسوس کر سکتی ہو۔'' اس کے بہتے آنسوؤں کو دیکھتے وہ بول رہے تھے۔

''تم رومت خرمن! میں جانتا ہوں میری باتیں تم کو تکلیف دے رہی ہیں، مگر تم یہ بھی جانتی ہو کہ تمہارے آنسو مجھے کمزور کر دیتے ہیں، میں نے فاطمہ کو اسی لیے ابھی اپنے ساتھ آنے سے روک دیا تھا کہ تم دونوں کے آنسو مجھے وہ سب کہنے نہیں دیں گے جو کہنا ضروری ہے۔'' احمد حسین کے مضطرب لہجے پر اس نے اپنا سر جھکا لیا تھا۔

''شاید اس وقت میں کچھ خود غرض ہو رہا ہوں، مگر صرف تمہارے لیے، تمہاری زندگی کے لیے، میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، میں اپنی زندگی میں تمہیں ایک محفوظ اور مضبوط سائبان دینا چاہتا ہوں، میری یہ دیرینہ آرزو پوری ہوگی یا نہیں، یہ فیصلہ تمہارے ہاتھوں میں ہے۔'' تھکے تھکے لہجے میں انہوں نے خرمن کا لرزتا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔

''ابھی میں اللہ کے گھر حاضری لگانے جا رہا ہوں، تو مجھے تمہاری فکر چین نہیں لینے دے رہی تو پھر اس وقت کیا ہوگا جب اس دنیا سے جانا ہوگا، کیا تم چاہتی ہو کہ مجھے قبر میں بھی سکون نہ ملے؟''

''یہ سب مت کہیں۔'' بری طرح سسکتے ہوئے خرمن نے سر ان کے گھٹنوں سے ٹکا دیا تھا۔

''تم صرف آج دیکھ رہی ہو اور میں تمہارا کل دیکھ رہا ہوں، میں تمہیں تمہارے مستقبل کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں خرمن! اس لیے کوئی غلط فیصلہ لے کر تم میری ساری ریاضتوں پر پانی مت پھیرو۔'' اس کے سر پر ہاتھ رکھے وہ مزید بولے تھے۔

''ایسا کون ہے آپ کے اور امی کے علاوہ جو مجھے میری حقیقت کے ساتھ قبول کرے گا، جو مجھے کوئی طعنہ نہیں دے گا؟'' آنسوؤں کے ساتھ وہ بمشکل ان سے پوچھ سکی تھی۔

''ہے ایسا انسان جو ہمارے درمیان ہے، قریب ہے، جس سے کچھ چھپا نہیں ہے۔'' اس کے چہرے پر پھیلتے خوف کے سائے دیکھتے وہ بولے تھے۔

''آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟'' خرمن کی آواز گھٹ گئی تھی۔

''تم ٹھیک سوچ رہی ہو، وہ انسان عارش کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔'' احمد حسین نے جیسے اس کے کانوں میں صور پھونک دیا تھا۔

''نہیں.... عارش نہیں، بابا! آپ اس کے لیے ایسا نہیں سوچ سکتے۔'' وہ بلبلا اٹھی تھی۔
''اگر میں نے عارش کے لیے یہ سوچا ہے تو یہ اس کی ہی خواہش ہے۔'' احمد حسین اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہے تھے۔
''آپ اس کی بات مت سنیں، اس نے ہمارے ... گھر کے لیے بہت کچھ کیا، بہت کچھ کرنا چاہتا ہے، وہ آپ کی محبت میں یہ سب سوچ رہا ہوگا، آپ اسے سمجھائیں، میری وجہ سے اسے بھی اپنے خاندان سے کٹنا پڑے گا، آپ اسے روکیں۔'' زار و قطار روتی وہ بولی تھی۔
''کس خاندان کا کن لوگوں کا خوف ہے تمہیں؟'' احمد حسین کا لہجہ کچھ سخت ہوا تھا۔
''اپنے مستقبل کو تم ان لوگوں کے خوف سے تباہ کرنا چاہتی ہو، جن لوگوں نے مجھے شہر بدر ہونے پر مجبور کر دیا تھا، ان لوگوں کی پرواہ کر کے تم میری ریاضت خاک میں ملانا چاہتی ہو؟ تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ میرا نام تمہارے نام کے ساتھ ہے؟ میں نے ایک ایک لمحہ تمہاری شخصیت کو پروان چڑھانے میں لگا دیا کہ تمہیں کسی دوسرے انسان سے کم تر ہونے کا احساس نہ ہو لیکن تم.... میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تم خود کو حقیر سمجھو اور اللہ کی ناشکری کرو۔'' وہ شدید تاسف کے ساتھ بولتے اس کی گھٹی گھٹی سسکیوں کو سن رہے تھے۔
''اللہ کے سوا تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، اللہ نے تمہیں اس دنیا میں بھیجا ہے، یہاں تمہارے لیے بہت کچھ اچھا رکھا ہے، جس پر تمہارا حق ہے، اس حق کو تم سے کوئی نہیں چھین سکتا، یہ تمہاری غلط فہمی ہے کہ عارش میرے لیے قربانی دے رہا ہے، وہ ناسمجھ نہیں ہے، تم سے زیادہ دنیا کو اور لوگوں کو جانتا ہے، سمجھتا ہے، اس نے کبھی مجھ سے کوئی فرمائش نہیں کی، کچھ نہیں مانگا اور مانگا بھی تو بس تمہیں، وہ بھی اس طرح کے انکار کے لیے میرے پاس کوئی وجہ نہیں رہی تھی، لیکن میرے لیے سب سے اہم تمہاری رضا ہے، اس وقت میں تم سے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی مانگنے آیا ہوں تو عارش کے لیے نہیں، میں نے صرف اپنے لیے تمہارے سامنے ہاتھ پھیلایا ہے اور یہ سچ ہے کہ میرے پھیلے ہاتھوں میں سب کی خوشیاں اور بھلائی پوشیدہ ہے، عارش کی امید مجھ سے وابستہ ہے اور میری تم سے، مگر میں کبھی تم پر اپنی مرضی مسلط نہیں کروں گا، تم مجھے اب خالی ہاتھ بھی لوٹا دوگی، تو مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔'' احمد حسین بول رہے تھے تب ہی فاطمہ بہت خاموشی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔
''میری زندگی آپ کی امانت ہے بابا! آپ کو مجھ سے کچھ مانگنے کی ضرورت نہیں، میری زندگی کے لیے ہر فیصلہ لینے کا حق آپ کو ہے، آپ کو یہ ایک خوشی دینے کا موقع گنوا کر میں اللہ کو ناراض نہیں کر سکتی، ایسا کر کے میں زندہ کیسے رہوں گی؟'' مدھم سسکیوں کے درمیان بولتی وہ احمد حسین کو فخر و طمانیت سے سرشار کر گئی تھی۔
''تم نے آج ثابت کر دیا ہے کہ تم اللہ کی طرف سے میرے لیے انعام ہو۔'' احمد حسین نے اس کے سر پر بوسہ دے کر کہا تھا۔
''تم ہماری بہت فرمانبردار بیٹی ہو، اللہ ہمیشہ تمہارا اچھا کرے گا، اتنا کہ تم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں۔'' فاطمہ کے نم لہجے پر خرمن نے ڈبڈبائی نظروں سے انہیں دیکھا تھا اور اگلے ہی پل وہ ان کے گلے سے لگی سسک اٹھی تھی۔

❀------O------❀
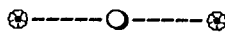
رات کی گہری تاریکی میں وہ تخت کے کنارے بیٹھی کسی غیر مرئی چیز کو گھورتی جانے کس سوچ میں گم تھی، آہٹ پر اس نے کچھ چونک کر قریب آتے سائے کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل چہرہ دوسری سمت پھیر لیا تھا۔
''اب تک جاگ رہی ہو؟'' عارش کے سوال پر اس نے کوئی توجہ نہیں دی تھی، چند لمحوں تک وہ منتظر رہا تھا، مگر پھر گرل سے پشت لگا کر اس رخ سے کھڑا ہو گیا کہ تاریکی میں کسی حد تک اس کے چہرے کو دیکھ سکتا تھا، جو سفید دوپٹے میں قید تھا۔
''پریشان ہو؟'' سینے پر بازو باندھے وہ اس سے پھر سوال کر رہا تھا مگر جواب ندارد۔

''میں جانتا ہوں تم مجھ سے ناراض ہو۔'' عارش کے کہنے پر اس بار خرمن نے اسے دیکھا تھا۔
''ساری دنیا میں ایک میں ہی نظر آئی تمہیں؟'' اس سپاٹ لہجے پر وہ ایک پل کے لیے خاموش رہا مگر پھر کہا تھا۔
''ہاں...تم ہی نظر آتی ہو۔''
''شاید اسی دن کے لیے میں خلاف تھی تمہارے اس گھر میں قدم رکھنے پر۔'' وہ بولی نہیں تھی، غرّائی تھی۔
''تم جو کہنا چاہو کہہ سکتی ہو، وہ سب کچھ جو تم ماموں جان سے نہ کہہ سکی تھیں۔'' عارش کا لہجہ پرسکون تھا۔
''تمہیں ذرا سی بھی شرم نہیں آئی؟'' وہ پھر غرّائی تھی۔
''ہاں، مجھے شرم آئی تھی، کئی دن تک میں خود سے بھی نظریں نہیں ملا سکا تھا، لیکن پھر مجھے احساس ہوا کہ میں نے ایسا کوئی گناہ نہیں کیا کہ شرم سے ڈوب مروں۔''
''تم کیوں ڈوب مرتے، یہ کام تو مجھے اس وقت کرنا چاہیے تھا جب میں نے عثمان سے ہونے والی تمہاری گفتگو سنی۔'' خرمن نے سلگ کر اس کی بات کاٹی تھی۔
''اگر اس دن مجھے اندازہ ہو جاتا کہ تمہارے دماغ کا خناس اس حد تک بڑھ جائے گا تو....!'' شدید غصے میں وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی۔
''تمہیں یہ لحاظ بھی نہ رہا کہ میں عمر میں تم سے بڑی ہوں؟''
''دو سال کے فرق سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، زیادہ ہوتا تو بھی نہیں۔'' وہ اسی سکون سے بولا تھا۔
''مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں تھی۔'' وہ بپھر کر بولی تھی۔
''میں نے ہمیشہ تمہیں ملنے والی محبتوں پر رشک کیا ہے، تمہارے اندر ایسا کچھ نہیں تھا کہ میں تم سے ہمدردی کرتا۔''
''میرے اندر ایسا بھی کچھ نہیں تھا کہ مجھ سے شادی کا خواب دیکھا جائے۔'' وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔
''ہاں، تمہارے اندر ایسا کچھ نہیں تھا مگر میرے دل میں ہے، تمہاری محبت۔'' عارش کے مدھم لہجے پر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر اس کے مقابل آ رکی تھی۔
''اس دنیا میں اپنے ماں باپ کے علاوہ کسی انسان پر نہ مجھے بھروسہ ہے اور نہ اس کی محبت پر۔'' وہ زہریلے لہجے میں بولی تھی۔
''میں اللہ سے دعا کروں گا کہ اپنے ماں باپ کے بعد کسی انسان پر اور اس کی محبت پر تم بھروسہ کرو تو وہ میں ہوں۔'' اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ بولا تھا، جو بل کھا کر رہ گئی تھی۔
''کیا کمی تھی منیزہ میں؟'' اس کے سلگتے لہجے پر عارش بس ایک پل کے لیے دنگ ہوا تھا۔
''اگر اس میں کوئی کمی ہوتی تو وہ میری بہت اچھی دوست نہ ہوتی، میری زندگی میں اس نے میری بہن کی کمی پوری کو پورا کیا ہے، کوئی مجھ سے اس کی کمی کے بارے میں سوال کرے، یہ میری غیرت گوارا نہیں کرے گی۔'' عارش کے مضبوط لہجے میں کچھ تھا جو وہ فوری طور پر کچھ بول نہیں سکی تھی۔
''جو کچھ تم چاہتے ہو ایک دن اس پر پچھتاؤ گے۔'' چند لمحوں بعد وہ سرد لہجے میں بولی تھی۔
''یہ تمہارا خیال ہو سکتا ہے، مگر مجھے یقین ہے کہ ایک دن تمہارے دل میں مجھے وہ مقام ضرور ملے گا جو مقام میرے دل میں تمہارے لیے ہے۔'' اس کے پر یقین لہجے پر خرمن نے تلملا کر ایک جھٹکے سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔
''معاف کرو مجھے۔'' غرا کر اس کے سامنے سے ہٹتی وہ تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے عارش کے لبوں پر مدھم مسکراہٹ لہرا گئی تھی، حالانکہ وہ بہت جرأت کرنے کے بعد اس کا سامنا کر سکا تھا لیکن کچھ بھی تو نہیں ہوا تھا، احمد حسین نے واقعی اس کے لیے راستے آسان کر دیئے تھے، یہ کام تو وہ ہمیشہ ہی اس کے لیے کرتے آئے تھے، اور یقیناً یہ معرکہ بھی سر کر لینے میں اس کی نیت اور جذبوں کی سچائی کا بڑا عمل دخل تھا یہ وہ جانتا تھا۔

❀------○------❀

جلتی آنکھیں کھول کر اس نے ایک بار پھر اپنے نام کی پکار کو سنا تھا، ایک جھٹکے سے بیڈ سے اٹھتی وہ بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر آئی تھی، اس کی حد درجہ سوجی سرخ آنکھوں اور ابتر حالت نے عثمان کو اپنی جگہ ساکت کر دیا تھا، جبکہ عثمان کو دیکھتے ہی وہ ضبط کے سارے بند توڑ چکی تھی۔

''تم نے مجھے کہا تھا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا، مگر دیکھو یہ کیا ہو گیا ہے، وہ مجھے تم سے الگ نہیں کرنا چاہتے، وہ مجھے مارنا چاہتے ہیں۔'' اس کا گریبان جھنجھوڑتی وہ حواسوں میں نہیں تھی۔

''عثمان! مجھے یہاں سے لے چلو نا، پھر میرا گلا گھونٹ دو، تمہارے علاوہ میں کسی دوسرے شخص کو اپنی زندگی میں جگہ نہیں دے سکتی، تمہارے علاوہ کوئی میرے نزدیک نہیں آ سکتا، میں مر جاؤں گی، مگر تم سے الگ نہیں ہو سکتی، عثمان! کچھ کرو ورنہ میں خود کو ختم کر دوں گی۔''

''ہوش میں آؤ بیلا! میری بات سنو۔'' اسے شانوں سے تھام کر عثمان نے سخت لہجے میں کہا تھا۔

''تم میری بات سنو اب۔'' بیلا نے اس کے ہاتھ اپنے شانوں سے جھٹکے تھے۔

''میں بزدل نہیں رہی، میں تمہارے ساتھ مل کر دنیا کا سامنا کر سکتی ہوں، میرے قدم پیچھے نہیں ہٹیں گے، مجھے اس زندان سے نکال لو عثمان! خدا کے لیے۔'' اس کے سامنے ہاتھ جوڑتی وہ بلک اٹھی تھی، سرعت سے اس کے جڑے ہاتھ اپنے ہاتھوں سے جکڑتے ہوئے عثمان کا دل جیسے مٹھی میں جکڑا تھا۔

''ماموں! آپو ٹھیک کہہ رہی ہیں، آپ ان کو لے جائیں یہاں سے، مجھ سے ان کی حالت نہیں دیکھی جاتی، آپ کی بے عزتی اور پاپا کی سنگدلی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔'' خاموش کھڑے فاران نے سرخ چہرے کے ساتھ غصے کا اظہار کیا تھا۔

''بیلا! خود کو سنبھالو، تم اگر اس طرح کمزور پڑ گئیں تو میں حالات کو اپنے حق میں نہیں کر سکوں گا، میں جانتا ہوں تم بزدل نہیں ہو، اگر تم میرے ساتھ ہو تو میں نے بھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑنے کی قسم اٹھائی ہے، کوئی تمہیں مجھ سے الگ نہیں کر سکتا، یہ جرأت کسی انسان میں نہیں، مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ وہ برہان بھائی کی بھی نہیں سنیں گے، ان حالات کے لیے میں پہلے سے تیار تھا، اپنی بہن کی وجہ سے میں جتنا جھک سکتا تھا، جھک گیا، میرے گھر کا ایک ایک فرد ان سے التجا کر چکا ہے، مگر اب اور نہیں، اب صرف وہی ہوگا جو میں اور تم چاہتے ہیں، مجھ پر تم بھروسہ رکھو، اگر وہ اپنے فیصلے کو نہیں بدل سکتے تو میں بھی اپنے ارادوں سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔'' اس کی جل تھل آنکھوں میں دیکھتا وہ بھنچے لہجے میں بولا تھا۔

''بھائی کے ساتھ امی ابو کی روانگی میں بس کچھ ہی دن ہیں، صرف میری خاطر یہ چند دن اور گزار لو اس کے بعد میرا تم سے وعدہ ہے، میں تمہیں پلٹ کر یہاں واپس نہیں آنے دوں گا۔'' اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑے وہ یقین دلا رہا تھا۔

❀------○------❀

''جگ ہنسائی کا جو کام سالوں پہلے احمد حسین نے کیا تھا، وہی کام اب تم کرنا چاہتے ہو، کم از کم تمہیں تو اپنے خاندان کی عزت کا خیال رکھنا چاہیے، یہ احمد حسین کی غلط فہمی ہے کہ تمہارے آگے پیچھے کوئی بولنے والا نہیں تو وہ اپنا سنبھال کر رکھا گناہ تمہارے کاندھوں پر ڈال دے گا، تم لاوارث نہیں ہو، میں ابھی زندہ ہوں تمہارے سر پر۔'' مصطفیٰ حسین شدید اشتعال میں بولے تھے۔

''ماموں! آپ نے یہ سب اس وقت کیوں نہیں کہا جب مجھے اپنے سر پر آپ کے ہاتھ کی ضرورت تھی؟'' عارش کے لہجے میں کچھ تھا جو مصطفیٰ حسین سناٹے میں رہ گئے تھے۔

''اس وقت آپ نے یہ حق کیوں استعمال نہیں کیا، جب میں بے سائبان تھا، جب ماموں جان اور مامی کے علاوہ سب نے میرا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا تھا، آپ سمیت سب نے قدم پیچھے ہٹا لیے تھے، ہے کوئی جواب آپ کے پاس

عارش نے بغور ان کے بدلتے تاثرات کو دیکھا تھا۔
''تمہاری ماں نے احمد کو تمہارے لیے چنا تھا۔'' مصطفیٰ حسین نظر ملائے بغیر بولے تھے۔
''اور یہ راز چند سال پہلے میں نے ہی آپ کو بتایا تھا، ورنہ میری اماں کیا چاہتی تھیں وہ صرف ماموں جان ہی جانتے تھے، صرف اختلافات بڑھنے کے خوف سے ماموں جان نے آپ کو اور بڑے ماموں کو آگے رکھنا چاہا، مگر اس کی تو نوبت ہی نہیں آئی تھی۔'' پہلی بار عارش کے دل میں موجود ماضی کے شکوے آج لبوں تک آ ہی گئے تھے اور بروقت آئے تھے۔
''عارش! ماضی کی باتیں اگر ہم دل کو وسیع کر کے ماضی تک ہی محدود کر دیں تو آج بھی سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔'' منیزہ کو اپنے باپ کی خاموشی محسوس ہوئی تھی جو وہ چپ نہ رہ سکی تھی۔
''میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں منیزہ! لیکن صرف میرے ایسا چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا، ہمارے بڑوں کو بھی اپنے دل میں وسعت رکھنی پڑے گی۔'' عارش نے کہا تھا۔
''میں یہاں کوئی بحث و مباحثہ کرنے نہیں آیا، میں تو بس تم سب کو اپنی خوشیوں میں شریک رکھنا چاہتا ہوں۔''
''کیا میں نے اپنے دل کو احمد حسین کے لیے بڑا نہیں کیا، جھک تو گیا ہوں اس کے سامنے، اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اور میرے بیوی بچے اس کی عیادت کے لیے ہاسپٹل نہ جاتے، جبکہ وہ تو میرے گھر کی پہلی خوشی میں میرے بیٹے کی شادی تک میں نہیں آیا تھا۔'' مصطفیٰ حسین نے فوراً جتایا تھا۔
''اگر آپ شادی کا کارڈ خود انہیں دے کر گلے شکوے دور کر دیتے تو وہ ایسا نہ کرتے، انہیں وہ عزت ہی نہیں ملی جس کی بنا پر وہ قدم آگے بڑھاتے، البتہ میں نہیں آیا تھا، اس بات کے لیے میں منیزہ سے اور آپ سب سے بھی معذرت کر چکا ہوں، آپ نے اپنے بھائی کے لیے دل کو بڑا کیا تھا، تو مجھے یقین ہے کہ میری نادانیوں کو بھی نظر انداز کر دیں گے، آپ اگر ماموں جان کی عیادت کے لیے گئے تھے تو میری نظر میں ہی نہیں ماموں جان اور مامی کی نظر میں بھی آپ کا قد بہت اونچا ہو گیا ہے۔'' عارش نے پوری سچائی سے کہا تھا۔
''تم نے اپنا فیصلہ مجھے سنا دیا ہے عارش! تم اچھی طرح میری زبان بند کر چکے ہو۔'' مصطفیٰ حسین کا لہجہ بہت کمزور تھا۔
''ماموں! مجھے غلط مت سمجھیں، میرا یہ فیصلہ میری پوری زندگی پر محیط ہے اور مجھے اس میں آپ کی اجازت اور آپ کی مرضی بھی درکار ہے ورنہ سب کچھ ادھورا رہے گا۔'' عارش نے کہا تھا۔
''عارش! احمد حسین جسے اپنی اولاد کہتا ہے میرے دل میں کبھی اس کے لیے جگہ نہیں بن سکتی، وہ ہم بھائیوں کے رشتوں میں پڑی دراڑ ہے، اس کے لیے تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔'' مصطفیٰ حسین قطعی لہجے میں بولے تھے۔
''ابو! ایسا مت کہیں، وہ بہت اچھی ہے، میں اس سے بالکل اپنی بہنوں جیسی محبت کرتی ہوں، آپ بھائیوں کے رشتے کمزور ہوں گے جو دراڑ پڑ گئی، خرمن اس وقت بھی معصوم تھی اور آج بھی۔'' عارش کی ناراضی کے ڈر سے نہیں، مگر خرمن کے خلاف باپ کے جملے منیزہ سے برداشت نہیں ہوئے تھے۔
''تم خاموش رہو، میرے سامنے اس کی معصومیت کے ڈنکے نہ بجاؤ، اس کی محبت اپنے تک ہی رکھو۔'' مصطفیٰ حسین نے بری طرح بیٹی کو جھڑکا تھا۔
''عارش اور خرمن کے نکاح میں آپ نہیں ہوں گے تو میں کیا منہ دکھاؤں گی چچا جان اور چچی کو، خرمن کے لیے نہ سہی مگر عارش کے لیے تو مان جائیں وہ خود چل کر آیا ہے۔'' منیزہ غصے میں بولتی تقریباً روہانسی ہوئی تھی۔
''عارش! خود چل کر آیا ہے تو کوئی احسان نہیں کیا اس نے، یہ کام تو احمد حسین کو کرنا چاہیے تھا مگر وہ کیوں آنے لگا میرے پاس دعوت نامہ لے کر۔'' مصطفیٰ حسین کے ناگوار لہجے پر عارش نے گہری سانس لے کر انہیں دیکھا تھا۔
''میں یہاں آج صرف اپنی خوشی اور فیصلہ آپ سب سے شیئر کرنے آیا تھا، دعوت نامہ لے کر تو ماموں جان اور مامی آئیں گے۔''

''تمہارے کہنے پر آ رہے ہیں یقیناً؟'' مصطفیٰ حسین طنزاً بولے تھے۔
''جب میرے کہنے پر آپ ان کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں تو میرے کہنے پر وہ ایسا کیوں نہیں کریں گے؟'' وہ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔
''عارش! اپنے جنتر منتر مجھے بھی سکھا دو، میرے کہنے پر تو کوئی دو قدم بھی نہیں چلتا۔'' منیزہ بولتے ہوئے مسکرائی تھی۔
''میں ذرا دیکھ لوں میری اماں بھابی نے تمہارے لیے ٹیبل سجادی یا نہیں ورنہ تم تو فوراً بھاگ لوگے۔'' منیزہ اسے جتاتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھی۔
''ماموں! کیا واقعی آپ میری خوشی میں خوش نہیں ہیں؟'' وہ مصطفیٰ حسین نے سوال کر گیا تھا۔
''اگر ایسا ہوتا تو میں تمہارے نکاح میں آنے سے ابھی انکار کر دیتا۔'' وہ جواباً بولے تھے۔
''آپ کی رضا کے بغیر میری ہر خوشی نامکمل ہے، میں جانتا ہوں کہ میں جتنی محبت آپ سے کرتا ہوں آپ اس سے زیادہ محبت مجھ سے کرتے ہیں۔''
''اسی بات کا فائدہ اٹھاتے ہو تم۔'' وہ ناگواری سے بولے تھے۔
''اور میری بیوی اور بیٹی کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیتے ہو۔''
''یہ آپ کا بڑا پن ہے ماموں! کہ میں آپ کی محبت سے فائدہ اٹھا لیتا ہوں، اور مجھے یقین ہے کہ ماموں جان اور مامی کی اولاد کے لیے آپ کے دل میں جگہ ہو یا نہ ہو، مگر میری بیوی کے لیے آپ کے دل میں بہت جگہ ہوگی۔'' مسکراتی نظروں سے اس نے مصطفیٰ حسین کو دیکھا تھا جو بس اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔
''منیزہ نے آپ کو سب کچھ بتا دیا ہوگا، آپ اطمینان رکھیں یہ سو فیصد میرا فیصلہ ہے، ماموں جان کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے، اتنا تو آپ بھی اپنے بھائی سے واقف ہوں گے کہ وہ کبھی مجھ پر اس قسم کا دباؤ نہیں ڈال سکتے تھے۔'' عارش نے انہیں یہ باور کروانا ضروری سمجھا تھا۔

❀-----O-----❀

حیرت انگیز طور پر جب احمد حسین نے فون پر اپنے بڑے بھائی کو عارش اور خرمن کے نکاح کے بارے میں آگاہ کیا تو انہوں نے نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا، احمد حسین کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ مصطفیٰ حسین کو ڈوز دے کر شانت کر لے کے بعد عارش نے ان کے بڑے بھائی کو بھی سارے معاملات سے آگاہ کر دیا ہوگا، نہ صرف یہ بلکہ ان کا اس حد تک برین واش کر دیا تھا کہ انہوں نے احمد حسین کی بات سن کر کوئی مخالفت کی نہ کوئی سوال کیا تھا، فاطمہ سے بھی انہوں نے بات کر کے مبارکباد دی تھی اور معذرت بھی کی تھی کہ اپنی خراب صحت کی وجہ سے وہ سفر کے قابل نہیں ہیں، ان کا راضی خوشی اجازت دینا ہی احمد حسین اور فاطمہ کے لیے بہت تھا، نکاح عجلت میں اس لیے بھی ہو رہا تھا کہ دوسرے ہی دن فاطمہ اور احمد حسین کی عمرہ کے لیے فلائٹ کنفرم تھی، یہ ذمے داری پوری کر کے ایک مقدس فریضے پر جانے کی ان دونوں کی دلی خواہش پوری ہو رہی تھی اور وہ رب کائنات کے شکر گزار تھے، نکاح سے دو دن پہلے سے خرمن کی طبیعت کی ناسازی بڑھ گئی تھی، وہ اپنے کمرے تک ہی محدود ہو گئی تھی، ڈپریشن اور ان ہیلر کے ساتھ۔
فاطمہ کے فون پر نکاح والے دن صبح سے ہی منیزہ آ پہنچی تھی، اس نے ہی زبردستی خرمن کو بیڈ سے اتارا تھا، نکاح کی تقریب گھر میں ہی سادگی سے ہونی تھی، جو تھوڑا بہت انتظام تھا اور مہمانوں کی تواضع وغیرہ سب احمد حسین اور عثمان نے مل کر کر لیا تھا، مگر عثمان کی یہ مدد عارش کو بہت مہنگی پڑی تھی، آفس سے اسے سیدھا اپنے انسٹیٹیوٹ جانا تھا، کیونکہ عثمان کے پاس تو وقت ہی نہیں تھا ادھر ادھر دیکھنے کا آخر عارش کے نکاح کی بھاری ذمے داری اس کے کندھوں پر تھی اور پھر منیزہ بھی اردگرد تھی، خرمن نے تو آج کچھ بولنا ہی نہیں تھا، دوپہر تک بیلا بھی آ گئی تھی، اب اتنے سارے جھمیلے چھوڑ کر وہ کیسے انسٹیٹیوٹ جا سکتا تھا۔

مصطفیٰ حسین کا پورا گھر آج احمد حسین کے گھر میں موجود تھا، اس سے بڑی انہونی کیا ہو سکتی تھی، احمد حسین جانتے تھے کہ اس میں ان کا کوئی کمال نہیں سب عارش کی مرہون منت ہے، مصطفیٰ حسین نے نہ خرمن سے ملنے کی خواہش ظاہر کی نہ ہی احمد حسین نے ایسی کوئی کوشش کی، وہ عارش کے لیے اس کی خوشی میں شامل ہونے آ گئے یہی بہت تھا، خرمن کی اس وقت ذہنی حالت کیا ہو گی احمد حسین جانتے تھے، اوپر سے اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی اب ایسے میں وہ جا کر اسے مجبور نہیں کر سکتے تھے کہ اسے ان کے بھائی کے پاس آ کر سلام دعا کرنی چاہیے، اگر وہ ایسا کر بھی لیتے تو انہیں یقین نہیں تھا کہ مصطفیٰ حسین، خرمن کے ساتھ فراخدلی سے پیش آئے، اور پھر عثمان کے تمام گھر والے بھی موجود تھے، اس موقع پر کسی ناگوار صورتحال سے بچے رہنے کے لیے احمد حسین کو بھائی اور بیٹی کو قریب لانے کی خواہش کو ملتوی کرنا پڑی تھی۔

❀-----○-----❀

ترحم آمیز نظروں سے بیلا اسے دیکھ رہی تھی، جو گھٹنوں میں چہرہ چھپائے لرز رہی تھی، اسکارف میں چھپے اس کے سر سے زرق برق کرتا سرخ رنگ کا وہ دوپٹہ پھسل کر شانوں پر آ ٹھہرا تھا جو نکاح کے وقت اسے پہنایا گیا تھا۔

''خرمن! اب بس کر دو، ورنہ تمہارے ساتھ میں بھی رونا شروع کر دوں گی۔'' اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بیلا نے کہا تھا تب ہی کمرے میں منیزہ اور عروسہ داخل ہوئی تھیں۔

''یہاں دیکھیں ذرا، ابھی تک رونے دھونے کا سیشن چل رہا ہے۔'' منیزہ نے خشمگیں لہجے میں عروسہ سے کہا تھا۔

''خرمن! بس اب ایک آنسو مت بہانا ورنہ مار کھاؤ گی میرے ہاتھوں، سیدھی ہو کر بیٹھو، اس طرح روئے جا رہی ہو جیسے ابھی رخصت ہو کر میلوں دور جا رہی ہو۔'' بری طرح گھرکتے ہوئے عروسہ نے زبردستی اس کا چہرہ گھٹنوں سے اٹھایا تھا۔

''دیکھو! ذرا کیا حشر کر لیا ہے چہرے کا، ابھی ہمارے علاوہ کوئی یہاں آ گیا تو تمہیں اس طرح دیکھ کر جانے کیا کچھ غلط سوچنے پر مجبور ہو جائے گا، ذرا ہوش کے ناخن لو۔'' عروسہ نے سختی سے اسے ڈانٹا تھا جو اپنی سسکیاں روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''خرمن! یہ پانی پیو اور بالکل ریلیکس ہو جاؤ، تمہیں اس طرح دیکھ کر تو ہم بھی ٹھیک سے خوشی کا اظہار نہیں کر پا رہے۔'' بیلا نے تاکید کرتے ہوئے خود ہی پانی کا گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا تھا۔

''ایسی ڈھیٹ لڑکی ہے یہ کہ کہنے کے باوجود ہلکا سا میک اپ تک نہیں کیا، اگر بیلا یہاں آ کر مہندی نہ لگاتی تو یہ خود بھی ہوش میں نہ آتی۔'' عروسہ مزید ڈپٹنا نہیں بھولی تھی۔

''آپی! یقین کریں، میں تو کہہ کہہ کر تھک گئی، مگر یہ محترمہ تو آج سادگی کا دامن چھوڑنے کے لیے تیار ہی نہیں تھیں۔'' منیزہ نے کہا تھا۔

''اور تو اور عثمان کو کیمرے کے ساتھ اس کمرے میں آنے کی اجازت بھی نہیں ہے، محترمہ کی طرف سے۔'' بیلا نے مسکراتے ہوئے خرمن کو دیکھا تھا جو سر جھکائے بار بار بہتے آنسو صاف کر رہی تھی۔

''مجھے اگر معلوم ہوتا تو عین وقت پر نہ آتی، دیکھتی پھر میں اس کے نخرے، یہ کوئی طریقہ ہے، خوشی کے موقع پر نہ کوئی ہار نہ سنگھار، نہ چہرے پر رونق، تم تو دنیا سے ہی نرالی نکلیں کہ تصویریں بھی نہیں بنواؤ گی، اسے دوپٹہ ٹھیک سے پہناؤ میں عثمان کو بلاتی ہوں، دیکھتی ہوں کہ یہ کیسے تصویریں نہیں بنواتی، ایسے یادگار موقع بار بار نہیں آتے۔'' عروسہ شدید ناراضی سے بولتیں اندر آتے عثمان کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

''قسم سے میں نے آج سے پہلے کبھی ایسی نفسیاتی دلہن نہیں دیکھی، بس کر دو اب یہ رونا، کچھ آنسو عارش کے لیے بھی چھوڑ دو، نکاح کے وقت تو ایسے کھٹا کھٹ سائن کر رہی تھیں جیسے تمہاری ٹرین چھوٹ رہی تھی، اب ہمارے سامنے ڈرامے کر رہی ہو، ابھی باہر جا کر سب کو بتا دوں گا کہ تم عارش سے کتنی بڑی ہو۔''

''عثمان! میں بہت ماروں گی تمہیں۔'' عروسہ نے ہنستے ہوئے اسے گھر کا تھا۔

''تم اتنے جذباتی نہ ہو، ہمیں پتہ ہے تمہارے زخم آج پھر سے کھل گئے ہیں۔'' منیزہ نے کہا تھا۔
''مجھ سے اتنی ہمدردی ہو رہی ہے تو سینے آ جاؤ میرے زخم۔'' عثمان نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''اچھا بک بک بند کرو، ہماری تصویریں بناؤ خرمن کے ساتھ، بلکہ عارش کو بھی بلاؤ۔'' عروسہ نے کہا تھا۔
''اسے کہاں سے بلاؤں، اسے میں نے واپس دوڑا دیا ہے اکیڈمی، وہاں بہت کام ہیں، ویسے ہی یہاں دو گھنٹے اس کے برباد ہو گئے۔'' عثمان فوراً بولا تھا۔
''تم جا کر اکیڈمی نہیں سنبھال سکتے تھے، بے شرم، آج اس کی زندگی کا اتنا اہم دن تھا اور تم نے اس بے چارے کو کام پر لگا رکھا ہے۔'' بیلا نے حیرت و ناگواری سے اسے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔
''کاہے کا بے چارہ، بیٹھے بٹھائے نکاح ہو گیا اس کا، مولوی صاحب کو میں لے کر آیا، چھواروں کا بندوبست میں نے کیا، بانٹے بھی میں نے اور مجھے بدلے میں کیا ملا؟ بس ایک چھوارہ؟''
''ہائے عثمان! وہ ایک بھی مجھے دے دو، مجھے تو ایک بھی نہیں ملا تھا۔'' منیزہ کو اچانک یاد آیا تھا۔
''افسوس وہ تو میں کھا چکا ہوں، مگر تم فکر نہ کرو، ہم اپنے نکاح کے چھوارے جی بھر کر کھائیں گے۔''
''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' منیزہ نے ابرو چڑھا کر اسے گھورا تھا۔
''اس کا مطلب ہے، اپنے اپنے نکاح کے چھوارے، بہن! میرا یہ بھائی بہت معصوم ہے، تم اس کی باتوں سے غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔'' عروسہ مسکراہٹ چھپا کر بولی تھیں۔
''جی ہاں، یہ تو اتنا معصوم ہے کہ میں تو لوگوں کو مشورہ دیتی ہوں، ابھی بھی وقت ہے، جان چھڑا لو اس معصوم سے۔'' منیزہ نے معنی خیز نظروں سے بیلا کو دیکھا تھا۔
''لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تو پھر تم ہی رہ جاؤ گی میرے لیے، اپنے راستے آسان نہ کرو چالاک۔'' عثمان نے حساب برابر کیا تھا۔
''بڑی خوش فہمی ہے۔'' منیزہ نے ناک پر سے مکھی ہٹائی تھی۔
''بس رہنے دو، تمہارے امی، ابو ایسے غور غور سے مجھے دیکھ رہے تھے، مگر میں نے ان سے کہہ دیا ہے، میں گھر داماد نہیں بنوں گا، اپنی بیٹی کے لیے کوئی اور ڈھونڈیں۔''
''میری توبہ.... کیا کیا بول رہے ہو۔'' منیزہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر ہیبت زدہ ہوئی تھی۔
''کن باتوں میں لگا دیا ہے مجھے بھی، خرمن کے لیے کھانے کا بندوبست کرو، مجھے گھر واپس جانا ہے۔'' عروسہ نے عجلت میں کہا تھا۔
''بیلا! عارش سے ٹریٹ لینی ہے، کم از کم آئسکریم کھائے بغیر تو نہیں جاؤں گی، تم اتنی جلدی مت جانا، ابھی رکو۔'' منیزہ یاد آنے پر بولی تھی۔
''کھا تو لیا ہے تم نے مرغن کھانا، اب کیا عارش کو کھا کر جاؤ گی، چلو اپنے اماں، ابا کے ساتھ گھر جانے کی تیاری کرو۔'' عثمان چٹکی بجاتے ہوئے اسے بھگانے کے لیے تیار تھا۔
''تم اپنے نکاح پر میری ٹریٹ ہضم کر جانا کنجوس! مگر ابھی چپ کر کے بیٹھو، تمہاری جیب سے روپے نہیں جا رہے ہیں۔''
''مجھے کنجوس کہہ رہی ہو، بھول گئیں وہ یونیورسٹی کے دن؟''
''خدا کا خوف کر لو، صرف ایک بار تم نے مجھے کولڈ ڈرنک خرید کر دی تھی۔'' منیزہ پر حیرت کا دورہ پڑا تھا۔
''اور اس وقت تمہیں یاد نہیں آیا تھا کہ میں نامحرم ہوں؟'' عثمان نے فوراً بدلہ لیا تھا، بیلا بے ساختہ ہنستی ہوئی بیڈ سے اٹھ گئی تھی۔
''بھابی! میں خرمن کے لیے کھانا لے کر آتی ہوں، آپ اپنے سامنے اسے کھانا کھلا کر جایئے گا۔'' بیلا بولتی ہوئی کمرے

سے باہر نکل گئی تھی۔

''منیزہ! تم تو عارش کے آنے تک رکو گی، وہ تمہیں گھر ڈراپ کرنے جائے گا تو بیلا کو بھی ساتھ لے کر نکلنا۔'' عروسہ کی تاکید پر عثمان کے تاثرات بدلے تھے۔

''فکر نہ کریں، اسے ساتھ لے کر میں نہیں آؤں گا۔'' اس کے ناگوار لہجے پر عروسہ خاموش رہی تھیں۔

''عثمان! جلدی سے تصویریں لے لو۔'' بگڑتی صورتحال پر منیزہ بروقت بولی تھی۔

''استانی کو تو ٹھیک طرح بٹھاؤ، کل یہی ہوں گی اور وہی قینچی کی طرح چلتی زبان، ادھر دیکھو میری آنکھوں کی طرف، مطلب کیمرے کی طرف۔''

''بتاؤں ابھی تمہیں.... ایسے ہی لو تصویریں۔'' عروسہ نے عاجز آ کر عثمان کو گھرک دیا تھا، سالن کی ڈش ٹرے میں رکھتے ہوئے اس نے سنجیدہ نظروں سے کچن میں داخل ہوتے عثمان کو دیکھا تھا۔

''تم بہت اچھے اداکار ہو، پریشانی چھپا کر چہرے پر مسکراہٹ سجانا خوب آتا ہے تمہیں۔'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

''اپنوں کی خوشی کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے، آج عارش کی سب سے بڑی خواہش پوری ہوگئی ہے، میرے لیے اس کی خوشی ہر چیز سے بڑھ کر اہم ہے۔'' مدھم لہجے میں بولتے ہوئے عثمان نے بغور اس کے صبیح چہرے پر پھیلی سوگواری کو دیکھا تھا۔

''اور تمہاری خوشیاں بھی۔'' اس کی ٹھوڑی کے بھنور کو شہادت کی انگلی سے چھوتا وہ دھیرے سے بولا تھا۔

''معلوم ہے۔'' نم آنکھوں سے اسے دیکھتی وہ مسکرائی تھی۔

❀-----○-----❀

درد سے پھٹتے سر کو اس نے ہاتھوں سے تھام لیا تھا، بڑھتی اضطرابی کیفیت اسے کہیں بھاگ جانے پر مجبور کر رہی تھی، کسی پل قرار نہ تھا۔

''میں جانتا ہوں تم اندر سے مطمئن نہیں ہو، شاید مجھ سے خفا بھی ہو، لیکن تمہیں مجھ پر اتنا یقین تو ہوگا کہ میں کبھی تمہارے لیے غلط فیصلہ نہیں لے سکتا۔'' نکاح کے بعد احمد حسین نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا تھا، آنسوؤں کے سیلاب میں بہتی وہ انہیں بتا نہیں سکی تھی، اسے اللہ کے بعد ان پر ہی یقین اور بھروسہ تھا، وہ اگر اسے کھائی میں بھی کودنے کا حکم دیتے تو وہ کوئی سوال کیے بغیر ان کا حکم بجالاتی، وہ کتنی ہی ضدی اور خودسر تھی، مگر کبھی اپنے باپ کے دل کو تکلیف دینے کا گناہ نہیں کر سکتی تھی، ایک ایک کر کے کئی آنسو اس کے رخساروں پر پھسلتے چلے گئے تھے، دم گھٹ رہا تھا، سانس لینے میں وقت ہو رہی تھی، مگر وہ انجان رہنا چاہتی تھی کہ اسے ان ہیلر کی ضرورت ہے۔

''اکثر وقت گزرنے کے بعد ہمیں احساس ہوتا ہے کہ جو ہوا تھا وہی ہمارے حق میں بہتر تھا، تمہیں بھی یہ احساس ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا، اللہ نے جو تمہارے لیے چنا، اسی میں تمہاری بہتری ہے۔'' ایک بار پھر احمد حسین کی پرشفقت آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی، چہرے پر پانی کے چھینٹے ڈالتی وہ اپنے اندر سلگتی آگ کو جیسے ٹھنڈا کرنا چاہتی تھی، چیخ چیخ کر دل ہی دل میں وہ خود کو شانت کرنا چاہ رہی تھی کہ اس کے ماں باپ خوش ہیں، بے پناہ خوش ہیں اور وہ ان کی فرمانبردار ہے۔

کچن میں داخل ہوتی جہاں وہ ساکت ہوئی تھی، وہیں عارش بھی چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا، چند لمحوں کے لیے تو وہ خود بھی ساکت ہوگیا تھا، بکھرے بالوں، سرخ متورم آنکھوں نے عارش کو کئی وسوسوں کا شکار کیا تھا، وہ بس ایک ٹک اسے دیکھ رہی تھی جو کافی کے مگ اٹھائے اس کی سمت ہی آ رہا تھا۔ اس کے سامنے رک کر عارش نے پہلی بار بہت استحقاق بھری نظروں سے اس کی پیشانی پر سوگوار سے بجھے بجھے دودھیا ماہ نیم کو دیکھا تھا، دل میں اسے چھو لینے کی خواہش بہت شدت سے

ابھری تھی مگر..... پہلی بار عارش کو اپنے اور اس کے درمیان کوئی پردہ، کوئی حد نظر نہیں آئی تھی، یہ کیسا انوکھا اٹوٹ بندھن تھا کہ بس وہ چند ہی لمحوں میں اس کی روح تک میں سرایت کر چکی تھی، جس کے لبوں پر اپنے نام کی مسکراہٹ دیکھنا ایک خواب تھا آج وہ اپنا ہر اختیار اسے سونپ گئی تھی، مگر زیادہ دیر تک وہ اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکا تھا۔

''تمہارے کمرے کی لائٹ آن تھی، مجھے معلوم تھا کہ تم جاگ رہی ہو، اس لیے اپنے لیے اور تمہارے لیے بھی کافی بنالی ہے۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر بولتے ہوئے عارش نے چائے کا مگ اس کی سمت بڑھایا تھا۔

''تم اپنے دشمن ہو۔'' اس کے مدھم بھڑکتے لہجے پر عارش نے اسے دیکھا تھا، جس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں، ایک ہی جھٹکے میں وہ چائے کا مگ اس سے لے کر فرش پر پھینکتی بس ایک پل کو رکی تھی اور اگلے ہی پل اپنے اندر چیختے چنگھاڑتے طوفان کو ضبط کرتی کچن سے نکل گئی تھی اور وہ جو بالکل دنگ ہو گیا تھا، اب فرش پر بکھری کرچیوں پر نظر ڈالتا سناٹے میں گھر گیا تھا، خرمن کا یہ جارحانہ ردعمل اسے آسمان سے کھینچ کر زمین پر بہت اچھی طرح پٹخ چکا تھا۔

❁------O------❁

تخت کے کنارے بیٹھی وہ خالی خالی نظروں سے صحن میں دیکھ رہی تھی، ہر سمت عجیب سے سناٹے کا راج تھا، فاطمہ اور احمد حسین کو گئے ہوئے ابھی چند گھنٹے ہی تو ہوئے تھے، مگر درودیوار سے برسوں کی ویرانی ٹپک رہی تھی، ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی، الجھتی سانسوں کا گولہ سینے میں پھنسنے لگا تھا۔

''مجھے بتاؤ خرمن! وہاں جا کر میں تمہارے لیے کیا مانگوں؟'' جانے سے پہلے احمد حسین نے اس سے پوچھا تھا۔

''اللہ نے مجھے ہر چیز سے تو نواز رکھا ہے، سب ہی کچھ تو ہے میرے پاس۔'' لرزتے لہجے میں بولتے ہوئے اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں، ایسی اذیت اس کے چہرے پر بکھری تھی کہ احمد حسین کا دل تڑپ اٹھا تھا۔

''تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، میں جانتا ہوں کہ مجھے تمہارے لیے کیا کچھ مانگنا ہے، تمہیں حق ہے یہ جاننے کا کہ وہ کون ہیں جو تمہیں اس جہان میں لانے کا ذریعہ تھے۔'' اسے سینے میں چھپائے احمد حسین اس کے دل میں کسی زخم کی طرح رستے اس سوال کو اپنی زبان تک لے آئے تھے، اور یہ سوال تو اس کی زندگی کا ایک ایسا خلا تھا کہ جسے پر ہونے کے لیے کسی معجزے کی ہی ضرورت تھی۔

''مجھے معاف کر دیں بابا! جانے انجانے میں، میں آپ کے دل کو اذیت پہنچا دیتی ہوں، مگر آپ بھی تو جانتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت میرے اندر پلتی محرومیوں کو مٹا نہیں سکی، یہ آپ کی ناکامی نہیں میرے دل کا ناسور ہیں۔'' کرب سے سوچتے ہوئے اس نے بے دردی سے اپنی بھیگی آنکھوں کو رگڑ ڈالا تھا۔

اپنے کمرے سے باہر نکلتے عارش نے دنگ نظروں سے اسے دیکھا تھا، تیز خنک ہواؤں سے وہ بالکل بے پروا تھی، حالانکہ طبیعت کی ناسازی کے باعث اس کے لیے یہ سرد ہوائیں نقصان دہ تھیں، فاطمہ اس کی طرف سے بہت پریشان تھیں، کتنی تاکیدیں اس کے حوالے سے وہ عارش کو کر گئی تھیں، کتنا کہا تھا عروسہ نے کہ فاطمہ واپسی تک خرمن کو ان کے گھر بھیج دیں، برہان اور اس کی بیوی نے بھی خرمن کو اپنے ساتھ رکھنے کی بات کی تھی، عثمان کی والدہ نے خاص طور پر براہ راست احمد حسین سے اس بارے میں بات کی تھی، مگر فاطمہ اور احمد حسین نے سب کو ایک ہی جواب دے کر خاموش کر دیا تھا کہ خرمن اگر گھر میں نہیں ہوگی، تو پھر عارش کا خیال کون رکھے گا؟ خرمن کیا سوچ رہی تھی وہ نہیں جانتا تھا، مگر اسے دلی خوشی ہوئی تھی کہ فاطمہ اور احمد حسین واقعی اس پر حد سے زیادہ بھروسہ کرتے تھے، اس کا صحیح معنوں میں احساس عارش کو آج ہوا تھا، اور سچ تو یہ تھا کہ وہ خود بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی خرمن کو اس سے الگ کر دے، نہ چند دنوں کے لیے نہ چند گھنٹوں کے لیے۔

❁------O------❁

کچھ چونک کر وہ تیزی سے اس کی سمت بڑھا تھا، جس پر کھانسی کا دورہ پڑا تھا۔

''میں تمہارے لیے پانی لاتا ہوں۔''

''نہیں۔'' ناہموار گھٹی سانسوں کے درمیان وہ بمشکل بولی تھی۔
''تم جاؤ یہاں سے۔''
''میری موجودگی تمہیں ناگوار گزر رہی ہے؟'' اس کے سپاٹ لہجے پر وہ بس خاموشی سے گھٹنوں کے گرد ہاتھ لپیٹ کر بیٹھ گئی تھی، نماز کے لیے اس نے ململ کی سفید چادر چہرے کے اور وجود کے گرد جو لپیٹی تھی، وہ اب تک موجود تھی مگر اسے ان سرد ہواؤں سے محفوظ رکھنے کے لیے ناکافی تھی۔
''تمہیں اپنے کمرے میں جانا چاہیے، میں نے مامی کو یقین دلایا تھا کہ تمہارا خیال رکھوں گا۔'' اس کی ناگواری کو محسوس کرنے کے باوجود وہ بولا تھا۔
''میں اپنا خیال خود رکھ سکتی ہوں، تم جاؤ۔'' گہری سانسوں کے درمیان وہ سلگ اٹھی تھی، مگر اگلے ہی پل خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی تھی، جب عارش جانے کے بجائے وہیں تخت کے کنارے بیٹھ گیا تھا۔
''مامی اور ماموں جان کے نہ ہونے سے گھر میں کتنا سناٹا ہو رہا ہے۔'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ جانے خود سے مخاطب ہوا تھا یا خرمن سے۔
''میں جانتا ہوں تم ان سے پہلی بار الگ ہوئی ہو، مگر جو سعادت وہ دونوں حاصل کرنے گئے ہیں اس کے لیے کچھ دن تک تو ان کی جدائی برداشت کرنی ہوگی۔'' عارش نے اسے دیکھا تھا جو متوجہ نہیں تھی۔
''آج میری شدید آرزو پوری ہونے جا رہی ہے، بس اب یہی دعا ہے کہ وہ خیر و عافیت سے واپس آ جائیں۔'' اس کے مدھم لہجے پر خرمن نے اسے دیکھا تھا، ایک عجیب سی چمک اسے عارش کے چہرے پر نظر آئی تھی۔
''کل میرے ساتھ تم کو چلنا ہوگا اپنے گھر، مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں پسند آئے گا، میں نے آفس سے چھٹیاں لی ہیں تاکہ گھر کو ڈیکوریٹ کرنے میں تمہاری مدد کر سکوں۔''
''میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی، میری پروا مت کرو، تمہیں جو کرنا ہے کرو۔'' سرد لہجے میں بولتی وہ تخت سے اتر گئی تھی۔
''میں تمہاری پروا نہ کروں تو پھر کس کی کروں؟'' بری طرح دنگ ہوتا وہ بھی تخت سے اٹھا تھا۔
''میں تمہیں تمہارے گھر لے جا رہا ہوں خرمن! کسی غلط جگہ نہیں۔''
''مجھ سے بحث مت کرو عارش! ورنہ میں اور ضبط نہیں کروں گی۔'' وہ چبا چبا کر بولی تھی۔
''تم مجھ سے راہ چلتے شخص جیسا سلوک کرو گی تو میں بحث کروں گا، گھر کے بارے میں تمہیں میں پہلے ہی سب بتا چکا تھا، اب ایسی کیا نئی بات یا مطالبہ کر دیا ہے میں نے تم سے کہ تم ضبط نہیں کر سکتیں؟'' حیرت و تاسف سے عارش نے اسے دیکھا تھا۔
''میرا گھر صرف یہ ہے، وہ گھر تمہارا ہے، اسے تم سجاؤ سنوارو، وہیں جا کر زندگی گزارو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔'' وہ غصیلے لہجے میں بولی تھی۔
''تم اتنی بیزار ہو مجھ سے کہ مجھے خود سے دور جانے کا حکم دے رہی ہو؟'' اس بے یقین لہجے پر خرمن نے اسے نہیں دیکھا تھا۔
''شاید تم بھول رہی ہو، میرے اور تمہارے درمیان اب ایک ایسا رشتہ ہے جو مجھے حق دیتا ہے کہ میں تمہاری پروا کروں، تمہیں اپنے ساتھ رکھوں۔'' متاسف لہجے میں عارش نے اسے یاد دلایا تھا۔
''تو میں کیا کروں؟ اس رشتے کو میرے سر پر تھوپنے کے بعد اب اور کس عذاب میں دھکیلو گے مجھے؟'' وہ یکدم جس طرح چیخی تھی عارش ساکت رہ گیا تھا۔
''کیا سمجھتے ہو تم، بہت عظیم ہو جاؤ گے، دنیا میں جنت کما لو گے یہ سب کر کے؟'' بکھرتی گھٹتی سانسوں کے درمیان وہ

زہر خند لہجے میں بول رہی تھی۔
''جس کے کل کا تمہیں پتہ نہیں، جس کی نسل کے بارے میں تم لاعلم ہو، جس کی سانسیں بھی اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتیں، اسے استعمال مت کرو، مہان اعلیٰ بن کر دنیا سے داد وصول کرنے کے لیے، اپنی آخرت سنوارنے کے لیے، مجھے نہ تمہاری ضرورت ہے نہ تمہارے گھر کی اور نہ ہی تمہارے نام کی۔'' دھونکنی کی طرح چلتی سانسوں کے باوجود سینے میں اٹکتے اذیت ناک بگولوں کے باوجود وہ اسے اپنی زبان کے خنجر سے زخم خوردہ کر گئی تھی۔
''تمہیں کس نے مجبور کیا تھا خرمن! ماموں جان کبھی تمہارے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے تھے۔'' زخمی نظروں سے اسے دیکھتا وہ پوچھ رہا تھا۔
''وہ خوش تھے، میں نے بس یہ دیکھا تھا کہ وہ دونوں خوش تھے۔'' سرد لہجے میں بولتی وہ عارش کو سنگ دلی اور بے رحمی کی حدیں توڑتی دکھائی دی تھی۔
''مجھے ابھی اور اسی وقت مرجانا چاہیے، بخدا ابھی اور اسی وقت۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ لرزتے لہجے میں بولا تھا اور اگلے ہی پل پلٹ کر تیزی سے اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا، مگر پلٹتے وقت اس کی آنکھوں میں جو کچھ خرمن کو نظر آیا تھا، وہ سناٹے میں گھری ساکت رہ گئی تھی، یکدم ہی پچھتاوے کا ایک ریلہ اس کے وجود کو ساتھ بہالے گیا تھا اسے احساس ہوا تھا کہ وہ بہت کچھ ایسا کہہ گئی ہے جو اسے نہیں کہنا چاہیے تھا، ہوش میں آتی وہ سرعت سے عارش کے کمرے کی طرف گئی تھی، مگر دروازہ اس نے اندر سے لاک کیا ہوا تھا، خرمن کے حواس منتشر ہو گئے تھے۔
''عارش! دروازہ کھولو، مجھے ابھی تم سے بات کرنی ہے۔'' مسلسل دروازہ پیٹتی وہ اسے پکار رہی تھی جو شاید اس کی آواز بھی نہیں سننا چاہتا تھا، خرمن کی آواز گھٹنے لگی تھی، کھانسی کا یہ دورہ اس قدر شدید ہوا تھا کہ اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی تھی، مگر دروازہ وہ مستقل بجا رہی تھی، الجھتی سانسوں کے گولے حلق میں اٹکتے اس کے لاغر وجود کو بے دم کر گئے تھے، ناقابل برداشت اذیت سے وہ وہیں گر جاتی اگر بروقت دروازہ نہ کھلتا، اسے شانوں سے تھام کر سہارا دیتے ہوئے عارش کو اپنے ہوش اڑتے محسوس ہوئے تھے، اس کی حالت ہی اتنی نازک اور قابل رحم ہو رہی تھی، اسے سہارا دے کر وہ اسے اس کے کمرے تک لایا تھا، بیڈ پر ہی تکیے کے پاس انہیلر عارش کو مل گیا تھا، سرعت سے انہیلر لے کر وہ خرمن کی طرف بڑھا تھا جو اپنے دونوں ہاتھ گردن کے گرد رکھے سانس لینے کی کوشش میں سفید پڑ چکی تھی، عارش حق دق رہ گیا تھا، جب خرمن نے اس کا انہیلر والا ہاتھ پرے جھٹک دیا تھا۔
''خرمن! تمہیں اس کی ضرورت ہے۔'' اس نے ایک بار پھر ان ہیلر بڑھایا تھا مگر وہ بری طرح کھانستی پیچھے ہٹتی وارڈروب سے جا لگی تھی، اس کی بگڑتی حالت سے زیادہ اس کے ان تیوروں نے عارش کو ششدر کر دیا تھا، وہ کیا کر رہی تھی؟ وہ اپنے ساتھ کیا کرنا چاہتی تھی؟ اس کا اندازہ ہوتے ہی عارش کے اعصاب تن گئے تھے، وقت کم تھا، سرعت سے وہ اس کی سمت بڑھا تھا، اس بار عارش نے اس کی مزاحمت کی بالکل پروا نہیں کی تھی، چند ہی سیکنڈ میں وہ اسے ایک ہاتھ سے قابو کیے زبردستی انہیلر اس کے منہ سے لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا، اسی دوران عارش کے گریبان کے کتنے بٹن ٹوٹے اسے پروا نہیں تھی، یاد تھا تو بس اتنا کہ اس کی سانسیں بند ہو رہی ہیں، جو اس کے سانس لینے کی وجہ ہیں۔
اس کی کمزور پڑتی گرفت سے ایک جھٹکے سے آزاد ہوتی وہ بے دم ہو کر بیڈ پر آ گری تھی، دوسری جانب انہیلر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے عارش کی رگوں میں غصے کی شدید لہریں دوڑی تھیں، اس پر جھکتے ہوئے عارش نے اس کا بازو پکڑ کے سیدھا کیا تھا۔
''میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔'' حلق کے بل چیختے ہوئے خرمن نے اسے دور دھکیلنا چاہا تھا مگر وہ سختی سے اس کی کلائیاں گرفت میں لے کر بیڈ پر رکھ چکا تھا، اس کی جرأت نے خرمن کا تو جیسے دل ہی بند کر دیا تھا، پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ اس کی آنکھوں میں در آئی سرخی کو دیکھ رہی تھی، خرمن کو پہلی بار اس کی آنکھوں اور تاثرات میں شدید اشتعال نظر آیا تھا۔

'' تم نے ٹھیک کہا تھا، تمہیں میری ضرورت نہیں ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ تمہیں ان کی بھی پروا نہیں جن کی زندگی تمہاری رگ رگ سے جڑی ہے، پوچھو اب خود سے، کس طرح ان کا سامنا کرو گی؟ سوچو.... آج تم نے کیا کچھ ختم کرنے کی کوشش کی ہے؟ اس گناہ کا ارادہ کیا تم نے؟'' بھینچے لہجے میں بولتا وہ اس کی پتھرائی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، جس کا حلق خشک تھا، سوکھے لب کپکپا اٹھے تھے، پانیوں سے لبریز ہوتی اس کی آنکھیں دل کی اذیت کو، شرمندگی، پشیمانی اور پچھتاوے کو وہ چھپا نہیں پائی تھی، اس کی بند آنکھوں کے کونوں سے پھسلتے قطروں سے نگاہ چراتے ہوئے عارش کی نظر کچھ اوپر اٹھی تھی، سفید چادر مزاحمت کے دوران بے ترتیب ہونے کے بعد اب مکمل اس کے چہرے سے دور ہو چکی تھی، عارش کی سانسیں ہی نہیں دھڑکنیں بھی تھم گئی تھیں، پیشانی کے وسط سے ذرا ہٹ کر وہ دودھیا کٹاؤ پہلی بار اس کی نظروں سے بہت قریب اس کی ٹھنڈی پیشانی جیسی چمک عارش کے غم و غصے کو اپنے اندر سمو گئی تھی، اس کی تاثیر کی ٹھنڈک سلگتی رگوں میں اترتی شانت کر گئی تھی، اس کی پیشانی کے اس دمکتے ہتھیار نے اسے اپنا تابع کر لیا تھا، یہ اور بات کہ وہ خود بھی اس کی دمک کی تاب نہ لا سکا تھا، نظر چراتے ہوئے اس نے فوراً ہی خرمن کی کلائیوں پر سے اپنے ہاتھ ہٹائے تھے، پیچھے ہٹتے ہوئے وہ نمایاں طور پر اس کی کلائیوں پر اپنی انگلیوں کے سرخ نشانوں کو دیکھ چکا تھا، دوسری جانب وہ بند آنکھوں کے ساتھ ہی چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی سلب اٹھی تھی، عارش کو اندازہ تھا کہ یہ ندامت کے آنسو ہیں، لہٰذا خاموشی کے ساتھ کمرے سے نکل آیا تھا، اپنے کمرے میں جانے کے بجائے وہ برآمدے میں ہی تخت پر دراز ہو گیا تھا، کہیں نہ کہیں خرمن کی اس خطرناک حرکت نے اسے خوفزدہ ضرور کر دیا تھا، بند گرل سے نظر آتے آسمان کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی آنکھوں سے نیند غائب تھی، دل و دماغ تو پہلے ہی وہ اس کے پاس چھوڑ آیا تھا، جس کی وجہ سے آج اس کی زندگی ہی نہیں ایک دو پل کے لیے قدم بھی ڈگمگا سے گئے تھے۔

❀------O------❀

نرم ہوا کے ایک تیز جھونکے کے ساتھ اپنے نام کی پکار اسے نیند سے بیدار کر گئی تھی، صحن کی دیواروں پر دھوپ اتر آئی تھی، سستی سے اٹھتے ہوئے عارش نے ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی جو اب واپس کچن کی سمت جا رہی تھی۔

تھرماس سے چائے مگ میں انڈیلتے ہوئے خرمن نے بس ایک نگاہ کچن میں داخل ہوتے عارش پر ڈالی تھی، بہت سنجیدہ تاثرات کے ساتھ سیدھا فریج کی سمت بڑھتے ہوئے اس نے خرمن کی جانب دیکھنے سے گریز کیا تھا۔

''جلدی آ جاؤ، ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' عقب سے ابھرتی خرمن کی مدھم آواز نے اسے حیران کیا تھا، مگر پانی کا گلاس لیے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ٹیبل کے گرد آ بیٹھا تھا۔

چائے کا مگ اس کے قریب کرتی وہ جانے کیوں بغور اس کے تاثرات کو دیکھے گئی تھی، کل رات وہ اپنے ساتھ کیا کرنا چاہتی تھی، اسے خود اندازہ نہیں تھا، وہ کس طرح اس حد تک چلی گئی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا وجود دو عظیم انسانوں کی خوشیوں کا مرکز ہے، پھر بھی اس نے اپنی ہستی کو ختم کر ڈالنے کی کوشش کی، اگر کل رات اس نے اپنے اشتعال میں اللہ کو ناراض کرنے کی غلطی کی تھی، تو اس غلطی پر اس وقت بہت شرمسار بھی تھی۔

''امی یا بابا سے میری شکایت مت کرنا۔'' اس کے شرمندہ لہجے پر عارش نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا، ہلکے آسمانی رنگ کا اسکارف چہرے کے گرد لپیٹے وہ نظر جھکائے نادم سی لگ رہی تھی۔

''گھر کب تک چلنا ہے؟ میں تو تیار ہوں، تمہاری چھٹیاں زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کی ہوں گی، اسی میں گھر سیٹ ہو جائے تو اچھا ہے، کیونکہ پھر مجھے پارلر بھی جانا ہوگا۔'' رک رک کر بولتی وہ اس کے کچھ کہنے کی منتظر تھی، جو سپاٹ چہرے کے ساتھ چائے کے سپ لیتا ٹیبل کی سطح کو گھور رہا تھا۔

''منیزہ کا فون آیا تھا، تم مجھے گھر پر چھوڑ کر اسے بھی وہاں لے آنا تو اچھا ہوگا، وہ میری مدد کر دے گی۔'' ابھی وہ بول ہی رہی تھی کہ کال بیل گونج اٹھی تھی، وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی مگر عارش اس سے پہلے ہی کچن سے نکل گیا تھا، جانتا تھا کہ اس وقت

کون دروازے پر ہوگا، آج چھٹی کا دن تھا، اکیڈمی بھی آف تھی ظاہر ہے عثمان کو تو ہر صورت نازل ہونا تھا، پتہ نہیں وہ اب کون سی افواہیں اڑانے آیا تھا، کم از کم عارش نہیں چاہتا تھا کہ خرمن کا سامنا عثمان سے ہو۔

''کیوں آئے ہو؟'' عارش نے پوچھا تھا۔

''کیسے نہ آتا، رات کانٹوں پر گزاری ہے، میں نے، شکر ہے تم زندہ ہو۔'' ایک ہاتھ سے عارش کو پرے ہٹاتا اندر داخل ہوگیا تھا، پہلی نظر اس تک ہی گئی تھی جو کچن کے باہر کھڑی اسی جانب متوجہ تھی۔

''کسی اور کی دلہن نہ بن جانا'' اس کی جانب اشارہ کرتا وہ حلق کے بل گنگنایا تھا، جواباً ناگوار نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی واپس کچن میں چلی گئی تھی۔

''دیکھا...شرما گئی استانی۔'' عثمان نے فخر سے عارش کو دیکھا تھا۔

''ہاں! وہ تو صاف نظر آ گیا تھا مجھے بھی۔'' عارش خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتا آگے بڑھ گیا تھا۔ چائے کے سپ لیتا ہوئے خرمن نے ناگوار نظروں سے اسے دیکھا تھا جو عارش کے ساتھ ہی اس کے ناشتے میں شریک ہوگیا تھا۔

''ایک بات میں تمہیں بتادوں استانی! میرا دوست تنہا نہیں ہے، میں اس کے ساتھ ہوں، یہ نہ ہو کہ تم اسے تنہا سمجھ کر حاوی ہوجاؤ، ورنہ یاد رکھنا آدھی رات کو بھی اس کی ایک پکار پر دیوار پھلانگ کر آ جاؤں گا۔'' عثمان کی اس وارننگ پر عارش کا دل چاہا تھا کہ اپنا سر پکڑ لے جبکہ حسب توقع خرمن کے تلووں سے لگی تو سر پر جا کر بھی نہیں بجھی تھی۔

''ضرور آنا دیوار پھلانگ کر میں نے بھی چار کندھوں پر واپس نہ بھیجا تو میرا نام بھی خرمن نہیں۔'' بری طرح بھڑک کر کہتی وہ ایک جھٹکے سے اور عثمان کے ہنستے چہرے کو خونخوار نظروں سے دیکھتی کچن سے نکل گئی تھی۔

''ضروری تھی یہ بکواس کرنی؟ وہ ناشتہ ادھورا چھوڑ کر چلی گئی۔'' عارش نے مدھم آواز میں اسے گھر کا تھا۔

''ہاں! ضروری تھی، وہ اگر یہاں بیٹھی رہتی تو میرے نوالے گنتی رہتی اور میں اس وقت ڈٹ کر ناشتہ کرنا چاہتا ہوں۔'' ڈھٹائی سے بولتے عثمان نے بوائل انڈوں سے انصاف کرنا شروع کر دیا تھا، اس کی رفتار کو دیکھتے ہوئے عارش کو بس چائے پر ہی اکتفا کرنا تھا۔

''مجھے پہلے خرمن کو شوروم لے جانا ہے، فرنیچر تو وہی پسند کرے گی، مگر میں چاہ رہا تھا کہ بیلا بھی آ جائے تو خرمن کو آسانی ہوجائے گی، تم ذرا آپی کو کال کرو کہ فاران کے ساتھ بیلا کو بھیج دیں یا پھر میں خرمن سے کہہ دوں؟'' عارش نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''میں نے فون کر دیا ہے بیلا کو۔'' کچن میں آتی خرمن نے عارش کی بات سن لی تھی، سو عثمان سے پہلے ہی بول اٹھی تھی۔

''اس نے فون کیا آپی کو تو بیلا کے نام پر پھر کوئی بحث شروع کر دے گا، فاروق بھائی نے سن لیا تو اور شک وشبے میں گرفتار ہوجائیں گے۔''

''فکر مت کرو، اب تو کسی بحث کی گنجائش ہی نہیں رہی۔'' عثمان یکدم تلخ لہجے میں بولا تھا۔

''مجھے صرف اب اپنے گھر والوں کا یہاں سے جانے کا انتظار ہے، اس کے بعد جو مجھے کرنا ہے اس میں کسی شک وشبے کی گنجائش بھی میں نہیں رہنے دوں گا۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا کرو گے تم؟'' دنگ نظروں سے خرمن نے پہلے عثمان کو اور پھر عارش کو دیکھا تھا جو یکدم کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''میرا خیال ہے میں پہلے منیزہ کو لے آتا ہوں، تب تک بیلا بھی پہنچ جائے گی تو ساتھ ہی چلیں گے۔'' خرمن سے کہتے ہوئے وہ عثمان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''تم چل رہے ہو میرے ساتھ؟'' عارش کے سوال پر وہ چائے کا آخری گھونٹ لیتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ خرمن الجھی نظروں سے ان دونوں کو جاتا دیکھتی رہی تھی، اسے شک نہیں مکمل یقین تھا کہ وہ دونوں کوئی بات چھپا رہے ہیں، مگر کیا؟ یہ سوال اس

میں ابھرتے ہی بیلا کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔

❀------O------❀
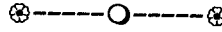
کھلے ٹیرس پر پھیلی نرم چمکیلی دھوپ میں آ کر اس نے اردگرد کا جائزہ لیا تھا، پانچویں فلور سے وہ بہت اچھی طرح وسیع رقبے پر پھیلے سبزے کو دیکھ سکتی تھی، یہ جگہ اور یہ اپارٹمنٹ اسے واقعی بہت پسند آیا تھا، اندر بیلا اور منیزہ ابھی تک گھر کا کونا کونا دیکھ رہی تھیں اور وہ بہت خاموشی سے ٹیرس پر آ گئی تھی، یہ اپارٹمنٹ کافی خوبصورت اور جدید طرز پر بنا ہوا تھا، دو بیڈرومز، ڈرائنگ روم، ٹی وی لاؤنج ہر جگہ بہت روشن اور ہوادار تھی، کچن بھی بہت اسٹائلش تھا، جدید تقاضوں سے بھرپور، وہ خوش تھی مگر تشویش میں بھی مبتلا تھی، فاطمہ اور احمد حسین کا ردعمل بھی یقیناً خوشی سے بھرپور ہونا تھا، جب واپسی پر انہیں اس نئے گھر کا سرپرائز عارش کی طرف سے ملے گا۔ کچھ چونک کر وہ پلٹی تھی، عارش اسے اپنی طرف آتا دکھائی دیا تھا، وہ بہت خوش باش لگ رہا تھا، آخر اس نے ایک بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔

''یہ اپارٹمنٹ پسند آیا تمہیں؟'' سنجیدہ نظروں سے عارش نے اس کے سفید ریشمی اسکارف میں قید شفاف چہرے کو دیکھا تھا۔

''ظاہر ہے یہاں سب کچھ اتنا خوبصورت ہے کہ کسی کے پاس ناپسند کرنے کی وجہ نہیں۔'' وہ بھی سنجیدگی سے بولی تھی۔

''میں کسی کی نہیں، تمہاری بات کر رہا ہوں۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولا تھا جبکہ خرمن خود بھی دوسری طرف ہی متوجہ رہی تھی۔

''امی کو سبزہ بہت پسند ہے، ان کو یہاں بہت اچھا لگے گا، میں روز صبح ان کے ساتھ واک پر جایا کروں گا۔'' گارڈن ایریا پر بنے طویل ٹریک پر شام کی واک کے لیے موجود لوگوں کو دیکھتا وہ بولا تھا اور پھر خرمن کو دیکھا تھا۔

''میں نے یہ گھر تمہارے نام کیا ہے۔'' اس کے انکشاف پر خرمن کے تاثرات بدلے تھے۔

''تمہیں بہت شوق ہے غلطی پر غلطی کرنے کا؟'' اس کے ناگوار لہجے پر عارش کچھ کہتے کہتے رک کر خاموش رہا تھا۔

''یہ اپارٹمنٹ چند ہزار میں نہیں ملا ہوگا، کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اتنی بھاری رقم کا بندوبست کیسے کیا تم نے؟'' جانچتی نظروں سے اسے دیکھتی وہ بولی تھی۔

''ہاں! تمہیں نہیں بتاؤں گا تو پھر کسے بتاؤں گا؟'' عارش نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔

''تمہیں یاد ہوگا کہ سرگودھا میں بڑے ماموں نے گھر اور زمینیں فروخت کی تھیں، تو امی کا حصہ مجھے دیا تھا، وہ ایک بڑی رقم تھی، کیونکہ ماموں جان نے بڑے ماموں سے کہہ دیا تھا کہ ان کا حصہ بھی امی کے حصے میں ڈال دیا جائے۔''

''اور اس کے علاوہ؟'' خرمن نے مزید کریدا تھا۔

''میں نے بڑے ماموں سے کہہ کر اپنے مکان کو فروخت کروا دیا ہے۔''

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے عارش! تم نے اپنا گھر فروخت کر دیا، وہ تمہارے پاس تمہارے ماں باپ کی نشانی تھی۔'' شدید حیرت کے ساتھ خرمن کو صدمہ بھی پہنچا تھا جو وہ بگڑ اٹھی تھی۔

''وہ گھر نہیں تھا خرمن! وہ ایک خالی مکان تھا، گھر، جائیداد، دولت جانے والوں کی نشانی نہیں ہوتے، میرے ماں باپ کی محبت ان کے ساتھ گزرا میرا وقت اور ان کی یادیں میرے پاس میرے دل میں ان کی انمٹ نشانیاں ہیں، جن کو کبھی میرے دل سے نہیں نکلنا ہے، چیزوں کا کیا ہے، جب انسان فنا ہو جاتے ہیں تو ان مادی چیزوں کی کیا حیثیت ہے۔'' اس کے بے انتہا سنجیدہ بردبار لہجے پر خرمن کچھ بول نہیں سکی تھی، اس وقت وہ اسے اپنی عمر سے بھی زیادہ بڑا دکھائی دیا تھا۔

''بابا کو کیسے سمجھاؤ گے؟ وہ بہت ناراض ہوں گے۔'' چند لمحوں بعد وہ بولی تھی۔

''تم میرا ساتھ دو گی تو وہ ضرور مان جائیں گے۔'' عارش نے گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''مجھ سے تو یہ امید رکھنا نہیں کبھی زندگی میں بھی۔'' تلخی سے بولتی وہ گارڈن ایریا کی طرف متوجہ ہوگئی تھی جبکہ اسے دیکھتے

ہوئے پتہ نہیں کیوں عارش کے لبوں پر مدھم مسکراہٹ ابھر آئی تھی، مگر اگلے ہی پل غائب بھی ہوگئی تھی، جب منیزہ اور بیلا کے ساتھ عثمان بھی وہاں آ دھمکا تھا۔

''عارش! نئے گھر کی خوشی میں مٹھائی تو ہمارا حق ہے۔'' بیلا نے احتجاج کرنے والے انداز میں کہا تھا۔

''مٹھائی ہی نہیں ڈنر بھی ملے گا، کیوں عارش!'' عثمان نے دل جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ عارش کے شانوں کے گرد ہاتھ رکھا تھا۔

''کیوں نہیں ضرور... مگر شرط یہ ہے کہ تم اپنے سارے سلیقے اور ہنر کی حدیں اس گھر پر ختم کردو، مطلب پہلے مشقت پھر اجرت۔'' عارش نے مسکراتے لہجے میں بیلا سے کہا تھا۔

''ایسے نازک ہاتھوں سے مشقت لینے کا سوچ کر بھی تمہیں شرم سے منہ چھپانا چاہیے۔'' عثمان فوراً ہی بول اٹھا تھا۔

''بڑا برا لگ رہا ہے، تڑپ تو ایسے گئے جیسے تم اسے شہزادی بنا کر تخت پر بٹھا کر رکھو گے۔'' منیزہ نے بھی فوراً کہا تھا۔

''منیزہ! اب تم بھی ایسی باتیں کرو گی؟ کچھ تو لحاظ کرلو، میرے علاوہ کون ایسا ہے جس نے آدھے گھنٹے میں تین بار تم سے اظہار محبت کیا ہو؟'' عثمان کی شکایتی نظروں پر منیزہ نے شرمانے کی کوشش کی ہی تھی، مگر شانے پر لگتے خرمن کے کرارے ہاتھ نے اس کی کوشش ناکام کردی تھی۔

''بھئی! اب میں کسی کے جذبات کو اور زبان کو لگام تو نہیں لگا سکتی۔'' شانہ سہلاتی منیزہ معصومیت سے بولی تھی۔

''اور تم کہاں تھیں اس وقت جب یہ خبیث بے لگام ہوا تھا؟'' خرمن نے بیلا کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔

''سچی بات ہے، میں نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔'' بیلا جس طرح بولی تھی، عارش اور منیزہ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

''میری طرف تو دیکھنا بھی نہیں، میں جس سے چاہوں اظہار محبت کروں، تمہارے ٹھکرانے کے بعد کہیں تو دل لگانا تھا۔'' خرمن کے کچھ کہنے سے پہلے ہی عثمان اس پر بگڑا تھا مگر اگلے ہی پل وہ ہڑبڑا اٹھا، جب عارش نے اسے گردن سے پکڑ کر ریلنگ پر جھکا دیا تھا، بیلا اور منیزہ کا چیخنا فطری تھا، مگر حیرت انگیز طور پر خرمن نے بری طرح ہول کر عثمان کو ریلنگ سے دور ہٹایا تھا۔

''تم بھی کس کا خون اپنے سر لے رہے ہو، یہ تو مر کر بھی ہمارے لیے عذاب بنا رہے گا۔'' عارش کو گھرکتے ہوئے خرمن نے عثمان کو دیکھا تھا جس کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔

''میں مر گیا تو تمہارا کیا ہوگا، سب جانتا ہوں، دل ہی دل میں تم فدا ہو مجھ پر۔'' عثمان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی خرمن اس کی طرف جھپٹی تھی، مگر وہ کہاں ہاتھ آنے والا تھا، ٹیرس کے بعد گھر کے ایک ایک کونے کو اگر خرمن نے نہیں دیکھا تھا تو عثمان کو پکڑ کر کچلنے کی کوشش میں اس نے ہر کونا دیکھ لیا تھا۔

❀------O------❀

ایک ہفتے کے اندر وہ تو بالکل گھن چکر بن گئی تھی، چیزوں کی خریداری کے لیے بازاروں کے چند چکر لگانے کے بعد اس نے یہ کام عارش اور منیزہ کے حوالے کردیا تھا، اس میں اتنی سکت نہیں تھی، دوسری بات یہ کہ عارش اور منیزہ کی چوائس اس سے لاکھ درجے بہتر تھی، عثمان، بیلا اور منیزہ کی مدد نے ہر کام کو آسان کردیا تھا لہٰذا بہت اچھے ماحول میں ایک دوسرے سے صلاح مشورے کے ساتھ کافی حد تک گھر سیٹ ہوگیا تھا، احمد حسین کے کمرے کی سجاوٹ کے دوران عارش کافی پرجوش رہا تھا، اس کا بس نہیں چلا ورنہ وہ تو ان کے کمرے کو تاج محل کی شکل دے دیتا، کمرے کے در و دیوار سے لے کر پردوں اور کارپٹ میں بھی سفید اور ہلکا نیلا رنگ نمایاں تھا، ہلکے پھلکے خوبصورت سے فرنیچر، ڈیکوریشن پیسز اور فینسی لائٹس نے کمرے کو پورے گھر سے الگ کردیا تھا، ہفتے کے اختتام تک لاؤنج اور ڈرائنگ روم بھی مکمل ہوگیا تھا، کچن بھی کسی حد تک مکمل تھا، جبکہ ایک کمرہ جو کہ خالی تھا، عارش نے پہلے ہی اسے لاک کردیا تھا، وجہ اس نے یہی بیان کی تھی کہ اب باقی کام آہستہ آہستہ مکمل

ا گا، کیونکہ وقت کم ہے، عثمان کے والدین بیٹے اور بہو کے ساتھ جانے والے تھے، عارش کی اپنی چھٹیاں بھی تقریباً
والی تھیں اور پھر انسٹیٹیوٹ کی ذمے داریاں، خرمن کو یہ بھی یاد تھا کہ اسے عثمان کے گھر والوں کی دعوت بھی کرنی ہے۔
نے اس بارے میں اس سے مشورہ کیا تھا اور پھر اس کی ہی خواہش پر نئے گھر میں دعوت کا اہتمام کرلیا گیا تھا تاکہ اسی
وہ سب گھر بھی دیکھ لیں۔

عوت میں عروسہ بھی شامل تھیں، مگر سوائے فاروق کے، سب ہی تھے، وہ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے معذرت کر چکے
خرمن نے اطمینان کی ہی سانس لی تھی، کیونکہ اسے پتہ تھا کہ اگر فاروق ہوئے تو نہ صرف ماحول میں تناؤ ہوگا، بلکہ عثمان
ظر سے غائب رہے گا، اور وہ یہ نہیں چاہتی تھی، عثمان کے ماں باپ گھر دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے، رات کا کھانا بہت
ار ماحول میں تناول کیا گیا تھا، کھانے کا سارا انتظام عارش نے باہر سے ہی کیا تھا سو باتوں کے لیے بہت وقت مل گیا۔

دوسرے ہی دن برہان کو بیوی اور ماں باپ کے ساتھ چلے جانا تھا، یہی وجہ تھی کہ عثمان کچھ بجھا بجھا دکھائی دے رہا تھا،
کی موجودگی اور اس کی چھیڑ چھاڑ نے بھی عثمان کی سنجیدگی پر کوئی خاص فرق نہیں ڈالا تھا، کچھ ایسا ہی حال بیلا کا بھی تھا،
کے درمیان وہ ہنس بول رہی تھی، مگر اس کا یہ مصنوعی انداز خرمن سے چھپ نہیں سکا تھا، بیلا کا اترا ہوا چہرہ اور عثمان کے
تاثرات اسے ہی نہیں عارش کو بھی اندر سے مضطرب کر رہے تھے۔

لاؤنج میں ٹی وی کے ساتھ عروسہ کے بچوں کا شور بھی عروج پر تھا، وہیں باقی سب بھی باتوں میں مصروف تھے، چائے
کرنے کے بعد وہ ٹیرس کی طرف آ گئی تھی، جہاں برہان کے ساتھ عثمان مصروف گفتگو تھا مگر اسے دھچکا بیلا کو دیکھ کر لگا تھا
وہاں کے سینے سے لگی زار و قطار رو رہی تھی، بس ایک نظر اس نے عثمان اور عارش کے سنجیدہ چہروں کو دیکھا تھا، اس کے
اسے معاملے کی تہہ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

''میں جانتا ہوں، کہ میں تم دونوں کی امیدوں پر پورا نہیں اترا، مگر تم دونوں بھی یہ جانتے ہو کہ میں نے اپنی پوری کوشش
کی اور میں نہ مایوس ہوا ہوں اور نہ ہی تم دونوں کو مایوس دیکھنا چاہتا ہوں، میں اگر جا رہا ہوں تو ناکامی قبول کر کے ہرگز
نہیں، میں یہاں سے جا کر بھی اپنی کوشش جاری رکھوں گا۔'' بیلا کے سر پر ہاتھ رکھے برہان خود بہت تاسف میں مبتلا تھا مگر
عاری دے رہا تھا۔

''بیلا! اس طرح مت رو، ورنہ برہان بھائی کس طرح یہاں سے جائیں گے، تمہیں اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔'' خرمن
نے آگے بڑھ کر روتی ہوئی بیلا کو برہان سے الگ کر کے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

''بھائی! اب آپ ہم دونوں کے لیے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے، اب اپنے لیے اور بیلا کے لیے مجھے جو کچھ
ہے، خود کرنا ہے، اس کے بعد انجام جو بھی ہو سب کو قبول کرنا ہوگا۔'' عثمان کے لہجے میں جو عزائم تھے انہوں نے خرمن
کو خوفزدہ کر دیا تھا۔

''مجھے معلوم ہے کہ تمہارا ضبط حدوں پر پہنچ چکا ہے، مگر کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اپنی بہن اور اس کے بچوں کے
بارے میں ایک بار ضرور سوچ لینا۔'' برہان کا لہجہ کمزور تھا۔

''آپ ممی کی طرف سے مطمئن ہو جائیں ماموں!'' یکدم عقب سے ابھرتی آواز پر سب فاران کی طرف متوجہ ہوئے
جو سیدھا آ کر برہان کے روبرو ہو گیا تھا۔

''میری ماں میری ذمے داری ہیں، ان پر کوئی آنچ میں نہیں آنے دوں گا، مانی ماموں اور آپو کو اپنی مرضی سے زندگی
گزارنے کا حق ہے اور پاپا ان سے یہ حق نہیں چھین سکتے، میں ان دونوں کے ساتھ ہوں۔'' فاران کے مضبوط لہجے پر سب
پل کے لیے دنگ ضرور ہوئے تھے۔

''میں اب واقعی مطمئن ہوں، میں کیسے بھول گیا کہ میری بہن کا بیٹا اب جوان ہو چکا ہے، ان کی ڈھال بن چکا ہے۔''
فاران کو گلے سے لگاتے ہوئے برہان نے کہا تھا، اور پھر عثمان کو دیکھا تھا۔

"حالات جو بھی ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں، میں آخری دم تک سب کچھ سنبھالنے کی کوشش کروں گا، اور مجھے تم سے امید ہے کہ تم سب کچھ ٹھیک کرلو گے، صرف اپنے لیے ہی نہیں باقی سب کے لیے بھی۔" برہان بول رہا تھا جبکہ سسکتی ہوئی بیلا کو ساتھ لگائے کھڑی خرمن اور عارش کے درمیان بس ایک خاموش نظر کا تبادلہ ہوا تھا، اسے عثمان سمیت یہاں سب اپنی اپنی جگہ درست لگنے لگے تھے، مگر اس کی آنکھوں کے سامنے فاروق کا چہرہ گھوم رہا تھا، وہ جیسے بھی تھے بیلا ان کی بہن تھی ان کی عزت تھی، یہ سوچتے ہوئے اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

❀-----○-----❀

کھلے دروازے سے اندر داخل ہوتی منیزہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا، جو زرد رنگ کی کاٹن کی شرٹ اور سفید چوڑی دار پائجامہ زیب تن کیے ہوئے تھی، سفید براق اسکارف اس نے چہرے کے گرد لپیٹ رکھا تھا اور اس وقت وہ تیز قدموں کے ساتھ ہیل کی ٹک ٹک کرتی صحن کی اس دیوار کے پاس جا رہی تھی جس کے دوسری جانب عثمان کا گھر تھا۔

"عثمان!" خرمن کی چنگھاڑتی آواز پر منیزہ کے بھی کان جھنجھنا اٹھے تھے۔

"اٹھ تو گیا ہوں، کیا دنیا سے اٹھ جاؤں اب؟" عثمان کی جوابی دھاڑ نے بھی درمیانی دیوار کو لرزا دیا تھا۔

"جلدی آ جاؤ ورنہ ناشتے کے نام پر تھپڑ کھاؤ گے، اماں بابا چلے گئے لاڈلے کو ہمارے سر چھوڑ گئے۔" اس سے پہلے کہ خرمن مزید تلملاتی منیزہ کی ہنسی نے اسے چونکا دیا تھا۔

"تم کب آ گئیں اور اتنی صبح؟" خوشگوار حیرت کے ساتھ خرمن نے اسے گلے لگایا تھا۔

"میں تب سے یہاں ہوں جب تم اپنے صحن کو ریمپ بنائے کیٹ واک کر رہی تھیں۔" منیزہ ہنسی تھی۔

"میں تو اس وقت واقعی کھسیانی بلی بنی ہوئی ہوں، کب سے تیار بیٹھی ہوں تاکہ عارش کے ساتھ ہی پارلر کے لیے نکل جاؤں گی، آج سے اس کا آفس شروع ہو رہا ہے، مگر نہ اس کی نیند ٹوٹ رہی ہے اور نہ اس نکی عثمان کی، میرا حلق چیخ چیخ کر خشک ہو گیا، ابھی کچھ دیر پہلے اس کے گھر کا دروازہ دھڑ دھڑا کر آئی ہوں تو اٹھا ہے اور عارش پر تو اب میں پانی کا جگ انڈیلنے والی ہوں۔" منیزہ کے ساتھ برآمدے میں آتے ہوئے وہ تفصیل بتا رہی تھی۔

"حیرت ہے کہ تمہاری آواز پر بھی عارش کی نیند نہیں ٹوٹی۔" منیزہ نے معنی خیز لہجے میں کہا تھا۔

"ویسے تم زحمت نہ کرو، پانی کا جگ تو میں بھی انڈیل سکتی ہوں، ہے کہاں وہ؟"

"اپنے کمرے میں اور کہاں۔" خرمن بیزاری سے بولی تھی۔

"میں نے احتیاطاً پوچھ لیا، وہ تمہارے کمرے میں بھی دستیاب ہو سکتا ہے، پابندی تو کوئی ہے نہیں، مگر یہ عارش تو بالکل ہی بدھو سادھو ٹائپ کی چیز نکلا ہے۔" مسکراہٹ چھپائے منیزہ بولی تھی۔

"جب تک امی، بابا واپس نہیں آتے تم میری جان نہیں چھوڑو گی۔" خرمن کے گھورنے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

"یہ بتاؤ تم اتنی صبح کیسے نازل ہوئیں؟ اور کس خوشی میں تم اتنی چمک رہی ہو؟" گھرکنے والے انداز میں ہی خرمن نے اس کا جائزہ لیا تھا۔

"خوشی کہاں یہ تو بیوٹیشن کے ہاتھوں کا کمال ہے، بھابی کے ساتھ گئی تھی تو میں نے بھی موقع سے فائدہ اٹھا لیا اور بس دل چاہ رہا تھا تم سے ملنے کا تو بھائی کے ساتھ ہی نکل آئی وہ مجھے یہاں ڈراپ کر کے آفس چلے گئے۔" منیزہ نے تفصیل بتائی تھی۔

"بہت اچھی اور چینج لگ رہی ہو، بالوں کی کٹنگ بھی تمہارے چہرے پر سوٹ کر رہی ہے۔" تعریفی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے خرمن نے اس کے ادھ کھلے سلکی بالوں کو چھوا تھا۔

"اچھا ہوا تم آ گئیں، بیلا گھر پر میرا انتظار کر رہی ہے، ہم دونوں ساتھ چلیں گے، آخری بار ذرا تم عارش کو آواز دے دو، میں ان دونوں سست مردوں کا ناشتہ ٹیبل پر لگا دیتی ہوں۔" منیزہ کو ہدایت دیتی وہ کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

''عارش! تمہیں اب ناٹک بند کرنا پڑے گا کیونکہ میں آ چکی ہوں۔'' دروازے پر ناک کرتے ہوئے منیزہ نے آواز لگائی تھی۔

''اس وقت تمہارا آنا ضروری تھا، موڈ خراب کر دیا۔'' اندر سے آواز ابھری تھی۔

''باہر آؤ پھر اچھی طرح موڈ ٹھیک کرتی ہوں تمہارا۔'' منیزہ ہنستے ہوئے خود بھی کچن کی طرف چلی گئی تھی۔

''میں کچھ مدد کروں تمہاری؟'' فریش جوس کے سپ لیتی منیزہ نے کہا تھا۔

''ہاں! بالکل مگر صرف ناشتہ کرنے میں۔'' خرمن نے ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالی تھی۔

''سنو! عارش نے ایک بار بھی ابو سے نہیں کہا کہ وہ اس کا گھر دیکھنے آئیں۔'' منیزہ کی اس اچانک شکایت پر خرمن آملیٹ بنانا بھول گئی تھی۔

''میں جانتی ہوں، تم میرے علاوہ میرے گھر کے کسی فرد سے تعلق نہیں رکھنا چاہتیں اگر ایسا ہوتا تو تم عارش سے کہتیں کہ وہ میرے ماں باپ کو بھی اپنی خوشی میں یاد رکھے، عثمان کے گھر والوں سے زیادہ میرے ماں باپ کا حق تھا کہ انہیں پہلے یاد رکھا جاتا۔'' شکایتی لہجے میں بولتے ہوئے منیزہ رک کر عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو یقیناً اس کی شکایت سن چکا تھا، ایک نگاہ خرمن کے سپاٹ تاثرات پر ڈالتا وہ ٹیبل کے گرد کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔

''تمہیں یہ کیوں نہیں لگتا کہ تمہارے علاوہ تمہارے گھر کا کوئی دوسرا فرد خرمن سے تعلق نہیں رکھنا چاہتا؟'' عارش کے سنجیدہ سوالیہ لہجے پر منیزہ کچھ بولی نہیں تھی، بس خرمن کو دیکھا تھا جو نظر چراتی آملیٹ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

''اور کسی کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے یاد ہے کہ مصطفیٰ ماموں مجھ پر کتنا حق رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ میں نے ایک گھر لیا ہے کیونکہ اسے خریدتے وقت میں نے ان سے بھی مشورہ لیا تھا، میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ گھر دیکھنے آئیں، مگر انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ ماموں جان اور مامی کے واپس آنے کے بعد ان کی موجودگی میں گھر آئیں گے، تاکہ ان سے ملاقات بھی ہو جائے، لیکن تمہاری شکایت سننے کے بعد میں سوچ رہا ہوں کہ باقاعدہ دعوت نامہ لے کر تمہارے گھر آؤں۔'' خشمگیں نظروں سے عارش نے منیزہ کے شرمندہ تاثرات دیکھے تھے۔

''چلو بھئی! اب جلدی ناشتہ شروع کرو۔'' تھرماس اٹھائے خرمن خود بھی ٹیبل کے گرد آ بیٹھی تھی۔

''آئی ایم سوری خرمن! مجھے تم سے اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا، مگر میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ یہاں سے ابو کو ایسی کوئی شکایت نہ ہو، تم دونوں کو تو ابو کی عادت معلوم ہے۔''

''شرمندہ مت ہو منیزہ! تم نے جو گلہ کیا وہ ٹھیک تھا، تمہاری جگہ میں ہوتی تو میں بھی یہی کہتی، عارش نے جو کچھ ابھی کلیئر کیا وہ پہلے کر دیتا تو تمہیں یہ سب کہنے کی ضرورت نہ پڑتی۔'' خرمن نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔

''مجھے پتہ ہے کہ تمہارے مقصد کے ہر پہلو میں سب کے لیے بھلائی ہوتی ہے، فکر مت کرو، امی بابا جس دن نئے گھر جائیں گے، اسی دن تمہارے گھر سے بھی سب وہاں انوائٹ ہوں گے، نئے گھر کے اس سرپرائز پر بابا عارش سے بہت ناراض ہونے والے ہیں، مگر تم سب کی موجودگی میں اس کی کچھ بچت ہو جائے گی۔'' تھرماس سے چائے مگ میں نکالتے ہوئے خرمن مسکرائی تھی۔

''ویسے آج تمہیں کیا ہوا ہے؟'' ناشتے سے ہاتھ روک کر عارش نے منیزہ کو دیکھا تھا۔

''کیا ہوا ہے مجھے؟'' منیزہ نے حیرانگی سے پوچھا تھا۔

''اچھی لگ رہی ہو۔'' عارش کے تعریفی لہجے پر خرمن نے چونک کر پہلے اسے اور پھر منیزہ کو دیکھا تھا۔

''اب کون سا کام نکلوانا ہے جو مکھن پالش ہو رہی ہے؟'' منیزہ نے نخوت سے کہا تھا۔

''نہیں واقعی تم بہت اچھی لگ رہی ہو، صبح صبح جھوٹ بول کر مجھے اپنا سارا دن خراب نہیں کرنا۔'' عارش کے مسکراتے لہجے نے ایک بار پھر خرمن کو چونکا دیا تھا، مگر وہ سر جھٹکتی کچن میں آتے عثمان کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

''بڑی خوشبوئیں بکھیرتے ہوئے آ رہے ہو، خیریت تو ہے؟ صبح صبح ڈیٹ کے تو چانس نہیں ہو سکتے۔'' منیزہ نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ عثمان کو دیکھا تھا۔

''کیوں نہیں ہو سکتے چانس؟ تم آ تو گئی ہو صبح صبح۔'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ عثمان، عارش کے ساتھ ہی ٹیبل کے گرد بیٹھا تھا جبکہ خرمن سرعت سے جوس کا گلاس اور سینڈوچ وغیرہ عثمان کی پلیٹ میں سجا کر پیش کرنے لگی تھی۔

''پتہ نہیں سورج آج کہاں سے نکلا ہے، عثمان کی بڑی خاطریں ہو رہی ہیں۔'' منیزہ نے جتانے والے انداز میں خرمن کو دیکھا تھا۔

''یہ ایسی ہی ہیں، پہلے خوب جوتے مارتی ہیں پھر سہلاتی بھی خود ہی ہیں۔'' عثمان کے خشمگیں لہجے پر خرمن بمشکل مسکراہٹ چھپا سکی تھی۔

''ریڈیو اسٹیشن میں جاب مل رہی ہے حضرت کو، پہلے مبارکباد دوگی یا ٹریٹ مانگوگی؟'' عارش نے بروقت منیزہ کو اکسایا تھا۔

''واقعی.... یہ تو بہت خوشی کی بات ہے، تمہاری آواز صداکاری کے لیے بیسٹ ہے۔'' منیزہ چہکی تھی۔

''صداکاری پر ابھی قیامت نہیں آئی ہے، البتہ وہاں کی مینجمنٹ کے شعبے میں یہ ہلچل مچانے ضرور جا رہے ہیں۔'' عارش نے مزید بتایا تھا۔

''مجھے کیوں نہیں بتایا تم نے؟'' خرمن نے عثمان کو گھورا تھا۔

''پہلے دل بھر کر تمہارے ہاتھوں بے عزت ہو جاؤں، اس سے فرصت ملے تو تمہیں کچھ بتاؤں۔'' عثمان سر جھٹکتے ہوئے اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''تم ہی مجبور کرتے ہو، ایک آواز میں اٹھ جاؤ تو میرا دماغ خراب ہوا ہے کہ برا بھلا کہوں، اب ٹھیک طرح ناشتہ کرو، رات میں بھی تم نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا، عروسہ آپی کو جواب تو مجھے ہی دینا ہوتا ہے۔''

''میں جا کر دیکھ ہی لوں سورج کہاں سے طلوع ہوا ہے، خرمن! تمہارے لہجے سے عثمان کے لیے ممتا ٹپک نہیں رہی برس رہی ہے۔'' منیزہ حیرت سے بولتی کھلکھلائی تھی، جبکہ خرمن بس مسکراہٹ چھپائے اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

✿------O------✿

ٹی وی سے نظر ہٹا کر اس نے فاران کو دیکھا تھا جو اس کے قریب ہی صوفے پر آ بیٹھا تھا۔

''ٹریٹ لے لی تم نے، سکون ملا؟''

''ظاہر ہے مان ماموں کو جاب ملی ہے، زبردست ڈنر لے کر ان کی جان چھوڑی ہے۔''

''وہیں رک جاتے رات میں، وہ اکیلا ہوگا۔'' بیلا نے کہا تھا۔

''میں تو رک رہا تھا مگر انہوں نے ہی بھیج دیا کہ کہیں مجھے کالج سے چھٹی کا بہانہ نہ مل جائے۔''

''ظاہر ہے ماموں بھانجے دونوں ہی بے خبری کی نیند سونے کے عادی ہیں۔'' بیلا نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جبکہ فاران یکدم سنجیدہ ہوتا سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

''رات کے گیارہ بجا کر واپس آ رہے ہو، میں فون نہ کرتا تو تم بھی ہوش میں نہ آتے۔'' فاروق کے ناگوار لہجے پر وہ خاموش ہی رہا تھا جبکہ بیلا فوراً ہی جانے کے لیے اٹھ گئی تھی۔

''خرمن کا گھر سیٹ ہو چکا ہے، یا ابھی بھی اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہے؟'' فاروق کے سرد لہجے پر اس کے قدم رکے تھے۔

''نہیں۔'' جواب دیتے ہوئے اس نے فاروق کی جانب دیکھنے سے گریز کیا تھا۔

''ٹھیک ہے پھر اب تمہیں وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے، وہ یہاں آتی ہے تو ملاقات ہو ہی جاتی ہے۔'' ان کے اس

حکم پر بیلا نے ایک نظر قریب آتیں عروسہ کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل تیز قدموں کے ساتھ لاؤنج سے نکل گئی تھی۔
''پاپا! خرمن آپی ان کی دوست ہیں، آپ آپو کو ان کی طرف جانے سے کیوں روک رہے ہیں؟'' فاران نے دھیمی آواز میں احتجاج کیا تھا۔
''تم اپنا منہ بند رکھو۔'' حسب توقع فاروق نے غصیلی نظروں سے بیٹے کو دیکھا تھا۔
''کیا میں جانتا نہیں ہوں کہ وہاں کن مقاصد کو پورا کرنے کے لیے بھاگ بھاگ کر جایا جاتا ہے، خرمن کے گھر میں بھی کون بیٹھا ہے لگامیں ڈالنے والا، ان کو تو مل گئی کھلی چھٹی۔'' ان کے شدید ناگوار لہجے پر عروسہ نے تنبیہی نظروں سے فاران کے تنتے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا اور ساتھ ہی اشارتاً وہاں سے جانے کا حکم دیا تھا۔
''فاران کے سامنے زیادہ کچھ کہنے سے احتراز کر لیا کریں۔''
''وہ میرا باپ نہیں، میں اس کا باپ ہوں، تمہاری ان ہی باتوں کی وجہ سے تمہاری اولاد بھی ایک دن میری نافرمانیوں پر اتر آئے گی، ایک کا تو بیڑہ غرق کر چکی ہو تم۔'' عروسہ کی بات کاٹتے وہ بھڑک ہی تو اٹھے تھے۔
''آپ اسے غرق کر رہے ہیں، آپ اسے خود سے باغی کر رہے ہیں، جس دن سے اس گھر میں آئی ہوں اس گھر کے لیے، آپ کی بہن کے لیے میں نے اپنے آپ کو بھی بھلا دیا اور مجھے کیا حاصل ہوا ہے، الزام پر الزام.... بہتان پر بہتان، اگر آپ کے الزام سچ ہیں تو مجھے صبح دیکھنی نصیب نہ ہو۔'' بلند آواز میں بولتے ہوئے عروسہ آنسوؤں کو ضبط نہیں کر سکی تھیں، مگر ان کے سامنے رکی بھی نہیں تھیں۔

☆..........☆..........☆
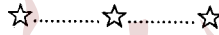
اسکارف اتارتے ہوئے وہ آئینے کے سامنے آ رکی تھی، ادھ کھلے بالوں سے کیچر ہٹا کر اس نے بالوں کو مکمل آزاد کر دیا تھا، بغور اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے اس نے پیشانی پر بکھرتیں تراشیدہ لٹوں کو انگلی سے ایک طرف ہٹایا تھا، مگر وہ ریشم کی طرح پھسلتیں پھر اس کی دائیں ابرو پر آ ٹھہری تھیں، غائب دماغی کی سی کیفیت میں وہ بالوں کو دھیرے دھیرے انگلیوں سے سلجھاتی اپنا جائزہ لینے لگی تھی، پتہ نہیں کیوں آج منیزہ کا نیا روپ دیکھنے کے بعد اسے کیوں اپنا بھی خیال آ گیا، ذرا سی توجہ نے آج خود اس کے روپ کو بھی کچھ بدل دیا تھا، حالانکہ پارلر میں تمام گر سیکھ لینے کے باوجود اس نے کوئی گر کبھی خود پر نہیں آزمایا تھا، مگر آج منیزہ کو دیکھ کر اسے بھی خود کو چیلنج دینے کا شوق چڑھ آیا اور اس شدت سے کہ آج پارلر میں اس نے اپنے آپ کو بیلا کے حوالے کر دیا تھا کہ وہ اپنے تمام گر اس پر آزما ڈالے۔
اس کی اس اچانک خواہش نے پہلے تو بیلا کو حیران کیا، اس کے بعد تو اس کی ہنسی ہی نہیں رکنے کا نام لے رہی تھی، سارا وقت وہ عارش کا نام لے کر اسے تنگ کرتی رہی تھی، جبکہ خرمن بس کوفت میں ہی مبتلا ہوئی تھی، کیونکہ نہ تو اسے عارش کی تعریف اور توجہ کی ضرورت تھی نہ ہی وہ اس کے لیے خود کو نکھارنا چاہتی تھی، یہ بالکل سچ تھا کہ نکاح جیسے رشتے کے قائم ہو جانے کے باوجود عارش کے لیے اس کے دل میں کوئی انوکھے جذبات و احساسات کی رمق تک نہیں جاگی تھی، نہ اس کے نام پر دل کی دھڑکن تیز ہوتی تھی نہ اس کی موجودگی میں دل کی دھڑکن رکتی تھی، نہ ہی اب اس سے بات کرتے ہوئے وہ جھجکتی تھی، نہ ہی اس کی طرف دیکھنا کوئی قیامت ہوتا تھا، کچھ بھی تو نہیں تھا، جسے محسوس کیا جاتا، جب جب وہ اپنے اور عارش کے تعلق کے بارے میں سوچتی اسے ابکائی آنے لگتی تھی، وہ عارش سے کیا خود سے ہی بیزار ہو جاتی تھی، وہ جانتی تھی کہ وہ اب ایک ابنارمل زندگی گزار رہی ہے اور جانے کب تک اس ابنارمل زندگی میں اسے سانس لینی تھی۔
کچھ چونک کر اس نے بند دروازے کو دیکھا تھا اور پھر وال کلاک کو، اس وقت عارش کی پکار نے اسے حیران کیا تھا۔
''دو منٹ رکو، آ رہی ہوں۔'' آواز لگاتے ہوئے اس نے کیچر میں بالوں کو سمیٹا تھا اور دوپٹہ بیڈ سے اٹھاتی دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔
برآمدے کی گرلز کو لاک کرتے ہوئے وہ قریب آتی خرمن کی طرف متوجہ ہوا تھا، ایک پل کو وہ ٹھٹکا ضرور تھا، برآمدے

کی تیز روشنی میں کسی تبدیلی کا احساس اسے بھی ہوا تھا، دوسری جانب خرمن اس کی طرف متوجہ نہیں تھی، کیونکہ وہ ہوا سے بے ترتیب ہوتے تخت پوش کو ٹھیک کرنے لگی تھی، عارش دیکھ سکتا تھا کہ اس کی پشت پر بکھرے بالوں کی لمبائی میں کچھ فرق بھی آ گیا ہے۔

''کیوں بلایا ہے مجھے؟'' چہرے پر آتی تراشیدہ لٹیں لاپروائی سے کان کے پیچھے کرتی وہ اس کے مقابل آ رکی تھی، جبکہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے عارش کا سانس لینا مشکل ہو گیا تھا، فوراً ہی وہ اس کے چہرے سے نظر ہٹا گیا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' اس کی کیفیت سے بے خبر خرمن اس کی خاموشی پر الجھ گئی تھی۔

''بڑے ماموں کی طبیعت ٹھیک نہیں وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہو چکے ہیں۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر ہی وہ بولا تھا۔

''اللہ رحم کرے، کوئی خطرے کی بات تو نہیں؟ بابا کو اطلاع دی تم نے؟'' خرمن اپنی تشویش کو نہیں چھپا سکی تھی۔

''اللہ کا شکر ہے کہ ابھی بڑے ماموں کی طبیعت کچھ بہتر ہوئی ہے، میں نے ان سے بات بھی کی ہے، ماموں جان اور مامی کو وہ بہت یاد کر رہے ہیں، مگر انہوں نے مجھے منع کیا ہے کہ میں ماموں جان تک ان کی طبیعت کی خرابی کی اطلاع نہ پہنچاؤں، چند دن تو رہ گئے ہیں ماموں جان اور مامی کی واپسی میں، میں سوچ رہا ہوں کہ ماموں جان اور مامی بڑے ماموں کی طرف جائیں وہاں سب کے ساتھ وقت گزاریں، اور خود اپنے ساتھ بھی۔'' عارش نے ایک نگاہ اسے دیکھا تھا جو سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ماموں جان اور مامی نے اپنی آدھی زندگی وہاں گزاری ہے، وہاں ان کی بہت سی یادیں ہیں۔'' بولتے ہوئے وہ ایک پل کو رکا تھا۔

''تم بیٹھو پہلے۔'' بولتے ہوئے وہ اس سے پہلے ہی تخت کی طرف بڑھ گیا تھا، جبکہ ایک گہری سانس لیتی خرمن اس کی تقلید میں تخت کے کنارے بیٹھ گئی تھی۔

''ماموں جان اور مامی نے اپنا بہت وقت ہمیں دے دیا ہے، وہ ہم دونوں کے لیے ہی جیتے آئے ہیں، اب میں چاہتا ہوں کہ اپنی عمر کے اس دور میں وہ اپنا ڈھیر سارا وقت اس زمین پر گزاریں جہاں سے ان کا خمیر اٹھا ہے، جہاں ان کے اردگرد ایسے بہت سے لوگ ہوں گے جو ماضی کی تمام تلخیوں کو بھلا کر ان دونوں کو اپنے قریب رکھنا چاہتے ہیں، فاصلوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔''

''تم مجھ سے تو یہ سب اس طرح کہہ رہے ہو جیسے امی بابا کو میں نے یہاں باندھ رکھا تھا۔'' وہ درمیان میں ہی تڑخ کر بولی تھی۔

''ایسا ہرگز نہیں ہے، جن لوگوں نے فاصلے بڑھائے اگر وہ خود ان فاصلوں کو سمیٹنا چاہتے ہیں تو صرف اس لیے کہ ان سب کو احساس ہو چکا ہے، وہی اپنی بلاوجہ کی انا کے ہاتھوں غلام بنے تھے ان سب میں بڑے ماموں بھی شامل ہیں، اگر کہیں تمہارے دل میں ان کے خلاف کچھ ہوتا تو تم بڑے ماموں کی طبیعت کا سن کر پریشان نہ ہوتیں۔''

''کوئی اس خوش فہمی میں نہ رہے کہ میں نے تمہارے رشتے داروں کے لگائے زخموں کو بھلا دیا ہے، اگر مجھے کسی کی پروا ہے تو محض اس لیے کہ بابا کے لیے اس انسان کی کیا اہمیت ہے، وہ بابا کے بھائی ہیں، انہوں نے جو بھی کیا میرے ساتھ یا میرے ماں باپ کے ساتھ، امی بابا سب بھلا دیں مگر میرے دل میں منیزہ کے علاوہ ان کے کسی رشتے دار کے لیے جگہ نہیں ہے۔'' وہ ناگوار لہجے میں بولی تھی۔

''میں جانتا ہوں، تمہارا دل بہت اچھا ہے۔'' عارش نے کہا تھا۔

''امی بابا جانا چاہیں تو ضرور جائیں، ان کو جانا بھی چاہیے، تم نے جو کہا ٹھیک کہا، ویسے بھی تمہیں یاد ہوگا، بابا کی خواہش ہے کہ جہاں وہ رہتے تھے اس علاقے میں وہ ایک مسجد تعمیر کروائیں۔''

❀-----O-----❀

''میں اسی طرف آرہا تھا، یہی بات میں بھی کہنے والا تھا۔'' خرمن کا جھکاؤ دیکھ کر عارش بھی پرجوش سا ہوا تھا۔

''اب ہمارا وقت ہے کہ ہم ماموں جان اور مامی کی خواہشوں اور خوشیوں کا خیال رکھیں، انہوں نے بہت کچھ کیا ہے ہمارے لیے، اب ہمیں ان کے لیے بہت کچھ کرنا ہے، جب ماموں جان اور مامی سرگودھا جا ہی رہے ہیں، تو وہاں رہ کر وہ اپنی اس خواہش کو بھی پورا کرلیں گے، اتنے اچھے کام کے لیے دیر بالکل نہیں ہونی چاہیے۔''

''پہلے ان دونوں کو یہاں تو واپس آنے دو، یا انہیں ایئرپورٹ سے ہی سرگودھا روانہ کردو گے؟'' خرمن کے خشمگیں لہجے پر وہ کچھ شرمندہ ہوا تھا۔ جبکہ خرمن تخت سے اٹھتی بری طرح چونکی تھی۔

''دیکھو ذرا اس خبیث کی حرکتیں دیکھو۔'' بری طرح تلملا کر عارش کو دیوار پر ٹکے عثمان کی طرف متوجہ کرتی وہ گرلز کے قریب گئی تھی۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں پر؟ یہ مت سمجھنا کہ میں نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں، تم دونوں کی طرف سے، رات کے 2 بجے کمرے سے باہر کیا کر رہی ہو تم؟'' عثمان نے بڑی سختی سے باز پرس کی تھی۔

''تمہارے سوئم کی پلاننگ کر رہی ہوں، نیچے اترو دیوار سے۔'' وہ حلق کے بل چیخی تھی جبکہ عارش مسکراہٹ چھپائے خود بھی گرلز کے قریب آ گیا تھا۔

''میں دیوار پر کھٹک رہا ہوں، اسے باہر کیوں نہیں نکالتیں جسے پنجرے میں لے کر بیٹھی ہو، اپنوں پر بھروسہ نہیں ہے، غیروں پر اعتبار ہے۔'' عارش کی طرف اشارہ کرتا وہ دہائی دے رہا تھا۔

''تم دیوار سے ہٹتے ہو یا نہیں؟'' وہ پھر چیخی تھی۔

''تاکہ تم دونوں پھر رومانس شروع کرلو؟'' وہ لڑنے والے انداز سے بولتا خرمن کا پارہ ہائی کر گیا تھا۔

''عارش! گرلز کا لاک کھولو، اسے آج میں نے جہنم رسید نہ کیا تو میرا نام بدل دینا۔''

''عارش! میرے خیال میں پھولن دیوی نام ٹھیک رہے گا۔'' عثمان نے آواز لگائی تھی۔

''بکواس مت کرو، ہٹو دیوار سے۔'' بالآخر خرمن کے ہی ڈر سے عارش کو بولنا پڑا تھا۔

''یہ ساری بکواس بھی تمہاری شہہ پر ہی ہو رہی ہے، تم بھی ایک نمبر کے کائیاں ہو۔'' غصے میں وہ عارش پر بھی برس گئی تھی، جسے عثمان نے خوب قہقہے لگا کر انجوائے کیا تھا۔

''اِن شاء اللہ! ایسے ہی ہنستے ہنستے دنیا سے جاؤ گے۔'' خرمن کا بس نہیں چلا ورنہ گرلز توڑنے کے بعد جا کر اس کا سر بھی توڑ دیتی۔

''امی، بابا کے آنے تک یہ اب اس گھر میں قدم نہیں رکھے گا اور اگر اس کے لیے تمہارے دل میں درد جاگا تو تم بھی گھر سے نکلنے کی تیاری کرلینا۔'' عثمان کی ہنسی جلتی پر تیل کا کام کر رہی تھی، خونخوار انداز میں عارش کو وارننگ دیتی وہ تن فن کرتی کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

''اب چین کی بانسری بجاؤ، اتنی ضروری بات کر رہا تھا میں اس سے، کب سے لنگور بنے بیٹھے تھے دیوار پر؟'' عارش نے خشمگیں لہجے میں اسے گھرکا تھا۔

''بس اسی وقت جب میری چھٹی حس نے مجھے خبردار کیا کہ استانی خطرے میں ہے۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا تھا۔

''ذرا سی شرم کرلو، اپنے دوست پر شک کر رہے ہو تم؟'' عارش نے ناراضی سے کہا تھا۔

''شک نہیں مجھے پورا یقین ہے، مجھے شرم دلا رہے ہو، میں بھی تو تمہارا دوست ہوں، میری پہلی محبت کو مجھ سے چھینتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی؟''

''روتے رہو پہلی محبت کو، اور اپنے کھانے پینے کا بندوبست اب خود کرلو، تمہاری استانی ہاتھ جھاڑ گئی ہے۔''

''شرافت سے صبح میرا ناشتہ لے آنا، ورنہ ایسے ایسے اسکینڈل پھیلاؤں گا، دنیا میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔'' عثمان کی

وارننگ پر وہ ہنستے ہوئے اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا۔

⊛------○------⊛

عثمان کی اس چھیڑ چھاڑ کو خرمن نے کسی حد تک سنجیدہ کر دیا تھا اس کا اندازہ عارش کو صبح ہوا تھا، بیدار ہونے کے بعد وہ عجلت میں آفس کے لیے تیار ہوا تھا، کچن میں خرمن کو دیکھ کر اسے حیرانی ہوئی تھی، اس وقت وہ عارش کو عروسہ کی طرف جانے کے لیے بالکل تیار نظر آتی تھی، پارلر کے اوقات دوپہر سے اسٹارٹ ہوتے تھے، صبح اسے عارش کے ساتھ اس لیے نکلنا ہوتا تھا کہ وہ اس کے جانے کے بعد تنہا گھر میں کیسے رہتی اور تنہا کیسے عروسہ کے گھر تک جاسکتی تھی، سو اسے عارش کے ساتھ ہی صبح گھر سے نکلنا ہوتا تھا، فاطمہ یہ سارا ٹائم ٹیبل بنا کر گئی تھیں جبکہ احمد حسین نے بھی اسے تاکید کی تھی کہ اسے گھر میں تنہا بالکل نہیں رہنا، عارش کو اس بارے میں کسی تاکید کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ خرمن کے معاملے میں بہت محتاط پہلے بھی تھا اور اب مزید ہوگیا تھا۔ فاطمہ اور احمد حسین کی غیر موجودگی میں روٹین بالکل چینج ہوگئی تھی، اس کے بعد عارش گھر آنے کے بجائے اکیڈمی چلا جاتا تھا، عثمان کی وجہ سے اسے یہ سہولت ضرور مل گئی تھی کہ خرمن کی وجہ سے آٹھ بجے اکیڈمی سے فری ہو کر عروسہ کی طرف سے خرمن کو پک کرتا گھر آ جاتا تھا، اس کے بعد گھر سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، گھر کے لیے خرمن کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو پارلر سے واپسی پر وہ یہ کام کر لیتی تھی۔

''عثمان کا ناشتہ تیار کر دیا ہے، اسے اس کے گھر پر ہی دے آؤ۔'' آملیٹ کی پلیٹ ٹیبل پر پٹختی وہ جس طرح بولی تھی، عارش کو اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی تھی کہ مطلع رات سے ہی ابر آلود ہو چکا ہے۔

''ٹھیک ہے میں اس کا ناشتہ اس کے گھر پہنچا دیتا ہوں مگر تم اب تک تیار کیوں نہیں ہو؟ مجھے آفس پہنچنے میں کہیں دیر نہ ہو جائے۔'' ٹیبل کے گرد بیٹھتا وہ اس سے مخاطب تھا جو دوپٹہ چہرے اور شانوں کے گرد لپیٹے خطرناک تیوروں میں دکھائی دے رہی تھی۔

''تم آفس چلے جاؤ، میں آج کہیں نہیں جارہی۔'' بریڈ پر مکھن لگاتی وہ بولی تھی۔

''مگر میں تمہیں گھر میں تنہا چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہوں؟'' عارش دنگ ہوا تھا۔

''اب یہ مجھے نہیں پتہ، میں نے کہہ دیا ہے کہ مجھے کہیں نہیں جانا۔'' اس کے جھڑکنے والے انداز پر عارش کے تاثرات بدلے تھے۔

''مگر میں تمہیں اس طرح چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔''

''میرا دماغ مزید خراب مت کرو تم۔'' وہ اس کی بات کاٹتی بپھر اٹھی تھی۔

''سب نے مل کر مذاق بنا کر رکھ دیا ہے مجھے، میری زندگی کو، جب سے امی بابا گئے ہیں مجھے تمہارے ساتھ چھوڑ کر، عذاب بن گئی ہے میری زندگی، رات کیسی گزری؟ صبح کب ہوئی؟ عارش نے کیا کہا، میں نے کیا سنا؟ میرا دماغ پھٹ جائے گا ان سوالوں کا سامنا کرتے کرتے، گھن آنے لگی ہے مجھے خود سے۔'' سرخ آنکھوں کے ساتھ وہ پھٹ پڑی تھی۔

''سب کون خرمن! بیلا، عثمان اور منیزہ..... یہ تینوں مجھ سے زیادہ تمہارے قریب ہیں، تمہیں چاہتے ہیں پروا کرتے ہیں تمہاری، تنگ کرتے ہیں تمہیں، تم سے اپنائیت کا ایک طریقہ، ایک اظہار ہے یہ سب اور کچھ نہیں۔'' دنگ نظروں سے اسے دیکھتا وہ بمشکل بول سکا تھا۔

''نہیں چاہیے مجھے ایسی اپنائیت جو مجھے خود سے شرمندہ کر دے، تمہاری وجہ سے، صرف تمہاری وجہ سے میری زندگی ایک نہ ختم ہونے والا عذاب بن چکی ہے۔''

''میں جانتا ہوں میں تم پر عذاب بن کر مسلط ہو چکا ہوں، میرا نام سننا بھی تمہارے لیے شرم کا باعث ہے، تو دعا کرو تمہاری زندگی سے میرا نام ونشان مٹ جائے۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ بولا تھا اور اگلے ہی پل ایک جھٹکے سے کرسی پیچھے دھکیل کر اٹھتا کچن سے نکلتا چلا گیا تھا۔ کمرے میں آتے ہی اس نے عثمان کو کال کی تھی۔

''تم تو اس کا دماغ پلٹ دیتے ہو، بھگتنا تو مجھے پڑتا ہے، اب بتاؤ کیا کروں میں؟'' وہ شدید غصے میں عثمان پر برس پڑا تھا۔

''معاف کردو یار! زبان ہے پھسل ہی جاتی ہے، فکر مت کرو، میں ابھی بیلا کو فون کرتا ہوں، کوئی بہانہ بنا کر فاران کو بھیج دے گی، خرمن کو لے جانے کے لیے۔'' شرمندہ ہوتے ہوئے عثمان نے معاملے کا حل نکالا تھا۔

دس منٹ میں ہی فاران گھر آ پہنچا تھا، بیلا نے جانے کون سا بہانہ تیار کیا تھا کہ خرمن فوراً ہی جانے کے لیے تیار ہوگئی تھی، فاران کے ساتھ اس کے جانے کے باوجود عارش کو اعصابی تناؤ سے چھٹکارا نہیں مل سکا تھا۔

⊛------O------⊛

کروٹ بدلتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ کو آن کردیا تھا، تاریکی کو ختم کرنے کے لیے بس روشنی کی ایک کرن ہی کافی ہوتی ہے، لیمپ سے پھوٹتی مدھم شعاعوں کو وہ دیکھے گئی تھی، اس کے اردگرد موجود تاریکی کو بھی بس اب ختم ہوجانا تھا، بہت جلد ایک من چاہے شخص کی محبت کی روشنی کا ہالہ اس کے گرد بننے والا تھا، ہمیشہ قائم رہنے والا تھا۔ کچھ چونک کر اٹھتے ہوئے اس نے بے تابی سے سیل فون پر آتی کال کو ریسیو کیا تھا۔

''میں کب سے انتظار کررہی ہوں، اب وقت ملا ہے تمہیں میرے لیے؟'' مدھم آواز میں اس نے شکایت کی تھی۔

''سارا وقت تمہارے لیے ہے مگر کیا کروں کہ اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔'' عثمان کے مسکراتے لہجے پر وہ چپ رہی تھی۔

''خرمن کے گھر ہی آجاتیں اسی بہانے نظر بھر کر تمہیں دیکھ تو لیتا، پتہ بھی ہے کہ میں یہاں اکیلا رہ گیا ہوں۔'' اس کے شکایتی لہجے پر بیلا کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔

''کیا ہوا ہے.... کچھ تو بولو۔'' اس کی خاموشی پر وہ حیران ہوا تھا۔

''ماں! وہ میرے گھر سے نکلنے پر بھی نظر رکھنے لگے ہیں، انہوں نے مجھے خرمن کی طرف جانے سے بھی منع کردیا ہے۔'' وہ لرزتے لہجے میں بتا رہی تھی۔

''ایسا یقیناً میری وجہ سے ہوا ہے۔'' عثمان کے ناگوار لہجے پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

''اور تم نے زبان بند کرکے ان کے حکم پر سر جھکا دیا، اپنے لیے احتجاج تک تم نہیں کرسکتی ہو اور چلی ہو زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ خود سے کرنے۔'' وہ شدید ناگواری سے بولا تھا۔

''اس فیصلے میں تم میرے ساتھ ہوگے، اس لیے میں یہ قدم اٹھانے کی جرأت رکھتی ہوں اور اس جرأت کے لیے مجھے مجبور کیا جارہا ہے، میں ان کے لیے اپنا سر بھی کاٹ کر ان کے قدموں میں رکھ دوں تو بھی ان کے لیے قابل نفرت رہوں گی، نافرمان اور بدکردار رہوں گی، ان کے سامنے زبان بند رکھ کر مجھے کس اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کوئی اندازہ بھی نہیں کرسکتا، مگر تم فکر مت کرو ایک بار تو ضرور میری زبان ان کے سامنے کھلے گی اس کے بعد ہمیشہ کے لیے میری زبان بند ہوجائے پروا نہیں مگر ایک بار میں انہیں ضرور آئینہ دکھاؤں گی۔''

''مجھے تمہاری اذیتوں کا اندازہ ہے بیلا! بس ایک بار مجھے اختیار ملنے دو، ایک پل کے لیے بھی تمہیں اس شخص کی نظروں میں نہیں آنے دوں گا، جس نے تمہیں بدکردار کا لقب دے کر مجھے گالی دی ہے، میں نے جس پر غلطی سے بھی غلط نگاہ نہیں ڈالی، اس پر کیچڑ اچھالنے کا گناہ اس شخص نے کیا ہے، اپنے صبر اور ضبط کو مزید کچھ وقت کے لیے قائم رکھو، اس کے بعد تم دیکھنا تمہارے ایک ایک آنسو کے بدلے وہ شخص آٹھ آٹھ آنسو بہائے گا، جب اسے مجھ سے اپنے رشتے کا لحاظ نہیں تو اب مجھے بھی اپنے اور اس کے رشتے کی پروا نہیں ہے، وہ تمہاری شکل دیکھنے کے لیے بھی ترس جائے گا کیونکہ میں تو اس کی نظر تمہارے سائے پر بھی نہیں پڑنے دوں گا۔'' عثمان کے شدید مشتعل لہجے پر وہ بس خاموشی سے آنسو بہاتی رہی تھی۔

⊛------O------⊛

''وہ خوش نہیں ہے، وہ کہہ چکی ہے کہ میں کسی عذاب کی طرح اس پر مسلط ہوں، اس کے نزدیک اپنے اور میرے درمیان موجود اس مقدس رشتے کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے، اس کے لیے آج بھی میری وہی اوقات ہے جو اس دن تھی، جب میں نے پہلی بار اس کے گھر میں قدم رکھا تھا، ان سارے سچ کو قبول کرتے ہوئے اس کی نظروں کے سامنے رہنا بہت کٹھن ہے، ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے، سانس لینا ناممکن ہو جاتا ہے، اس وقت بھی اس کھلی فضا میں میرا دم گھٹ رہا ہے۔''
خاموشی کے ساتھ عثمان اسے دیکھ رہا تھا جو شدید تاسف سے بولتا جارہا تھا۔

''میں یہ کہاں کہتا ہوں کہ اسے میرے علاوہ کوئی چہرہ دکھائی نہ دے، میرے لیے وہ سب کچھ قربان کر دینے کا دعویٰ کرے، مجھے اس سے کچھ نہیں چاہیے، محبت بھی نہیں مگر.....اسے میرے جذبات کی کچھ تو قدر کرنی چاہیے، کچھ تو عزت کرنی چاہیے میرے احساسات کی، کیا میرا یہ چاہنا غلط ہے؟ کیا واقعی میں نے خود کو اس پر مسلط کر کے کچھ ناجائز کیا ہے، زیادتی کی ہے اس کے ساتھ یا میں خود غرض ہوں جو اس سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں؟ میں یہ سوال اس سے پوچھنا چاہتا ہوں مگر.....!'' اضطرابی لہجے میں بولتا وہ یکدم خاموش ہو گیا تھا۔

''مگر تمہارے اندر اس سے دوٹوک بات کرنے کی جرأت نہیں ہے، یہی سچ ہے۔'' عثمان کے لہجے میں ہلکی سی ناگواری تھی۔

''عارش! تم جانتے ہو کہ نہ تم خود غرض ہو نہ تمہیں اس سے کوئی فائدہ حاصل کرنا ہے، تم اس پر مسلط نہیں ہوئے ہو، نکاح کر کے اسے اپنی زندگی میں داخل کر رہے ہو، تمہارے عمل اس بات کے گواہ ہیں کہ تمہاری نیت صاف ہے تو پھر تم اس کی بے معنی، بے بنیاد باتوں میں الجھ کر خود سے بدظن کیوں ہو رہے ہو؟ دوٹوک جواب دیا کرو اسے، اسے بتاؤ کہ اس کے فرمان کس حد تک غلط ہیں اور تب تک بتاتے رہو جب تک وہ خود غلط بات اپنی زبان پر لانا بند نہ کر دے، ایک بات تو حقیقت ہے محبت اور نرمی کی زبان محترمہ کی سمجھ سے بالاتر رہتی ہے۔''

''میں اس جیسا کٹھور نہیں بن سکتا، نہ ہی میں خود کو اچھا ثابت کرنے کے لیے اس کے لیے اپنی زبان میں سختی لا سکتا ہوں، کیونکہ میں اسے کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتا، اپنی ذات سے اسے کوئی دکھ نہیں پہنچانا چاہتا۔'' وہ عثمان کی بات کاٹ کر بولا تھا۔

''تو پھر سنتے رہو اس کی بے لاگ جس طرح ہمیشہ سے سنتے آئے ہو سر جھکا کر، ہاتھ باندھ کر۔'' عثمان نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا جو گہری سانس لیتا دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''عارش! میں تمہاری پرابلم کو سمجھ رہا ہوں، میں جانتا ہوں تم استانی کی فراٹے بھرتی زبان کو روکنے کی گستاخی نہیں کر سکتے تو بہتر ہے کہ اسے دل کا غبار نکالنے دو، اسے کچھ وقت دو تمہارے اور اپنے رشتے کو قبول کرنے کے لیے، اور ابھی اس کے اردگرد کچھ بدلا بھی تو نہیں ہے، ابھی وہ اپنے ہی گھر میں اسی طرح تمہارے ساتھ رہ رہی ہے جس طرح پہلے رہتی آئی ہے، کچھ وقت گزرے گا تو اس رشتے کو بھی وہ قبول کر لے گی، ایک دن آئے گا جب وہ رخصت ہو کر تمہارے گھر جائے گی، اس گھر میں رہے گی جو تم نے اس کے لیے بنایا ہے، تمہارے جذبوں میں سچائی ہے تو تمہیں یقین رکھنا ہو گا کہ ان جذبوں کا اثر اس کے دل پر بھی ہو گا، چینج آہستہ آہستہ ہی آئے گا، تمہیں اس کی پرابلم بھی سمجھنی چاہیے، اس نے کبھی تمہارے لیے اس طرح سے نہیں سوچا تھا جو کہ اب ہو چکا ہے، پھر اب ایک دم سے وہ کس طرح اپنے خیالات کو تمہارے لیے بدل سکتی ہے، اور تم نے کون سے محبتوں کے اظہار دن رات اس کے سامنے کیے ہیں، جو اس کا دل تمہاری جانب راغب ہوتا، میری نظر میں وہ بالکل قصوروار نہیں ہے، حق پر ہے، اتنا بھی کیا سیدھا پن کہ ڈائریکٹ نکاح کی فلائٹ پکڑ لی، پہلے کچھ اموشنز تو اس پر عیاں کیے ہوتے تاکہ اسے بھی احساس ہو جاتا، دال میں کچھ کالا ہے۔'' اس کی دلجوئی کرتے کرتے عثمان نے اچانک ہی اسے گھر کا تھا۔

''میں کیا کرتا، نکاح کا فیصلہ ماموں جان نے کیا تھا۔'' عارش بولا تھا۔

''اور پھر کیا جذبات کا اظہار ضروری ہے؟ کیا اہمیت ہے پھر ایسے جذبوں کی جو کسی کے دل پر اثر انداز نہ ہوں۔'' وہ مایوسی سے سر جھٹکتا مزید بولا تھا۔

''اظہار ضروری ہے احمق انسان، اور تمہارے معاملے میں تو اور بھی زیادہ۔ تم ایک بار کوشش کرو، مجھے یقین ہے اس پر مثبت اثر ہوگا، کم از کم تم اسے اتنا احساس تو دلا سکتے ہو کہ وہ تمہارے لیے کتنی اہمیت رکھتی ہے۔'' عثمان کے سنجیدہ لہجے پر عارش نے بس ایک نگاہ اس کی مسکراتی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

''چھوڑو، کوئی اور بات کرو۔'' بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ الجھے لہجے میں بولا تھا۔

❀------O------❀

برآمدے میں ہی تخت کے کنارے بیٹھی وہ بے دلی سے کتابوں کے ورق پلٹ رہی تھی، کچھ دن پہلے منیزہ نے بھی اسے ٹوک دیا تھا کہ اب اس کے پیپرز شروع ہونے میں زیادہ وقت نہیں رہ گیا ہے، حالانکہ عارش اسے یاد دلاتا رہا تھا مگر اس کا بالکل بھی دل نہیں چاہتا تھا کتابوں کی طرف دیکھنے کا بھی۔

نظر اٹھا کر خرمن نے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا جو اس کی جانب دیکھ بھی نہیں رہا تھا، صبح کی تلخ کلامی کے بعد اگر وہ اس سے نظر ملانے سے اسے مخاطب کرنے سے گریز کر رہا تھا تو یہ حیران کن بات نہیں تھی۔

''کھانا لے آؤں تمہارے لیے؟'' بالآخر خرمن نے اسے مخاطب کر لیا تھا۔

''نہیں، بھوک نہیں ہے۔'' گرلز بند کرتا وہ اتنا ہی بولا تھا۔

''عثمان بھی کھانے کے لیے نہیں آیا۔'' اس کی پشت کو دیکھتی وہ بولی تھی، گرلز کو لاک لگاتے ہوئے عارش نے چاہا تھا کہ اسے یاد دلائے کہ وہ خود ہی تو عثمان کے یہاں داخل ہونے پر پابندی عائد کر چکی ہے مگر خاموش رہا تھا۔

''اب ایسے بھی کون سے تیر چلا دیئے تھے میں نے، میری زبان کو بھی فالج نہیں لگتا۔'' اس کی لرزتی آواز پر عارش نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا اور اس کا دل جیسے حلق میں آ گیا تھا، وہ اپنے آنسو نہیں روک سکی تھی اور عارش اس کے قریب جانے سے۔

''اپنے لیے ایسا مت کہو، تم اپنے دل کی بات یا غصے کا اظہار میرے سامنے نہیں کرو گی تو اور کس سے کرو گی؟'' اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کرتا وہ تڑپ ہی تو گیا تھا۔

''مانی باہر کھانا کھا چکا ہے اور مجھے واقعی بھوک نہیں ہے اس لیے منع کیا، ایسا کچھ بالکل نہیں جیسا تم سمجھ رہی ہو۔'' اس کے مزید نرم لہجے میں کہنے پر وہ بس خاموشی سے اپنے بہتے آنسو خشک کرتی رہی تھی، چند لمحوں تک وہ اس کی بھیگی پلکوں اور چہرے پر پھیلے حزن کو دیکھتا رہا تھا اور پھر خود بھی تخت کے کنارے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا تھا، اس وقت وہ سب کچھ بھول گیا تھا، اس کے ہر تلخ جملے کو اور اپنے دل کی اذیت کو بھی۔

''امی اور بابا بہت یاد آ رہے ہیں۔'' وہ بھرائے لہجے میں بولی تھی۔

''مجھے بھی، مگر اب بس دو دن تو ہیں درمیان میں اور پھر....!'' اسے تسلی دیتے وہ رکا تھا، اس کی کلائی پر نظر پڑتے ہی وہ چونکا تھا۔

''یہ کیا ہوا ہے؟''

''آج کھانا بناتے ہوئے جل گیا تھا۔'' چوڑیاں اوپر ہٹاتے ہوئے اس نے جلا ہوا نشان واضح کر کے اس کے سامنے کیا تھا، اسی لمحے عارش کے دل کو کچھ ہوا تھا، چہرے پر پھیلی معصومیت اور تکلیف کے آثار سجائے وہ اپنا زخم اسے دکھاتی اس کی روح تک کو جھنجھوڑ گئی تھی، وہ کیا کہہ رہی تھی اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، یاد رہا تو بس اتنا کہ اس کے زخم پر مرہم لگانا ہے، اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ اس نے کب خرمن کی کلائی کو تھام لیا تھا، جبکہ خرمن نے حیرت سے اس کے بے حد سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔

''خرمن! تم ماموں جان اور مامی کی خوشی کے لیے سب کچھ کرسکتی ہو، کیا صرف میری خوشی کے لیے تم میری ایک التجا کو مان سکتی ہو؟'' اس کے مدھم لہجے میں اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا کہ وہ بس ساکت نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

''تم کبھی مجھ سے نفرت مت کرنا، مجھ سے بیزار مت ہونا، تمہارے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہ ہو مگر تم کبھی میرے دل کے اس مقام سے مت ہٹنا جہاں میرے دل نے تمہیں رکھا ہے۔ تم میری زندگی کو آباد نہ کرنا چاہو تو مت کرنا، مگر میرے دل کو برباد مت کرنا، کرسکتی ہو اتنا میرے لیے؟'' اس کی ساکت نظروں میں دیکھتا وہ پوچھ رہا تھا جو گنگ تھی، اگلے ہی پل خرمن کو اپنے دل کی دھڑکن رکتی محسوس ہوئی تھی، اس کی کلائی گرفت میں لیے وہ جلے ہوئے نشان کو چوم رہا تھا، کیسی پیاس تھی اس کے لمس میں، پتھرائی نظروں سے وہ اسے دیکھے گئی تھی جو بند آنکھوں کے ساتھ عجیب جذب کے عالم میں اس کی کلائی پر لب رکھے ہوئے تھا، مگر اس کی سماعتیں خرمن کی آواز کی منتظر تھیں، پہلی بار بلا کسی خوف اور اندیشے سے پاک یہ لمحات اسے میسر ہوئے تھے اور ان لمحات کو وہ گنوانا نہیں چاہتا تھا، اس کے ہونٹ کلائی سے دھیرے دھیرے سفر کرتے ہتھیلی تک پہنچے تھے جب خرمن کا سکتہ ٹوٹا تھا، سرعت سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے وہ نکال گئی تھی، ہوش میں آتے عارش نے فق چہرے کے ساتھ اسے دیکھا تھا جو بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں جا چکی تھی، اگلے ہی پل وہ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ اس کے پیچھے ہی گیا تھا۔

''خرمن! دروازہ کھولو، مجھے تم سے بات کرنی ہے، صرف 2 منٹ کے لیے ہی دروازہ کھولو، خدا کے لیے۔'' دروازے پر دستک دیتے ہوئے وہ مسلسل اس سے التجا کر رہا تھا، مگر جواب ندارد۔ عارش کے حواس منتشر ہو چکے تھے جب مین گیٹ کسی نے دھڑ دھڑایا تھا، اس وقت عثمان کی آمد اسے غنیمت لگی تھی، سرعت سے جا کر اس نے گیٹ کھولا تھا۔

''کہاں ہے استانی؟'' عثمان اس سے بھی زیادہ حواس باختہ انداز میں اندر گھسا چلا آیا تھا۔

''اچھا ہوا تم یہاں آ گئے۔'' عارش گھبرایا ہوا اس کے پیچھے آیا تھا۔

''میں یہاں صرف استانی کے بلانے پر آیا ہوں۔''

''اس نے تمہیں کیوں بلایا؟'' دماغ بھک سے اڑا تھا جبکہ عثمان نے چونک کر اس کا جائزہ لیا تھا، جس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا، اس ٹھنڈے موسم میں بھی اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔

''جب گھر کے محافظ نقب زنی پر اتر آئیں تو میرے جیسے فرشتے کو ہی یاد کیا جاتا ہے۔'' مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے عثمان نے جتایا تھا۔

''کیا فضول بکواس کر رہے ہو؟'' عارش نے بھڑک کر اس کا بازو دبوچا تھا۔

''سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے، تمہارے مشورے پر عمل کر کے میں نے اس کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کر دیا اور اب وہ بیٹھی ہے اپنے کمرے میں دروازہ لاک کر کے، میں التجائیں کر کر کے مر رہا ہوں مگر نہ وہ باہر آ رہی ہے نہ ہی مجھے اس کی آواز سنائی دے رہی ہے، اگر اس نے غصے میں کچھ الٹا سیدھا کر لیا تو میں کیا جواب دوں گا ماموں جان کو، میں تمہیں قتل کر کے خودکشی کر لوں گا، تم نے ہی ورغلایا تھا مجھے۔'' شدید غصے میں عارش اس پر غرّا اٹھا تھا۔

''ایک منٹ.... یہ کیا ہانک رہے ہو تم؟'' دنگ نظروں سے عثمان نے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا تھا۔

''مجھے تو ابھی خرمن نے کال کی ہے اور دھمکیاں دے کر کھانے کے لیے بلایا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ وہ کمرے میں بند ہے، ابھی تم نے کہا کہ تم نے اس سے اپنے جذبات کا اظہار کیا مگر تم نے ایسے کون سے جذبات عیاں کر دیے کہ وہ کمرے میں بند ہو گئی؟ تم نے یقیناً کوئی الٹی سیدھی حرکت کی ہے۔''

''بکواس بند کرو ورنہ منہ توڑ دوں گا، جا کر اسے کمرے سے باہر نکالو ورنہ تم اپنے پیروں پر واپس نہیں جاؤ گے۔'' عارش بھڑک کر اس پر غرّایا تھا۔

''واہ.... کمال ہو گیا، قبریں تم کھودو اور مٹی میں ڈالوں۔'' عثمان نے کڑی نظروں سے اسے گھورا تھا۔

''تمہاری قبر بھی کھود دوں یہیں؟'' ناگواری سے بولتے ہوئے وہ ایک دم رکا تھا جبکہ عثمان خود بھی برآمدے میں آتی خرمن کی طرف متوجہ ہوتا فوراً اس کی طرف بڑھ گیا تھا، جبکہ عارش بڑی دیر بعد اب کھل کر سانس لے سکا تھا۔

''تم کھانا نہیں کھاؤ گے تو میں کل عروسہ آپی کو کیا بتاؤں گی، وہ تو یہی سمجھیں گی کہ میں تمہارے کھانے پینے کا خیال نہیں رکھتی، رکو میں کھانا گرم کرتی ہوں، کھا کر جانا۔'' عثمان کو کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر وہ عجلت میں بولتی فوراً ہی کچن کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ عثمان حیرانی کے ساتھ قریب آتے عارش کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''عارش! میرے سامنے اب زیادہ معصوم مت بننا، ضرور تم نے کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہے جو استانی خوف سے سفید پڑ گئی ہے۔'' عثمان کے مشکوک لہجے نے اس کے تاثرات بگاڑے تھے۔

''جہنم میں جاؤ تم۔'' خونخوار نظروں سے عارش نے اسے دیکھا تھا جو قہقہہ لگا کر ہنستا کچن کی طرف جا رہا تھا۔

❁------O------❁

شدید بے چینی کے عالم میں وہ لاؤنج میں ٹہلتی بار بار وال کلاک کی سمت دیکھ رہی تھی، ایک ایک پل جیسے صدی بن کر گزر رہا تھا، جانے کب آئے گا وہ وقت جب وہ اپنے شفیق باپ کے مہربان سینے سے لگے گی، اپنی ماں کی پرسکون محبت سے بھرپور آغوش میں سمائے گی، یہ انتظار بہت کٹھن تھا، ان کے بغیر دن رات کس طرح گزرے یہ وہ جانتی تھی یا اس کا رب۔

اسے پروا نہیں تھی کہ احمد حسین اور فاطمہ کو ایئرپورٹ پر ریسیو کرنے مصطفیٰ حسین اور ان کی بیوی بھی عارش کے ہمراہ گئے ہیں، یقیناً وہ سب ایک ساتھ اپارٹمنٹ تک پہنچیں گے، کوئی اور وقت ہوتا تو خرمن مصطفیٰ حسین کا سامنا کرنے سے گریز کرتی، مگر اس وقت ذہن میں فاطمہ اور احمد حسین کے سوا کچھ نہیں تھا، دبے قدموں چیونٹی کی رفتار سے گزرتا وقت اس کا امتحان لیتا نڈھال کر چکا تھا، جب کال بیل کی گونج نے اسے ایک پل کے لیے بے یقین کیا تھا مگر اگلے ہی پل وہ دوڑتی ہوئی لاؤنج سے نکلی تھی، ایک جھٹکے سے دروازہ چوپٹ کھولنے تک اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا، نم آنکھوں کے ساتھ احمد حسین نے اس کے بھیگے چہرے پر خوشی سے بھرپور مسکراہٹ کو دیکھا تھا اور انہیں سارے جہانوں کی خوشیاں مل گئی تھیں، جب وہ ان کے گلے کا ہار بن گئی تھی، اس کا بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونا پہلی بار فاطمہ اور احمد حسین کے لیے تکلیف کا باعث نہیں تھا، وہ ان کی اولاد تھی اور ان سے اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی اسے کوئی ہوش نہیں تھا کہ اردگرد کتنے لوگ ہیں جن کی توجہ کا وہ مرکز ہے، اتنے دنوں کا صبر وضبط آج جیسے ختم ہو گیا تھا، وہ کبھی فاطمہ سے لپٹ جاتی کبھی احمد حسین کے سینے میں سما جاتی مگر دل تھا کہ سیر ہی ہو کر نہیں دے رہا تھا۔

''خرمن! بس کرو، تم نے تو اپنے ساتھ سب کو رلا دیا ہے۔'' منیزہ نے اسے شانوں سے پکڑ کر زبردستی فاطمہ سے الگ کیا تھا۔

''ذرا نظر کرم ادھر بھی کر لو میرے اماں ابا تمہارے استقبال کے منتظر دروازے پر ہی رکے ہوئے ہیں۔'' اسے اپنے ساتھ لگائے ہوئے منیزہ نے اس کے چہرے کا رخ دروازے کی طرف کیا تھا مگر اس وقت منیزہ بجھ گئی تھی، جب وہ دروازے کی جانب دیکھے بغیر منیزہ کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹاتی احمد حسین کے بازو سے لگ گئی تھی۔

''خرمن! بھائی صاحب اور بھابی کو سلام کرو۔'' اسے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے احمد حسین نے اسے مصطفیٰ حسین کے سامنے کیا تھا، منیزہ کے عقب میں آتے عارش نے بغور اس کے روئے روئے چہرے پر تذبذب کے آثار دیکھے تھے، عارش کے ساتھ شاید احمد حسین اور فاطمہ نے بھی سکھ کا سانس لیا تھا، جب خرمن نے جھکے سر کے ساتھ مدھم آواز میں مصطفیٰ حسین کو سلام کیا تھا، ان کی بیوی نے بڑی خوش دلی سے اس کے سلام کا جواب دیا تھا جبکہ مصطفیٰ حسین نے ایک پل کو رک کر منیزہ کی التجائی نظروں میں دیکھا تھا۔

''وعلیکم السلام! جیتی رہو، اپنے ماں باپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔'' خرمن کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے مصطفیٰ حسین بولے تھے، منیزہ کا چہرہ خوشی سے کھل گیا تھا جبکہ فاطمہ اور احمد حسین نے بے یقین سی نظروں سے مصطفیٰ حسین کو دیکھا تھا مگر وہ

دونوں سے ہی نظر چرا گئے تھے، کبھی کبھی انا کا سیاہ پردہ آنکھوں سے جھٹکنے کے بعد آنکھیں اس لیے بھی جھک جاتی ہیں کہ یہ احساس شدید ہوتا ہے کہ اتنا وقت کیوں لگا...؟ کیا حاصل ہوا...؟ کچھ بھی تو نہیں، اس وقت مصطفیٰ حسین نے ایک قدم اگر بڑھایا تھا تو احمد حسین پل بھر میں برسوں کے فاصلے سمیٹ کر بھائی کے گلے لگ گئے تھے، خوشی سے جھلملاتی نظروں سے منیزہ نے عارش کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا اور پھر خاموش کھڑی خرمن کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے چہک اٹھی تھی۔

فاطمہ اور احمد حسین کے درمیان بیٹھی وہ مستقل ان کے بازو سے لگی سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی، مگر سب کی باتیں سن رہی تھی۔

''میں سارا راستہ تم سے پوچھتی رہی کہ تم گھر کے بجائے یہ کہاں لے جا رہے ہو، مگر تم نے کچھ نہیں بتایا، کتنی بھاگ دوڑ کرنی پڑی ہوگی تمہیں، چہرے سے ہی کتنے کمزور لگ رہے ہو، تم ہمارے آنے کا انتظار کر لیتے تو ہمیں تب بھی اتنی ہی خوشی ہوتی جتنا کہ ابھی ہے۔'' محبت سے لبریز نظروں سے عارش کو دیکھتیں فاطمہ شکایت کرنے کے باوجود خوشی اور فکر میں بھی مبتلا تھیں۔

''چچی جان! تنہا ان حضرت نے کچھ نہیں کیا، اس گھر کا کونہ کونہ، چپہ چپہ ہم سب نے مل کر سجایا ہے۔'' منیزہ فوراً بولی تھی۔

''اس کا مطلب ہے کہ عارش تنہا نہیں ہے، اس سرپرائز میں سب شامل ہیں؟'' احمد حسین نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''عارش! تم خوامخواہ پریشان ہو رہے تھے، تمہارے اس سرپرائز پر سب ہی خوش ہیں کوئی ناراض نہیں۔'' مصطفیٰ حسین نے عارش سے کہا تھا۔

''ناراضی کا تو سوال ہی نہیں، اس نے اتنی محنت کے بعد اپنا گھر بنایا ہے، اس کی کامیابی میری کامیابی ہے، میں تو دعا کر رہا ہوں کہ اسے آگے بھی ایسے ہی کامیابیاں ملتی رہیں۔'' پرشفقت نگاہوں سے احمد حسین نے عارش کو دیکھا تھا۔

''یہ سب کچھ آپ کی وجہ سے ہی ہے ماموں جان! مگر یہ گھر آپ کا اور مامی کا ہے، میرا بالکل بھی نہیں۔'' عارش کی بات پر وہ مسکرائے تھے۔

''احمد! مجھے آج ہی بتا دو کہ سرگودھا جانے کا ارادہ کب ہے، میں نے تو یہی سوچ رکھا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہی بھائی صاحب کی طرف جاؤں گا، ڈاکٹرز نے انہیں بائی پاس کروانے کی ڈیٹ دے دی ہے۔'' مصطفیٰ حسین نے سوالیہ نظروں سے ان کے چہرے پر پھیلی تشویش کو بھی دیکھا تھا۔

''ایئرپورٹ پر ان سے بات کرنے کے بعد تو اب میں بھی جلد از جلد ان کے پاس جانا چاہتا ہوں، مگر عارش اور خرمن کی طرف سے کچھ پریشانی ہوگی، اس کی پڑھائی اور عارش کی جاب۔''

''آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں ماموں جان! میں اور خرمن دونوں ہی چاہتے ہیں کہ آپ اور مامی بڑے ماموں کے پاس جائیں، وہاں سب کے ساتھ وقت گزاریں اور آپ کو وہاں ایک مسجد کی تعمیر بھی تو کروانی ہے، آپ کو وہاں بھی وقت دینا ہوگا، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی یہ شدید خواہش بھی پوری ہو جائے۔'' عارش نے کہا تھا۔

''مجھے اس بارے میں عارش نے بتایا تھا، میں بھی اس نیک عمل میں تمہارے ساتھ حصہ ڈالنا چاہتا ہوں، تمہاری طرح میں بھی کافی عرصے سے بھائی صاحب سے دور ہوں، ان کی صحت بہت گر چکی ہے، ہم دونوں ان کے قریب ہوں گے تو انہیں ڈھارس ملے گی۔'' مصطفیٰ حسین کے کہنے پر انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر تائید کی تھی۔

''تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ خرمن کی رخصتی کر کے سرگودھا چلو، ذمے داری پوری ہو جائے گی تو تمہیں یہاں سے اطمینان رہے گا وہاں جا کر۔'' مصطفیٰ حسین کے مشورے نے جہاں عارش کو ششدر کر دیا تھا، وہیں منیزہ نے جان بوجھ کر شرارت سے کھانستے ہوئے خرمن کو متوجہ کرنا چاہا تھا جو سر جھکائے ساکت بیٹھی تھی جبکہ احمد حسین کو بھی اس مشورے پر غور کرنا پڑا تھا۔

''فاطمہ! یہی ٹھیک رہے گا، رخصتی تو کرنی ہی ہے، بہتر ہے کہ جلد اس فرض سے فارغ ہو جاؤ، سرگودھا میں جانے کتنے دن لگ جائیں، اچھے مقصد سے جا رہے ہیں جن کو پورا ہونے میں ایک دو دن تو لگیں گے نہیں، باقی جو مناسب لگے ویسا کرو۔'' مصطفیٰ حسین کی بیوی فاطمہ سے مخاطب ہوئی تھیں۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابی! میں اور فاطمہ کل آپ کی طرف ہی آ کر اس معاملے پر بات کرتے ہیں، بڑے بھائی صاحب کے پاس جانے میں، میں اب مزید دیر نہیں کرنا چاہتا، پہلے ہی بہت وقت ہاتھ سے نکل چکا ہے۔'' احمد حسین کے سنجیدہ لہجے پر مصطفیٰ حسین نے انہیں دیکھا تھا مگر کچھ بول نہیں سکے تھے، دوسری جانب حق دق بیٹھے عارش نے ایک نگاہ خرمن پر ڈالی تھی جس کے چہرے کا رنگ سفید ہو رہا تھا۔

''اب اسی خوشی میں، میں چائے پر زبردست اہتمام کرتی ہوں، عارش! چلو میری مدد کے لیے ساتھ آؤ۔'' منیزہ چہکتی ہوئی عارش کو اشارہ کرتی گئی تھی۔

''یہ سب کہاں سے کہاں جا رہا ہے منیزہ! میں ڈسٹرب ہو رہا ہوں، یہ سب قبل از وقت ہے، خرمن بھی ذہنی طور پر تیار نہیں ہوگی۔'' کچن میں آتے ہی عارش شدید جھلائے انداز میں بولا تھا۔

''بات سنو! وہ نکاح کے دن سے ہی ذہنی طور پر رخصتی کے لیے تیار ہوگی اور تم کیوں ڈسٹرب ہونے لگے، مجھے پتہ ہے دل میں تو جشن ہو رہا ہے تمہارے۔'' منیزہ کے معنی خیز لہجے پر وہ مزید کوفت میں مبتلا ہوا تھا۔

''ایسا بالکل نہیں ہے، میں نے اتنی جلدی ایسا کچھ نہیں سوچا تھا۔''

''تو اب سوچ لو، چچا جان کو جانے سرگودھا میں کتنا عرصہ لگ جائے، تینوں بھائی ایک طویل مدت کے بعد ملیں گے اور تم خود بھی تو چاہتے تھے کہ چچا جان اور چچی جان اپنے قریبی رشتوں کے ساتھ کچھ عرصہ گزاریں وہ جائیں گے تو واپسی کا کوئی ایک دن متعین کر کے نہیں، تو ظاہر ہے خرمن کو اور تمہیں ایسے ہی تو نہیں چھوڑ کر جا سکتے۔'' منیزہ نے گھرکنے والے انداز میں کہا تھا۔

''ہم دونوں ایسے بھی ٹھیک ہیں مگر ماموں جان تو شاید دس سال بعد بھی میری اور خرمن کی فکر میں ہلکان رہیں گے۔''

''عارش! اتنے اچھے کام ایک ساتھ ہونے جا رہے ہیں، درمیان میں کوئی رخنہ نہ ڈالو تو بہتر ہے، لیکن پھر بھی اعتراض ہے تو میں ابھی جا کر سب کے سامنے...!''

''اب ایسی بھی بات نہیں۔'' عارش سرعت سے اس کے راستے میں آیا تھا۔

''میں نے جو کہا وہ بھول جاؤ اور اپنا کام کرو۔'' منیزہ کے گھورنے پر وہ جھلایا تھا، شام ڈھلنے تک مصطفیٰ حسین جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے، انہیں دروازے تک رخصت کرنے وہ بھی احمد حسین کے ساتھ گیا تھا اور جب واپس پلٹا تو توقع کے عین مطابق صورت حال تھی، تیور تو خرمن کے مصطفیٰ حسین کی موجودگی میں ہی بگڑ چکے تھے، یہ اور بات کے اس کی بس زبان ہی بند تھی مگر اب تو وہ جا چکے تھے خرمن کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا تھا۔

''وہ کون ہوتے ہیں میرے بارے میں فیصلہ کرنے والے، وہ تو چاہتے ہی یہی ہیں کہ آپ کی جان مجھ سے چھوٹ جائے، کیا میں سمجھ نہیں سکتی؟'' آنسو بہاتی وہ فاطمہ پر چیخ رہی تھی۔

''دیکھیں ذرا، کیا اول فول بول رہی ہے۔'' فاطمہ نے پریشان ہو کر احمد حسین سے کہا تھا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہوں میں، آخر ان سے ہی تو آپ کا رشتہ ہے، اب تو ان کی ہی چلے گی، ان کی ہی سنی جائے گی اس گھر میں۔'' وہ پھر چیخی تھی۔

''ماموں نے صرف ایک بات کی ہے، حکم تو صادر کر کے نہیں گئے وہ۔'' عارش خاموش نہیں رہ سکا تھا۔

''تم اپنا منہ بند رکھو، یہ ساری آگ تمہاری لگائی ہوئی ہے۔''

''خرمن! کس طرح بات کر رہی ہو تم؟'' غصیلی نظروں سے فاطمہ نے اسے دیکھا تھا، جبکہ عارش سرخ چہرے کے ساتھ

جارحانہ انداز میں لاؤنج سے ہی نہیں گھر سے ہی نکل گیا تھا۔

''تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میرے زندہ ہوتے ہوئے کوئی اور تمہارے لیے فیصلہ کرسکتا ہے؟ کس کو یہ حق حاصل ہوسکتا ہے؟'' نرم لہجے میں احمد حسین اس سے پوچھ رہے تھے جو چہرہ ہاتھوں سے چھپائے سسک رہی تھی۔

''تم میری بیٹی ہو، تمہارے لیے مجھے جو بہتر لگے گا میں وہ کروں گا اور مجھے پتہ ہے کہ تم میری کتنی فرمانبردار اولاد ہو۔'' اسے سینے سے لگائے وہ بولے تھے۔

''میں کبھی غیر ضروری باتوں کے لیے تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھنا چاہوں گا، مگر تم ہر بار میری تاکیدیں بھول جاتی ہو، تم تو یہ بھی پوچھنا بھول گئیں کہ میں نے اللہ سے تمہارے لیے کیا کچھ مانگا ہے۔'' اس کے آنسو خشک کرتے وہ بول رہے تھے۔

❀------O------❀

اندر آتے عثمان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''تمہارا رونا ابھی تک ختم نہیں ہوا؟'' عثمان نے شاپر زا سے تھمائے تھے۔

''تو کیا کروں، قسطوں میں رو رہی ہوں، اپنے ہی ماں باپ سے بات کرنے کا وقت نہیں مل رہا مجھے، منیزہ وغیرہ کے جانے کے بعد عروسہ آپی اور فاروق بھائی آ گئے تھے، ابھی کچھ دیر پہلے ہی گئے ہیں۔'' کچن میں آتی وہ بتا رہی تھی۔

''اور یہ اتنا کھانا باہر سے کیوں لے آئے؟ میں نے یہاں سب تیار کر رکھا تھا۔''

''یہ سب عارش نے میرے حوالے کیا ہے۔'' فریج میں سے پانی کی بائٹل نکالتا وہ بتا رہا تھا۔

''وہ خود کہاں ہے، امی بابا کھانے پر تم دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔''

''پتہ نہیں، وہ مجھے ریڈیو اسٹیشن پک کرنے آیا تھا، ابھی گیٹ پر ڈراپ کر کے خود کہیں چلا گیا، آ جائے گا کچھ دیر میں، انکل آنٹی کہاں ہیں؟ میں تو ایئرپورٹ پر ہی ملا تھا ان سے۔''

''وہ اپنا کمرہ دیکھ رہے ہیں، اب گھر دیکھنے کا وقت ملا ہے دونوں کو۔''

''خوش ہیں؟''

''ظاہر ہے، عارش کا سرپرائز گفٹ ہے یہ گھر، خوش تو ہونا ہی ہے۔'' شاپر ز خالی کرتی وہ بے دلی سے بولی تھی۔

''دنیا خوش ہوگی، مگر تم خوش نہ ہونا۔'' پانی کے گھونٹ لیتا عثمان ٹیبل کے کنارے بیٹھ گیا تھا۔

''جاب کیسی جا رہی ہے تمہاری؟'' اس کا طنز نظر انداز کرتی وہ پوچھ رہی تھی۔

''اچھی جا رہی ہے، بیلا تو نہیں آئی ہوگی؟'' جواب دیتے ہوئے وہ سوال کر رہا تھا۔

''کیسے آئے گی؟ پابندیاں جو لگی ہیں۔'' پلیٹیں صاف کرتی وہ طنزاً بولی تھی۔

''یہی پابندیاں رنگ لائیں گی، ذرا وقت آنے دو۔'' عثمان کے ناگوار لہجے پر وہ چونکی تھی۔

''وہ کب تک اپنی ضد پر قائم رہ سکیں گی؟ تھوڑا صبر کرو، سب کچھ تمہارے حق میں ہو جائے گا۔''

''صبر کی بات مت کرو، صبر کرتے کرتے دن، مہینے، سال پر سال گزرتے چلے گئے ہیں، کیا حاصل وصول ہوا؟'' وہ بگڑا تھا۔

''تو پھر اور کیا کر سکتے ہو تم؟''

''جب چاند چڑھے گا تو دنیا دیکھے گی۔'' وہ تلخی سے بولا تھا۔

''کوئی غلط قدم اٹھانے کی کوشش مت کرنا۔'' خرمن نے تنبیہہ کی تھی۔

''ابھی بھی کہاں سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے، سب دکھائی تو دے رہا ہے تمہیں۔'' عثمان کے ناگوار لہجے پر وہ کچھ کہتے کہتے رکی تھی کہ باہر سے مانوس آواز ابھری تھی اور اگلے ہی پل عارش کے ساتھ آتی بیلا نے اسے خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔

''مبارک ہو امی، بابا کی واپسی۔'' بیلا ہنستے ہوئے خرمن کے گلے سے لگی تھی جبکہ عارش نے بغور عثمان کے چہرے کو دیکھا تھا، بیلا کی آمد نے اس کی آنکھوں میں بھی روشنیاں سی بھر دی تھیں۔

''صرف تمہارے لیے اسے یہاں تک لے کر آیا ہوں۔'' پانی کا گلاس عثمان سے لیتے ہوئے عارش جتانا نہیں بھولا تھا۔

''ماں! تم کیسے ہو؟ خرمن تمہارا خیال رکھ بھی رہی ہے یا نہیں؟'' قریب آتی بیلا نے ہنستے ہوئے ایک پل کو اپنا چہرہ اس کے گریبان سے ٹکایا تھا اور اس کا بازو تھامے قریب ہی کھڑی ہوگئی تھی جبکہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے عارش نے خرمن کو دیکھا تھا، جو کڑی نظروں سے بیلا کی اس گرمجوشی کو دیکھ رہی تھی۔

''زیادہ گھورنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، ابھی تو یہ تمہاری وجہ سے بہت تکلف کے ساتھ مجھ سے ملی ہے۔'' عثمان نے خشمگیں لہجے میں خرمن کو جتایا تھا۔

''توبہ ہے ماں!'' جھٹ سے اس کا بازو چھوڑ کر دور ہوتی بیلا شرمندہ ہوئی تھی۔

''یہ تمہارا ہم پر احسان ہے بیلا! کہ تم نے اتنا تکلف رکھا اگر یہ بھی نہ رکھتیں تو ہم تو پڑے ہوتے یہاں بے ہوش۔'' عارش نے مسکراتی نظروں سے بیلا کو دیکھا تھا، جو چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی شرمانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''تم بھی ذرا تکلف قائم رکھو ورنہ لٹیرے محافظ کے چرچے بلا تکلف پھیل جائیں گے۔'' عثمان کی دھمکی پر وہ گڑبڑا ہی تو گیا تھا۔

''پھیلا بعد میں دینا پہلے مجھے تو بتا دو اس محافظ کے بارے میں؟'' بیلا حیرانی سے بولی تھی۔

''تم کہاں اس کی بک بک سننے رک گئیں، امی بابا سے تو ملو جا کر۔'' خرمن نے ناگواری ضبط کرتے ہوئے بیلا سے کہا تھا۔

''لو، میں تو بھول ہی گئی، انکل آنٹی سے ملوانے کا بہانہ بنا کر عارش نے مجھے یہاں لانے کی اجازت بھائی سے لی تھی۔'' ہول کر بولتی بیلا فوراً ہی کچن سے نکل گئی تھی۔

''وہ سچ کہہ گئی ہے، یہی بہانہ بنا کر لائے ہو؟'' عثمان نے مشکوک نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔

''نہیں...رات کے ایک بجے میں اسے آئسکریم کھلانے کے بہانے لے کر نکلا تھا۔'' خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتا عارش جانے کے لیے پلٹ گیا تھا۔

''میں قتل نہ کر دیتا تمہیں۔'' عثمان نے پیچھے سے للکارا تھا۔

''تمہارے عزیز از جان بہنوئی نے اسے زندہ چھوڑنا تھا جو تمہاری باری آتی؟'' دسترخوان اٹھائے کچن سے نکلتی خرمن نے عثمان کو گھورا تھا۔

⊛------○------⊛

وقت کو جیسے پر لگ گئے تھے اور اس کا ساتھ دینے کے لیے کچھ عجلت کا مظاہرہ کرنا پڑا تھا، احمد حسین اور فاطمہ کے لیے یہ خوشی کیا کم تھی کہ وہ اپنی قیمتی متاع اس کے حوالے کرنے جا رہے تھے، جو اس کا اہل تھا، جو ان کی محبتوں کا محور بھی تھا، یہ دوہری خوشی ان کے لیے قدرت کا انعام ہی تھی۔

رات بہت خاموشی سے گہری ہوتی جا رہی تھی، کمرے میں داخل ہوتے ہوئے وہ حیران نہیں ہوئے تھے کہ فاطمہ ان زرق برق کپڑوں کو ترتیب دینے میں مگن تھیں جو خرمن کے لیے انہوں نے تیار کروائے تھے، احمد حسین کو ان کے چہرے پر بہت انوکھی چمک دکھائی دی تھی، مگر یکا یک ہی ان کی آنکھوں میں نمی بھی چمک اٹھی تھی، سرخ زرتار دوپٹے کو ہاتھوں میں لیتے ہوئے وہ احمد حسین کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

''ایسا لگ رہا ہے جیسے کل کی ہی بات ہو جب آپ نے پہلی بار اس کے ننھے وجود کو میری بانہوں میں دیا تھا، جب میں نے پہلی نظر اس کے چہرے پر ڈالی تھی، کیا بتاؤں کیا وقت تھا وہ، زمین کی گردش بھی رک گئی تھی، کیسا معجزہ تھا وہ، میرے خواب سے نکل کر وہ اچانک میری بانہوں میں آ گئی تھی۔'' فاطمہ عجیب سی کیفیت میں بولتی جا رہی تھیں۔

''میری گود میں چھپ کر کیسے کیسے طوفان اس کے ننھے وجود نے اٹھا دیئے تھے، اپنے پرائے ہوگئے، اپنا گھر، شہر سب کچھ چھوڑنا پڑا تھا ہمیں، اس نے ہماری زندگی میں آ کر ہماری آنکھیں کھول دی تھیں، ہمیں دنیا کی پہچان کروادی تھی، وہ ہمیں اپنے ساتھ کتنی الگ اور خوبصورت دنیا میں لے آئی تھی، میرے گھر، آنگن کا چاند ہے وہ، جس کی چاندنی نے میری پیاسی مامتا کو قرار دیا، آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی، اس کی قلقاریوں نے ہماری زندگی پر چھائے سناٹوں کو توڑ دیا تھا، کتنی طاقت تھی اس کے چھوٹے سے وجود میں، وہ جب ہنستی تھی تو دنیا جنت بن جاتی تھی اور جب روتی تھی تو کائنات بھی اداس ہوجاتی تھی، جب پہلی بار ایک دن وہ آپ کا دامن پکڑ کر اپنے ننھے پیروں پر کھڑی ہوئی تھی تو آپ نے کتنی بار اس کے پیروں کو چوما تھا، اس کا صدقہ اتارا تھا، اسے پروان چڑھاتے ہوئے ہم ہر غم کو بھول گئے اور اب.....وہ اپنی زندگی کا ایک نیا سفر شروع کرنے جارہی ہے، میں اسے دلہن کے روپ میں دیکھوں گی، اس کے بعد اس دنیا میں مجھے اپنے لیے کچھ نہیں چاہیے ہوگا۔'' نم لہجے میں بولتے ہوئے فاطمہ خاموش ہوگئی تھیں، خرمن کی موجودگی کا احساس انہیں ہوگیا تھا، وہ ان کے شانے میں چہرہ چھپائے سسک اٹھی تھی، اپنی گردن میں حمائل اس کے ہاتھ کو چومتیں فاطمہ بے آواز رو رہی تھی۔

کمرے میں آتے عارش نے حیرت سے اس سوگوار منظر کو دیکھا تھا۔

''عارش! تمہارے منع کرنے کے باوجود یہ پھر رو رہی ہیں اور میری بیٹی کو بھی رلا رلا کر بے حال کرچکی ہیں۔'' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ احمد حسین نے فاطمہ کی جیسے شکایت کی تھی۔

''بس کرو بیٹا!'' احمد حسین نے خرمن کا سر تھپتھپایا تھا، جبکہ فاطمہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے خرمن کا سر اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔

''تم کیوں اس طرح دیکھ رہے ہو، ماں ہوں میں رونا تو آئے گا۔'' عارش کے خاموشی سے دیکھتے رہنے پر فاطمہ خفت سے بولی تھیں۔

''رونے کی کوئی وجہ تو ہو۔'' وہ بگڑ کر بولا تھا۔

''تم نہیں سمجھو گے، جب تمہاری اولاد ہوگی تب احساس ہوگا تمہیں ہمارا۔'' فاطمہ بولی تھیں۔

''بھئی! یہ بیٹے کی خوشی کے بھی آنسو ہیں، تمہیں سمجھنا چاہیے۔'' احمد حسین نے عارش سے کہا تھا۔

''خوشی کے نہیں یہ غم کے آنسو ہیں، میرے لیے چاند سی دلہن لانے کا خواب مامی کا چکنا چور ہوچکا ہے۔'' عارش نے خاص طور پر اسے سنایا تھا جو فاطمہ کی گود میں چہرہ چھپائے لیٹی تھی۔

''عارش! میں بہت ماروں گی تمہیں، کوئی کمی نہیں ہے میری بیٹی میں۔'' فاطمہ نے بے ساختہ مسکراتے ہوئے اسے گھر کا تھا۔

''ہمارا بیٹا بھی کسی سے کم نہیں ہے۔'' احمد حسین نے عارش کی فیور میں کہا تھا۔

''ماموں جان! آپ کا یہ سچ کسی کو ہضم نہیں ہورہا، آپ کو اندازہ ہے؟'' عارش کا اشارہ یقیناً خرمن کی طرف تھا، فاطمہ کی خشمگیں نظروں پر وہ شرارت سے ہنسا تھا جبکہ اس کے روشن چہرے کو دیکھتے ہوئے فاطمہ نے آج پھر دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری تھی۔

❁-----O-----❁

گہری تاریکی میں صرف سنائی دے رہی تھی ایک چاپ، کسی کے قدموں تلے چرچراتے سوکھے پتوں کی ہولناک سی آوازیں، اس تاریکی میں کون کسے تلاش کررہا تھا؟ چرچراتے پتوں کے ساتھ کسی کی گہری سانسیں جیسے کسی کا دم گھٹ رہا ہو، دھیرے دھیرے کچھ اور آوازیں بھی کہیں دور بہت دور سے ابھرنے لگی تھیں، کوئی اذیت سے کراہ رہا تھا، بین کررہا تھا، شاید ماتم کدہ وہاں موجود تھا، سانسوں کی سرسراہٹیں اور پتوں کی چنگھاڑیں بڑھتی جارہی تھیں، بھٹکتے قدم ان آوازوں کو ڈھونڈ رہے

تھے جو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں، کچھ ہیولے تاریکی میں نمودار ہوئے تھے اور پھر، روشنی کا ایک جھما کا سا ہوا تھا، ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے اس کی نظر سامنے ڈریسنگ کے آئینے پر ساکت ہوگئی تھی۔

آئینے میں نظر آتا عکس اس کے لیے اجنبی تھا، اس چہرے پر وحشتیں ہی وحشتیں تھیں، سانسیں اتھل پتھل تھیں، زرد جوڑے میں ملبوس اپنے ہی عکس کو وہ پہچان نہیں پا رہی تھی، حلق میں چبھتے کانٹوں کو نگلتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھوں میں موجود زرد پھولوں کے کنگن کو دیکھا تھا، آہستہ آہستہ اس کے حواس جاگنے لگے تھے، ابٹن کی مہک پورے کمرے کی فضا میں پھیلی ہوئی تھی، اسے یاد آ گیا تھا، کیا ہو چکا تھا اور کیا ہونے جا رہا ہے، اس کا دل ڈوب رہا تھا، سانسیں رک رہی تھیں۔

''خرمن!'' قریب ہی سوئی منیزہ کی سوئی ہوئی آواز نے بھی اسے متوجہ نہیں کیا تھا۔

''خرمن! کیا ہوا؟'' سرعت سے منیزہ اٹھ بیٹھی تھی۔

''تمہاری طبیعت تو بہتر ہے؟ ان ہیلر چاہیے تمہیں؟'' اس کی گہری سانسوں پر منیزہ تشویش سے اندازہ لگاتی بیڈ سے اترنا چاہتی تھی، مگر خرمن نے اس کا ہاتھ تھام کر روک لیا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں، بس کچھ بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی۔'' اس کے لرزتے لہجے پر منیزہ نے بغور اسے دیکھا تھا، مدھم روشنی میں بھی اس کے چہرے پر عجیب سی وحشت کے تاثرات نمایاں تھے۔

''کچھ پینے کے لیے لے آؤں، جوس یا دودھ؟ تم نے کھانا بھی تو ٹھیک سے نہیں کھایا تھا۔'' اس کے کندھے پر پڑی زرد پھولوں میں گندھی چوٹی ٹھیک کرتے ہوئے منیزہ بولی تھی۔

''نہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ لرزتے لہجے میں بولی تھی، چند لمحوں تک منیزہ اسے دیکھتی رہی تھی اور پھر مسکراتے ہوئے اس کے شانوں پر گرا زرد دوپٹہ اس کے سر پر پہنا دیا تھا۔

''بہت خوبصورت لگ رہی ہو اس روپ میں، کاش! عارش تمہیں دیکھ سکتا۔'' وہ شرارت سے مسکرائی تھی۔

''میں نے تمہاری تصویریں اپنے سیل کے کیمرے سے لے کر عارش کو دکھائی تھیں کہ اسے کچھ تو ڈھارس ملے، مگر وہ بدتمیز بجائے تعریف کرنے کے ہر تصویر کا مذاق اڑا رہا تھا، میں نے بھی خوب باتیں سنائی تھیں اسے، تم بھی بدلہ لینا مت بھولنا۔'' منیزہ اسے تاکید کرتی ہنسی تھی۔

''خوامخواہ بن رہا تھا ورنہ مجھے پتہ ہے دل ہی دل میں تم پر واری صدقے جا رہا ہوگا۔'' منیزہ کے مسکراتے لہجے پر وہ بس سپاٹ چہرے کے ساتھ یک ٹک اپنے ہاتھوں کو تک رہی تھی۔

''خرمن! تم خوش ہو؟'' کچھ چونک کر منیزہ نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا تھا، جواباً خرمن نے نظر اٹھائی تھی، منیزہ دھک سے رہ گئی تھی، اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں نے منیزہ کو خدشوں سے دوچار کیا تھا۔

''خرمن! وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے، میں نے اس کی آنکھوں میں تمہاری محبت کی شدت دیکھی ہے، تمہارے دل میں بھی اس کے لیے محبت ہے ناں؟'' منیزہ کے سوال پر اس نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ بس اسے دیکھا تھا۔

''خرمن!'' منیزہ کا دل مٹھی میں جکڑ گیا تھا جبکہ خرمن ضبط توڑتی اس کے شانے پر سر رکھے گھٹ گھٹ کر رونا شروع کر چکی تھی، ساکت بیٹھی منیزہ کی آنکھوں کے سامنے عارش کا چہرہ گھوم رہا تھا، وہ قبول نہیں کرے گا یہ سچ مگر منیزہ جانتی تھی کہ وہ اپنی شادی کے لیے کتنا پرجوش ہو رہا ہے، کتنا بے تاب ہے وہ اپنی محبت کو پانے کے لیے، اپارٹمنٹ میں خرمن کا کمرہ سجانے کے لیے عارش نے اپنے ساتھ ساتھ سب کو ہی گھن چکر بنا دیا تھا، آج بھی وہ عروسہ کے ساتھ مل کر کمرے کو ڈیکوریٹ کر کے عارش سے اوکے کروا کر واپس آئی تھی، رخصتی سے پانچ دن پہلے ہی عارش اسے خرمن کے پاس لے آیا تھا، خرمن کے کمرے کے سامنے گزرنا بھی عارش کے لیے منیزہ نے عذاب کر دیا تھا، اس کی چھیڑ چھاڑ پر جو خوبصورت مسکراہٹ عارش کے چہرے پر نمودار ہوتی تھی اسے یاد کرتے ہوئے منیزہ کی آنکھیں نم ہوگئی تھیں۔

''خرمن! اگر یہ سچ ہے تو فکر مت کرو، اس کی محبت تمہارے دل میں بھی اپنی محبت کو بیدار کر دے گی۔'' اس کی پشت کو

دھیرے سے سہلاتے ہوئے منیزہ کا لہجہ پر یقین تھا۔

❀------O------❀

عروسہ کے ساتھ وہ بھی بڑی توجہ اور مہارت کے ساتھ خرمن کو سنوارنے میں مصروف تھی۔ آج عروسہ نے تمام کلائنٹس کے لیے پارلر بند کر دیا تھا۔ کوئی بکنگ بھی نہیں رکھی تھی۔ لہٰذا بہت اطمینان سے وہ اُسے دُلہن بنا رہی تھیں۔ منیزہ کی موجودگی میں ماحول خوشگوار بھی تھا۔ خرمن کو فائنل ٹچ دینے کے لیے عروسہ کے حوالے کر کے اس نے منیزہ کا میک اَپ کیا تھا اور پھر عروسہ کی ہدایت پر خود بھی چینج کرنے کے لیے اوپر چلی آئی تھی۔ عجلت میں ہی اس نے نادیہ اور چھوٹے فائز کو تیار کیا تھا۔ کیونکہ خرمن کے ساتھ منیزہ اور عروسہ کو پہلے نکلنا تھا۔ دونوں بچے بھی ساتھ جا رہے تھے اور ان سب کو لے کر میرج لان تک فاروق جا رہے تھے۔ اسے تو گھر لاک کر کے آخر میں فاران کے ساتھ پہنچنا تھا، لہٰذا سب طرف سے اطمینان کرنے کے بعد اس نے اپنی تیاری شروع کر دی تھی۔ کانوں میں آویزے ڈالتی وہ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو انتہائی سنجیدہ تاثرات کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ کسی نئی ہدایت یا پابندی کے لیے وہ ذہنی طور پر تیار نہ تھی اور نہ ہی تیار ہونا چاہتی تھی۔

''آج عروسہ، خرمن کی طرف رُکے گی۔ مگر تم میرے ساتھ واپس آؤ گی۔ رکنا نہیں ہے تم نے وہاں۔'' ان کے تنبیہی لہجے پر وہ دنگ ہوئی تھی۔

''مگر میں نے بھابی سے کہہ دیا تھا کہ......''

''تم نے کس سے کہا، کیا نہیں، یہ مجھے مت بتاؤ۔ جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔'' وہ انتہائی سختی سے بولے تھے۔

''اگر میں آج رات وہاں رک گئی تو کیا ہو جائے گا؟'' اس کے سرد لہجے پر فاروق کے قدم رُکے تھے۔

''میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی یا آپ؟'' اس کے لرزتے مگر تلخ لہجے پر فاروق کا چہرہ غصے سے انگارہ ہوا تھا۔

''بدزبان لڑکی!'' شعلہ بار آنکھوں سے اسے دیکھتے وہ قریب آئے تھے۔ اگلے ہی پل وہ ان کے زناٹے دار تھپڑ سے لڑکھڑاتی ڈریسنگ کی طرف جا گری تھی۔

''ایسا وقت آنے سے پہلے میں تمہیں زمین میں اُتار دوں گا۔'' خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے وہ کمرے سے نکل گئے تھے۔ ڈریسنگ کے کنارے سے پیشانی ٹکائے وہ سسک اُٹھی تھی۔ خون کی ایک باریک لکیر اس کی ناک کی نوک تک چلی آئی تھی۔

❀------O------❀

روشنیوں سے منور اس خطے کی ساری خوبصورتی اس وقت ماند پڑ گئی تھی، جب عروسی لباس میں تمام ہتھیاروں سے لیس وہ ریڈ کارپٹ پر نمودار ہوئی تھی۔ منیزہ اور عروسہ کی سنگت میں وہ مغلیہ شہزادی ہی لگ رہی تھی۔ اس کا جھلمل کرتا سراپا آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ احمد حسین اور فاطمہ نے اسے قیمتی موتی کی طرح سیپ میں چھپا کر رکھا تھا، مگر آج اُس کا روشنیاں لٹاتا روپ سب کی بصارتوں کو دنگ کر رہا تھا۔ اس کی مدھم لہروں کی طرح اُٹھتی چال میں ایک عجیب سا شاہانہ انداز تھا۔ وہ جو سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی، اس کا دل لرز رہا تھا۔ ایک خوف کا ہالہ اس کے گرد تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ اردگرد بکھرے لوگوں میں ایسے کتنے لوگ ہوں گے جن کی نظروں میں تمسخر ہوگا، طنز ہوگا؟ کوئی انگلی بھی تو اس کی طرف اُٹھ سکتی ہے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی اس کا تماشا لگے گا اور سب لوگ تماش بین بن کر اس کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر دیں گے۔ کسی کے ہاتھ میں پتھر ہوگا اور کسی کی زبان پر اس کی سیاہ حقیقت۔ نم آنکھوں کے ساتھ فاطمہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ گہری سانس لے کر احمد حسین نے بھی ایک پُرتشکر نگاہ آسمان پر ڈالنے کے بعد اس کی طرف دیکھا تھا جو طمطراق کے ساتھ خوبصورت نشست پر براجمان ہو چکی تھی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' اُس کا عروسی سرخ دوپٹہ درست کرتی منیزہ نے مسکراتے ہوئے اس کی جھکی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ نظر

اٹھا کر بس ایک پل میں ہی اس نے اپنے اردگرد کا جائزہ لیا تھا مگر اسے تو کہیں بھی نفرت وحقارت نظر آئی، نہ ہی کوئی تمسخر۔ اپنی طرف متوجہ نظروں میں اسے اشتیاق، تجسس اور تعریف وتوصیف ہی نظر آئی تھی۔ احمد حسین اور فاطمہ کے لیے سب کچھ اس وقت مکمل ہو گیا تھا، جب آف وائٹ لباس میں اپنے نمایاں دراز قد وقامت اور روشن چہرے کے ساتھ وہ خرمن کے قریب نظر آیا تھا۔

فوٹو سیشن شروع ہو چکا تھا۔ لہٰذا منیزہ، عروسہ کو خرمن کے پاس چھوڑ کر عثمان کی طرف چلی آئی تھی، جو فوٹو گرافر کے ساتھ خود بھی اپنے کیمرے میں خرمن اور عارش کے فوکس لے رہا تھا۔

''سب آ گئے، یہ بیلا کہاں رہ گئی؟''

''اُس کا میک اپ مکمل ہونے میں ہی دس گھنٹے لگتے ہیں۔ میری طرح تم بھی صبر کا دامن تھامے رکھو۔'' وہ مسکرایا تھا۔

''میری خیر ہے، مگر تمہیں تو اس کی آمد کے بعد بھی صبر کرنا پڑے گا۔ بھائی صاحب زیادہ دور نہیں ہیں۔'' فاروق کی طرف اشارہ کرتی وہ کھلکھلائی تھی۔

''انہیں کون گنتی میں لیتا ہے؟'' وہ سر جھٹک کر بولا تھا

''بہت کونفیڈنس ہے۔ مگر کچھ اوور ہو رہا ہے۔'' منیزہ ہنستے ہوئے یکدم چونکی تھی۔

''لو بھئی! خوش ہو جاؤ۔ جس کا انتظار تھا وہ شاہکار آ گیا۔'' عثمان سے مخاطب ہوتی منیزہ خود ہی بیلا کی طرف بڑھ گئی تھی۔ ایک بار پھر گردن موڑ کر عثمان نے دیکھا تھا۔ وہ دونوں اسی طرف آ رہی تھیں۔ تب ہی بیلا کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کے تاثرات بدلے تھے۔ عثمان سے نظریں چراتے ہوئے وہ منیزہ کے ہمراہ رُکے بغیر خرمن کے پاس جا پہنچی تھی۔ چند لمحوں تک وہ لب بھینچے بیلا کو دیکھتا رہا تھا، جو اپنا چہرہ چھپانے کی کوشش میں منیزہ اور خرمن کی طرف متوجہ تھی۔ مگر وہ عثمان سے نہ اپنا چہرہ چھپا سکتی تھی، نہ حقیقت۔ اشارے سے عارش سے اجازت لیتا وہ پلٹ کر فاران کی تلاش میں نکل گیا تھا۔ مگر ایک جلتی نگاہ فاروق پر ڈالنا نہیں بھولا تھا، جو مسکراتے ہوئے احمد حسین سے کوئی بات کر رہے تھے۔

عثمان کی پکار پر عروسہ اس کی طرف پلٹی تھیں اور پھر سنجیدہ ہوتے چہرے کے ساتھ اس کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

''آپ جانتی ہیں کیا، کیا ہے انہوں نے بیلا کے ساتھ؟'' وہ مدھم مگر بھڑکتے لہجے میں بولا تھا۔

''بتایا ہے مجھے انہوں نے، بیلا نے ان کے ساتھ زبان درازی کی تھی۔'' اس سے نظر ملائے بغیر وہ کمزور لہجے میں بولی تھیں۔

''زبان درازی کی تھی تو زبان کاٹ دیتے اس کی، گلا گھونٹ دیتے۔'' وہ بھڑکا تھا۔

''وہ بہن ہے ان کی۔ ان کو جو ٹھیک لگے گا، کریں گے۔'' عروسہ نے غصیلی نظروں سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا تھا۔

''میرے سامنے دوبارہ یہ بات مت دہرایئے گا۔ آج کے بعد بیلا پر اگر کوئی ہاتھ اٹھا تو میں اس ہاتھ کو توڑ کر پھینک دوں گا۔'' اس کے خونخوار لہجے سے زیادہ اس کے چہرے پر پھیلے اشتعال نے عروسہ کو گنگ کر دیا تھا، ساکت نظروں سے وہ اسے دیکھ رہی تھیں جو ان کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔

''وہاں وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے، جلدی جاؤ۔ پریشان مت ہو۔ میں یہاں سب سنبھال لوں گی۔'' منیزہ کے سرگوشیانہ لہجے پر وہ جو تذبذب میں مبتلا تھی، اثبات میں سر ہلاتی اس کی جانب بڑھ گئی تھی جہاں بالکل الگ تھلگ موجود مصنوعی آبشار جگمگا رہا تھا۔ آبشار کی خوبصورتی کو نمایاں رکھنے کے لیے آبشار کے اردگرد ہی فینسی لائٹس موجود تھیں، ان کی روشنی بس آبشار تک ہی محدود تھی۔ اس جگہ پر چہل پہل نہیں تھی، شاید اسی لیے عثمان نے اسے یہاں بلایا تھا۔ آبشار سے کچھ فاصلے پر اس کے قدم رک گئے تھے۔ دائیں جانب درخت کے چوڑے تنے سے پشت لگائے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا، جو نظر جھکائے سامنے آ رُکی تھی۔ مدھم ہوا سے اس کی پیشانی پر بکھرتے نرم تراشیدہ بال گہری چوٹ کے نشان کو اس کی نظروں سے اس وقت بھی نہیں چھپا سکے تھے۔ روشنی یہاں بہت زیادہ نہیں تھی مگر وہ تو پہلے ہی دیکھ چکا تھا کہ اس کے رخسار پر انگلیوں کے نیلے

نشان چھپے ہوئے ہیں جن کو میک اَپ سے چھپانے کی کوشش کی گئی تھی۔

''مجھ سے کوئی سوال مت کرنا۔'' لرزتے لہجے میں بولتے ہوئے بیلا نے نظر اُٹھا کر اُسے دیکھا تھا۔

''کوئی سوال پوچھنے کی کسر نہیں رہی ہے۔ میں انگاروں پر لوٹ رہا ہوں، تمہاری حالت دیکھ کر۔'' بھنچے لہجے میں بولتے ہوئے اس نے بیلا کا ہاتھ تھام کر قریب کیا تھا۔

''عثمان......!'' سرعت سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بیلا نے فاصلہ قائم رہنے دیا تھا۔

''کیوں......؟ اس بے حس انسان کی نفرت تم سمیٹ سکتی ہو، مگر محبت نہیں۔'' وہ مشتعل ہوا تھا۔

''مجھے ابھی وہ حق حاصل نہیں ہوا۔'' اس سے نظر چراتی وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

''تو پھر ٹھیک ہے۔'' فیصلہ کُن لہجے میں بولتے ہوئے عثمان نے دھیرے سے اُس کے دُکھتے رخسار پر ہاتھ رکھا تھا۔

''کل کا سورج تمہیں سارے حق دے کر ہی غروب ہوگا۔'' اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتا وہ قطعی انداز میں بولا تھا۔

❀------O------❀
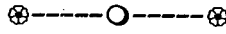
پھولوں کی مسحور کُن مہک نے اس خلوت کو کچھ ایسا جادو بخش دیا تھا کہ جس کا توڑ نہیں تھا، اس کے اردگرد جا بجا گلابوں کے دلکش رنگ پھیلے تھے۔ ایک ایک پنکھڑی سرمست تھی، خوش کُن لمحوں کے نشے میں ڈوبی تھی، ماحول کی ساری دلکشی، سارے رنگ اس کے وجود سے منسوب تھے، جس کا ہوش اُڑاتا رنگ و روپ پھولوں کو بھی مات دے رہا تھا۔ چاندنی اس کی آنکھوں میں اُتری ہوئی تھی۔ اَن چھوا کانچ جیسا وجود مشک بو میں جیسے ڈوب کر اُبھرا تھا، اور اس کی سانسیں تک روک گیا تھا، جو پتہ نہیں کتنے لمحوں تک بس ساکت نظروں سے اس کے چھلکتے حُسن کی رعنائیوں کو دیکھتا رہا تھا۔ خرمن کو ایک بار پھر اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا تھا۔ بس ایک پل کو اس نے اپنی بھاری پلکیں اُٹھائی تھیں، اس کے بعد یہ کام کرنے کی ہمت نہیں کر سکی تھی۔

اس کے چہرے سے نظر ہٹائے بغیر وہ اس کے قریب ہوا تھا۔ اس کی پیشانی پر نمایاں ہوتا دودھیا نشان، نگاہوں کو مرعوب کرنے کے لیے کافی تھا۔ مگر آج اس کا دبدبہ عارش کو زیر و زبر کرنے والا نہیں تھا۔ یہ سچ تھا کہ اس کی دودھیا روشنی آنکھیں چندھیا رہی تھی، اسے حد میں رہنے کی تنبیہ کر رہی تھی۔ مگر اب ایسا ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ ہر حد توڑنے کا اختیار اب وہ رکھتا تھا۔ دل اور نظر پر لگے ہزاروں پہرے آج ایک ایک کر کے ہٹنے والے تھے۔ پہلی بار چاہتوں کی شدت سے بے اختیار ہو کر مگر پورے استحقاق کے ساتھ اس نے دمکتے ہوئے ماہِ نیم کو اپنے ہونٹوں میں جذب کر لیا تھا۔ یہ کیفیت، یہ لمس پُرکیف تھا۔ وہ اپنے آپ کو بھولنے لگا تھا۔ اس ماہِ نیم کی چاندنی وہ آہستہ آہستہ اپنے دل میں اُترتی محسوس کر رہا تھا۔ دل کے کونے کونے میں جذب ہوتی چاندنی اُسے سرشار کر گئی تھی۔ ایک عجیب سا سرور عارش کی خمار زدہ آنکھوں میں اُتر آیا تھا، مگر اس کی جگمگاتی پیشانی کو بھی شاید یہ گستاخی برداشت نہیں ہوئی تھی، جب ہی تو اس پر پڑتی باریک شکنیں عارش کی نگاہوں سے چھپی نہیں رہ سکتی تھیں۔ خرمن کا چہرہ بے تاثر تھا، مگر سنگترے کی قاشوں جیسے اس کے لب لرز اُٹھے تھے اس بھرپور لمس پر۔ وہ کہاں واقف ہوئی تھی، قریب موجود شخص کی شدتوں سے جس کی سلگتی سانسیں اس کی پیشانی کو جھلسا گئی تھیں، جس کی پُرتپش گہری نگاہیں اس کے چہرے کو دہکا رہی تھیں۔ اگر یہ عارش ہے بھی تو وہ اس عارش کو نہیں جانتی تھی۔ یہ تو کوئی اور تھا جو اسے اپنے وجود میں سمٹ جانے پر مجبور کر رہا تھا، جس کی نگاہیں اسے کہیں چھپ جانے پر اُکسا رہی تھیں۔ دھڑکتے دل کے ساتھ وہ نظر جھکائے اس کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں موجود اپنے لرزتے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔ ایک جگمگاتی رِنگ وہ اس کی انگلی میں پہنا رہا تھا۔

''میں جانتا ہوں کہ یہ وقت تمہارے لیے بہت کٹھن ہے۔ مجھے کوئی شکایت نہیں اس سچ پر کہ میری محبت کی کوئی رمق تمہارے دل میں نہیں ہے، مگر مجھے یقین ہے کہ تم میری محبت کا خیر مقدم کرو گی۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ ماموں جان کی خوشی کے لیے ہی سہی مگر تم نے مجھے قبول کر لیا۔ میری زندگی میں شامل ہو کر تم نے مجھ پر احسان کیا ہے، مجھے تاریکیوں میں گھرنے سے بچایا ہے، میں نے تو صرف اپنے جذبے تمہارے لیے وقف کیے ہیں مگر تم نے اپنا سب کچھ میرے اختیار میں

دے دیا ہے، اپنے نام کے ساتھ میرے نام کو جوڑ کر تم نے مجھے ساتویں آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ اب اگر بدلے میں تمہارے لیے میں اپنے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تمہارے قدموں میں ڈال دوں تو اس کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔'' اس کی لرزتی پلکوں پر نظر جمائے وہ گہرے سنجیدہ لہجے میں بولا تھا اور پھر دھیرے سے اس کا سجا سنورا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اپنی طرف ذرا اُٹھایا تھا، اس کے قیامت خیز نقوش اپنی آنکھوں میں جذب کرتے ہوئے عارش کے دل کی دنیا درہم برہم ہوئی تھی۔ جبکہ آنکھیں بند کیے بیٹھی خزمن کا دل بھی بند ہونے لگا تھا۔

''میں چاہتا ہوں، تم میری آنکھوں میں دیکھو، اس محبت کو دیکھو جو تمہارے لیے میری آنکھوں میں سمٹ آئی ہے۔'' مدھم گمبھیر آواز کے ساتھ خزمن کو اپنی پیشانی پر مہکتی سلگتی سانسیں بکھرتی محسوس ہو رہی تھیں۔

❀------O------❀

رات گئے تک احمد حسین اور فاطمہ، عثمان کے والدین اور برہان سے فون پر مصروفِ گفتگو رہے۔ اس کے بعد کہیں جا کر نشست برخاست ہوئی تھی۔ عروسہ بھی منیزہ کے ساتھ جا رہی تھیں مگر اچانک ہی عثمان نے انہیں رکنے کے لیے کہا تھا۔ اس کی سنجیدگی اور معاملے کی نوعیت سے منیزہ واقف تھی مگر اسے یہی بہتر لگا تھا کہ دونوں بہن بھائی تنہائی میں ہی بات کریں تو اچھا ہے۔ لہٰذا وہ نیند کا بہانہ کرتی ٹیرس سے چلی گئی تھی۔ خاموش نظروں سے عروسہ نے اسے دیکھا تھا جو ان کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

''آپی! میں ہمیشہ سے آپ کے قریب رہا ہوں، اپنی ہر ضد ہر خواہش کے لیے میں آپ کی طرف دیکھا رہا ہوں۔ کیونکہ گھر میں ایک آپ ہی ہیں جن کے نزدیک میری چھوٹی چھوٹی خوشیوں کی بھی بہت اہمیت ہے۔ امی، ابو کے نزدیک میں جیسا بھی ہوں مگر آپ کے لیے میں برہان بھائی سے بھی زیادہ اچھا ہوں۔ میرے لیے آپ ان کو بھی نظرانداز کر سکتی ہیں۔ بچپن سے لے کر آج تک میری ہر مشکل کا حل آپ کے پاس رہا ہے۔ کیوں مجھے مجبور کیا جا رہا ہے کہ میں اس سے دستبردار ہو جاؤں؟ میری مشکل آسان کرنے کے بجائے کیوں مجھے عذاب میں دھکیلا جا رہا ہے؟ آپ کہہ دیں مجھ سے کہ میں آپ سب کی زندگی سے دور چلا جاؤں، میں آپ کی بات مان لوں گا، جاتے ہوئے یہ بھی بھول جاؤں گا کہ بیلا زندہ بھی رہے گی یا نہیں۔''

''مت کرو ایسی باتیں۔'' عروسہ نے دہل کر اسے دیکھا تھا۔

''اگر میرے منظر سے غائب ہونے پر آپ کے گھر کی خوشیاں سلامت رہتی ہیں تو میں بے وفائی کا مرتکب ہو جاؤں گا۔ بیلا سے کیا ہر وعدہ توڑ کر میں اپنا سیاہ چہرہ اس کے سامنے بھی نہیں لاؤں گا۔ امی ابو کو لگتا ہے کہ میں خودغرض ہو کر اپنی ہی بہن کا گھر توڑنے کا گناہ کر رہا ہوں۔ کیا آپ کو بھی ایسا لگتا ہے؟'' اس کے دزدیدہ لہجے نے عروسہ کے دل میں جیسے خنجر اُتارا تھا۔

''وہ غلط کہتے ہیں۔ فاروق کی وجہ سے وہ تمہیں باز رکھنے کے لیے ایسا کہتے ہیں، ورنہ مجھ سے بڑھ کر یہ کون جانتا ہے کہ تمہیں اپنی بہن کی، اس کے گھر کی خوشیوں کی کتنی پروا ہے۔'' عروسہ تڑپ کر بولی تھیں۔

''میرا بس چلے تو تمہاری خوشیوں کے لیے اپنی جان تک قربان دوں مگر بیلا کے معاملے میں، میں بے بس ہو چکی ہوں۔ تمہارے لیے اور بیلا کے لیے میں نے ان کی منتیں تک کر لی ہیں۔ میرے پاس کوئی راستہ نہیں بچا ہے، میں تم سے یہ نہیں کہہ سکتی کہ تم یہاں سے کہیں دور چلے جاؤ، اس لیے نہیں کہ میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتی، بلکہ اس لیے کہ میں بیلا کو زندہ لاش بنتے نہیں دیکھ سکتی، تم دونوں سے میں نے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبت کی ہے، تم دونوں کی اذیت میرے لیے موت کی اذیت جیسی ہے۔'' شدید بے بسی سے بولتے ہوئے عروسہ کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

''تو پھر آپ کی اذیت وہ کیوں محسوس نہیں کرتے؟ اتنے سالوں سے آپ ان کے ساتھ ہیں، آپ کی اچھائیوں کی کچھ پرچھائی بھی ان کو مجھ میں نظر نہیں آتی۔ میں آپ کا ہی تو عکس ہوں آپی! آپ نے ہی تو مجھے اچھے برے کی تمیز سکھائی ہے۔''

شدید اضطراب میں مبتلا وہ ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔

''بیلا کے زخمی چہرے نے مجھے جذباتی کر دیا تھا، میں سب کچھ بھلا کر ایک بہت بھاری عہد اس کے سامنے لے چکا ہوں، اور کیا کرتا میں؟ طویل عرصے سے خود پر جبر کرتے کرتے تھک گیا تھا میں۔ میرے پاس اب وقت بہت کم ہے، میں بیلا کی نفرت برداشت نہیں کر سکوں گا۔ آپ ان سے ایک بار اور بات کریں، انہیں سمجھائیں۔'' ساکت نظروں سے عروسہ اسے دیکھ رہی تھیں جو التجا کرتا سیل فون ان کے ہاتھوں میں تھما چکا تھا۔

''آپ ان سے کہیں کہ عثمان ساری دنیا کے لیے برا ہو سکتا ہے مگر بیلا کے لیے نہیں۔ میں ان کے سامنے آپ کے سر کی قسم اٹھانے کے لیے بھی تیار ہوں۔ میں اسے بہت خوش رکھوں گا، اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا، اس پر غصہ بھی نہیں کروں گا، اسے سخت ہاتھ تک نہیں لگاؤں گا۔ اس کی خوشیوں کے لیے میں اپنے آپ کو فروخت کر دوں گا، ان سے کہیں کہ وہ ایک بار مجھ پر اعتبار کر لیں، اپنی اجازت سے وہ بیلا کو میرے حوالے کر دیں۔ میں ساری زندگی ان کے سامنے سر نہیں اٹھاؤں گا، بس ایک بار میرے لیے اپنے دل کو نرم کر لیں، بس ایک بار......!'' اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے عروسہ نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا تھا جو ان کی گود میں سر رکھے بالکل ساکت تھا۔ بس چند لمحے تھے عروسہ کو خود کو سنبھالنے کے لیے۔ آخر وہ کس طرح اسے ٹوٹتا بکھرتا دیکھ سکتی تھیں۔

''میرے لیے تم نے جتنا صبر کرنا تھا، کر لیا۔ جتنا جبر خود پر کر سکتے تھے کر لیا۔ یہ تمہاری زندگی ہے اور اپنی زندگی کی خوشیاں اب تمہیں خود حاصل کرنی ہیں، کسی سے بھیک نہ اب مانگو گے نہ میں تمہیں یہ کام کرنے دوں گی۔ میں نہیں جانتی کہ تم نے کون سے عہد لیے ہیں، کتنے وعدے کیے ہیں۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ میں تمہیں اور بیلا کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں، ایک ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں۔ تمہیں بزدلوں کی طرح منہ چھپا کر بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے، اپنے عہد اور وعدے کو نبھاؤ، فکر مت کرو میری کیونکہ اگر اب بھی میں تمہاری کمزوری بنی رہی تو میرے لیے اس سے زیادہ شرم کا مقام اور کوئی نہیں ہوگا۔ میں اپنے آپ کو اس لیے نہیں کوسنا چاہتی کہ میں تمہاری بہن ہوں۔ اگر حالات تمہارے خلاف ہوتے ہیں تو مجھے یقین ہے کہ آگے جا کر تمہارے حق میں ہو جائیں گے۔ میں تمہارے قریب رہوں یا نہ رہوں مگر مجھے تمہارے کسی عمل پر تم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ جاؤ...... اپنی زندگی کو اپنے ڈھنگ سے گزارو، اپنے حصے کی خوشیاں حاصل کرو۔ میں نے تمہیں اجازت دی۔'' لرزتے لہجے میں وہ بول رہی تھیں۔

❀------O------❀

یہ جلتے ہونٹ، یہ نیند میں ڈوبی ہوئی آنکھیں
مجھے سونے نہیں دیتیں تمہاری ادھ کھلی آنکھیں

مدھم خواب ناک خاموشی میں وہ اس کے خوابیدہ چہرے کے پُر فسوں نقوش کو بغیر پلک جھپکے تک رہا تھا۔ مدھم ہوا سے اس کی پیشانی پر ریشمی بال بکھرتے سمٹتے جا رہے تھے۔ آنکھوں کو خیرہ کرتا ماہِ نیم خفا خفا سا لگ رہا تھا۔ اس کی گھنی لانبی پلکیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں۔ اس کی سانسوں کے زیر و بم نیند میں ڈوب جانے کا پتہ دے رہے تھے، دہکتے رخساروں پر آنسوؤں کے نشانات واضح تھے۔ یکدم عارش کو اپنے دل پر ایک بوجھ سا گرتا محسوس ہوا تھا۔ دھیرے سے اس کے حنائی ہاتھوں کو چھوتے ہوئے وہ شاید اپنے قریب اس کی موجودگی پر یقین کر رہا تھا، جب اس کی بند پلکوں میں جنبش ہوئی تھی۔ وہ یہی تو چاہتا تھا۔ ابھی وہ اس پر اپنی محبت کی شدت واضح ہی کہاں کر پایا تھا۔ مگر محبت کو عیاں کرنے کے لیے یہ رات بھی تو بہت مختصر تھی۔ اس کی جلتی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے عارش نے اس کی مکمل وا ہوتی سرخ آنکھوں کو دیکھا تھا، مگر وہ فوراً ہی آنکھیں بند کرتی چہرہ دوسری سمت پھیر گئی تھی۔ عارش کی بجھتی آنکھیں اس کی گردن تک آ ٹھہری تھیں۔ شہ رگ پر واضح دودھیا نشان بھی اتنا ہی سرد مہر دکھائی دیا تھا جتنا کہ وہ دشمنِ جاں تھی۔

❀------O------❀

دوسرے دن گھر میں ہی ولیمے کا اہتمام بہت سادگی سے رکھا گیا تھا، جس میں مصطفیٰ حسین اور عروسہ کی فیملی کے علاوہ عارش کے چند دوست مدعو تھے۔ رات میں ہی احمد حسین اور فاطمہ کو مصطفیٰ حسین کے ہمراہ سرگودھا کے لیے روانہ ہو جانا تھا، ان ہی تیاریوں میں آدھا دن گزر گیا تھا۔

کھلے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی۔ لاؤنج میں موجود عروسہ کے دونوں بچے ٹی وی پر کارٹون دیکھنے میں مصروف تھے، اس وقت وہ عروسہ کا تو سامنا ہی نہیں کرنا چاہتی تھی کہ ان کی نظریں تو اس کے چہرے کو بھی اچھی طرح پڑھ لیتی تھیں۔ دبے قدموں کے ساتھ وہ کچن کی طرف بڑھی تھی۔ اسی وقت منیزہ خود ہی کچن سے برآمد ہوگئی تھی۔

''اب فرصت ملی ہے تمہیں، کہاں تھیں اب تک؟ میری کال بھی ریسیو نہیں کی تم نے؟'' شکایت کرتے ہوئے منیزہ اس کا ہاتھ پکڑے کچن میں چلی گئی تھی۔

''کیا ہوا؟ اتنی خاموش کیوں ہو؟'' منیزہ کو یکدم ہی کچھ عجیب سا لگا تھا۔

''بس ایسے ہی۔ تمہیں تو سب پتہ ہے۔'' اس سے نظر ملائے بغیر بیلا نے کہا تھا۔

''جو ہوا اسے بھول جاؤ۔ محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ موافق کر دیتی ہے۔'' اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے منیزہ نے جیسے ہمت بندھائی تھی۔

''تم کس کے ساتھ آئی ہو؟'' منیزہ کے سوال پر وہ ایک پل کو گڑبڑائی تھی۔

''فاران کے ساتھ آرہی تھی تو راستے میں عارش اور عثمان مل گئے، وہ مجھے یہاں ڈراپ کر گئے ہیں۔''

''کیا...... وہ دونوں تمہیں یہاں چھوڑ کر پھر کہیں چلے گئے؟'' منیزہ دنگ ہوئی تھی۔

''تمہیں بتاؤں عارش کی حرکت...... صبح سے یہ وقت ہو گیا ہے، اپنی نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر وہ ایسا بھاگا ہے کہ پلٹ کر اس بے چاری کی خبر تک نہیں لی ہے۔ عارش کے ساتھ عثمان بھی غائب ہے۔ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ دونوں تمہیں گیٹ پر ڈراپ کرنے آرہے ہیں تو وہیں پہنچ کر طبیعت صاف کر دیتی دونوں کی۔''

''خرمن کہاں ہے؟'' بیلا نے پوچھا تھا۔

''اپنے کمرے میں۔ ٹمپریچر ہے اسے۔ سو رہی ہے۔ تم ذرا جا کر اسے بیدار کرو۔ اس نے دوپہر میں کھانا نہیں کھایا تھا۔ میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔ کچھ کھا کر ٹیبلٹ لے گی تو طبیعت بہتر ہوگی۔ شام کو پھر سب جمع ہوں گے ولیمے کی دلہن کو دیکھنے۔'' منیزہ کے مسکراتے لہجے پر وہ خود بھی مسکراتی کچن سے نکل گئی تھی۔

❀------○------❀

ہلکی سی دستک کے ساتھ بیلا نے کمرے میں پہلے جھانکا تھا اور پھر کمرے میں داخل ہوگئی تھی۔ کھڑکیوں کے ریشمی پردوں سے چھن چھن کر ڈھلتی دوپہر کی نرم دھوپ کمرے کو کسی حد تک روشن کر رہی تھی۔ پھولوں کی خوش کن مہک نے کمرے کے ماحول کو مزید پُراسرار اور سحر انگیز سا بنا رکھا تھا۔ چند لمحوں تک وہ مبہوت سی کھڑی نفاست سے سجے کمرے میں گلابوں کی سجاوٹ کو دیکھتی رہی تھی۔ کنگ سائز بیڈ کے گرد موجود گلاب کی بے شمار لڑیوں کو فی الحال ایک طرف ہٹا دیا گیا تھا۔ بیلا کو ایک ایک پھول تر و تازہ اور شبنم میں بھیگا دکھائی دیا تھا۔ دھیرے دھیرے نرم کارپٹ پر چلتی بیڈ کے قریب گئی تھی۔ گلابی خوبصورت سے لباس میں خرمن دوسری جانب کروٹ لیے یقیناً سو رہی تھی۔ اس کے شانے پر سجی چوٹی میں موتیا کی سفید کلیاں پروئی ہوئی تھیں۔ چوڑی دار تنگ پاجامے میں اس کے نازک پیروں کی مہندی کچھ اور زیادہ نکھر گئی تھی۔ بیلا کو اس پر رشک آرہا تھا۔ کتنے اعزاز کے ساتھ، کتنی محبتوں اور دعاؤں کے حصار میں وہ عارش کی زندگی میں داخل ہوئی تھی۔ دل میں اُٹھتی ٹیسوں کو ضبط کرتے ہوئے اس نے دھیرے سے خرمن کے ہاتھ کو ہلا کر پکارا بھی تھا۔ نیند سے گلابی ہوتی خمار آلود آنکھوں سے اس نے بیلا کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا اور اگلے پل ہی کچھ جھینپے انداز میں اُٹھ بیٹھی تھی۔

''اب وقت ملا ہے تمہیں؟'' حسبِ عادت دوپٹہ پیشانی سے گراتی وہ مدھم آواز میں شکایت کر رہی تھی۔
''اب پچھتا رہی ہوں کہ جلدی کیوں نہیں آ سکی۔ تمہیں جی بھر کر دیکھ تو لیتی۔'' مسکراتی نگاہوں سے بیلا نے اسے دیکھا تھا جو خاموشی سے اپنے شانے سے گری چوٹی کو ٹھیک کر رہی تھی۔ بیلا کی نظریں اس کے چہرے پر نہیں ٹھہر رہی تھیں۔ دل چاہ رہا تھا کہ اس کے حسین روپ کو بس دیکھے ہی جائے۔ کتنا فرق تھا کل اور آج میں۔ کل کی نازک کلی آج کھلے ہوئے گلاب کی طرح شاداب نظر آ رہی تھی۔ ایک شخص کی محبت نے اس کے روم روم کو نکھار دیا تھا۔ آج تو اس کے وجود سے اُٹھتی مسحور کن مہک بھی بدلی اور انوکھی تھی۔
''خرمن! کہیں میری نظر ہی نہ لگ جائے تمہیں۔'' محبت سے مغلوب ہو کر بیلا نے اسے گلے سے لگا لیا تھا۔
''تم میری دوست نہیں بہن بھی ہو۔ تمہاری نظر کیسے لگ سکتی ہے مجھے؟'' مدھم آواز میں خرمن نے اُسے گھر کا تھا۔
''پتہ ہے، تمہیں دیکھ کر مجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اندازہ ہو رہا ہے کہ عارش تم سے کتنی محبت کرتا ہے۔'' بیلا کے مسکراتے معنی خیز لہجے پر خرمن کا چہرہ سنجیدہ ہوا تھا مگر اس کے رخسار دہک اُٹھے تھے۔
''منیزہ خوامخواہ بے چارے عارش کی گمشدگی پر غصہ ہو رہی ہے۔ قصور تو اس کی دُلہن کا ہے، جس کے قیامت خیز جلوے اس بے چارے کو صبح ہی صبح گھر سے بھاگنے پر مجبور کر گئے۔'' بیلا شرارتی لہجے میں بولتی ہنسی تھی۔
''چپ رہو۔'' خرمن نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔
''اچھا یہ بتاؤ تمہاری طبیعت کو کیا ہو گیا؟''
''مجھے نہیں پتہ۔''
''پھر کسے پتہ ہے، عارش کو؟'' بیلا نے شرارت سے اسے دیکھا تھا۔
''گھور کیوں رہی ہو؟ جلدی بتاؤ، کیا پیش کیا حضرت نے تمہاری خدمت میں؟'' بیلا کے ڈپٹنے پر اس نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا تھا۔
''زبردست...... عارش کی چوائس کو داد دینی پڑے گی۔'' توصیفی نظروں سے بیلا اس کے رنگ کا جائزہ لے رہی تھی جب یکدم خرمن نے اس کا وہی ہاتھ تھام لیا تھا۔
''تمہارے ہاتھ میں یہ کیسی رِنگ؟ تم تو رِنگ پہنتی نہیں ہو۔'' خرمن نے حیرت سے پوچھا تھا۔
''پہلے یہ بتاؤ، کیسی لگ رہی ہے؟'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بیلا نے پوچھا تھا۔
''بہت پیاری لگ رہی ہے۔ تمہارے ہاتھ میں بہت سج رہی ہے۔ مجھے یاد آ رہا ہے ایک بار تم نے کہا تھا کہ اگر تم نے کبھی رِنگ پہنی تو وہ رِنگ وہی ہوگی جو عثمان تمہیں دے گا۔'' خرمن نے جانچتی نظروں سے اس کے بدلتے تاثرات دیکھے تھے۔
''اسی نے یہ رِنگ مجھے پہنائی ہے۔'' بیلا کی آواز بہت مدھم تھی۔
''کب؟'' خرمن حیران تھی۔
''یہاں آنے سے کچھ دیر پہلے۔''
''کیا مطلب؟'' خرمن اُلجھی تھی۔
''اس وقت کوئی سوال نہ کرنا خرمن! میں جواب نہیں دے سکوں گی۔'' بیلا کے لرزتے لہجے پر خرمن کو کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا تھا کہ کمرے میں منیزہ کی آمد ہو گئی تھی۔
''چلو بھئی دُلہن! کھانا تناول کرو۔ ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔'' کھانے کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر منیزہ، خرمن کے قریب ہی آ بیٹھی تھی مگر خرمن پھر بیلا کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔
''یہ چوٹ کیسی ہے تمہارے چہرے پر؟'' خرمن کے سوال پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔
''فکر مت کرو، فاروق بھائی ایک نہ ایک دن سمجھیں گے تمہارے جذبات کو۔''

''چھوڑو اس ذکر کو۔ اب ان کے کچھ سمجھنے یا نہ سمجھنے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔'' بیلا کے تلخ لہجے سے زیادہ اس کے جملے نے خرمن کو چونکا دیا تھا مگر وہ مزید کچھ نہیں بولی تھی۔

❀------O------❀

پتہ نہیں کتنا وقت ہو چکا تھا مگر وہ اب تک ٹیرس پر کھڑی دُور اس آہنی گیٹ کو دیکھ رہی تھی، جس کا پھاٹک وقتاً فوقتاً آنے جانے والی گاڑیوں کے لیے اُٹھ رہا تھا۔ فاطمہ اور احمد حسین جا چکے تھے، اسے بہت ساری تسلیوں اور دعاؤں کے سہارے چھوڑ کر۔ ان کے جانے کے بعد بھی اس کے آنسو نہیں رکے تھے۔ ان دونوں کے بغیر یہاں کچھ بھی تو باقی نہیں رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ دل کے اندر بھی اور باہر بھی، اپنے اردگرد تنہائی کا احساس مزید اسے وحشت میں مبتلا کر رہا تھا۔ منیزہ اور عارش ان تینوں کو سی آف کرنے گئے تھے۔ خرمن کو ساتھ آنے سے احمد حسین نے روک دیا تھا۔ عمرہ کے لیے جاتے وقت بھی انہوں نے اسے ایئرپورٹ ساتھ جانے سے روک دیا تھا۔ ظاہر ہے اس لیے کہ اس کے آنسو وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے ایک طائرانہ نظر گارڈن ایریا میں ڈالی تھی، جہاں لائٹس آن تھیں۔ کافی رات ہونے کی وجہ سے وہاں چہل پہل بہت کم تھی۔ ٹیرس کی باؤنڈری سے دُور ہٹتے ہوئے وہ دائیں جانب اونچے چوڑے پنجرے کی طرف آ گئی تھی، جن دنوں وہ سب مل کر اپارٹمنٹ سیٹ کر رہے تھے، ان ہی دنوں میں عارش نے سب سے پہلے ٹیرس پر یہ پنجرہ تیار کروالیا تھا اور پہلی فرصت میں سارے کبوتر یہاں منتقل کر لیے تھے۔ پنجرے کے دونوں پورشنز میں سفید براق اور چتکبرے کبوتر بہت شانت بیٹھے مدھم آوازیں نکال رہے تھے۔ جالیوں میں انگلیاں پھنساتی وہ اُداس نظروں سے ان سب کو دیکھتی رہی تھی۔

کال بیل کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔ تیز قدموں کے ساتھ وہ ٹیرس سے نکل گئی تھی۔ دروازہ کھول کر ایک نظر بھی اس کے چہرے پر ڈالے بغیر وہ واپس پلٹتی ٹیرس کی سمت بڑھ گئی تھی۔ اس کے چہرے کو ایک نظر دیکھتے ہی عارش تشویش میں مبتلا ہو چکا تھا۔ ٹیرس پر آتے ہوئے ایک پل رُک کر عارش نے اس کی پشت کو دیکھا تھا جو پنجرے کے پاس ہی ساکت کھڑی تھی، آگے بڑھ کر اس نے دھیرے سے اس کا رخ اپنی طرف کرنا چاہا تھا کہ وہ سرعت سے اس کے پاس الگ ہٹاتی اس کی طرف رخ خود ہی کر چکی تھی۔ وہ چونکا ضرور تھا، لہٰذا فوری طور پر کچھ بول نہیں سکا تھا، بس خاموشی سے اس کے تاثرات جانچتا رہا تھا جو بالکل سپاٹ تھے۔ اس کی جھکی آنکھوں سے بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کتنا زیادہ روئی ہے۔ مگر یہ سچ تھا کہ اس کا رویا رویا چہرہ بھی دل میں اُتر رہا تھا۔ گہرے سبز رنگ کے لباس میں اس کا سراپا سرسبز نازک شاخ جیسا ہی دکھائی دے رہا تھا۔ اسکارف اس نے نہیں لیا تھا مگر مہین شیفون کا دوپٹہ اس نے چہرے کے گرد لپیٹ رکھا تھا، کوشش کے باوجود عارش کی نظریں دوپٹے میں چھپے اس کے دودھیا ہتھیار تک نہیں پہنچ سکی تھیں، سارا دن گزرنے کے بعد وہ اب اسے نظر بھر کر دیکھ رہا تھا اور پیاس تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

''تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟'' اس کی جھکی پلکوں کو دیکھتا وہ پوچھ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی جواب دے گئی تھی۔

''کتنی ٹھیک؟'' اس کے عقب میں پنجرے کی جالیوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ قدرے اس کی جانب جھکا تھا۔

''میں نے پوچھا ہے، کتنی ٹھیک ہے؟'' مسکراتی نظروں سے عارش نے اس کے چہرے پر پھیلتی ناگواری کو دیکھا تھا جو نظر بھی نہیں اٹھا پا رہی تھی۔ عارش نے کبھی اسے اس طرح نظر چراتے یا خود میں سمٹتے نہیں دیکھا تھا، لہٰذا اب یہ سب اسے بہت دلچسپ بھی لگ رہا تھا۔

''میں تمہارے جواب سے مطمئن نہیں ہوں، میں خود چیک کروں گا۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے عارش نے اس کا ہاتھ تھاما ہی تھا کہ وہ کرنٹ کھا کر ہاتھ چھڑاتی اس کے برابر سے نکلتی چلی گئی تھی۔

کمرے میں داخل ہو کر عارش نے متلاشی نظریں اردگرد دوڑائی تھیں مگر وہ شاید کچن کی طرف تھی، چینج کے بعد جب وہ

واش روم سے نکلا تو حیران ہوا تھا۔ کمرے کی لائٹس آف تھیں، مدھم روشنی میں وہ اسے دیکھ سکتا تھا، جو بیڈ کے کنارے پر دوسری طرف کروٹ لیے سونے کے لیے لیٹ چکی تھی۔ نیند تو آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اسے اپنے سر میں شدید درد محسوس ہو رہا تھا، پنکھے کی تیز ہوا بھی اسے بری لگ رہی تھی۔ چینج اس نے نہیں کیا تھا اور اس لباس میں اسے ٹھنڈ محسوس ہو رہی تھی۔ اٹھ کر کمبل لینے کی ہمت نہیں تھی جو پیروں کے پاس ہی تھا۔ آنکھیں سختی سے بند کیے دوپٹے کے اندر ہی بازوؤں کو اپنے گرد لپیٹے وہ سونے کی کوشش کر رہی تھی، جب اس نے چونک کر ذرا کی ذرا آنکھیں کھولی تھیں، پنکھے کی اسپیڈ کم ہوتے ہوتے بہت معمولی سی رہ گئی تھی۔ شاید عارش کو بھی تیز ہوا بری لگ رہی تھی یا پھر اسے دیکھ کر عارش نے اندازہ لگا لیا تھا۔ گہری خاموشی میں وہ اپنے دل کی دھڑکن اپنے ہی کانوں میں سن رہی تھی۔

''خرمن! مجھے اب موقع ملا ہے تم سے باتیں کرنے کا۔ میں تمہاری آواز سننا چاہتا ہوں۔ میری یا اپنی نہیں۔ مگر تم ماموں جان اور مامی کے بارے میں تو مجھ سے کوئی بات کر سکتی ہو۔'' بہت قریب سے ہی عارش کی آواز اُسے سنائی دی تھی، اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئی تھیں۔

''میں جانتا ہوں، ایسے وقت میں ان کی جدائی تمہارے لیے کرب کا باعث ہے۔ تم مجھ سے بات کر کے اس کرب کو کم کر سکتی ہو۔ ہماری خوشیاں اور غم اب الگ الگ نہیں ہیں۔''

''کیا بات کروں اب ان کے بارے میں تم سے۔ تم جو چاہتے ہو وہ تو ہو گیا ہے۔ میں ہی تو کانٹا تھی، سب نے مل کر مجھے الگ کر دیا ان سے۔'' اس کے لرزتے لہجے کی اذیت نے عارش کو اتنا شدید دھچکا پہنچایا تھا کہ وہ سرعت سے اس کا رخ اپنی طرف کر گیا تھا۔

''ایسا مت کہو، وہ تم سے الگ نہیں ہوئے ہیں۔'' دنگ نظروں سے عارش نے اس کی جل تھل آنکھوں کو دیکھا تھا۔ مدھم سرخ روشنی میں اس کے چہرے پر اذیت ہی اذیت پھیلی تھی۔

''دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اس سے الگ نہیں کر سکتی۔ تم ان کی اولاد ہو۔ وہ تم سے قریب ہوں یا دُور، ان سے تمہارا تعلق اٹوٹ ہے۔'' اس کے آنسو پوروں میں سمیٹتا وہ نرم لہجے میں بول رہا تھا۔

''تمہیں یاد ہے تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم چاہتی ہو کہ ماموں جان اپنے بھائیوں سے ملیں، ان کے تعلقات اپنے بھائیوں سے بہتر ہو جائیں، اور میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہاری اس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔'' وہ اسے یاد دلا رہا تھا جو گھٹی گھٹی سسکیاں بھر رہی تھی۔

''تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کسی اچھی نیت اور نیک مقصد کے لیے گئے ہیں۔ وہ صرف تمہارے ہیں اور تمہارے ہی رہیں گے۔ ان کی زندگی پر تھوڑا بہت حق ان کا بھی تو ہے، ہم اس بارے میں پہلے بھی بات کر چکے ہیں، تم بھی متفق تھیں۔ تو پھر اب یہ بے یقینی اور اندیشے کیوں؟'' سوالیہ نظروں سے وہ چند لمحوں تک اُس کی بند پلکوں سے پھسلتے قطروں کو دیکھتا رہا تھا اور پھر بے اختیار ہی ان شبنمی قطروں کو اپنے ہونٹوں میں جذب کرنا شروع کر دیا تھا۔ جبکہ خرمن کا وجود اس دہکتے لمس سے جھلسنے لگا تھا۔

''اب میرے سامنے ان موتیوں کو ضائع کرنے سے پہلے تم ہزار بار سوچو گی، مجھے یقین ہے۔'' گہرے مسکراتے لہجے میں بولتے ہوئے عارش نے اس کی کھلتی آنکھوں کو دیکھا تھا جس کے دل کی دھڑکن اب تک رُکی ہوئی تھی۔

''کیسے بھول سکتے ہو تم میری حقیقت؟ گناہ تو روح کو بھی پاک نہیں رہنے دیتے۔ غلاظت سے گھن کھائی جاتی ہے، اس سے بچا جاتا ہے۔ پھر تم کس طرح میرے قریب......'' اس سے پہلے کہ وہ لرزتے لہجے میں مزید کچھ کہتی، عارش نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''میرے لیے صرف تم اہم ہو۔ مجھے کسی حقیقت، کسی سچائی سے نہ پہلے غرض تھی نہ کبھی آگے ہو گی۔ میرے لیے تمہارا وجود اتنا پاکیزہ اور مقدس ہے کہ میں تمہیں چھونے سے ڈرتا ہوں، مگر دُور بھی نہیں رہ سکتا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔''

مدھم گمبھیر لہجے میں وہ بولا تھا اور اس کی پیشانی سے دوپٹہ ذرا سرکا دیا تھا۔ دمکتے ماہ نیم کی سحر انگیز روشنی نے اُسے بے خود ہی تو کر دیا تھا، کچھ بھی یاد نہ رہا تھا، سوائے محبت کے۔ خرمن کا وجود برف کی طرح سرد اور منجمد ہونے لگا تھا۔ آج پھر قیامت کا سامنا تھا۔ اُس کی سانسیں رُک رہی تھیں۔ تنگ ہوتے مضبوط حصار کو توڑ کر وہ فرار ہو جانا چاہتی تھی، جبکہ اس کی کیفیت سے بے خبر عارش اس کی پلکوں کی گرتی چلمن کو شرم و حیا پر محمول کرتا فریفتہ ہونے لگا تھا۔

سانسوں کی تمازت میں، پھولوں سا بدن جیسے اِک تھان سا ریشم کا، جو کھلتا چلا جائے...... مجوب چہرے پر موتی وہ پسینے کے، ہونٹوں سے کوئی چن کو بس چنتا چلا جائے۔

❀------O------❀

کھڑکی سے ذرا سرکے پردے سے راستہ بناتی دھوپ خوابیدہ چہرے تک آ پہنچی تھی۔ ادھ کھلی آنکھوں کو دھوپ سے بچاتے ہوئے اس نے وال کلاک کی سمت دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس کی نیند غائب ہو گئی تھی۔ سرعت سے اُٹھتے ہوئے اسے خرمن کی غیر موجودگی کا احساس ہوا تھا اور یہ بھی کہ وہ اتنے دن چڑھے تک بے خبری کی نیند سوتا رہا ہے۔

گیلے بالوں پر ٹاول پھیرتا وہ سائیڈ ٹیبل پر چیختے سیل فون کی طرف بڑھا تھا اور عثمان کی کال ریسیو کر لی تھی۔

''تم زندہ ہو؟'' عثمان شدید حیران تھا۔

''الحمدللہ۔''

''مگر ایک گھنٹہ پہلے جب میں نے کال کی تھی، جو تمہاری بیگم صاحبہ نے ریسیو کی، انہوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تم فوت ہو چکے ہو۔'' عثمان کا لہجہ خشمگیں تھا۔

''تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ میں تو ہر دن اُس پر مرتا ہوں۔''

''میری بلا سے، تم تڑپ تڑپ کر اس پر مرو، مگر شرافت سے اکیڈمی پہنچ جاؤ۔ مجھے بہت ضروری کام سے جانا ہے۔''

''میرے دوست! میرے بھائی! کچھ خدا کا خوف کرو۔ کل ولیمہ ہوا ہے میرا۔'' اس کے حکم پر عارش دنگ ہوتا یاد دلا رہا تھا۔

''کل گزر گیا۔ وہ ماضی کا حصہ بن گیا۔ کچھ دیر کے لیے استانی کے قدموں سے اُٹھ جاؤ، ورنہ میں آج پھر تمہارا ولیمہ منعقد کروا دوں گا۔'' عثمان نے دھمکی دی تھی۔

''میرے پاس بس یہ آج کا ہی دن ہے۔ کل سے مجھے آفس بھی جوائن کرنا ہے۔ اب تو پورا سال میں اپنے باس کے سامنے چھٹی کا نام نہیں لے سکتا۔ کم از کم آج کے دن تو مجھے بخش دو۔ خرمن کیا سوچے گی؟'' وہ جھلایا تھا۔

''اس کے پاس دماغ کہاں ہے جو سوچے گی۔ بس ایک زبان ہے، جسے ہر صورت چلنا ہے۔''

''بکومت۔ زبان تمہاری چلتی ہے، بلکہ فراٹے بھرتی ہے۔ اس معصوم کی زبان سے تو پھول جھڑتے ہیں۔'' ڈریسنگ کے سامنے بالوں میں برش پھیرتا وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''اتنی سفاک غلط بیانی کے بعد تم ہرگز بھی رعایت کے لائق نہیں رہے۔ شام سے پہلے اکیڈمی پہنچ جانا۔ کیونکہ میں یہاں سے بھاگ رہا ہوں ہر صورت۔''

''مانی!...... پلیز یار......!'' عارش التجا کرتا رہ گیا تھا مگر عثمان اَن سنی کیے لائن ڈس کنکٹ کر چکا تھا۔

کچن میں تیزی سے داخل ہوتے عارش نے رُک کر اُس کی پشت پر پھیلے ادھ کھلے نم بالوں کو دیکھا تھا اور پھر شرمندہ ہوتا اس کے قریب گیا تھا۔

''تم یہ کیا کر رہی ہو؟ چھوڑو سب، میں ناشتہ بناؤں گا۔'' عارش نے اسے شانوں سے تھام کر ایک طرف ہٹانا چاہا تھا۔

''بیٹھ جاؤ، ناشتہ تیار ہو چکا ہے۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر آملیٹ پلیٹ میں نکالتی وہ اسے مزید شرمندہ کر گئی تھی۔

''مامی سے بات ہوئی تمہاری؟'' فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے عارش نے ایک گہری نظر اس کے سراپے پر

ڈالی تھی۔

''ہاں، امی اور بابا سے بات ہوئی ہے، ناشتے کے بعد کال کر لینا۔ دونوں تمہارا پوچھ رہے تھے۔'' ٹیبل پر تھرماس رکھتے ہوئے خرمن نے اس سے کہا تھا، جو کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ خاموشی کے ساتھ وہ پلٹ کر جا رہی تھی، جب عارش نے یکدم اس کا ہاتھ تھام کر روک لیا تھا۔

''تم ناشتہ نہیں کرو گی؟''

''وہ میں صبح کر چکی ہوں، یہ دوپہر کا وقت ہے۔'' اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالتی وہ بولی تھی۔

''ہاں! میں بھول گیا تھا مگر میرے ناشتہ کرنے تک تم یہاں بیٹھ تو سکتی ہو۔'' سنجیدہ نظروں سے عارش نے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا تھا، جو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

''میں بہت برا انسان ہوں۔ میری وجہ سے تمہیں اتنی جلدی کچن میں آنا پڑا ہے۔ ویسے مہندی والے ہاتھوں سے بنایا گیا یہ ناشتہ بہت لذیذ ہے۔'' مسکراتی نظروں سے عارش نے اس کی چمکتی پیشانی پر گری لٹوں کو دیکھا تھا۔ جبکہ اُس کی پُرتپش نگاہوں پر بیزاری محسوس کرتے ہوئے خرمن نے نامحسوس انداز میں دوپٹہ سر پر ڈال کر پیشانی تک گرا ہی لیا تھا۔ اُس کی حرکت پر وہ بدمزہ ہوا تھا مگر توجہ ناشتے کی طرف مرکوز رکھی تھی۔

''مانی کی کال ریسیو کی تھی تم نے؟'' خاموشی توڑنے کے لیے عارش نے پوچھ لیا تھا۔

''تو کیا ہو گیا، تم سو رہے تھے تو میں نے اُس کی کال ریسیو کر لی۔ کوئی اعتراض ہوا ہے تو بتا دو؟'' یکدم خرم کے ناگوار لہجے نے اُسے حق دق کر دیا تھا۔

''میں نے ویسے ہی پوچھ لیا تھا، مجھے کوئی اعتراض کیوں ہو گا۔'' عارش کے دنگ لہجے پر وہ ناگواری سے دوسری طرف ہی متوجہ رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے تمہیں؟ کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟'' وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

''عروسہ آپی کا صبح سے دو بار فون آ چکا ہے، تم مجھے اُن کی طرف ڈراپ کر دینا۔'' اس کا سوال نظرانداز کیے وہ بولی تھی۔

''مگر کیوں؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

''کل تمہارے سامنے ہی تو انہوں نے کہا تھا کہ میں آج سارا دن ان کی طرف رہوں گی۔ رات کو کھانے پر تم بھی انوائٹ ہو۔'' ناگوار لہجے میں خرمن نے یاد دلایا تھا۔

''مگر میں آج سارا وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔'' عارش کا چہرہ اُتر گیا تھا۔

''میں تیار ہونے جا رہی ہوں، تم ذرا جلدی ناشتے سے فارغ ہو جاؤ۔'' کوفت سے بولتی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی اور ایک نگاہ بھی اس پر نہیں ڈالی تھی، جو شاکی نظروں سے اُسے کچن سے نکلتے دیکھ رہا تھا۔

❀------O------❀

دھیرے سے گیٹ کھولتے ہوئے بیلا کا چہرہ فق تھا۔ بوکھلا کر اس نے عثمان کو باہر ہی روکا تھا، جو اطمینان سے اندر داخل ہونا چاہ رہا تھا۔

''رات کے تین بجے تم یہاں آ گئے، کیا ہو گیا ہے تمہیں؟'' بیلا نے ہول کر اُسے گھر کا تھا۔

''کیوں...... تم نہیں جانتیں؟'' مسکراتی نظروں سے عثمان نے اس کے گھبرائے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''مان! خدا کے لیے...... گھر جاؤ، مجھے اپنی نہیں، تمہاری پروا ہے......''

''اور مجھے کسی کی پروا نہیں۔ بات نہیں کرنی تو ویسے ہی کہہ دو۔'' وہ ناراضی سے بات کاٹ گیا تھا۔

''بات تو میں روز تم سے کرتی ہوں۔ یہ کیوں سوچا تم نے؟''

''فون پر بات پہلے بھی ہوتی تھی مگر اب سب کچھ پہلے جیسا نہیں رہا ہے۔ تم جانتی ہو، تمہیں دیکھے بغیر اب میں نہیں رہ

سکتا۔'' اس کے گہرے لہجے پر وہ نظر چرا گئی تھی۔

''تو پھر آجاؤ مجھے ساتھ لے جانے۔''

''بس کچھ مہلت دو کہ میں تمہارے گھر کو تمہارے قابل بنالوں، اس کے بعد میں پلٹ کر تمہیں اس گھر کی طرف دیکھنے بھی نہیں دوں گا۔''

''میں اس گھر میں جانا چاہتی تھی، جہاں تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کا خواب میں نے دیکھا تھا۔'' وہ بجھے لہجے میں بولی تھی۔

''وہ گھر میرے باپ کا ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے، اسے وہ اتنی آسانی سے قبول نہیں کریں گے۔ اور میری غیرت یہ گوارا نہیں کرے گی کہ میں تمہیں ان کے گھر میں رکھوں۔''

''انکل آنٹی سب جانتے ہیں، تھوڑا وقت لگے گا مگر جب ان کا غصہ کم ہو گا تو وہ ہمارے رشتے کو قبول کرلیں گے۔ اور پھر برہان بھائی بھی تو ہیں ان دونوں کو سنبھالنے کے لیے۔'' بیلا کا لہجہ پُر امید تھا۔

''اپنے باپ کو میں جانتا ہوں، ان کے لیے بیٹی داماد زیادہ اہم ہیں۔ تم میرے ساتھ اس گھر میں جاؤ گی جو ہمارا ہو گا۔ رہ گئے بھائی تو ابھی ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ یہاں کیا ہو چکا ہے۔ فوری طور پر وہ اچانک سب کچھ نہیں سنبھال سکیں گے۔ اب میں خود بھی انہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا۔ بہت کچھ کیا ہے انہوں نے میرے لیے، مگر اب جو کرنا ہے، مجھے خود کرنا ہے۔'' وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' بیلا نے ایک گہری سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔ ''آج خرمن اور عارش کھانے پر انوائٹڈ تھے۔ مجھے تمہاری کمی بہت محسوس ہوئی۔ تم نے کھانا کھایا ہے؟''

''ہاں! ریڈیو اسٹیشن پر آج ایک چھوٹی سی گیٹ ٹوگیدر تھی، ڈنر ختم ہونے تک اتنا وقت ہو گیا۔ راستے میں سوچا کہ تم سے ملتا چلوں۔''

''مجھ سے ملنا تھا، سو مل چکے۔ اب یہاں سے بھی چلتے بنو۔'' وہ نخوت سے بولی تھی۔

''سوچ لو۔ میں تو چلا جاؤں گا، مگر تمہیں میرے پاس ہی آنا ہے۔'' اس کے دھمکانے پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

''بس......تمہارا یہی ہنستا ہوا چہرہ دیکھنے آیا تھا۔ اب چلتا ہوں۔''

''بائیک تیز مت چلانا۔'' بیلا نے تاکید کی تھی۔

''اچھا میری سرپرست۔'' عثمان کے خشمگیں لہجے پر وہ مسکراتی ہوئی اسے بائیک اسٹارٹ کرتا دیکھتی رہی۔

احتیاط سے گیٹ لاک کرتی وہ جانے کے لیے پلٹی تھی مگر اگلے ہی پل اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔ سیڑھیوں کے قریب رکے ہیولے کو وہ پہچان سکتی تھی۔ بیلا کی سانس رُک چکی تھی، جب وہ جارحانہ انداز میں اُس کی طرف بڑھے تھے۔ دوسرے ہی لمحے وہ اس کا بازو جکڑے کھینچتے ہوئے اوپر لے جارہے تھے۔ سفید پڑتے چہرے کے ساتھ عروسہ ان کو دیکھ رہی تھی، جو بیلا کو ایک جھٹکے سے ان کی سمت دھکیل چکے تھے۔

''پوچھو اس سے، اور کتنی بار یہ رات کی سیاہی میں اپنا منہ کالا کرتی رہی ہے۔ میری ناک کے نیچے ہی میری عزت کے جنازے نکالتی رہی ہے۔'' فاروق کی گرجتی بلند آواز نے لاؤنج کی دیواروں کو لرزا دیا تھا۔ بمشکل عروسہ اسے دیکھ سکی تھیں جس کے چہرے پر کوئی خوف نہیں تھا۔ اُس کے تیور فاروق کے اشتعال سے کسی طور کم خطرناک نہیں تھے۔

''اپنی عزت، اپنی میں، اپنی اولاد، ان سب کے علاوہ کچھ نظر ہی کہاں آتا ہے آپ کو؟ جن کی پروا کرتے ہیں، ان سے عزت کی توقع رکھیں۔ مجھ سے نہیں۔'' وہ حلق کے بل چیختی مزید فاروق کو بھڑکا گئی تھی۔ فاران نے سرعت سے درمیان میں آکر انہیں روکا تھا۔

''مت روکو مجھے۔ آج میں اس کی زبان کاٹ دوں گا اور اسے بھی دیکھتا ہوں جس نے اس کو یہ زبان دی ہے......

بے غیرت لڑکی۔ میری آنکھوں کے سامنے منہ کالا کرنے کے بعد بھی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے چیخ رہی ہے۔ جانے کب سے میری آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہے یہ۔"

"کوئی دھول نہیں جھونکی۔ سب جانتے ہیں، کچھ چھپا نہیں ہے آپ سے۔ آپ نے جو پردے اپنی عقل پر خود ڈال رکھے تھے، آج میں نے پردہ ہٹا دیا تو برداشت نہیں ہو رہا؟"

"میری عقل سے پردے ہٹاؤ گی تم؟" ایک جھٹکے سے فاران کو الگ ہٹاتے وہ بپھر کر بیلا کی طرف بڑھے تھے۔ سانس روکے عروسہ پتھرائی نظروں سے سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ فاروق کو انہوں نے پہلے کبھی ایسے بھیانک اشتعال میں نہیں دیکھا تھا۔ ان کے ہاتھ بیلا کے چہرے پر لگاتار برس رہے تھے۔ اسے بچاتے ہوئے فاران بھی ان کے بھاری ہاتھوں کی زد میں آ رہا تھا۔

"یہاں کیا کرنے آیا تھا وہ ذلیل انسان؟ کب سے یہ تماشے چل رہے ہیں اس گھر میں؟"

"ملنے آیا تھا مجھ سے، میں نے بلایا تھا اسے۔ نہیں رہ سکتی اس کے بغیر۔ مر جاؤں گی اس کے بغیر۔" وہ جنونی انداز میں چیخی تھی۔

"بے شرم، بدذات ہو تم۔ میں جان سے مار دوں گا تمہیں۔" شدید جلال میں وہ ایک بار پھر اُس پر ہاتھ اُٹھا گئے تھے۔

"بس کریں پاپا! کیا جان سے مار دیں گے؟" فاران بمشکل ان کا ہاتھ روکتا چیخ اُٹھا تھا۔

"ہاں! مار دوں گا اسے۔ اسی ذلیل انسان کے ساتھ اسے قبر میں اتاروں گا۔ اسے تو پیدا ہوتے ہی مر جانا چاہئے تھا۔"

"مار دیں مجھے۔ پوری کر لیں اپنی خواہش۔ میرا وجود آپ کے لیے نفرت ہی نفرت ہے۔ آج تک آپ سے مجھے نفرت اور حقارت کے سوا ملا ہی کیا ہے؟ آپ نے کبھی مجھے انسان بھی نہیں سمجھا۔ کیا حیثیت دی ہے آپ نے مجھے اپنے گھر میں؟ کونے میں پڑے ایک کوڑے دان کی اہمیت بھی مجھ سے زیادہ ہے۔ شرم آتی ہے مجھے آپ کو اپنا بھائی کہتے ہوئے۔ میرے لیے آپ کی زبان پر زہر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ کسی بہن کو آپ جیسا بھائی نہیں ملنا چاہئے۔ میرا آپ سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ نامحرم ہیں آپ میرے لیے۔" وہ ہذیانی انداز میں چیختی فاروق کے غصے کو آسمان تک پہنچا گئی تھی۔

"تم اسی قابل تھیں کہ تم سے نفرت کی جائے۔ بے حیثیت رکھا جائے۔ وہ محرم ہے جسے رات کے اندھیرے میں ملاقات کے لیے بلایا تھا؟"

"ہاں! وہ محرم ہے۔ وہی مجھ پر سارے حق رکھتا ہے۔ یہ حق میں نے اُسے دیا ہے۔ رات کی تاریکی میں ہی نہیں، اُسے دن کے اُجالے میں بھی میرے پاس آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ آپ بھی نہیں۔" بے خوفی سے چیختی وہ جیسے دھماکے کر چکی تھی۔

"کیا کر چکی ہو تم؟" فاروق کا چہرہ لال بھبھوکا ہوا تھا۔

"وہ میرا شوہر ہے...... اور کیا جاننا چاہتے ہیں؟" بیلا کی گونجتی آواز عروسہ کے وجود سے جان نکال گئی تھی۔

"جو آپ نے شروع کیا تھا، وہ میں نے ختم کر دیا ہے۔" وہ غرائی تھی مگر اگلے ہی لمحے اس کی گردن فاروق کے ہاتھوں کے شکنجے میں جکڑ گئی تھی۔ اُسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ "ابھی آپ کے پاس وقت ہے۔ مار ڈالیں مجھے۔ میں بھی دیکھتی ہوں، کیا منہ دکھائیں گے آپ میرے ماں باپ کو جو مجھے آپ کے سہارے چھوڑ گئے تھے۔ ان کو بھی مجھ پر رحم نہیں آیا تھا۔ کاش وہ مجھے اس دنیا میں نہ لاتے۔ لے آئے تھے تو آپ جیسے بے حس انسان کا محتاج بنا کر نہ چھوڑ جاتے۔ آپ کے سینے میں کچھ نہیں ہے سوائے پتھروں کے ڈھیر کے۔" تنگ ہوتی گرفت کی اذیت کے باوجود وہ گھٹے لہجے میں بولی تھی۔ قہر آلود نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے فاروق نے ایک جھٹکے سے اُس کی گردن چھوڑ دی تھی۔

"آج سے تم میرے لیے اور میں تمہارے لیے مر چکا ہوں۔" فاروق کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔

❁-----O-----❁

سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی وہ دو دو اسٹیپس پھلانگتا اوپر پہنچا تھا، پہلی نظر اس پر ہی پڑی تھی جو دیوار کے ساتھ بازوؤں میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی، دوسری نگاہ اس نے عروسہ کے سفید چہرے پر ڈالی تھی جو اب تک پتھر کا بت بنی ہوئی تھیں، عثمان دوبارہ ان کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکا تھا۔

''ماموں! پاپا جو کچھ کہیں، آپ خاموشی سے سن کر آپو کو ساتھ لے جائیے ورنہ آپو اور کچھ برداشت نہیں کر سکیں گی۔'' فاران کے التجائی لہجے پر وہ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو بمشکل اپنے نڈھال وجود کو کھینچتی پیروں پر اٹھی تھی، عثمان پہلی نظر میں اسے پہچان نہیں سکا تھا، اس کے چہرے پر گزرے طوفان کی تمام تباہ کاریاں واضح تھیں، عثمان کو اپنے دل پر کوئی تیز دھاری چیز گرتی محسوس ہوئی تھی، روح جیسے تڑپ اٹھی تھی۔

''کیا تم ایسی لڑکی کو اپنے ساتھ لے جاؤ گے جسے دعاؤں کے سائے میں رخصت کرنے کے بجائے اس پر تھوک کر پھینکا جا رہا ہے، جس کے ہاتھوں میں مہندی نہیں بلکہ ذلت کے ٹوکرے سجائے گئے ہیں، جس کے چہرے کو تھپڑوں اور گالیوں سے سجایا گیا ہے؟'' لرزتے لہجے میں وہ اس سے پوچھ رہی تھی جو قریب آ رہا تھا۔

''اس گھر سے تمہیں یہی کچھ مل سکتا تھا، میں ان تمام اعزازوں کے ساتھ تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔'' شدت ضبط سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ وہ بھنچے لہجے میں بولا تھا۔

''لے چلو مجھے یہاں سے، کسی کنوئیں میں بھی دھکیل دو گے تو شکایت نہیں کروں گی، مگر یہاں میری قبر مت بننے دینا۔'' اس کے بازو سے سر ٹکاتی وہ زار و قطار رونا شروع کر چکی تھی، جبکہ عثمان کی سرخ ہوتی آنکھیں ان پر جم گئی تھیں جو غضبناک چہرے کے ساتھ وہاں آ گئے تھے۔

''اس کے ناپاک وجود کو لے کر نکل جاؤ میرے گھر سے، کبھی غلطی سے بھی اس گھر کی چوکھٹ پر قدم مت رکھنا، دفن کر دیا ہے میں نے تم دونوں سے ہر تعلق کو، اگر تم اپنی بہن کو اس گھر میں دیکھنا چاہتے ہو تو راہ چلتے ہوئے بھی اسے پہچاننے کی کوشش مت کرنا، مر چکی ہے وہ تمہارے لیے، اس پر فاتحہ پڑھنے کا حق بھی میں تم سے چھین چکا ہوں، یہ بہت کم ہے اس سے جو کچھ تم نے مجھ سے چھینا ہے۔'' ان کی گرجدار آواز دیواروں سے ٹکرائی تھی۔ عثمان نے ایک نگاہ عروسہ پر ڈالی تھی، جو بالکل زرد ہو چکی تھیں، اگلے ہی پل وہ بیلا کا ہاتھ پکڑے اس کے نڈھال وجود کو ساتھ کھینچتا لاؤنج سے نکل گیا تھا۔ عروسہ کا دل جیسے پھٹ گیا تھا ایک عجیب سی طاقت نے انہیں عثمان کے پیچھے جانے پر مجبور کیا تھا۔

''عروسہ...!'' فاروق کی کرخت آواز پر ان کے قدم جہاں رکے تھے وہیں فاران نے انہیں اپنے بازوؤں میں بھر لیا تھا، اگلے ہی پل وہ ان کے روتے سسکتے وجود کو سنبھالتا کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

❁------O------❁

پھولی سانسوں کے ساتھ وہ تیز قدموں سے سیڑھیاں طے کرتی عارش کے پیچھے ہی کاریڈور تک آئی تھی، گیٹ عثمان نے ہی کھولا تھا، خاموشی سے ایک طرف ہٹ کر اس نے ان دونوں کو اندر آنے کا راستہ دیا تھا۔

''بیلا کہاں ہے؟'' غصیلی نظروں سے خرمن نے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا تھا مگر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر آگے بڑھ گئی تھی، کمرے کی دہلیز پر رکتے ہوئے اسے دھچکا سا لگا، خالی کمرے میں واحد ایک میٹرس بچھا ہوا تھا، جس پر بیلا بے سدھ پڑی تھی، سرعت سے وہ اس کی جانب بڑھی تھی جس کا چہرہ دیکھتے ہی خرمن کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، جگہ جگہ نیلے پڑتے نشان اور بے انتہا سوجی آنکھوں نے اس کا چہرہ بگاڑ رکھا تھا، خرمن نے اسے چھوا تو وجود اس کا انگارہ ہو رہا تھا، نیم وا آنکھوں سے خرمن کو دیکھتے ہی وہ جس طرح روتے ہوئے اس کے گلے سے لپٹ گئی تھی، خرمن کے اپنے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔

''بس کرو بیلا! تمہاری یہ حالت دیکھ کر عثمان اور پریشان ہوگا، فکر مت کرو، تم دونوں کے ساتھ میں ہوں، عارش ہے، ہم ہیں تم دونوں کو سنبھالنے کے لیے۔'' بہت محبت سے وہ اسے تسلی دے رہی تھی، جس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ کمرے سے باہر

نکلتے ہی وہ بری طرح ٹھٹکی تھی، عثمان نے شدید طیش میں اپنا سیل فون دیوار پر دے مارا تھا۔
''کوئی مجھے سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہے، اس آدمی نے میرے ماں باپ کو بھی میرے خلاف کر دیا ہے، کتنی آسانی سے انہوں نے مجھ سے تعلق توڑ دیا ہے، میں بھی ان کی شکل نہیں دیکھوں گا، مر گئے ہیں سب میرے...!'' شدید اشتعال میں چیختا وہ کسی بھی طور عارش کی بات سننے کے لیے تیار نہیں تھا جو اسے ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کر رہا تھا، خرمن چند لمحوں تک اس کی دھاڑوں کو سنتی رہی تھی، مگر پھر عثمان کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے اس کا رخ اپنی طرف ایک جھٹکے سے کیا تھا اور اگلے ہی پل اس کے زوردار تھپڑ نے عثمان کی آواز بند کر دی تھی، جبکہ عارش حق دق رہ گیا تھا۔
''اپنے ماں باپ کے خلاف ایک لفظ بھی اب زبان سے نکالا تو منہ توڑ دوں گی تمہارا، اتنا ابال اٹھ رہا ہے تو ماں باپ کو مارنے کے بجائے خود کیوں نہیں مر جاتے، اتنا بڑا قدم اٹھالیا ہے، تو اب سامنا کرنے کا حوصلہ بھی رکھو، دماغ کی ساری گرمی نکال دوں گی، اگر اب تمہارے حلق سے آواز نکلی، تمہاری چیخ پکار مزید بیلا کی حالت بگاڑ رہی ہے، سب کچھ جہنم میں بھیجو اور اسے ہاسپٹل لے کر چلو۔'' انتہائی سختی سے ہدایت کرتی وہ واپس کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی، جبکہ عارش نے ایک نظر عثمان کو دیکھا تھا جو سناٹے میں گھرا تھا۔ ہاسپٹل کے کاریڈور میں اس وقت عثمان کے ساتھ ہی تھا جب اس کے سیل فون پر برہان کی کال آئی تھی۔
''عارش! اسے سنبھالو، میں جانتا ہوں وہ ذہنی طور پر کس قدر ڈسٹرب ہوگا، ابو کے ساتھ میرے لیے بھی یہ بہت بڑا شاک ہے، لیکن آج یا کل ایسا کچھ تو ہونا ہی تھا، میں یہاں سب کچھ سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہوں، مگر اس کے لیے وقت چاہیے۔''
''آپ پریشان مت ہوں، عثمان کی طرف سے بالکل مطمئن ہو جائیں، مگر آپ آنٹی سے عثمان کی بات کروادیں، کم از کم اسے یہ تسلی تو ہوگی کہ...!''
''کسی سے بات نہیں کرنی مجھے، وہ تو وہی کریں گی جو ان کے شوہر کہیں گے۔'' عثمان درمیان میں ہی عارش کو روک گیا تھا، برہان تک بخوبی اس کی آواز پہنچ گئی تھی۔
''عارش! اس سے میری بات کرواؤ۔''
''بات کرو۔'' عارش نے زبردستی اس کے ہاتھ میں سیل تھمایا تھا، روم سے باہر آتی خرمن نے ایک نظر عثمان کے تنے ہوئے تاثرات کو دیکھا تھا جو عارش کے فون پر بات کرتا کچھ فاصلے پر چلا گیا تھا۔
''برہان بھائی کی کال ہے۔'' اس کی سوالیہ نظروں پر عارش نے بتایا تھا۔
''بیلا کی طبیعت اب کیسی ہے؟''
''کچھ بہتر ہے، اس کی ڈرپ ختم ہو جائے تو پھر میں بیلا کو ساتھ لے جاؤں گی، جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی، وہ میرے ساتھ رہے گی، اسے بھی بتا دینا۔'' بولتے ہوئے خرمن نے ایک نظر عثمان پر بھی ڈالی تھی۔
''تم نے کچھ زیادہ ہی کر دیا اس کے ساتھ، کم از کم ہاتھ تو نہ اٹھاتیں، وہ اب تمہارا شاگرد نہیں ہے۔'' عارش کو موقع مل ہی گیا تھا اسے سمجھانے کا۔
''میرا ہاتھ اٹھا تھا تو اس کا جنون ختم ہوا تھا، اب ہوش و حواس میں تو ہے، غلطی انجانے میں ہو یا مجبوری میں سرزد ہو، کہلاتی وہ غلطی ہی ہے، بیلا کے ساتھ اس کی زندگی چاہے جتنی بھی خوش حال ہو، مگر اس کا آغاز غلطی سے ہوا ہے، یہ بات میں دس سال بعد بھی اس کے سامنے کہہ سکتی ہوں۔'' وہ ناگواری سے بولی تھی۔
''ان دونوں نے کورٹ میرج کب کی؟'' اس کے ناگوار لہجے پر عارش خاموش رہا تھا۔
''ولیمے کے دن جب بیلا میرے پاس آئی تھی تو میں اسی دن ہی چونک گئی تھی، عثمان تمہیں اپنے کسی راز میں شامل نہ کرے ایسا تو ممکن نہیں ہے، تم ان دونوں کے ساتھ ہی تھے، پتہ ہے مجھے۔'' خرمن کی کڑی نظروں پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ

گیا تھا۔

❀-----O-----❀
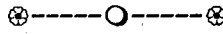
ایک نظر دوائیوں کے زیر اثر سوئی ہوئی بیلا پر ڈال کر وہ بیڈروم سے نکل آئی تھی، ٹیرس پر آتے ہوئے اس نے بغور عثمان کو دیکھا تھا جو بالکل خاموش تھا، وہ خود بھی کرسی پر بیٹھی عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''یہ نہیں مان رہا، بیلا کو ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔'' بالآخر عارش کو بتانا پڑا تھا۔

''کیا کرے گی وہ اس خالی فلیٹ میں جا کر، دیواروں سے سر ٹکرائے گی؟'' خرمن نے ناگواری سے عثمان کو دیکھا تھا۔

''وہ اس کا گھر ہے، اسے بیلا نے ہی سنوارنا ہے، مگر پہلے اسے تو وہاں جانے دو۔'' انتہائی خفت زدہ لہجے میں عثمان نے کہا تھا، تھپڑ کھانے کے بعد یہ پہلا موقع تھا جس میں براہ راست وہ خرمن سے مخاطب ہوا تھا۔

''اسے تمہارے ساتھ ہی جانا ہے، مگر ابھی اس کی طبیعت بہتر نہیں ہے، وہ ٹھیک ہوگی تو اپنے گھر کو سنوارے گی، تم فکر مت کرو، میں اسے تین دن میں بھلا چنگا کر دوں گی، یہ میری ذمے داری ہے۔'' خرمن نے نرم لہجے میں سمجھایا تھا۔

''یہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے، بیلا کو اس وقت تم سے زیادہ خرمن کی ضرورت ہے، اس کی صحت کے لیے ہی نہیں بلکہ اموشنلی سپورٹ کے لیے بھی خرمن کا اس کے قریب ہونا ضروری ہے۔'' عارش نے بھی خرمن کی تائید میں کہا تھا۔

''اب غصہ کرنے اور جلنے کڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، اب تمہیں اپنی اور بیلا کی بہتر زندگی کے لیے جدوجہد کرنی ہے، ان سب کو غلط ثابت کرنا ہے جن کا خیال تھا کہ تم بیلا کے لیے مناسب نہیں تھے، سب کو وقت دو کہ وہ حقیقت کو تسلیم کریں، ایک دم سے سب کچھ سنور نہیں سکتا، تمہیں بہت ہمت اور ضبط سے کام لینا ہوگا، جو تمہارے ہیں وہ زیادہ دن تک تم سے جدا نہیں رہ سکتے۔'' عثمان کی خاموشی پر عارش نے بھی اسے سمجھایا تھا۔

''مجھے کسی بات کا غم نہیں ہے، مگر اس شخص نے میرے لیے میری بہن کو مار دیا ہے، ایک ہی تو بہن ہے میری، میری زندگی قید ہے اس میں، اس کی گود میں سر رکھ کر میں اپنی ہر تکلیف بھول جاتا ہوں، مگر اس سنگدل انسان نے مجھ سے وہ گود بھی چھین لی ہے۔'' عثمان کے ٹوٹے لہجے اور آنکھوں کی نمی نے خرمن کے دل کو پگھلا دیا تھا، اس نے کبھی عثمان کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے تھے۔

کسی کے چاہنے سے خون کے رشتے الگ نہیں ہو سکتے عثمان! فاروق بھائی جیسے بھی ہیں مگر عروسہ آپی کی بہت پروا کرتے ہیں، ان کو اپنے بیوی بچوں سے بہت محبت ہے، اتنا تو میں بھی ان کو جانتی ہوں، ابھی معاملہ گرم ہے، مجھے یقین ہے کہ زیادہ عرصے تک وہ تمہارے اور آپی کے درمیان حدیں برقرار نہیں رکھ سکیں گے اور پھر وہ خود بھی کہاں رہ سکتی ہیں تمہارے اور بیلا کے بغیر، کچھ دیر پہلے انہوں نے مجھے کال کی تھی، تمہارے اور بیلا کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔''

''اپنے شوہر سے چھپ کر؟'' تلخ لہجے میں عثمان نے خرمن کی بات کاٹی تھی۔

''اب یہ مجھے نہیں پتہ، تم بس بیلا کی فکر رکھو۔'' خرمن نے اسے گھر کا تھا۔

''تم کہتی ہو تو میں بیلا کو ساتھ نہیں لے جاتا، مگر مجھے اچھا نہیں لگ رہا، ہماری وجہ سے تم دونوں کی زندگی ڈسٹرب ہو میں یہ نہیں چاہتا تھا۔''

''خاموش رہو۔'' عارش نے ناراضی سے اس کی بات کاٹی تھی۔

''ہم دونوں کی زندگی تم دونوں کی زندگی سے الگ نہیں ہے، برہان بھائی اگر مجھے تاکید نہ بھی کرتے تو بھی میں اور خرمن تم دونوں کے ساتھ ہوتے۔''

''تم بھی کہیں نہیں جا رہے، وہاں اکیلے کیا کرو گے، اس وقت ویسے ہی تمہارا دماغ پلٹا ہوا ہے، کہیں کوئی گڑبڑ ہی نہ کر دو، لہٰذا آج تو تمہیں یہیں رکنا ہوگا۔'' خرمن قطعی لہجے میں بولی تھی۔

''اب ایسا بھی نہیں ہے، میں نہیں رکوں گا۔'' عثمان نے فوراً انکار کیا تھا۔

''میں کھانا گرم کرنے جارہی ہوں، تم اسے اپنی زبان میں سمجھا دو، یہ یہیں رکے گا۔'' عثمان سے بحث کرنے کے بجائے وہ عارش کو تاکید کرتی کرسی سے اٹھ گئی تھی۔

❀-----O-----❀

گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے منیزہ نے خشمگیں نظروں سے اس کا جائزہ لیا تھا اور رکے بغیر عارش کو پکارتی لاؤنج کی طرف بڑھی تھی۔

''کیا ہوا، خیریت تو ہے؟'' خرمن حیران ہوتی اس کے پیچھے آئی تھی۔

''تمہاری شکایت کرنی ہے اس سے، کہاں ہے وہ؟'' اس کے گھرکنے پر خرمن مسکرائی تھی۔

''کیا خطا ہوئی ہے مجھ سے؟''

''مجھ سے کچھ پوچھنے کے بجائے جا کر آئینہ دیکھ لو، حلیہ دیکھو ذرا اپنا، ایسا لگ رہا ہے جیسے شادی ہوئے دس سال گزر چکے ہیں۔'' منیزہ برسی تھی۔

''اچھے خاصے تو لگ رہے ہیں میرے کپڑے اور کیا ہوا ہے میرے حلیے کو؟'' وہ خفت سے بولی تھی۔

''بس رہنے دو، منہ نہ کھلواؤ میرا، گھر کے اندر کون سے میلے لگے ہیں، کم از کم یہ غلاف تو اتار دو۔'' جل کر منیزہ نے اس کے چہرے کے گرد موجود اسکارف کی طرف اشارہ کیا تھا۔

''اچھا تم بیٹھو تو، کر دینا میری شکایت، عارش کو آفس سے تو آنے دو۔''

''کیا....عارش آفس میں ہے؟'' منیزہ حیرت وصدمے سے چیخی تھی اور اگلے ہی پل اس نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

''تم دونوں مجھے پاگل کر دو گے، شادی کو ابھی پانچ دن بھی نہیں ہوئے، ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنے کے بجائے تم دونوں یہ کون سی لنکا ڈھا رہے ہو؟'' منیزہ چیخ ہی تو اٹھی تھی۔

''آہستہ بولو، ورنہ تمہاری آواز بیلا کو ڈسٹرب کر دے گی، وہ کچھ دیر پہلے سوئی ہے۔'' خرمن نے ہول کر اسے روکا تھا۔

''بیلا آئی ہوئی ہے، کہاں ہے وہ؟'' منیزہ نے چونک کر پوچھا تھا۔

''امی کے کمرے میں ہے، آرام کر رہی ہے۔ اچھا ہوا تم آ گئیں، ایک ٹریجڈی ہوگئی ہے، کچن میں چلو، سب بتاتی ہوں۔'' خرمن اسے ساتھ لیتی لاؤنج سے نکل گئی تھی۔ خرمن سے سب کچھ جاننے کے بعد منیزہ حقیقتاً دنگ ہوئی تھی۔

''یہ تو بہت برا ہوا، بس ایک ہی چیز اچھی ہے کہ عثمان اور بیلا ہمیشہ کے لیے ایک ہوگئے ہیں، تھوڑا افسوس ہے مگر خوشی زیادہ ہے۔'' بیلا سنجیدگی سے بولی تھی۔

''صبح فاران آیا تھا، آپی نے بیلا کا سارا سامان سوٹ کیس میں یہاں بھیج دیا ہے۔'' گہری سانس لے کر خرمن نے مزید کہا تھا تب ہی کال بیل کی آواز پر وہ چونک کر اٹھتی کچن سے نکل گئی تھی۔

''عثمان! مجھے آسرے میں رکھ کر تم نے بہت شدید دھوکہ دیا ہے۔'' منیزہ اسے دیکھتے ہی خفت سے بولی تھی۔

''میں نے تمہیں دھوکا نہیں دیا، استانی کی بے وفائی کا بدلہ تم سے لیا ہے۔'' وہ بولتے ہوئے دھیرے سے ہنسا تھا۔

''شکر ہے، تمہارے چہرے پر مسکراہٹ تو نظر آئی مجھے۔'' خرمن نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''کہاں سے آرہے ہو؟''

''گھر گیا تھا اپنا سامان لینے، یہ گھر کی چابیاں سنبھالو اور اطلاع پہنچا دینا کہ میں اس گھر میں اب قدم نہیں رکھوں گا۔'' تلخی سے بولتے ہوئے اس نے چابیاں خرمن کے حوالے کی تھیں۔

''بیلا کہاں ہے؟'' عثمان نے پوچھا تھا۔

''وہ سو رہی ہے اور تم اسے ڈسٹرب نہیں کرو گے۔'' خرمن نے فوراً اسے گھورا تھا۔

''تم نے کہہ دیا اور میں نے عمل کر لیا۔'' عثمان خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتا کچن سے نکلا تھا۔

''عثمان! خبردار جو تم کمرے میں گئے۔'' خرمن اس کے پیچھے ہی جا رہی تھی جب منیزہ نے سرعت سے اسے روکا تھا۔
''جانے بھی دو، کیوں ظالم سماج بن کر دو پیار کرنے والوں کے درمیان آ رہی ہو۔'' منیزہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔
دروازے پر ہوتی آہٹ نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا تھا، عثمان کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔
''کہاں تھے تم؟ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔'' بھرائے لہجے میں وہ شکایت کر رہی تھی، جواباً وہ جو سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھتا سامنے بیٹھا تھا، دھیرے سے اس کا چہرہ چھوتے ہوئے اس کی چوٹوں کا جائزہ لینے لگا تھا، اس کا داہنا جبڑہ سوجا ہوا اور نیلا ہو رہا تھا، آنکھ کے نیچے بھی کچھ ایسا ہی نشان موجود تھا، زیریں لب پھٹنے کی وجہ سے گہرا نشان نمایاں تھا۔
''تمہارے چہرے پر یہ نشان مندمل ہوں یا نہ ہوں، مگر میں کسی صورت اس شخص کو معاف نہیں کروں گا جس نے تمہارے ساتھ یہ بہیمانہ سلوک کیا ہے، اپنی تذلیل کرنے والے انسان کو میں بخش سکتا ہوں، مگر اسے نہیں معاف کر سکتا جس نے تمہیں چوٹ پہنچائی ہے۔'' سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ وہ بولا تھا جبکہ بیلا نے آنسو چھپانے کے لیے چہرہ جھکا لیا تھا۔
''میں تمہاری طبیعت کے بارے میں پوچھنا بھول گیا، اب کچھ بہتر محسوس کر رہی ہو تم؟''
''ہاں! میری طبیعت بہتر ہے، تم میرے لیے پریشان مت ہو۔'' مدھم آواز میں بول کر اس نے نظر اٹھائی تھی۔
''ہم اپنے گھر کب جائیں گے؟''
''خرمن بضد ہے کہ پہلے گھر کو رہنے کے قابل تو بناؤں، وہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے، ضرورت کی کوئی چیز بھی تو نہیں ہے وہاں، تمہاری طبیعت ٹھیک ہو تو...!''
''میں ٹھیک ہوں، مجھے بس اپنے گھر کو سجانا ہے، میں آج ہی خرمن کے ساتھ مل کر سامان کی لسٹ بنوا لوں؟ دو دن میں ہی سارا کام مکمل ہو جائے گا۔'' وہ بے تابی سے بولی تھی۔
''ٹھیک ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں، مگر سوچ لو، وہاں میرے علاوہ کوئی اور نہیں ہوگا، ڈرو گی تو نہیں؟'' مسکراتی نظروں سے اس نے بیلا کو دیکھا تھا۔
''جی نہیں، میں نہیں ڈرتی کسی سے، تم ڈر جاؤ گے مجھ سے۔'' وہ خفت سے بولی تھی۔
''واقعی....؟ مگر تم ایسا بھی کیا کرو گی کہ میں تم سے ڈر جاؤں گا۔'' عثمان کی معنی خیز نظروں پر بری طرح جھینپتے ہوئے اس نے چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔

❀------O------❀
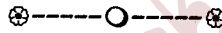
ڈریسنگ کے سامنے بالوں میں برش پھیرتا وہ رک کر خرمن کی طرف متوجہ ہوا تھا جو کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔
''یہاں بیلا کی دوائیاں رکھی تھیں؟'' قریب آتے ہوئے اس نے متلاشی نگاہیں ڈریسنگ پر دوڑائی تھیں، اور پھر عارش کو دیکھا تھا جو اپنی سنجیدہ نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹاتا ڈریسنگ کی دراز سے ٹیبلٹس کے پیکٹ نکال رہا تھا۔
''تم کھانا کھا لو، عثمان کو ریڈیو سے گھر آنے میں کافی ٹائم لگے گا۔'' پیکٹ اس سے لیتے ہوئے وہ بولی تھی۔
''نہیں، میں اس کا انتظار کر لیتا ہوں، ابھی بھوک بھی نہیں ہے۔'' ہلکے نیلے مہین دوپٹے میں قید اس کے چہرے کو دیکھتا وہ اسی سنجیدگی سے بولا تھا۔
''تب تک چائے یا کافی بنا دوں تمہارے لیے؟'' خرمن کے مزید نرم لہجے پر عارش کے دل میں چھپے شکوے خود بخود ختم ہو گئے تھے۔
''اگر وقت ہو تو ایک گلاس پانی مل سکتا ہے تمہارے ہاتھوں سے؟'' مسکراتی نظروں سے عارش نے اسے دیکھا تھا۔
''میرے ہاتھوں کا تذکرہ تو اس طرح کر رہے ہو کہ جیسے میں نے پانی لا کر نہیں دیا تو تم ساری زندگی پیاسے رہو گے۔'' طنزیہ لہجے میں بولتی وہ جانے کے لیے پلٹی تھی کہ عارش نے عقب سے بازو اس کی گردن میں حمائل کرتے ہوئے اتنا قریب

کیا تھا کہ اس کا سر عارش کے سینے سے مس ہوا تھا، دوسری طرف خرمن کی سانسیں رک گئی تھیں۔
''یہ کیا حرکت ہے، چھوڑو مجھے۔'' اس کا بازو اپنی گردن سے نکالنے کی کوشش کرتی وہ بری طرح جھنجھلائی تھی۔
''تم نے کب مجھے پیاسا نہیں رکھا خرمن؟'' اس کے شانے پر جھکا وہ پرحدت لہجے میں پوچھتا اس کے غصے میں اضافہ کر رہا تھا۔
''بیلا میرا انتظار کر رہی ہے تم...!''
''میں بھی چاہتا ہوں کہ تم بیلا پر توجہ دو، مگر مجھے نظر انداز تو نہ کرو، کل سے میں ضبط کر رہا ہوں، تم کسی کے لیے مجھے کیسے بھول سکتی ہو؟ اور جانتی ہو اس کمرے میں تنہا مجھے آج بھی نیند نہیں آئے گی۔'' اس کی مدھم آنچ دیتی سرگوشیوں نے خرمن کا ضبط ختم کر دیا تھا، ایک جھٹکے سے وہ اس کی گرفت سے نکلتی اسے بری طرح چونکا گئی تھی۔
''واہیات لگتا ہے مجھے یہ سب، آئندہ میرے ساتھ اس قسم کی زبردستی مت کرنا سمجھے تم؟'' اس کے غصیلے لہجے پر عارش کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔
''ایسی کون سی واہیات حرکت کی ہے میں نے؟ میرا تو قریب آنا ہی تمہیں واہیات لگتا ہے، کیا بار بار یاد دلانا پڑے گا کہ تم میری بیوی ہو؟ میں اپنے دل کی بات تک تم سے نہیں کر سکتا کیا؟ دو لمحے میرے پاس رکنا تمہیں زبردستی کا کام لگ رہا ہے؟'' شدید دھچکے کے باعث وہ خاموش نہیں رہ سکا تھا۔
''تمہاری اس بیوی، بیوی کی رٹ نے تو میری جان عذاب میں ڈال رکھی ہے۔'' مدھم آواز میں غراتی وہ پلٹ کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی تو لائٹ آف تھی اور عارش آنکھوں پر ہاتھ رکھے بیڈ پر دراز تھا، پانی کا گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتی وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
''پانی رکھا ہے پی لینا۔'' خرمن کی آواز پر نہ اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا تھا اور نہ ہی کچھ کہا تھا، جبکہ وہ بھی ناگواری سے سر جھٹکتی کمرے سے نکل گئی تھی، عثمان کی آمد کے بعد اس نے نارمل ہو جانا تھا، خرمن کو معلوم تھا، لہٰذا نخرے اٹھانے کا نہ اس کے پاس وقت تھا اور ارادہ تو وہ ہرگز بھی نہیں تھا۔

❀------O------❀

خرمن کی کوشش تھی کہ فلیٹ کو سیٹ کرنے میں عثمان کو انوالو نہ کرے کیونکہ اس کے پاس ٹائم کی بہت کمی تھی۔
صبح سے شام تک انسٹیٹیوٹ اور شام سے رات گئے تک ریڈیو اسٹیشن، جاب شروع ہوئے زیادہ دن بھی نہیں ہوئے تھے، لہٰذا فرنیچر کے علاوہ کچھ دوسری چیزوں کی خریداری اور فلیٹ میں منتقلی کے علاوہ خرمن نے اس پر کوئی بار نہیں ڈالا تھا، ویسے بھی خرمن کو معلوم تھا کہ ان معاملات میں وہ کتنا لاپروا ہے، اپنے اپارٹمنٹ کو سیٹ کرنے کے دوران اسے اندازہ ہو چکا تھا، بیلا کی طبیعت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے منیزہ سے مدد مانگی تھی اور ایسا تو ہو نہیں سکتا تھا کہ وہ خرمن کو انکار کرتی، چھوٹا سا فلیٹ تھا اس لیے لگاتار محنت سے دو دن میں ہی سب کچھ سیٹ ہو گیا تھا، یہ اور بات کہ دوسرے دن رات گئے تک اسے بیلا کی طرف رکنا پڑا تھا، جب ہر طرف سے مطمئن ہو گئی تو فلیٹ سے عثمان کے ہمراہ نکلتے نکلتے تقریباً 2 بج چکے تھے، عارش اسے گیٹ تک لینے آ گیا تھا، تاکہ عثمان کو واپس جانے میں مزید دیر نہ ہو۔
''تم سو جاتے، میرے پاس دوسری چابی تھی، خود آ سکتی تھی۔'' لفٹ میں اس نے عارش سے کہنا ضروری سمجھا تھا، مگر اس کے خاموش رہنے پر وہ کوفت میں ہی مبتلا ہوئی تھی، اگر عارش اپنی سنجیدگی اور خاموشی سے یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ وہ اب تک ناراض ہے تو خرمن کو اس سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں تھا۔
لاؤنج میں رک کر اس نے ہول کر سینٹرل ٹیبل پر بکھری اپنی کتابوں کو دیکھا تھا جو کل رات سے یہیں رکھی تھیں، اسے پھر یاد آ گیا تھا کہ پیپرز کی ڈیٹ بالکل سر پر آ پہنچی ہے، کتابیں اٹھاتے وہ بیڈ روم میں داخل ہوئی تو پہلی نظر اس پر ہی گئی تھی جو بیک کراؤن سے پشت لگائے اپنا سیل فون چیک کرنے میں مصروف تھا، کتابیں کمپیوٹر ٹرالی پر رکھنے کے بعد وہ اسکارف

اتارتی ڈریسنگ کے سامنے آ گئی تھی۔
''تمہارے پیپرز شروع ہو رہے ہیں، ان کی تیاری کے لیے تمہیں زیادہ وقت چاہیے، تم مامی کے کمرے میں زیادہ یکسوئی سے پڑھ سکتی ہو۔'' عارش کے سنجیدہ لہجے پر وہ پلٹ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
''یہاں میری وجہ سے تم ڈسٹرب ہوگی، لائٹ آن ہوگی تو میں سو نہیں سکوں گا، جبکہ تمہیں زیادہ دیر تک جاگ کر پڑھنا ہوگا، بہتر ہے کہ تم پیپرز ختم ہونے تک مامی کے کمرے میں شفٹ ہو جاؤ۔'' سرد لہجے میں وہ اس سے مخاطب تھا مگر نظریں اپنے سیل فون پر ہی جمائے ہوئے تھا، ایک نظر بھی اس نے خرمن کے بگڑتے تاثرات کو دیکھنا گوارا نہیں کیا تھا جو کچھ بھی کہے بغیر واپس ٹرالی تک گئی تھی، اپنی کتابیں اٹھائی تھیں اور کسی بھی جانب دیکھے بغیر تیز قدموں کے ساتھ کمرے سے نکل گئی تھی۔

❁-----○-----❁

کچن کا طائرانہ جائزہ لیتی وہ پلٹ کر عثمان کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
''یہاں کا سوئچ بورڈ چیک کرلو، ایک ہی لائٹ آن ہو رہی ہے اور مجھے یہاں تیز روشنی چاہیے۔''
''وقت ذرا دیکھو کیا ہو رہا ہے، کل بھی آئے گی، ہو جائے گا سب، تم بہت تھک چکی ہو یہ اندازہ تمہارے چہرے سے ہی ہو رہا ہے، تم جانتی بھی ہو کہ تمہیں آرام کی کتنی ضرورت ہے۔'' اس کا ہاتھ تھام کر کچن سے لے جاتے ہوئے وہ چونکا تھا۔
''بیلا! تم جل رہی ہو بخار میں، تم نے دوا وقت پر لی بھی تھی یا نہیں؟'' عثمان نے ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔
''میں بھول گئی تھی، اتنا مصروف دن گزرا، مگر میں ابھی ٹیبلیٹس لیتی ہوں، صبح تک ٹھیک ہو جاؤں گی۔'' وہ شرمندہ ہوتی بولی تھی۔
''میرے لیے گھر سے زیادہ اہم تمہاری صحت ہے، میں اب نظر رکھوں گا، ذرا سی بھی بے احتیاطی کی اجازت نہیں ہے، میں دودھ گرم کر کے لاتا ہوں، تم میرے سامنے ٹیبلیٹس کھاؤ گی۔''
''میں پانی سے کھاؤں گی، مجھے دودھ سے الرجی ہے۔'' بیلا کو دودھ کے نام سے ہی ابکائی آئی تھی۔
''خاموشی سے جاؤ، میں آ رہا ہوں۔'' عثمان کے فوراً ہی گھرکنے پر وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی، مسکراہٹ چھپائے وہ اسے دیکھ رہا تھا، جس نے ناک چٹکی میں پکڑ کر بند کی تھی اور ایک ہی سانس میں دودھ کا گلاس خالی کر دیا تھا۔
''زہر لگ رہے ہو تم مجھے۔'' گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتی وہ ناراضی سے بولی تھی۔
''تمہیں ایسا لگنا بھی چاہیے مگر مجھے کچھ مہلت دو، میں بھی تمہیں اپنی طرف سے مایوس نہیں کرنا چاہتا۔'' عثمان نے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔
''تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟'' وہ الجھی تھی۔
''یہ گھر تمہارے شایان شان نہیں ہے، میں بہت جلد تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا، کسی بہت اچھے گھر میں اور اس کام کے لیے میں کسی کی مدد نہیں لینا چاہتا، میں اپنے زور بازو پر اسٹیبلش ہونا چاہتا ہوں، تب تک تمہیں میرے ساتھ یہاں کچھ کٹھن وقت گزارنا ہوگا۔''
''ایسا مت سوچو، وقت وہ کٹھن ہے جو تمہارے بغیر مجھے گزارنا پڑے اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ وقت نہیں آئے گا، میرے لیے بس یہ کافی ہے کہ میں تمہارے ساتھ تمہارے قریب ہوں، یہ گھر میرے لیے کسی محل سے کم نہیں ہے، یہاں کی ایک ایک چیز سے مجھے محبت ہو گئی ہے، میں اپنی ساری زندگی یہاں گزارنا پسند کروں گی، تم نے کبھی مجھے مایوس نہیں کیا ہے، میری بھی یہی خواہش ہے کہ تم زندگی میں بہت ساری کامیابیاں حاصل کرو، حالات جیسے بھی ہوں، تم مجھے اپنے قریب پاؤ گے۔'' وہ اپنے لفظوں پر زور دیتی اسے مطمئن کر رہی تھی۔
''تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی، میں جانتا ہوں، تم نے جو کہا وہ کر دکھایا، تم ساتھ نہ ہوتیں تو میں کبھی اپنے اور تمہارے لیے اتنا بڑا فیصلہ نہ کر پاتا، تم مجھ سے زیادہ بہادر ثابت ہوئی ہو، میرے لیے تم نے جو کچھ برداشت کیا، شاید میں کبھی

اس کا ازالہ نہ کرسکوں۔" اس کے مدھم لہجے پر وہ مسکرائی تھی چند لمحوں تک وہ اس کے زرد چہرے پر کھلی روشن مسکراہٹ کو دیکھتا رہا تھا اور پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

"میری پہلی کامیابی، تمہاری صورت میں مجھے حاصل ہوگئی ہے، تمہارے لیے اب میں جتنی بھی کامیابیاں زندگی میں حاصل کروں اس ایک کامیابی کے سامنے سب کچھ بہت چھوٹا ہے میری نظر میں۔"

"مگر پھر بھی تمہیں کامیابیاں حاصل کرنی ہیں، بہت آگے جانا ہے۔" بیلا نے مسکراتے ہوئے اس کی بات کاٹی تھی۔

"میں کوشش کروں گا کہ تمہاری امیدوں پر پورا اتروں۔" گہری سانس لے کر عثمان نے اسے دیکھا تھا۔

"ایک جوائنٹ پروجیکٹ کے لیے میں نے آفر قبول کرلی ہے، دو ڈیزائنرز اپنے کلیکشن کو لانچ کررہے ہیں، کل پہلا شوٹ ہے، بالکل وقت نہیں ملے گا مجھے جب تک یہ پروجیکٹ مکمل نہیں ہوجاتا، عارش انسٹیٹیوٹ میں کوآپریٹ کرلے گا مگر ریڈیو پر مجھے سارا وقت تو دینا ہی ہوگا۔"

"مان! ان ساری مصروفیات میں تو تمہیں بالکل وقت نہیں ملے گا۔" بیلا کو تشویش ہوئی تھی۔

"مجھے بہت سارا پیسہ حاصل کرنا ہے، اس کے لیے محنت تو کرنی ہوگی، مگر تم فکر مت کرو، مجھے اپنے لیے وقت ملے یا نہ ملے مگر تمہاری ایک پکار پر میں ہر کام چھوڑ کر دوڑا آؤں گا، کام اور پیسہ تم سے بڑھ کر نہیں ہے۔" بغور عثمان نے اس کے بجھے تاثرات کو دیکھا تھا۔

"اگر کوئی مسئلہ ہے تو بتادو مجھے، میرے لیے تمہارا اطمینان اور بھروسہ ضروری ہے۔" اس کی خاموشی پر عثمان نے کہا تھا۔

"نہیں، کوئی مسئلہ نہیں، آخر تم یہ سب کچھ میرے لیے ہی تو کررہے ہو۔" وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"تم اب آرام کرو، صبح میں تمہیں خرمن کی طرف چھوڑتا جاؤں گا، اس نے تاکید کی تھی مجھے۔" اس کا ہاتھ نرمی سے تھپتھپا کر چھوڑتا وہ اٹھ گیا تھا۔

بیلا نے سوچا تھا کہ اسے روکے، بیڈ تو ایک ہی تھا، دوسرا کمرہ ڈرائنگ روم، لاؤنج ہی کہلا سکتا تھا، اور تیسرا کمرہ کوئی تھا ہی نہیں، یہ فلیٹ دو کمروں اور ٹیرس پر مشتمل تھا، دونوں کمرے نہ بہت زیادہ بڑے تھے نہ بہت چھوٹے، ٹیرس بھی کافی کھلا ہوا تھا، وہ ابھی تذبذب میں ہی تھی کہ عثمان شب بخیر کہتا لائٹ آف کرتا کمرے سے نکل گیا تھا، تکیے پر سر رکھے وہ ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ دروازے پر ہوتی آہٹ پر چونک کر اٹھ بیٹھی تھی۔

"میٹرس کہاں رکھا ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"وہ خرمن نے اسٹور میں رکھ دیا تھا، تم کہاں سو رہے ہو؟" بیلا کے سوال پر وہ جاتے جاتے رکا تھا، مدھم نیلگوں روشنی میں نہایا اس کا معصوم چہرہ عثمان کو عجیب امتحان میں ڈال گیا تھا۔

"میں اس لیے پوچھ رہی تھی کہ یہاں پہلی رات ہے، اگر مجھے ڈر لگا تو...؟" بیلا کی آواز حلق میں پھنس گئی تھی جب وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتا بیڈ کے نزدیک آیا تھا۔

"میں ایک کام بھول گیا تھا۔" سنجیدہ لہجے میں وہ بولا تھا اور اگلے ہی پل جھک کر اس کی پیشانی پر لب رکھ دیئے تھے۔

بیلا کے جسم کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آگیا تھا، اس کے جلتے رخسار سے ہاتھ ہٹاتا وہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"میں کمرے کا دروازہ مکمل کھول جاؤں گا، اور ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، میں دروازے کے قریب ہی میٹرس لگا لوں گا، اطمینان سے سو جاؤ۔" نرم لہجے میں تاکید کرتا وہ جانے کے لیے پلٹ گیا تھا، کھلے دروازے کو دیکھتی وہ اپنی رکی سانسیں بحال کرتی تکیے پر سر رکھ چکی تھی، بند آنکھوں کے ساتھ پتہ نہیں کب تک وہ اپنی پیشانی پر مہکتے لمس کو محسوس کرتی رہی تھی۔

❀------O------❀
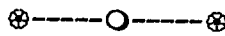
رات کی گہری خاموشی میں گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک کو سنتے ہوئے جانے کتنا وقت گزر گیا تھا، عروسہ حقیقتاً زمین و آسمان کے درمیان معلق تھیں، گزرے دنوں کا ایک ایک پل ان کے لیے بھاری رہا تھا، وہ ذہنی طور پر تیار تھیں ہر الزام اپنے

سر لینے کے لیے، ہر چیز کا ذمے دار خود کو گردانتے کے لیے مگر.... فاروق نے ایسا کچھ ہونے نہیں دیا تھا، نہ انہیں تختہ مشق بنایا نہ وہ ان کے اشتعال کی زد میں آئیں، کچھ بھی تو نہیں کہا تھا فاروق نے انہیں، وہ بالکل خاموش تھے، شاید ان کے سارے الفاظ اسی دن ختم ہو گئے تھے جس دن اس گھر کو بیلا نے چھوڑا تھا، گمبھیر چپ کے خول میں وہ قید ہو گئے تھے، ان کی اس چپ نے عروسہ کے اعصاب چٹخا دیئے تھے، انہیں کسی پل چین نصیب نہیں ہو رہا تھا، اس اذیت سے تو بہتر تھا کہ وہ چیخ چلا کر ان پر الزامات عائد کرتے، عثمان نے جو کچھ کیا اس کی سزا انہیں دیتے، وہ خود کو مجرم مانتی تھیں، چہیتے بھائی کی محبت نے انہیں جذباتی طور پر بہت کمزور کر دیا تھا، وہ بھول گئی تھیں کہ دنیا کے سامنے شوہر کا جھکا سر وہ کیسے برداشت کر سکیں گی، مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی، اب کچھ بھی پہلے جیسا نہیں ہو سکتا تھا، وہ کب تک دو کشتیوں میں سوار رہ سکتی تھیں، شوہر کی عزت ان کا نام مقام عروسہ کو اپنی زندگی سے زیادہ عزیز تھا، مگر بھائی کے آنسوؤں کے سامنے وہ ہار گئی تھیں اور شوہر کی لاتعلقی نے انہیں توڑ کر رکھ دیا تھا۔

کمرے سے باہر آ کر انہوں نے دیکھا تھا، لاؤنج کی نیم تاریکی میں وہ بیٹھے سوچوں کی اتھاہ گہرائیوں میں تھے، گزرے دنوں میں عروسہ خود میں اتنی جرأت پیدا نہیں کر سکی تھیں کہ ان سے نظر بھی ملا سکتیں مگر آخر کب تک...؟ کب تک وہ انہیں تنہا آگ میں جلتا دیکھ سکتی تھیں۔

''فاروق...!'' ان کی لرزتی پکار کسی کھائی سے ابھری تھی، فاروق نے ایک نظر انہیں دیکھا تھا اور اگلے ہی پل وہ اپنی جگہ سے اٹھتے وہاں سے چلے جانا چاہتے تھے۔

''اس سے تو بہتر تھا کہ آپ مجھے بھی اس گھر سے، اپنی زندگی سے نکال دیتے۔'' ان کا راستہ روکتیں وہ ضبط نہیں کر سکی تھیں۔

''میں نے ہر پابندی سے اس گھر کے ہر فرد کو آزاد کر دیا ہے، یہاں رہنے کے لیے یا یہاں سے جانے کے لیے کسی کو میری اجازت کی ضرورت نہیں ہے، کوئی مقام نہیں ہے میرا اس گھر میں، نہ تم سب کی نظروں میں اور اب تو اس دنیا میں بھی نہیں۔'' بھینچے لہجے میں بولتے وہ عروسہ کی جانب نہیں دیکھ رہے تھے۔

''میں بس اتنا جانتی ہوں کہ میرا وجود میری زندگی سب کچھ آپ سے جڑا ہے، میں اگر ہوں تو آپ کی وجہ سے۔'' عروسہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔

''پہلے مجھے بھی یہی لگتا تھا، تمہاری وفاداریوں کی صداقت پر میں آنکھیں بند کر کے یقین رکھتا رہا مگر تم نے وفاداریوں کے پردے میں رہ کر جو کھیل کھیلا ہے، اس نے ہر چیز سے اعتبار اٹھا دیا ہے، اپنے بھائی کی محبت میں تم میری آستین کا سانپ بن چکی ہو۔'' ان کے سلگتے لہجے پر وہ بس ساکت نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھیں، نیم تاریکی میں بھی وہ ان کے چہرے پر اپنے لیے نفرت دیکھ سکتی تھیں۔

''اپنے بھائی کے ساتھ مل کر میری عزت کا جو تماشا تم نے بنایا ہے، تمہاری جگہ اگر میرا کوئی دشمن ہوتا تو ایک بار ضرور سوچتا مگر تم....اب اگر تم اپنے ہاتھوں پر انگارے رکھ کر بھی میری وفاداریوں کا دم بھرو گی، تو بھی میں تم جیسی بے اعتبار عورت پر بھروسہ نہیں کروں گا، اگر تم اس وقت اس گھر میں موجود ہو تو صرف میرے بچوں کی وجہ سے، ورنہ میرے دل میں اب تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔'' انتہائی بے رحمی کے ساتھ وہ ان کے پرخچے اڑاتے لاؤنج سے نکل گئے تھے۔

❀------○------❀

لفٹ سے باہر آتے ہوئے عارش نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جو سیڑھیاں چڑھتی اوپر آئی تھی، اور کسی بھی جانب دیکھے بغیر بیگ سے چابیاں نکالتی اپنے اپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی تھی، عارش حیران ہوتا اس کے پیچھے آیا تھا، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ خرمن اس وقت کہاں گئی تھی، شام کے اس وقت 6 بج رہے تھے، آج وہ آفس سے کچھ لیٹ ہو گیا تھا، عثمان کی طرف وہ تنہا نہیں جا سکتی تھی اور کم از کم شام کے وقت وہ تنہا وہاں سے نہیں آ سکتی تھی۔

لاک کھولتے ہوئے خرمن کو اس کی موجودگی کا احساس ہو گیا تھا، اسے مخاطب کیے بغیر وہ گھر میں داخل ہو گئی تھی۔
''تم اس وقت کہاں سے آ رہی ہو؟'' دروازہ بند کرتے ہوئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا، جو ان سنی کیے آگے بڑھ گئی تھی، عارش اس کے پیچھے ہی لاؤنج میں آیا تھا۔
''خرمن! میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے، کہاں گئی تھیں تم؟'' ناگواری ضبط کیے وہ اس سے پوچھ رہا تھا جو صوفے پر بیٹھی سینڈلز کے اسٹریپس کھول رہی تھی۔
''میں تمہارے ہر سوال جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔''
''مگر مجھے جواب چاہیے، مجھے فکر ہے کہ تم اچانک کہاں گئی تھیں اور اب واپس آ رہی ہو۔'' وہ بمشکل ضبط کرتا بولا تھا۔
''تم میری فکر چھوڑ کر اپنے کام سے کام رکھو۔'' ایک جھٹکے سے اس کے مقابل اٹھتی وہ غصیلے لہجے میں بولی تھی، اس سے پہلے کہ وہ سامنے سے ہٹتی عارش واپس اسے اپنے مقابل کر گیا تھا۔
''مجھے بتا کر جاؤ تم کہاں گئی تھیں؟'' وہ سرد لہجے میں پھر پوچھ رہا تھا۔
''کیوں میری جان کے پیچھے پڑ چکے ہو تم؟'' اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑاتی وہ چیخی تھی۔
''میں اپنے گھر گئی تھی... کسی کے ساتھ وقت گزارنے نہیں...!''
''خرمن! تم...!'' سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ وہ ضبط کرتا ایک پل کو رکا تھا۔
''بولنے سے پہلے ایک بار سوچ لیا کرو کہ کس کے سامنے کیا کہنے جا رہی ہو۔''
''نہیں سوچنا مجھے کچھ بھی، تم نے مجھے گھر کے اندر کیوں آنے دیا، دروازے پر ہی اپنے سوالات کا پرچہ تھما دیتے مجھے، میں بھول گئی تھی کہ اپنی مرضی سے میں کچھ نہیں کر سکتی، کیونکہ اب میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔'' وہ بری طرح بھڑک کر بولتی چلی گئی تھی۔
''تم کبھی اس سے آگے نہیں سوچ سکتیں، اگر میں نے سوال کیا ہے تو اس لیے کہ میں تمہارے لیے پریشان ہوا تھا۔'' وہ شدید تاسف سے اسے دیکھتا بولا تھا۔
''تو کس نے کہا ہے تم سے پریشان ہونے کے لیے؟ مت ہوا کرو پریشان، کوفت ہوتی ہے مجھے۔'' وہ عاجز آ جانے والے انداز میں بولی تھی۔
''ہاں، میں جانتا ہوں تمہارے نزدیک میرا ہر جذبہ بے وقعت ہے، میں تمہاری فکر کروں، تمہارے لیے پریشان ہوں یا تمہاری پروا کروں تو یہ سب کچھ تمہیں کوفت میں مبتلا کر دیتا ہے، تمہارے لیے تو میرے وجود کا ہونا ہی کوفت کا باعث ہے۔'' سرخ چہرے کے ساتھ بولتا وہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا جو سلگتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

❀------O------❀
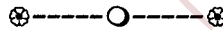
لاؤنج میں آتے ہوئے اس نے ایک نظر سینٹرل ٹیبل پر ڈالی تھی، جہاں ناشتے کے لوازمات تیار تھے، صوفے پر براجمان ہوتا وہ ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ ہو رہا تھا۔ چائے کا مگ اس کے سامنے رکھتی خرمن ٹیبل کے قریب ہی فلور کشن پر بیٹھ گئی تھی، ناشتے کے دوران عارش نے ایک نظر بھی اسے نہیں دیکھا تھا، جو کن انکھیوں سے اس کے گہرے سنجیدہ تاثرات کو نوٹ کر رہی تھی۔
''مجھے معاف کر دو۔'' ابھرتی مدھم آواز نے عارش کو بری طرح چونکایا تھا۔
''کیا کہا تم نے؟'' عارش کو اپنی سماعتوں پر شک ہوا تھا۔
''مجھے معاف کر دو، کل گھر کی بہت یاد آ رہی تھی، اس لیے رہا نہیں گیا تو چلی گئی، میری غلطی ہے کہ تمہیں بتائے بغیر چلی گئی، پتہ نہیں کل میں امی بابا کے دور ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ ڈسٹرب کیوں تھی، غصے میں تمہیں بھی جانے کیا کچھ کہہ دیا۔'' سر جھکائے وہ بول رہی تھی جبکہ عارش ابھی تک دنگ تھا، اسے بالکل یہ توقع نہیں تھی کہ خرمن اپنے رویے پر معذرت

بھی کرسکتی ہے مگر وہ کر رہی تھی۔

''تم مجھے کال کرتیں میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا، تمہیں تنہا وہاں نہیں جانا چاہیے تھا'' عارش نے کہا تھا۔

''آئندہ خیال رکھوں گی۔'' مدھم لہجے میں بولتی وہ ٹی وی کی سمت متوجہ ہوگئی تھی، جبکہ اس کی اتنی فرمانبرداری پر عارش اپنی نظریں اس کے چہرے سے نہیں ہٹا سکا تھا، لاپروائی سے دوپٹہ ایک شانے پر ڈالے چائے کے سپ لے رہی تھی، ریشمی بالوں کو اس نے سختی سے اونچی سی پونی ٹیل میں باندھ رکھا تھا، مگر اس کی پیشانی پر آزاد ہوکر بکھرتیں باریک لٹیں دودھیا نشان کو چھپا گئی تھیں، شاید اس کی جائزہ لیتی نظروں کا ہی اثر تھا کہ وہ چونک کر عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''تمہارے پیپرز ختم ہونے میں اتنا وقت کیوں لگ رہا ہے؟'' نظریں چرائے بغیر وہ سوال کرگیا تھا۔

''پتہ نہیں۔'' اس کی گہری نظروں سے خائف ہوتی وہ اتنا ہی بولی تھی۔

''تو پتہ کرو، یہ طویل ہوتا انتظار میری برداشت سے باہر ہورہا ہے۔'' کچھ تھا اس کے لہجے میں جس نے خرمن کا چہرہ سرخ کردیا تھا، اس کی شہد رنگ مسکراتی نظروں میں وہ دیکھ نہیں سکی تھی۔

❀------O------❀

اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھتے ہی ساری تھکن اور اعصابی تناؤ سے جیسے چھٹکارا مل گیا تھا، مگر یہ بھی سچ تھا کہ اس کا اترا چہرہ عثمان کی نظروں سے چھپا نہیں تھا۔

''آج کا دن کیسا گزرا تمہارا؟ یقیناً بوریت محسوس کی ہوگی تم نے۔'' اسے ساتھ لگائے وہ کچن میں آیا تھا۔

''ہاں، اکیلے سارا دن گھر میں گزارتے ہوئے کچھ بوریت تو ہوتی ہے مگر پھر بھی دن اچھا گزرا، تمہارے انتظار میں۔'' ایک پل کو رک کر وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

''اچھا.... مگر مجھے تو بالکل ایسا نہیں لگا کہ تم میرا انتظار کر رہی تھیں۔''

''ایسا تو مت کہو، صبح کی روشنی میں گھر سے نکلتے ہو تو رات کی تاریکی میں مجھے تمہارا چہرہ نظر آتا ہے، اتنی شدت سے تمہاری واپسی کا انتظار کرتی ہوں۔'' بیلا نے ناراضی سے اسے جتایا تھا۔

''میں کیسے یقین کروں؟ اس شدت کا تم عملی مظاہرہ تو کرتی نہیں ہو۔'' اسے اپنے سامنے کرتا وہ معنی خیز لہجے میں بولا تھا۔

''میں تمہیں پانی دینا تو بھول ہی گئی۔'' گڑبڑا کر بیلا نے نظر چرائی تھی۔

''صرف پانی پر مت ٹرخاؤ یار! میں بھوک سے مر رہا ہوں۔'' وہ بے چارگی سے بولا تھا۔

''میں کھانا گرم کر رہی ہوں تم جلدی سے چینج کرکے آؤ۔'' بیلا نے ہنستے ہوئے اس کے لٹکے چہرے کو دیکھا تھا۔

کھانے کے دوران آج پھر وہ نوٹ کر رہا تھا کہ بیلا ٹھیک طرح کھانا نہیں کھا رہی ہے، جو کھا رہی ہے وہ بھی بے دلی سے۔

''بیلا! میرے انتظار میں تمہارے کھانے کا وقت نکل جاتا ہے اور بھوک ختم ہوجاتی ہے، کل سے تم وقت پر کھانا کھاؤ گی، میرا انتظار مت کرنا۔'' وہ تاکید کر رہا تھا۔

''تم جانتے ہو کہ میں تمہاری یہ بات نہیں مانوں گی۔''

''ٹھیک ہے مگر تم ٹھیک طرح کھانا کھاؤ میرے سامنے، پہلے ہی تم اتنی کمزور ہوچکی ہو، میں تمہیں مکمل صحت یاب دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''اچھا، یہ بتاؤ کھانا کیسا بنا ہے؟'' بیلا نے موضوع بدلا تھا۔

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، تمہارے بنائے گئے لذیذ کھانوں پر تو عارش بھی فدا ہے، وہ مانے گا نہیں مگر یہ تو اسے بھی پتہ ہے کہ استانی سے زیادہ ذائقہ تمہارے ہاتھوں میں ہے۔''

"تم بھی میرے ہی سامنے قبول کر رہے ہو، ورنہ خرمن کے سامنے یہ سب کہنے کی جرأت تمہارے اندر بھی نہیں ہے۔" بیلا ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"مان! میں سوچ رہی تھی کہ عارش اور خرمن ہم دونوں کی وجہ سے بہت ڈسٹرب ہوئے ہیں، پھر خرمن کے پیپرز بھی شروع ہو گئے، وہ دونوں اپنی شادی کو ٹھیک طرح سے انجوائے بھی نہیں کر پائے کیوں ناں ہم ان دونوں کو ڈنر پر انوائٹ کریں، اور تم بھی تو پہلے ان دونوں کی شادی کی خوشی میں ڈنر دینے والے تھے۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے مگر پہلے محترمہ کے پیپرز تو ختم ہوں۔"

"کل اس کا آخری پیپر ہے۔" بیلا فوراً بولی تھی۔

"کیا...کل پیپر ہے اس کا؟" عثمان نے بیزاری سے پوچھا تھا۔

"کیا مطلب، تم بھول گئے؟" بیلا نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"کل وقت پر اسے یونیورسٹی ڈراپ کر دینا اور پک کر کے یہیں لے آنا، میں نے اسے کہہ دیا تھا۔"

"یہ ایک اور ڈیوٹی لگا دی ہے میری، شادی اس کی عارش سے ہوئی ہے پھنس میں گیا ہوں بلاوجہ۔"

"اس طرح مت بولو، عارش وقت نہیں نکال پا رہا تھا، تم اپنے دوست کی مدد کر رہے ہو اور پھر یہ تمہاری ڈیوٹی نہیں فرض ہے، خرمن نے قرآن پاک پڑھایا ہے تمہیں، اس کی جی حضوری کرنا تم پر ایک اور فرض ہے۔"

"یہ تم نہیں بول رہیں، تمہاری دوستی بول رہی ہے، جسے یہ بھی نظر نہیں آ رہا کہ میرے پاس زہر کھانے کا بھی ٹائم نہیں ہے۔" عثمان نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"بس کل کا دن ہی تو ہے، مینیج کر لو، پھر کب انوائٹ کریں ان دونوں کو؟" بیلا پھر ٹاپک پر آ گئی تھی۔

"میں نے سوچا تھا کہ یہ آنے والا چھٹی کا دن میں مکمل تمہارے ساتھ گزاروں گا، اکیڈمی آف ہوگی، ریڈیو کا بھی کوئی جھنجھٹ نہیں ہوگا۔"

"پھر تو ان دونوں کو چھٹی کے دن ہی انوائٹ کر لیتے ہیں، ڈن ہو گیا۔" بیلا نے سرعت سے اس کی بات کاٹی تھی، مگر اگلے ہی پل اس کی خشمگیں نظروں پر مسکراہٹ نہیں چھپا سکی تھی۔

❀------O------❀

تراشیدہ بال سمیٹ کر دائیں شانے پر لاتے ہوئے اس نے آئینے میں اپنے نکھرے سراپے کا تنقیدی جائزہ لیا تھا اور پھر شیفون کا گہرے کاسنی رنگ کا ہلکی ایمبرائیڈری سے سجا دوپٹہ شانوں پر سیٹ کرنا شروع کر دیا تھا، مسکارے کا مزید ایک کوڈ پلکوں کو دے کر اس نے عجلت میں ہی لپ اسٹک استعمال کی تھی۔

اپنی شرٹ پریس کرتے ہوئے عارش ایک پل کے لیے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"میں پریس کرنے آ رہی تھی۔" خرمن کچھ شرمندہ ہوئی تھی۔

"کوئی بات نہیں، مجھے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔" اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولا تھا جبکہ خرمن خاموشی سے ڈریسنگ کی جانب بڑھ گئی تھی، عارش نے بس ایک نگاہ اسے دیکھا تھا جو ڈریسنگ کے سامنے بالکل لاتعلق بیٹھی چوڑیاں پہننے میں مگن تھی، عارش نے جب سے اسے پیپرز کی وجہ سے فاطمہ کے کمرے میں جانے کے لیے کہا تھا، تب سے وہ آج عارش کی موجودگی میں اپنے بیڈ روم میں آئی تھی وہ بھی صرف اس لیے کہ اس کی جیولری وغیرہ یہاں تھی۔

ہلکی سی کراہ پر وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"چوڑیاں پہننے میں اور کبوتر کے پیروں میں چھلے چڑھانے میں بہت فرق ہوتا ہے۔" عارش کے سنجیدہ لہجے پر خرمن نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا، جواب ڈریسنگ کے کنارے بیٹھ رہا تھا۔

"میں پہنا دیتا ہوں۔" خرمن کی مرضی جانے بغیر وہ اس کا ہاتھ تھام چکا تھا، خاموشی سے بس وہ اسے دیکھ رہی تھی، جو

بہت نرمی اور احتیاط سے چوڑیاں پہنا رہا تھا۔
''بس، اتنی کافی ہیں۔'' خرمن نے ہاتھ اس کی گرفت سے نکالا تھا۔
''دوسرے ہاتھ میں بھی پہنو، کیونکہ مجھے اچھا لگے گا۔'' اس کے سنجیدہ اور استحقاق سے بھرپور لہجے پر وہ کوفت سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔
''ایک بات پوچھوں تم سے؟'' چوڑیوں کی کھنکھناہٹوں کے درمیان خرمن کو اس کی آواز سنائی دی تھی۔
''ایسی کون سی چیز ہے دنیا میں جو تمہیں مجھ سے زیادہ بری لگتی ہے؟'' اس کے سوال پر خرمن نے ناگوار نظروں سے اسے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل جانے کے لیے اٹھ گئی تھی مگر عارش کی گرفت اس کی کلائی پر مضبوط ہو گئی تھی۔

❀------○------❀

''مطلب، ایسی کوئی چیز نہیں جو تمہارے نزدیک مجھ سے زیادہ بری ہو؟'' سپاٹ نظروں سے عارش نے اس کے بگڑتے تاثرات کو دیکھا تھا۔
''تم کوئی بحث شروع کرنا چاہتے ہو؟'' خرمن کا لہجہ سرد تھا۔
''میں جاننے کا حق رکھتا ہوں کہ تمہارے دل میں میری محبت کی کوئی رمق بیدار ہو بھی سکتی ہے یا نہیں؟'' اس کے گھمبیر لہجے پر خرمن کا پارہ چڑھنے لگا تھا۔
''بیلا اور عثمان انتظار کر رہے ہوں گے، جلدی آ جاؤ باہر۔'' بمشکل ضبط کیے وہ بولی تھی اور اس کی کمزور پڑتی گرفت سے ہاتھ چھڑاتی دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔ رسٹ واچ پہنتے ہوئے وہ کمرے سے نکلا تھا، لاؤنج میں خرمن اس کے ہی انتظار میں بیٹھی تھی، عارش کی نظروں سے اس کے بگڑے تاثرات چھپ نہیں سکے تھے جو بیگ شانے پر ڈالتی جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
''تم اس طرح جاؤ گی؟'' عارش نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔
''کیوں، اب کیا ہوا ہے؟'' وہ تڑخ کر بولی تھی۔
''اسکارف کہاں ہے تمہارا؟ جلدی پہن کر آؤ۔'' ناگواری ضبط کیے وہ بولا تھا۔
''میں اسی طرح جاؤں گی۔''
''مگر میں اس طرح تمہیں لے کر نہیں جاؤں گا، جو کہا ہے وہ کرو۔'' خرمن کی بات کاٹتا وہ سخت لہجے میں بولا تھا۔
''مجھے حکم دینے کی ضرورت نہیں ہے سمجھے تم؟'' خرمن تلملا ہی تو گئی تھی، مگر اگلے ہی پل وہ دنگ ہوئی تھی جب عارش تنے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کی طرف آیا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کے بیڈروم کی سمت بڑھ گیا تھا۔
''پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس، اسکارف کے ساتھ باہر آنا۔'' سرد نظروں سے اس کے حق دق تاثرات دیکھتا وہ بولا تھا اور جارحانہ قدموں کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔
خرمن واقعی پانچ منٹ میں آ گئی تھی، سیاہ نیٹ کا اسکارف چہرے کے گرد نفاست سے لپیٹے، عارش نے بس ایک نگاہ اس کے سپاٹ چہرے پر ڈالی تھی جو اب ہر آرائش سے پاک تھا، اسکارف پہننے سے پہلے اس نے بہت اچھی طرح چہرہ واش کر کے میک اپ کے ہر نشان کو مٹا ڈالا تھا، یہ اس کے غصے یا ناراضی کا شدید ترین اشارہ تھا، جسے عارش خاطر میں نہیں لایا تھا۔

❀------○------❀
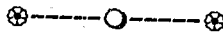
بلش آن چہرے پر لگاتے ہوئے اس نے چونک کر عثمان کو دیکھا تھا اور جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے ہیئر برش لیا تھا۔
''آدھا گھنٹہ لگایا ہے میں نے تمہارے ہیئر اسٹائل پر، کیوں خراب کرنے پر تلے ہو؟'' بیلا جھلائی تھی۔
''تم جب تک آئینے کے سامنے سے نہیں ہٹو گی، میں تمہیں ایسے ہی تنگ کرتا رہوں گا۔'' ڈھٹائی سے بولتا وہ جوتوں

سمیت بیڈ پر نیم دراز ہوا تھا۔

''میں نے ابھی تو میک اپ کرنا شروع کیا ہے، چپ کر کے بیٹھ جاؤ۔''

''خدا کا خوف کرو، میں ایک گھنٹے سے تیار گھوم رہا ہوں، تمہارے میک اپ ختم ہونے کے انتظار میں، اچھا خاصا چہرہ بگاڑے جا رہی ہو، کیا ملتا ہے تم خواتین کو ان مصنوعی چیزوں سے؟''

''جا کر ان خواتین سے پوچھو، مجھے تیار ہونے دو۔''

''بس کر دو بیلا!'' بیلا کے توجہ نہ دینے پر وہ جھنجھلا اٹھا تھا، جبکہ بیلا بے ساختہ ہنسی تھی۔

''بالکل اسی طرح بھائی، بھابی پر جھلاتے تھے جب وہ بھی...!'' یکدم خاموش ہو کر بیلا نے اسے دیکھا تھا جو بغور اسے ہی دیکھ رہا تھا، عثمان کو اس کے چہرے پر لہراتے تاریک سائے واضح نظر آئے تھے، کچھ دیر پہلے تک جو چہرہ کھلا ہوا تھا اب برسوں کا بیمار دکھائی دے رہا تھا، عثمان سے نظر چراتے ہوئے اس نے ایئر رنگز پہننے شروع کر دیئے تھے، اس کے قریب آ کر عثمان نے اسے شانوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا تھا۔

''کیا ہوا ہے؟'' اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر عثمان نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا جو شدت ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔

''نفرت ہے مجھے اس شخص سے، جو ہماری زندگی میں نہ ہونے کے باوجود تمہاری تکلیف کا سبب بنتا ہے۔''

''بہت کوشش کرتی ہوں مگر کچھ ذہن سے نکلتا ہی نہیں، مجھے معاف کر دو، میں تمہیں بھی....!''

''تمہیں اپنی کوشش میں کامیاب ہونا ہوگا، ہماری آگے کی زندگی کے لیے۔'' اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتا وہ بولا تھا، بمشکل اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ اس کے مہربان کشادہ سینے سے لگ گئی تھی۔

❀------○------❀

''عارش کی سفارش پر میں نے تمہیں بھی ڈنر پر انوائٹ کیا ہے۔'' عثمان نے منیزہ کو جتایا تھا جو ٹیبل کے دوسری جانب عارش کے ساتھ ہی براجمان تھی۔

''یہ انسلٹ تم ڈنر کے بعد بھی کر سکتے تھے۔'' منیزہ نے خشمگیں نظروں سے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

''یہ غلط بیانی کر رہا ہے، سو تم سنجیدہ مت ہو۔'' بیلا نے مسکراتے ہوئے منیزہ کو مخاطب کیا تھا۔

''تمہیں کیا ہوا ہے، اتنی سنجیدہ کیوں نظر آ رہی ہو؟ غصے میں رہا کرو، بس مجھے تم اسی موڈ میں اچھی لگتی ہو۔'' عثمان کا رخ پھر خرمن کی طرف ہو گیا تھا۔

''تمہارا ایک پروجیکٹ تو مکمل ہو گیا ہے اب آگے کیا کرنا ہے؟'' عارش نے فوراً عثمان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

''آفرز کافی آ رہی ہیں، برانڈ ایمبیسڈر کے لیے، چند ایک آفر مجھے پرکشش لگ رہی ہیں کیونکہ ان کی برانڈز کی پبلسٹی پرنٹ اور الیکٹرانک دونوں میڈیا میں ہوگی۔''

''عثمان! سوچ سمجھ کر قدم آگے بڑھانا، اس فیلڈ میں زیادہ آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' خرمن کی تاکید پر عثمان خاموش رہا تھا مگر منیزہ بول اٹھی تھی۔

''بالکل آگے بڑھنا، دولت اور شہرت کسے پسند نہیں ہوتی۔''

''یہ دونوں چیزیں بھی اچھے بھلے انسان کا دماغ خراب کر دیتی ہیں۔'' خرمن نے کہا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے بیلا؟'' عارش نے پوچھا تھا۔

''مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے، یہ جو بھی قدم اٹھائے گا سوچ سمجھ کر ہی اٹھائے گا، اور پھر اسے بہتر مشورے دینے کے لیے تم بھی تو ساتھ ہو گے۔'' بیلا نے سنجیدہ مسکراہٹ کے ساتھ عارش کو دیکھا تھا۔

''عثمان! تمہاری قسمت بہت شاندار ہے ورنہ معاف کرنا تمہاری حرکتیں ایسی بالکل نہیں تھیں کہ ایسی فرمانبردار بیوی

تمہیں ملتی۔'' منیزہ نخوت سے بولی تھی۔
''اللہ کا شکر اسی لیے تو میں ادا کرتا ہوں ورنہ تمہارے جیسی ہی ملتی۔'' عثمان فوراً ہی بولا تھا۔
''عارش! کم از کم تم ہی میری فیور میں زبان کھول لو۔'' سب کے مسکرانے پر منیزہ نے تپ کر کہا تھا۔
''تمہیں میرا کتنا خیال ہے جو میں تمہاری فیور میں بولوں؟ کب سے التجائیں کر رہا ہوں انسٹیٹیوٹ جوائن کرلو، مجھے وہاں ضرورت ہے تمہاری۔'' عارش کو موقع مل گیا تھا۔
''مجھے نہیں کرنی تمہاری خشک جاب۔'' منیزہ بیزاری سے بولی تھی۔
''ٹھیک ہے پھر آج ہی تمہارے ابا حضور کو فون کھڑکاتا ہوں، ڈھونڈ لیں گے وہیں سرگودھا میں کسی احمق کو تمہارے لیے۔'' عارش نے دھمکی دی تھی۔
''خرمن! دیکھو یہ کیا بولے جا رہا ہے۔'' منیزہ جھلا کر بولی تھی۔
''تمہیں جو بہتر لگتا ہے وہ کرو، کیونکہ یہاں تو سب ہی اپنی مرضی دوسروں کے سر پر تھوپنے پر تلے رہتے ہیں۔'' خرمن کے ناگوار لہجے پر عارش نے ایک سنجیدہ نگاہ اس پر ڈالی تھی۔
''اب تو میں منیزہ کو اس کے گھر سے اٹھوا کر انسٹیٹیوٹ لے جاؤں گا۔'' عثمان فوراً بولا تھا۔
''اور میں منیزہ کے تعاقب میں ہی انسٹیٹیوٹ پہنچوں گی، خرمن کے ساتھ۔'' بیلا نے کہا تھا۔
''ایسا مت کرنا، ورنہ عثمان کا تو سارا دھیان تمہاری طرف لگ جائے گا، میں کیا کیا سنبھالوں گا۔'' عارش کی مسکراتی نظروں پر بیلا بری طرح جھینپ گئی تھی۔
''میں نے تم سے جو کہا تھا، اس سلسلے میں بات کی تھی تم نے عارش سے؟'' عثمان یکدم خرمن سے مخاطب ہوا تھا جبکہ عارش چونک کر سوالیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھنے لگا تھا۔
''نہیں، مجھے موقع نہیں ملا تھا۔'' پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے وہ عثمان سے بولی تھی۔
''عارش! ریڈیو پر آڈیشنز شروع ہونے والے ہیں کچھ دن بعد، میں نے خرمن سے کہا تھا کہ اسے اپلائی کرنا چاہیے، اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو خرمن راضی ہے آڈیشن دینے کے لیے۔'' عثمان کی اطلاع پر عارش نے ایک حیران نگاہ خرمن کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی تھی۔
''زبردست... خرمن کی آواز تو ویسے بھی بہت خوبصورت ہے، عثمان! پلیز اسے ریڈیو پریزنٹر بنا ہی دو۔'' منیزہ خوشگوار لہجے میں چہکی تھی۔
''اسی لیے تو میں نے بھی خرمن کی توجہ اس جانب دلائی ہے، اس کی آواز مائیک کے لیے پرفیکٹ ہے اور ماشاء اللہ سے زبان نان اسٹاپ چلتی بھی ہے، تم تو پہلے سے اس کے بہترین سامع ہو، کیا رائے ہے تمہاری؟'' عثمان نے مسکراتے ہوئے عارش کو دیکھا تھا۔
''میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں، اگر یہ آڈیشن دینا چاہتی ہے تو یہ اس کی مرضی ہے، میں کیونکر اعتراض کر سکتا ہوں۔'' ایک نظر خرمن کے جھکے چہرے پر ڈالتا وہ سنجیدگی سے بولا تھا، جبکہ خرمن کو اس کا اس طرح نیوٹرل ہو جانا بہت عجیب سا لگا تھا۔

❀-----O-----❀

ایک بار پھر خرمن نے اسے دیکھا تھا جو بہت خاموشی اور سنجیدگی کے ساتھ اپنی توجہ ڈرائیونگ پر رکھے ہوئے تھے، پہلے منیزہ کو اور پھر عثمان اور بیلا کو ان کے گھر پر ڈراپ کر کے وہ دونوں بھی اب گھر کی ہی سمت جا رہے تھے، عثمان اور بیلا کو ڈراپ کرنے تک عارش کا موڈ بہت خوشگوار رہا تھا، شاید یہی وجہ تھی کہ کوئی بھی ان دونوں کے درمیان موجود سرد مہری پر چونک نہیں سکا تھا۔

''عثمان نے تمہیں جو بتایا وہ تمہیں برا لگا ہے تو بتا دو مجھے۔'' خرمن زیادہ دیر تک ضبط نہیں کر سکی تھی۔

''میں تم سے بات کر رہی ہوں۔'' اس کے متوجہ نہ ہونے پر وہ ناگواری سے بولی تھی۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارے سوال کا جواب کیا دوں۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

''اچھا، برا لگنے کی بات وہاں کی جاتی ہے، جہاں کسی اُنسیت کا رشتہ ہو، مگر شاید میں بھول رہا ہوں کہ جہاں محبت نہ ہو وہاں انسیت کی توقع ہی بیکار ہے۔'' عارش کے لہجے میں طنز نمایاں تھا۔

''فضول باتیں سخت ناپسند ہیں مجھے۔'' وہ ناگوار لہجے میں بولی تھی۔

''ہاں، مجھے پتہ ہے تمہیں میری ہر بات فضول لگتی ہے بلکہ تمہیں تو میری شکل بھی ناپسند ہے۔''

''تم اس طرح کیوں بات کر رہے ہو؟''

''میں بس صبر کر رہا ہوں۔'' وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

''تم مجھے بتانا پسند کرو گے کہ تم کس چیز کے لیے صبر کر رہے ہو؟''

''تم اچھی طرح جانتی ہو۔''

''عارش! مجھے بار بار یہ احساس مت دلاؤ کہ میں وہ عورت نہیں ہوں جسے تمہاری زندگی میں ہونا چاہیے تھا۔'' اس کے تیز لہجے پر عارش نے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا تھا جو لب بھینچے باہر دوڑتے مناظر کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

❀------O------❀

کمرے میں داخل ہو کر عارش نے ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی جو جاء نماز پر دعا مانگنے میں مصروف تھی، گہری سانس لیتا وہ قد آدم سائز کی ونڈوز کی جانب بڑھ گیا تھا۔

''نماز سے زیادہ طویل تمہاری دعائیں ہوتی ہیں، آخر اللہ سے کیا کچھ مانگتی ہو؟'' جاء نماز تہہ کرتے ہوئے اسے عارش کی آواز سنائی دی تھی۔

''یہی دعا مانگتی ہوں کہ تمہاری محبت کی رمق میرے دل میں وہ پیدا کر دے یا پھر مجھے تم سے ہی نجات دے ڈالے۔'' بگڑے تیوروں کے ساتھ بولتی وہ بیک کراؤن سے پشت لگا کر بیٹھ گئی تھی جبکہ عارش بمشکل مسکراہٹ چھپا سکا تھا۔

''مجھے اس وقت شدید نیند آ رہی ہے، چائے، کافی کی فرمائش مت کرنا، جاؤ یہاں سے اب۔'' کڑی نظروں سے اسے دیکھتی وہ بولی تھی جو ان سنی کیے سامنے براجمان ہو گیا تھا۔

''تمہیں یہ کیوں لگتا ہے کہ میں رات کے اس وقت صرف چائے، کافی کی طلب میں ہی تمہارے پاس آ سکتا ہوں؟'' اس کے سنجیدہ لہجے پر خرمن نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا، جہاں شرارتی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''اندازہ لگانے کی کوشش کرو، مجھ پر کتنا ظلم کرتی ہو تم، میں نے صرف تمہارے پیپرز کی وجہ سے تمہیں اس کمرے میں آنے کا کہا تھا، مگر تم نے تو مستقل یہاں قیام کا ارادہ کر لیا۔''

''تم نے کہا اور میں نے عمل کر لیا تھا، اب جب میرا دل چاہے گا تب ہی اس کمرے سے نکلوں گی۔'' وہ کلس کر بولی تھی۔

''اور میرے دل کا کیا ہو گا، میں کب تک انتظار کروں تمہارا؟'' وہ بے چارگی سے بولا تھا۔

''مجھے یہاں بھیجتے وقت یہ سوچا تھا تم نے؟''

''میں اور کیا کرتا.... میں جانتا ہوں تمہیں پڑھنے کے لیے تنہائی کی نہیں یکسوئی کی ضرورت ہے، مگر مجھے خود پر بھروسہ نہیں تھا۔'' وہ معصومیت سے بولتا مسکرایا بھی تھا۔

''مجھے بالکل پسند نہیں آیا تھا وہ جواب جو تم نے عثمان کو دیا تھا، وہ سب کیا سوچ رہے ہوں گے کہ تمہیں میرے معاملات سے کوئی غرض ہی نہیں ہے۔'' وہ ناگوار لہجے میں بولتی اسے سنجیدہ کر گئی تھی۔

''میں ہر الزام اپنے سر لے کر تم سے معافی مانگتا ہوں، مگر مجھے صرف یہ بات بری لگی کہ تم اپنے لیے کوئی فیصلہ کرو اور اس

کی خبر مجھے کسی اور سے ملے، تم نے مجھے اپنے فیصلے میں شامل نہیں کیا تو کوئی بات نہیں لیکن میری غلطی ہے کہ میں تم سے بہت زیادہ توقعات وابستہ کر چکا ہوں۔'' عارش کے سنجیدہ لہجے پر خرمن نے بغور اس کے بجھے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''میں نے اب تک نہ کوئی فیصلہ کیا ہے نہ ہی اس بارے میں ابھی سوچنے کا وقت ملا ہے، اگر تمہیں یقین نہیں تو تم عثمان سے پوچھ لو، جب اس نے مجھ سے آڈیشن کی بات کی تھی تو میں نے اسے یہی جواب دیا تھا کہ میں عارش سے بات کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کروں گی، تمہاری ہاں یا ناں میرے لیے اہمیت رکھتی ہے، تمہاری مرضی کے بغیر میں کس طرح یہ کام کر سکتی ہوں؟ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہیں یہ سب ناگوار گزرے گا تو میں پہلے ہی عثمان کو تم سے بات کرنے سے روک دیتی۔'' رکے بغیر وہ سنجیدگی سے بولتی عارش کو پہلے حیران اور پھر پریشان کر گئی تھی۔

''خرمن! تم جانتی ہو کہ تمہارا آگے بڑھنا مجھے کبھی ناگوار نہیں گزر سکتا، مجھے جو برا لگا وہ میں نے تمہیں بتا دیا، اب تمہاری باتیں سننے کے بعد مجھے لگ رہا ہے کہ میں نے خوامخواہ ایشو بنایا ہے مگر پتہ نہیں کیوں مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں تمہارے معاملے میں حد سے زیادہ پوزیسو ہوتا جا رہا ہوں۔'' عارش کا لہجہ بالکل بے بس سا تھا۔

''میں بس تمہیں یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ تم ہی ہو، جسے میری زندگی میں داخل ہونا تھا، مگر مجھے تمہارے یقین کی ضرورت ہے کہ میں ہی وہ مرد ہوں جسے تمہاری زندگی میں موجود ہونا چاہیے تھا۔'' اس کے سوالیہ لہجے پر خرمن نے حیرت سے اسے دیکھا تھا مگر کچھ بولی نہیں تھی۔

''مجھے معلوم ہے تمہارے پاس کوئی جواب نہیں مگر مجھے بھی کوئی جلدی نہیں ہے، اب چلیں؟''

''مجھے آج یہیں سونا ہے، تم جاؤ۔'' وہ جل ہی تو گئی تھی۔

''ٹھیک ہے، پھر میں بھی نہیں جاؤں گا۔''

''کیوں پریشان کر رہے ہو؟'' وہ جھلائی تھی۔

''یہی سوال میں تم سے کروں تو کیا جواب دو گی؟'' عارش نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو غصیلی نظروں سے اسے دیکھتی بیڈ سے اٹھ گئی تھی۔

''تم سے اپنی بات منوانے کے لیے بندے کو کافی ڈھیٹ ہونا چاہیے۔'' کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اسے عارش کی آواز سنائی دی تھی، اگلے ہی پل اس نے عارش کے دروازے تک آنے سے پہلے ہی دروازہ بند کر کے باہر سے لاک کر دیا تھا۔

''خرمن! یہ کیا کیا ہے تم نے؟'' عارش کی حیران آواز اسے سنائی دی تھی۔

''تمہیں کیا لگ رہا ہے؟''

''خرمن! دروازہ کھولو، تم نے مجھے اندر لاک کر دیا ہے۔'' اس کے جھلائے انداز پر وہ ہنسی تھی۔

''تم مجھے آڈیشن دینے کی اجازت دے رہے ہو یا نہیں؟''

''میں جرأت کر سکتا ہوں تمہیں روکنے کی؟ اب دروازہ کھولو۔''

''نہیں، میں سکون سے رہنا چاہتی ہوں، اب یہ دروازہ صبح ہی کھلے گا۔''

''خرمن! آخری بار کہہ رہا ہوں، دروازہ کھول دو ورنہ میں ونڈو کے گلاس توڑ کر باہر آنے والا ہوں۔''

''خبردار! جو تم نے کوئی نقصان کیا، میں سر توڑ دوں گی۔'' دہل کر خرمن نے دروازہ کھول دیا تھا۔

''بس یہی کسر رہ گئی تھی، تمہارا بس چلے تو تم مجھے بوتل میں بند کر کے کسی کونے میں پھینک دو۔'' شدید ناراضی سے وہ بولا تھا۔

''غلطی ہو گئی، مجھے واقعی کمرے کے بجائے تمہیں بوتل میں بند کرنا چاہیے۔'' وہ نخوت سے بولی تھی اور اگلے ہی پل عارش کی خشمگیں نظروں پر بے ساختہ ہنستے ہوئے اس کے گریبان سے چہرہ ٹکا دیا تھا۔

⊛------○------⊛

کمرے کی لائٹ آف کرنے سے پہلے وہ دروازے تک آئی تھی اور اگلے ہی پل چونکی تھی کہ عثمان اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا، رکے بغیر وہ ٹیرس کی سمت چلی آئی تھی، ایک پل کو وہ اپنی جگہ رک گئی تھی، باؤنڈری پر بازو ٹکائے وہ جانے کس سوچ میں گم تھا۔

''مان! تم یہاں کیوں آئے ہو، تمہیں تو اب تک سو جانا چاہیے تھا، صبح جلدی جو اٹھنا ہے۔'' ہلکے پھلکے لہجے میں بولتی وہ اس کے قریب آئی تھی دوسری جانب عثمان بس خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے، پریشان ہو؟'' بیلا کے سوال پر وہ نفی میں سر ہلاتا دوسری طرف متوجہ ہوگیا تھا۔

''انکل اور آنٹی کے بارے میں سوچ رہے ہو؟'' بیلا نے بغور اسے دیکھا تھا جو خاموش ہی تھا۔

''تم نے انکل سے بات کرنے کی کوشش....!''

''تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں نے کوشش نہیں کی ہوگی؟'' عثمان نے تلخی سے اس کی بات کاٹی تھی۔

''وہ دونوں خوش ہیں اپنے بیٹے کے پاس، بہت بھیانک گناہ کر چکا ہوں میں، اس لیے میں ان کے لیے مر چکا ہوں، انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میں ان کے لیے تڑپ رہا ہوں یا نہیں۔'' اس کے سلگتے لہجے پر بیلا کچھ بول نہیں سکی تھی، یکدم اسے اپنا آپ مجرم سا لگنے لگا تھا۔

''قاران سے بات ہوئی تمہاری؟'' چند لمحوں بعد عثمان نے خاموشی توڑی تھی۔

''شاید وہ کل یہاں آئے، آج صبح کال تو کی تھی اس نے۔'' وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

''آپی کے بارے میں پوچھا تھا اس سے؟'' وہ مزید بولا تھا۔

''وہ تو ہر بار یہی کہتا ہے کہ گھر میں سب ٹھیک ہے، اور یہ بھی کہ بھابی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر مجھ سے یا تم سے کوئی رابطہ نہیں رکھیں گی۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولی تھی۔

''وہاں کچھ ٹھیک نہیں ہے، کیا میں جانتا نہیں ہوں اس آدمی کو؟ اگر میری بہن کو اس شخص کی وجہ سے کوئی بھی نقصان پہنچا تو زمین آسمان ایک کردوں گا۔'' اس کے بھڑکتے لہجے پر بیلا کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

''اور تم غور سے سن لو، آپی کا فون آف ہے، ان کی یا بچوں کی محبت میں تم ہرگز بھی گھر کے نمبر پر فون نہیں کرو گی، میں یہ برداشت کر ہی نہیں سکتا کہ وہ شخص انجانے میں بھی تمہاری آواز سنے۔'' اس کے لہجے میں بڑھتے اشتعال نے بیلا کی سانسیں روک دی تھیں۔

''غصہ مت کرو مان! اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، اندر چلو، بہت رات ہو چکی ہے۔'' کچھ سہمے انداز میں اسے شانت رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بیلا نے اس کا بازو تھام لیا تھا، جبکہ عثمان خاموشی سے اس کی تقلید میں آگے بڑھ گیا تھا۔ میٹرس پر تکیہ درست کرتے ہوئے بیلا نے اسے دیکھا تھا، جو ٹیرس کا دروازہ بند کر رہا تھا۔

''اگر ہو سکے تو کچھ دیر رک جاؤ، مجھے ابھی نیند نہیں آ رہی۔'' عثمان کی آواز پر وہ رکی تھی اور پھر اس کے بے حد سنجیدہ چہرے سے نظر ہٹاتی میٹرس کے کنارے آ بیٹھی تھی۔

''مجھے بلا کر خود سونے کی تیاری کر رہے ہو؟'' کچھ جھجکتے ہوئے بیلا نے اسے مخاطب کیا تھا جو اس کی گود میں سر رکھ کر دراز ہو گیا تھا۔

''خود کو پریشان مت کرو مان! تم سے ہی تو مجھے ہمت ملتی ہے۔'' بوجھل ہوتے دل کے ساتھ بیلا نے اس کے بالوں کو چھوا تھا۔

''انکل، آنٹی تم سے زیادہ عرصے تک ناراض نہیں رہ سکیں گے، تم اس طرح ڈسٹرب ہوگے تو میں خود سے نظر نہیں ملا سکوں گی۔'' بیلا کا لہجہ نرم ہوا تھا۔

''ایسا مت سوچو، میں دوبارہ یہ سب تم سے نہ سنوں۔'' تنبیہی لہجے میں عثمان نے کہا تھا اور پھر اس کا ہاتھ اپنے سر سے

ہٹا کر ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔
''تم اسی طرح میرے بالوں سے کھیلتی رہو، مجھے بہت سکون مل رہا ہے۔'' اس کا ہاتھ واپس اپنے سر تک لے جاتا وہ بولا تھا۔
''پھر تو تم سو جاؤ گے میری گود میں سر رکھے، میں کیا کروں گی؟'' اس کے بالوں میں نرم انگلیاں پھیرتی وہ مسکرائی تھی۔
''تمہارے لیے اس وقت یہی بہتر ہے کہ تم مجھے سلا کر خود سونے جاؤ، ورنہ میرا جاگنا آج تمہیں بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔'' اس کے نیم غنودہ لہجے پر بیلا ایک پل کو دنگ ہوئی تھی مگر اگلے ہی پل بمشکل مسکراہٹ روکتی خاموش ہی رہی تھی۔

❀------O------❀

گیٹ کھول کر ایک طرف ہٹتے ہوئے اس نے وہائٹ سوک کو اندر آتے دیکھا تھا اور پھر ریسٹ واچ میں وقت، وہ آج بھی گھر لیٹ آئے تھے، پورچ سے باہر آتے ہوئے فاروق نے اسے دیکھا تھا جو چہرے پر شدید ناراضی کے تاثرات سجائے ان سے پہلے ہی سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا تھا۔
لاؤنج کی ابتر حالت نے انہیں حیران نہیں کیا تھا، فاریہ اپنی کتابیں پھیلائے ہوم ورک کرنے میں مصروف تھی جبکہ فائز دھاڑیں مار مار کر روتا کارپٹ پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔
''کیا ہوا ہے اسے؟'' فائز کو اٹھاتے ہوئے انہوں نے بیٹی سے پوچھا تھا۔
''اسے بھائی نے مارا ہے اور مجھے بھی مارا تھا۔'' فاریہ نے فوراً شکایت کی تھی۔
''اپنا منہ بند کرو تم۔'' فاران نے غصیلی نظروں سے بہن کو دیکھا تھا۔
''پاپا! اس نے ممی کو بھی رلایا ہے، یہ ان پر چیخ رہا تھا، اس نے کھانا بھی پھینک دیا تھا۔'' فاریہ نے مزید شکایت کی تھی۔
''کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟'' فاروق سے ناگوار لہجے پر فاران نے انہیں دیکھا تھا۔
''میں تنگ آ گیا ہوں سب کچھ سنبھالتے سنبھالتے، ممی کی طبیعت آج بہت خراب ہے، وہ بیڈ سے اٹھ بھی نہیں سکتیں، نہ وہ کچھ کھاتی ہیں نہ ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے راضی ہوتی ہیں، اوپر سے ان دونوں نے مجھے پریشان کر کے رکھ دیا، میں آپ کو کال کرتا رہا مگر آپ نے میری کال ریسیو نہیں کی، اگر ممی کو کچھ ہو جاتا تو.....!''
''کچھ نہیں ہوا اسے، اسے صرف اپنے بھائی کا غم لگا ہے۔'' فاروق نے ناگواری سے اس کی بات کاٹی تھی۔
''ممی آپ کی وجہ سے بیمار ہوئی ہیں، آپ چاہتے ہیں کہ وہ گھٹ گھٹ کر مر جائیں۔''
''بکواس مت کرو، دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔'' طیش بھری نظروں سے فاروق نے اسے دیکھا تھا جو تیز قدموں کے ساتھ وہاں سے جا رہا تھا۔
فائز کا رونا بند کروانے کے لیے انہیں کچھ دیر تک اسے بہلانا پڑا تھا، اس کے بعد وہ کمرے کی سمت چلے گئے تھے۔
بیڈ پر عروسہ بے سدھ ہی نظر آئی تھیں، گم صم اور بیمار وہ پہلے سے تھیں مگر اس وقت ان کے لٹھے کی مانند سفید چہرے نے فاروق کو پہلی بار تشویش میں مبتلا کیا تھا، اس رات انہوں نے جو کچھ عروسہ سے کہا تھا اس کے لیے وہ خود کو حق بجانب سمجھتے تھے، اگر وہ عروسہ سے بات چیت بند کر چکے تھے یا ان سے ہر تعلق ختم کر چکے تھے، تو فاروق ان کو اس سب کا مستحق سمجھتے تھے، وہ ٹوٹ چکے تھے اس کا ذمے دار وہ عروسہ کو ٹھہرا چکے تھے، اس کا ردعمل بھی وہ اب دیکھ رہے تھے، فاروق کے قطع تعلق کے باوجود عروسہ نے گھر کی ذمے داریوں سے یا فاروق کی ضرورتوں سے ہاتھ نہیں کھینچا تھا، وہ پہلے کی طرح ہی سارے کام سر انجام دے رہی تھیں، مگر پارلر کو انہوں نے مقفل کر دیا تھا، وہ بالکل خاموش ہو گئی تھیں، ان کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ فاروق کے سامنے وہ موجود نہ ہوں، ان کی دن بہ دن گرتی صحت سے فاروق انجان نہیں تھے، مگر کسی بھی طرح وہ اپنا دل ان کے لیے نرم نہیں کر سکے تھے، انہیں پتہ ہی نہیں چلا کہ کب گھر کی حالت اور نظام بگڑتا چلا گیا اور عروسہ بیڈ کی ہو کر رہ گئیں، فاروق کو کمرے میں ان کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہوتا تھا، یا پھر سچ یہ تھا کہ وہ ان کے وجود سے ہی غافل ہو گئے تھے۔

عروسہ اور ان کے درمیان موجود تناؤ اور بے تعلقی نے بچوں پر بھی برا اثر ڈالنا شروع کر دیا تھا، وہ دیکھ رہے تھے فاران سمجھدار تھا، عروسہ کے لیے بہت زیادہ حساس تھا، فاروق سے زیادہ وہ ان کے قریب تھا، صورت حال جو بھی ہو فاران نے ہمیشہ ماں کا ہی ساتھ دینا تھا، شروع سے ہی بچوں کے معاملات میں عروسہ ہی انوالو رہی تھیں، گھر کے بھی سارے انتظامات بخوبی وہی سنبھالتی آرہی تھیں، فاروق پر انہوں نے گھر کی ذمے داریوں کا بوجھ نہیں ڈالا تھا، مگر اب سارے نظام جیسے بگڑ گئے تھے، سب سے زیادہ ڈسٹرب فاران ہو رہا تھا یہ اب نظر بھی آنے لگا تھا۔

چینج کرنے کے بعد جب وہ واش روم سے باہر آئے تو عروسہ بیڈ پر موجود نہیں تھیں، لاؤنج میں دونوں بچے بھی نہیں تھے، لاؤنج عبور کرتے وہ ہال میں آئے تھے، جہاں ڈائننگ ٹیبل کے گرد بچے موجود تھے، ایک نظر انہوں نے کچن سے نکلتیں عروسہ کو دیکھا تھا جن کے چہرے سے نقاہت ٹپک رہی تھی، وہ بہت کمزور اور لاغر دکھائی دے رہی تھیں، فاروق کو اس وقت بالکل بھوک محسوس نہیں ہو رہی تھی، مگر دونوں بچوں کو کھانے پر اپنا منتظر دیکھ کر وہ واپس نہیں پلٹ سکے تھے۔

''فاریہ! بھائی کو بلایا تھا کھانے کے لیے؟'' پانی کا جگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے عروسہ نے مدھم آواز میں بیٹی سے پوچھا تھا۔

''اسے بھوک نہیں ہے، وہ نہیں آ رہا۔'' فاریہ نے لاپروائی سے کہا تھا جبکہ خاموشی سے اس کی پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے عروسہ نے انہیں دیکھا تھا، جو فائز کو کھانا کھانے میں مدد دے رہے تھے، عروسہ رکی نہیں تھیں، شدید کمزوری کے باعث ان کے لیے بیٹھنا بھی محال تھا، سو وہ کمرے میں جا کر بس لیٹ جانا چاہتی تھیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر فاروق نے خود ہی ٹیبل پر سے سب کچھ سمیٹا تھا اور پھر کچھ سوچ کر فاران کے کمرے کی طرف چلے گئے تھے، کمرے میں داخل ہو کر وہ بری طرح چونکے تھے، فاران اٹھ کر بیٹھ چکا تھا، اس کے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ رو رہا ہے۔

''تمہیں یہ لگتا ہے کہ میں تمہاری ماں کی جان کا دشمن ہوں، تمہیں یہ نظر نہیں آتا کہ تمہارا باپ دنیا کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہا ہے، تمہیں اس کا درد محسوس نہیں ہوتا؟'' بیڈ کے قریب رکتے ہوئے انہوں نے سرد لہجے میں کہا تھا جبکہ فاران سر جھکائے آستین سے آنکھیں خشک کرتا رہا تھا۔

''کیا ہوا تھا آج؟'' گہری سانس لیتے وہ کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے تھے۔

''میں گھر میں قید ہو کر رہ گیا ہوں، ٹھیک سے پڑھ بھی نہیں سکتا، فائز اور فاریہ کے کام بھی مجھے کرنے پڑتے ہیں کیونکہ ممی کی طبیعت خراب سے خراب ہوتی جا رہی ہے، آج بھی اگر میں نہ ہوتا تو وہ کچن میں گر جاتیں، میں ان سے کہہ کہہ کر تھک گیا ہوں مگر وہ ایک ٹیبلیٹ تک نہیں لیتیں، انہوں نے کل سے کچھ نہیں کھایا، آج بھی میں نے ان کو کھانا کھلانے کی کوشش کی تو انہوں نے منع کر دیا، غصے میں، میں نے پلیٹ پھینک دی اور انہوں نے رونا شروع کر دیا، میں تنگ آ گیا ہوں ماموں اور نانو سے جھوٹ بولتے بولتے کہ یہاں سب ٹھیک ہے اور ممی بھی۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔'' روہانسے لہجے میں فاران پھٹ پڑا تھا۔

''پاپا! مجھے آپ کی تکلیف کا احساس ہے مگر ممی کا اس سب میں کوئی قصور نہیں ہے، آپ مان ماموں اور آپو کی سزا ممی کو مت دیں، میں آپ کو اور ممی کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا، آپ ان سے بات نہیں کرتے، ان کی پروا بھی نہیں کرتے، ایسا کرنے سے سب کچھ پہلے جیسا نہیں ہو جائے گا، جن کو جانا تھا وہ تو چلے گئے، وہ خوش بھی ہیں پھر ہم سب کو کیوں عذاب میں ڈالا جا رہا ہے؟''

''یہ سوال تم اپنی ماں سے پوچھو، تم نے ٹھیک کہا، واقعی سب کچھ پہلے جیسا نہیں ہو سکتا، نہ ہی تمہاری ماں کا وہ درجہ جو پہلے میری نظر میں تھا۔'' فاروق نے غصیلے لہجے میں اس کی بات کاٹی تھی۔

''ٹھیک ہے، جب آپ میری ماں کو کوئی درجہ نہیں دے سکتے تو میں ان کو اپنے ساتھ لے کر نانو کے گھر چلا جاتا ہوں اور میں ایسا ہی کروں گا، آپ کو ان کی ضرورت نہیں رہی ہے، اس گھر کو سنبھالنے کے لیے آپ دوسری شادی کر لیں۔'' فاران کے بگڑے لہجے سے زیادہ اس کی باتوں نے فاروق کو دنگ کیا تھا۔

''دماغ درست ہے تمہارا؟ کیا اول فول بک رہے ہو، اپنے باپ کو دوسری شادی کا مشورہ دے رہے ہو؟'' غصیلے لہجے میں فاروق اس پر برسے تھے۔

''تو پھر میں اکیلا ہی نانو کے گھر میں شفٹ ہو جاتا ہوں، ورنہ یہاں میرا دم گھٹ جائے گا، میں اب اور آپ کے گھر اور بیوی بچوں کو نہیں سنبھال سکتا۔'' ان کی جانب دیکھے بغیر وہ ہٹیلے انداز میں بولتا بیڈ سے اترا تھا اور واش روم میں جا کر بند ہو گیا تھا۔

❁------O------❁
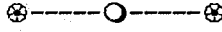
ٹیرس پر مدھم ہوا کے جھونکوں کے ساتھ کبوتروں کی غٹرغوں کرتی آوازیں بھی کسی موسیقی کی طرح سنائی دے رہی تھیں، وہ سب کے سب بہت شانت تھے اور اپنا دانہ پانی چگنے میں مگن تھے، چاند کی تیز روشنی رات کی تاریکی کو پرے ہٹا گئی تھی، اس پرسکون ماحول میں وہ بھی ٹیرس کے جنگلے سے پشت لگائے ٹھنڈے چکنے فرش پر بیٹھی ہوئی تھی، گرفت میں موجود ایک کبوتر کے پروں کو سہلاتی وہ بالکل بھی اس کی موجودگی سے واقف نہیں ہو سکی تھی، جو اس کے سفید براق دوپٹے میں قید پاکیزہ چہرے پر پھیلی خوبصورت دلکش مسکراہٹ کو دیکھتا ٹھٹک کر اپنی جگہ رک گیا تھا، اتنے پرسکون اور سحر انگیز ماحول میں یکدم پھڑپھڑاتے پروں نے ارتعاش پیدا کر دیا تھا، خرمن بری طرح چونکی تھی اور اگلے ہی پل دہل کر اٹھتی عارش کی سمت بھاگی تھی، جس کے چہرے پر کبوتر نے حملہ کر دیا تھا۔

''زیادہ تو نہیں لگا؟ دکھاؤ مجھے۔'' گھبرا کر اس کا ہاتھ الگ کرتے ہوئے خرمن نے اس کی آنکھ کا جائزہ لیا تھا، جس پر کبوتر کا پر لگ کر تکلیف پہنچا گیا تھا۔

''اس جنگلی کے تو پر ہی اکھیڑ ڈالوں گی اب۔'' دوپٹے سے اس کی آنکھ سہلاتے ہوئے خرمن نے غصیلی نظروں سے اس کبوتر کو دیکھا تھا، جو حملے کے بعد اب پنجرے کے اوپر منڈلا رہا تھا۔

''تمہارے کبوتر بھی تمہاری طرح ہیں، مجھے قریب برداشت کر ہی نہیں سکتے۔'' ناراضی سے عارش نے اس کا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا دیا تھا، جبکہ خرمن بمشکل مسکراہٹ چھپا سکی تھی۔

''اتنی دیر تک کیا بات کر رہے تھے امی سے؟ ضرور میری شکایتیں کر رہے ہو گے۔'' وہ نخوت سے بولی تھی۔

''اتنا تنگ کرتی ہو تم مجھے اور چاہتی ہو کہ میں کسی سے شکایت بھی نہ کروں۔'' وہ بولا تھا اور اگلے ہی پل اس کی ناگوار نظروں پر مسکرایا تھا۔

''کیا غلط کہہ رہا ہوں میں، سارا دن گزرنے کے بعد یہ وقت مجھے ملتا ہے تمہارے ساتھ رہنے کا، مگر تم اس میں بھی کبوتروں کو مجھ پر ترجیح دیتی ہو، یہ میرے رقیب بنتے جا رہے ہیں۔''

''عارش! تم وقت پر سو جایا کرو، زیادہ دیر جاگنے کے بعد تم ایسی ہی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔'' خشمگیں نظروں سے خرمن نے اسے دیکھا تھا۔

''یہ تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو، ان کبوتروں سے رخصت لے کر تم آؤ جلدی، مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''

''کیا بات کرنی ہے؟'' پنجرے کا دروازہ کھولتی وہ چونکی تھی۔

''وہ میں یہاں نہیں کر سکتا، تم ذرا جلدی آ جاؤ'' اس کی مشکوک نظروں پر وہ مسکراہٹ چھپائے جاتے جاتے رکا تھا۔

''اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ مجھے واقعی تم سے بات کرنی ہے اگر میں کوئی غلط بیانی کر رہا ہوں تو کل اچانک عام تعطیل ہو جائے اور میں گھر میں سارا وقت تمہارے زیر سایہ رہوں۔'' بولتے ہوئے وہ دھیرے سے ہنستا ٹیرس سے نکل گیا تھا، خرمن بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

میگزین سے نظر ہٹا کر وہ خرمن کی طرف متوجہ ہوا تھا، جو ایک نگاہ اس پر ڈالتی ڈریسنگ کی سمت چلی گئی تھی۔ سینے پر بازو لپیٹے وہ بڑے صبر سے نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس کا منتظر تھا، جو اپنے سیاہ چمکتے بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔

''خرمن! شاید مجھے تم سے کچھ بات کرنی تھی؟'' وہ زچ ہو کر بالآخر بول اٹھا تھا۔
''بولو! میں سن رہی ہوں۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولی تھی۔
''میری آنکھ میں اب تک تکلیف ہو رہی ہے، ذرا دیکھو'' اپنی آنکھ کو سہلاتے ہوئے وہ جس طرح بولا تھا، خرمن کو اس کی طرف جانا پڑا تھا۔
''کچھ نہیں ہوا تمہاری آنکھ کو، نیند سے سرخ ہو رہی ہیں، سو جاؤ!'' ڈپٹنے والے انداز میں بولتی وہ اٹھ رہی تھی کہ عارش نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھام کر روکا تھا۔
''پر کاٹ کرا اڑنے کی اجازت دیتی ہو، سو جانے کے لیے مجھے نیند سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے، کیا تم نہیں جانتیں؟'' گمبھیر لہجے میں بولتا وہ اس کے قریب ہوا تھا۔
''کیا بات کرنی تھی تمہیں؟'' اس کی گہری نگاہوں سے نظر چراتی وہ گڑبڑائے انداز میں بولی تھی۔
''پہلے مجھ سے وعدہ کرو کہ میری بات سن کر غصہ نہیں کرو گی، ٹھنڈے دل و دماغ سے پہلے اس بارے میں سوچو گی۔'' اس کے سنجیدہ لہجے پر خرمن نے الجھ کر اسے دیکھا تھا جو اس کی پیشانی پر مدھم ہوا سے بکھرتے تراشیدہ بالوں کو دھیرے سے سمیٹتا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔
''منیزہ تمہیں اپنے گھر کھانے پر انوائٹ کرنا چاہتی ہے، اور صرف وہی نہیں، مامی کی بھی یہی خواہش ہے، مصطفیٰ ماموں نے بھی ان کو فون پر یہ تاکید کی تھی کہ وہ تمہیں اور مجھے گھر پر انوائٹ کریں۔'' سنبھل کر بولتا وہ بغور اس کے تاثرات بھی نوٹ کر رہا تھا جو کہ سپاٹ ہی تھے۔
''میں تمہیں کبھی اپنے خاندان کے کسی فرد کے سامنے جھکانے کا ارادہ نہیں رکھتا، ایسا ہو بھی نہیں سکتا، مگر جو لوگ ہمیں محبت اور عزت سے دیکھتے ہیں ان کا دل توڑنا تو جائز نہیں ہے، تم اس گھر میں صرف میری بیوی کی حیثیت سے نہیں جاؤ گی بلکہ اس اعزاز کے ساتھ بھی کہ تم ماموں جان کی اولاد ہو، بیٹی ہو ان کی۔''
''مگر ان سب نے صرف تمہارے لیے، صرف تمہاری بیوی کی حیثیت سے مجھے قبول کیا ہے، بابا سے کسی تعلق کی بنا پر نہیں۔'' وہ سرد لہجے میں بولی تھی۔
''مصطفیٰ ماموں اور ان کے گھر کا ہر فرد تمہیں ماموں جان کے حوالے سے پہلے ہی قبول کر چکا ہے خرمن! اگر وہ اقرار نہیں کرتے تو اس سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔'' عارش کے نرم لہجے پر وہ بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔
''میں جانتا ہوں تمہارے لیے بہت کٹھن ہے اس گھر میں قدم رکھنا مگر وہاں منیزہ ہے، جو دل و جان سے منتظر ہے تمہاری، صرف ایک بار منیزہ کی خاطر اس کی خوشی کے لیے یہ انویٹیشن قبول کر لو، میں تمہیں وہاں جانے کے لیے مجبور بالکل نہیں کروں گا، مگر میں چاہوں گا کہ تم اس بارے میں سوچو اور پھر فیصلہ کرو۔'' عارش کے سنجیدہ لہجے پر خرمن نے ایک گہری سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔
''منیزہ نے تم سے کب بات کی تھی؟''
''آج ہی کال کی تھی اس نے، وہ چاہ رہی تھی کہ پہلے میں تم سے بات کروں، براہ راست وہ اس سلسلے میں تم سے بات کرنے سے ہچکچا رہی تھی، اگر تم انکار کرو گی تو وہ مامی کو روک دے گی، وہ تمہیں کال کریں گی یا ہو سکتا ہے، دعوت دینے منیزہ کے ساتھ یہاں آ جائیں۔''
''اب اتنے تکلف کی ضرورت بھی نہیں ہے، وہ بڑی ہو کر مجھے دعوت دینے چل کر آئیں گی، منیزہ نے تمہیں کہہ دیا کافی ہے، تم اب اس سے کچھ مت کہنا، میں خود صبح اسے کال کر لوں گی، یہ بھی پوچھ لوں گی کب جا کر حاضری دینی ہے۔'' اس کے خفت زدہ لہجے پر عارش ایک پل کو بے یقین ہوا تھا۔
''مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں؟ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تمہارا دل کتنا خوبصورت ہے۔'' تشکر

آمیز نظروں سے عارش نے اسے دیکھا تھا جو اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالتی اٹھ گئی تھی۔

''اگر آج تم اپنے بالوں کو زیادہ وقت نہیں دوگی تو ان کی خوبصورتی میں فرق نہیں آئے گا۔'' کروٹ بدلتے ہوئے عارش نے زچ ہوکر اسے دیکھا تھا جو پھر آئینے کے سامنے بالوں میں برش پھیرنے میں مگن تھی۔

''لائٹ آن رہے گی تو میں ڈسٹرب ہوتا رہوں گا، اس لیے التجا کی تھی۔'' خرمن کے بگڑے تیوروں کے ساتھ متوجہ ہونے پر وہ فوراً بولا تھا۔

''آنکھوں پر تکیہ رکھو اور سو جاؤ، صبح تمہیں آوازیں دے دے کر میری آواز بیٹھ جاتی ہے۔'' خرمن کے اکھڑے لہجے پر اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

''تم ایسا کرو مجھے نیند کی گولیاں کھلا کر ایک ہی بار جان چھڑا لو، میں سو، سو کر پاگل ہوگیا ہوں۔'' شدید ناراضی سے بولتا وہ تکیہ چہرے پر رکھ چکا تھا جبکہ خرمن حیرت سے اسے دیکھتی دھیرے سے ہنسی تھی۔

❀------○------❀

ٹی وی اسکرین پر آتے جاتے مناظر پر نظر جمائے وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھا، کبھی سوچ کا رخ عروسہ کی طرف ہوجاتا کبھی قطع تعلق کردینے والی عزیز ترین ہستیوں کی جانب.... بے شک اسے برہان کی مکمل سپورٹ حاصل تھی، تسلی اور تشفی کے ساتھ وہ اسے ماں باپ کی طرف سے بھی مطمئن رہنے کی تلقین کرتا رہتا تھا، مگر وہ عروسہ کے ساتھ ساتھ بیلا کی طرف سے بھی بالکل مطمئن نہیں تھا، اگر عروسہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر بیلا سے بھی رابطہ نہیں رکھنا چاہتیں تو یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی، وہ جانتا تھا کہ فاران اسے ''سب ٹھیک ہے'' کہہ کر ٹال رہا ہے مگر وہ بے خبر نہیں تھا، اس نے کئی بار سوچا کہ فاران سے کہے کہ کبھی کبھی فاریہ اور فائز کو بیلا کے پاس لے آیا کرے، فاروق سے چھپ کر ہی سہی مگر وہ ایسا نہیں کرسکا تھا، وہ مزید عروسہ کے لیے اپنی وجہ سے مشکلات پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا، اسے احساس تھا کہ وہ اور بیلا بہت کوشش کے باوجود نارمل زندگی نہیں گزار پا رہے، کہیں نہ کہیں کمی رہ گئی تھی، مگر کہاں؟ یہ سوچنے پر وہ مجبور ہوجاتا تھا، بیلا کچھ کہتی نہیں تھی مگر وہ جانتا تھا کہ اس کے لیے ایڈجسٹ کرنا دشوار تھا، وہ عروسہ سے اور بچوں سے بہت اٹیچڈ رہی تھی، اس کی کیفیت اندر سے کیا ہوگی اس کا اندازہ کبھی کبھی بیلا کے چہرے سے ہی ہوجاتا تھا، اگر عروسہ نے صرف بیلا سے ہی کوئی رابطہ رکھا ہوتا تو شاید ان سب سے الگ ہونے کے بعد خوش رہنا اتنا مشکل نہ ہوتا، وہ یہ بھی قبول کرتا تھا کہ اس گھر میں بیلا کو لانے کے بعد وہ اسے زیادہ وقت نہیں دے پا رہا مگر اپنے لیے اور بیلا کے لیے ایک بہتر زندگی حاصل کرنے کے لیے اسے جدوجہد تو کرنی ہی تھی، وہ سب کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ تنہا اپنے زور بازو پر بیلا کو ایک اچھی زندگی دے سکتا ہے، اس معاملے میں وہ برہان کی سپورٹ لینے کے لیے بھی تیار نہیں تھا۔

ٹی وی آف کرنے کے ارادے سے اس نے ریموٹ اٹھایا تب اس کی نظر بیلا تک گئی تھی، جو اپنے کمرے کے کھلے دروازے سے باہر آرہی تھی۔

''بیلا! کیا ہوا ہے، کچھ چاہیے تمہیں؟'' سوال کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا مگر وہ بالکل متوجہ نہیں ہوئی تھی، حیرانی کے ساتھ لائٹ آن کرتے ہوئے عثمان نے پھر اسے پکارا تھا، جو بہت دھیمی رفتار کے ساتھ چل رہی تھی، بری طرح چونکتے ہوئے وہ اس کے قریب آیا تھا جو رکی نہیں تھی، اس کے خوابیدہ چہرے اور ادھ کھلی آنکھوں نے عثمان کو بری طرح دنگ کردیا تھا، اس کے ساتھ ہی چلتے ہوئے وہ اس کے چہرے کو ہی دیکھتا عجیب کیفیت میں مبتلا ہورہا تھا، اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ نیند میں چل رہی ہے، اپنے شاک میں وہ اسے روکنے کی ہمت نہیں کرسکا تھا، جو بہت گہری نیند میں دکھائی دے رہی تھی، اس کے ساتھ وہ بھی بیرونی دروازے تک جا پہنچا تھا، وہ اس کی تمام حرکات کو دیکھ رہا تھا جو بند دروازے پر اس طرح ہاتھ پھیر رہی تھی جیسے اسے کھولنا چاہتی ہو، اس دوران وہ کچھ زیر لب بول بھی رہی تھی مگر اتنی مدھم آواز تھی کہ عثمان کوشش کے باوجود اس کے الفاظ سمجھ نہیں سکا تھا۔

''بیلا! تم کیا کر رہی ہو؟'' اس کی نیم وا آنکھوں پر نظر جمائے وہ پوچھ رہا تھا۔
''دروازہ کھول رہی ہوں۔'' بیلا کی آواز بہت مدھم تھی مگر وہ بخوبی سن سکتا تھا۔
''کیوں؟'' عثمان نے ذرا بلند آواز میں پوچھا تھا مگر جواب ندارد۔
''بیلا! کس کے لیے دروازہ کھول رہی ہو؟ مجھے بتاؤ کون آیا ہے؟'' چند لمحوں کے توقف کے بعد عثمان نے مزید پوچھا تھا۔
''بھائی آئے ہیں۔'' اس کی مدھم آواز نے عثمان کو ساکت کر دیا تھا۔
''وہ کیوں آئے ہیں؟'' وہ بمشکل بول سکا تھا۔
''مجھ سے ملنے۔'' گہری سانس کے ساتھ ایک سسکی اس کے لبوں سے نکلی تھی، ساکت نظروں سے وہ اس کی نیم وا آنکھوں سے پھسلتے دو قطروں کو دیکھ رہا تھا۔
''وہ مجھے لینے آئے..... میں ان کے ساتھ جاؤں گی۔'' دروازے پر ہاتھ پھیرتی وہ سسکتی آواز میں بڑبڑا رہی تھی۔
''وہ صبح آئیں گے یہاں، میں دروازہ کھول دوں گا، تم آؤ میرے ساتھ۔'' اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے عثمان دروازے سے دور ہوا تھا، اس کے بعد وہ کچھ نہیں بولی تھی، کسی ڈمی کی طرح وہ تکیے پر سر رکھے نیم وا آنکھوں کے ساتھ اب بھی گہری نیند میں تھی، اس پر چادر پھیلاتے ہوئے عثمان کے اعصاب منتشر تھے، وہ مکمل سناٹے میں گھر چکا تھا۔

❀------O------❀

جلتی پیشانی پر محسوس ہوتے لمس کے ساتھ اپنے نام کی پکار نے انہیں آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا تھا، خود پر جھکے چہرے نے ان کو وہم میں مبتلا کیا تھا، وہ تو ان کے لیے گھر میں پڑی ایک بیکار چیز بن چکی تھیں، ان کی ایک نگاہ تک کے قابل نہیں رہی تھیں، پھر وہ کس طرح ان کی جانب دیکھ رہے تھے ان کو مخاطب کر رہے تھے۔
''تھوڑی سی ہمت کرلو، میں تمہیں ہاسپٹل لے جاؤں گا۔'' ان سے نظر ملائے بغیر فاروق نے ان کے نہ چاہنے کے باوجود انہیں شانوں سے تھام کر اٹھ کر بیٹھنے میں مدد دی تھی۔
''میں ٹھیک ہوں۔'' عروسہ کی آواز کرب سے گھٹ گئی تھی۔
''تم ٹھیک نہیں ہو، تمہیں علاج کی ضرورت ہے۔''
''آپ کی نظروں میں بے اعتبار ہونے کے بعد مجھے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، مجھ پر ترس مت کھائیں، مجھے وہ سب سزائیں دیں جن کی میں حق دار ہوں۔'' ان کے شانے سے سر ٹکائے وہ سسک اٹھی تھیں، ایک نظر فاروق نے دروازے کی جانب دیکھا تھا جہاں فاران گم صم کھڑا ہوا تھا۔
''گاڑی باہر نکالو، میں اسے لے کر آ رہا ہوں۔'' ان کی ہدایت پر فاران پھرتی سے ڈریسنگ سے گاڑی کی چابی اٹھاتا کمرے سے نکل گیا تھا۔
ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے ہوئے فاران کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوتا ٹھٹک گیا تھا، چادر میں چھپی عروسہ کو شانوں سے تھامے وہ سیڑھیاں اترتے نیچے آ رہے تھے۔
''ممی! میرا خیال ہے کہ اب آپ کو کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔'' فاران نے مسکراتی نظروں سے باپ کو دیکھا تھا، مگر اگلے ہی پل ان کی کڑی نظروں پر اس کی ساری شوخی ہوا ہو گئی تھی۔
''گھر سے باہر مت نکلنا، فائز اور فاریہ سو چکے ہیں، خیال رکھنا۔'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے فاروق نے اسے ہدایت کی تھی، جس پر اس نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی، اس کے لیے یہ بڑی خوشی تھی کہ اس کے ماں باپ کے تعلقات بہتری کی طرف جا رہے ہیں، یقیناً اب عروسہ صحت یاب جلد ہو سکیں گی، وہ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ بہتر اسی لیے نہیں ہو رہا کہ اس نے فاروق کو کچھ دھمکیاں دی تھیں، بلکہ ایسا صرف اس لیے ہے کہ اس کے ماں باپ کے درمیان محبت کا ایک مضبوط رشتہ

بھی ہے، جس سے وہ دونوں ہی غافل نہیں رہ سکتے تھے، وہ مطمئن ہو چکا تھا کہ اب اسے عثمان سے مزید جھوٹ نہیں بولنا پڑے گا، یہاں حقیقتاً سب کچھ ٹھیک ہونے جا رہا تھا۔

❀-----O-----❀

تیز لائٹس میں سب سے زیادہ نمایاں اس کا وجود تھا، ہلکے فیروزی رنگ کی سلور ایمبر ائیڈری سے لیس شیفون کی ساڑھی میں اس کا سراپا جگمگا رہا تھا، بہت نفاست سے اس نے ساڑھی کی فال کو شانے پر سمیٹ رکھا تھا، منیزہ نے فون پر بہت اصرار کے ساتھ اسے یہ ساڑھی زیب تن کرنے کی ہدایت کی تھی۔

میچنگ چوڑیاں پہننے کے بعد اس نے بے دلی سے جیولری پہننی شروع کر دی تھی۔ ڈریسنگ کے قریب آتے ہوئے عارش نے ایک گہری نظر اس کے سجے سنورے چہرے پر ڈالی تھی، وہ جانتا تھا کہ یہ اہتمام صرف منیزہ کے لیے ہو رہا ہے، خرمن نے اب تک خاص اس کے لیے کبھی خود کو نہیں سنوارا، وہ اس وقت اس کی تعریف کرنا چاہتا تھا، اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ روز اسے اسی طرح، ایسی ہی سج دھج سے بھرپور دیکھنا چاہتا ہے، لیکن خرمن کے سنجیدہ تاثرات اور غیر معمولی خاموشی نے اسے روکا ہوا تھا، چونک کر خرمن نے اسے دیکھا تھا، جو نیکلس اس کے ہاتھ سے لیتا مزید قریب ہوا تھا۔

''میری مدد لینے میں کوئی حرج نہیں۔'' اس کے محبت سے لبریز لہجے پر اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکی تھی، مگر ایک ہاتھ سے بال سمیٹ لیے تھے تا کہ وہ آسانی سے نیکلس کا لاک لگا دے تب ہی اس نے آئینے میں عارش کو اپنے شانے پر جھکتے دیکھا تھا، اس کی سانس رک گئی تھی، جب انگاروں کی طرح دہکتا لمس اس کی شہ رگ پر آ ٹھہرا تھا، عقب سے اسے بازوؤں کے مضبوط حصار میں بھرتے ہوئے عارش کی لو دیتیں گرم نگاہیں خرمن کے عکس پر ٹھہر نہیں رہی تھیں، جو سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اس کے حصار سے بس نکل جانا چاہتی تھی۔

''پتہ ہے، اس وقت میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں سب کچھ بھول کر بس تمہیں دیکھتا رہوں، ساری دنیا سے تعلق توڑ کر بس تمہارے ساتھ تمہارے قریب رہوں۔'' اس کی جذبات سے مغلوب سرگوشی خرمن کے کان کی لو کو جھلسانے لگی تھی۔

''مگر میرے ایسا چاہنے سے کیا ہوتا ہے، یہ سب تو یکطرفہ ہے اور جانے کب تک رہے گا۔'' گہری سانس بھرتے ہوئے عارش نے اس کے وجود کی مسحور کن مہک کو اپنے دل میں اتارا تھا اور پھر اس کا رخ اپنی جانب کر لیا تھا۔

''کسی کے لیے خود پر جبر مت کرو، اگر تمہارا دل نہیں مانتا تو مت جاؤ، میں منیزہ کو سمجھا دوں گا۔'' بغور عارش نے اس کی مسکارے سے مزید گھنی ہو جانے والی پلکوں کو دیکھا تھا۔

''ویسے آپس کی بات ہے، اس وقت میرا دل بھی نہیں مان رہا کہ تمہیں خود سے دور کروں۔'' اس کے پرشوخ مدھم لہجے پر خرمن کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی تھیں۔

''عارش! میں نے منیزہ سے وعدہ کیا ہے کہ آج اسکارف نہیں لوں گی۔'' نظر اٹھائے بغیر وہ تذبذب کے ساتھ بولی تھی۔

''یہ وعدہ تم نے مجھ سے پوچھ کر نہیں کیا تھا، تم جانتی ہو کہ جو میرا ہے اسے میرے علاوہ کسی کو دیکھنے کا حق نہیں۔'' اس کا چہرہ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیتا وہ باور کروا رہا تھا، جواباً وہ بس خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی تھی۔

''اب جبکہ تم نے وعدہ کر ہی لیا ہے تو میں تمہیں وعدہ خلافی پر مجبور نہیں کروں گا۔'' عارش کی سنجیدہ نظریں اس کی پیشانی تک گئی تھیں جہاں تراشیدہ ریشمی بالوں کے پردے نے اس مغرور ماہ نیم کو بہت حد تک چھپا رکھا تھا، جس میں عارش کی جان بسی ہوئی تھی۔

''مگر صرف آج کے لیے میں برداشت کروں گا، اس کے بعد نہیں۔'' بہت سنجیدگی سے اس نے تاکید کی تھی، اور پھر خرمن کے ناگوار تاثرات کو نظر انداز کرتے ہوئے ریشمی پردے کے عقب میں چھپی دودھیا جھلملاہٹوں کو چوم لیا تھا۔

❀-----O-----❀

شدید حیرانی سے اسے دیکھتی وہ شرٹ پریس کرنا بھول گئی تھی، اور پھر بے ساختہ ہنسی تھی۔

''کیوں مذاق کررہے ہو مان! میں تو اتنی کاہل ہوں کہ دس منٹ کی واک بھی ہوش وحواس میں نہیں کرسکتی اور تم سلیپ واک کی بات کررہے ہو۔'' ایک بار پھر اس پر ہنستی وہ دوبارہ شرٹ پریس کرنے لگی تھی، جبکہ عثمان فوری طور پر کچھ بول نہیں سکا تھا، اس رات کے بعد آنے والی دو راتوں میں وہ بالکل چوکنا رہا تھا یا اس کی نظروں میں آئے بغیر اس کی نگرانی کرتا رہا تھا، مگر وہ دوبارہ اسے نیند میں چلتی دکھائی نہیں دی تھی، آج وہ بیلا سے چھپا نہیں سکا تھا، صرف یہ جاننے کے لیے کہ کیا پہلے کبھی اسے یہ پرابلم رہی ہے؟ مگر وہ تو بالکل بھی اس بات کو سنجیدگی سے نہیں لے رہی تھی۔

''یہ لو تمہاری شرٹ، جلدی تیار ہو جاؤ ورنہ ریڈیو اسٹیشن سے فون آنے شروع ہو جائیں گے۔'' شرٹ اسے تھماتی وہ بولی تھی۔

''بیلا! میں نے تم سے مذاق نہیں کیا ہے، حقیقت بتائی ہے، تم نیند میں چل رہی تھیں۔'' عثمان نے اس بار پہلے سے زیادہ سنجیدگی سے کہا تھا۔

''تمہاری سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہے۔'' وہ زچ ہوئی تھی۔

''میں رات میں پانی پینے کے لیے بھی تو کچن تک چلی جاتی ہوں، آدھی نیند سے اٹھ کر، تمہیں وہم ہوا ہوگا۔''

''مجھے وہم نہیں ہوا تھا، میں اس وقت جاگ رہا تھا اور...!'' یکدم عثمان نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی، وہ اسے تفصیل بتانا نہیں چاہتا تھا۔

''ٹھیک ہے، میں مان لیتی ہوں کہ میں نیند میں چل رہی تھی، اس میں سنجیدہ ہونے والی کیا بات ہے؟''

''بیلا! یہ بات معمولی نہیں ہے میرے لیے، کیا تمہیں پہلے کبھی ایسی عادت رہی ہے؟''

''ہرگز نہیں، اب تم اتنے پریشان مت ہو، جب نیند کی حالت میں، میں تم پر چھری لے کر حملہ کروں تب پریشان ہونا۔'' اس کے کوفت زدہ لہجے پر عثمان مزید کچھ نہیں بول سکا تھا۔

❀------O------❀

''مت روئیں آپی! ورنہ آپ کی طبیعت مزید خراب ہو جائے گی، ان دونوں کی طرف سے آپ مطمئن ہو جائیں، وہ ٹھیک ہیں۔'' عروسہ کے آنسو صاف کرتی وہ تسلی دیتے ہوئے خود بھی مغموم ہو چکی تھی، اس سے پہلے اس نے کبھی عروسہ کو اس طرح ٹوٹا بکھرتا نہیں دیکھا تھا، وہ بالکل غم سے نڈھال ہو رہی تھیں۔

''کیسے مطمئن ہو جاؤں خرمن! ان دونوں سے تعلق توڑ کر میں کس طرح زندہ رہوں گی، ابو نے بھی مجھے سختی سے منع کر دیا ہے کہ میں عثمان سے کوئی تعلق نہ رکھوں کیونکہ انہوں نے فاروق کو زبان دی ہے کہ وہ سب ان کے ساتھ ہیں، وہ اور کیا کرسکتے ہیں، فاروق نے فون پر وہاں سب کو بے لاگ سنائی ہیں، سب عثمان کو مجرم ٹھہرانے پر مجبور ہیں، جب تک فاروق اسے معاف نہیں کریں گے، ابو بھی اس کا چہرہ تک نہیں دیکھیں گے، انہوں نے امی کو بھی روک دیا ہے، وہ عثمان سے بات بھی نہیں کرسکتیں، فاروق کبھی ان دونوں کو معاف نہیں کریں گے، کبھی نہیں۔'' بہتے آنسوؤں کے ساتھ عروسہ شدید مایوسی سے بولی تھیں۔

''آپ کی مایوسی ان حالات کی وجہ سے ہے، اور حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے، وقت کے ساتھ ساتھ جب انسان بدل سکتے ہیں تو حالات کیوں نہیں بدل سکتے، آپ کو صبر اور ہمت سے کام لیتے ہوئے ان حالات کو قبول کرنا ہی ہوگا، اچھے وقت کے انتظار میں۔'' عارش نے سنجیدگی سے انہیں سمجھایا تھا۔

''انکل اور فاروق بھائی کا جو ردعمل ہے وہ حق پر مبنی ہے، ان کی عزت کا سوال ہے یہ....میں خود کو فاروق بھائی کی جگہ پر رکھ کر سوچوں تو میرا ردعمل اس سے بھی زیادہ شدید ہوتا، آپ کو ہر صورت فاروق بھائی کا ساتھ دینا چاہیے، مایوسی بھول کر آپ ان پر، خود پر اور اپنے گھر پر توجہ دیں، برہان بھائی صرف انکل کا دل عثمان کے لیے نرم کرسکتے ہیں، مگر فاروق کو آپ

کے علاوہ کوئی نہیں سنبھال سکتا، آپ کو اس طرح دیکھ کر یقیناً ان کے دل میں عثمان کے لیے نفرت پیدا ہوتی ہو گی، آپ اس کی فکر چھوڑ دیں کہ وہ دونوں آپ سب کی سرپرستی سے الگ کس طرح زندگی گزار رہے ہوں گے، وہ دونوں سمجھدار ہیں، جذبات میں آ کر ان دونوں نے جو کرنا تھا کر لیا، ان کو بھی یہ احساس ہونے دیں کہ رشتوں کی کیا اہمیت ہوتی ہے، ان کی موجودگی زندگی میں کتنی ضروری ہے۔'' ایک پل کے لیے خرمن خاموش ہوئی تھی جب ڈرائنگ روم میں فاروق داخل ہوئے تھے، ان سے مصافحہ کرتے ہوئے صحیح معنوں میں عارش کا سارا اعتماد گم ہوا تھا۔

''میں تو سمجھا تھا کہ تم دونوں اب میرے گھر میں نہیں آؤ گے۔'' صوفے پر براجمان ہوتے ہوئے انہوں نے خرمن کو بھی دیکھا تھا۔

''جس دن آپ منع کر دیں گے، ہم نہیں آئیں گے۔'' خرمن نے کہا تھا۔

''میں کیوں منع کروں گا تم دونوں کو اپنے گھر آنے سے؟'' فاروق نے سنجیدہ سوالیہ نظروں سے عارش کو بھی دیکھا تھا۔

''خرمن کو ایسا لگتا ہے کہ آپ ہم دونوں سے ناراض ہوں گے کیونکہ ہماری وجہ سے بھی آپ کو تکلیف پہنچی ہے۔'' عارش کے سنجیدہ لہجے پر خرمن نے حیرت سے اسے دیکھا تھا، سچ تو یہ تھا کہ عارش بالکل بھی فاروق کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا، آج خرمن زبردستی اسے یہاں تک لائی تھی۔

''جو تکلیف مجھے مل چکی ہے اس کے بعد اب کسی تکلیف کی اہمیت نہیں ہے۔'' سرد لہجے میں بولتے ہوئے فاروق نے نظر عروسہ کے جھکے چہرے پر ڈالی تھی۔

''میں تو تم دونوں سے یہ شکایت کرنے والا تھا کہ اتنے دن بعد اب فرصت ملی ہے یہاں آنے کی۔''

''فاروق بھائی! اگر آپ ہم سے ناراض ہیں بھی تو حق پر ہیں، مگر میرا یقین کریں سب ہاتھ سے نکلنے کے بعد مجھے خبر ہوئی تھی، اگر میں آپ کے سامنے بات کرنے کی جرأت کر رہی ہوں تو صرف اس لیے کہ میں نے آپ کی یا آپی کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونکی ہے۔'' خرمن نے کہا تھا۔

''تمہیں بھی مجھ سے کچھ کہنا ہے؟'' فاروق خاموش بیٹھے عارش کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

''آپ میرے بڑے ہیں، میں چاہوں گا کہ آپ مجھے جتنا برا بھلا کہنا چاہیں، کہہ دیں، میں سر جھکا کر سنوں گا، مگر یہ سچ ہے کہ میں جتنا روکنے کی کوشش کر سکتا تھا میں نے کی تھی، میں خرمن کو بھی یہ کہتا رہا آپ سے بھی کہتا ہوں کہ میں ان دونوں کے فیصلے میں ایک حد تک مداخلت کر سکتا تھا، اس سے زیادہ نہیں۔'' ان سے نظر ملائے بغیر وہ بولا تھا۔

''تم دونوں اپنی صفائی میں جو کہنا چاہتے تھے کہہ چکے ہو، میرے دل میں تم دونوں کی طرف سے اگر کوئی شکایت تھی بھی تو تم دونوں نے میرے گھر آ کر ہر شکایت کو دور کر دیا ہے، تم دونوں کے آنے سے مجھے خوشی ہوئی، مگر جو باتیں آج ہوئی ہیں وہ دوبارہ ہمارے درمیان نہ ہوں تو بہتر ہے، جن کے نام تک میں نے اپنی زندگی سے کھرچ ڈالے ہیں، میں ان کے حوالے سے کوئی ذکر بھی نہیں سننا چاہوں گا۔'' ان کا لہجہ سنجیدہ اور قطعی تھا۔

''احمد انکل سے فون پر بات ہوئی تھی کل تمہارے ماموں کا بائی پاس ہونے والا تھا جو کہ ابھی ڈاکٹر نے روک دیا ہے۔'' یکدم موضوع بدلتے ہوئے فاروق نے عارش کو مخاطب کیا تھا، وہ فاروق کو تفصیل بتانے لگا تھا، جبکہ خرمن، عروسہ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

❀------O------❀

درواہ کھولتے ہوئے اس نے عثمان کو اندر آنے کا راستہ دیا تھا۔

''بیلا! اچانک تم اتنی خوبصورت کیسے ہو گئیں؟'' مسکراتی نظروں سے اس نے خرمن کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس کے تھپڑ سے بچتا ہنستے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا۔

''خیریت تو ہے؟'' عارش کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے وہ صوفے پر براجمان ہوا تھا۔

''اس وقت تو تمہاری آدھی نیند ہو چکی ہوتی ہے، یہاں دھاوا کیسے بول دیا؟''
''حکمِ حاکم...!'' عارش کے خشمگیں نظروں کے اشارے پر اس نے خرمن کو دیکھا تھا جو کیک ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔
''کس کا ہیپی برتھ ڈے ہے یہاں؟'' عثمان نے حیرت سے بیلا کو دیکھا تھا جو کافی کے مگ ٹرے میں سجائے وہاں آئی تھی۔
''کسی کا برتھ ڈے نہیں ہے، یہ کیک عارش میرے لیے لایا ہے، تمہیں تو اب تک توفیق نہیں ہوئی میرے لیے کچھ لانے کی۔'' بیلا نے ناراضی سے جتایا تھا۔
''یہ تمہارے لیے کبھی کچھ لائے گا بھی نہیں، اس سے نکلوانا پڑتا ہے۔'' عارش نے کہا تھا۔
''اور بات سنو! یہ اگر ذرا بھی تمہیں پریشان کرے، تم مجھے بس ایک کال کر دینا۔'' کافی کا مگ بیلا سے لیتے ہوئے عارش نے اسے تاکید کی تھی۔
''اس کے لیے کیک لا کر اب تم مجھے ڈی گریڈ نہ کرو۔'' عثمان نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''تم دونوں کے لیے کیک ابھی نکالوں یا کافی کے بعد؟'' خرمن نے سوال کیا تھا۔
''نہیں، ابھی نہیں۔'' دونوں کا ایک ہی جواب تھا سو خرمن نے بیلا کے لیے کیک کاٹنا شروع کر دیا تھا۔
''عثمان! آج میں اور عارش، آپی اور فاروق بھائی سے ملنے گئے تھے۔'' جان بوجھ کر خرمن نے فاروق کا نام لیتے ہوئے اسے چونکا دیا تھا۔
''اچھا...!'' عثمان کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔
''وہاں جا کر عارش نے ان کے زخموں کو پھر تازہ کر دیا ہوگا، بہت حسرت سے اس آدمی نے عارش کو دیکھا ہوگا۔'' عثمان نے تلخی سے بولتے ہوئے ایک نظر عارش کو بھی دیکھا تھا۔
''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' عارش نے الجھ کر اسے دیکھا تھا۔
''سب جانتے ہو، کمینگی کی انتہا مت کرو میرے سامنے۔''
''اس طرح تو نہ بولو۔'' عارش کا چہرہ اتر گیا تھا جبکہ خرمن کے چہرے کے تاثرات بگڑے تھے۔
''ٹھیک کہا تم نے سب جانتا ہے وہ، مگر اس بات کا طعنہ اس وقت دینے کی ضرورت کیوں محسوس کی تم نے؟ صاف کیوں نہیں کہتے کہ تمہیں ہمارا وہاں جانا برداشت نہیں ہو رہا ہے۔'' شدید غصے میں خرمن اپنی جگہ سے اٹھتی کافی کا مگ ٹیبل پر پٹخ چکی تھی۔
''چیخو مت مجھ پر، تمہیں ضرورت سے زیادہ میٹھا بننے کا شوق ہے تو ہزار بار جا کر وہاں حاضری لگاؤ، مگر تم عارش کو وہاں کیوں ساتھ لے گئیں؟'' عثمان بھڑکتے ہوئے جس طرح اٹھا تھا، عارش کے ساتھ بیلا بھی صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
''تم عارش کے باپ نہیں ہو کہ وہ تمہاری اجازت سے وہاں جاتا، اپنے ساتھ ساتھ جو کالک تم نے اس کے منہ پر تھوپی تھی اسے صاف کرنے یہ وہاں گیا تھا۔'' خرمن چلّائی تھی جبکہ عارش سرعت سے اس کی طرف گیا تھا۔
''خرمن! آرام سے بیٹھ کر بات کرو۔''
''نہیں بیٹھنا مجھے۔'' خرمن نے شدید طیش میں اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔
''تمہارے منہ پر تمہیں گالی دے رہا ہے یہ احسان فراموش، خود غرض انسان، اسے صرف اپنی خوشیوں کی پروا ہے، باقی دنیا جائے جہنم میں...اس کے باپ نے اس کی ماں نے فون کر کے مجھے موردِ الزام ٹھہرایا، میرے باپ کو فون کھڑکا دیا، مجھ پر، تم پر شک کیا جاتا رہا ہے، میں بابا کو صفائیاں دیتے دیتے تھک گئی، فاروق بھائی نے میرے بارے میں، تمہارے بارے میں کیا کچھ نہیں کہا ہوگا، کتنے الزامات نہیں لگائے ہوں گے، پھر بھی میں ان کا سامنا کرنے گئی، اگر وہ ہم دونوں کو دھکے دے کر اپنے گھر سے نکال دیتے، ہمیں گالیوں سے نوازتے تو بھی اس کا کیا جاتا، یہ تو بیٹھ چکا ہے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر، کسی کا منہ کالا ہو، کسی پر الزام لگتا ہے تو لگے، اس کو کیا فرق پڑتا ہے، اس کو تو جو کرنا تھا یہ کر چکا ہے۔'' شدید اشتعال میں وہ

بولتی جا رہی تھی جبکہ عثمان کے ساتھ ساتھ سب کو ہی سانپ سونگھ گیا تھا۔
''میں اگر اس وقت بھی تمہارے گھر میں موجود ہوں تو صرف بیلا کی وجہ سے، ورنہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہاری شکل بھی دیکھی جائے۔'' غصیلی نظروں سے عثمان کو دیکھتے ہوئے اس نے بیگ اٹھالیا تھا۔
''تمہیں یہاں بیٹھ کر مزید گالیاں سننی ہیں تو شوق سے رکو، مگر میں یہاں نہیں رک سکتی۔'' پھولی سانسوں کے درمیان عارش کو مخاطب کرتی وہ رکی نہیں تھی، ایک نظر عارش نے بیلا کے روہانسے تاثرات کو دیکھا تھا اور پھر عثمان کو، جو نظر جھکائے گم صم تھا، تیز قدموں کے ساتھ عارش کو خرمن کے پیچھے جانا پڑا تھا۔

❀-----O-----❀

جاء نماز تہہ کرتے ہوئے خرمن نے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو سر سے پیر تک کمبل میں چھپا پتہ نہیں سو رہا تھا یا جاگ رہا تھا، لائٹ آف کرنے کے بعد وہ بیڈ کے قریب آئی تھی اور لیمپ آن کرتے ہوئے بیڈ کے کنارے ٹک گئی تھی۔
''عارش! سو گئے؟'' مدھم آواز میں بولتے ہوئے خرمن نے کمبل اس کے چہرے سے ہٹایا تھا۔
''نیند کا ٹائم گزر گیا ہے، اس لیے اب کوشش ہی کر رہا ہوں۔'' گہری سانس لیتا وہ اٹھ بیٹھا تھا۔
''بہت ڈپریشن ہو رہا ہے مجھے، کتنا رو رہی تھیں عروسہ آپی اور فاروق بھائی...ان کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی، اپنے اصل سے ہٹ کر، اپنی جڑوں سے کٹ کر انسان کیسے زندگی گزار سکتا ہے، عثمان اور بیلا کو دیکھ کر دل کٹتا ہے میرا، جس کرب سے میں ہمیشہ کے لیے جڑ چکی ہوں، اس کرب میں، میں کسی کو مبتلا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی، وہ دونوں کیا کر چکے ہیں اپنے ساتھ، اس نقصان کا ازالہ کس طرح ہو سکے گا؟''
''تمہارے آنسو نہیں، تمہاری دعائیں ضرور ان دونوں کے لیے سب کچھ ٹھیک کر سکتی ہیں۔'' اس کے آنسو صاف کرتا وہ بولا تھا۔
''تم اپنے کرب میں تنہا نہیں ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں اور ہم دونوں مل کر کوشش کریں گے کہ ایسے کرب کا سامنا مان اور بیلا کو نہ کرنا پڑے۔''
''اس کم ظرف انسان نے تمہارے لیے برے لفظ استعمال کیسے کیے؟ میں اسے معاف نہیں کروں گی۔'' خرمن کو پھر غصہ آنے لگا تھا۔
''تم جانتی ہو وہ مجھ سے کتنا کلوز ہے، اس سے یہ کبھی برداشت نہیں ہو سکتا کہ فاروق بھائی نے بیلا کے لیے مجھے سوچا تھا۔''
''تمہیں یہ بات کیسے پتہ چلی، بیلا کبھی تمہیں اور عثمان کو یہ سب نہیں بتا سکتی تھی۔'' خرمن نے کریدا تھا۔
''مجھے یہ بات مان سے ہی پتہ چلی تھی، اسے اندازہ ہو چکا تھا فاروق بھائی کے ارادوں کا۔'' عارش کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ کال بیل نے ان دونوں کو چونکا دیا تھا، اس وقت رات کے 3 بج رہے تھے، حیران ہوتا وہ کمرے سے باہر نکلا تھا، دروازہ کھولتے ہوئے اس نے عثمان کو دیکھا تھا جو اندر آتے ہی اس کے گلے سے لگ گیا تھا، جبکہ بیلا تیزی سے خرمن کی جانب بڑھ گئی تھی۔
''آئی ایم سوری۔ مجھے تم دونوں سے اتنے غلط طریقے سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔'' عثمان بہت شرمندگی سے بولا تھا۔
''یہ سب تم کل بھی کہہ سکتے تھے، اتنی رات میں تم بیلا کو لے کر گھر سے کیوں نکلے؟'' عارش نے اسے گھرکا تھا۔
''اس نے رو رو کر اپنا حشر ہی بگاڑ لینا تھا، اگر میں اس وقت یہاں نہ آتا۔'' عثمان کے بتانے پر وہ خاموشی سے اس کا بازو پکڑے خرمن کی طرف بڑھ گیا تھا جو شدید خونخوار نظروں سے عثمان کو ہی دیکھ رہی تھی۔
''تم یہ کیک اٹھا کر یہاں کیوں لے آئی ہو؟'' عارش نے حیرت سے بیلا کو دیکھا تھا۔
''میں اسے تنہا کیسے ختم کر سکتی ہوں، جب تک خرمن نہیں کھائے گی یہ کیک ایسے ہی رہے گا۔'' وہ بولی تھی اور کیک

ہاتھوں میں پکڑے کچن کی سمت چلی گئی تھی۔
''پہلی فرصت میں دفع ہو جاؤ یہاں سے، بیلا کے سامنے میں مزید تمہاری اوقات نہیں بتا سکتی۔'' خرمن بھڑکی تھی۔
''معاف کر دو آخری بار، اب ایسی کوئی بکواس آئندہ نہیں کروں گا، میرے فرشتوں کی توبہ، یہ دیکھو میں نے اپنے کان بھی پکڑ لیے ہیں۔'' عثمان نے کان پکڑتے ہوئے التجائی نظروں سے دیکھا تھا۔
''اسے معاف کر دو خرمن! اتنی رات میں تو یہ کبھی تہجد کے لیے بھی نہیں اٹھا ہوگا۔'' عارش نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے سفارش کی تھی۔
''یہ بھی یہودی ہے تمہاری طرح۔'' خرمن کے غرانے پر عثمان کی ہنسی نہیں رک سکی تھی۔
''تم یہاں سے جاتے ہو یا نہیں؟'' آنکھیں نکال کر اس نے عثمان کو دیکھا تھا جو عارش کے پیچھے ہو گیا تھا۔
''میں کیک لے آئی ہوئی مان! تم سب سے پہلے خرمن کو کھلاؤ۔'' بیلا نے قریب آتے ہی پلیٹ عثمان کے سامنے کر دی تھی، اس نے بھی فوراً ایک کافی بڑا پیس اٹھا لیا تھا۔
''میں اس کے ہاتھوں سے زہر بھی نہیں کھاؤں گی عثمان! خبردار جو تم قریب آئے۔'' دور ہٹتے ہوئے وہ وارننگ دے رہی تھی مگر عثمان ڈھٹائی کی حدیں توڑتا مسلسل اس کا راستہ روک رہا تھا جو دور بھاگ جانے کا موقع ڈھونڈ رہی تھی۔
''مان! کیک کھلائے بغیر واپس مت آنا۔'' بیلا نے ہنستے ہوئے آواز لگائی تھی۔
''کم آن بے بی کم آن...!'' بازو پھیلائے وہ جس طرح اس کا راستہ روک رہا تھا غصے کے باوجود وہ اپنی ہنسی نہیں روک سکی تھی۔
''تم اسے کیک کھلانے کی کوشش کر رہے ہو یا کبڈی کھیل رہے ہو؟'' عارش نے کنفیوژن دور کرنے کے لیے پوچھا تھا۔
''عارش! میں تمہارا سر توڑ دوں گی، مجھے بچاؤ اس سنکی سے۔'' ہنسی کے درمیان وہ چیخی بھی تھی۔
''عارش! مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے آجاؤ۔'' عثمان کی پکار پر وہ فوراً آگے بڑھا تھا۔
''تم تو ہاتھ بھی مت لگانا مجھے، دور ہو جاؤ۔'' عارش کو پرے دھکیلنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ حلق کے بل چیخی تھی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا، عارش نے اس کے ہاتھ گرفت میں لے کر اسے بالکل بے بس کر دیا تھا، اسی کا فائدہ عثمان نے بروقت اٹھا کر پورا کیک پیس نہ صرف اس کے منہ میں ٹھونس دیا تھا بلکہ آدھا تو اس کے چہرے پر بھی مل دیا تھا۔
''جلدی بھاگ جاؤ، پلٹ کر مت دیکھنا۔'' خرمن کو چھوڑے بغیر عارش نے عثمان کو ہدایت دی تھی، عثمان نے بھی فوراً عمل کیا تھا، ہنس ہنس کر دوہری ہوتی بیلا کا ہاتھ پکڑے دروازے کی سمت دوڑتا چلا گیا تھا، ان دونوں کے بھاگتے ہی عارش کرنٹ کھا کر اس سے دور ہوا تھا جو مکمل بپھر اٹھی تھی۔
''تمہاری تو جان لے لوں گی آج۔'' غصے میں بھڑکتی وہ یکدم رکی تھی جبکہ عارش ایک پل کو دنگ ہوا تھا۔
''آجاؤ...مت رکو...سارے بدلے لے ڈالو آج۔'' عارش نے جس سنجیدگی سے دعوت دی تھی وہ اپنی ہنسی نہیں روک سکی تھی، شدید ناراضی سے اسے دیکھتا وہ گیٹ بند کرنے گیا تھا۔

❁------O------❁

وارڈروب بند کرتی وہ ڈریسنگ پر رکھے اپنے سیل فون تک آئی تھی اور منیزہ کی کال ریسیو کر لی تھی۔
''کہاں ہو تم، انسٹیٹیوٹ جوائن کرنے کے بعد بہت مصروف ہو گئی ہو۔'' خرمن نے چھوٹتے ہی شکایت کی تھی۔
''یہ بات تم اپنے شوہر کو جتاؤ جو زبردستی مجھے انسٹیٹیوٹ کھینچ کر لے گیا تھا، اور مجھے تم یہ بتاؤ کیا تمہیں میرے گھر کے کسی فرد سے شکایت ہے یا کسی نے کچھ کہا ہے تمہیں؟ کہاں کمی رہ گئی تھی، مجھے بتاؤ؟'' اس کے ناراض لہجے پر خرمن دنگ ہوئی تھی۔
''یہ کیوں سوچا تم نے، تمہارے گھر میں مجھے سب سے اتنی محبت اور عزت ملی ہے کہ میں خود شرمندہ ہو گئی تھی، امی اور بابا

بھی یہ سن کر بہت خوش ہوئے تھے کہ میں تمہارے گھر جا رہی ہوں اور اب تم مجھ سے یہ اوٹ پٹانگ سوالات کر رہی ہو۔"
خرمن نے اسے گھر کا تھا جبکہ وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔
"دراصل میں تمہاری رائے جاننا چاہ رہی تھی، اپنے گھر والوں کے بارے میں، یہ اوٹ پٹانگ سوالات تمہیں تنگ کرنے کے لیے تھے۔"
"بہت بدتمیز ہو، میں پریشان ہوگئی تھی، جانتی بھی ہو کہ اس وقت میں کتنی ڈپریسڈ ہوں۔" خرمن نے ناراضی سے کہا تھا۔
"ہاں مجھے پتہ ہے، کل تم آڈیشن دینے جا رہی ہو، مگر اسے سر پر طاری تو مت کرو، عثمان نے تمہیں تیار کر دیا ہے آڈیشن کے لیے، تم بس اپنا اعتماد قائم رکھو۔" منیزہ نے اسے سمجھایا تھا۔
"وہ تو ٹھیک ہے مگر فرض کرو اگر میں ٹھیک طرح آڈیشن نہ دے سکی تو کتنی شرمندگی اٹھانی پڑے گی، عثمان تو بہت پرجوش ہے، مجھے اپنے سے زیادہ اس کی فکر ہونے لگی ہے۔" وہ روہانسے لہجے میں بولتی کمرے میں آتے عارش کی طرف ایک پل کو متوجہ ہوئی تھی۔
"جو ہونا ہوگا ہو جائے گا، یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے، تمہیں خود پر اور اپنی آواز پر سب سے پہلے کانفیڈنس رکھنا چاہیے، وہاں عثمان ہوگا تمہیں گائیڈ کرنے کے لیے اور اگر کوئی کمی رہ بھی گئی، تو ٹریننگ کے دوران بھی دور ہو جائے گی، پہلے ہی دن تمہیں مائک پر نہیں بٹھایا جائے گا، اور مجھے یقین ہے کہ تم آڈیشن میں کامیاب ہو جاؤ گی، ویسے ہوسکتا ہے کہ وہاں کوئی ایسا بندہ موجود ہو جو تمہاری شکل پر ہی فدا ہو جائے، کتنا اچھا ہوگا کہ تمہیں بغیر آڈیشن کے ہی سلیکٹ کر لیا جائے۔"
"بکومت۔" بری طرح جھینپتے ہوئے خرمن نے ایک نگاہ عارش پر ڈالی تھی جو گلاس ونڈو کے پاس موجود اپنا سیل فون چیک کر رہا تھا۔
"لگتا ہے، تمہارے سجن اردگرد ہی موجود ہیں۔" منیزہ ہنسی تھی۔
"تمہیں اس سے بات کرنی ہے تو میرا دماغ مت کھاؤ۔" خرمن نے خشمگیں لہجے میں کہا تھا۔
"اسے فون مت دینا، آج میں نے انسٹیٹیوٹ سے چھٹی کر لی تھی، وہ کال کر رہا تھا مگر میں نے ریسیو نہیں کی، اسے مت بتانا میرا فون ہے، ورنہ بہت بھڑکے گا مجھ پر، کل انسٹیٹیوٹ میں ہی عزت افزائی کرواؤں گی، اوکے خدا حافظ!" منیزہ عجلت میں بولتی لائن کاٹ گئی تھی اور اس کے بعد فوراً عثمان کی کال آ گئی تھی، جسے ریسیو کیے بغیر وہ عارش کی طرف گئی تھی۔
"دیکھو یہ بار بار مجھے فون پر ہولائے جا رہا ہے، پہلے ہی میرا خون خشک ہو چکا ہے۔" اس کے روہانسے لہجے پر عارش نے مسکراتے ہوئے عثمان کی کال ریسیو کر لی تھی۔
"لگتا ہے تمہیں اپنی زندگی پیاری نہیں ہے، کیوں میری معصوم، بے زبان بیوی کو پریشان کیے جا رہے ہو؟" مسکراتی نظروں سے اس کے پریشان چہرے کو دیکھا تھا وہ عثمان کو گھرک رہا تھا۔
"ہاں ایسی بے زبان کہ جس کی زبان کی دھار سو تلواروں کی دھار سے کم نہیں۔" عثمان فوراً ہی بولا تھا۔
"اور بات سنو! اپنا بہت وقت لگایا ہے میں نے اسے ٹرین کرنے پر، اگر کل وہ آڈیشن کے لیے نہیں گئی تو اتنا یاد رکھنا گھر میں گھس کر سب سے پہلے تم پر ہاتھ صاف کروں گا۔" عثمان دھمکا رہا تھا۔
"ایسا تو مت کہو مانی! یعنی تمہیں بھی پورا یقین ہے کہ خرمن کل کے آڈیشن میں ریجیکٹ ہو جائے گی۔" سنجیدگی سے بولتے ہوئے عارش نے خرمن کے فق ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔
"عثمان! میرے سامنے آ کر یہ بکواس کرو ذرا تم۔" خرمن کی چیختی آواز عثمان تک بخوبی پہنچی تھی۔
"عارش! استانی کو جس دن پتہ چل گیا کہ تمہارے سامنے مکار لومڑی بھی زیرو ہے، تمہارا حشر دیکھنے والا ہوگا۔" عثمان جل کر بولا تھا۔

''مجھے تم پر بھروسہ نہیں ہے کل میں خود اسے ساتھ لے جانے آؤں گا۔'' عثمان نے فیصلہ سناتے ہوئے لائن ڈسکنیکٹ کردی تھی۔

''خرمن! کل کیا ہوگا تمہارا؟'' گہری سانس لیتے ہوئے عارش نے اسے ہراساں کیا تھا۔

''تم بھی میری جان نکالے جارہے ہو۔'' اس کے روہانسے لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔

''مت بنایا کرو ایسی پیاری پیاری سی شکلیں۔'' اس نے خرمن کی ناک چٹکی میں پکڑ کے ہلائی تھی۔

''کل زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟ بس تھوڑی سی شرمندگی اٹھانی ہوگی، ماں کے بہت سارے طعنے سننے ہوں گے اور ڈھیر سارے آنسو بہانے ہوں گے، بس اتنا ہی تو ہوگا، پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟'' وہ اطمینان سے بولا تھا۔

''میں کوئی آڈیشن نہیں دوں گی، مجھے یہ کام کرنا ہی نہیں ہے۔'' وہ ہتھے سے اکھڑتی فیصلہ کرگئی تھی۔

''مذاق کررہا ہوں، کچھ نہیں ہوگا، تم ضرور کامیاب ہوگی۔'' اس کے تاثرات پر بے ساختہ ہنستے ہوئے عارش نے اسے اپنے ساتھ لگالیا تھا۔

❁------O------❁

ابھی کچھ دیر پہلے ہی خرمن ریڈیو اسٹیشن کی بلند و بالا عمارت میں عثمان کے ہمراہ جاچکی تھی جبکہ اسے خرمن کی تاکید پر اس کی واپسی تک پارکنگ لاٹ میں ہی رکنا تھا، طویل و عریض پارکنگ لاٹ میں گاڑیوں کے علاوہ کوئی ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا، ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے ہوئے اس نے اردگرد ایک طائرانہ نظر ڈالی تھی اور پھر ریسٹ واچ میں وقت دیکھا تھا، اپنے سیل فون کو چیک کرتا وہ دو قدم ہی آگے بڑھا تھا جب کوئی چیز اس کی پشت میں چبھی تھی، وہ یکلخت ساکت ہوا تھا۔

''کوئی حرکت مت کرنا، پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی تو...!'' عقب سے وہ ایک بھنچی آواز سن رہا تھا، عارش کو اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی تھی کہ حملہ آور کوئی ٹین ایجر ٹائپ کی مخلوق ہے۔

''اپنا موبائل میرے حوالے کردو فوراً'' غراتی آواز پر عارش نے اپنا سیل اس کے حوالے کرنا چاہا تھا، بڑھتے ہاتھ کو اچانک ہی گرفت میں لے کر اس نے اپنے سامنے کیا تھا اور پلک جھپکتے ہی وہ اس کی گردن ہاتھ میں جکڑے اسے گاڑی کے بونٹ پر پٹخ چکا تھا۔

''ویٹ....ویٹ!'' بھاری مکے سے چہرے کو بچانے کی کوشش کرتا وہ لڑکا چیخا تھا، دوسری جانب اس لڑکے کے چہرے پر نظر پڑتے ہی عارش کا ہاتھ ہوا میں جہاں تھا وہیں ساکت رہ گیا تھا، اس لڑکے کی چھیلی آنکھوں اور گھبرائے چہرے نے عارش کی آنکھیں بھی ساکت کردی تھیں۔

''میں تو صرف مستی کررہا تھا، میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں، یہ چابی ہے۔'' گردن پر عارش کی مضبوط گرفت کے باعث اس لڑکے نے پھنسی پھنسی آواز میں ثبوت کے طور پر کی چین اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائی تھی۔

''میں معافی چاہتا ہوں، میں صرف ٹائم پاس کررہا تھا، پلیز میری گردن چھوڑ دیں۔'' لڑکے کی التجا سے زیادہ اس کے کھانسنے پر وہ جیسے کسی ٹرانس سے باہر نکلا تھا، لڑکے کی گردن چھوڑتے ہوئے عارش نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بونٹ سے اٹھنے میں مدد دی تھی جبکہ وہ لڑکا اپنی گردن سہلاتا مزید کھانسا تھا۔

''آپ کا ہاتھ بہت بھاری ہے، آپ کے قریب تو کوئی منجھا ہوا کرمنل بھی نہیں پھٹکے گا۔'' وہ لڑکا کسی بھی شرمندگی کے بغیر ڈھٹائی سے بولا تھا جبکہ اس دوران عارش ایک سیکنڈ کے لیے بھی اس کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا سکا تھا، وہ لڑکا بمشکل اٹھارہ یا انیس سال کا ہوگا، چند لمحوں پہلے ہونے والی اٹھا پٹخ کے باعث اس کی گندمی رنگت سرخی مائل ہوچکی تھی، اس کی گہری سیاہ آنکھیں عارش کو عجیب سی کیفیت میں مبتلا کررہی تھیں، جسے وہ بالکل نہیں سمجھ پارہا تھا۔

''آپ مجھے اب اور مشکوک نظروں سے مت دیکھیں، مجھے اس وقت فون کی شدید ضرورت ہے، اگر میں اپنے ارادے میں کامیاب ہوجاتا تو ایک کال کرکے آپ کا سیل فون واپس بھی کردیتا۔'' بونٹ پر اطمینان سے چڑھ کر بیٹھتا وہ صفائی دے

رہا تھا۔
''اگر تمہیں ضرورت تھی تو تم سیدھے طریقے سے بھی مجھ سے سیل فون مانگ سکتے تھے۔'' گہری سانس لے کر عارش نے کہا تھا۔
''اگر میں ایسا کرتا تو آپ کے WWF کے داؤ لائیو کیسے دیکھتا؟'' اس کے شرارتی سے لہجے پر عارش کو یاد آیا تھا کہ وہ کس طرح اسے پٹخ چکا تھا۔
''آئی ایم سوری... تمہیں زیادہ زور سے تو نہیں لگا تھا؟''
''یہ سوال آپ کو اپنی گاڑی کے اس بونٹ سے پوچھنا چاہیے، جس پر میں بیٹھا ہوا ہوں۔'' اس کے فوراً ہی کہنے پر عارش مسکرایا تھا۔
''میں تو یہاں اپنے بھائی کا انتظار کر رہا ہوں، آپ شاید ان کے نام سے واقف ہوں، اگر ریڈیو سننے کا شوق رکھتے ہیں تو۔''
''وہ ریڈیو پریزینٹر ہیں؟'' عارش نے پوچھا تھا۔
''جی ہاں... ہارون قزلباش۔''
''واقعی...؟'' عارش نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا تھا۔
''میں صرف ڈرائیو کے دوران ریڈیو سنتا ہوں، ہارون بہت اچھا بولتے ہیں، مگر وقت کی کمی کے باعث میں انہیں بہت زیادہ نہیں سن پاتا، آج بھی شو ہے ان کا؟''
''نہیں وہ صرف سنڈے کو مارننگ شو ہوسٹ کرتے ہیں، آج تو وہ آڈیشن لینے آئے ہوئے ہیں، کیا آپ بھی آڈیشن دینے آئے ہیں؟''
''ہرگز نہیں۔'' عارش نے کہا تھا۔
''کیوں نہیں، آپ کی آواز بہت اچھی ہے، آپ چاہیں تو ٹرائی کر سکتے ہیں، میں بھائی سے آپ کی سفارش کروں گا۔''
''تمہاری آفر کا بہت شکریہ مگر یہ میرے بس کا کام نہیں ہے، میں یہاں اپنے ایک فرینڈ کا انتظار کر رہا ہوں۔'' عارش نے مختصراً اپنی وہاں موجودگی کی وجہ بتائی تھی۔
''میں نے آپ کا نام تو پوچھا نہیں اب تک؟'' لڑکے کو اچانک یاد آیا تھا۔
''میں عارش اور تم؟''
''ایبک نام ہے میرا، اور آپ سے مل کر مجھے خوشی ہوئی۔'' یکدم گرمجوشی سے اس نے جس طرح عارش سے ہاتھ ملایا تھا وہ اپنی مسکراہٹ نہیں چھپا سکا تھا۔
''عارش! مجھے لگ رہا ہے جیسے میں نے آپ کو کہیں دیکھ رکھا ہے۔'' وہ اچانک بولا تھا۔
''تمہیں دیکھ کر مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔'' عارش نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔
''آپ نے کبھی کسی میگزین کے لیے ماڈلنگ کی ہے؟'' ایبک نے کچھ سوچتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔
''بالکل نہیں۔''
''حالانکہ آپ کو کرنا چاہیے، اتنی زبردست ہائٹ ہے، ہینڈسم ہیں، ڈیشنگ پرسنیلٹی ہے، یہ سب کیش کیوں نہیں کرواتے آپ؟'' ایبک کے نان اسٹاپ بولنے پر عارش حیرت سے اسے دیکھتا مسکرایا بھی تھا۔
''میں جانتا ہوں، تمہیں میرا فون چاہیے تاکہ تم کال کر سکو، مگر اس کے لیے تمہیں ضرورت نہیں ہے کہ مجھے آسمان پر چڑھاؤ۔'' عارش نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''میں نے سیریسلی آپ کی تعریف کی ہے جو کہ بالکل غلط نہیں ہے۔'' ایبک نے فوراً کہا تھا۔

''آپ کو دیکھ کر میں سوچ رہا ہوں کہ روزانہ جم جایا کروں۔''
''تمہیں اس کے بغیر بھی ماڈلنگ کی آفرز مل سکتی ہیں۔'' عارش نے کہا تھا۔
''اگر معجزاتی طور پر ایسا ہو بھی گیا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، پاپا کبھی مجھے اس کام کی اجازت نہیں دیں گے کم از کم اس وقت تک تو ہرگز نہیں جب تک میری اسٹڈیز مکمل نہ ہو جائیں اور ابھی تو میرا بی اے بھی مکمل نہیں ہوا۔'' وہ مایوسی سے بولا تھا۔
''یہ اچھی بات ہے، تمہیں اپنا سارا فوکس اسٹڈیز پر ہی رکھنا چاہیے۔'' عارش نے کہا تھا۔
''آپ کی تاکید میرے لیے نئی نہیں ہے، بھائی اکثر مجھے ایسی تاکید کرتے ہی رہتے ہیں، مجھ سے عمر میں کافی بڑے ہونے کا رعب جمانا وہ نہیں بھولتے، میرا اسیل فون ان کی وجہ سے ہی پاپا کے قبضے میں ہے۔'' وہ کوفت سے بتا رہا تھا۔
''وجہ...؟'' عارش نے پوچھا تھا۔
''کوئی ایک وجہ ہو تو بتاؤں، میرے باپ بھائی میرے معاملے میں بہت ہی ظالم ہیں، کہیں آپ کے ساتھ بھی تو ایسا نہیں؟''
''نہیں، میرے پیرنٹس کی بہت پہلے ڈیتھ ہو چکی ہے اور میں ان کی ایک ہی اولاد ہوں۔''
''اوہ...!'' ایبک نے کچھ تاسف سے سر ہلایا تھا۔
''آج بہت گرمی ہے، مجھے بھوک کے ساتھ اب پیاس بھی لگنے لگی ہے، پتہ نہیں بھائی کب تک واپس آئیں گے۔''
''میرے پاس بوتل ہے، پانی پی کر تم میرے فون پر ان سے رابطہ کر کے پوچھ لو۔'' عارش نے اسے تسلی دی تھی اور پھر فرنٹ ڈور کھول کر ڈیش بورڈ پر رکھی منرل واٹر کی بوتل نکال لی تھی۔
''میں تو اس گرمی سے ہی مر جاؤں گا۔'' ایبک کی آواز پر وہ اس کی طرف آتے ہوئے بری طرح ٹھٹکا تھا، ایبک نے گریبان کھولتے ہوئے شرٹ کے کالر کو گردن سے پرے ہٹا دیا تھا، وہ کچھ بول بھی رہا تھا، مگر عارش کو بالکل اس کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، اس کی نظریں ایبک کی کالر بون پر ساکت تھیں، جہاں موجود چھلے چھلے سے ایک نشان نے حقیقتاً اس کا دماغ ماؤف کر دیا تھا اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب ایبک نے خود ہی اس کے ہاتھ سے بوتل لے لی تھی۔
''ایبک! یہ کیسا نشان ہے؟'' وہ بمشکل پوچھ سکا تھا، پانی کے گھونٹ لیتے ایبک نے رک کر پہلے عارش کو اور پھر نظر جھکا کر اپنی کالر بون کو دیکھنے کی کوشش کی تھی۔
''یہ نشان ہم بھائیوں کو پاپا سے ورثے میں ملا ہے، دراصل یہ ہمارا خاندانی ٹیگ ہے۔'' لاپروائی سے بتاتا وہ تمسخر سے ہنسا تھا جبکہ ایک بار پھر عارش کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔
''کیا اب آپ فون دے سکتے ہیں؟'' ایبک کی آواز اسے واپس دنیا میں لائی تھی، خاموشی سے اس نے اپنا فون ایبک کے حوالے کر دیا تھا وہ اس وقت بھی بالکل سناٹے میں تھا جب ایبک فون پر بات کر رہا تھا۔
''مجھے کچھ نہیں پتہ، ایک گھنٹے سے میں یہاں آپ کے انتظار میں پاگل ہو رہا ہوں۔'' شدید ناراضی سے چیخ اٹھا تھا۔
''ایک تو وہ واچ مین مجھے اندر نہیں جانے دے رہا، اتنی گرمی ہے یہاں، میں بتا رہا ہوں زبردستی اندر گھس جاؤں گا، بہت شرمندگی اٹھانی پڑے گی آپ کو۔'' دوسری جانب سے کچھ سننے کے بعد وہ مزید جھلایا تھا۔
''کیا ہوا، وہ آ رہے ہیں؟'' سیل فون اس سے لیتے ہوئے عارش نے پوچھا تھا۔
''5 منٹ مزید انتظار کرنا پڑے گا۔'' وہ بیزاری سے بتا رہا تھا۔
''تمہیں ان کے ساتھ کہیں جانا ہے؟''
''جی ہاں، انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج ہی مجھے شوروم سے نئی بائیک خرید کر دیں گے مگر عین وقت پر ریڈیو سے انہیں کال آ گئی، اب اگر پاپا نے ان کو کال کر لی تو میری بائیک تو گئی، وہ آفس سے اس وقت میری وجہ سے ہی نکلے تھے

اور بھائی کے بغیر پاپا کا کوئی کام نہیں ہوتا۔''
''کوئی بزنس کرتے ہیں تمہارے فادر؟''
''ان کی لیدر گڈز کی ایک فیکٹری ہے، بھائی ان کے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔'' وہ بتا رہا تھا۔
''کیا نام ہے تمہارے فادر کا؟''
''ہشام قزلباش، آپ چاہیں تو ضرور ہماری فیکٹری کے دورے پر آیئے گا، پاپا میرے سارے دوستوں کو ناپسند کرتے ہیں مگر آپ کو دیکھ کر تو بہت خوش ہو جائیں گے، کچھ میری ویلیو بھی بڑھ جائے گی۔'' ایبک نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''مگر ایسا تب ہوگا جب میرا تمہارا دوبارہ کبھی رابطہ ہوگا۔'' عارش نے کہا تھا۔
''آپ رابطے کی بات کر رہے ہیں، میں تو آپ کے گھر آنے کے لیے بھی تیار ہوں، آپ مجھے اپنا نمبر دیں اور میرا نمبر بھی لیں، بلکہ آپ مجھے اپنے گھر کا ایڈریس بھی لکھوا دیں۔'' ایبک نے سرعت سے اپنے ہینڈ بیگ سے پین اور نوٹ بک نکال لی تھی، عارش نے اسے ایڈریس بتانا شروع کیا تھا۔
''کمال ہے، میرا گھر آپ کے اپارٹمنٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہے بلکہ میں تو اس طرف اکثر کرکٹ کھیلنے جاتا ہوں، میرے زیادہ تر دوست ان ہی اپارٹمنٹ میں رہتے ہیں۔'' خوشگوار لہجے میں بولتا وہ اب عارش کو اپنے گھر کی لوکیشن بتانے لگا تھا۔
''کون کون ہے تمہاری فیملی میں؟'' چند سوالوں کے بعد مزید عارش نے اسے کریدا تھا۔
''بہت چھوٹی سی فیملی ہے ہماری، ماما، پاپا اور ہم دو بھائی... یقین کریں کبھی کبھی تو میں گھر میں بہت بور ہو جاتا ہوں، گھر میں بہت سارے بہن بھائی ہونے چاہئیں لڑنے جھگڑنے کے لیے مگر.... بھائی کی اپنی مصروفیات ہیں، ان کا گھر میں ہونا نہ ہونا برابر ہے، بہت کم بات کرتے ہیں کیونکہ ساری باتیں تو وہ یہاں ریڈیو پر اپنے لسنرز سے کر لیتے ہیں، پاپا کا زیادہ وقت آفس میں اور اس کے بعد کتابوں کے ساتھ گھر میں گزرتا ہے، رہ گئیں ماما تو ان کو گھر کے کاموں اور نمازوں سے ہی فرصت نہیں ملتی مگر جتنی بھی ملتی ہے وہ ساری مجھے ڈانٹنے اور روک ٹوک میں گزرتی ہے، بھائی عیش میں ہیں، ان پر کوئی روک ٹوک نہیں، وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔'' ایبک بولتے ہوئے یکدم رکا تھا جبکہ اس کی نظروں کے تعاقب میں عارش نے بھی پلٹ کر دیکھا تھا۔ تیز قدموں کے ساتھ اسی جانب آتا شخص کسی تعارف کا محتاج نہیں تھا، اس کی چال ڈھال پروقار پرسنیلٹی پرکشش تھی، اس کی سنہری رنگت سونے جیسی تھی، قریب آتے ہوئے اس نے ایک نظر عارش کو دیکھا تھا جبکہ بغور اسے ہی دیکھتے عارش کو اس کی سیاہ آنکھیں بہت مانوس لگی تھیں۔
''بھائی! یہ عارش ہیں، میرے دوست، ان کی وجہ سے ہی میں یہاں آپ کے انتظار میں زندہ بچا ہوا ہوں۔'' ایبک کے تعارف کروانے پر اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ عارش سے ہاتھ ملایا تھا۔
''یہ تو زندہ ہے آپ کی وجہ سے مگر اس کے ساتھ وقت گزار کر آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' ہارون نے پوچھا تھا۔
''بھائی! یہ میرے بہت کلوز فرینڈ بن چکے ہیں، ان کے سامنے میں اپنی انسلٹ برداشت نہیں کروں گا۔'' ایبک کچھ ناراضی سے وارن کر رہا تھا۔
''ایبک بہت اچھی باتیں کرتا ہے، اس کے ساتھ وقت گزار کر میں بہت اچھا محسوس کر رہا ہوں۔'' عارش نے خوش دلی سے کہا تھا۔
''یہ ہماری فیملی کا اسپیشل نیوز چینل ہے اور مجھے یقین ہے کہ بول بول کر اس نے آپ کے سر میں درد کر دیا ہوگا۔'' جواباً ہارون نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''گریبان ٹھیک کرو اور نیچے اترو۔'' ہارون کی تنبیہی نظروں پر ایبک گریبان ٹھیک کرتا بونٹ سے اتر آیا تھا جبکہ ہارون دوبارہ عارش کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''آپ یہاں کسی کا انتظار کر رہے ہیں؟''
''جی اپنے ایک دوست کا، وہ آپ کے ہی اسٹیشن پر ہوتے ہیں۔'' عارش نے بتایا تھا۔
''نام پوچھ سکتا ہوں ان کا؟'' ہارون کے سوال پر اس نے عثمان کے بارے میں بتایا تھا۔
''عثمان تو ہمارے اسٹیشن کی بہت مقبول شخصیت ہیں، نائٹ شوز میں ہمارا ساتھ دیتا ہے۔'' ہارون نے بتایا تھا۔
''عارش! میں آج ہی پاپا کے قبضے سے اپنا سیل نکال کر آپ کو کال کروں گا۔'' ایبک نے کہا تھا۔
''آپ کے پاس ایکسٹرا ٹائم بہت ہو تو ضرور اس کی کال ریسیو کیجیے گا کیونکہ یہ بالکل فارغ ہی رہتا ہے، ویسے آپ کیا کرتے ہیں؟'' ایک بار پھر ایبک کو شرمندہ کرتے ہوئے وہ عارش سے پوچھ رہا تھا، جواباً عارش نے اسے اپنی جاب کے بارے میں مختصراً بتادیا تھا۔
''آپ سے پھر ملاقات ہوگی عارش! فی الوقت اجازت۔''
''بالکل...کیوں نہیں۔'' اس سے مصافحہ کرتے ہوئے وہ ایبک کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
''میں آپ کے انسٹیٹیوٹ کا وزٹ کرنے کب آؤں؟'' ایبک نے رک کر پوچھا تھا۔
''جب تم چاہو بلکہ تم میرے ساتھ ہی چلنا۔'' عارش کے کہنے پر وہ اثبات میں سر ہلاتا ہارون کے پیچھے ہی گرے سوک کی طرف چلا گیا تھا، ان کے جاتے ہی عارش کو ایک بار پھر اپنی رگوں میں خون تیزی سے گردش کرتا محسوس ہو رہا تھا، اس کے لیے اپنی بے چینی پر قابو پانا اور مزید ضبط کرنا مشکل تھا مگر اسے صبر و تحمل کا مظاہرہ تو کرنا ہی تھا، چند ہی لمحے گزرے تھے جب وہ اپنی الجھی سوچوں سے چونک کر باہر آتا عثمان کی طرف متوجہ ہوا تھا جو خرمن کے ہمراہ اس کی جانب آرہا تھا۔

❀-----○-----❀

''مجھے وہ شخص قطعی پسند نہیں آیا ہے، میں صاف کہہ رہی ہوں۔'' ناگواری سے بولتی وہ کچن میں داخل ہوئی تھی جہاں عارش، بیلا سے کوئی ڈش بنانی سیکھ رہا تھا۔
''آخر تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟'' عثمان جھلائے انداز میں بولتا خرمن کے پیچھے ہی آیا تھا۔
''وہ صرف تمہاری اصلاح کر رہا تھا، تمہاری بہتری کے لیے تمہیں اس نے جو پوائنٹس بتائے ہیں ان پر غور کرو۔''
''مجھے غور نہیں کرنا۔'' خرمن نے جھلا کر بات کاٹی تھی۔
''اس شخص نے میری ایک ایک لائن میں کیڑے نکالے تھے، میں آڈیشن دینے گئی تھی، اس کے لیکچر سننے نہیں۔''
''میرے خدا...!'' عثمان نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔
''عارش! میں قسم اٹھانے کے لیے تیار ہوں، تم جنتی آدمی ہو۔'' عثمان نے جس طرح کہا تھا، بیلا کھلکھلا کر ہنستی عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو چکن کے پیس بنانے میں مگن تھا۔
''ہاں، ایک وہ ہے جنتی اور ایک تم ہو۔'' خرمن نے تڑخ کر کہا تھا۔
''تم نے دیکھا نہیں، وہ کس طرح بات کر رہا تھا۔''
''کیا بات کی تھی اس نے؟'' عارش نے درمیان میں پوچھا تھا۔
''آپ ریڈیو پر حکومت کرنے نہیں آئی ہیں، سننے والوں کے دل میں اپنی آواز کے ذریعے جگہ بنانے آئی ہیں، اپنے لہجے میں لچک، نرمی، لوچ لے کر آئیں، اور بھی پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہا تھا۔'' وہ بگڑے لہجے میں بتا رہی تھی۔
''تو کیا غلط کہہ رہا تھا، اگر اس کی جگہ میں ہوتا تو صاف گوئی سے کہتا کہ بی بی اپنے لہجے سے گھمنڈ نکال کر پھینک دو، زبان میں مٹھاس لے آؤ۔'' عثمان جل کر بولا تھا۔
''یہ غلط بیانی ہے، خرمن کی آواز اور زبان دونوں میں مٹھاس ہے۔'' فرائی پین میں آئل ڈالتے ہوئے بیلا نے کہا تھا۔
''میرا یقین نہیں تو عارش کی گواہی لے لو۔''

''مجھے درمیان میں مت لاؤ، مجھے واپس گھر بھی جانا ہے۔'' عارش نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''اگر مجھے دوبارہ اس شخص کا سامنا کرنا ہوگا تو میں باز آئی اس پروفیشن سے۔'' خرمن نے کوفت سے کہا تھا۔
''کتنا ٹارچر کرتی ہو، کتنا دکھ دیتی ہو تم یار!'' عثمان زچ ہوا تھا۔
''یار! کسے کہہ رہا ہے، بدتمیز، بدتہذیب۔'' خرمن کا بھڑکنا لازمی تھا تب ہی ایک چھناکے سے کچھ ٹوٹا تھا، تینوں ہی چونک کر عارش کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو تاسف سے فرش پر بکھرے کانچ کے ٹکڑوں کو دیکھ رہا تھا۔
''شاباش...میرے دوست، تمہارے بچے جئیں۔'' عثمان کے خشمگیں لہجے پر اس نے خجل زدہ نظروں سے بیلا کو دیکھا تھا جو قریب آ گئی تھی۔
''میں یہ صاف کر دیتی ہوں، تم فرائی پین میں میکرونی بھی ڈال دو مگر احتیاط سے۔'' ہنسی روکتے ہوئے بیلا نے عارش کو وہاں سے ہٹایا تھا۔
''تم بھی ذرا احتیاط سے کانچ ہٹانا، ورنہ کانچ تمہارے ہاتھ میں نہیں میرے دل میں چبھے گا۔'' عثمان کو موقع مل گیا تھا ڈائیلاگ مارنے کا۔
''زیادہ اوور ہونے کی ضرورت نہیں ہے، سمجھے۔'' خرمن نے اس کے مسکراتے چہرے کو گھورا تھا۔
''تم بھی اوور ری ایکٹ نہ کرو، ہارون نے دس سال دیئے ہیں صداکاری کو، تجربہ کار ہے، سینئر پریزینٹر ہے۔'' عثمان بول رہا تھا جبکہ عارش بری طرح چونک اٹھا تھا۔
''اس کے لسنرز میں ٹین ایجرز سے لے کر 70 سال کے بزرگ بھی شامل ہیں، اس کے شوز میں ہر دوسری کال خواتین کی ہوتی ہے، تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ اتنے سینئر بندے نے تمہیں گائیڈ کیا ہے، اس کے مشوروں پر عمل کر کے تم آگے تک جاؤ گی۔'' عثمان نے پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔
''مجھے تو یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ اس نے مجھے اتنا وقت اور توجہ دی کیوں؟ حالانکہ وہ تو چہرے سے ہی بہت پراؤڈی لگ رہا تھا عثمان! سچ بتاؤں...!'' ایک پل کو رک کر خرمن نے عارش کو دیکھا تھا جو بیلا سے کوئی بات کر رہا تھا، اور پھر ہلکی آواز میں وہ دوبارہ عثمان سے مخاطب ہوئی تھی۔
''پتہ ہے، وہ مجھے بہت عجیب عجیب سی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔'' اس کے جھجکتے مدھم لہجے پر حیرت سے عثمان کی آنکھیں پھیلی تھیں اور اگلے ہی پل وہ دوبارہ اپنا سر پکڑتا اس کے سامنے ٹھہرا ہی نہیں تھا، خرمن بس خونخوار نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔
کھانے کے بعد عثمان کی چائے کی فرمائش پوری کرنے وہ کچن میں آئی تو بیلا بھی اس کے پیچھے آ گئی تھی۔
''مجھے معلوم ہے کہ تمہارے کچن میں کون سی چیز کس جگہ رکھی ہے لہٰذا تم جا کر آرام سے بیٹھو۔'' خرمن نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''اب میں ان دو دوستوں کے درمیان بیٹھ کر کیا کروں گی، مجھے یہیں رہنے دو۔'' بیلا نے کہا تھا۔
''خرمن! مان بہت سیریس ہے تمہیں ریڈیو تک لے جانے میں اگر تم بھی سیریس ہو تو کچھ ناپسندیدہ چیزوں کو نظرانداز کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تم اپنے کام اپنی ذمے داریوں پر توجہ رکھ کر کامیابی حاصل کر و گی، اس بنیاد پر نہیں کہ کون تمہاری نظر میں اچھا ہے اور کون برا۔'' بیلا کے سنجیدہ لہجے پر وہ جو حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی، اس کے خاموش ہونے پر مسکرائی تھی۔
''تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو، مجھے تمہاری باتوں سے کوئی اختلاف نہیں ہے، کامیابی حاصل کرنے کے لیے اچھے برے دونوں ہی حالات سے گزرنا پڑتا ہے، عثمان کی وجہ سے ہی مجھے وہاں کوئی ان سیکیورٹی نہیں ہے مگر پہلے میں سلیکٹ تو ہو جاؤں، آڈیشن جیسا گیا ہے اس کے بعد سے میں بہت ڈسٹرب ہوں۔'' خرمن نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔

''مجھے پورا یقین ہے کہ تم ضرور سلیکٹ ہو جاؤ گی، یہ بھی تو دیکھو کہ ابھی تمہارے ہاتھ میں ڈگری بھی نہیں آئی ہے اور تم آڈیشن تک پہنچ گئیں۔''

''ہاں، یہ تو ہے۔'' خرمن کھل کر مسکرائی تھی اور چولہے کی آنچ دھیمی کرتی دوبارہ بیلا کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

''سنو! عثان کی طرف سے کوئی شکایت یا مسئلہ تو نہیں ہے تمہیں؟'' خرمن کے کریدنے والے لہجے اور جانچتی نظروں پر بیلا کا چہرہ اتر گیا تھا، نفی میں سر ہلاتی وہ خرمن کی جانب نہیں دیکھ سکی تھی۔

''سچ بتاؤ، مجھ سے کچھ چھپا تو نہیں رہیں؟'' خرمن نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''میں کیا چھپاؤں گی؟ اور مجھے اس سے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے؟ اس کے پاس تو وقت ہی نہیں ہوتا۔ صبح انسٹیٹیوٹ کے لیے نکلتا ہے تو شام تک آتا ہے، کچھ دیر کی نیند لے پاتا ہے، اس کے بعد عجلت میں ہی ریڈیو اسٹیشن جانے کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ رات گئے جب واپس آتا ہے تو اتنا تھک چکا ہوتا ہے کہ کھانے کے درمیان ہی ہم کچھ باتیں کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد تو وہ تکیے پر سر رکھتے ہی سو جاتا ہے۔ خرمن! مجھے بہت تکلیف دیتا ہے یہ سب۔ ایسا لگتا ہے کہ میری وجہ سے اس کی زندگی بہت مشکل اور دُشوار ہو گئی ہے۔ دو دو جابز کی ذمے داریوں کے درمیان جب میگزین کے لیے اُس کے فوٹو شوٹ کی ڈیٹ آ جاتی ہے تو وہ مزید گھن چکر بن جاتا ہے۔ وہ مجھے بالکل ایک مشین کی طرح دکھائی دینے لگا ہے اور میں اسے اس طرح نہیں دیکھ سکتی۔'' شدید تاسف کے ساتھ بولتے ہوئے بیلا نے نظر اس لیے جھکائے رکھی تا کہ خرمن اس کی آنکھوں میں پھیلتی نمی نہ دیکھ سکے۔

''یہ سوچنا چھوڑ دو کہ تمہاری وجہ سے اس کے ساتھ یہ ہوا یا وہ ہو رہا ہے۔ اگر وہ محنت کر رہا ہے تو اپنا مستقبل ہی سوار رہا ہے۔ کیا دنیا کے اور مرد محنت نہیں کرتے؟ عارش بھی تو اپنی جاب کے ساتھ انسٹیٹیوٹ کو سنبھال رہا ہے۔ کبھی کبھی تو وہ شام کو بھی گھر نہیں آتا۔ آفس سے سیدھا انسٹیٹیوٹ روانہ ہو جاتا ہے۔ ہر ذمے دار مرد انتھک محنت کرتا ہے نہ صرف اپنے لیے بلکہ ان کے لیے بھی جو اس پر انحصار کرتے ہیں۔ عثان اپنے لیے اور تمہیں سپورٹ کرنے کے لیے دن رات ایک کر رہا ہے تو یہ اس کا فرض ہے۔ اسے اپنے پیر زمین پر مضبوطی سے جمانے کے لیے اس محنت کی ضرورت ہے۔ اسے خود کو اسٹیبلش کرنا ہے اور تم کبھی ہمدردی میں اس حد تک مت جانا کہ اس کے ارادے کمزور کر دو۔ 9 سے 5 کی جاب کے بعد تمہارے قدموں میں وقت گزار کر اسے کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔ ابھی اسے تمہارے لیے ایک ذاتی گھر بنانا ہے، کل اُس کی ذمے داریوں میں مزید اضافہ بھی ہو گا۔ مگر بہتر یہی ہے کہ ابھی وہ خود کو کسی قابل بنائے، خود کو تیار کرے آگے آنے والی ذمے داریوں کے لیے۔ اس سب میں تم نے ہی اس کا ساتھ دینا ہے۔ لہٰذا تب تک اس سے اپنے تعلقات کو تم اسی طرح محدود رکھو جس طرح رکھے ہوئے ہو۔'' خرمن کے تنبیہی لہجے میں کچھ تھا کہ بیلا نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

''مجھے امید ہے تم میری بات اور اس کے مقصد کو سمجھ چکی ہو۔ ابھی تم دونوں کے لیے یہی بہتر ہے۔'' خرمن نے سنجیدگی سے بولتے ہوئے کچھ چونک کر بیلا کے بدلتے تاثرات کو دیکھا تھا اور پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں گردن موڑ کر عثان کو جو پتہ نہیں کس وقت وہاں آیا تھا۔

''کتنا وقت لگے گا؟ عارش گھر جانے کا کہہ رہا ہے۔'' گہرے سنجیدہ لہجے میں وہ خرمن سے مخاطب تھا۔

''بس چائے تیار ہے، دو منٹ لگیں گے۔'' خرمن کے جواب پر اس نے واپس پلٹنے سے پہلے بس ایک نگاہ بیلا کے سرخ ہو جانے والے چہرے پر ڈالی تھی جو نظر جھکائے ساکت کھڑی تھی۔

❀------O------❀

ڈرائنگ روم کی ڈسٹنگ سے ابھی وہ فارغ ہوئی تھی جب اس کے فون نے چنگھاڑنا شروع کر دیا تھا۔ تیزی سے بیڈ روم میں آ کر اس نے سائیڈ ٹیبل سے فون اُٹھایا تھا۔ اس وقت عثان کی کال نے اُسے حیران کیا تھا۔ اس کے کچھ بولنے سے پہلے

ہی عثمان نے فرفر جو خبر سنائی تھی وہ اسے پہلے دنگ اور پھر خوشی سے اُچھلنے پر مجبور کر گئی تھی۔

''عثمان! مجھے تو یقین ہی نہیں ہو رہا، تم نے اچھی طرح کنفرم کیا ہے؟''

''ظاہر ہے۔ دعائیں دو اس بندے کو، جسے پتہ ہی نہیں ہوگا کہ تم اس کی کتنی مٹی پلید کر چکی ہو'' عثمان نے اسے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔

''اب میری خوشی غارت مت کرو تم۔'' وہ جھلائی تھی۔

''عارش تک بھی یہ خبر پہنچا دو پہلے۔ بیلا اور منیزہ چڑیل کو پہلے فون کرنے کھڑی نہ ہو جانا۔'' عثمان کے گھرکنے والے انداز پر وہ کھلکھلائی تھی، مگر اس نے عثمان کی ہدایت پر عمل ضرور کیا تھا۔

''خرمن! کیا ہوا ہے؟ سب خیریت تو ہے؟'' خرمن کی کال ریسیو کرتے ہوئے وہ جس طرح پریشان انداز میں بولا تھا، خرمن حیران ہوگئی تھی۔

''سب خیریت ہی ہے۔ اتنا پریشان کیوں ہوگئے؟'' اس کے سوال پر وہ ایک پل کے لیے خاموش ہوا تھا۔

''سب خیریت ہے تو پھر کال کرنے کی وجہ؟''

''خیریت نہ ہونے پر ہی میں تمہیں کال کر سکتی ہوں کیا؟'' خرمن کو اس کا سوال ناگوار گزرا تھا۔

''یہ تم زیادہ بہتر جانتی ہو۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟'' پتہ نہیں عارش کا لہجہ واقعی سرد تھا یا اسے ہی محسوس ہوا تھا۔

''کیا میری کال نے تمہیں ڈسٹرب کر دیا ہے؟''

''بالکل نہیں۔ مگر میں کال کرنے کا سبب جاننا چاہتا ہوں۔''

''کیا بغیر کسی سبب کے میں تمہیں فون نہیں کر سکتی؟'' خرمن کے لہجے میں ناگواری در آئی تھی۔

''کیوں نہیں۔ بالکل کر سکتی ہو۔ مگر کرتی نہیں ہو۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو تم؟''

''میں کچھ نہیں کہنا چاہتا، بس تمہیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ کبھی تم نے کسی ضرورت کے لیے بھی مجھے اس طرح اچانک کال نہیں کی ہے۔'' عارش کے گہرے سنجیدہ لہجے میں کچھ تھا جو اس کا چہرہ سپاٹ ہو گیا تھا۔''اس لیے آفس میں پہلی بار تمہاری کال ریسیو کرتے ہوئے میں پریشان ہوا تھا کہ یقیناً کوئی پرابلم ہے۔ ورنہ تمہارے پاس اتنا وقت کہاں ہوتا ہے کہ میری آواز سننے کے لیے ہی مجھے فون کرو۔'' اس کے سرد لہجے میں جو کچھ تھا، وہ خرمن کو بھڑکانے کے لیے کافی تھا۔ مگر اس نے بمشکل اپنے غصے پر قابو پایا تھا۔

''میں نے اس وقت بھی تمہاری آواز سننے کے لیے فون نہیں کیا ہے۔ ابھی عثمان کی کال آئی تھی اور اس کے بارے میں ہی تمہیں بتانا چاہتی تھی۔'' تلخی سے بولتے ہوئے اس نے مختصراً ریڈیو میں اپنے سلیکشن کی نیوز اُسے دی تھی اور اُسے کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر لائن ڈس کنکٹ کر ڈالی تھی۔ عارش نے فوراً ہی کال بیک کی تھی، جسے نظرانداز کرتی وہ بیڈ رُوم سے نکل گئی تھی۔

❀------O------❀

ڈریسنگ کے سامنے چہرے کے گرد اسکارف کو ٹھیک کرتی وہ چونک کر وال کلاک کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ شام کے 6 بج چکے تھے۔ گہری سانس لے کر شانے پر دوپٹہ درست کرتی وہ کمرے سے نکلی تھی۔ گیٹ کھول کر پلٹتے ہوئے اس نے ایک نگاہ بھی عارش کو نہیں دیکھا تھا، مگر عارش نے ایک نگاہ میں ہی اس کے تیوروں کو بھانپ لیا تھا، سو وہ رُکے بغیر ہی اس کے پیچھے کچن میں آیا تھا، سینڈوچ میکر کھولتے ہوئے خرمن نے رک کر اپنی آنکھوں کے سامنے لہراتے سرخ گلابوں کو دیکھا تھا۔

''پہلی کامیابی کی مبارکباد وصول نہیں کرو گی؟'' اس کے شانے پر جھکا وہ مسکراتے لہجے میں بولا تھا۔ جواباً خرمن نے نہ اپنا رخ اس کی جانب موڑا تھا اور نہ ہی اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

''شکریہ!'' بے دلی کے ساتھ خرمن نے فلاور اس سے لے کر کاؤنٹر پر ڈال دیئے تھے۔ اگلے ہی پل وہ خون کے گھونٹ

پی کر رہ گئی تھی جب عارش نے اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے اسے شانوں سے تھام لیا تھا۔
''کس بات کا شکریہ؟ ہمارے درمیان یہ فارمیلٹی کب سے آ گئی؟'' اس کے سوال پر خرمن نے بس تیز نگاہوں سے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔
''تم غصے میں اور بھی زیادہ قیامت خیز لگتی ہو۔'' پُرشوخ نگاہوں سے اس کے تاثرات دیکھتے عارش نے اس کے چہرے کو چھوا تھا، مگر اگلے ہی پل وہ دنگ رہ گیا تھا، جب خرمن نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ الگ ہٹایا تھا۔
''سانپ کی طرح کینچلی بدلنا تو کوئی تم سے سیکھے۔ میری آنکھوں کے سامنے محبت کے راگ ختم نہیں ہوتے تمہارے۔ اور جب آنکھ سے اوجھل ہوتے ہو تو مجھ سے زیادہ برا کوئی نہیں ہوتا تمہارے لیے۔'' اس کے زہرخند لہجے پر عارش کے تاثرات بدلے تھے۔
''ہاں، سچ کہا تم نے۔ کبھی کبھی تو واقعی مجھے بھی یہ لگتا ہے کہ تم سے زیادہ برا کوئی نہیں۔ کیونکہ ایک تم ہی ہو جو مکمل مجھے اپنے بس میں کر چکی ہو۔ میرے سارے اختیارات اپنی مٹھی میں لے چکی ہو۔ مجھ سے راضی ہوتی ہو تو اس طرح کہ سانس لینا مشکل کر دیتی ہو اور ناراض ہوتی ہو تو اس طرح کہ جینا دوبھر کر دیتی ہو۔'' بجھے لہجے میں بولتا وہ شکایتی نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا جس کے تیور مزید بگڑ رہے تھے۔
''تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہو کر بھی میں ویسا ہی ہوں جیسا کہ اس وقت تمہارے سامنے ہوں۔ میں تمہارے قریب رہوں یا دُور مگر میرے دل میں تمہاری محبت کا سمندر کبھی خشک نہیں ہو سکتا اور اسے تمہاری محبت کی بارشوں کی محتاجی بھی نہیں ہے مگر چاہت ضرور ہے۔''
''میں اب تمہارے راگ نہیں سننے والی۔ فون پر جس لہجے میں تم نے مجھ سے بات کی تھی، اس کے بعد تم مزید میری آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی کوشش مت کرو۔ میں لعنت بھیجتی ہوں تمہاری محبت پر۔ کیا ہے یہ محبت، بس چند گھنٹوں یا دنوں کا خبط۔ اس کے بعد دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے سب......''
''ایک لفظ اور مت کہنا تم۔'' سرخ چہرے کے ساتھ عارش نے اس کی بات کاٹی تھی۔ ''جس جذبے سے تم عاری ہو، انجان ہو، اس کے بارے میں اتنی بے ہودہ بات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے تمہیں۔ میں کتنی بار کہوں تم سے، مجھے محبت کے قابل تم نہ سمجھو مگر میری محبت کی بے قدری مت کیا کرو، مت شک کیا کرو میری نیت پر، میرے جذبوں پر۔ مگر تم مجھ پر رحم نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ تمہارے پاس احساس نام کی کوئی چیز کم از کم میرے لیے نہیں ہے......''
''جب سب کچھ جانتے ہو تو کیوں میرے سر پر مسلط ہو؟ کیوں قبول نہیں کر لیتے کہ مجھے اپنا کر اب تم پچھتا رہے ہو؟ تم قبول نہ کرو مگر تمہارا لہجہ سب کچھ عیاں کر رہا ہے مجھ پر۔'' خرمن نے شدید طیش میں اس کی بات کاٹی تھی۔
''تم پر بس وہی کچھ عیاں ہو سکتا ہے جو تم دیکھنا چاہتی ہو۔ میرے لہجے کا تو صرف بہانہ ہے، ورنہ سچ تو یہ ہے کہ تم مجھ سے دُور جانا چاہتی ہو، مجھ سے جان چھڑانا چاہتی ہو۔'' اس کی بلند آواز پر خرمن دنگ نظروں سے اس کے بھڑکتے چہرے کو دیکھتی رہ گئی تھی۔ ''کبھی اپنے لہجے پر غور کیا ہے تم نے، کس طرح تم ایک سیکنڈ میں اپنے اور میرے درمیان دیوار کھڑی کر لیتی ہو، کس طرح تمہارا اجنبی لہجہ، رویہ برداشت کرنا پڑتا ہے مجھے۔ کیا مجھے اتنا حق بھی نہیں کہ میں تم سے شکایت کروں؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم نے کبھی فون کر کے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ گھر سے نکلنے کے بعد میں زندہ بھی ہوں یا کسی حادثے کی نذر ہو گیا ہوں۔ کبھی تم نے فون کر کے یہ تک نہیں پوچھا کہ میں نے لنچ کیا ہے یا نہیں۔ گھر سے نکلنے کے بعد میں کب واپس آؤں گا، تمہیں اس سے بھی کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ تم نے غلطی سے بھی کبھی مجھ سے نہیں پوچھا کہ میں گھر دیر سے کیوں آیا ہوں۔ کیونکہ تمہیں میری پروا نہیں ہے۔ اور یہ تم مجھے بہت پہلے ہی بتا چکی ہو۔ میں ہی اپنی حیثیت بھول کر تم سے شکایت کر جاتا ہوں۔ تمہارے پاس میرے لیے وقت ہی کہاں ہوتا ہے۔ گھر میں بہت سارے جھمیلوں کے درمیان تمہیں چھوڑ کر نہیں جاتا مگر پھر بھی مجھے سوچنے کے لیے بھی تمہارے پاس وقت نہیں ہوتا۔ تم سے بات کرنے کے لیے مجھے پہلے تمہارے مزاج کو

جانچنا پڑتا ہے، تمہارے سائے کو چھونے کے لیے بھی مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک گلاس پانی کے لیے بھی تمہیں کہنا پڑتا ہے۔'' سانس روکے وہ اسے دیکھ اور سن رہی تھی جو گزرے دنوں کا سارا غبار آج نکالنے پر مجبور ہو گیا تھا۔
''تم نے پہلے مجھے یہ حیثیت کیوں نہیں بتائی کہ میں سانپ کی طرح کینچلی بدلتا ہوں۔ میری ایک شکایت برداشت نہیں ہوئی تم سے، مگر میں اس وقت بھی اپنی محبت کی تحقیر برداشت کرنے پر مجبور ہوں۔ وہ محبت جو تمہارے نزدیک صرف چند گھنٹوں اور دنوں کی عیاشی ہے، مگر میرے لیے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ میں تمہارا بوائے فرینڈ نہیں ہوں جو تمہارے ساتھ اس گھر کو، کچن کو اور بیڈ کو شیئر کر رہا ہوں، اپنے اور میرے رشتے کو تم نہیں پہچاننا چاہتیں تو مت پہچانو۔ مگر خدا کے لیے میرے جذبات کی تحقیر مت کیا کرو، میری عزت نفس کی دھجیاں مت اُڑایا کرو۔'' ساکت نظروں سے وہ اُسے دیکھ رہی تھی جو انگاروں کی طرح دہکتے چہرے کے ساتھ اپنی سلگتی نظریں اس پر سے ہٹاتا جارحانہ قدموں سے کچن سے نکل گیا تھا۔ دھماکے سے بند ہوتے مین گیٹ کی آواز نے اطلاع دے دی تھی کہ وہ گھر سے بھی نکل چکا ہے۔

❀-----○-----❀

''کہاں رہ گئے تھے؟ میری کال بھی ریسیو نہیں کی تم نے۔ میں عارش کو کال کرنے والی تھی۔'' اسے اندر آنے کا راستہ دیتی وہ شدید پریشان لہجے میں بولی تھی۔ جواباً عثمان نے خاموشی سے گیٹ لاک کیا تھا اور اس کی جانب دیکھے بغیر سیدھا کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے بیلا کی آنکھوں میں دھواں بھرنے لگا تھا۔ گزرے تین دنوں سے عثمان کی خاموشی اور لاتعلقی کو وہ محسوس کر رہی تھی۔ وہ اتنے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ گھر میں داخل ہوتا تھا کہ بیلا کی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی وجہ جاننے کی۔ تین دن پہلے تک ایسا بالکل نہیں تھا۔
ہر صبح وہ مسکراتے چہرے کے ساتھ اسے خدا حافظ کہہ کر نکلتا تھا اور واپس آنے پر بھی اس کا موڈ خوشگوار ہی ہوتا۔ سارا دن کی مصروفیات کی کوئی تھکن بیلا کو اس کے چہرے پر نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اب ایسا نہیں تھا۔ بیلا کے لیے تو یہ بھی برداشت کرنا مشکل تھا کہ وہ اس کی جانب دیکھ بھی نہیں رہا ہے، مخاطب بھی نہیں کر رہا ہے۔ اس کے گھر سے جانے کے بعد بیلا کو ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی کہ اسے کال کرے۔ وہ خود ہی ہر ایک یا دو گھنٹے بعد اسے کال کر کے اس کی خیریت دریافت کرتا تھا۔ یہ کالز چند منٹ کی ہوتی تھیں مگر ان دونوں کو ایک دوسرے سے باندھ کر رکھتی تھیں۔ بیلا کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ کس وقت کہاں ہے۔ بالکل اسی طرح عثمان کو بھی معلوم ہوتا تھا کہ بیلا گھر میں کس وقت کیا کر رہی ہوگی۔ دوپہر کے ایک مخصوص وقت میں وہ گھر پر کال اس لیے نہیں کرتا تھا کہ اسے پتہ ہوتا تھا کہ بیلا اس وقت سو رہی ہوگی، مگر اب اتنے گہرے تعلق کی موجودگی میں عثمان کا یہ اُلجھا رویہ بیلا کو شدید اضطراب میں مبتلا کر گیا تھا۔ گزرے تین دنوں میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ بیلا نے خود اسے کال کی۔ پتہ نہیں کس خوف کے باعث وہ سوال نہیں کر سکی تھی کہ وہ اسے کال کرنے کے لیے وقت کیوں نہیں نکال سکا۔
مگر اس کی نوبت بھی نہیں آئی تھی کہ عثمان نے خود ہی بتا دیا تھا کہ مصروفیات کے باعث وہ اسے فون نہیں کر سکا۔ اُس کا یہ رسمی انداز بیلا کی زبان مکمل بند کر گیا تھا۔ مگر یہ سوال اس کے دل و دماغ کو مسلسل اذیت پہنچا رہا تھا کہ عثمان کے لیے باہر کی مصروفیات اس سے زیادہ اہم کیسے اور کب ہو گئیں؟ آج تو حد ہو گئی تھی۔ رات کے دو بجے وہ واپس آیا تھا۔ نہ فون پر اُسے وجہ بتانے کی زحمت کی نہ اُس کی کال ریسیو کی۔ اور اب کسی بھی بات کا جواب دینا اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔ ایسا کون سا گناہ سرزد ہو چکا تھا اس سے کہ وہ ایک چھت کے نیچے بھی اس کے لیے اجنبی بن گیا تھا۔ اُس کا ضبط ٹوٹنے لگا تھا۔ وہ اُس پر چیخنا چاہتی تھی، اُسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ کس قدر اسے پریشان کر چکا ہے مگر...... اس وقت وہ صرف یہی چاہتی تھی کہ کھانے پر کوئی بدمزگی نہ ہو۔ یہ ایک وقت کا کھانا ہی ان دونوں کو ساتھ کھانے کا موقع ملتا تھا۔ کل بھی عثمان نے ٹھیک طرح سے کھانا نہیں کھایا تھا لہٰذا آج خاص طور پر بیلا نے کھانے میں اس کی پسند کا خیال رکھا تھا۔
ٹیبل پر کھانا لگا کر وہ کچن سے نکلتی کمرے تک آئی تھی مگر اگلے ہی پل وہ بری طرح دنگ ہوئی تھی۔ اسے تو یہی لگا تھا کہ عثمان ہاتھ لے چکا ہوگا، مگر وہ تو جوتوں سمیت بیڈ پر دراز تھا۔ آہٹ پر بھی اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر بیلا کو نہیں

دیکھا تھا۔

''مان! کیا ہوا ہے، تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟'' تشویش ناک نظروں سے اسے دیکھتی وہ قریب گئی تھی مگر عثمان نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔

''میں نے کھانا لگا دیا ہے، کھانے کے بعد سو جانا۔'' بیلا کے مزید کہنے پر اس بار عثمان نے اُسے دیکھا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے، تم کھانا کھا لو۔'' سرد لہجے میں بولتا وہ اُٹھ بیٹھا تھا اور خاموشی سے اپنے جوتے اُتارنے شروع کر دیئے تھے۔

''تم نے صبح ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ تم مجھے بتا دو کہ مجھ سے غلطی کیا ہوئی ہے؟ مگر اس طرح گھر میں کھانا پینا چھوڑ کر مجھے اذیت مت دو۔'' اس کے لرزتے لہجے پر عثمان نے اسے دیکھا تھا۔

''کیا صرف تم ہی اذیت میں ہو؟'' ایک جھٹکے سے اُٹھتا وہ اس کے مقابل آیا تھا۔ ''انسان اپنے گھر میں کیا صرف کھانے پینے کے لیے آتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ گھر بھی گھر نہیں، میرے لیے ایک سرائے ہے۔ کھانے اور سونے کے لیے میں اس گھر میں آتا ہوں، کیا یہی ضرورتیں ہیں میری؟ اگر یہ سچ ہے تو غلط بھی نہیں ہے۔ اس گھر میں اور رکھا ہی کیا ہے میرے لیے جس کے لیے میں لوٹ کر یہاں واپس آؤں؟'' اس کے یکدم ہی بھڑک اُٹھنے پر بیلا کی آنکھیں ہی نہیں، چہرہ بھی دھواں دھواں ہو گیا تھا۔

''ٹھیک کہا تم نے۔ اس گھر میں رکھا ہی کیا ہے تمہارے لیے جس کے لیے تم یہاں آنا چاہو گے۔'' دھندلائی نظروں سے اسے دیکھتی وہ واپس جانے کے لیے پلٹی تھی جب عثمان نے سرعت سے اس کا بازو پکڑ کر دوبارہ اپنے سامنے کیا تھا۔

''اپنے آنسو اس کو دکھاؤ جس کے پڑھائے گئے سبق تمہیں ازبر ہو چکے ہیں، جس کی پڑھائی گئی پٹیاں تم آنکھوں پر چڑھا کر میرے ساتھ زندگی گزار رہی ہو اور انہیں اپنی آنکھوں پر باندھ کر ان پر عمل بھی کر رہی ہو۔'' غصیلی نظروں سے اسے دیکھتا وہ بولا تھا۔

''اگر تمہیں خرمن کی بات اتنی ہی بری لگی تھی تو تم نے پہلے مجھ سے اس بارے میں بات کیوں نہیں کی؟ تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے مجھے دوسروں کے بتائے گئے مشوروں پر عمل کرنے کا شوق ہے؟'' بیلا نے شدید صدمے سے اسے دیکھا تھا۔

''مجھے ایسا سوچنے پر تم نے مجبور کیا ہے، تم خاموشی سے اس کی ہدایتیں سن رہی تھیں۔'' اس بار عثمان کا لہجہ بلند نہیں تھا مگر اس میں شکوے ضرور تھے۔

''اگر میں خاموش تھی تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں اس کی ہر بات سے متفق تھی۔ یہ میں اور تم جانتے ہیں کہ خرمن ہمارے ساتھ مخلص ہے، اس کے مشورے صرف ہماری بھلائی کے لیے ہوتے ہیں۔''

''کتنا اچھا مشورہ دیا تھا اس نے۔ وہ کون ہوتی ہے میرے اور تمہارے درمیان حدیں لگانے والی؟'' عثمان کے لہجے میں ناگواری تھی۔

''اُس نے ایسی کوئی حد نہیں لگائی ہے، اسے میری نہیں، تمہاری فکر ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ تم اپنی ساری توجہ اپنا کیریئر بنانے پر رکھو، اسے خدشہ ہے کہ کل مجھ پر کوئی یہ الزام عائد نہ کرے کہ میری وجہ سے تمہارا مستقبل تباہ ہوا ہے یا تم پر یہ الزام نہ لگے کہ تم مجھے بہتر زندگی نہیں دے سکے۔ اگر تمہیں اس کی کوئی بات ناگوار گزری ہے تو پہلے اس بات کے مقصد پر غور تو کرو، کیوں تم اس کی مخلصی پر شک کر رہے ہو؟ اسے میرے اور تمہارے لیے جو بہتر لگتا ہے وہ کہتی ہے۔ مگر اس نے یہ نہیں کہا کہ ہم وہی کریں جو اسے ٹھیک لگتا ہے، وہ بے وقوف نہیں ہے، جانتی ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان کیا رشتہ ہے۔ وہ یا کوئی اور ہمارے درمیان حد نہیں لگا سکتا۔'' شدید تاسف سے اسے دیکھتی وہ بولی تھی۔

''میں جانتا ہوں کہ خرمن اور عارش سب سے زیادہ ہم سے مخلص ہیں۔ میں ان دونوں کا احسان مند ہوں۔ مگر میں کسی کو

یہ اجازت نہیں دوں گا کہ وہ مجھے اور تمہیں حدوں تک محدود رکھنے کی بات بھی کریں۔'' اس کے قطعی لہجے پر بیلا نے اسے دیکھا تھا۔

''اس گھر کے اندر تمہارے ساتھ ایک حد کے اندر اگر میں زندگی گزار رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں یہ بھولنے پر مجبور ہوں کہ تم میری بیوی ہو۔'' اس کے سنجیدہ لہجے پر بیلا اس کی جانب نہیں دیکھ سکی تھی۔

''میں جانتا ہوں کہ تمہیں کس ذہنی اذیت سے گزر کر مجھ تک آنا پڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم جلد از جلد اس اذیت سے نجات حاصل کرو، صرف میرے اور اپنے بارے میں سوچو، اس گھر میں، اس نئی زندگی میں ایڈجسٹ ہونے کے لیے تمہیں وقت چاہئے جو کہ میں تمہیں دے رہا ہوں۔ میں فرشتہ نہیں ہوں، ایک انسان ہوں۔ میں تمہارے ساتھ اپنی نارمل زندگی شروع کرنا چاہتا ہوں مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ تم ہر طرح سے نارمل ہو جاؤ اور صرف میرے بارے میں سوچو، جو کہ اس وقت تو تم نہیں سوچتیں۔'' بغور اُس کے چہرے پر لہراتے سائے دیکھتا وہ بولا تھا۔

''تمہیں لگتا ہے کہ میں نارمل نہیں ہوں؟'' اُس کی جانب دیکھے بغیر وہ پوچھ رہی تھی۔

''مجھے معاف کر دو، اپنی ناراضگی میں، میں نے تمہیں بہت پریشان کیا ہے۔ آئندہ مجھ سے یہ غلطی نہیں ہوگی۔'' اس کا سوال نظر انداز کرتا وہ شرمندہ لہجے میں بولا تھا۔

''آئندہ اگر تمہیں کوئی چیز ڈسٹرب کرے تو تم مجھ سے اس بارے میں بات کر لینا۔ اس طرح خاموشی اختیار کر لینے سے بدگمانیاں مزید بڑھتی ہیں، میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں مگر تمہاری لاتعلقی نہیں۔''

''میں واقعی شرمندہ ہوں۔'' عثمان درمیان میں بولا تھا۔

''مجھے کھانا دوبارہ گرم کرنا پڑے گا۔ تم چینج کر کے جلدی آؤ۔'' سنجیدگی سے اُسے ہدایت دیتی وہ دروازے کی سمت بڑھی تھی۔

''پتہ نہیں، مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے جیسے میرا انتظار ختم ہو چکا ہے، تم میرے ساتھ اس گھر میں ایڈجسٹ کر چکی ہو۔'' وارڈروب کی جانب بڑھتے ہوئے عثمان نے مسکراتی نظروں سے اُسے دیکھا تھا۔

''شاید یہ غلط فہمی ہے تمہاری۔'' بمشکل مسکراہٹ چھپائے بولتی وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

❀------○------❀

لفٹ سے باہر نکلتے ہی ایک بار پھر اس نے احمد حسین کی کال ریسیو کی تھی۔ وہ یقیناً اس کے گھر جانے کا یقین کرنا چاہتے تھے۔

''میں گھر پہنچ گیا ہوں ماموں جان! بلکہ گھر میں ہی ہوں۔'' گھر میں داخل ہوتے ہوئے عارش نے ایک اچٹتی نگاہ خرمن پر ڈالی تھی۔ اُس کی سرخ آنکھوں نے عارش کو حیران نہیں کیا تھا۔

''آپ کو یقین نہیں تو خود خرمن سے بات کر لیں۔'' عارش کی آواز پر وہ کچن کی طرف جاتی ایک پل کو رُکی تھی۔

''مجھے بات نہیں کرنی۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر بولتی وہ سرعت سے آگے بڑھ گئی تھی۔ یہ اور بات کہ اس کی بھیگی ناراض آواز احمد حسین تک بخوبی پہنچ چکی تھی۔

شاور لینے کے بعد اس کی ناراضگی بھی مکمل دور ہو گئی تھی اور غصہ تو اسی وقت ختم ہو گیا تھا جب ڈرائیو کے دوران احمد حسین نے اسے کال کی تھی۔ احمد حسین نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کھانا کھائے بغیر نہیں سوئے گا اور یہ بھی کہ کھانا اسے خرمن کے ساتھ ہی کھانا ہے۔

کچن میں داخل ہوتے ہوئے اسے حیرت نہیں ہوئی تھی کہ خرمن ٹیبل کے گرد ہی بیٹھی کھانے پر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ یقیناً احمد حسین نے اس سے بھی کوئی وعدہ لیا تھا جب ہی تو وہ اتنی شانت اور خاموش تھی۔ ورنہ سچ تو یہ تھا کہ اپنے دل کا غبار نکالنے کے بعد وہ اس چیز کے لیے پریشان تھا کہ گھر واپس جا کر خرمن کے ردِعمل کو کس طرح فیس کرے گا۔ اس کا سامنا

کرنے کے لیے خود کو تیار کرتے کرتے وہ شاید آدھی رات ہی باہر گزار دیتا، اگر احمد حسین کی مداخلت نہ ہوتی۔ اس وقت وہ دل سے ان کا ممنون تھا۔

کھانے کے دوران وہ چور نظروں سے اس کے تاثرات نوٹ کرتا رہا تھا جو کہ سپاٹ ہی تھے۔ پیشانی تک گرے پنک دوپٹے میں اس کی ستواں ناک اور آنکھیں بھی پنک ہو رہی تھیں۔ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ خوب روئی ہے۔ بے دلی سے کھانا ختم کرتے ہوئے وہ اب ندامت محسوس کر رہا تھا۔ دوسری جانب خرمن بھی پلیٹ میں موجود بہت تھوڑی مقدار کے چاولوں میں چمچہ اِدھر اُدھر کرتی رہی تھی۔

بہت خاموشی کے ساتھ کھانا ختم کرنے کے بعد عارش نے ٹیبل سے کھانے کے برتن سمیٹنے میں اس کی مدد کی تھی۔ عموماً وہ یہ کام نہیں کرتا تھا، مگر اس وقت اپنی ہمدردی کا اظہار وہ اسی طرح کر سکتا تھا۔ ویسے خرمن سے اُسے اس بے وقوفی کی توقع نہیں تھی کہ وہ اس کی اور اپنی ناراضگی کی وجوہات سے احمد حسین کو باخبر کر دے گی۔ مگر اسے یقین تھا کہ ایسا ہی ہوا تھا اور اس میں تو کوئی شک نہیں رہا تھا کہ احمد حسین نے اس سے سختی سے باز پرس کی ہوگی۔

حسبِ معمول بیڈ پر جانے سے پہلے اُس نے برش کیا تھا اور جب واش روم سے باہر نکلا تب بھی خرمن کی آمد نہیں ہوئی تھی۔ کچھ سوچ کر وہ بیڈ روم سے باہر آ گیا تھا۔ کچن لائٹ آف تھی۔ لاؤنج میں بس فینسی لائٹ کی مدھم روشنی پھیلی تھی۔ ٹیرس پر آتے ہوئے وہ بس ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔ موسم بدل رہا تھا اور رات کے اس پہر میں ہوا بھی کافی خنک ہو چکی تھی۔ لیکن وہ ہر چیز سے بے نیاز ٹیرس کے آہنی جنگلے سے پشت ٹکائے ماربل کے چکنے یخ بستہ فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔

شانے سے پھسلتا دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے خرمن نے اُسے بس ایک نظر دیکھا تھا جو اس کے قریب ہی آ بیٹھا تھا۔

''ماموں جان کو کیوں بتا دیا تھا سب کچھ؟'' مدھم لہجے میں بولتے ہوئے عارش نے اس کے چہرے کو دیکھنے کی کوشش کی تھی جو ہوا سے بکھرتے تراشیدہ بالوں کی اوٹ میں تھا۔

''انہوں نے فون کیا تھا، میں نے ان سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔ مگر جب انہوں نے تمہارا نام پوچھا تو میں جھوٹ نہیں بول سکی تھی۔ ہم اتنی رات تک باہر نہیں رہتے۔ وہ تم سے بات کرنا چاہ رہے تھے اس لیے مجھے سب بتانا پڑا تھا۔'' رات کی تاریکی میں معدوم ہوتی ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتی وہ ہلکی آواز میں بولی تھی۔

''مجھے بہت شرمندگی ہے خرمن! میں نے اوور ری ایکٹ کیا تھا۔ میں بہت خوش تھا تمہارے لیے، مگر میں نے اپنے ساتھ ساتھ تمہاری خوشی کو بھی ملیامیٹ کر دیا۔'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ اتنا ہی بول سکا تھا۔

''تم نے کچھ غلط نہیں کہا تھا، اسی دن کے لیے میں نے چاہا تھا کہ تم اپنا فیصلہ بدل ڈالو۔ آج پچھتانے سے تو بہتر تھا کہ تم......''

''ایسا مت کہو خرمن!'' اسے وہ چپکا تھا جو فوراً اُسے روک گیا تھا۔ ''میں مانتا ہوں کہ میں کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔ مگر جن سے محبت ہوتی ہے، شکایت بھی تو ان سے ہی کی جاتی ہے۔''

''مجھے کیا معلوم محبت میں کیا ہوتا ہے کیا نہیں۔ میں کیا جانوں ان جذبوں کو؟'' تلخ لہجے میں بولتے ہوئے اس نے عارش کو دیکھا تھا۔

''کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اچھا ہی ہے کہ تم انجان ہو محبت کے اندھیرے اُجالوں سے۔ تمہاری زندگی، تمہاری سانسوں پر صرف تمہارا اختیار ہے۔'' مدھم لہجے میں بولتا وہ اس کی پیشانی پر بکھرتے سیاہ ریشمی پردے سمیٹ رہا تھا۔

''اور کبھی شدت سے چاہت ہوتی ہے تمہاری آنکھوں میں اس جذبے کی تڑپ دیکھنے کے لیے جو میرے دل میں تمہارے لیے ہے۔'' بے پردہ ماہِ نیم کو آنکھوں سے چومتا وہ بے اختیار ہو رہا تھا۔

''کبھی تو میرے دل میں جھانکنے کی کوشش کرو۔ کبھی تو خود میری دھڑکنوں میں شامل ہونے کا ارادہ کرو تم۔ مجھے یقین دو کہ میں وہی خواب ہوں جو کبھی تم نے دیکھا اور خود سے بھی چھپا کر رکھا ہے۔'' اس کے چہرے کو نرمی سے چھوتا وہ اس کی

سانسیں روک رہا تھا۔ بمشکل اس سے نظر چراتے ہوئے وہ چہرے کا رخ بدل گئی تھی۔ گہری سانس لے کر عارش نے اس کا سرد ہاتھ تھام لیا تھا۔

''اب یہاں سے اُٹھو...... یہ ٹھنڈ تمہارے لیے نقصان دہ ہے۔'' اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے وہ اُسے بھی اُٹھنے پر مجبور کر گیا تھا۔

''اگر میں نے ریڈیو جوائن کر لیا تو تمہیں نہیں لگتا کہ گھر کا نظام ڈسٹرب ہو جائے گا؟'' کمبل خود پر پھیلاتے ہوئے خرمن نے اسے دیکھا تھا جو لائٹ آف کرتا ڈریسنگ کی سمت جا رہا تھا۔

''گھر کا نظام تو ساری زندگی سنبھالتے ہی رہنا ہے، خود بخود سب سیٹ ہوتا چلا جائے گا۔ ہاں مگر تمہیں میری ڈسٹربنس کے بارے میں ضرور سوچنا چاہیے۔'' بالوں میں برش پھیرتے ہوئے اس نے مسکراتی نظروں سے آئینے میں اُبھرتے خرمن کے عکس کو دیکھا تھا۔

''امی تو بہت ناراض ہو رہی تھیں۔ انہیں لگتا ہے کہ تمہیں کہیں یہ سب ناگوار نہ گزرے۔'' بیک کراؤن سے پشت لگاتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

''ان کا ناراض ہونا فطری ہے۔ تم ان کی فکر نہ کرو۔ میں اور ماموں جان اُن کو سنبھال سکتے ہیں۔ تم بس اس ذمے داری کے لیے خود کو تیار رکھو جو تمہارے سر پر آنے والی ہے۔'' عارش کے تسلی دینے پر وہ بس خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی تھی۔ پرفیوم کا اسپرے خود پر کرنے کے بعد وہ بیڈ کی سمت آ رہا تھا۔

''دیر سے سو رہا ہوں، اس لیے صبح واک کے لیے تو بالکل نہیں جاؤں گا۔ لہٰذا مجھے جلدی مت جگانا۔ اور تم بھی اب سو جاؤ۔ مجھے ایسی خطرناک نظروں سے دیکھنا بند کرو۔'' تکیے پر سر رکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''سونے سے پہلے ہیئر برش کیوں کرتے ہو؟'' خرمن نے پوچھا تھا۔

''اس لیے کہ نیند سے جب اچانک تمہاری آنکھیں کھلیں اور تم میری طرف دیکھو تو میرے خوبصورت ہیر سے اسٹائل سے تم نظر نہ ہٹا سکو، تمہیں امپریس کرنے کا کوئی موقع میں ہاتھ سے جانے نہیں دینے والا۔'' ایک مسکراتی نظر عارش نے اس پر ڈالی تھی جو دھیرے سے ہنسی تھی۔ اگلے ہی پل وہ عارش کو حیران کر گئی تھی جب اس کے قریب ہو کر خرمن نے اس کے شانے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لی تھیں۔

''شب بخیر!'' اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے عارش نے سرگوشی کی تھی اور پھر اپنے سینے پر رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے پُرسکون انداز میں آنکھیں بند کر لی تھیں۔

❀------O------❀

مغرب کا وقت سر پر آ پہنچا تھا۔ گھر میں داخل ہوتا وہ بری طرح حواس باختہ تھا۔ فاروق آفس سے لوٹ آئے ہوں گے اور یقیناً عروسہ نے اس کی گمشدگی کا واویلا ان کے سامنے مچا رکھا ہوگا۔ اب اسے اپنے باپ کے عتاب سے بچانے والا کوئی نہیں تھا۔

آج کالج سے فری ہو کر وہ سیدھا بیلا کی طرف چلا گیا تھا۔ راستے میں اس نے عروسہ کو فون کر دیا تھا کہ وہ اپنے دوست کے ساتھ کسی کام سے جا رہا ہے۔ غلطی یہ ہوئی کہ بیلا کے پاس پہنچ کر اس نے اپنا سیل فون آف کر دیا تھا۔ کیونکہ بغیر کسی ڈسٹربنس کے وہ بیلا کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا۔

فاران کی آمد کی خبر بیلا کو تھی، لہٰذا اس نے لنچ پر اہتمام کر لیا تھا۔ دونوں نے ساتھ کھانا کھایا اور اس کے بعد دیر تک بیلا سے باتیں کرتے ہوئے جانے کس وقت وہ گہری نیند سو گیا تھا۔ اس کی نیند ہمیشہ سے ہی خطرناک حد تک گہری ہوتی تھی۔ سرہانے ڈھول تاشے بھی بجتے رہیں تو اسے کوئی خبر نہ ہوتی۔ گزرتے وقت کا احساس کرتے ہوئے بیلا نے چند بار اُسے جگانے کی کوشش کی تھی مگر بے سود۔ شام کو گھر پر عثمان کی آمد ہوئی تو اس نے ہی فاران کو بیدار کر کے گھر کی طرف واپس دوڑایا تھا۔

''کہاں تھے تم اب تک؟ تمہیں ذرا اندازہ نہیں ہوا وقت گزرنے کا۔ میں یہاں فکر سے مر رہی ہوں اور تم اب آ رہے ہو۔'' عروسہ اسے دیکھتے ہی چیخ اُٹھی تھیں مگر فاران کا چہرہ ان کی وجہ سے فق تھا جو سامنے ہی کھڑے چبھتی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''میں اپنے دوست کے ساتھ تھا۔'' نظر جھکاتے وہ بمشکل بولا تھا۔

''جھوٹ مت بولو فاران! تمہارے دوست خود تمہیں پوچھنے گھر تک آئے ہیں۔ ایسا کون سا دوست ہے تمہارا جس نے تمہیں گھر تک بھلا دیا۔'' عروسہ شدید غصے میں اس پر برسی تھیں۔

''شوہر کے حالات پہلے ہی بگڑے ہوئے ہیں، میری جان اب تک سولی پر لٹکی ہے۔ فاروق تمہاری تلاش میں تمہارے دوستوں کے گھر تک گئے ہیں۔ فون کیوں آف تھا تمہارا؟''

''میرا فون خود بخود آف ہو گیا تھا۔'' سر جھکائے وہ بولا تھا۔

''فاران! مجھے سچ سچ بتاؤ تم کہاں تھے اب تک؟ ورنہ میں تمہارا حشر بگاڑ دوں گی۔'' عروسہ غصے میں چیخی تھیں۔

''کیوں سوال کر رہی ہو اس سے؟'' فاروق کے سخت لہجے پر فاران ان کی جانب نہیں دیکھ سکا تھا۔

''تم سوال کرتی رہو گی اور یہ جھوٹ پر جھوٹ بولتا رہے گا۔ اس کے چہرے پر لکھا ہے کہ یہ کہاں تھا اور کہاں سے واپس آ رہا ہے۔'' فاروق کے ناگوار لہجے پر عروسہ نے چونک کر فاران کو دیکھا تھا۔

''میری ایک بات غور سے سن لو فاران!'' فاروق کا تنبیہی لہجہ مدھم مگر گرج دار تھا۔ ''میرے منع کرنے کے باوجود اگر تمہیں ان دونوں سے تعلق رکھنا ہے تو اس سے پہلے کہ میں تمہیں اس گھر سے بے دخل کروں تم خود اپنا سامان سمیٹ کر ہمیشہ کے لیے ان دونوں کے پاس چلے جاؤ، جو میری عزت کی دھجیاں اُڑا چکے ہیں۔ اس گھر کے کسی فرد کو ان دونوں سے تعلق رکھنے کی اجازت میں نہیں دوں گا۔ جسے من مانی کرنی ہے، اس کے لیے اس کے گھر میں کوئی جگہ نہیں۔ یہ سب میں دہراؤں گا نہیں۔'' غصیلی نظروں سے اس کے جھکے سر کو دیکھتے وہ لاؤنج سے نکل گئے تھے۔

''کیوں گئے تھے تم وہاں؟ یہاں پہلے ہی کوئی سکون میں نہیں ہے، اپنے باپ کی نافرمانی کر کے تم کیوں میرا جینا حرام کر رہے ہو؟'' اس کا بازو جھنجوڑتے ہوئے عروسہ پھر چیخ اُٹھی تھیں۔

''آپ اپنا دل پتھر کرنے پر مجبور ہیں مگر میں ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن جو بد احتیاطی آج مجھ سے ہو گئی ہے آئندہ نہیں ہو گی۔ آپ پاپا سے کہیں کہ میں شرمندہ ہوں، وہ مجھے معاف کر دیں۔'' کچھ خودسری اور کچھ التجائی لہجے میں وہ ان کو راضی کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو شدید اضطراب میں مبتلا ہو چکی تھیں۔

❀------○------❀

شاید ٹی وی کے والیوم نے اس کی نیند میں خلل ڈالا تھا۔ غنودگی میں کروٹ لیتے ہوئے اُس کی آنکھیں ذرا کھلیں اور اگلے ہی پل وہ دھک سے رہ گئی تھی۔ ایک جھٹکے سے اُٹھتے ہوئے اُس نے اِردگرد دیکھا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں نہیں تھی بلکہ کمرے سے باہر صوفے پر موجود تھی مگر وہ یہاں تک کب اور کیسے آ پہنچی؟ حق دق نظروں سے اس نے خالی میٹرس کو دیکھا تھا۔ عثان یقیناً بیدار ہو چکا تھا کیونکہ کچن سے کھٹ پٹ کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ غائب دماغی سے چلتی وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ پہلی نظر بیڈ تک گئی تھی، تکیے کے پاس رکھا اس کا دوپٹہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ حسبِ معمول کل رات بھی سونے سے پہلے اس نے دوپٹہ اپنے سرہانے رکھا تھا اور اسے اچھی طرح یاد تھا کہ وہ بیڈ پر ہی سوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔

بھاپ اُڑاتی چائے کے مگ گلاس ٹیبل پر رکھنے کے بعد اس نے ٹیبل صوفے کے قریب سرکائی تھی، اور پھر ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی جو بالکل بے تاثر چہرے کے ساتھ کمرے سے باہر آ رہی تھی۔

''آج تم دیر تک سوئیں۔ میں نے سوچا تمہیں ڈسٹرب کرنے کے بجائے خود ہی ناشتہ تیار کر لوں۔ اب تم یہ آملیٹ کھاؤ

اور مجھے بتاؤ کیسا بنا ہے؟'' خوشگوار انداز میں بولتے ہوئے عثمان نے پلیٹ اُس کے سامنے کی تھی جو گہری خاموشی کے ساتھ صوفے کے کنارے ٹک گئی تھی۔ ٹی وی اسکرین کی جانب بظاہر وہ متوجہ تھا مگر اس کی ساری توجہ بیلا کی طرف تھی، جس کی غیر معمولی خاموشی کو آسانی سے محسوس کیا جا سکتا تھا۔ چائے کے سپ لیتے ہوئے بھی وہ جانے کس سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''کل رات بہت حبس تھا۔ شاید تم بھی گرمی سے گھبرا کر اپنے کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔'' عثمان کے سرسری لہجے پر بری طرح چونکتے ہوئے وہ اسے دیکھنے لگی تھی۔ عثمان نے خاص طور پر اس کے بدلتے تاثرات نوٹ کیے تھے۔

''ہاں، بہت گھٹن محسوس ہو رہی تھی کمرے میں۔'' اس سے نظر ملائے بغیر وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولی تھی۔ چند لمحوں کے لیے عثمان اس کے زرد ہوتے چہرے سے نظر نہیں ہٹا سکا تھا۔ ایک پل کو اس نے چاہا تھا کہ وہ بیلا سے پوچھے کہ وہ کیوں جھوٹ بولنے پر مجبور ہے؟ مگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ کل رات موسم حبس زدہ بالکل نہیں تھا۔

کل رات میں یہ تیسری بار تھا کہ جس میں اس نے بیلا کو نیند میں چلتے دیکھا تھا۔ پچھلی بار کی طرح کل رات بھی اس نے کمرے کا ایک چکر لگایا تھا۔ عثمان خاموشی سے اس کی حرکات و سکنات کو دیکھتا رہا تھا۔ کل رات بس یہ ہوا تھا کہ وہ واپس اپنے کمرے کی طرف نہیں گئی تھی، وہیں صوفے پر دراز ہو گئی تھی۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ عثمان تھکن کے باوجود فوراً نہیں سو سکا تھا اسی لیے یہ سب اس کی نظروں میں پہلے کی طرح کل رات بھی آ گیا تھا۔ پہلی بار کے بعد عثمان نے دوبارہ اسے نیند میں چلتے دیکھ کر مخاطب نہیں کیا تھا۔ کل رات اسے صوفے سے اٹھا کر واپس کمرے میں پہنچانے کا ارادہ بھی اُس نے ترک کر دیا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ بیلا خود اس چیز کو محسوس کرے، اپنی پرابلم کو اس سے شیئر کرے۔ مگر اس وقت عثمان کو یقین تھا کہ بیلا کو اگر وہ اپنے بارے میں کچھ بتائے گا تو آج بھی وہ اسے غلط قرار دے ڈالے گی۔ حالانکہ اس کے چہرے سے اندازہ لگانا دشوار نہیں تھا کہ وہ اپنے بارے میں بہت مشکوک ہو چکی ہے۔ مگر وہ اس کے سامنے حقیقت کو ماننے کے لیے تیار نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ حقیقت جسے پتہ نہیں وہ خود سے چھپائے رکھنا چاہتی تھی یا پھر عثمان سے۔ بہرحال جو بھی تھا، عثمان اس کے لیے پہلے سے زیادہ تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔

❀------O------❀

اسٹیئرز سے اُترتے چند اسٹوڈنٹس سے نظر ہٹا کر اُس نے ریسپشن کی طرف دیکھا تھا۔

''ریسپشن تو خالی ہے، اب کیا کی؟'' ایبک نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا اور اس کے ساتھ ہی سامنے لیب کے کھلتے گلاس ڈور کی جانب جہاں سے وہ کافی تعداد میں پرنٹ آؤٹس ہاتھوں میں سنبھالے باہر نکل رہی تھی۔

''ایکسکیوز می!'' عقب سے اُبھرتی بھاری گمبھیر آواز پر وہ بری طرح چونک کر پلٹتی ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ایبک کی پُرشوخ نگاہیں منیزہ کا جائزہ لے رہی تھیں جبکہ وہ خود سیاہ لباس میں ملبوس ہارون کی رعب دار شخصیت سے مرعوب ہوتی اُسی کی جانب متوجہ تھی۔

''یہاں ان کا ایڈمیشن کروانا ہے، اس کے لیے کس سے ملنا ہو گا ہمیں؟'' ہارون کی سمت اشارہ کرتے ہوئے ایبک یقیناً غیر سنجیدہ تھا جبکہ منیزہ نے حیران نظروں سے اس بلند قامت شخص کو دیکھا تھا۔

''عارش سے ملاقات ہو سکتی ہے؟'' ایک خشمگیں نگاہ ایبک پر ڈال کر وہ منیزہ سے مخاطب ہوا تھا، جس نے کچھ اُلجھ کر ایبک کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

''ایڈمیشن کے لیے آپ کو سر احمر سے ملنا پڑے گا۔ مگر ابھی وہ کلاس لے رہے ہیں، آپ کو کس کورس کے لیے ایڈمیشن لینا ہے؟'' سنجیدہ سوالیہ نظروں سے منیزہ نے ان دونوں کو ہی دیکھا تھا۔

''وہی کورس جس کی کلاسز آپ لیتی ہیں۔'' ایبک فوراً ہی بولتا اُسے دنگ کر گیا تھا۔

''تم خاموش رہو گے یا نہیں؟'' اس بار ہارون نے ایبک کو گھُرکنا ضروری سمجھا تھا۔

''عارش اس وقت مل سکتے ہیں یا نہیں؟'' ہارون کے خشک لہجے نے منیزہ کو کچھ خائف کیا تھا۔

''آیئے......!'' کچھ رُکھائی سے بولتی وہ آگے بڑھ گئی تھی جبکہ ان دونوں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔
آفس میں اس وقت عثمان بھی موجود تھا۔ عارش نے ان دونوں کا بہت گرمجوشی سے استقبال کیا تھا اور اس اچانک آمد پر خوشگوار حیرت کا اظہار بھی۔

''ایبک یہاں آنے کے لیے بہت بے چین ہو رہا تھا مگر میں نے اسے کہا تھا کہ میرے ساتھ چلنا۔ آج میرے پاس ٹائم تھا، سو تمہیں ڈسٹرب کرنے آ پہنچا۔'' ہارون نے مسکراتے ہوئے عارش سے کہا تھا۔
''کوئی ڈسٹرب نہیں کیا۔ ایبک کے بہانے آپ کو بھی یہاں دیکھ کر مجھے بہت اچھا لگا ہے۔'' عارش نے کہا تھا۔
''میں تو آپ کو یہاں دیکھ کر حیران ہوں۔ کم از کم آپ میرے دیدار کے لیے یہاں تک نہیں آسکتے تھے۔'' عثمان نے کہا تھا۔

''تمہارا دیدار تو ہم روز ہی ریڈیو پر کرتے ہیں۔ تم تو وہاں کی رونق ہو۔ مگر یہاں ہمارے آنے کی وجہ چھوٹے بھائی صاحب بنے ہیں۔ یہ عارش کو اپنی دوستی کا اعزاز دے چکے ہیں۔''
''اچھا تو تم مجھ سے میرا دوست چھیننے کی نیت رکھتے ہو۔'' عثمان نے خشمگیں نظروں سے ایبک کو دیکھا تھا۔
''آپ ایسا ہی سمجھ لیجئے۔'' ایبک ہنسا تھا۔
''کیا خیال ہے ایبک! یہاں ایڈمیشن لینے کا ارادہ ہے؟ ہماری دوستی اور مضبوط ہو جائے گی۔'' عارش نے پوچھا تھا۔
''ہرگز نہیں، پھر تو مجھے آپ کا بہت زیادہ احترام کرنا پڑے گا۔'' ایبک نے فوراً کہا تھا۔
''عارش! میری طرف سے تو تم زبردستی اسے یہاں ایڈجسٹ کرلو۔ کوئی تو ڈھنگ کا کام کرے گا یہ۔'' ہارون نے کہا تھا۔
''ویسے میں اس بارے میں سوچ سکتا ہوں، کیونکہ اس انسٹیٹیوٹ کا ماحول بہت انٹرسٹنگ بھی ہے اور کافی کلرفل بھی۔'' شرارتی لہجے میں بولتے ہوئے ایبک نے ایک نگاہ دائیں جانب گلاس ٹیبل کے گرد بیٹھی منیزہ کو دیکھا تھا جبکہ عارش کے ساتھ عثمان نے بھی حیران نظروں سے اس کی نظروں کے تعاقب میں منیزہ کو دیکھا تھا جو اپنے پیپرز کو ترتیب دینے میں اُلجھی ہوئی تھی۔

''ایبک! بہت زیادہ بولتے ہو تم۔ تہذیب کے دائرے میں رہو۔'' ہارون نے اس کی بے باکی پر شرمندہ ہو کر ڈانٹا تھا۔
''آپ میرے دوست کو مت ڈانٹیں کیونکہ مجھے صرف اس کا مسکراتا چہرہ اچھا لگتا ہے۔'' ایبک کے لٹکے چہرے پر عارش نے ہارون کو تلقین کی تھی اور دوبارہ ایبک کو دیکھا تھا۔
''وہ میری کزن ہیں۔'' عارش کی اطلاع ایبک کا رنگ اُڑا گئی تھی۔
''آئی ایم سوری!'' اس نے فوراً معذرت کی تھی۔
''ہارون! آپ کے پاس ایسے کتنے بھائی ہیں؟'' عثمان نے ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔
پیپرز کو ترتیب دیتے ہوئے وہ ان چاروں کی آوازیں بھی سن رہی تھی جو صوفوں پر براجمان باتوں میں مشغول تھے۔ تب ہی ایک بار پھر اسے اپنے چہرے پر کوئی چیز محسوس ہوئی تھی۔ چونک کر اس نے سر اٹھایا تھا۔ پہلی نظر اُس مقناطیسی کشش رکھنے والے شخص پر ہی گئی تھی۔ مگر ان چاروں میں سے کوئی اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ سر جھٹکتے ہوئے وہ دوبارہ پیپرز کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔ کچھ دیر بعد عثمان اس کی طرف آیا تھا اور کولڈ ڈرنک کا گلاس اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔
''کیا یاد کرو گی، اپنا دل مار کر میں نے آدھا گلاس بچایا ہے تمہارے لیے۔''
''اس احسان کی بھی کیا ضرورت تھی۔ یہ بھی انڈیل لو اپنے حلق میں۔'' منیزہ نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔
''ایسی غیروں والی باتیں مت کرو منیزہ! تکلیف ہوتی ہے دل کو۔'' اس کے غیر سنجیدہ انداز پر منیزہ نے اسے دیکھا تھا جو جانے کے لیے پلٹ چکا تھا۔
''ڈوب کر مر جاؤ۔'' بے ساختہ ہنستے ہوئے منیزہ یکدم رُکی تھی۔ ہارون کی نظریں اپنے چہرے کی جانب دیکھ کر اُس کی

ہلسی غائب ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی عثمان کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ مگر منیزہ کو اب تک کوئی چیز اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی۔ یقیناً وہی پُرتپش نگاہیں جو کچھ دیر پہلے بھی اسے چونکنے پر مجبور کرتی رہی تھیں۔ دھڑکتے دل کے ساتھ وہ کسی بھی جانب دیکھے بغیر آفس سے نکل گئی تھی۔

❀-----O-----❀

ٹیرس کی نیم تاریکی میں سرد ہوا کے جھونکے اپنے چہرے پر محسوس کرتے ہوئے اُس نے آسمان کو دیکھا تھا۔ آدھا چاند اُسے ہر طرح سے مکمل روشن اور جگمگاہٹیں لٹاتا دکھائی دے رہا تھا۔ آسمان پر سجے لاتعداد ستارے اسے آہستہ آہستہ اُتر کر اپنے اردگرد رقص کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ پہلی بار یہ دنیا بہت خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ اس کی دنیا بدل چکی تھی۔

''بس آج کی رات گمنامی کی ایک آخری رات ہوگی۔ بس آج کی رات اور محرومیوں میں سانس لے لوں، اس کے بعد کبھی پلٹ کر ان بے نام ونشان راستوں پر اپنے قدموں کے نقش تلاش نہیں کروں گی۔'' دل کو یقین دیتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نمی چمک اُٹھی تھی۔

''اس رات کے اختتام تک تمام محرومیاں، تمام دکھ درد مجھے ہمیشہ کے لیے الوداع کہنے پر مجبور ہوں گے۔ کل کا سورج ایک نئے طور سے طلوع ہو کر میری دنیا میں اپنی کرنیں بکھیرے گا۔ اس دنیا میں سب کچھ ہوگا جو مجھے کبھی اذیت میں مبتلا نہیں کرے گا۔ وہ سب کچھ ہوگا میرے لیے جس کے خواب دو عظیم مہربان ہستیوں نے میرے لیے دیکھ رکھے ہیں۔'' وہی دو محبتوں اور شفقتوں کے پیکر جو دُور ہو کر بھی اس کے دل کے ہر کونے میں موجود تھے، ان کا دیا ہوا اعتماد، ان کی دعائیں ہر لمحہ اس کے ساتھ رہنے والی تھیں۔

گہری پُرسکون سانس لے کر اس نے دوبارہ آسمان کی رونقوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔ آج اُسے یقین تھا کہ اس کی زندگی، اس کا وجود باعثِ ذلت نہیں، قابلِ فخر ہے۔ یہ زندگی اس کے لیے ایک نعمت اور اللہ کا تحفہ ہے اور اب اسے اس تحفے کی قدر کرنی تھی۔

''بابا! آپ کی بیٹی کے پاس آپ جیسا دل اور حوصلہ نہیں ہے مگر آپ جیسا عزم ضرور ہے۔'' دل ہی دل میں وہ احمد حسین سے مخاطب تھی۔

''آپ جیت گئے۔ آخر کار آپ نے میرے قدموں کو دنیا کے ساتھ چلنا سکھا ہی دیا۔''

آڈیشن میں سلیکٹ ہو جانا اس کے لیے حیران کن تھا۔ بلاشبہ اس کی کامیابی میں اس کی محنت سے زیادہ عثمان کی سپورٹ نے بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ آج اس کی ٹریننگ مکمل ہوگئی تھی۔ تمام اسرار و رموز اسے ازبر ہو چکے تھے۔ بہت اچھے ماحول، کوآپریٹو اسٹاف سے اُس کا سابقہ پڑا تھا۔ اُس کی ڈائریکٹر بھی اُسے بہت پسند کرنے لگی تھیں۔ چند ہی دنوں میں وہ اس ریڈیو اسٹیشن میں سب سے گھل مل گئی تھی مگر ایک شخص کے علاوہ۔ ہارون نے اس کا آڈیشن لیا تھا اور اپنے انداز سے اس کی رہنمائی کرنے کے بعد اس کے لیے ناپسندیدہ ہستی بھی بن چکا تھا۔ ٹریننگ کے دوران چند ایک بار سرسری سا آمنا سامنا ہارون سے ہوا تھا مگر ہر بار ہی اس پر نظر پڑتے ہی وہ عجیب جھنجلاہٹ میں مبتلا ہوئی تھی۔ وہ دیکھ چکی تھی کہ عثمان سے ہارون کے تعلقات کتنے اچھے ہیں اور اسے یہ بھی پسند نہیں آیا تھا۔ لیکن وہ نظر انداز کر کے اس کام کی طرف متوجہ رہی تھی جس کے لیے اسے ریڈیو بلایا گیا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے خرمن بس اُسے دیکھ کر رہ گئی تھی جو ہنوز سلیپنگ ایکسپریس میں سوار جانے کہاں سے کہاں نکل چکا تھا۔

وہ آج بہت خوش اس لیے بھی تھی کہ کل اُس کا پہلا پروگرام آن ایئر جانے والا تھا۔ اسٹوڈیو کی ہاٹ سیٹ اور مائیک اُس کے منتظر تھے۔ عارش جانتا تھا کہ وہ بہت خوش ہے۔ وہ اس کی خوشی میں شریک اس کا حوصلہ بھی بڑھاتا رہا تھا، مگر نیند کو خود پر حاوی ہونے سے روک نہیں سکا تھا۔ قصور خرمن کا ہی تھا۔ ریڈیو سے واپس آ کر وہ اتنی تفصیل سے سب کچھ اُس کے گوش گزار

کرتی کہ اُسے روز سنتے سنتے عارش اب واقعی اس ریڈیو نامے سے بیزار ہو چکا تھا۔ آج تو حد ہو گئی تھی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی عارش کو اندازہ ہو گیا تھا کہ خرمن بہت زیادہ ایکسائیڈ ہے۔ اپنے کل کے لائیو شو کے لیے کھانے کے دوران وہ بے تکان بولتی رہی تھی۔ اپنے گھومتے سر کو سنبھالتے ہوئے وہ توجہ سے اسے سنتے ہوئے فیصلہ کر چکا تھا کہ مناسب یہی ہے کہ وقت سے پہلے سو جانا چاہئے اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ نیند کی وادی میں اُترتے ہوئے بھی اس کی سماعتوں سے خرمن کی جو بات ٹکرائی تھی، وہ یقیناً ریڈیو کے حوالے سے ہی تھی۔

اُسے تو نیند آنی مشکل تھی مگر کروٹ بدلتے ہوئے اُسے عارش پر شدید تاؤ آیا تھا۔ اُس کی گہری نیند نے خرمن کو جیلس کر دیا تھا۔ ایک پل کو تو جی چاہا تھا کہ اُسے جھنجھوڑ کر جگا دے مگر مدھم سرخ روشنی میں بے سدھ گہری نیند میں ڈوبا وہ اتنا معصوم اور اچھا لگ رہا تھا کہ خرمن کو اُس پر رحم آ گیا تھا اور شاید پیار بھی۔ اس کے شانے پر دھیرے سے سر رکھتے ہوئے وہ خود بھی سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

❀-----O-----❀

اُس کا سارا جوش و خروش اس وقت ماند پڑ گیا تھا جب پروگرام شروع ہونے سے چند منٹ پہلے ہی اس نے ہارون کو وہاں موجود پایا تھا۔ مگر اسے کسی بھی طرح نظرانداز کر کے خرمن کو خود کو کمپوز رکھنا تھا کہ بہرحال یہاں اس کے ساتھ ساتھ عثمان کی عزت کا بھی سوال تھا۔ بہت ساری بیسٹ وشنز کے ساتھ بالآخر اس نے اسٹوڈیو میں اپنا پہلا قدم رکھ دیا تھا۔ کل ہی اس نے عثمان کے مشوروں کے ساتھ آج کے پروگرام کے لیے ایک بہت اچھا اور دلچسپ ٹاپک بھی رکھ لیا تھا۔ وہ ہر طرح سے تیار اپنا مائیک آن کر چکی تھی۔ بیک گراؤنڈ میوزک اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے اپنا ہیڈ فون ٹھیک کرتے ہوئے شیشے کے پار آپریٹنگ روم میں موجود عثمان کو سب ٹھیک ہے کا اشارہ دیا تھا۔ وہاں ہارون بھی موجود تھا مگر خود کو لاتعلق ہی ظاہر کر رہا تھا۔ خرمن کے گریز اور اپنے لیے اس کی ناپسندیدگی کو وہ محسوس کرتا تھا اس لیے نہیں چاہتا تھا کہ خرمن اس کی وجہ سے ڈسٹرب یا کنفیوز ہو۔ لیکن پھر بھی وہ خرمن کی جانب متوجہ ہونے سے آج بھی خود کو روک نہیں پا رہا تھا۔

آڈیشن کے دن پہلی بار اسے دیکھنے کے بعد سے اب تک وہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ اس لڑکی میں ایسی کون سی کشش ہے جو اسے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس وقت بھی اسکن کلر کے نفیس اسکارف میں قید اس کا چہرہ ہارون کو کسی اور جانب دیکھنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ ہارون کے لیے یہ سچ بے چینی کا سبب بھی تھا کہ ریڈیو اسٹیشن سے باہر یہاں تک کہ اپنے گھر میں بھی وہ اس کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ خرمن کے بارے میں اسے بس اتنا پتہ چلا تھا کہ وہ عثمان کی ریلیٹو ہے۔ مگر وہ اس کے بارے میں اور بھی زیادہ جاننا چاہتا تھا۔ شاید وہ اس کے لیے دنیا میں واحد ایک ایسی لڑکی تھی، جس سے بات کرنے کے لیے وہ بے تاب تھا، مگر فطری جھجک اور اپنی ریزرو نیچر کے باعث وہ خود سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔ جبکہ اسے اندازہ بھی تھا کہ خرمن جان بوجھ کر کتراتی ہے۔ آج وہ خاص طور پر خرمن کے پہلے پروگرام کی وجہ سے یہاں آیا تھا مگر وہ تو اس کی جانب دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی۔

بہت کامیابی کے ساتھ اُس نے شو کے دو گھنٹے مکمل کیے تھے۔ ٹاپک سے ہٹ کر بھی لسنرز کا بہت زبردست رسپانس ملا تھا۔ آج اُسے کالز نہیں لینی تھیں مگر میسجز لائیو پڑھتے ہوئے اُس کا اعتماد مزید بڑھ گیا تھا۔ پلے لسٹ اس کے لیے عثمان نے ہی ترتیب دے رکھی تھی۔ سائن آؤٹ کر کے جب وہ اسٹوڈیو سے باہر آئی تو اس کے قدم زمین پر نہیں تھے۔ سب سے مبارکباد وصول کرتے ہوئے اس نے عثمان کی تلاش میں نظریں دوڑائی تھیں۔ آپریٹنگ روم سے وہ ہارون کے ساتھ ہی اس کی طرف آ رہا تھا۔

''کتنا بولتی ہو تم۔ آدھے شہر کو پکا دیا تم نے۔'' عثمان جس طرح بولا تھا، وہ اپنی ہنسی نہیں روک سکی تھی جبکہ ہارون کی نظریں اس کے ہنستے چہرے پر ساکت ہو گئی تھیں۔

''بہت اچھا شو کیا ہے آپ نے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے لسنرز میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے

ساتھ ہارون نے اُسے مخاطب کیا تھا۔
''تھینک یو۔'' زبردستی کی خوش اخلاقی سے خرمن نے اتنا ہی کہا تھا اور فوراً ہی سامنے سے ہٹ گئی تھی۔
''شرمندہ کر دیا تم نے مجھے ہارون کے سامنے۔ کیا ہو جاتا اگر تم کچھ دیر اس سے بات کر لیتیں۔ آخر وہ تمہاری وجہ سے یہاں آیا تھا۔ مگر تم نے ابھی سے پروفیشنل جیلسی اپنے اور اس کے درمیان کھڑی کر دی ہے۔'' لفٹ سے باہر آتے ہوئے بھی عثمان مسلسل اُس پر ناراض ہو رہا تھا۔
''مجھے اس سے کوئی جیلسی وغیرہ نہیں ہے۔ مجھے یہاں کس سے کتنی بات کرنی ہے، میں جانتی ہوں۔ نہ میں کسی کی خوشامد اس لیے کر سکتی ہوں کہ وہ مجھ سے کتنا سینئر ہے، نہ ہی اس لیے کسی کے آگے پیچھے پھر سکتی ہوں کہ وہ فیورٹ پر سنیلیٹی ہے۔'' وہ ناگواری سے بولتی عثمان کو زِچ کر گئی تھی۔
پارکنگ میں عارش کے ہمراہ بیلا اور منیزہ بھی اس کے استقبال کے لیے موجود تھیں۔ خرمن سے پہلے ہی وہ اس تک پہنچ گئی تھیں۔
''دل خوش کر دیا تم نے۔ ہم تمہارا پروگرام سنتے ہوئے ہی یہاں تک آئے ہیں۔'' منیزہ اس کے گلے لگتی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔
''خرمن! میں تو تمہاری آواز ہی نہیں پہچان سکی تھی۔ کتنا زبردست ساؤنڈ کر رہی تھی۔'' بیلا مزید بھی کچھ کہہ رہی تھی جسے سنتے ہوئے خرمن کی نظر عارش تک گئی تھی جو سینے پر ہاتھ باندھے لبوں پر مدھم مسکراہٹ سجائے جگمگاتی نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اب اپنے سیل فون پر آتی کال ریسیو کر رہی تھی جبکہ عارش اپنی طرف آتے عثمان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

❀-----O-----❀
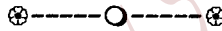
پتہ نہیں کیوں آج گھٹن بہت زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ دن کی روشنی میں ان کے اندر پھیلے اندھیرے ان کے اندر ہی سمٹے رہتے تھے، مگر ہر رات کے آخری پہر میں یہ اندھیرے آزاد ہو کر رات کی تاریکی میں مدغم ہو کر ان کے اردگرد ہر جگہ پھیل جاتے تھے۔ اور اس اندھیرے میں سوائے ایک چہرے کے وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔
قریب سوئے ہوئے فائز کا ہاتھ اپنے سینے سے ہٹا کر انہوں نے احتیاط سے اس کے قریب رکھا تھا اور اس گھٹن سے نجات حاصل کرنے کی کوشش میں وہ کمرے سے باہر نکل آئے تھے مگر نجات کہیں نہیں تھی، وہ جانتے تھے۔ لاؤنج میں رُکتے ہوئے چند لمحوں تک اس کمرے کی جانب دیکھتے رہے تھے جس کا دروازہ مکمل بند تھا۔ اُن کا دل کسی آہنی شکنجے میں جکڑنے لگا تھا۔ ایک اَن دیکھی طاقت آج ان پر اس طرح غالب ہوتی انہیں اس کمرے تک لے گئی تھی کہ انہیں خود پتہ نہیں چلا تھا۔ دروازہ کھولتے ہوئے ان کے ہاتھ کی لرزش نمایاں تھی۔ کمرے کے اندر بھی وہی تاریکی تھی جو اس وقت ان کی آنکھوں میں تھی۔ لائٹ آن کرتے ہی کمرہ روشن ہو گیا تھا۔ مگر پھر بھی ان کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا یا پھر وہ جو دیکھنا چاہتے تھے اس کا وجود یہاں تھا ہی نہیں۔ دل کا اضطراب اُن کی جلتی آنکھوں میں اُبھر آیا تھا۔ اُن کی آنکھوں نے کوئی ایسی چیز ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی، جسے چھو کر وہ اپنے اضطراب کو کچھ کم کر سکیں۔ لیکن ایسا کچھ بھی تو نہیں چھوڑا تھا اس نے اپنے پیچھے، کوئی نشان تک نہیں۔ مگر شاید یہ سچ تھا کہ انہوں نے خود اس کے نقش ان در و دیوار سے، اس گھر کے ایک ایک کونے سے کھرچ ڈالے تھے۔ اگر کچھ باقی تھا تو صرف وہ زخم جو وہ اُن کے دل پر لگا گئی تھی۔
ایسے زخم جن کو اب دنیا کی کوئی خوشی مندمل نہیں کر سکتی تھی۔ ان زخموں کو آہستہ آہستہ اب ان کے دل کا ناسور بن جانا تھا۔ دل کی اذیت بڑھتی جا رہی تھی۔ تھکے تھکے قدموں کے ساتھ بیڈ کے قریب جاتے ہوئے انہوں نے جانے کیوں بے شکن چادر پر ہاتھ پھیرنا چاہا تھا، مگر پھر تھکے انداز میں ہی بیڈ کے کنارے بیٹھ گئے تھے۔ ان کے کندھوں پر ناقابلِ برداشت بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔ ایک چیختی آواز اُن کے سینے کا درد بڑھا رہی تھی۔
''شرم آتی ہے مجھے آپ کو اپنا بھائی کہتے ہوئے۔'' کسی نے ان کی پشت پر کوڑا مارا تھا۔

''میرا آپ سے کوئی رشتہ نہیں۔''
''نامحرم ہیں آپ میرے لیے۔''
''کیا منہ دکھائیں گے آپ میرے ماں باپ کو؟''
''آپ کے سینے میں کچھ نہیں، سوائے پتھروں کے۔''

ایک کے بعد ایک کوڑے اُن کی پشت پر لگتے انہیں زمین میں دفن کر رہے تھے۔ درد سے پھٹتا سر ہاتھوں میں گراتے ہوئے ان کی آنکھوں سے سلگتا لاوا بہہ نکلا تھا۔ اس لاوے کی دہک وہ آسمان بھی کم نہیں کر سکتا تھا جو دھواں دھار پانی برسا رہا تھا۔ باہر بادلوں کی گھن گرج جاری تھی، مگر بارش صرف باہر نہیں ہو رہی تھی۔

⊛------O------⊛

ٹیرس کے چوپٹ کھلے دروازے سے زوردار کڑاکے سے چمکتی بجلی کی روشنی وقتاً فوقتاً اندر داخل ہو رہی تھی۔ آسمان گرج چمک کے ساتھ برس رہا تھا مگر اُس کی گہری نیند میں کوئی خلل نہیں آیا تھا۔ وہ تو ان قدموں کی بے آواز حرکت سے بھی انجان تھا جو اس کے سرہانے سے گزرتے آہستہ آہستہ ٹیرس کے کھلے دروازے کی سمت بڑھتے جا رہے تھے۔

یکدم کھلتی آنکھوں کے ساتھ اس نے اپنے وجود کو تیز بارش میں بھیگتا پایا تھا۔ چار سمت تاریکی، کاٹ دار ہوا کے جھکڑ، خوفناک چنگھاڑوں کے ساتھ آسمان پر بجلی چمکی تھی اور اس بھیانک منظر نے اُس کے حواس گم کر دیئے تھے۔

بلند اذیت ناک چیخوں نے عثمان کو ہڑبڑا کر اُٹھنے پر مجبور کیا تھا۔ ایک پل کے لیے تو اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا مگر اگلے ہی پل وہ سرعت سے ٹیرس کی طرف دوڑا تھا۔ دروازے کے قریب وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا تھا۔ سامنے ہی گہری تاریکی میں برستی بارش میں وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے ہوئے تھی۔ اُس کی دلخراش چیخوں نے عثمان کو دہلا کر رکھ دیا۔

''بیلا......!'' بلند آواز میں اُسے پکارتے ہوئے وہ اُس کی سمت گیا تھا اور اگلے ہی پل اُس کے لرزتے کانپتے وجود کو بازوؤں کے گھیرے میں لیتا برق رفتاری سے واپس اندر لے آیا تھا۔ یہ کوئی خوف تھا یا کچھ اور۔ بلند آواز میں روتی چیختی وہ اُس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتی بے قابو ہو رہی تھی۔ عثمان کے لیے مشکل ہو رہا تھا اُسے سنبھالنا۔ لہٰذا اُس کے روتے مچلتے وجود کو مضبوطی سے سینے میں چھپائے وہ اُس کے شانت ہونے کا انتظار صبر و تحمل سے کرنے لگا تھا۔ وہ شانت ہوئی تھی یا نہیں مگر اُس کی یکدم بند ہوتی چیخوں اور بے جان غافل ہوتے وجود نے عثمان کے ہوش ضرور اُڑا دیئے تھے۔

بھیگے تر بتر لباس میں اُس کا وجود برف کی طرح یخ اور منجمد ہو چکا تھا۔ لٹھے کی مانند سفید چہرہ نیلا پڑ رہا تھا۔ اس کے بے سدھ وجود کو وہیں صوفے پر لٹاتے ہوئے عثمان نے دو کمبل اُس پر پھیلائے تھے اور اگلے ہی پل وہ اپنے سیل فون کی طرف بڑھا تھا۔ اس لمحے فجر کی اذانیں بلند ہو رہی تھیں اور عثمان کو یقین تھا کہ خرمن بیدار ہو چکی ہو گی۔

''عثمان! سب خیریت تو ہے؟'' خرمن کی گھبرائی آواز نے اُس کا ضبط ختم کر دیا تھا۔

''اگر بیلا کو کچھ ہو گیا تو میں کبھی خود کو معاف نہیں کروں گا اور اس شخص کو تو قیامت تک نہیں جس نے میری زندگی کو درہم برہم کر رکھا ہے۔'' شدید اشتعال میں وہ بھڑک اُٹھا تھا۔

''ہوش میں آؤ عثمان! مجھے بتاؤ، بیلا کو کیا ہوا ہے؟'' خرمن دہل کر چیخ اُٹھی تھی۔

''وہ ٹھیک نہیں۔ یہاں کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ تم کسی طرح یہاں آ جاؤ، ابھی اسی وقت۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ پلیز آ جاؤ۔'' عثمان کے ٹوٹے بکھرے لہجے نے خرمن کا دل مٹھی میں جکڑا تھا۔

''پریشان مت ہو، ہمت رکھو۔ میں بس ابھی نکل رہی ہوں عارش کے ساتھ۔'' خرمن نے عجلت میں کہہ کر لائن ڈس کنکٹ کی تھی۔ گہرے سانس لیتے ہوئے وہ دوبارہ اُس کی طرف آیا تھا جو خود آگ میں جلتی اُسے بھی انگاروں پر دھکیل گئی تھی۔

⊛------O------⊛

پیشانی پر محسوس ہوتے لمس پر اس نے ذرا آنکھیں کھول کر خود پر جھکے خرمن کے چہرے کو دیکھا تھا۔

''بخار اب بہت کم ہو چکا ہے، آرام سے سو جاؤ۔ میں یہیں ہوں تمہارے پاس۔'' خرمن کے مدھم لہجے پر اُس کی آنکھیں بند ہوتی گئی تھیں۔ اُس پر کمبل ٹھیک کرتی وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی اور پھر رُک کر اُسے دیکھا تھا جو صوفے پر نیم دراز کسی سوچ میں غرق تھا۔

''عثمان......!'' خرمن کی آواز پر وہ چونک کر متوجہ ہوتا سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

''کچن میں ہی آؤ گے یا یہیں ناشتہ لے آؤں؟''

''نہیں، میں صرف چائے لوں گا۔'' سنجیدگی سے بولتا وہ صوفے سے اُٹھا تھا۔

''انسٹیٹیوٹ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ عارش تاکید کر گیا ہے۔ لہٰذا پہلے اپنی نیند پوری کرو۔'' چائے کا مگ اُس کے سامنے رکھتی وہ اُس کے سامنے ٹیبل کے گرد بیٹھ گئی تھی۔ جواباً عثمان بس خاموشی سے مگ میں سے اُٹھتی بھاپ کو دیکھتا رہا تھا۔

''مجھے ایک بات سمجھ نہیں آتی۔ جب تم خود کو اور بیلا کو اس شخص سے الگ کر چکے ہو تو اس شخص کو اپنے معاملات میں کیوں گھسیٹ لاتے ہو؟'' خرمن کے سنجیدہ لہجے پر اُس کے تاثرات تن گئے تھے۔

''میں نے اس شخص سے بیلا کو کبھی الگ نہیں کرنا چاہا تھا۔ اس شخص نے خود بیلا کو اپنی زندگی، اپنے گھر سے نکالا تھا۔'' تلخ لہجے میں وہ یاد دلا رہا تھا۔

''انہوں نے جو کیا سو کیا۔ مگر تم نے کیا، کیا ان کے ساتھ؟ کبھی اس بارے میں سوچا تم نے؟ جو من مانی تم دونوں نے کی، اس کے بعد انہوں نے جو کیا، اگر تم ان کی جگہ ہوتے تو تم بھی وہی سب کرتے۔''

''مجھے من مانی پر مجبور کس نے کیا تھا؟'' وہ بگڑے تاثرات کے ساتھ ہی بولا تھا۔

''یہ سب جانتے ہیں۔ میں بھی۔''

''پھر بھی تمہیں میں ہی غلط نظر آتا ہوں۔''

''میں مان لیتی ہوں کہ تم اپنی جگہ ٹھیک ہو۔ مگر کیا تمہیں اپنی زندگی میں سب کچھ ٹھیک نظر آ رہا ہے؟'' خرمن کے سوال پر وہ بس خاموشی سے چائے کے سپ لے رہا تھا۔

''تم بس چند لمحوں کے لیے خود کو فاروق بھائی کی جگہ رکھ کر اُن کی تکلیف کا اندازہ لگاؤ۔ آج وہ ایک ایسے انسان ہیں کہ جس کی بہن کسی اور شخص کے لیے انہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ چکی ہے اور اب وہ تن تنہا اس ذلت کا بوجھ اُٹھا رہے ہیں، کسی سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہے، مگر پھر بھی دنیا کا سامنا کرنے پر مجبور ہیں۔ کیسی کیسی نظروں اور سوالوں کا سامنا اُنہیں کرنا پڑ رہا ہوگا، وہ کس اذیت میں زندہ ہیں، ایک بار اس کا اندازہ تو کرو۔ میں نے اُن کی آنکھوں میں اذیت دیکھی ہے، ان کی آواز میں درد کو محسوس کیا ہے۔ میں تم سے یہ نہیں کہتی کہ تم اپنے اقدام پر سر پکڑ کر پچھتاتے رہو، اپنی زندگی کے لیے تمہیں جو بہتر لگا تم کر چکے ہو۔ مگر اب جتنے لوگوں کی زندگی تم دونوں سے بھی وابستہ رہی ہے، ان کے لیے بھی کچھ بہتر کرنے کا عزم خود میں جگاؤ۔ میں جانتی ہوں تم خود غرض نہیں ہو، تمہیں ان سب کی پروا آج بھی ہے جو تمہیں چھوڑ چکے ہیں۔'' خرمن بہت نرم لہجے میں سمجھانے والے انداز میں بولتی جا رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ لوہا گرم ہے اور یہی وقت مناسب ہے۔

''اس میں کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ تم بیلا سے محبت کرتے ہو۔ مگر محبت رشتوں کو توڑتی نہیں ہے، ٹوٹے رشتوں کو بھی جوڑ دیتی ہے، ان کو اور مضبوط کرتی ہے۔ اتنے قریبی اور عزیز رشتوں کو ناراض رکھ کر تم بیلا کے ساتھ ایک مکمل زندگی نہیں گزار سکو گے۔ اس حقیق کو آج نہیں تو کل تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا، تو بہتر ہے کہ وقت گنوانے کے بجائے آج قبول کر لو۔ اپنوں سے کٹ کر نہ تم پوری طرح مطمئن رہ سکتے ہو نہ بیلا کو رکھ سکتے ہو۔ تم اس کے قدموں میں دنیا کی دولت اور خوشیوں کا ڈھیر بھی لگا دو مگر کوئی چیز اس خلش کو ختم نہیں کر سکے گی جو آج بھی اس کے دل میں ہے۔ وہ تمہیں مطمئن رکھنے کے لیے کتنا ہی خوش نظر آئے مگر شاخ سے جدا ہونے کے بعد پھول زیادہ عرصے تک نہ اپنے رنگ برقرار رکھ سکتا ہے نہ خوشبو۔ صرف تم اسے مرجھانے سے بچا سکتے ہو عثمان! تمہاری محبت تم پر یہ ذمے داری عائد کرتی ہے کہ اسے زندہ رکھو۔ بیلا کے لیے تم سب

کچھ کر سکتے ہو تو اس کے لیے ان سب کو راضی کیوں نہیں کر سکتے جن کے بغیر نہ صرف وہ ادھوری ہے بلکہ تم بھی۔'' اپنے لفظوں پر زور دیتی وہ بغور اس کے تاثرات بھی نوٹ کر رہی تھی جو یک ٹک ٹیبل کی سطح کو دیکھتا بالکل خاموش تھا۔

''اپنے ماں کو ناراض رکھ کر تم بھی تو مصنوعی خوشی کا اظہار کرتے ہو۔ کیونکہ ان کی قطع تعلقی تمہارے دل کے لیے تکلیف کا باعث ہے، تو پھر بیلا سے تم کس طرح یہ شکایت رکھے ہوئے ہو کہ وہ اپنے دل کا درد، اپنے غم تم سے چھپاتی ہے؟ اب تمہیں کوئی خدشہ نہیں ہے۔ تم بیلا کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور وہ اب تمہارے پاس ہے، کوئی اسے تم سے الگ نہیں کر سکتا۔ اس اعتماد کے ساتھ ان سب کو راضی کرنے کی کوشش کرو، جن کے سامنے سر جھکانے سے تمہارا قد چھوٹا نہیں ہو جائے گا۔ مجھے تم سے یہی اُمید ہے کہ تم میری ان سب باتوں پر غور کرو گے اور کوئی مثبت قدم اُٹھاؤ گے۔ کچھ وقت لگے گا مگر تمہارے بڑھتے قدم ایک دن ان سب کو رام کر لیں گے جو آج تم سے رُوٹھے ہوئے ہیں۔'' خاموش ہو کر وہ چند لمحوں تک اس کے کچھ کہنے کی منتظر رہی تھی مگر وہ سوچوں کے جس جال میں اُلجھا تھا، خرمن کو یہی بہتر لگا تھا کہ اُسے سوچنے دے۔

❁------○------❁

نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں کے باوجود وہ اپنے بال سنوارنا نہیں بھولا تھا۔ ہیئر برش واپس ڈریسنگ پر رکھتے ہوئے اس نے ایک نگاہ خرمن پر ڈالی تھی جو جاء نماز پر اس وقت دعا مانگنے کے لیے ہاتھ اُٹھا چکی تھی۔

''خرمن کی دعائیں نماز سے تین گنا زیادہ طویل ہوتی ہیں۔'' مسکراتے لہجے میں مخل ہونے کی ایک کوشش کرتا وہ بیڈ کی سمت بڑھ گیا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی وہ دونوں عثمان کی طرف سے واپس آئے تھے۔ بیلا کی طبیعت شام تک کافی بہتر ہو گئی تھی مگر خرمن کے منع کرنے کے باوجود عثمان ریڈیو اسٹیشن چلا گیا تھا لیکن واپسی اس کی وقت سے پہلے ہوئی تھی، لہٰذا کھانا سب نے ساتھ ہی کھایا تھا۔

تکیے پر اس نے ابھی سر رکھا ہی تھا کہ سیل فون کے چیخنے پر اُسے واپس اُٹھنا پڑا تھا۔ ایبک کی کال نے اسے حیران نہیں کیا تھا۔

''آپ آج آن لائن نہیں ہوئے تو سوچا کال کر لوں۔ مگر یہ بھی یقین نہیں تھا کہ میری کال ریسیو ہو جائے گی۔ کیونکہ رات کا ایک بج رہا ہے اور آپ تو بارہ بجے ہی نیند کی فلائٹ پکڑ لیتے ہیں۔'' خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد حسبِ عادت وہ نان اسٹاپ بولا تھا۔

''دراصل آج میں ایک دوست کی طرف تھا۔ گھر بھی دیر سے واپس آیا ہوں۔ اچھا ہوا تم نے بروقت کال کی۔ ورنہ میں کچھ ہی دیر میں سونے والا تھا۔''

''پھر تو میں نے آپ کو ڈسٹرب کر دیا۔ مگر اس چیز پر مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے۔'' ایبک کے فوراً ہی کہنے پر وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔

''ہارون خیریت سے ہیں؟'' ایک نگاہ خرمن پر ڈالتے ہوئے اس نے آواز مدھم ہی رکھی تھی۔

''وہ بالکل خیریت سے ہیں۔ ابھی ریڈیو سے اُن کی واپسی ہوئی ہے۔ میں نے ہی کچن میں جا کر ان کے لیے کھانا گرم کیا ہے جسے ابھی وہ تناول کر رہے ہیں۔ اب مجھے یہ فکر ہے کہ وہ مجھ سے کافی بنانے کی فرمائش نہ کر دیں۔'' وہ کوفت سے بتا رہا تھا۔

''تم اتنے سگھڑ ہو، مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا۔'' عارش نے مسکراتے لہجے میں کہا تھا۔

''ہو ہی نہ جاؤں میں سگھڑ۔ وہ تو رعب میں مجبوراً آنا پڑتا ہے، بڑے بھائی کا حکم نہ مان کر مجھے سڑک پر بسیرا نہیں ڈالنا۔'' وہ خشمگیں لہجے میں بولا تھا۔

''ویسے وہ حکم بھی اتنے پیار سے دیتے ہیں کہ ماننا پڑتا ہے۔ ماما نے انہیں بہت بگاڑ رکھا ہے۔ خود سے وہ کھانا پلیٹ میں بھی نہیں نکال سکتے، ان کے سامنے سجانا پڑتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کھانا کھا لیتے ہیں۔ اگر رات میں، میں

ان کے لیے کچن میں نہ جاؤں تو وہ کھانا کھائے بغیر ہی سو جائیں۔ ویسے روز ایسا نہیں ہوتا۔ جس دن ای ان کی واپسی سے پہلے سو جاتی ہیں، تب ہی ایسا ہوتا ہے کیونکہ وہ اُنہیں ڈسٹرب نہیں کر سکتے جیسے کہ میں آپ کو کر چکا ہوں۔'' وہ بغیر رُکے تفصیلاً بولا تھا۔

''کوئی بات نہیں۔ تمہاری باتیں اس وقت سلیپنگ پلز کا کام کر رہی ہیں۔ مجھے بہت شاندار نیند آئے گی۔'' عارش کے کہنے پر وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔

''میں آپ کے پاس آنا چاہتا تھا مگر آپ تو مصروف اتنے رہتے ہیں، آفس پھر انسٹیٹیوٹ۔ بندہ کس وقت ملے آپ سے؟'' وہ شکایت کر رہا تھا۔

''بندہ مجھ تک آنے والا بنے پہلے۔ وقت نکل ہی آئے گا۔'' عارش نے کہا تھا۔

''میں تو کسی بھی وقت دھاوا بول سکتا ہوں مگر آپ تو میرے انوائٹ کرنے کے باوجود نہیں آئے۔ میرا گھر میلوں دُور تو ہے نہیں۔''

''اب تم مجھے شرمندہ مت کرو۔ میں ضرور آؤں گا اور جلد ہی۔''

''ٹھیک ہے، میں یقین کر لیتا ہوں۔ اب آپ سو جائیں۔ مجھے بھائی صاحب کی آواز آ رہی ہے۔ کافی بنوائے بغیر جان نہیں چھوڑیں گے وہ۔'' ایبک کے عجلت میں کہنے پر اس نے مسکراتے ہوئے خدا حافظ کہہ دیا تھا۔ فون سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے عارش نے اُسے دیکھا تھا جو جاءنماز تہہ کرتی تیز نگاہوں سے اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''آخری بار کہہ رہی ہوں، آئندہ کبھی میری نماز یا دعا میں خلل مت ڈالنا۔'' وہ ناگوار لہجے میں تاکید کر رہی تھی۔

''میں کہاں خلل ڈالتا ہوں؟ میں تو تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ اللہ نے اپنا ایک حسین ترین بندہ تمہارے حوالے کر دیا ہے۔ کچھ وقت اسے بھی دے دیا کرو۔'' مسکراتی نظروں سے وہ اسے دیکھتا ہوا بولا تھا جو لائٹ آف کرتی اپنی جگہ پر آ گئی تھی۔

''مرد اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہمیوں میں مبتلا ہوتا ہے، اسی لیے عورت کے لیے کوفت کا باعث ہوتا ہے۔'' تکیہ درست کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

''سنہری حروف سے لکھا جائے گا تمہارا یہ قول۔'' عارش کے خشمگیں لہجے پر وہ بمشکل مسکراہٹ چھپا سکی تھی۔

''کس کا فون تھا؟'' تکیے پر سر رکھتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی۔

''میرا دوست تھا۔'' مختصراً جواب دیتے ہوئے عارش نے کمبل اُس پر پھیلایا تھا۔

''تمہارے کسی دوست کا فون بارہ بجنے کے بعد نہیں آتا۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ تم اس وقت سو رہے ہوتے ہو۔ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے جو اس وقت کال کی؟'' خرمن کے تشویش زدہ لہجے پر عارش نے ایک نظر پیشانی تک دوپٹے میں چھپے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔

''نہیں، کوئی ایسی بات نہیں۔ بس ایسے ہی خیر خیریت دریافت کرنے کے لیے اس نے کال کی تھی۔'' عارش کا جواب سن کر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئی تھی۔

''عارش! تمہیں ٹھیک لگ رہا ہے وہ جو عثمان نے کہا تھا؟'' خرمن کے سوال پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''بیلا پتہ نہیں کیا سوچے گی، مگر عثمان تو پوری طرح سنجیدہ ہے اسے سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جانے کے لیے۔''

''میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ مان نے جو کچھ بتایا ہے اس کے بعد کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ بیلا کے لیے وہ زیادہ بہتر فیصلہ لے سکتا ہے۔ اس نے کچھ دیکھا ہے، محسوس کیا ہے، تب ہی تو یہ ارادہ کیا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے رائے دے رہا تھا۔

''اسے لگتا ہے کہ بیلا اپنے دل کی بات اس لیے عیاں نہیں کرتی کہ کہیں عثمان کو کوئی ٹھیس نہ پہنچے۔ وہ سمجھتا ہے کہ بیلا کو کونسلنگ کی، کتھارسس کی ضرورت ہے۔ ورنہ وہ اسی طرح اندر ہی اندر گھٹتی رہے گی۔'' وہ کچھ افسردگی سے بول رہی تھی۔

''مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا بیلا کی ذہنی حالت کا۔ وہ تو مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتی۔ وہ مجھ سے تو کھل کر ہر بات کر سکتی ہے۔''

''تمہیں کیا لگتا ہے؟'' عارش نے اس سے پوچھا تھا۔
''مجھے لگتا ہے کہ کسی سائیکاٹرسٹ سے زیادہ بیلا کو عثمان کی ضرورت ہے، بلکہ ان دونوں کو ہی آپس میں ہر معاملے پر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو زیادہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اور سنبھال بھی سکتے ہیں۔'' وہ بولی تھی۔
''تم نے ماں سے کچھ کہا؟''
''ابھی تو میں نے اُسے روک دیا ہے کہ بیلا کی طبیعت مکمل بہتر ہونے تک اپنا ارادہ اس پر ظاہر نہ کرے، وقت اور موقع دیکھ کر کوئی قدم اُٹھائے۔ اب میں اسے حکم تو نہیں دے سکتی کہ وہ بیلا کو کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس نہ لے جائے۔ کچھ بھی ہے، آخر وہ اُس کی بیوی ہے اور میں ایک حد کے اندر رہ کر ہی ان کے معاملات میں دخل اندازی کر سکتی ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔
''میں کہوں گا ماں سے کہ اگر بیلا اس کی بات مان کر سائیکاٹرسٹ سے ملنے کے لیے تیار ہوتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے ساتھ زبردستی نہ کرے۔'' عارش کے کہنے پر اس نے بس تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔

❀------O------❀

سٹی ہال میں بُک فیسٹیول شروع ہو چکا تھا۔ فیسٹیول کے پہلے دن تو وہ وقت نہیں نکال سکی تھی، مگر آج دوسرے دن وہ یہاں موجود تھی۔ ہر اسٹال پر بہت نایاب اور ہر موضوع سے متعلق کتابوں کا خزانہ موجود تھا۔ اسے تو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ کون سی کتاب خریدے۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا کہ تنہا آنے کے بجائے خرمن کو ہی ساتھ لے آتی۔ اس سے مشورہ تو وہ لے سکتی تھی۔
یوں ہی کتابوں کے سرورق پر نظر ڈالتے ہوئے اسے اپنے چہرے پر کسی چیز کا احساس ہوا تھا۔ اپنے اردگرد نظر ڈالنے کے بعد اس نے سامنے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اُس کی دھڑکنیں رُک سی گئی تھیں۔ کافی فاصلہ ہونے کے باوجود وہ اُسے پہچان گئی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں ایک کتاب موجود تھی۔ منیزہ کو اپنی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر وہ فوراً ہی اپنے ہاتھ میں موجود کتاب کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، جبکہ منیزہ اس پر سے نظر نہیں ہٹا سکی تھی، جو اپنی پُر وقار شخصیت کے ساتھ لوگوں کے اس ہجوم میں بھی نمایاں اور الگ دکھائی دے رہا تھا۔ منیزہ کو لگ رہا تھا کہ جیسے سیاہ رنگ اس شخص کے لیے بنا ہے۔ آج دوسری بار بھی وہ اُسے سیاہ رنگ میں دکھائی دے رہا تھا، فرق صرف اتنا تھا کہ آج اُس نے بلیو جینز کے ساتھ بلیک شرٹ زیب تن کر رکھی تھی جس کی سلیوز کلائیوں سے کچھ اوپر تک فولڈ تھیں۔ منیزہ نے دیکھا وہ اسٹال پر کھڑے سیلز مین سے کوئی بات کر رہا تھا۔ اپنی توجہ اس جانب سے ہٹا کر وہ کچھ فاصلے پر موجود دوسرے اسٹال کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں نسبتاً رش کم تھا۔ وہاں کتابوں پر نظر دوڑاتے ہوئے اسے چند لمحے گزرے تھے جب عقب سے کسی کے سلام کرنے کی بھاری گمبھیر سی آواز پر وہ جس طرح چونک کر پلٹی تھی، سامنے کھڑا شخص بھی کچھ شرمندہ سا ہو گیا تھا۔
''آئی ایم سوری۔ میں نے شاید ڈسٹرب کر دیا۔ یقیناً آپ نے مجھے نہیں پہچانا'' اس کی حیرانی سے پھیلی آنکھوں میں دیکھتا وہ بولا تھا۔ حالانکہ کچھ دیر پہلے وہ بھی انجان بننے کی کوشش کر چکا تھا، مگر پھر جانے کیا سوچ کر اُس تک پہنچ گیا تھا۔
''نہیں، میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ انسٹیٹیوٹ کے وزٹ پر آئے تھے۔'' اپنی گڑبڑاہٹ چھپانے کی کوشش کرتی وہ بولی تھی۔
''آپ کی یادداشت بہت اچھی ہے۔'' ہارون کے سنجیدہ لہجے پر منیزہ نے اُسے دیکھا تھا جبکہ وہ مسکراتی نظریں اُس کے حیران چہرے سے ہٹاتا اسٹال پر سجی کتابوں کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ کچھ عجیب سا منیزہ کو محسوس ہوا تھا لہٰذا لاتعلقی کے ساتھ وہ بھی قدرے فاصلے پر جاتی ایک کتاب اُٹھا چکی تھی۔ مگر چند لمحوں بعد دوبارہ دھڑکنوں میں اُتر جانے والی پُر رعب آواز اُس کی سماعتوں کا انتظار ختم کر گئی تھی۔
'یہاں کتابوں کے بہت زبردست ذخیرے موجود ہیں، میری طرح شاید آپ بھی کنفیوز ہیں کہ کون سی لیں اور کون سی

چھوڑ دیں۔'' وہ بولا تھا۔ جبکہ اس کے لبوں پر موجود ہلکی سی مسکراہٹ نے منیزہ کے دل و دماغ کو جکڑ لیا تھا۔
''جی...... کچھ ایسا ہی ہے۔'' بمشکل مسکرانے کی کوشش کرتی وہ اُس کی گہری آنکھوں سے نگاہ چرا گئی تھی۔
''اس کتاب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' ہارون نے اچانک ایک کتاب اس کی سمت بڑھائی تھی جسے لیتے ہوئے منیزہ نے ایک نظر کتاب کے سرورق پر ڈالی تھی اور دوسری نگاہ ہارون پر۔ اگلے ہی پل وہ اپنی مسکراہٹ کو چھپا نہیں سکی تھی۔
''میں کوئی رائے نہیں دے سکتی۔ کیونکہ پوئٹری سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔''
''کمال کا اتفاق ہے۔ مجھے بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔'' ہارون نے فوراً ہی کتاب اس سے لے کر واپس اس کی جگہ پر رکھی تھی اور پھر وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے مسکرائے تھے۔
''مطالعے سے مجھے دلچسپی ہے، کتابیں جمع کرنے کا شوق بھی ہے مگر شاعری میرے سر سے گزر جاتی ہے۔ آپ مجھے مکمل طور پر بدذوق مت سمجھئے گا۔'' منیزہ نے کہا تھا۔
''میں کسی بھی طور سے آپ کو بدذوق نہیں سمجھ سکتا۔ آپ کی اس جگہ موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ سمیت یہاں کوئی بھی شخص بدذوق نہیں ہے۔'' بغور اس کے سادہ چہرے کو دیکھتا وہ بولا تھا۔
''ویسے آپ نے عارش کے انسٹیٹیوٹ کو کب جوائن کیا؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔
''کچھ عرصہ پہلے ہی اس کی دھمکیوں کے بعد۔ وہ میرے کزن بھی ہیں۔'' منیزہ نے بتایا تھا۔
''میں یقین نہیں کر سکتا کہ عارش جیسا سوفٹ نیچر بندہ کسی خاتون کو دھمکی بھی دے سکتا ہے۔''
''یقین کریں، وہ دیتا ہے۔'' وہ دھیرے سے ہنستی ہوئی بولی تھی۔
''ابھی ابھی مجھے الہام ہوا ہے کہ آپ کا نام ''ایم'' سے شروع ہوتا ہے۔'' ہارون کے اچانک کہنے پر وہ چونکی تھی مگر پھر بے اختیار ہی اس نے اپنی گردن میں موجود سنہری چین میں چمکتے اپنے نام کے پہلے ایلفابیٹ کو چھوا تھا مگر بس مسکرا کر خاموش رہی تھی۔
''آج آپ انسٹیٹیوٹ نہیں گئیں؟'' اس کی خاموشی پر ہارون نے پوچھا تھا۔
''میں انسٹیٹیوٹ سے سیدھا یہیں آئی ہوں مگر ایک گھنٹہ گزرنے کے باوجود ابھی تک کوئی کتاب نہیں لے سکی۔'' منیزہ نے کچھ مایوسی سے کہا تھا۔
''کوئی بات نہیں۔ کتابیں لینے میں، میں آپ کو مشورہ دے سکتا ہوں، اس توقع کے ساتھ کہ آپ بھی میری کچھ مدد اس معاملے میں کریں گی۔'' ہارون نے کہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، اس کا سیل فون چیخ اُٹھا تھا۔
سرعت سے شولڈر بیگ میں سے فون نکال کر اس نے کال ریسیو کی تھی جبکہ ہارون دوبارہ کتابوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔
''آئی ایم سوری، مجھے جانا ہوگا۔ میرے بھائی باہر میرا انتظار کر رہے ہیں۔'' منیزہ کی آواز پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
''کل آپ اسی وقت یہاں آئیں گی؟'' ہارون کے سوال پر وہ حیران ہوئی تھی۔
''دراصل میں بھی اب جاؤں گا۔ یہاں آنے کا جو مقصد تھا وہ نہ آپ کا پورا ہوا ہے اور نہ میرا۔ مجھے تو ضرورت ہوگی کل آپ کی مدد کی۔'' اس کی حیران نظروں پر وہ کچھ جھجکتے ہوئے بولا تھا۔
''کل شاید میں وقت نہ نکال سکوں۔'' منیزہ تذبذب میں مبتلا ہوئی تھی۔
''پرسوں......؟'' سوال آیا تھا۔
''جی...... پرسوں شاید میں آؤں۔''
''یقیناً کہتیں تو زیادہ بہتر ہوتا۔ لیکن پھر بھی میں پرسوں شام یہاں آپ کا انتظار کروں گا۔ آیئے چلتے ہیں۔'' قطعی لہجے میں بات ختم کرتا وہ اسے چلنے کا اشارہ دے گیا تھا۔ اس سے ایک قدم پیچھے چلتے ہوئے وہ عجیب گومگو کی سی کیفیت میں

تھی۔ اس کے لیے اب بھی یقین کرنا مشکل تھا کہ چند قدم آگے چلتا یہ سرو قد شاندار شخص اب اجنبی نہیں رہا ہے۔ اس مختصری بات چیت سے پہلے وہ یہ یقین کر چکی تھی کہ کشادہ گہری آنکھوں اور اونچی پتلی کھڑی ناک رکھنے والا یہ شخص کافی مغرور اور خود پسند ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو یہ کوئی قابلِ گرفت بات نہ ہوتی۔ اُس کی شخصیت، اُس کی وجاہت یہ حق دیتی تھی کہ وہ غرور رکھتا۔ منیزہ جانتی تھی کہ وہ چہرہ شناس نہیں ہے اور آج یہ بات سچ ثابت ہوگئی تھی۔ سر اُٹھائے اُس کے سیاہ خم دار بالوں کے چھوٹے چھوٹے چمکتے اسٹیپس کو تکتی وہ کسی ٹرانس میں اُس کے پیچھے چل رہی تھی، جب ہارون نے یکدم ہی گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ چوری پکڑے جانے پر منیزہ کا دل جیسے اُچھل کر حلق میں آیا تھا۔

”آپ فکر مت کریں۔ گیٹ تک پہنچ کر ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہو جائیں گے تاکہ آپ کے بھائی صاحب کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔“ مسکراتی نظروں سے ہارون نے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا جو نظر تک نہیں اٹھا سکی تھی۔ دھڑکتے دل کو سنبھالتی جب وہ گیٹ سے باہر نکلی تو اس نے دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی کہ جس کے قدموں کے نقش پر قدم رکھتی وہ ہال سے نکلی تھی، وہ شخص اب کس راستے پر جا رہا ہے۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ وہ شخص اس کی دھڑکنوں کے راستے میں ایستادہ ہو کر مسلسل اپنی قربت کا احساس دلا رہا تھا۔

❀-----O-----❀

وِیک اینڈ کا یہ لیٹ نائٹ ہپ ہاپ فارمیٹ پر مبنی شو توقع سے بڑھ کر کامیاب ہوا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تین دن سے وِیک اینڈ کے اس شو کے پرومو چلائے جا رہے تھے، لسنرز کو ایکسائیٹڈ کرنے کے لیے جبکہ ہارون اپنے پروگرام میں خاص طور پر اس نئے شو کی تشہیر کرتا رہا تھا۔ خرمن کا نام آواز کی دنیا میں داخل ہو کر روشن ہو رہا تھا۔ عثمان کا یہ پہلا شو تھا مگر سامعین کے لیے اس کا نام بھی نیا نہیں تھا۔ رات کے شوز میں عثمان جن پریزینٹرز کے ساتھ ہوتا تھا، ان کو کسی نہ کسی مدد کے لیے عثمان کا نام لینا پڑتا تھا۔ اِن ڈائریکٹلی عثمان پروگرام میں شامل رہتا تھا۔ اکثر جب کالرز اپنے پریزینٹرز سے آف ایئر بات کرنے کی خواہش ظاہر کرتے تو عثمان ہی ان کو ہولڈ پر لیتا تھا۔ ایسا زیادہ تر ہارون کے شو میں ہوتا تھا۔ بعد میں وہ ہارون کا خوب ریکارڈ لگاتا تھا کہ صرف خواتین ہی اس سے آف ایئر بات کرتی تھیں۔ حالانکہ یہ سچ تھا کہ ہارون آف ایئر بات کرنے سے کتراتا تھا مگر اپنے لسنرز کے جذبات کا احترام بھی اس پر لازم تھا۔

آج کے اپنے پہلے شو میں بھی عثمان کو موقع ملا تھا کہ ہارون سمیت ان سب پریزینٹرز کو اپنے شو میں شامل رکھے جو خاص طور پر اس کا پروگرام براہِ راست دیکھنے کے لیے بھی اسٹوڈیو کے باہر موجود تھے۔ ان سب میں فی میل پریزینٹرز بھی شامل تھیں۔ شو کے آغاز میں خرمن نے پروگرام کے فارمیٹ کے حوالے سے لسنرز کو آگاہ کیا تھا۔ ٹاپک دلچسپ رکھا تھا، جس میں نوجوان لڑکے لڑکیوں نے کالز اور ایس ایم ایس کے ذریعے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ عثمان نے جس طرح ان تمام کالرز کے کان خرمن کے ساتھ مل کر کھینچے تھے اور خرمن نے جس طرح لڑکیوں کی طرفداری میں عثمان سے نوک جھونک کی تھی، اسٹوڈیو کے باہر جتنے بھی لوگ موجود تھے ان کی بلند ہنسنے کی آوازیں آن ایئر جا رہی تھیں۔ کچھ ٹین ایجرز لڑکے ایسے بھی آن لائن آئے تھے جو صرف خرمن سے بات کرنا چاہ رہے تھے، مگر عثمان ان کو موقع نہیں دے رہا تھا۔ اپنی ہنسی کو کنٹرول کرنے کے لیے خرمن کو کئی بار اپنا مائیک آف کرنا پڑا تھا۔ عثمان بالکل فارم میں تھا اس نے بے چارے چائے والے کو بھی نہیں چھوڑا تھا جو اس کے لیے اور خرمن کے لیے گرم گرم چائے لے کر اسٹوڈیو میں آیا تھا۔ خرمن کو پہلی بار ہارون کو دیکھتے ہوئے اس وقت بے تحاشا ہنسی آئی تھی، جب عثمان نے اس سے ان پرپوزلز کا سبب جاننے کے لیے سوالات شروع کر دیے جو پرپوزلز اسے اکثر آن لائن کالز پر ملتے تھے اور ظاہر ہے ہارون کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ شرمندگی سے ہنستا وہ عثمان کی نظروں کے سامنے سے ہی ہٹ گیا تھا۔ خوشی کی بات یہ تھی کہ شو کے دوران ان موسٹ سینئر پریزینٹرز نے بھی کال کر کے ان دونوں کی تعریفیں کی تھیں جن کے سامنے وہ ابھی کچھ بھی نہیں تھے۔

ان کے شو کے بعد ہارون کو پروگرام شروع کرنا تھا مگر اسٹوڈیو میں جانے کے بجائے اس نے اپنے انجینئرز کو بیک ٹو

بیک چلانے کی ہدایت دی تھی کیونکہ ابھی اسے پہلے عثمان کو مبارکباد دینی تھی اور اس کے کان بھی کھینچنے تھے۔ مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی کہ عثمان نے اسٹوڈیو سے باہر آتے ہی خود ہی اپنے کان پکڑ لیے تھے۔ مگر یہ سچ تھا کہ جب تک وہ ہاٹ سیٹ پر رہا، لسنرز کے ساتھ ساتھ اس نے اسٹوڈیو کے باہر موجود ہر انسان کو ہنسا ہنسا کر دوہرا کر دیا تھا۔ اسٹوڈیو کے باہر ہر طرف قہقہے گونجتے رہے تھے۔ عثمان ان سب میں گھرا اب جان بچانے کی کوشش کر رہا تھا جو اُس سے ٹریٹ مانگ رہے تھے، جبکہ خرمن کے پاس اب رُکنے کا وقت نہیں تھا کہ عارش کی مس کال اُسے موصول ہو گئی تھی۔ یہ سگنل تھا کہ وہ اسے پک کرنے آ چکا ہے۔ عثمان تو ابھی بری طرح پھنسا ہوا تھا، لہٰذا اپنی ایک کولیگ کو اس نے جاتے ہوئے تاکید کر دی تھی کہ وہ عثمان کو بتا دے اس کے جانے کے بارے میں۔

تیز قدموں کے ساتھ لفٹ کی جانب بڑھتے ہوئے اُس نے رِسٹ واچ میں وقت دیکھا تھا۔ ایک بجنے والا تھا اور اسے عارش کی نیند کی فکر تھی۔ اتنی رات تک جاگنا اور پھر ڈرائیو کر کے یہاں تک آنا یقیناً کافی دشوار مرحلہ تھا اور خرمن جانتی تھی کہ وہ کبھی اس ڈسٹربنس کی شکایت نہیں کرے گا۔ لفٹ سے وہ کچھ فاصلے پر ہی تھی جب عقب سے آتی اپنے نام کی پکار پر وہ چونک کر پلٹی تھی۔ تیز قدموں کے ساتھ اپنی طرف آتے شخص کو دیکھ کر ہی ناگواری کی لہر اُس کے اندر دوڑی تھی۔

''عثمان تو بری طرح سب کے گھیرے میں ہے، مگر میں آپ کو نیچے تک چھوڑ دیتا ہوں۔ لفٹ میں کچھ خرابی ہے۔''

''نہیں، آپ کا بہت شکریہ۔ میں اسٹیئرز سے چلی جاؤں گی۔ آپ زحمت نہ کریں۔'' اپنے چہرے پر اس کی گہری نگاہیں خرمن کو اس وقت بھی شدید کوفت اور جھلاہٹ میں مبتلا کر گئی تھیں۔

''اس میں زحمت کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ ہم سب یہاں ایک فیملی ممبر کی طرح ہیں۔ مجھ پر فرض ہے کہ میں آپ کا خیال رکھوں، آپ کی پروا کروں'' اس کے نرم اور بے اختیار لہجے میں جو کچھ تھا وہ خرمن کی سمجھ سے باہر تھا مگر وہ شدید ناگواری محسوس کر رہی تھی۔

''ایکسکیوزمی...... میں یہاں اپنی ذمے داری پر آتی ہوں۔ آپ کو ضرورت نہیں کہ میرے فرض اپنے سر پر لیں۔ اور آئندہ مجھے اس طرح آواز دے کر مت روکیے گا۔ مجھے یہاں صرف اپنے کام سے غرض ہے۔'' ضبط کے باوجود وہ اپنا غصہ اور ناگواری چھپا نہیں سکی تھی۔ جبکہ ہارون کا چہرہ بجھ سا گیا تھا۔

''میں معذرت خواہ ہوں، آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔'' مدھم لہجے میں بولتا وہ جانے کے لیے پلٹ گیا تھا۔ قریب آتے عثمان پر ایک خاموش نگاہ ڈالتا وہ تیزی سے چلا گیا تھا۔ اس کی پشت سے نظر ہٹا کر عثمان نے حیرت سے خرمن کے بگڑے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''تم اسے اپنی زبان میں سمجھا دو، وہ میرے لیے حد سے زیادہ مہربان بننے کی کوشش نہ کرے اور نہ ہی مجھ سے بے تکلف ہونے کی۔ مردوں کے یہ حربے پرانے ہو چکے ہیں۔'' عثمان کے استفسار سے پہلے ہی وہ زہر خند لہجے میں بولی تھی۔

''اس نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ تم اس کے بارے میں اتنی غلط بات کہو۔ اس طرح کسی کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیے۔ میں اس شخص کی شرافت کی گواہی دینے کے لیے تیار ہوں۔''

''اور تمہاری شرافت کی گواہی کتنے لوگ دیں گے؟'' درمیان میں جس طرح اس نے عثمان کی بات کاٹی تھی وہ بمشکل ہی کچھ کہنے سے خود کو روک سکا تھا۔ چونک کر عارش نے ان دونوں کے تاثرات دیکھے تھے، کسی گڑبڑ کا احساس اسے ہو گیا تھا جو غلط بھی نہ تھا۔

''مجھے سمجھ نہیں آتا کہ تمہاری بیوی نے تم پر کیسے اعتبار کیا۔ شادی سے پہلے اس نے درجن بھر لوگوں سے تمہاری شرافت کی گواہی تو ضرور لی ہوگی؟'' عثمان کے تلخ لہجے پر وہ دنگ ہوا تھا۔

''فضول بکواس مت کرو۔ اپنی حد میں رہو۔'' خرمن نے بری طرح اسے جھڑکا تھا۔

''مجھے میری حد مت بتاؤ تم۔ بس اتنا یاد رکھو کہ تمہیں کوئی حق نہیں کسی انسان کے کردار پر کیچڑ اُچھالنے کا۔'' غصیلے لہجے

میں خزمن سے مخاطب ہوتا وہ فوراً ہی اپنی بائیک کی سمت بڑھ گیا تھا۔

''مان! رُکو، میری بات تو سنو۔'' عارش نے اس کی طرف بڑھنا چاہا تھا مگر خزمن نے سرعت سے اس کا بازو پکڑ کے روک لیا تھا۔

''بہت عزیز ترین رشتے دار بن چکا ہے وہ تمہارا جو اس کی شان میں میرا ایک جملہ بھی برداشت نہیں ہوا تم سے؟'' وہ عثمان پر چیخی تھی جو ایک غصیلی نگاہ اُس پر ڈالتا بائیک ہوا میں اُڑاتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

''خزمن! تم جانتی ہو کہ تمہارے معاملے میں مجھے مان پر کتنا اعتبار ہے اور میں بھی یہ جانتا ہوں کہ تم خود اس پر کتنا اعتبار کرتی ہو۔ تمہارے ریڈیو جوائن کرنے کے بعد وہاں اسے مجھ سے زیادہ تمہاری سکیورٹی کی پروا ہے، وہ ایسے کسی شخص کی موجودگی میں تمہیں وہاں لے جانے کا نہیں سوچ سکتا جس کی وجہ سے اسے کوئی خدشہ ہو۔ اسے اپنی ذمے داری کا احساس ہے۔ اگر وہ ناراض ہوا ہے تو اس لیے کہ تم اس شخص کو برا سمجھتی ہو جس کی وہ بہت عزت کرتا ہے۔ تم سے چاہتا ہے کہ تم بھی اس کی عزت کرو۔'' ڈرائیو کے دوران عارش نے نرم لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''جو کچھ تم نے مجھے بتایا، اسے سننے کے بعد مجھے نہیں لگتا کہ اس شخص نے کوئی ایک بھی بات ایسی کی ہے جس کے لیے اس کی نیت پر یا اس کے خلوص پر یقین کیا جائے۔ اس طرح ری ایکٹ کر کے تمہیں اپنا امیج خراب نہیں کرنا چاہیے۔''

''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مجھے اس شخص سے ہنس ہنس کر باتیں کرنی چاہئیں، اس سے بے تکلف ہونا چاہیے، جو مجھے سخت ناپسند ہے۔'' وہ ناگواری سے بات کاٹ گئی تھی۔

''میرا مقصد بالکل بھی یہ نہیں ہے۔ میں تمہیں بس یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس جگہ ہم چند لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں، وہاں سب کو برابر عزت اور احترام دینا چاہیے۔ کسی ایک کو ڈی گریڈ کر کے باقی سب کو اہم جاننا اس شخص کی تحقیر ہے جو ڈی گریڈ ہو رہا ہے۔ اور تم کچھ ایسا ہی کر رہی ہو۔ میں جس پروفیشن میں ہوں وہاں میرے سارے کولیگز بہت اچھے انسان ہوں گے، مگر ضروری نہیں ہے کہ مجھے وہ سب پسند ہوں۔ لیکن پھر بھی میں ان سب کو یکساں عزت دیتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے لوگ ناپسند کرتے ہوں مگر میں بھی یہ نہیں چاہوں گا کہ مجھے برابری کا درجہ نہ دیا جائے، مجھے دوسروں سے کم تر سمجھا جائے۔ میں جس کی عزت کرتا ہوں فطری طور پر میں اس سے اتنی ہی عزت ملنے کی توقع کروں گا۔ اور جب ایسا نہیں ہوگا تو ظاہر ہے مجھے تکلیف ہوگی۔ پسند یا ناپسند سے ماورا ہو کر انسانیت کے کچھ اہم تقاضے ہمیں پورے کرنے پڑتے ہیں، کسی پروفیشن میں کامیاب ہونے کا پہلا مرحلہ یہی ہوتا ہے کہ اپنے سینئرز کی عزت اور ان کا ادب کیا جائے، ان کے تجربات اور گائیڈ لائن سے مستفید ہونے کے مواقع تلاش کیے جائیں۔'' ونڈ اسکرین سے نظر ہٹا کر عارش نے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو سامنے دیکھتی کچھ سوچ بھی رہی تھی۔

''مان اگر اس شخص کے لیے تم پر ناراض ہوا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ شخص عام نہیں۔ میری نظر میں بھی نہیں۔'' اس کے گہرے سنجیدہ لہجے پر خزمن نے اسے دیکھا تھا۔

''عثمان کی طرح کیا تمہیں بھی اس شخص سے محبت ہو گئی ہے؟'' اس کے ناگوار لہجے پر عارش حیرت سے اُسے دیکھتا مسکرا اُٹھا تھا۔

''موقع ملا تو میں ہارون سے معذرت کر لوں گی۔'' وہ خفت سے بولی تھی۔

''ضرور...... مگر عثمان کی موجودگی میں۔ تاکہ اس کی ناراضگی بھی ختم ہو۔'' وہ بولا تھا۔

''ویسے تم دونوں نے اتنا اچھا شو پریزینٹ کرنے کے بعد......''

''ہاں، بول دو۔ اپنی اوقات دکھا دی۔'' عارش کے بات ادھوری چھوڑنے پر وہ بھنا کر بولی تھی۔

''میں یہ بالکل نہیں کہنا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔'' وہ دھیرے سے ہنستے ہوئے بولا تھا۔

''اچھا، اب اپنا غصہ ختم کرو۔ تمہیں پتہ ہے کہ تم غصے میں کتنی حسین لگتی ہو۔ اور اگر میں اس طرح تمہیں بار بار دیکھتا رہا تو

یقیناً چالان کٹوا لوں گا۔'' اس کے شوخ لہجے پر وہ بس کوفت سے سر جھٹک کر رہ گئی تھی۔

❀-----○-----❀

سنک میں برتن دھوتے ہوئے وہ عثمان کی سمت متوجہ ہوئی تھی، جو کچن میں داخل ہوتا بس ایک نگاہ اس پر ڈالتا فریج کی سمت بڑھ گیا تھا۔ بیلا بجھ سی گئی تھی۔ آج بھی اسے عثمان کی آنکھوں میں اور لہجے میں کوئی شوخی یا وارفتگی دکھائی دی نہ محسوس ہوئی۔ اس کی سنجیدگی کا یہ لبادہ بیلا کے دل کو مزید بوجھل کر رہا تھا، ایک بے نام سی دُوری اور جھجک وہ اپنے اور اس کے درمیان محسوس کر رہی تھی۔

''یہ کام کب ختم ہوں گے تمہارے؟ تم جانتی ہو کہ میرے پاس یہی وقت ہوتا ہے تم سے آرام سے بیٹھ کر بات کرنے کا۔'' اُس کی شکایت پر بیلا نے اُسے دیکھا تھا جو پانی کا گلاس ہاتھ میں تھامے بہت سنجیدہ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''بس ایک منٹ میں آتی ہوں۔'' نظر چراتے ہوئے وہ بولی تھی۔ ''تمہارے لیے چائے یا کافی بناؤں؟'' اُس کے سوال پر وہ کچن سے نکلتے ہوئے رُکا تھا۔

''نہیں، کھانے کے بعد اب کسی چیز کی گنجائش نہیں۔'' اُس کے انکار پر وہ سر ہلاتی دوسری طرف متوجہ ہوگئی تھی جبکہ عثمان ایک گہری نظر اُس کے ملگجے سے کمزور سراپے پر ڈالتا واپس کچن سے نکل گیا تھا۔

آج خنکی میں اضافہ ہوگیا تھا۔ اپنے سرد ہوتے ہاتھ آپس میں رگڑتی وہ اُس کی طرف آئی تھی، جو صوفے پر براجمان سینے پر بازو لپیٹے ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ تھا مگر اب اس کی طرف۔

''یہاں بیٹھو!'' اسے دوسرے صوفے پر بیٹھتے دیکھ کر عثمان نے اسے اپنے قریب آ کر بیٹھنے کا اشارہ بھی دیا تھا اور بغور اُس کے زرد چہرے کو دیکھا تھا جو کچھ فاصلے پر آ بیٹھی تھی۔

''تمہارا اور خرمن کا پروگرام ختم ہوتے ہی فاران کا فون آیا تھا۔ وہ بھی بہت خوش تھا۔ کہہ رہا تھا کہ اس نے پروگرام میں کال کرنے کی بہت کوشش کی مگر لائن مل کر نہیں دی۔'' اس کی خاموش پُرسوچ نظروں پر وہ کچھ گڑبڑائے انداز میں خاموشی توڑ گئی تھی۔

''بہت اچھا ہوا اُس کی کال نہیں ملی۔ ورنہ وہ درگت بناتا کہ دوبارہ کال کرنے سے توبہ کر لیتا۔'' اس کے مسکراتے لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

''موسم سرد ہوتا جا رہا ہے، کم از کم رات کے وقت تم پانی میں کام کرنے سے گریز کیا کرو۔ تمہاری طبیعت کی خرابی مجھے بھی بیمار کر دیتی ہے۔'' اس کی تاکید پر وہ بس ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اُسے دیکھتی رہی تھی، جو اس کے یخ ہوتے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے گرمی پہنچا رہا تھا۔

''تمہیں مجھ سے کوئی ضروری بات کرنی تھی؟'' بغور بیلا کے سنجیدہ تاثرات کو دیکھا تھا جو اس کے ہاتھوں کو سہلاتا بات شروع کرنے کے لیے لفظوں کو ذہن میں ترتیب دے رہا تھا۔

''بیلا! تم جانتی ہو کہ تم میرے لیے کیا ہو، اس وقت میرے پاس جو سب سے قیمتی اور اہم ہے، وہ تم ہو۔ سچ کہوں تو میرے پاس تمہارے علاوہ کچھ باقی نہیں بچا ہے۔'' اس کے مدھم لہجے پر بیلا کی آنکھوں میں نمی اُترنے لگی تھی۔

''جانتی ہوں۔'' اس کی خاموش نظروں سے نگاہ چراتی وہ نم لہجے میں بولی تھی۔

''مجھے تمہاری بہت فکر رہتی ہے۔ میں تمہیں ہر طرح سے خوش اور مطمئن دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ خوش نہیں ہوں؟'' بیلا نے مضطرب نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''تم میری زندگی کی شدید آرزو تھے۔ میری پہلی خواہش تھے۔ میں اللہ کی شکرگزار ہوں کہ مجھے تمہارا ساتھ مل گیا ہے، مجھے تم مل گئے ہو۔''

''مگر تم مجھے نہیں مل سکیں۔'' اس کے مدھم لہجے پر وہ بس ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''مجھے وہ بیلا نہیں ملتی، جسے میں جانتا تھا، جسے تم نے اپنے اندر کہیں چھپا دیا ہے۔ مجھے اس بیلا کی تلاش ہے۔''

''تمہیں مجھ پر اعتبار ہے تو یقین کر لو، وہ بیلا بھی جلد تمہیں مل جائے گی، جس کی تمہیں تلاش ہے۔'' نم آنکھوں سے اسے دیکھتی وہ ذرا مسکرائی تھی۔

''بیلا! میں جانتا ہوں کہ تم کس ذہنی انتشار میں مبتلا ہو۔ شاید ہم دونوں ہی اعتراف نہ کریں مگر ہم فرسٹریشن اور ڈپریشن کا شکار ہیں۔ میں اپنی مصروفیات کے ذریعے ان دونوں پرابلمز پر قابو پا سکتا ہوں کیونکہ میرے اعصاب مضبوط ہیں۔ لیکن تم بہت حساس ہو، تمہارا دل بہت نازک ہے۔ ہم کوشش کے باوجود ایک نارمل زندگی شروع نہیں کر پا رہے ہیں۔ میں قصوروار ہوں کہ تمہیں وقت نہیں دے پاتا، سارا دن گھر میں تنہا رہ کر تم گزرے حالات کے بھنور سے نہیں نکل سکتی ہو۔ لیکن اب میری ساری توجہ تم پر ہے، دنیا کے جھمیلے تو آخری سانس تک ساتھ رہیں گے۔ اور ان کے لیے اپنے آج کو اپنے کل اور خاص طور پر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔'' اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ ایک پل کو خاموش ہوا تھا۔

''بیلا! میں تمہیں ڈپریشن اور فرسٹریشن کا شکار مزید ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے میں تمہیں سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جانا چاہتا ہوں، کل ہی۔ کیا تم تیار ہو؟'' عثمان کے سوال پر وہ جو پہلے ہی دنگ نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی، چہرے کے بدلتے تاثرات کے ساتھ سرد مہری سے اپنے ہاتھ اُس کی گرفت سے نکال گئی تھی۔

''تمہیں یہ لگتا ہے کہ میں نارمل نہیں ہوں؟'' اس کے سرد لہجے نے عثمان کو دنگ کیا تھا۔

''مجھے غلط مت سمجھو۔ سائیکاٹرسٹ سے رجوع کرنے کی بات اگر میں کر رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمہیں ابنارمل سمجھ رہا ہوں۔''

''تم ایسا ہی سمجھ رہے ہو، اور یہ پہلی بار نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی تم مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر چکے ہو کہ میں نارمل بھی ہوں یا نہیں۔'' یکدم ہی بھڑک کر بولتی وہ عثمان کو مزید دنگ کر گئی تھی۔

''کتنی بار میں نے ابنارمل ہونے کے ثبوت پیش کیے ہیں؟ کتنی بار میں نے نیند میں تمہاری جان لینے کی کوشش کی ہے؟ مجھ سے تمہیں اور تمہارے گھر کو کون سے نقصان پہنچنے کے خطرے ہیں جو تم میرے دماغ کے خلل نکالنے کے لیے سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جانے کے ارادے کر کے بیٹھے ہو؟ بتاؤ مجھے۔'' شدید غصے میں صوفے سے اُٹھتی وہ چیخ رہی تھی۔

''اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ میرے خلوص کو تم اتنے منفی انداز میں دیکھو گی تو میں کبھی یہ بات نہ کرتا۔ ایک نارمل انسان کو سائیکاٹرسٹ کی ضرورت زندگی کے کسی بھی حصے میں پڑ سکتی ہے اور اس کے لیے ابنارمل ہونا ضروری نہیں ہے۔ مجھے تم سے ایسی غلط سوچ کی توقع نہیں تھی۔'' اس کے مقابل آتا وہ شدید تاسف سے بولا تھا۔

''تمہیں اب میرے اندر سب کچھ ہی غلط نظر آتا ہے۔ تم میرے اُٹھنے بیٹھنے پر، میری ایک ایک حرکت پر نظر رکھنے لگے ہو۔ کیا میں سمجھ نہیں سکتی تمہاری جانچتی ہوئی نظروں کو، تنقیدی لہجے کو؟ باہر کی رنگینیوں میں آنکھیں رنگتے رہنے کے بعد تمہیں مجھ میں کیڑے نہیں نظر آئیں گے تو کیا ہیرے موتی جڑے نظر آئیں گے؟'' وہ سرخ چہرے کے ساتھ چلائی تھی۔

''غلط بات مت کرو بیلا! میں تمہیں زبردستی کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس نہیں لے جا رہا۔ نہیں جانا تو مت جاؤ۔ مگر اس طرح بات کو پھیلا کر غلط رخ پر مت لے جاؤ۔'' سخت لہجے میں وہ اُس پر برسا تھا۔

''غلط......غلط......میرے اندر سب کچھ غلط ہے، تو کیوں رکھا ہے مجھے اپنے اس گھر میں؟'' وہ حلق کے بل چیخ اُٹھی تھی۔

''سوچ سمجھ کر بات منہ سے نکالو۔ میں نے تمہیں اس گھر میں رکھا ہوا نہیں ہے، یہ گھر ہے تمہارا۔ یہاں تم رہتی ہو۔'' عثمان کی آواز اس بار بلند تھی۔

''میں اب کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوں، کیونکہ میں تو ابنارمل ہوں۔ تم مجھے سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جانے کی زحمت نہ کرو بلکہ سیدھے مینٹل ہاسپٹل شفٹ کر دو۔ گھر مجھے راس نہیں آتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمہاری بہن اور اس کا شوہر اتنی آسانی سے مجھے اپنی چھت سے محروم نہ کرتے۔''

''میری بہن کو درمیان میں مت لاؤ۔ اس آدمی کو کوسو جو آج بھی میرے اور تمہارے درمیان دیوار بن کر کھڑا ہے، زہر کی طرح اُترا ہوا ہے تمہارے اندر، ہر گھڑی، ہر دن میرا امتحان لیتا ہے، محصور کر چکا ہے وہ تمہیں اپنی ذات کی دیواروں میں اور میں اوّل درجے کا پاگل، دن رات ان دیواروں سے سر ٹکراتا ہوں۔'' شدید غصے میں بولتا وہ اُسے ساکت کر گیا تھا۔

''مجھے اس آدمی کا طعنہ مت دو۔ اگر تم نے دوبارہ مجھ پر ایسا وار کیا تو میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گی اس گھر سے نکلنے کے لیے۔'' وہ غرائی تھی۔

''کیا کہا تم نے؟'' ایک جھٹکے سے اس کا بازو تھام کر قریب کرتا وہ مشتعل ہوا تھا۔ ''اتنا آسان ہے تمہارے لیے اس گھر کو چھوڑنا؟ تمہارے لیے میں نے اپنے ماں باپ کی، اپنی بہن کی پروا نہیں کی اور آج تم ہی مجھے اور اس گھر کو چھوڑ جانے کی دھمکی دے رہی ہو؟'' اس کے بازو کو جھنجوڑتا وہ اُسے سر سے پیر تک ہلا گیا تھا۔

''کون کہتا ہے کہ تم نے میرے لیے اپنے ماں باپ کی پروا نہیں کی؟'' اس کی خون رنگ آنکھوں میں دیکھتی وہ زہر خند لہجے میں بولی تھی۔

''اگر میرے لیے تمہیں ان کی پروا نہیں ہوتی تو تم میرے ساتھ اس گھر میں نامحرم بن کر نہ رہ رہے ہوتے۔ ان کی لاتعلقی تمہیں مجھ سے کوئی تعلق قائم نہیں کرنے دیتی۔ ان کی ناراضگی تمہیں میرے قریب نہیں آنے دیتی۔ یہ اپنوں کا غم ہی تو ہے جو تم مجھے اس گھر میں بیوی کا درجہ نہیں دے سکے اور خود کو دھوکا دیتے ہو کہ مجھے وقت چاہیے۔ میں ابھی ذہنی انتشار کا شکار ہوں۔ ڈھول جھونکتے ہو اپنی ہی آنکھوں میں۔ اگر یہ سچ نہیں ہے تو پھر میں مان لیتی ہوں کہ تم سچے ہو۔ اس گھر میں جو کچھ غلط ہے سب میری وجہ سے ہے تو پھر میں کیوں رہوں اس گھر میں۔ اس گھر کی دیکھ بھال کے لیے تمہیں مجھ سے بہتر ملازمہ مل سکتی ہے۔ یہ گھر میرا نہیں ہے، یہ گھر اس کا ہو گا جو تمہارے ماں باپ کو تم سے جوڑ دے اور میں وہ نہیں ہوں۔'' بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ چیخی تھی۔ ساکت نظروں سے وہ اسے دیکھ رہا تھا جو بھاگتی ہوئی کمرے کی طرف جا کر دروازہ بند کر چکی تھی۔

❀------○------❀

تکیے میں چہرہ چھپائے وہ ضبط کے سارے بند توڑ گئی تھی۔ پتہ نہیں روتے روتے کتنا وقت گزر گیا تھا، جب کسی چیز کے گرنے کی آواز نے اُس کو دہلا دیا تھا۔ وہ اُٹھ بیٹھی تھی، اپنے چہرے سے آنسو صاف کرتے ہوئے۔ ایک بار پھر اُسے کچھ ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تھی۔ بیڈ سے اُتر کر وہ تیزی سے دروازے کی سمت بڑھی تھی۔ باہر عثمان نظر نہیں آیا تھا مگر کچن سے اُبھرتی آوازیں وہاں اس کی موجودگی کا پتہ دے رہی تھیں۔ چند لمحوں تک وہ خوفزدہ نظروں سے کچن میں آتے بھونچال کی آوازیں سنتی رہی تھی۔ اس کے بعد بمشکل اپنے پیروں کو گھسیٹتی کچن کی سمت بڑھ گئی تھی۔

سانس روکے وہ پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو ایک ایک چیز اُٹھا کر دیوار پر اور فرش پر مار رہا تھا۔ ہر طرف کانچ کے ٹوٹے برتن بکھرے تھے۔ بیلا کے پیر زمین میں جکڑ گئے تھے۔ عثمان شدید جنونی انداز میں اب کرسی اُٹھا کر کاؤنٹر پر مارتا اسے توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''بس کرو...... خدا کے لیے یہ مت کرو۔'' زار و قطار روتے ہوئے بیلا نے اُسے روکنا چاہا تھا۔

''یہ گھر تمہارا نہیں ہے۔ یہاں کی کسی چیز سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہیں کوئی حق نہیں ہے مجھے روکنے کا۔ میں اس گھر کو تباہ کر دوں گا اور تمہاری آنکھوں کے سامنے خود کو بھی۔'' شدید طیش میں دھاڑتے ہوئے اس نے کرسی فرش پر دے ماری تھی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے بیلا کے حلق سے چیخ بلند ہوئی تھی۔ بری طرح کانپتے ہوئے بیلا کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ دوسری جانب وہ ڈائننگ ٹیبل پلٹنے کے بعد جانے کہاں سے لوہے کی راڈ نکال چکا تھا۔ شدید دہشت میں مبتلا وہ گھٹی گھٹی چیخوں کے ساتھ بھاگتی ہوئی واپس کمرے میں آئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں سیل فون بھی اس شدت سے لرز رہا تھا کہ اسے سنبھالنا دشوار ہو رہا تھا۔ عارش کی آواز سنتے ہی اس کی سسکیاں بلند ہو گئی تھیں۔

''اسے کچھ ہو گیا ہے، وہ سب کچھ تباہ کرنے پر تُلا ہے۔'' عارش کی بات سنے بغیر وہ بس چیخ رہی تھی۔ اس کا وجود ہی نہیں اس کی آواز بھی زلزلوں کی زد میں تھی۔ تب ہی بند دروازے پر لگتی دھماکے دار ضرب نے اُسے ایسا دہلایا کہ سیل فون ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا تھا۔ کانوں پر ہاتھ رکھے وہ اپنی چیخیں روکتی دیوار سے جا لگی تھی۔ دروازے سے ٹکراتی بھاری ضربیں یقیناً اسے توڑنے والی تھیں۔ خوف کی شدت سے لرزتا اس کا وجود اپنے قدموں پر کھڑا نہیں رہ سکا تھا۔ گھٹنوں سے چہرہ اُٹھا کر اُس نے دروازے کی سمت دیکھا تھا جہاں یکدم خاموشی چھا گئی تھی۔ تب ہی وہ پھر لرز اُٹھی تھی۔ باہر سے چھناکے سے کچھ ٹوٹنے کی آواز آئی تھی۔ وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ اس گھر کی ایک ایک چیز سے اسے محبت تھی۔ ہر روز وہ ان چیزوں کو سجانے سنوارنے کے لیے مستعد رہتی تھی اور کتنی بے دردی سے ایک ایک چیز کے پرخچے اُڑائے جا رہے تھے۔ اپنی سسکیوں کو روکنے کی کوشش کرتی وہ بمشکل کھڑکی کی جانب بڑھنے کی جرأت کر سکی تھی کیونکہ وہ بے حد خوفزدہ تھی۔ باہر موجود شخص کا یہ سنگین ردِعمل اُس کی توقع کے خلاف تھا۔ گھر کا حشر بگاڑتا وہ کسی بھی طرح نارمل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ کمرے میں اس لیے بند ہو گئی تھی تا کہ اس طرح ہی عثمان کا طیش کچھ کم ہو جائے۔ مگر یہ چیز تو اور اُسے قابو سے باہر کر گئی تھی۔ یہ سچ بیلا کے لیے شدید اذیت کا باعث بن رہا تھا کہ اس وقت وہ اس شخص سے خوفزدہ ہے جو اس کی محبتوں کا مرکز ہے، جس کے ہاتھوں سے مرنے کے لیے وہ کبھی انکار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اسی شخص کو دیکھنے کی وہ جرأت بھی خود میں نہیں پا رہی تھی۔ اس کا اشتعال بیلا کو اس کی نظروں سے چھپے رہنے پر اور خوفزدہ ہونے پر مجبور کر رہا تھا۔

کھڑکی سے وہ دو قدم کے فاصلے پر تھی جب کھڑکی کا گلاس ایک چھناکے سے ٹوٹا تھا۔ حلق کے بل چیختی وہ بند دروازے سے جا ٹکرائی تھی۔ اگر کھڑکی کے پردے درمیان میں پھیلے نہ ہوتے تو یقیناً کانچ کی بوچھاڑ اس کے لرزتے کانپتے وجود پر آخری کیل ثابت ہوتی۔

وارڈ روب کے ساتھ دیوار میں سکڑی جاتی وہ دہشت زدہ نظروں سے کھڑکی کے اُڑتے شیشوں کی بارش دیکھ رہی تھی۔ اُسے لگ رہا تھا جیسے اس کی سانس کسی بھی پل ہمیشہ کے لیے رک جائے گی۔ منہ پر سختی سے ہاتھ رکھے وہ اپنی چیخیں روکتی کھڑکی کے راستے اسے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ رہی تھی۔ یہ عثمان نہیں تھا۔ وائلنس پھیلاتا یہ شخص اس کے لیے اجنبی تھا۔ عثمان کبھی اسے اس طرح ہراساں اور خوفزدہ نہیں کر سکتا تھا۔ اگر یہ عثمان تھا تو اس کا یہ روپ انتہائی اذیت ناک تھا۔ شعلہ بار نظروں سے وہ اُسے دیکھتا رہا تھا جو گھٹی گھٹی سسکیوں کے ساتھ گٹھڑی بنی دیوار میں سمائی جا رہی تھی۔ اُس کی برستی خوفزدہ آنکھیں اس لوہے کی سلاخ پر جمی تھیں جو اس وقت بھی عثمان کے ہاتھ میں دبی تھی۔ چہرے پر سنگلاخ چٹانوں جیسی کرختگی کے ساتھ وہ اس کے قریب نہیں آیا تھا بلکہ پلٹ کر ڈریسنگ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اگلے ہی پل اس کے پے در پے وار آئینے سے ٹکرانے لگے تھے اور وہ جو سانس روکے بالکل ساکت تھی، کال بیل کی گونج پر بجلی کی سی تیزی سے دروازے کا لاک کھولتی اندھا دُھند باہر بھاگی تھی۔

وہ دونوں ہی اُس کی حالت دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے جو ان دونوں کو اندر بلانے کے بجائے ان دونوں کے درمیان سے نکل بھاگنا چاہتی تھی۔ عارش نے سرعت سے اُسے روکا تھا۔

''میں واپس اندر نہیں جاؤں گی۔ میں مر جاؤں گی مگر......'' بری طرح کانپتی چیختی وہ اپنا ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی جبکہ خرمن تیزی سے عثمان کی تلاش میں اندر گئی تھی۔ ایک نگاہ اس نے کچن کے بگڑے حشر پر ڈالی تھی، مزید آگے بڑھتے ہوئے اس نے گھر کا جائزہ لیا تھا، جہاں کوئی چیز بھی سلامت نظر نہیں آ رہی تھی۔ ٹی وی، ٹرالی سمیت زمین بوس تھا۔ پی سی کے پرخچے بکھرے ہوئے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس گھر کو کسی نے اُٹھا کر پلٹ دیا ہو۔ بکھرے کانچ سے بچتے ہوئے اس نے بیل کے کمرے کی سمت قدم بڑھائے تھے مگر یکدم ہی اس کے قدم رکے تھے، چوپٹ کھلے دروازے سے باہر آتے شخص کو وہ ایک پل کے لیے تو پہچان ہی نہیں سکی تھی۔ اس کے بکھرے بال، دہکتے چہرے اور سرخ آنکھوں نے خرمن کو ساکت کر دیا تھا۔

''کیا ہے یہ سب؟ کیا حشر کر دیا ہے تم نے اپنے گھر کا؟...... تم حواسوں میں ہو؟'' اس کی جانب بڑھتے ہوئے عارش

حق دق تھا۔
''یہ گھر نہیں۔ نہ میرا نہ کسی اور کا۔ یہاں کی کوئی چیز نہ اہمیت رکھتی ہے نہ وقعت۔ اس لیے میں نے ہر چیز تہس نہس کر ڈالی۔'' بھنچے لہجے میں بولتے ہوئے اس کی سلگتی نظریں بیلا تک گئی تھیں جو کچن کی دہلیز کے پاس دیوار سے لگی اب تک سسک رہی تھی۔
''اسے بھی تہس نہس کر ڈالتے۔ سب کچھ تو تباہ کر ہی دیا ہے تم نے۔ اسے کیوں چھوڑا؟'' بیلا کی سمت اشارہ کرتے ہوئے عارش نے غصیلے لہجے میں کہا تھا اور پھر آگے بڑھ کر آہنی سلاخ اس کے ہاتھ سے چھین پھینکی تھی۔
''خرمن! گھر کو لاک کر کے بیلا کو ساتھ لے کر نیچے آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔'' ساکت کھڑی خرمن کو عارش نے ہدایت دی تھی اور پھر عثمان کے تنے ہوئے تاثرات کو دیکھا تھا۔
''چلو میرے ساتھ۔'' تحکم آمیز لہجے میں بولتے ہوئے عثمان کی مرضی جانے بغیر وہ اس کا بازو گرفت میں جکڑے گیٹ کی سمت بڑھتا چلا گیا تھا۔

❀------○------❀

بیڈ روم کے دروازے پر اُس نے ہلکی سی دستک دی تھی۔ چند لمحوں بعد اُسے خرمن کا چہرہ نظر آ گیا تھا۔ احتیاط سے دروازہ بند کرتی وہ تھکے تھکے قدموں کے ساتھ عارش کے پیچھے ہی کچن کی طرف گئی تھی۔
''مجھے پتہ ہے کہ اس وقت میری طرح تمہارا سر بھی درد سے پھٹ رہا ہوگا، اس لیے میں نے چائے بنائی ہے۔ اب پتہ نہیں کیسی بنی ہے۔'' لہجے کو ہلکا پھلکا رکھتے ہوئے ہی وہ اس سے مخاطب ہوا تھا اور اپنا مگ تھامے اس کے سامنے ہی ٹیبل کے گرد بیٹھ گیا تھا۔ خرمن کے ستے چہرے اور سوجی آنکھوں سے اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ بیل کے ساتھ مل کر خوب گریہ و زاری ہوئی ہے۔
''بیلا ٹھیک ہے؟'' عارش کے سوال پر اس نے اپنی بوجھل پلکیں اُٹھائی تھیں۔
''ہاں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی میں نے اُسے زبردستی سلایا ہے۔'' وہ تھکے تھکے لہجے میں بتا رہی تھی۔
''عثمان نے کچھ کہا تم سے؟'' خرمن کے سوال پر اس نے بس گہری سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔
''حد کر دی ہے اُس نے پاگل پن کی۔ کوئی اس طرح بھی اپنا نقصان کرتا ہے؟ اپنے ہی گھر کو اُجاڑتا ہے؟ بیلا کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے بھی، سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، اس بے چاری کو ذہنی مریض بنانے میں۔ تم نے دیکھا تھا کہ وہ کس طرح کانپ رہی تھی خوف سے۔ ابھی تک وہ اس خوف سے باہر نہیں نکلی ہے۔ برف کی طرح ٹھنڈی پڑ چکی ہے۔ غصے میں اگر کہیں وہ بیلا کو بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تو کیا کر لیتے میں اور تم؟'' وہ شدید اضطراب میں مبتلا ہوئی تھی۔
''ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟ بیلا کی باتوں نے اسے غصے میں ضرور مبتلا کیا تھا، مگر اس نے بیلا کو ہاتھ تک نہیں لگایا ہے۔ وہ خود کو نقصان پہنچا سکتا ہے مگر بیلا کو نہیں۔''
''جو نقصان اس کے دل و دماغ کو وہ پہنچا چکا ہے، اس کے بعد کس نقصان کی کسر باقی رہ جاتی ہے؟'' خرمن نے ناگواری سے اُس کی بات کاٹی تھی۔
''بیلا کو نہیں، اُسے سائیکاٹرسٹ کی ضرورت ہے۔ میں تو صاف کہہ دوں گی اُسے۔'' وہ مزید بولی تھی۔
''وہ دونوں اپنی اپنی فرسٹریشن ایک دوسرے پر نکال چکے ہیں۔ اب تم ان کے سامنے ایسی کوئی بات مت کرنا جو اسے پھر ہتھے سے اُکھاڑ دے۔ مجھے اس سے جو کہنا تھا، میں کہہ چکا ہوں اور اس کے ہوش بھی ٹھکانے لگ گئے ہیں۔ جو ہوا ہے اسے بس ختم کرو۔ بھول کر بھی اس بارے میں کوئی بات اب ان دونوں کے سامنے نہ ہی کرنا تو بہتر ہے۔ ان دونوں کو کسی سائیکاٹرسٹ سے زیادہ ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو سنبھال سکتے ہیں۔ ان کو بس یہ احساس

دلانے کی ضرورت ہے۔'' عارش کے سمجھانے والے انداز پر اس نے سر جھٹکا تھا۔
''جہنم میں غرق ہو ایسی محبت جو اچھے بھلے انسان کا بیڑہ غرق کر دیتی ہے۔ پتہ نہیں کیوں یہ محبت کے کیڑے انسان کے دماغ میں کلبلاتے ہیں۔'' اس کے ناگوار لہجے پر عارش نے چونک کر بغور اس کے سفید دوپٹے میں قید چہرے کو دیکھا تھا۔
''جس جذبے سے انسان بے بہرہ ہو، ناواقف ہو، اس جذبے کے خلاف اتنے وثوق سے کوئی بھی اسٹیٹمنٹ دینا اسے زیب نہیں دیتا۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔
''مجھے واقفیت حاصل بھی نہیں کرنی۔ کیونکہ میرے دماغ میں خلل نہیں ہے۔'' وہ بگڑ کر بولی تھی۔
''سن کر اچھا لگا۔'' عارش کے سپاٹ لہجے پر اس نے کھولتی نظروں سے اسے دیکھا تھا، مگر وہ اپنی چائے کی طرف متوجہ رہا تھا۔
''سنو! برہان بھائی سے کہو کہ آنٹی کی بات کروائیں عثمان سے، انکل سے چھپ کر ہی سہی۔ مگر وہ اتنا تو کر ہی سکتی ہیں۔ عثمان کو کچھ تو ڈھارس ملے گی۔'' روکھے لہجے میں وہ عارش سے مخاطب ہوئی تھی۔
''ہاں۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ صبح اُٹھ کر میں پہلا کام یہی کروں گا۔ مگر ماں کو اس بات کی خبر نہ ہو۔'' عارش نے تاکیدی لہجے میں کہا تھا۔ جواباً اثبات میں سر ہلاتی وہ مگ سے سپ لینے لگی تھی۔
''چائے کیسی لگی تمہیں؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔
''زہر۔'' وہ نخوت سے بولی تھی۔ مگر اگلے ہی پل اُس نے عارش کو چونکتے دیکھا تھا۔
''میرے سر پر کوئی چیز ہے...... فوراً ہٹاؤ۔'' عارش کے دہلا دینے والے انداز پر وہ ہڑبڑا کر اُٹھتی پورا دوپٹہ ہی کھینچ کر پرے پھینکتی عارش کی طرف آئی تھی جو اُس کی بدحواسی پر خود بھی کرسی سے اُٹھ گیا تھا۔
''کیا چیز تھی؟ آگے جا کر دیکھو۔'' عارش سے کہتی وہ فرش پر پڑے دوپٹے کو اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے اس میں سانپ پوشیدہ ہے۔
''اب کیا دیکھوں؟ مجھے جو دیکھنا تھا، میں دیکھ چکا ہوں۔'' مسکراتی نظروں سے عارش نے اُس کی پیشانی پر دمکتے حسین ہتھیار کو دل میں اُتارا تھا۔
''عارش!'' غصیلی نظروں سے اُسے دیکھتی وہ جھلائی تھی جو سرعت سے اس کے ادھ کھلے بالوں میں اٹکا کیچر نکال کر قبضے میں لیے کچن سے نکل گیا تھا۔

❀------○------❀

صبح وقفے وقفے سے ہوتی ہلکی بارش کا سلسلہ رُک چکا تھا۔ آسمان دُھل کر صاف ہوا تو ماحول خود بخود نکھر سا گیا تھا۔ وسیع رقبے پر محیط گرین ایریا میں چہل پہل معمول سے زیادہ تھی۔ خوبصورت شام کے رنگ سمیٹنے کے لیے سب ہی گھروں سے نکل آئے تھے۔ ٹریک پر دوڑتے، چلتے انسان کو دیکھتے ہوئے اس کا ذہن بالکل خالی تھا۔ اس کے دل و دماغ میں رات کو برپا ہونے والا ہیجان آہستہ آہستہ ختم ہو چکا تھا۔ بھرپور نیند اور کتھارسس نے اس وقت اس کو مکمل طور پر اس موسم کی طرح شانت اور ہلکا پھلکا کر دیا تھا۔ خرمن کی پکار پر وہ چونک کر اُس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
''بارش کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، لہٰذا چائے کے لیے تمہیں اندر آنا پڑے گا۔'' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خرمن نے اس کے بے حد سنجیدہ تاثرات کو دیکھا تھا جو باؤنڈری سے ہاتھ ہٹاتا اس کی جانب ہی آ رہا تھا۔
لاؤنج میں آتے ہوئے بس ایک نگاہ اس نے بیلا پر ڈالی تھی جو عارش کی طرف متوجہ اس کی کوئی بات سن رہی تھی۔ عثمان کو پتہ تھا کہ وہ اس کی شکل بھی نہیں دیکھے گی۔ خاموشی سے صوفے پر بیٹھتا وہ ٹی وی اسکرین کی طرف ہی متوجہ رہا تھا۔
''عثمان! دوپہر میں تم کھانا کھانے کے لیے بھی نیند سے نہیں جاگے تھے۔ کچھ نہیں تو یہ سینڈوچ ہی لے لو۔ تمہارے فیورٹ ہیں۔'' اسے صرف چائے پر اکتفا کرتے دیکھ کر خرمن نے اصرار کیا تھا۔

"نہیں، صرف چائے کافی ہے۔ اور کچھ نہیں۔" وہ انکار کر گیا تھا۔
خرمن! تمہیں ماں سے جو بات کرنی تھی، ابھی کر لو۔" عارش کے اچانک کہنے پر عثمان نے سوالیہ نظروں سے خرمن کو بھی دیکھا تھا۔
"عثمان! میں اور عارش اس بات پر متفق ہیں کہ تم دونوں اب دوبارہ اس فلیٹ میں نہیں جاؤ گے۔" خرمن نے قطعی لہجے میں بات شروع کی تھی۔
"یہاں گراؤنڈ فلور پر ایک اپارٹمنٹ خالی ہے۔ اور تم اسے افورڈ کر لو گے۔ یہاں شفٹ ہونے کی ایک اچھی وجہ یہ ہے کہ تم دونوں ہمارے قریب رہو گے۔ تمہارا زیادہ وقت باہر گزرتا ہے لہٰذا یہاں آنے کے بعد بیلا کو تنہا سارا وقت نہیں گزارنا پڑے گا۔ کیونکہ میں بیلا کے قریب رہوں گی۔ دوسری اچھی وجہ یہ ہے کہ یہاں بیلا اپنا ذاتی پارلر شروع کر سکتی ہے۔ اسے اپنے ہنر کو استعمال کرنا چاہیے۔ یہ مصروفیت اس کے لیے ضروری بھی ہے اور یہ تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔" بہت سنجیدہ سمجھانے والے انداز میں خرمن نے بات مکمل کی تھی جبکہ عثمان نے ایک اچٹتی نگاہ بیلا پر ڈالی تھی جو سر جھکائے خاموش بیٹھی سب سن رہی تھی۔
"پہلے اس سے پوچھ لو کہ اسے کسی گھر کی ضرورت ہے بھی یا نہیں؟" عثمان کے لہجے میں تلخی در آئی تھی۔
"جو گزر چکا ہے، اسے بار بار دہرانے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا سوائے اذیت کے۔ بہتر یہی ہے کہ جو غلط ہوا ہے اسے سدھارو۔" عارش نے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔
"بیلا کو میں واپس اس فلیٹ میں بھیجوں گا۔ تم کل ہی جا کر وہاں کے معاملات نمٹاؤ اور گراؤنڈ فلور میں شفٹ ہونے کی تیاری کرو۔ اس دوران تم صرف ریڈیو جاؤ گے۔ یہاں سیٹل ہونے کے بعد ہی انسٹی ٹیوٹ آنا۔" عارش کے فیصلہ کن لہجے پر وہ خاموش ہی رہا تھا۔ تب ہی خرمن چونک کر اٹھی تھی۔ سیل فون پر کال آ رہی تھی جو کہ بیڈ روم میں تھا۔ خوشگوار حیرت کے ساتھ اس نے برہان کی کال ریسیو کی تھی۔
"خرمن! یہ دونوں کہاں ہیں؟ مانی کال ریسیو کر رہا ہے نہ بیلا۔" چند رسمی کلمات کے بعد برہان نے پوچھا تھا۔ ایک پل کے لیے وہ گڑبڑا سی گئی تھی مگر پھر فوراً بات سنبھالی تھی۔
"وہ دونوں رات سے یہیں ہیں۔ بیلا تو سیل فون گھر بھول آئی ہے۔ عثمان کا مجھے نہیں پتہ۔ خیریت تو ہے سب؟"
"سب خیریت ہی ہے۔ تم جلدی سے مانی سے بات کرواؤ۔ امی اس سے بات کرنا چاہتی ہیں۔" برہان کا مکمل جملہ سنے بغیر وہ خوشی سے چیختی دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی مگر اس کے باہر نکلنے سے پہلے ہی برق رفتاری سے عثمان اندر آتا شدید بے تابی سے سیل فون اس سے لے چکا تھا۔ عارش کے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوتی بیلا نے دنگ نظروں سے اسے دیکھا تھا جو سیل فون پر بات کر رہا تھا مگر اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے کبھی عثمان کی آنکھوں سے آنسو بہتے نہیں دیکھے تھے مگر آج دیکھ رہی تھی۔ اس کے آنسوؤں کی دُھند خود اُس کی اپنی آنکھوں میں بھی پھیل چکی تھی۔ دُھندلائی آنکھوں سے اُس نے خرمن کو دیکھا تھا جو مسکراتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا رہی تھی جبکہ اردگرد سے غافل عثمان کو دیکھتے ہوئے عارش نے سُکھ کی سانس لی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اپنی ماں سے بات کر کے، ان کی رضا اور سپورٹ حاصل کر کے عثمان کا حوصلہ بڑھے گا۔ یہ ایک اہم پیش رفت تھی ان بگڑتے حالات کو سنبھالنے میں۔

❀-----○-----❀

"فیسٹیول پورے وِیک چلے گا۔ آج ہی وہاں جانا ضروری ہے؟ بارش تیز ہوتی جا رہی ہے، راستے مزید خراب ہو جائیں گے۔ ابھی بھی وقت ہے، سوچ لو۔ میں تمہیں گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔" عارش نے ایک بار پھر اُسے سمجھانے کی کوشش کی تھی جو مان کر نہیں دے رہی تھی۔

''میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ وہاں میری فرینڈز میرا انتظار کر رہی ہیں۔ بارش ہو رہی ہے تو بھی کیا ہوا۔ میں اسے انجوائے کروں گی۔ ویسے بھی دوپہر سے شام تک تمہارے انسٹی ٹیوٹ میں رہ کر دماغ خشک ہو چکا ہے میرا۔ صرف ایک گھنٹے کی تو بات ہے۔ بھائی آ جائیں گے مجھے پک کرنے۔''

''تم نے تہیہ کر لیا ہے کہ ڈھٹائی نہیں چھوڑو گی۔'' عارش نے ناراضگی سے اسے دیکھا تھا۔

''ہاں بالکل۔ مجھے جلدی پہنچا دو۔ پہلے ہی دیر ہو چکی ہے۔'' عجلت میں بولتے ہوئے اس نے رسٹ واچ دیکھی تھی۔ سڑک کے دوسری جانب ٹریفک بالکل ہی جام لگ رہا تھا۔ یوٹرن لے کر ہال کے سامنے پہنچنے تک بہت وقت لگ جاتا جبکہ عارش کو واپس انسٹی ٹیوٹ جانا تھا۔ وہ تو ویسے ہی بہانہ ڈھونڈ رہا تھا اُسے گھر تک پہنچانے کا۔

''عارش! میں یہیں اُتر جاتی ہوں۔ مجھے بس سڑک ہی تو کراس کرنی ہے۔'' عارش کی کوئی بات سنے بغیر وہ عجلت میں بیگ کندھے پر اور دوپٹہ سر پر ڈالتی فرنٹ سیٹ سے اُتر گئی تھی۔ ہال کا مین گیٹ بالکل سامنے تھا۔ لہٰذا عارش اس کے وہاں تک پہنچ جانے کا اطمینان کر کے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ بارش سے بچتی وہ گاڑیوں کے درمیان سے گزرتی اب ہال کی سیڑھیاں طے کر رہی تھی۔ اس کی طرف سے نظر ہٹاتے ہٹاتے عارش چونک کر دوبارہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوا تھا جو ہال کے گیٹ سے باہر نکلا تھا اور مکمل طور پر منیزہ کی طرف متوجہ تھا جو اس کے سامنے رُک گئی تھی۔ درمیان میں فاصلہ تھا مگر بارش ایسی دھواں دھار نہیں تھی کہ عارش اس شخص کو پہچان نہیں پاتا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے باتوں میں مگن ہال کے اندر جا رہے تھے۔ دور سے ہی اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ ان دونوں کے درمیان اجنبیت نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ شخص منیزہ کے انتظار میں یا اس کے استقبال کے لیے ہی وہاں موجود تھا۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے عارش ورطۂ حیرت میں ہی تھا۔ یہ ٹھیک تھا کہ انسٹیٹیوٹ میں منیزہ اور ہارون کا آمنا سامنا ہوا تھا۔ مگر اس نے خاص طور پر منیزہ کا تعارف ہارون اور ایک سے نہیں کروایا تھا۔ کیونکہ نہ اس کی ضرورت تھی نہ عارش کو یہ مناسب لگتا۔ خرمن سے زیادہ وہ منیزہ کے لیے کنزرویٹیو ہو جایا کرتا تھا۔ یونیورسٹی میں منیزہ کا ڈیپارٹمنٹ الگ تھا مگر اس کے گروپ کے تمام لڑکے، لڑکیوں سے وہ واقف تھا۔ اپنے گروپ کے علاوہ اگر وہ کسی لڑکے سے محوِ گفتگو نظر آ جاتی تو عارش کو اس کی وجوہات بتانی پڑتی تھیں۔ ان سوال جواب کو لے کر ہی منیزہ اور اس کے درمیان کئی بار چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہو چکی تھیں۔ ان جھڑپوں کو مزید نمک مرچ لگانے کے لیے عثمان بھی موجود رہتا تھا۔ تنگ آ کر وہ بے چاری اپنے گروپ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ اگر ایسا نہ کرتی تو یقیناً عارش اس کی شکایتیں لے کر اس کے باپ اور بھائی تک پہنچ جاتا۔ لہٰذا یونیورسٹی کا دور اس نے بہت محتاط ہو کر عارش اور عثمان کے زیرِ سایہ گزارا تھا۔ اگر آج اس نے اپنی فرینڈز کا بہانہ بنا کر عارش سے جھوٹ بولا تھا تو اس لیے کہ اسے یقین تھا کہ سچ کو وہ ناپسند کر کے اس پر ناراض ہو گا۔ ڈرائیو کے دوران وہ اسی بارے میں سوچ رہا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ ہارون کی موجودگی وہاں ایک اتفاق ہو مگر اپنی آنکھوں سے سب دیکھنے کے بعد اسے یہ بات بھی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ بہرحال اسے کچھ معیوب نہیں لگا تھا کہ منیزہ خود مختار ہے، مجبور ہے۔ مگر ہارون اور منیزہ نے اُسے حیرت میں ضرور ڈال دیا تھا۔ فی الحال وہ سوچ رہا تھا کہ خاموش رہ کر منیزہ کے بولنے کا انتظار کرے گا۔ اُسے یقین تھا کہ منیزہ اپنے دل کی بات سب سے پہلے اسے ہی بتائے گی۔

❀------O------❀

''میں انسٹیٹیوٹ میں بارش کے تھمنے کا انتظار کرتی رہی تھی، اسی وجہ سے کچھ دیر ہو گئی۔'' بارش کی بوندیں چہرے سے ہٹاتی وہ بولی تھی۔

''آپ کو کچھ دیر ہوئی مگر میں کافی دیر سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر مجھے لگا کہ آپ بارش کی وجہ سے نہیں آئیں گی۔ اس لیے میں بھی واپس جانے کے ارادے سے گیٹ تک گیا مگر آپ بروقت آ گئیں۔'' سنجیدہ نظروں سے وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جو بارش میں دُھل کر مزید نکھر گیا تھا۔ رائل بلیو کلر کے کچھ بھیگے لبادے سے اُٹھتی مسحور کُن بھینی مہک

ہارون کو اپنی سانسوں میں رچتی بستی محسوس ہوئی تھی۔

''آپ نے یہ کون سی کتاب لی ہے؟'' شانوں پر دوپٹہ درست کرتے ہوئے منیزہ نے اس کے ہاتھ میں موجود کتاب کو دیکھا تھا۔

''یہ کتاب میں نے آپ کے لیے لی ہے۔ آپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔'' ہارون کے پُریقین لہجے پر اس نے کچھ حیرت سے اسے دیکھا تھا اور کتاب لے لی تھی۔ ایک نظر اس نے شاعری کے بھاری بھرکم دیوان کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''میں نے کہا تھا نا، آپ بہت خوش ہوں گی۔'' مسکراتی نظروں سے ہارون نے اس کے چہرے پر بجی شرمندگی اور ہنسی کی سرخی کو دیکھا تھا۔

''میں اس قیمتی تحفے کے قابل نہیں ہوں۔ خدا کے لیے اسے واپس لے لیجئے۔'' منیزہ نے دیوان واپس اُسے دینا چاہا تھا۔

''آپ ہی تو اس کے قابل ہیں۔'' ہارون کے فوراً ہی کہنے پر وہ مزید ہنسی تھی۔

''آیئے! اب جس کام کے لیے یہاں موجود ہیں، اسے شروع کرتے ہیں۔'' ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے اس نے ہارون سے کہا تھا جو اثبات میں سر ہلاتا اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ گیا تھا۔ بہت سنجیدگی سے کتابوں پر تبادلہ خیال کرتے وہ دونوں کتابیں لینے میں ایک دوسرے سے مشورے بھی لیتے رہے تھے۔ وقت اتنی تیزی سے گزرا کہ پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ منیزہ نے سوچا تھا کہ جس دن ہارون نے اسے کتاب دی ہے تو اسے بھی لازمی ایک کتاب دینی چاہئے۔ ایک اسٹال پر ہارون کو مصروف چھوڑ کر وہ دوسرے اسٹال کی سمت بڑھ گئی تھی۔ وہاں اُسے ہارون کے لیے ایک کتاب پسند آ گئی تھی۔

''زندگی گزارنے کے رہنما اصول۔'' کتاب کے سرورق پر چمکتے حروف کو دیکھتا وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔

''یہ میری طرف سے آپ کے لیے ہے۔'' منیزہ نے کہا تھا۔

''آپ کا بہت شکریہ۔ مجھے اس کتاب کی اشد ضرورت تھی۔ مگر میرے فادر میرے پاس یہ نایاب کتاب دیکھ کر شاکڈ رہ جائیں گے۔'' ہارون کے سنجیدہ لہجے مگر مسکراتی نظروں پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

''وہ بھی مطالعے کا شوق رکھتے ہیں؟'' منیزہ نے پوچھا تھا۔

''بہت زیادہ۔ ان کے پاس کتابوں کا زبردست کلیکشن ہے۔ میں نے زیادہ تر کتابیں ان کے ذوق کو مدِنظر رکھ کر لی ہیں۔ وہ بہت خوش ہوں گے یہ کتابیں دیکھ کر۔ ویسے آپ کی مدد سے ہی میں اتنی اچھی کتابیں لے سکا ہوں۔''

''میں نے نہیں، آپ نے میری زیادہ مدد کی ہے اس سلسلے میں۔ آج ہم یہاں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے ہی تو آئے تھے۔'' منیزہ کے کہنے پر ہارون نے اسے دیکھا تھا۔

''شاید آپ یہ کہہ سکتی ہیں۔''

''شاید کیوں، یقیناً آپ اور میں ایک ہی مقصد کو لے کر یہاں آئے تھے۔'' منیزہ کے حیران لہجے پر وہ اس کے چہرے سے نظر ہٹاتا دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ ہارون کے سنجیدہ تاثرات پر وہ اُلجھتی، اُس کے سیل فون پر کال آ گئی تھی۔

''مجھے اب جانا ہوگا۔ آپ کے ساتھ یہاں اچھا وقت گزرا۔ اور کتابیں بھی اچھی مل گئیں۔''

''ان رسمی جملوں کی ضرورت تو نہیں تھی۔'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتا وہ اُسے شرمندہ کر گیا تھا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ آپ نے جو کتاب مجھے دی ہے، اس میں آپ کا آٹوگراف موجود ہو۔ سو پلیز!'' ہارون نے کتاب کے ساتھ فوراً ہی پین بھی اس کی سمت بڑھایا تھا جبکہ اُس کے اس مطالبے پر حیران ہوتی وہ کچھ بول بھی نہیں سکی تھی۔

''Wish you all the best in the world.''

''میں نے کبھی آٹوگراف نہیں دیا۔ بس یہ ایک کوشش ہے۔'' اپنے سائن کرتے ہوئے وہ جھینپے انداز میں بولی تھی اور

کتاب ہارون کے حوالے کر دی تھی۔
''تھینکس۔ آپ کی وِش میرے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔'' ہارون نے اُس کے جھینپے تاثرات کو بغور دیکھا تھا۔
''مجھ سے آٹوگراف نہیں لینا چاہیں گی؟''
''نہیں۔ میں آٹوگراف نہیں لیتی۔'' منیزہ کے غیر متوقع جواب نے اُسے دنگ کیا تھا۔
''مجھے دیر ہو رہی ہے، بھائی انتظار کر رہے ہوں گے۔ خدا حافظ!'' عجلت میں کہتی وہ رُکی نہیں تھی۔ ہارون اسے دیکھتا ہی رہ گیا تھا جو لوگوں کے درمیان سے گزرتی، نگاہوں سے اوجھل ہوتی جا رہی تھی۔ آج دوسری ملاقات کے اختتام تک بھی اس نے ہارون سے اس کا نام تک نہیں پوچھا تھا۔ اگر وہ آٹوگراف اس سے نہ لیتا تو خود بھی اس کے نام سے انجان رہتا۔ ہارون کو وہ بہت الگ سی لگی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اب آگے دوبارہ کب وہ اس سے ملے گا۔ مگر اسے یقین تھا کہ آئندہ بھی وہ اسے کسی بند کتاب کی طرح ہی ملے گی۔ اس کے باوجود وہ پھر اس سے ملنا چاہتا تھا۔

❀-----○-----❀

عروسہ سے ان کو کوئی بات کرنی تھی، ان کی تلاش میں وہ کچن تک آئے تھے مگر فاران کی آواز سن کر چونکتے وہ باہر ہی رُک گئے تھے۔

''آپو! مان ماموں نے وہ فلیٹ چھوڑ دیا ہے، یہ بہت اچھا ہوا۔ خرمن آپی کے قریب رہ کر آپو کی تنہائی دُور ہو جائے گی۔''

''مجھے یہ سب مت بتاؤ۔ کون سی زبان سمجھتے ہو تم؟ میرے منع کرنے کے باوجود فاروق کی تنبیہ کے باوجود تم اپنی من مانی کر رہے ہو۔'' عروسہ کی غصیلی آواز سنائی دی تھی۔
''میں ان دونوں کے بارے میں اسی لیے آپ کو باخبر رکھتا ہوں کہ مجھے پتہ ہے آپ ان دونوں کے بارے میں ہی سوچتی رہتی ہیں۔ آپ کچھ کہتی نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کو ان دونوں کی فکر نہیں ہے۔''
''خاموش ہو جاؤ تم۔ فاروق کو اگر معلوم ہو گیا کہ ان کے منع کرنے کے باوجود تم ان دونوں سے مل رہے ہو تو جانتے ہو کیا ہو گا؟ انہوں نے اپنی بات پر عمل کر کے تمہیں بھی گھر سے نکال دیا تو میں کیسے زندہ رہوں گی؟ میں اب مزید کچھ برداشت نہیں کر سکتی۔'' عروسہ کا لہجہ کمزور اور آواز لرزتی ہوئی تھی۔
''آپ میری جدائی برداشت نہیں کر سکتیں مگر اپنے بھائی سے ہر تعلق توڑنا کتنی آسانی سے منظور کر لیا تھا۔ آپ نے اور پاپا نے مجھے اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ بھائی، بہن اور اولاد میں کیا فرق ہوتا ہے۔'' فاران کا لہجہ تلخ تھا۔
''دن رات اپنی ماں کو زندہ لاش بنا دیکھتے ہو۔ اپنے باپ کو ساری دنیا سے کٹا دیکھتے ہو، پھر بھی کچو کے لگانے سے باز نہیں آتے۔'' عروسہ رو پڑی تھیں۔
''فاروق نے جو کیا ٹھیک کیا۔ ان کی عزت اور وقار کی سلامتی کے لیے مجھے ساری دنیا سے بھی منہ موڑنا پڑا تو میں ایسا ہی کروں گی۔''

''مجھے معلوم ہے آپ اپنے شوہر کی کتنی فرمانبردار ہیں۔ وہ اگر رات کو دن کہیں گے تو بھی آپ ان کے خلاف نہیں بولیں گی۔ میں پاپا کے خلاف نہیں ہوں نہ ہی ان کو غلط کہہ رہا ہوں۔ مگر آپ دونوں بھی اس بات کو سمجھیں کہ میں آپو اور ماموں سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ آپ فکر نہ کریں، پاپا کسی صورت مجھے خود سے الگ نہیں کر سکتے۔ آپو کی طرح وہ مجھے بھی اس گھر سے بے دخل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپو ان کی بہن تھیں جن سے ہمیشہ وہ لاتعلق رہے۔ مگر میں ان کی اولاد ہوں اور وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔'' فاران کے یہ آخری جملے فاروق کے لیے نیزوں سے کم نہیں تھے۔ سناٹے میں گھرے وہ واپس پلٹ آئے تھے کہ مزید کچھ سننے کی تاب نہ تھی۔ بیٹے کے یہ جملے ان کے دل پر گھونسوں کی طرح لگے تھے۔

❀-----○-----❀

درد سے پھٹتے سر کو اس نے تکیے پر پٹخا تھا مگر کسی طرح بھی سر کے پچھلے حصے میں ہوتے دھماکے کم نہیں ہوئے تھے۔ نیند سے آنکھیں جل رہی تھیں مگر درد کی شدت اسے سونے بھی نہیں دے رہی تھی۔ بے تحاشا بھاری ہوتے سر کو سنبھالتا بالآخر وہ اُٹھ بیٹھا تھا۔ وال کلاک میں اس نے وقت دیکھا، دو بج چکے تھے مگر خرمن کی واپسی کے کوئی آثار نہیں تھے۔

آج صبح سے ہی اس کا سر اور طبیعت بوجھل ہو رہی تھی۔ عثان کو انسٹیٹیوٹ سے فری کرنے کے بعد اب اسے روز آفس سے سیدھا انسٹیٹیوٹ جانا پڑتا تھا۔ رات دس بجے گھر واپس آتے ہوئے اسے معلوم تھا کہ خرمن کو آج ریڈیو جانا ہے۔ اس کے شو کی ٹائمنگ دس سے بارہ بجے تک تھی۔ راستے میں ہی اسے خرمن نے کال کر کے خوب غصے کا اظہار کیا تھا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ہی اس کا شو آج لیٹ ہو جانا تھا۔ اس کے غصے کو برداشت عارش کو کرنا ہی تھا لہٰذا مین گیٹ سے ہی خرمن کو لے کر وہ ریڈیو اسٹیشن روانہ ہو گیا۔ سارا راستہ وہ اس پر گرم ہوتی، مشتعل ہوتی رہی تھی۔ عارش بمشکل ہی ضبط کرتے ہوئے خاموش رہا تھا، ورنہ وہ اُسے بتانا چاہتا تھا کہ اگر اس کی مصروفیات سے واقف ہونے کے باوجود وہ اُسے غیر ذمے دار کہہ رہی ہے تو خود وہ کتنی اچھی طرح اپنی ذمے داریوں کو پورا کر رہی ہے؟ اسے تو بس یہ یاد تھا کہ بیلا اور عثان کی مدد کرنی ہے، شفٹنگ کے سلسلے میں۔ گزرے دنوں میں وہ صبح سے رات تک بیلا کی طرح ہی مصروف تھی۔ اسے اپنے گھر کا ہوش تھا نہ عارش کی پروا۔ آج صبح بھی عارش کے کچھ نہ کہنے کے باوجود وہ اس کی طبیعت کی ناسازی کو محسوس کر چکی تھی مگر اس نے تو شاید قسم کھا رکھی تھی کہ کسی صورت عارش کو کال نہیں کرنی ہے۔ اس کی طبیعت کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے بھی نہیں۔ حالانکہ اسی بات کو لے کر ان کے درمیان جھڑپ ہوئے بہت زیادہ دن نہیں گزرے تھے۔

اسے ریڈیو اسٹیشن ڈراپ کرنے کے بعد واپس آتے ہوئے اس نے سوچا تھا کہ بیلا سے چائے بنوا کر سر درد کی ٹیبلٹ لے گا مگر پھر اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا تھا۔ کیونکہ اس وقت عثان ریڈیو پر ہی تھا۔ اب ایسے میں اس کے گھر جانا اُسے معیوب لگا تھا۔ گھر پہنچ کر وہ لاؤنج میں ہی بے سدھ ہو کر صوفے پر ہی دراز رہا تھا، سو بھی نہیں سکتا تھا کہ دو گھنٹے بعد خرمن کو لینے واپس ریڈیو جانا ہے۔ حالانکہ اب ڈرائیو کرنے کی اس میں سکت نہیں تھی۔ بیلا نے کال کر کے اس سے کھانے کا پوچھا تھا، مگر اس نے سلیقے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کی جھجک کو جانے کیسے محسوس کر کے بیلا نے کہا تھا کہ وہ اس کے لیے کھانا اوپر ہی لے آتی ہے۔ عارش کو اسے یقین دلانا پڑا تھا کہ وہ واقعی بھوک محسوس نہیں کر رہا۔ اسے شدید غصہ آیا تھا یہ جان کر کہ وہ بیلا کو یہ ہدایت دے کر گئی ہے۔ اس کے کھانے پینے کا خیال رکھنے کی ذمے داری بیلا کی نہیں تھی۔ اگر بیلا اور عثان قریب آ گئے تھے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا، خرمن کی توجہ بھی تقسیم ہونا وہ برداشت کر لے گا۔

اپنی بگڑتی طبیعت کے باوجود وہ ٹھیک بارہ بجے خرمن کو پک کرنے پہنچ گیا تھا۔ آج وہ خرمن کا شو نہیں سن سکا تھا، مگر اسے یقین تھا کہ یہ شو بھی بہت زبردست گیا ہوگا۔ گھر کی طرف واپس آتے ہوئے تمام راستہ خاموشی سے کٹا تھا۔ خرمن کا موڈ اس کا چہرہ دیکھتے ہی دوبارہ خراب ہو گیا تھا۔ اس کے تیوروں سے اندازہ ہو چکا تھا، وہ خاموش تھی۔ یہی بہتر تھا کیونکہ اس وقت وہ اس کی آواز سننا بھی نہیں چاہتا تھا۔

پارکنگ سے نکلتے ہی وہ سیدھی بیلا کے گھر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اسے اب عثان کی واپسی کے بعد ہی واپس آنا تھا۔ لہٰذا عارش خاموشی سے لفٹ کی جانب بڑھ گیا تھا۔ مگر اس کا دماغ غصے میں کھول رہا تھا۔ خرمن کو یہ تک پوچھنے کی زحمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ کھانا کھا چکا ہے یا نہیں؟ کبھی کبھی عارش کو لگتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر ایسا رویّہ اختیار کرتی ہے تاکہ عارش اس سے بدظن ہو، اس سے جھگڑا کرے یا اس کے خلاف ہو جائے۔ اگر واقعی وہ ایسا چاہتی تھی تو عارش کے لیے یہ غیر متوقع بات نہ ہوتی، مگر احمقانہ ضرور ہوتی۔ کچن میں وہ ٹیبل کے گرد موجود پانی کے گھونٹ لے رہا تھا، جب اسے گیٹ کھلنے کی آواز سنائی دی تھی۔ خرمن کے علاوہ کون ہو سکتا تھا؟ اس کے پاس گھر کی چابی موجود تھی۔ بس ایک نگاہ عارش نے اسے دیکھا تھا جو تیز قدموں کے ساتھ اس کے سامنے آ رکی تھی۔

''امی سے تم نے میرے بارے میں کیا کیا بکواس کی ہے؟'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ تیز لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

''میں نے ان سے کوئی بکواس نہیں کی ہے۔''

''تم نے کی ہے۔'' وہ درمیان میں چیخی تھی۔

''تم نے ان کو بتایا کہ میں کتنی غیر ذمے دار ہوں، تمہارا خیال نہیں رکھتی، تم بسترِ مرگ پر پڑے ہو اور میں پروا تک نہیں کرتی۔''

''خرمن! اپنی آواز ہلکی رکھو، پہلے ہی میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔ تم جانتی ہو کہ میں تمہارے خلاف مامی یا ماموں جان سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مامی میری آواز سے میری طبیعت کو محسوس کر گئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ تم بیلا کی طرف ہو۔'' خرمن کی آواز اس کے سر پر ہتھوڑے کی طرح برسی تھی جو وہ غصہ ضبط نہیں کر سکا تھا۔

''مجھے صفائیاں مت دو، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم کتنے معصوم ہو۔ نہ تم کچھ کہتے ہو نہ کرتے ہو، بس آگ بھڑکا کر اپنے ہاتھ سینکتے ہو۔ معصومیت کے پردوں میں رہ کر تم پہلے میرے گھر پر، پھر میرے ماں باپ پر مسلط ہو گئے، مگر اس کے بعد بھی سکون نہ ملا تو مجھ پر تسلط جما کر اب تم مجھے میرے ہی ماں باپ کی نظروں میں ذلیل کر رہے ہو۔ میں نے تم سے کب کہا تھا کہ مجھے اپنے گلے کا طوق بنا ڈالو؟ میری طرف سے تم ابھی جا کر ڈھونڈ لو کوئی ایسی جو تمہارے معیار پر کھری اُترے۔ جو صبح شام تمہاری دلداریاں کرتی رہے، تمہارے قدموں میں بیٹھی رہے۔ مگر مجھ سے غلامی کی توقع رکھنے سے پہلے آئینہ دیکھو۔ وہ تمہیں بتائے گا کہ خرمن کو تمہاری نہیں، تمہیں خرمن کی ضرورت تھی۔'' حلق کے بل اس کے پرخچے اُڑاتی وہ زہرخند نظروں سے اسے دیکھتی کچن سے نکل گئی تھی۔ دوسری جانب عارش کو اپنی رگوں میں خون کی جگہ آگ گردش کرتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا ضبط حدوں سے گزرنے لگا تھا۔ اس نے چاہا تھا کہ پانی پی کر غصے پر قابو پائے مگر اسے خود پتہ نہیں تھا کہ اس نے کب گلاس فرش پر دے مارا اور کب جارحانہ قدموں کے ساتھ کچن سے نکل آیا تھا۔

جائے نماز بچھاتے وہ رُک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتا اندر آیا تھا۔ اس کے دہکتے چہرے اور سرخ انگارہ آنکھوں سے بے نیاز ہوتی وہ جانماز پر آ گئی تھی۔

''تمہیں لگتا ہے تمہاری نماز قبول ہو گی؟'' عارش کا لہجہ مشتعل تھا۔

''آواز بند کرو اپنی۔'' خرمن کا لہجہ کرخت تھا۔

''میں اپنی آواز بند نہیں کروں گا۔ میں بھی تمہارا غلام نہیں ہوں کہ تمہاری اجازت لے کر بھونکوں گا۔'' عارش کی آواز بلند تھی جبکہ خرمن ایک گہری سانس لیتی اسے بالکل نظرانداز کیے نماز کی نیت باندھ چکی تھی۔

''جس کی صبح شام عبادت کرتی ہو، اس کے فرمان تک تمہیں یاد نہیں۔ مشین کی طرح سجدے ٹھونکنے سے فرصت مل جائے تو دیکھنا، تمہاری اپنی زبان تمہاری عبادتیں کھا رہی ہے۔'' بھڑکتے لہجے میں وہ اس سے مخاطب تھا جو اب رکوع میں جا رہی تھی۔ اپنی جلتی نظریں اُس کے پُرسکون چہرے سے ہٹاتا وہ پلٹ کر کمرے سے نکلتا دھماکے دار آواز کے ساتھ دروازہ بند کرتا گیا تھا۔

رات کے گہرے سکوت میں وال کلاک کی ٹک ٹک بھی اس کے سر میں بھاری ضرب کی طرح لگ رہی تھی۔ فلور کشن کے درمیان سر کو دباتا وہ حقیقتاً اب درد سے تڑپ رہا تھا۔ جس کے پاس اس درد کا مداوا تھا، وہ تو سنگدلی کی انتہاؤں پر پہنچ کر اسے بے قیمت کر چکی تھی۔ لاؤنج کی نیم تاریکی میں اب درد کی اذیت سے اس کی مدھم کراہیں پھیلنے لگی تھیں۔ یہ ناقابل برداشت تکلیف اس کی آنکھوں میں گرم سیال اُتارنے لگی تھی۔ دفعتہً اُسے اپنے شانے پر ایک ہاتھ کا لمس محسوس ہوا تھا۔ یہ وہم نہیں تھا، اس کا یقین ہونے پر بھی اس نے کشن سر سے نہیں ہٹایا تھا بلکہ اس کا ہاتھ اپنے شانے سے جھٹک کر الگ کر دیا تھا۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد خرمن نے دوبارہ اس کے شانے کو تھاما تھا اور اس کی کمزور مزاحمت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے نہ صرف اُس کا رُخ ٹھیک کیا تھا بلکہ کشن اس کے چہرے سے الگ کر کے اس کے سر کے نیچے رکھ دیا تھا۔ اس نے چاہا

تھا کہ اس کے ہاتھ کو پھر جھٹک دے، اسے خود سے دور کر دے۔ مگر چاہتے ہوئے بھی وہ ایسا نہیں کر سکا تھا۔ ٹھیک ہی تو کہا تھا اس نے، وہ تو ہر لمحہ، ہر پل اس کی ضرورت دل میں رکھتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اس کی ضرورت کے سامنے انا کے جھنڈے کو سر بلند نہ رکھ سکا تھا۔ بند آنکھوں کے ساتھ وہ اپنی جلتی پیشانی پر گداز لمس کو محسوس کر رہا تھا۔ بالوں میں سرسراتی ریشمی انگلیاں کسی مقناطیس کی طرح اس شدت کے درد کو کھینچتی جا رہی تھیں، اس کے ملبوس کی بھینی بھینی خوشبو سے وہ اپنے دل و دماغ کو معطر ہوتا محسوس کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ درد کی جگہ ایک عجیب سے خمار نے لینا شروع کر دی تھی۔ کنپٹیوں کی پھڑکتی رگیں پُرسکون ہونے لگی تھیں۔ آخری احساس بس یہ تھا کہ وہ ہوا کے دوش پر دھیرے دھیرے کسی اونچائی سے نیچے کی جانب سفر کر رہا ہے۔ گہری نیند کا سفر۔

نیند سے بوجھل پلکوں کو بمشکل کھولے وہ دھیرے دھیرے اس کا سر دبا رہی تھی تا کہ اس کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اس کے گھٹنوں پر سر رکھے وہ کافی دیر سے اردگرد سے غافل تھا۔ اس کی گہری نیند کا یقین ہونے کے بعد خرمن نے اس کا سر اپنی گود سے ہٹانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ اس دوران اگر عارش کی نیند ٹوٹ جاتی تو اس کا مطلب یہ تھا کہ مزید ایک گھنٹہ جاگ کر اُس کا سر دبانا پڑتا۔ فاطمہ نے اُس کی عادتیں بگاڑ رکھی تھیں۔ وہ سر کا ہلکا سا درد کیا، ہلکا سا بخار بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ جب تک سر درد ٹھیک نہیں ہوتا تھا، فاطمہ کو اس کے سرہانے بیٹھے رہ کر سر دبانا پڑتا تھا۔ وہ خود بھی ان کو ہٹنے نہیں دیتا تھا، بلکہ ان کا دامن پکڑے رکھتا تھا کہ کہیں وہ غنودگی میں چلا جائے اور فاطمہ اس کے سر سے ہاتھ ہٹا کر کسی دوسرے کام میں مصروف نہ ہو جائیں۔ اس وقت بھی اس نے عادت کے مطابق زمن کا دامن نیند میں بھی مٹھی میں جکڑ رکھا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے فلور کشن کو کچھ قریب کیا اور احتیاط سے پیروں کو ذرا سیدھا کرتے ہوئے کشن پر سر رکھ دیا تھا۔ عارش مستقل اس کے گھٹنوں پر چہرہ ٹکائے گہری نیند میں تھا۔ بڑھتی خنکی سے کسی حد تک بچنے کے لیے اس نے دوپٹہ اچھی طرح خود پر پھیلا لیا تھا۔ حالانکہ اس پوزیشن میں سونا مشکل تھا۔ مگر اس وقت نیند کے غلبے نے اسے ہر چیز سے غافل کر دیا تھا۔

❀------O------❀

گہری نیند سے اچانک ہی اس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ چند لمحوں تک وہ غنودگی میں پلکیں جھپکتا رہا تھا گر نیند ٹوٹنے کی وجہ نہیں جان سکا تھا۔ پُرکیف سا خمار آنکھوں میں اُترا ہوا تھا۔ سر اور وجود بہت ہلکا پھلکا اور پُرسکون محسوس ہو رہا تھا۔ پلکیں دوبارہ آپس میں جڑنے لگی تھیں۔ تب ہی اس کے سر کے نیچے کچھ حرکت ہوئی تھی۔ بمشکل آنکھیں کھول کر اس نے ذرا سا سر اُٹھایا تھا اور اگلے ہی پل چونک گیا تھا۔ گھٹنوں پر سے اس کے سر کا وزن ہٹتے ہی وہ اپنے پیر پر پیر رکھتی گہری نیند میں ہی تھی۔ اپنے اردگرد نظر دوڑاتے ہوئے اسے یاد آ گیا تھا کہ وہ لاؤنج میں ہی کارپٹ پر دراز ہو گیا تھا اور یہ کہ وہ درد کی کس اذیت میں مبتلا تھا۔ مگر اس وقت کسی درد اور اذیت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اسے یاد آیا تھا کہ وہ خرمن کی گود میں سر رکھے ہی سویا تھا۔ اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے وہ چند لمحوں تک اس کے خوابیدہ چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔ مدھم سنہری سنہری سی روشنی میں اس کی بند پلکوں کے سائے عارضوں پر پھیلے تھے۔ اس کے معصوم اور پاکیزہ نقوش کو پلک جھپکے بغیر دیکھتے ہوئے اس پل عارش کے دل میں اس کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ آنکھوں میں چاہتوں کے سمندر لیے وہ اس کے قریب ہوا تھا اور دھیرے سے اس کی گردن پر دمکتے دودھیا نشان کو چھوا تھا، جو اسے سحر میں جکڑتا اپنی سمت کھینچ رہا تھا۔ کوئی برقی لہر سی تھی اس لمس میں کہ وہ ہلکی سی جھرجھری لے کر نیند سے بیدار ہو گئی تھی۔ نیم وا آنکھوں سے وہ اس کی چاہت سے لبریز نگاہوں میں دیکھتی رہی تھی جو اس کی پیشانی پر بکھری لٹیں پوروں سے سمیٹ رہا تھا۔

''تم کبھی اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ تمہاری بیزاری، تمہارا اشتعال میرے دل میں بسی تمہاری محبت کو مزید بڑھاتا ہے۔ تم کبھی میرے دل سے اس محبت کو کم نہیں کر سکتیں۔ مجھے ہر بار قتل کر کے بھی نہیں۔'' اس کی مدھم سرگوشیوں نے خرمن کی سانسیں روک کی تھیں۔

''یہ جانتے ہوئے بھی کیوں آزماتی ہو مجھے؟...... کیوں زندگی تنگ کرتی ہو مجھ پر؟ زندہ رہنے کے لیے مجھے تمہاری ضرورت ہے، اس کی سزا کب تک دو گی مجھے؟'' اس کے مدھم گمبھیر لہجے میں ایک عجیب سا درد پنہاں تھا۔ اگلے ہی پل وہ تھکے تھکے انداز میں اپنی پیشانی دھیرے سے اس کے خاموش نرم ہونٹوں سے لگا چکا تھا۔ اس کی پیشانی اپنے لبوں پر محسوس کرتے ہوئے خرمن کو پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ کب اس کا ہاتھ دھیرے سے عارش کے مضبوط شانے سے گزرتا اس کی گردن میں حمائل ہو گیا تھا۔

⊛-----O-----⊛

دروازہ کھولتی وہ ایک نگاہ بھی اس پر ڈالے بغیر واپس پلٹ آئی تھی۔ دروازہ بند کرتا وہ بوجھل قدموں کے ساتھ لاؤنج کی طرف بڑھتے ہوئے متلاشی نگاہوں سے اسے ڈھونڈتا رہا تھا، جو پتہ نہیں کس کونے میں جا چھپی تھی۔ صوفے پر تھکے تھکے انداز میں بیٹھتے ہوئے اس نے ایک طائرانہ نظر لاؤنج میں دوڑائی تھی اور پھر صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ گھر مکمل طور پر سیٹ ہو گیا تھا۔ ندامت تھی یا کچھ اور کہ یہ کام اس نے بہت مستعدی سے کیا تھا۔ یہ گھر بڑا تھا، ہر لحاظ سے اس دو کمروں کے فلیٹ سے بہتر تھا۔ ایک نارمل سے علاقے کو چھوڑ کر پوش علاقے کے اس خوبصورت اپارٹمنٹ میں منتقل ہونا اس کے لیے باعث مسرت ہو سکتا تھا، اگر اسے بیلا کے چہرے پر خوشی کی ہلکی سی رمق بھی دکھائی دیتی۔ وہ خوش نہیں تھی۔ یہ سچ اس کے ایک ایک انداز سے جھلک رہا تھا۔ مارے باندھے وہ گھر کے لیے چیزوں کی خریداری کرنے خرمن کے ساتھ جاتی رہی تھی۔ گھر میں کون سی چیز کہاں رکھنی ہے، خرمن اس سے مشورہ لیتی تو وہ سب کچھ اس پر ہی چھوڑتی رہی تھی۔ اسے کوئی غرض نہیں تھی کہ گھر کو کس طرح سجانا سنوارنا ہے۔ خرمن کے بار بار سمجھانے کا بھی اس پر خاص اثر نہیں ہو رہا تھا۔ عثمان کی نظروں سے اس کی یہ لاتعلقی اور کھنچا کھنچا انداز چھپا نہیں تھا۔ اور اس چیز کے لیے وہ خود کو ہی موردِ الزام ٹھہراتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بیلا کو اس دو کمروں کے مختصر سے فلیٹ سے کتنی محبت اور لگاؤ تھا، کتنی چاہت اور لگن سے اس نے اپنے پہلے گھر کو سنوارا تھا اور کتنی بے دردی سے اس گھر کی ہر چیز کو اس کے سامنے تہس نہس کر چکا تھا۔ اب اگر وہ اس کے لیے محل بھی تعمیر کروا لیتا تو بھی بیلا کے لیے اس محل کی کوئی اہمیت نہ ہوتی جو اہمیت اور اُنسیت اپنے پہلے گھر کے لیے اُس کے دل میں تھی۔ اپنی جارحانہ حرکت کے بعد ایک پل کے لیے اس کے دل میں خیال آیا تھا کہ کہیں فاروق کے خدشات درست تو نہیں تھے؟ کیا واقعی اس کی گرم مزاجی بیلا کے لیے نقصان کا باعث بن سکتی ہے؟ مگر وہ فوراً اس خیال کو جھٹک گیا تھا۔ اسی وقت وہ دل سے تہیہ کر گیا تھا کہ وہ فاروق کی پیشین گوئی کو درست ثابت نہیں ہونے دے گا۔ جو غلط اس سے سرزد ہوا، وہ اس پر نادم تھا مگر آگے سب کچھ ٹھیک رکھنے کا عہد نبھا سکتا تھا اور اسے خود سے بڑھ کر اپنی محبت اور جذبوں پر بھروسہ تھا۔ کچھ چونک کر آنکھیں کھولتا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو کچن کی طرف جا رہی تھی۔ وہ عثمان سے کلام کرنا ختم کر چکی تھی۔ یہاں تک کہ اسے دیکھنے سے بھی احتراز کرتی تھی۔ مگر اس کی چیزوں کا اور اس کے کھانے کا پورا پورا خیال رکھتی تھی مگر اس نے عثمان کے ساتھ کھانا کھانے کی روش کو یہاں آکر ختم کر دیا تھا۔ پتہ نہیں وہ اپنے اور اس کے درمیان سے اور کیا کچھ ختم کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ گہری سانس لیتا وہ کچن کی سمت بڑھ گیا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے، کھانا مت نکالو میرے لیے۔'' وہ اس سے مخاطب ہوا تھا جو فریج کھولتے ہوئے بس ایک پل کو رُکی تھی اور پھر خاموشی سے وہ فریج کے پاس سے ہٹتی ٹیبل تک آ گئی تھی۔ بغور عثمان اسے دیکھتا رہا تھا جو نظر اٹھائے بغیر ٹیبل سے پلیٹیں اٹھا کر واپس ان کی جگہ پر رکھ رہی تھی۔ اس کی جانب بڑھنے سے آج وہ خود کو روک نہیں سکا تھا۔ براہِ راست بات کبھی تو کرنی تھی، تو پھر آج ہی کیوں نہیں۔ وہ کترا کر نکل جانا چاہتی تھی مگر عثمان اس کے راستے میں آ گیا تھا۔

''مجھے کچھ کہنے کا ایک موقع بھی نہیں دو گی تم؟'' عثمان نے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا تھا مگر وہ اسی طرح نظر جھکائے سرعت سے پیچھے ہوئی تھی۔

''تم اتنی نفرت کرنے لگی ہو مجھ سے کہ میری طرف دیکھنا بھی تمہیں گناہ لگتا ہے؟'' دزدیدہ نظروں سے وہ اس کی پیشانی پر پڑتے ناگواری کے بل دیکھ رہا تھا۔

''مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی ہے۔ ہٹو میرے سامنے سے۔'' نظر جھکائے ہی وہ لرزتے لہجے میں بولی تھی۔

''تم کب تک مجھے معاف نہیں کرو گی، بتاؤ مجھے؟'' شدید اضطراب میں وہ اسے شانوں سے تھام گیا تھا۔

''میں تمہاری آواز بھی نہیں سننا چاہتی۔'' ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ الگ کرتی وہ چیخی تھی اور اگلے ہی پل اسے ساکت چھوڑتی تیزی سے کچن سے نکلی تو کمرے میں پہنچ کر ہی سانس لی تھی۔ اپنے آنسوؤں کو روکتی وہ بے دم سی بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی تھی۔

''اپنے ہاتھوں سے سب کچھ کرنے کے بعد بھی یہ شخص معافی کا طلب گار ہے۔'' اس کا دل اذیت سے چیخا تھا۔ تب ہی کھلتے دروازے نے اسے چونکا دیا تھا۔ چند لمحوں تک وہ دروازے پر رکا اس کی بھیگی سرخ آنکھوں کو دیکھتا رہا تھا اور اگلے پل بیلا دنگ رہ گئی تھی۔ جب وہ دروازہ بند کرتا اسے لاک بھی کر رہا تھا، سن بیٹھی وہ اسے دیکھتی رہ گئی جو دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''تمہیں مجھ سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دروازہ لاک میں نے اس لیے کیا ہے کہ اگر نیند میں چہل قدمی کرنے کا تمہارا موڈ ہو تو اس دوران تم کمرے تک ہی محدود رہو۔ ورنہ باہر کسی چیز سے ٹکرا کر خود کو زخمی بھی کر سکتی ہو۔'' اس کے فق چہرے کو دیکھتا وہ بولا تھا۔ ''اور اگر میں اس کمرے میں موجود ہوں تو اس لیے کہ مجھے یہاں موجود ہونے کا حق ہے۔ اور میں اسی حق کو استعمال کر رہا ہوں۔'' سنجیدہ نظروں سے اُسے دیکھتا وہ وارڈروب کی سمت بڑھ گیا تھا۔

''اگر تم نے اس کمرے سے نکلنے کی کوشش کی تو بس اتنا یاد رکھنا کہ میں اس گھر سے نکل جاؤں گا۔'' شاید اس کے چہرے سے ہی وہ اس کے ارادے بھانپ گیا تھا، لہٰذا واش روم کی سمت جاتے جاتے اُس کو تاکید کرنا نہیں بھولا تھا۔ دوسری جانب حق دق بیٹھی وہ واش روم کے بند دروازے کو دیکھتی رہ گئی تھی، اس کے لیے یقین کرنا مشکل تھا۔ عثمان نے پہلے کبھی اتنے استحقاق کا مظاہرہ جو نہیں کیا تھا۔ واش روم سے باہر آتے ہوئے عثمان نے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو اسی طرح سر جھکائے ساکت بیٹھی تھی۔ اُس کی وِسلنگ کو سنتے ہوئے بیلا نے چور نگاہوں سے ڈریسنگ کی جانب دیکھا تھا۔ بلیک ٹراؤزر اور نائٹ شرٹ میں ملبوس وہ اپنے گیلے بالوں کو انگلیوں میں سنوار رہا تھا۔ اور پھر وِسلنگ روک کر ڈریسنگ سے پرفیوم اُٹھا لیا تھا۔

''لیڈیز پرفیوم مجھے بچپن سے ہی بہت اٹریکٹ کرتے ہیں۔'' پرفیوم کا اسپرے خود پر کرتا وہ جانے کس سے مخاطب تھا۔ لائٹ آف کرنے سے پہلے اس نے نائٹ بلب آن کیا تھا اور پھر بیڈ کی سمت آیا تھا۔ جھکے سر کے ساتھ بیلا کا دل دھڑکنا بھول چکا تھا۔ مگر اسے بالکل نظر انداز کیے عثمان نے اس کے اس رکھا تکیہ اُٹھا لیا تھا۔ بیلا بمشکل سانس لے سکی تھی۔ تکیہ کارپٹ پر رکھتا وہ سونے کے لیے دراز ہو چکا تھا۔

''گڈ نائٹ!'' یکدم وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو سرعت سے نظریں چراتی بیڈ کے دوسرے کنارے پر جا کر کمبل سر تک تان گئی تھی۔ دھڑکنیں کسی طور قابو میں نہیں آ رہی تھیں۔ اپنی دھڑکنوں کو سنتے ہوئے جانے کب نیند اس پر غالب آ گئی تھی۔

❀------○------❀

آج وِیک اینڈ نائٹ شو تھا۔ عثمان پروگرام وقت پر شروع کرنے کے لیے اس کے انتظار میں تھا اور وہ مطمئن تھی کہ وقت سے پہلے ہی وہ ریڈیو اسٹیشن پہنچ چکی ہے۔ تیزی سے سیڑھیاں وہ طے کرتی سیکنڈ فلور پر پہنچی تھی جب اس نے اوپر آتے ہارون کو دیکھا تھا۔ رُکے بغیر سنجیدگی سے سلام کرتا وہ سیڑھیاں اُترتا چلا گیا۔

''آپ رُکیں گے ذرا؟'' خرمن کی پکار پر وہ رُک کر متوجہ ہوا تھا۔ اور اسے سیڑھیاں اُترتے دیکھ کر خود ہی اوپر اس کے مقابل آ گیا تھا۔

''خیریت سے ہیں آپ؟'' اپنی حیرانی چھپائے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

''جی......اور آپ کیسے ہیں؟'' کچھ جھجکتے ہوئے وہ اُسے مزید حیران کر گئی تھی۔
''الحمدللہ! آیئے میں آپ کو اوپر تک چھوڑ دیتا ہوں۔''
''نہیں، میں نے اس لیے آپ کو نہیں روکا تھا۔'' وہ فوراً شرمندہ ہوتی بولی تھی۔
''سوری! سیکنڈ اور تھرڈ فلور تک اس وقت سناٹا ہوتا ہے۔ لفٹ بھی خراب ہے۔ اس لیے مجھے ایسا لگا تھا، آپ کو کچھ کہنا تھا مجھ سے؟'' بولتے ہوئے وہ آج پھر بغور اس کے سرخ رنگ کے اسکارف میں قید چہرے کو دیکھنے سے خود کو روک نہیں سکا تھا۔
''وہ دراصل میں آپ سے معذرت کرنا چاہ رہی تھی۔ میں نے بہت غلط طریقے سے آپ سے بات کی۔''
''کسی معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں وہ سب بھول چکا ہوں۔'' ہارون نے درمیان میں ہی اسے روکا تھا۔
''لیکن میں پھر بھی آپ سے شرمندہ ہوں۔ میں نے پہلی بار کسی مخلوط ادارے کو جوائن کیا ہے۔ زیادہ محتاط رہنے کی فکر میں، میں آپ کے ساتھ بدتہذیبی کا مظاہرہ کر گئی تھی۔
''آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا لہٰذا شرمندہ مت ہوں۔ میرے دل میں پہلے سے زیادہ آپ کے لیے عزت بڑھ چکی ہے۔ محتاط رہنا اچھی بات ہے۔ آپ نے کچھ غلط نہیں کیا۔'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ ہارون نے اسے تسلی دی تھی۔ جبکہ اس کی یہ انکساری خرمن کو اپنے سابقہ رویوں پر مزید شرمندہ کر گئی تھی۔
''مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا، اگر آپ کو جلدی نہ ہو تو۔'' ہارون کے کہنے پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔
''میرا چھوٹا بھائی، آپ کا اور عثمان کا فین ہے۔ آپ دونوں کا وِیک اینڈ شو وہ لازمی سنتا ہے۔ آج اس کا برتھ ڈے ہے اور اس نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں آپ سے کہوں کہ آج کے شو میں آپ اسے برتھ ڈے وِش کریں۔ میں عثمان کو بھی اس کا یہ پیغام دے چکا ہوں۔''
''میں ضرور وِش کروں گی۔ نام کیا ہے ان کا؟'' خرمن نے مسکرا کر کہا تھا۔
''اس کا نام ایبک ہے۔ ویسے میں آپ کو بتاؤں کہ میری مدر بھی آپ کو بے حد پسند کرتی ہیں۔ ریڈیو وہ صرف میری وجہ سے ہی سنتی تھیں مگر اب وہ آپ کا کوئی بھی پروگرام مس نہیں کرتی ہیں۔''
''واقعی؟...... پھر تو آپ کو مجھ سے جیلس ہونا چاہیے۔'' وہ بے ساختہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔
''ہرگز نہیں، مگر مجھے ہونا تو چاہیے۔'' وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔ ''عثمان کو آپ کا انتظار ہوگا۔ مجھے اب جانا چاہیے۔'' ہارون نے کہا تھا اور پھر فوراً ہی خدا حافظ کہتا سیڑھیاں اُترتا چلا گیا تھا۔ جبکہ خرمن کا نظریہ اُس کے بارے میں بالکل بدل گیا تھا کہ وہ ایک اچھا ریڈیو پریزینٹر ہی نہیں ایک اچھا انسان بھی ہے۔ اس سے بات کرتے ہوئے خرمن کو محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ صدیوں سے اسے جانتی ہے۔

❀------O------❀

جلا ہوا دل ہے میرا، بجھا ہوا ہے
دھواں دھواں بن کے رہنا میری سزا ہے
سنگر کی دلکش آواز یکدم مدھم پڑتی ایک انگلش نمبر کے تیز میوزک میں غائب ہوگئی تھی۔ بیک گراؤنڈ میوزک میں اس کی کھنکھناتی ہنسی بھی شامل ہوگئی تھی۔
''خرمن! خدا کے لیے بیک گراؤنڈ چینج کر دو۔'' عثمان کی آواز میں جھنجلاہٹ تھی۔
''ایسا بالکل نہیں ہوگا۔ وِیک اینڈ کا فارمیٹ ہے۔ خوشی، انجوائے منٹ۔ میسجز میں سب پوچھ رہے ہیں کہ آپ کے موڈ کو کیا ہوا ہے؟ خواتین بہت زیادہ پریشان ہیں۔'' بیک گراؤنڈ میوزک کی بلند ہوتی آواز کے ساتھ ایک بار پھر اُس کی کھلکھلاہٹیں بکھری تھیں۔
''کچھ ٹیکنیکل پرابلم کی وجہ سے کالز کا سلسلہ رک گیا تھا۔ مگر اب ہمارے انجینئر صاحب یہ پرابلم دور کر چکے ہیں۔'' دھیمے

ہوتے بیک گراؤنڈ کے ساتھ عثمان کی آواز اُبھری تھی۔
''پھر جلدی سے کال شامل کرتے ہیں اور سنتے ہیں آج کے ٹاپک کے بارے میں اپنے لسنرز کی رائے۔'' خرمن نے کہا تھا۔
''مجھے یقین ہے کہ اس کال میں بھی آپ سے یہی سوال کیا جائے گا کہ آپ کا بولنے کا انداز ہارون سے ملتا جلتا کیوں ہے؟'' عثمان کا لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔
''اگر آج بھی یہ سلسلہ چلتا رہا تو میں یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤں گی کہ ہارون مجھ سے کچھ زیادہ ہی امپریس ہیں، اور وہ مجھے کاپی کرتے ہیں۔'' وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔
''میں دعا کر رہا ہوں کہ ہارون اس وقت تمہارا یہ اسٹیٹ منٹ سن رہے ہوں۔'' عثمان نے کہا تھا۔
''مجھے نہیں لگتا کہ یہ پروگرام سننے کا اسٹیمنا ان میں بچتا ہوگا۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔
''ظاہر ہے، اپنے پروگرام میں شادی کے پرپوزلز لیتے لیتے وہ تھک بہت جاتے ہیں۔'' عثمان نے کہا تھا۔
''اب تو میں دعا کر رہی ہوں کہ ہارون پروگرام سن رہے ہوں۔'' خرمن ہنسی تھی۔
''کون ہے ہمارے ساتھ لائن پر؟''
''میری کال مل گئی ہے، مجھے یقین نہیں آ رہا، میں کب سے ٹرائی کر رہا تھا۔ خرمن! مجھے لازمی آپ سے بات کرنی تھی۔''
''خرمن! اس کی لائن کاٹو۔'' عثمان نے فوراً کہا تھا۔
''نہیں نہیں عثمان بھائی! مجھے آپ سے بھی بات کرنی ہے۔'' لڑکا گڑبڑا اُٹھا تھا۔
''اپنا نام بتاؤ بیٹا!'' خرمن ہنسی روکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔
''میں چھوٹا سا نہیں ہوں۔ آپ مجھے بیٹا مت کہیں۔'' وہ لڑکا ہول کر بولا تھا۔
''تم چھوٹے نہیں ہو، مگر ان کا رتبہ بہت بڑا ہے، یہ میرے جیسے انسان کی روحانی استاد ہیں۔ اب تم خود ان کی عمر کا اندازہ لگا لو۔''
''عثمان! یہ کچھ زیادہ ہو رہا ہے۔'' خرمن کے خشمگیں لہجے پر وہ ڈھٹائی سے ہنسا تھا۔
''میری لائن کٹ جائے گی۔ آپ دونوں میری طرف بھی دھیان دے لیں۔'' کالر نے انہیں یاد دلایا تھا۔
''جلدی سے اپنا نام بتاؤ ورنہ تمہاری لائن کاٹ دوں گا۔'' عثمان نے پھر کالر کو ہولایا تھا۔
''میں وہی ہوں جسے آپ نے اپنے شو کے اسٹارٹ میں برتھ ڈے وِش کی تھی۔''
''خدانخواستہ تم ایک تو نہیں ہو؟'' عثمان نے پوچھا تھا۔
''جی ہاں، میں ایک ہی ہوں اور میں نے پہلی بار آپ کے ل کی ہے۔ میں آپ دونوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ آن ایئر آپ نے مجھے وِش کر کے مجھے اور بھی خوش کر دیا ہے۔''
''ایک! سانس لے لو اور ٹرین سے اُتر کر بات کرو۔'' اس کی اسپیڈ پر خرمن ہنسی تھی۔
''خرمن! میں آپ کی اتنی پیاری ہنسی کا بھی فین ہوں۔ کیا میں آپ سے ملنے ریڈیو اسٹیشن آ سکتا ہوں؟ عثمان بھائی سے تو میری ملاقات ہو چکی ہے، یہ تو بہت زیادہ ہینڈسم ہیں۔ ان کو تو ویسے بھی سب میگزینز میں دیکھ چکے ہیں۔ مگر میری خواہش ہے کہ میں آپ سے ملوں۔''
''ایک! ہماری بھی سن لو بھائی!'' عثمان نے پھر اُسے روکا تھا۔ ''خرمن تم سے ضرور ملیں گی، مگر اس کے لیے ابھی تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔''
''میں کچھ بھی کرنے کے لیے تیار ہوں۔''
''عثمان! آپ اس کا جذبہ محسوس کر رہے ہیں؟'' خرمن نے کہا تھا۔

''ابھی سارے جذبے سامنے آجائیں گے۔ ایبک! تمہیں بس یہ کرنا ہے کہ ابھی خرمن کو پانچ بار خرمن باجی کہہ کر پکارو۔''
''یہ تو بہت چھوٹا کام ہے۔ کوئی بڑا کام بتائیں۔'' ایبک کے برجستہ کہنے پر خرمن بے ساختہ ہنسی تھی۔
''بڑا کام کرنے کے لیے پہلے تمہیں بڑا ہونا پڑے گا۔ کتنے سال کے ہوگئے ہو؟'' عثمان نے پوچھا تھا۔
''آج 12 بجے کے بعد پورے 19 سال کا ہو جاؤں گا۔''
''19 سالوں میں کتنی گرل فرینڈز بدلی ہیں تم نے؟'' خرمن نے پوچھا تھا۔
''میری ماما یہ شو سن ہی ہیں۔'' ایبک کو فکر ہوئی تھی۔
''یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔'' خرمن ہنسی تھی۔
''ایبک! تمہیں یہاں آکر خرمن سے ملنا ہے تو بس ایک آسان سوال کا جواب دے دو۔ اور وہ یہ ہے کہ ہارون شادی کب کر رہے ہیں؟'' عثمان نے کافی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔
''یہ تو ان کو ہی پتہ ہوگا۔''
''تمہیں بھی تو پتہ رکھنا چاہئے۔ بڑے بھائی کی کوئی ذمے داری تم پر بھی تو عائد ہوتی ہے۔'' خرمن نے جیسے سمجھایا تھا۔
''آپ ان سے بات کرلیں، وہ آپ کو سن رہے ہیں۔'' ایبک کی اطلاع نے اسے دنگ کر دیا تھا۔
''ہارون! آپ نے سنا، خرمن آپ کے بارے میں کیا کہہ رہی ہیں؟'' عثمان نے فوراً دامن بچانے کی کوشش کی تھی۔
''میں خرمن کو بھی سن رہا ہوں اور تمہیں بھی۔ تم دونوں میرا اپنی برتھ ڈے کیوں کر رہے ہو؟'' ہارون کے کہنے پر وہ دونوں ہی ہنسے تھے۔
''یقین کریں، میں میسجز دیکھ رہی ہوں اور سب ہی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ شادی کب کر رہے ہیں؟ خرمن نے بتایا تھا۔
''میرا خیال ہے کہ میرا بینڈ بجائے بغیر بھی آپ دونوں کا پروگرام زبردست جا رہا ہے۔'' ہارون کے جواب پر وہ پھر کھلکھلائی تھی۔
''ہارون! میں نے سنا ہے کہ آپ اپنے پروگرام میں خرمن کو کاپی کرتے ہیں؟'' عثمان کے سوال پر وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔
''اگر تمہاری طرح میری روحانی استاد بھی خرمن ہوتیں تو میں بغیر سوچے سمجھے یہ الزام قبول کر لیتا۔ میرا خیال ہے کہ کال طویل ہو رہی ہے۔ دوسرے کالرز انتظار کر رہے ہوں گے۔'' ہارون نے یاد دلایا تھا۔
''ہارون! بہت شکریہ کہ آپ ہمارا شو سن رہے ہیں۔ آپ جیسے سینئرز کی حوصلہ افزائی ہمارے لیے باعثِ فخر ہے۔'' خرمن نے سنجیدگی سے کہا تھا۔
''میں اپنے لسنرز کو یہ بتا دوں کہ میں اور خرمن اگر ان ہاٹ سیٹ پر موجود مائیک کو استعمال کرنے کے قابل ہوئے ہیں تو صرف ہارون کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے۔'' عثمان نے کہا تھا۔
''بہت زیادہ کسرِ نفسی سے کام مت لو۔ تم دونوں جہاں ہو، وہاں تک اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ہو۔ دو منٹ ایبک کو دو۔ وہ کچھ بات کرنا چاہ رہا ہے۔'' ہارون نے کہا تھا۔
''عثمان بھائی! پروگرام کے اینڈ میں دوبارہ میرا نام لے کر وِش کرنا ہے آپ دونوں نے۔ اور میرے فرینڈ نے آپ کے چوکیدار کو میری برتھ ڈے کا کیک دے دیا ہے۔''
''صرف کیک پر ٹرخا رہے ہو؟'' عثمان نے گھرکا تھا۔
''اور بھی بہت کچھ ہے۔ کیک ضرور کھائیے گا۔''
''ایبک! تمہارا بہت بہت شکریہ۔ مگر اتنی زحمت کیوں کی تم نے؟'' خرمن نے کہا تھا۔
''کیونکہ آپ دونوں نے مجھے وِش کیا ہے۔''

''ایک! ہارون کی برتھ ڈے کب آ رہی ہے؟'' عثمان کے سوال پر خرمن بے ساختہ ہنسی تھی۔

❀------○------❀
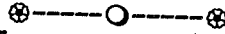
''مجھے زیادہ دیر تو نہیں ہوئی؟'' فرنٹ سیٹ پر بیٹھتی وہ اس سے پوچھ رہی تھی جو بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔
''پہلے ہی میری وجہ سے تم ڈسٹرب ہو گئے ہو اور اب تو ہفتے میں تین دن مجھے شو کرنے ہوں گے۔'' کچھ شرمندہ لہجے میں وہ بولی تھی۔
''میں تمہاری وجہ سے کب ڈسٹرب نہیں ہوتا؟'' مسکراتی نظر اس نے خرمن پر ڈالی تھی۔
''کسی بات کے لیے پریشان مت ہو۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ تمہارے لسنرز تمہیں زیادہ سے زیادہ سننا چاہتے ہیں۔'' عارش کے نرم لہجے پر وہ خاموش رہی تھی۔ پیچھے بھاگتے مناظر سے نظر ہٹا کر وہ عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
''کیا ہوا؟......کوئی مسئلہ......کوئی پریشانی ہے؟'' خرمن کے سوال پر وہ حیران ہوا تھا۔
''نہیں۔ مگر تمہیں ایسا کیوں لگا؟''
''تمہارے چہرے سے لگ رہا ہے۔ خاموش بھی ہو کچھ۔'' خرمن کی جانچتی نظروں پر وہ اس سے نظر نہیں ملا سکا تھا کہ واقعی وہ اُلجھن میں تھا، اسے سلجھانے کی کوشش میں بھی لگا ہوا تھا مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔ لیکن وہ حیران ضرور تھا کہ خرمن نے کب سے اس کے چہرے کو پڑھنا شروع کر دیا اور یہ کہ وہ کب سے اس کی خاموشی کی پروا کرنے لگی ہے۔ اتنی اہمیت تو اسے کبھی خرمن سے نہیں ملی تھی۔
''شاید تمہیں وہم ہوا ہے۔ ورنہ ایسا تو کچھ نہیں ہے۔'' عارش نے اسے ٹالا تھا۔
''کچھ کھانے کا دل چاہ رہا ہے تو ابھی بتا دو۔ ویسے بھی تم نے رات کا کھانا نہیں کھایا اور میں تمہارے ساتھ کھانا کھانے کا ارادہ رکھتا تھا۔''
''گھر میں کھانا تیار رکھا ہے۔ اس کے علاوہ کیا کھاؤں؟ رہنے دو۔'' وہ بولی تھی۔
''میں جانتا ہوں کہ تم خود کفیل ہو چکی ہو، مگر کبھی کبھی تو مجھ سے کوئی فرمائش پوری کروایا کرو۔'' وہ کچھ ناراضگی سے بولا تھا۔
''تم کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑتے۔ لہٰذا فرمائش کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔'' خرمن نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔
''لیکن اگر تمہیں میرے بنائے گئے کھانے میں ذائقہ محسوس نہیں ہو گا تو احتیاطاً تم اپنے لیے کچھ کھانے کے لیے خرید سکتے ہو۔''
''روز روز کھانا باہر سے لانے کے بجائے میں اسے کیوں نہ ہمیشہ کے لیے لے آؤں، جس کے بنائے گئے کھانے میں ذائقہ ہو؟'' ایک مسکراتی نظر عارش نے اس پر ڈالی تھی۔
''میری طرف سے تم آج ہی لے آؤ۔ مجھے کیا فرق پڑے گا؟ مرد ایسے کام کرتے ہی رہتے ہیں۔ اور تم پر تو مجھے پہلے ہی بھروسہ نہیں ہے۔ میری طرف سے سو بار ایسے کام کرو تم۔ حیرت نہیں ہو گی مجھے۔'' اس کے تلخ لہجے پر عارش کے تاثرات بدلے تھے۔
''ظاہر ہے، جو محبت کے قابل نہیں، وہ تمہارے لیے بھروسے کے قابل کیسے ہو سکتا ہے؟'' عارش کا لہجہ طنزیہ ہوا تھا۔
''تم محبت کے راگ جہنم میں نہیں بھیج سکتے؟'' خرمن نے کوفت سے اسے دیکھا تھا۔
''کہو تو میں چلا جاؤں؟''
''پہلی فرصت میں۔'' باہر سائن بورڈ پر نظر ڈالتی وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔
''تم مذاق میں کی گئی بات کو بھی اتنی منفی نظر سے کیوں دیکھتی ہو؟'' وہ زِچ ہو کر بولا تھا۔
''میں وہی دیکھتی ہوں جو سچ ہوتا ہے اور وہ کسی سے برداشت نہیں ہوتا۔'' وہ سرد لہجے میں بولی تھی۔
''تم وہی دیکھتی ہو جو تمہاری نظریں دیکھنا چاہتی ہیں۔ ورنہ وہ سچ بھی تمہیں دکھائی دے سکتے ہیں جو کھلے پڑے ہیں

تمہارے سامنے، مگر ان کو تم نہ دیکھنا چاہتی ہو نہ سمجھنا چاہتی ہو۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔
''میں کسی کی تابع نہیں ہوں۔ جو چاہوں گی، وہی کروں گی۔ تمہیں فتوئی لگانا ہے تو لگاؤ۔ مجھے پروا نہیں۔'' اس کے نخوت بھرے لہجے پر وہ بمشکل خود کو کچھ کہنے سے روک سکا تھا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس لاحاصل بحث کو لے کر وہ اپنے اور اس کے تعلقات کو ڈسٹرب کرے۔
''سنو!'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ''بابا کی شاپ سے فون آیا تھا۔ کچھ حساب کتاب کا معاملہ ہے۔ بابا نے بھی مجھے تاکید کی تھی کہ تمہیں یاد دلا دوں۔ کل چھٹی کا دن ہے، تم فری ہو گے تو کل ہی شاپ کے چکر لگا لینا۔''
''چلا جاؤں گا۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بگڑے تاثرات کے ساتھ ہی بولا تھا۔
''کہاں......جہنم میں؟''
''تم مجھے سکون سے ڈرائیونگ کرنے دو گی بھی یا نہیں؟'' اس کے جھلائے انداز پر وہ اپنی ہنسی نہیں روک سکی تھی۔

❀------○------❀

''صرف ایک گھنٹے کی بات ہے، خرمن کے سامنے تم مان گئے تھے اور اب مجھے یہاں چھوڑ کر بھاگ جانا چاہتے ہو؟'' منیزہ زِچ ہو کر بولی تھی۔
''خرمن کے سامنے میں اس لیے انکار نہیں کر سکا کیونکہ مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے۔ بس......یہی سننا چاہتی تھیں تم؟'' عارش نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''تمہاری فرینڈ کی بہن کے ولیمے میں میرا آخر کیا کام؟ میں ایک گھنٹے بعد تمہیں پک کر لوں گا۔''
''تم میرے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتے؟ اگر میری جگہ خرمن ہوتی تو کیا تم اسے گھر سے اتنی دور یہاں تنہا چھوڑ کر بھاگتے؟'' منیزہ نے شدید ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔
''اگر تمہاری جگہ خرمن ہوتی تو وہ میرے بغیر ہی یہاں آنا پسند کرتی۔ اور تنہا سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ ویسے میں کیا صرف تم ہی انوائیٹڈ ہو؟ اور لوگ نہیں ہوں گے؟''
''اچھا، ریسپشن تک تو چھوڑ دو۔ ابھی فون کروں خرمن کو؟'' منیزہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ناچار عارش کو اس کی ڈھٹائی کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے تھے۔
''اب جاؤں میں؟'' ایک طائرانہ نظر وسیع سبزے پر پھیلی رونقوں پر ڈالتا وہ منیزہ سے مخاطب ہوا تھا مگر اگلے ہی پل بوکھلا اُٹھا تھا، جب منیزہ اچانک ہی دونوں ہاتھوں میں اس کا بازو دبوچے مزید آگے بڑھی تھی۔
''کیا کر رہی ہو؟ میں اس سے آگے نہیں جاؤں گا۔'' اپنا بازو چھڑاتے ہوئے عارش نے اُسے گھر کا تھا، جو کھلکھلا کر ہنستی چلی گئی تھی۔ تب ہی اپنے نام کی پکار پر عارش چونک کر اس جانب متوجہ ہوا تھا اور اگلے ہی پل خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوا تھا۔ ایبک کے مسکراتے چہرے کے پیچھے ہی آتے ایک سنجیدہ سے چہرے نے منیزہ کی مسکراہٹ غائب کر ڈالی تھی۔ بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس وجاہت سے بھرپور وہ شخص آج پھر اس کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کر گیا تھا۔
''میں تو آپ پر نظر پڑتے ہی ادھر دوڑا آیا۔ یقین کریں میں یہاں بہت بور ہو رہا تھا۔ آپ نے یہاں انٹری دے کر میرا موڈ ہی چینج کر دیا ہے۔'' ایبک اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ ''ویسے بائی دا وے آپ دونوں آپس میں گتھم گتھا کیوں تھے؟'' ایبک کے حیران لہجے پر عارش نے دھیرے سے ہنستے ہوئے منیزہ کے شرمندہ تاثرات دیکھے تھے جو کہ پہلے ہی خود پر جمی نظروں پر پزل کھڑی تھی۔
''اس لیے کہ اس تقریب سے میرا کوئی کنکشن نہیں ہے۔ یہ محترمہ زبردستی اپنے ساتھ مجھے یہاں کھینچ لائی ہیں۔''
''پھر تو ایبک کو ان کا شکریہ ادا کرنا چاہئے، بلکہ مجھے بھی۔'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ ہارون نے ایک نگاہ اسے بھی

دیکھا تھا جو آج بالکل ایک مختلف اور منفرد روپ میں سامنے کھڑی تھی۔ لائٹ اور ڈارک کلر کمبی نیشن کے فینسی لباس میں اس کا ہلکے ہلکے میک اَپ سے سجا سنورا چہرہ بہت پُرکشش لگ رہا تھا۔ شانوں سے نیچے تک جاتے ادھ کھلے بالوں کی سیاہ تراشیدہ لٹیں اس کے چہرے کے گرد بہت بھلی لگ رہی تھیں۔ رہی سہی کسر کانوں میں جگمگاتے آویزوں نے پوری کر دی تھی۔ اپنے چہرے سے ٹکراتی نگاہوں کی تپش نے اسے کچھ گھبراہٹ میں مبتلا کیا تھا، جبکہ عارش ان دونوں کی طرف متوجہ منیزہ کو تقریباً بھول ہی گیا تھا۔

''عارش! میں اپنی فرینڈ کے پاس جا رہی ہوں۔ تم جاؤ گے تو نہیں؟'' اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے منیزہ نے التجائی نظروں سے دیکھا بھی تھا۔

''آپ بے فکر ہو کر جائیں، آپ کے لیے نہ سہی مگر میرے لیے تو ان کو رُکنا پڑے گا۔'' عارش سے پہلے ہی ایبک بول اُٹھا تھا۔

''ظاہر ہے، اب تو رُکنا پڑے گا۔ مگر ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں۔ اور تمہارا ٹائم شروع ہو چکا ہے۔'' عارش کی تاکید پر مسکراتے ہوئے اس کی نگاہیں بس ایک پل کے لیے ہارون سے ملی تھیں۔ مگر پھر وہ سرعت سے آگے بڑھ گئی تھی۔ ان دونوں کی ہمراہی میں ایک نسبتاً پُرسکون گوشے میں ٹیبل کے گرد وہ براجمان ہوتا دونوں کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''آپ دونوں یہاں کیسے؟''

''عظم انکل، پاپا کے قریبی دوست ہیں۔ اور یہ ولیمہ ان کے بیٹے کا ہے۔ شرکت تو کرنی ہی تھی۔'' ہارون نے بتایا تھا۔

''مجھے تو پاپا زبردستی لے آئے ہیں۔ میں سخت بور ہو رہا ہوں۔ اگر آپ مجھے نظر نہ آتے تو میں یہاں سے بھاگنے والا تھا۔'' ایبک نے تشکر آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''میں تمہاری فیلنگز سمجھ سکتا ہوں۔ کیونکہ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔ ویسے آج تم بہت زیادہ اچھے لگ رہے ہو۔'' عارش کی تعریف پر ایبک نے فخر سے اپنا ہی شانہ تھپتھپایا تھا۔

''عارش! اب تم جیسے اچھے دوست کے لیول تک آنے کے لیے اس کو اچھا نظر آنے کی سرتوڑ کوشش تو کرنی ہی ہوگی۔'' ہارون نے بہت سنجیدگی سے ایبک کا فخر غارت کیا تھا۔

''نہیں، ایبک مجھ سے زیادہ بہتر اور اچھا ہے۔'' عارش نے مسکراتی نظروں سے ایبک کو دیکھا تھا۔

''سن لیا آپ نے۔ اب آپ میرے دوست کے سامنے میری انسلٹ کرنا بند کریں۔'' ایبک نے خشمگیں نظروں سے ہارون کو دیکھا تھا۔

''ویسے آپ کو یہاں دیکھ کر مجھے کافی حیرت ہوئی ہے۔'' وہ ہارون سے مخاطب ہوا تھا۔

''آپ کو لوگ جانتے ہیں، پہچانتے ہیں۔ اور جب انسان لائم لائٹ میں آ جاتا ہے تو زیادہ لوگوں کے درمیان جانے سے بچتا ہے۔''

''کیسی لائم لائٹ؟...... مجھے اس سے دُور ہی رکھو۔ ریڈیو کی وجہ سے اور اللہ کی مہربانی سے مجھے کچھ نام ضرور ملا ہے، مگر لوگ مجھے صرف میرے نام اور کبھی کبھی آواز سے عام طور پر پہچان جاتے ہیں۔ کیونکہ جو مجھے سنتے ہیں، انہوں نے کبھی مجھے نہیں دیکھا ہے۔''

''واقعی ایسا ہے؟'' عارش کو حیرت ہوئی تھی۔

''جی ہاں، ایسا ہی ہے۔ بھائی نہ تو کسی میگزین کے لیے انٹرویو دیتے ہیں اور نہ ہی اپنے لسنرز سے ملاقات کرتے ہیں۔'' ایبک نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔ ''مگر مزے کی بات یہ ہے کہ لوگ اتنا ہی ان کو جاننے اور دیکھنے کے لیے بے تاب ہیں، خاص طور پر گرلز۔'' ایبک نے شرارتی نظروں سے ہارون کو دیکھا تھا۔

''میں ایبک کی تائید کروں گا۔ کیونکہ میں نے جب جب آپ کا پروگرام سنا تھا، وہ تمام کالز خواتین کی ہی تھیں۔'' عارش

کے مسکراتے لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔

''ہاں، یہ الزام تو مجھ پر ہے۔ لیکن اب میں کیا کرسکتا ہوں؟ کالز لیتے وقت مجھے بھی نہیں پتہ ہوتا کہ دوسری جانب کون ہوگا؟ اور میں اپنے تمام کالرز کی بہت عزت کرتا ہوں، مگر پرسنلی ان سے ملنا میرے لیے ذرا مشکل ہے۔'' اپنی صفائی دیتے ہوئے ہارون نے کہا تھا۔

''آپ کے فادر یہیں ہیں؟'' بالآخر یہ سوال کرنے سے عارش خود کو روک نہیں سکا تھا۔

''ظاہر ہے، ان کی یہاں موجودگی لازم ہے۔ وہ اعظم انکل کے ساتھ ہی ہوں گے۔'' ہارون نے اردگرد بکھرے لوگوں پر نظر بھی دوڑائی تھی۔

''عارش! پاپا تو آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ ملیں گے اُن سے؟'' ایبک نے پوچھا تھا۔

''ہاں ضرور، کیوں نہیں؟'' عارش نے فوراً کہا تھا کہ قدرت کی طرف سے اسے ایک اور راستہ مل رہا تھا اور وہ اسے کسی صورت ضائع نہیں کرسکتا تھا۔

''کل مجھے بالکل وقت نہیں ملا تھا، مگر تم نے بھی کال نہیں کی۔ تم کہاں مصروف تھے؟'' عارش نے ایبک سے شکایت کی تھی۔

''ڈے نائٹ میچز کے علاوہ اس کی کیا مصروفیات ہوسکتی ہیں؟'' ہارون نے درمیان میں کہا تھا۔

''رات میں، میں آپ کو کال کرنا چاہ رہا تھا مگر پھر یاد آیا کہ آپ تو سو چکے ہوں گے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ آپ اتنی جلدی کیسے سو جاتے ہیں؟'' ایبک نے کچھ حیرت سے پوچھا تھا۔

''اب تم اسے میری کمزوری کہو یا عادت کہ نیند مجھ پر جلدی مہربان ہو جاتی ہے۔ زیادہ رات تک جاگنا میرے لیے مشکل ہوتا ہے۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ لوگ رات بھر جاگ کر موویز کیسے دیکھ لیتے ہیں، یا مطالعہ کیسے کر لیتے ہیں؟ میں تو اس بارے میں سوچ کر ہی پریشان ہو جاتا ہوں۔'' عارش نے کہا تھا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے، لوگ صرف موویز اور مطالعے کے لیے ہی رات بھر جاگ سکتے ہیں؟'' شرارتی نظروں سے عارش کے حیران چہرے کو دیکھتا وہ ہنسا تھا۔

''ایبک! تمیز کے دائرے میں رہا کرو۔ تم حد سے زیادہ منہ پھٹ ہوتے جا رہے ہو۔'' ہارون نے ناگواری سے اسے ڈپٹا تھا جو اپنی ہنسی روکنے کی کوشش میں تھا۔ ہلکی پھلکی باتوں کے دوران وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا تھا۔

''ایک گھنٹہ گزر چکا ہے، مجھے اب جانا ہوگا۔'' رِسٹ واچ میں وقت دیکھتے ہوئے عارش نے کہا تھا۔

''ایبک! تم مجھے کسی سے ملوانا چاہتے تھے؟''

''جی ہاں، میں پاپا کو ہی دیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر وہ تو ہمیں یہاں چھوڑ کر بھول ہی گئے ہیں۔'' بولتے ہوئے ایبک نے متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا تھا۔

''میں بھی اب مزید نہیں رُکنا چاہتا۔ مگر پاپا ابھی واپس جانے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔'' ہارون بولا تھا۔

''میں آپ کو گھر ڈراپ کر دوں گا۔'' عارش نے کہا تھا۔

''تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوگا؟'' ایک پل کو کچھ سوچ کر ہارون نے پوچھا تھا۔

''مجھے کیا مسئلہ ہوسکتا ہے؟ آپ کا گھر میرے گھر سے زیادہ دور تو نہیں ہے۔''

''لیکن تمہیں اپنی کزن کو بھی تو ان کے گھر ڈراپ کرنا ہوگا۔'' ہارون نے کہا تھا۔

''ان کی آپ فکر نہ کریں بھائی! عارش ہیں ان کی فکر کرنے کے لیے۔'' ایبک کے معنی خیز لہجے پر جہاں عارش کچھ حیران ہوا تھا، وہیں ہارون کو کوئی چیز چبھی تھی، مگر وہ ضبط کر گیا تھا۔

''آپ دونوں چلے جائیں گے تو میں کیا کروں گا یہاں؟ مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔'' ایبک بیزار ہو کر بولا تھا۔

''نہیں، پاپا ناراض ہوں گے۔ کم از کم تم تو ان کے ساتھ رُکو۔'' ہارون کی تاکید پر وہ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔
''میں! میں یہاں تمہارا انتظار کرتا ہوں، تم ایبک کے ساتھ پاپا کے پاس چلے جاؤ۔'' ہارون کی ہدایت کرنے کی دی تھی، فوراً ہی ایبک کی تقلید میں آگے بڑھ گیا تھا۔ ان دونوں کی پشت سے نظر ہٹاتا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو جھجکتے تاثرات کے ساتھ اس کی طرف آ رہی تھی۔ ہارون اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔
''عارش کہاں گیا ہے؟'' وہ جھجکتے لہجے میں ہی پوچھ رہی تھی۔
''السلام علیکم!'' جواباً ہارون کے سلام پر وہ بری طرح شرمندہ ہوئی تھی مگر مدھم آواز میں سلام کا جواب دے دیا تھا۔
''آپ نے تو اس طرح نظرانداز کر دیا تھا جیسے جانتی نہیں ہیں مجھے۔'' ہارون کی شکایت سے زیادہ وہ اس کی گہری نظروں سے پریشان ہوئی تھی۔
''ایسا تو نہیں ہے۔'' وہ گڑبڑائی تھی۔
''آپ نے عارش کو بتایا تو نہیں کہ......'' وہ بات مکمل نہ کر سکی تھی۔
''کیا نہیں بتایا؟...... یہی کہ ہم فیسٹیول میں ملے تھے اور آپ میرا آٹوگراف لیے بغیر فرار ہو گئی تھیں؟'' ہارون کے سنجیدہ والے لہجے نے اسے دنگ کیا تھا۔
''میرے نزدیک یہ کوئی ایسی نازیبا بات نہیں ہے کہ جسے چھپایا جائے۔ بہرحال میں نے عارش سے آپ سے متعلق کوئی بھی بات نہیں کی۔ لہٰذا پریشان مت ہوں۔ آپ متفق نہ ہوں مگر اپنے بارے میں میرا یہی خیال ہے کہ میں کافی شریف انسان ہوں۔''
''آئی ایم سوری...... میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ دراصل میں نے عارش کو نہیں بتایا کہ فیسٹیول میں ہم ملے تھے، اور آپ اس کے دوست ہیں۔ میرے معاملے میں وہ تھوڑا تنگ نظر ہے اور مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ وہ آپ کے بارے میں کچھ غلط سمجھے۔'' معذرت کرتے ہوئے وہ شرمندہ تھی۔
''بہت کلوز ہیں آپ عارش سے؟'' ہارون کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جو بیک وقت منیزہ کو حیرانی اور ناگواری میں مبتلا کر گیا تھا۔
''جی بالکل اسی طرح جیسے کوئی بھائی اپنی بہن سے اٹیچڈ اور کلوز ہوتا ہے۔'' سپاٹ لہجے میں منیزہ نے جتایا تھا۔
''یہ بہت اچھی بات ہے۔'' ہارون نے بے ساختہ ہی کہا تھا جبکہ منیزہ نے خاص طور پر اس کی آنکھوں میں بڑھتی چمک کو نوٹ کیا تھا۔
''عارش کو زیادہ دیر نہیں لگے گی، آپ یہاں بیٹھ کر میری طرح ان کی واپسی کا انتظار کر سکتی ہیں۔'' ہارون نے کہا تھا۔
''دراصل میرے بیگ میں میرا فون نہیں ہے، اور مجھے یاد نہیں آ رہا کہ فون گھر میں رہ گیا ہے یا گاڑی میں۔'' منیزہ نے بتایا تھا۔
''آپ میرے سیل فون سے اپنے فون پر کال کر لیں۔ گھر میں ہوا تو کوئی ریسیو کر لے گا، ورنہ وہ یقیناً گاڑی میں ہو گا۔'' ہارون نے فوراً ہی اپنا فون اس کی طرف بڑھایا۔ وہ ایک پل کو متذبذب ہوئی تھی مگر پھر اس کا سیل فون لے لیا تھا۔ جبکہ ہارون دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔
''فون گاڑی میں ہی ہے اور اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے ہی اسے ڈیش بورڈ پر رکھا تھا۔'' کچھ جھینپے انداز میں منیزہ نے سیل فون واپس کیا تھا۔
''آپ کی بھول سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ آٹوگراف کے بعد اب آپ کا نمبر بھی میرے پاس آ چکا ہے، مگر فکر مت کریں۔ میں اس کا غلط استعمال نہیں کروں گا کیونکہ......''
''کیونکہ آپ کافی شریف انسان ہیں۔'' منیزہ نے مسکراتے ہوئے اس کا جملہ مکمل کیا تھا۔

''مجھے اب احساس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنے بارے میں کافی بھاری اسٹیٹمنٹ دے دیا ہے۔ اب تو اپنی زبان پر قائم رہنا ہی پڑے گا۔'' ہارون کے مسکراتے لہجے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''میں کچھ دیر میں واپس آتی ہوں۔ تب تک عارش کی واپسی بھی ہو جائے گی۔'' منیزہ نے جانے کے لیے پَر تولے تھے۔

''یعنی اب عارش کے ساتھ ساتھ مجھے آپ کی واپسی کا بھی انتظار کرنا ہوگا۔'' گہری نظروں سے ہارون نے اسے دیکھا تھا۔

''دنیا میں بہت سے انسان یہ کام کرتے ہیں۔ آپ بھی صبر سے یہ کام کریں۔'' مسکراہٹ چھپاتی وہ جانے کے لیے پلٹی تھی جب ہارون کی نظر اس کے سبزے پر رینگتے دوپٹے کے پلو تک گئی تھی۔ اس نے فوراً ذرا جھک کر دوپٹے کو چٹکی میں پکڑ کر اُٹھایا تھا۔

''اپنا دوپٹہ سنبھالیے۔'' ہارون کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی اور جھینپی مسکراہٹ کے ساتھ دوپٹے کا پلو اپنے ہاتھ میں سنبھال لیا تھا۔

''میرے لیے تو اسے سنبھالے رکھنا ہی مشکل ہو رہا ہے۔'' پلو جھاڑتے ہوئے وہ بس ایک پل کے لیے ہارون کی خاموش مگر گہری نظروں کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ مگر اگلے ہی پل سرخ چہرے کے ساتھ سرعت سے آگے بڑھ گئی تھی۔ چند لمحوں تک وہ اسے دُور جاتا دیکھتا رہا تھا اور پھر گہری سانس لیتا واپس ٹیبل کے گرد جا بیٹھا تھا۔

❀------O------❀

''وہ رہے پاپا۔'' ایبک کی اطلاع پر عارش کی نظریں برقی لہر کی طرح اس جانب گئی تھیں، جہاں چند اشخاص باتوں میں مشغول تھے۔

''آپ یہیں رُکیں، میں پاپا کو ساتھ لے کر آتا ہوں۔'' ایبک اسے تاکید کرتا گیا تھا۔ عارش کی نظریں ان کی پشت پر ہی تھیں، جن کے قریب ایبک پہنچ چکا تھا۔ ایبک کی بات سنتے ہوئے وہ عارش کی طرف متوجہ ہوئے تھے جس کے دل میں یکدم ہی ایک ہیجان سا اُٹھا تھا۔ وہ اپنی نظریں ان پر سے ہٹا نہیں سکا جو ایبک کے ساتھ اس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ سیاہ سفاری سوٹ میں ملبوس وہ پُر وقار اور مرعوب کر دینے والی صلاحیتوں کے حامل نظر آ رہے تھے۔ جس وقت وہ قریب آئے، عارش کی دھڑکنیں ساکن ہونے لگی تھیں۔

''عارش! یہ ہیں میرے پاپا...... اور پاپا! ان کے بارے میں تو آپ کو میں بتا چکا ہوں۔'' ایبک نے مسکراتے ہوئے تعارف کروایا تھا جبکہ عارش کسی ٹرانس سے نکلا تھا۔

''تم سے مل کر خوشی ہوئی عارش!'' گرم جوشی سے مصافحہ کرتے وہ بولے تھے۔ ''ایبک تمہارا بہت ذکر کرتا ہے۔ تمہارے بارے میں اس سے اتنا کچھ سن چکا ہوں کہ لگتا نہیں تم سے پہلی بار ملاقات ہو رہی ہے۔'' اُن کے پُر رعب مگر پُر خلوص لہجے پر عارش بمشکل ہی مسکرایا تھا۔

''مجھے بھی آپ سے مل کر اچھا لگا۔ میں دوبارہ بھی ضرور آپ سے ملنا چاہوں گا۔'' بغور ان کی آنکھوں کو دیکھتا وہ بے اختیار بول گیا تھا۔

''پاپا! یہ موقع اچھا ہے، عارش کو گھر پر انوائٹ کر لیں۔ کیونکہ میرے کہنے پر تو یہ اب تک تشریف لائے نہیں۔'' ایبک نے کہا تھا۔

''تم کیسے دوست ہو جو اب تک اپنی بات نہیں منوا سکے۔'' ہشام قزلباش نے مسکراتے ہوئے بیٹے کو گھرکا تھا۔

''عارش! اگر تمہارے پاس کل شام وقت ہے تو چائے پر ہماری طرف ہی آ جاؤ۔ پھر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔''

''اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود حاضر ہو جاؤں گا اور بہت جلد۔''

''بیٹا! یہ تکلف نہیں، خلوص اور محبت ہے۔''

''میں جانتا ہوں اور مجھے ان جذبوں کی بہت قدر ہے۔'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولا تھا۔
''عارش! میرے دوستوں میں سے واحد ایک آپ ہیں جو کہ پاپا کے نزدیک ناپسندیدہ قرار نہیں دیئے گئے۔ آپ ان کا انوی ٹیشن مس نہ کریں۔ میں صبر نہیں کر سکتا۔'' ایبک بضد تھا۔
''مگر پھر بھی ہمیں صبر کرنا پڑتا ہے، ان کے لیے بھی جو ہم سے کھو جاتے ہیں یا جن کو ہم خود چھوڑ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ صبر کرنے سے زندگی رُکتی نہیں ہے، سب کچھ مکمل ہی تو ہوتا ہے۔'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتا وہ ہشام قزلباش کو چونکا گیا تھا۔
''آپ کا کیا خیال ہے؟'' عارش نے یکدم ان سے پوچھا تھا۔
''تم نے ٹھیک کہا۔ صبر زندگی کے سفر کو روک نہیں سکتا۔ سب کچھ مکمل رہتا ہے، مگر صبر کرنے والے کے لیے نہیں، مکمل صرف ''نظر'' آتا ہے۔'' وہ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے تھے۔
''آپ دونوں گفتگو کو کہاں اتنے سنجیدہ رخ پر لے گئے پاپا! آپ گھر پر عارش کے ساتھ کسی خشک موضوع پر ڈسکشن شروع مت کیجئے گا، ورنہ میرا بی پی لو ہو جائے گا۔'' ایبک نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''عارش! جب مناسب لگے، گھر ضرور آنا وقت نکال کر۔ ایبک کی طرح مجھے تمہارا بھی انتظار رہے گا۔'' بغور عارش کو دیکھتے وہ بولے تھے۔
''مجھے امید ہے کہ آپ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ آپ کا انتظار میرے لیے اعزاز ہے جسے میں کچھ دن تک اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔'' اُس کے پُراعتماد لہجے پر ہشام مسکرائے تھے۔

❀------O------❀

تیزی سے پیچھے جاتے مناظر کو گنتے ہوئے وہ بیک سیٹ پر موجود ان دونوں کو بھی سن رہی تھی، جو آپس میں باتوں میں مشغول تھے۔
''ہارون! آپ کی فیملی کتنے عرصے سے اس شہر میں ہے؟'' عارش کے سوال نے اسے چونکایا تھا۔
''تم یہ کیسے جانتے ہو کہ میں اور میری فیملی ہمیشہ سے یہاں نہیں ہیں؟'' ہارون کے سوال پر وہ بس ایک پل کے لیے گڑبڑا سا گیا تھا۔
''ایبک سے اس بارے میں تھوڑا بہت معلوم ہوا تھا۔'' عارش نے سادہ سے لہجے میں بتایا تھا۔
تقریباً بارہ سال پہلے ہم یہاں مستقل طور پر آ گئے تھے۔ پاپا جاب ترک کر کے اپنا بزنس شروع کرنا چاہتے تھے۔ یہاں ان کے لیے بہتر مواقع تھے۔ انہوں نے چھوٹے پیمانے پر لیدر گڈز کا کام شروع کیا جو کہ پھیلتا چلا گیا۔ تم کبھی فیکٹری کے وزٹ پر آؤ۔'' مختصراً بتاتے ہوئے ہارون نے دعوت بھی دی تھی۔
''میں ضرور آنا چاہوں گا۔ آپ اپنے فادر کے ساتھ یہ بزنس سنبھالتے ہیں؟''
''ا، میں ان کے ساتھ ہی ہوتا ہوں۔ میری یہی کوشش ہوتی ہے کہ اب ان پر کام کا زیادہ پریشر نہ ہو۔ حالانکہ وہ کافی مضبوط اعصاب کے مالک ہیں۔'' ہارون نے کہا تھا۔
''وہ بہت ینگ بھی دکھائی دیتے ہیں۔ مجھے ان کی شخصیت نے بہت متاثر کیا ہے۔'' عارش نے پوری سچائی سے کہا تھا۔
''عارش! میں جانتا ہوں کافی ٹائم ہو چکا ہے۔ لیکن کچھ دیر کے لیے میرے گھر میں آؤ گے تو مجھے اچھا لگے گا۔'' سفید آہنی گیٹ کے سامنے گاڑی رُکی تھی، جب ہارون نے کہا تھا۔
''کچھ دیر کے لیے نہیں، میں آپ کے گھر بہت دیر کے لیے بھی آؤں گا۔ مگر اس وقت مجھے آپ سے معذرت کرنی پڑے گی۔'' عارش نے کہا تھا۔
''کوئی بات نہیں، اس وقت تمہیں بخش دیتا ہوں۔'' ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتا وہ فرنٹ سیٹ سے اُتر گیا تھا۔

اور تم جانتے ہو کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔ فاروق بھائی نے اس سے تعلق توڑا ہے مگر اس کے ماں باپ نے نہیں۔ وہ اپنے حق کو نہیں، اپنے ماں باپ کی محنت اور محبت کو ٹھکرا رہی ہے، کسی ایک شخص کے لیے۔'' خاموش ہو کر خرمن نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا تھا جو سامنے نظر جمائے کسی گہری سوچ میں چل رہا تھا۔

''فاروق بھائی پراپرٹی کے پیپرز عارش کے ذریعے تم تک پہنچانا چاہتے تھے، مگر میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ خود پیپرز بیلا کے حوالے کریں۔ میں نے ان سے معذرت کر لی ہے کہ اس معاملے میں وہ مجھے اور عارش کو درمیان میں نہ لائیں۔ کل رات وہ میری طرف آئیں گے۔ جب عارش موجود ہو گا، میں تمہیں کال کروں گی۔ جہاں بھی مصروف ہو، کچھ وقت نکال کر آ جانا۔ بیلا ان کے سامنے آنے سے بھی انکار کر چکی ہے۔ غصے اور جذبات سے کام لینے کا وقت نہیں ہے، تسلی سے اس بارے میں سوچو، اس وقت تم ہی بیلا کے لیے بہتر فیصلہ لے سکتے ہو۔ کل تمہیں انکار کرنا ہو یا پیپرز قبول کرنے ہوں، یہ تمہارے اختیار میں ہے۔ جب فاروق بھائی کے سامنے آنا تو بالکل شانت اور پُرسکون ہو کر۔ تم سمجھ رہے ہو میری بات؟'' خرمن کے پوچھنے پر وہ فوری طور پر اثبات میں سر کو حرکت بھی نہیں دے سکا تھا۔ گہری سانس لیتے ہوئے خرمن کی نظر گیٹ سے برآمد ہوتی سوک تک گئی تھی۔

''عارش آ گیا ہے، چلو اب چلنا چاہیے۔'' عثمان سنجیدگی سے بولتا اس کے ساتھ ہی ٹریک سے اُتر گیا تھا۔ پارکنگ ایریا سے وہ سیدھا ان دونوں کی طرف آ گیا تھا جو اس کے انتظار میں ہی رُکے تھے۔

''بیلا کہاں ہے؟'' قریب آتے ہی عارش نے سوال کیا تھا۔

''اگر عثمان یہاں ہے تو ظاہر ہے بیلا کی یہاں موجودگی ناممکن ہے۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے خرمن نے عثمان کو بھی دیکھا تھا۔

''تم دونوں کے درمیان کب تک یہ چپقلش جاری رہے گی؟ معافی کیوں نہیں مانگتے اس سے؟'' عارش نے کہا تھا۔

''میں کتنی بار اس سے معافی مانگوں؟ تم کہو تو اس کے پیروں میں بھی سر رکھ کر معافی مانگ لیتا ہوں۔'' عثمان بگڑے تاثرات کے ساتھ بولا تھا۔

''جو کچھ تم نے کیا ہے اس کے بعد تمہارے لیے یہی کرنا مناسب ہے۔'' ناگوار نظروں سے عثمان کو دیکھتی وہ عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''میں دومنٹ میں ذرا دیکھ آؤں بیلا کو، پھر چلتے ہیں۔'' اسے رُکنے کا اشارہ کرتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

''ابھی میری بات غور سے سنو!'' دور ہوتی خرمن سے نظر ہٹاتا وہ عثمان سے مخاطب ہوا تھا۔

''ہم نے جو سیکرٹ انویسٹی گیشن شروع کی تھی، اس سلسلے کو کچھ عرصے کے لیے روک دو۔ جو ذرائع تم استعمال کر رہے تھے، ان سے بالکل الگ ہو جاؤ۔'' عارش کے مدھم لہجے نے اسے چونکایا تھا۔

''ہارون سے ملاقات ہوئی تھی۔ باتوں باتوں میں، میں نے ان سے جو چند سوالات کیے تھے انہیں سن کر وہ جس طرح چونک رہے تھے، مجھے یہ شک ہے کہ ان کے علم میں یہ بات آ گئی ہے کہ ان کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں کوئی غیر متعلقہ شخص معلومات لیتا رہا ہے۔ آج ہارون کے علاوہ بھی جس شخصیت سے میں مل چکا ہوں، اس نے مجھے عجیب شش و پنج میں مبتلا کر دیا ہے۔ سب کچھ سلجھانے کی کوشش میں پتہ نہیں میں مزید اُلجھ رہا ہوں یا مجھے خوف ہے کہ یہ سب کچھ لاحاصل نہ ہو۔ اور میں ایسا نہیں چاہتا۔ ایسا نہ ہو کہ آدھا راستہ طے کرنے کے بعد مجھے مایوسی کا سامنا ہو۔'' وہ شدید اضطراب میں مبتلا ہو رہا تھا۔

''مایوس مت ہو۔ میں جانتا ہوں کہ اتنی تگ و دو کے باوجود ہمیں کچھ خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے، مگر جو یقین تمہیں پہلے دن سے ہوا ہے اور جو بھروسہ تمہیں خدا پر ہے، وہ تمہیں مایوسی سے نہیں نوازے گا۔ وقت آنے پر اُلجھن بھی سلجھ جائے گی۔ کوئی نہ کوئی مصلحت تو موجود ہے جو تمہیں قدرت نے اس گمبھیر اور ناقابل یقین حالات میں جڑا ہے۔ تمہیں بہت صبر و تحمل سے کام لینا ہو گا کیونکہ یہ حالات بہت نازک بھی ہیں۔'' عثمان کے تسلی آمیز لہجے پر بھی وہ مضطرب ہی نظر آ رہا تھا۔

''تم مجھے تفصیل سے بتاؤ، ہارون سے کہاں ملے تھے تم؟'' عثمان پوچھ رہا تھا۔

❀------O------❀

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے خرمن نے حیرت سے خالی بیڈ کو دیکھا تھا۔ مدھم خوابناک روشنی میں وہ اسے کھڑکی کے قریب نظر آیا تھا۔ باہر رات کی تاریکی میں جانے وہ کیا تلاش کر رہا تھا کہ اس کے قریب آجانے کے باوجود بے خبر تھا۔

''عارش! میں تو سمجھی تھی تم اس وقت گہری نیند میں ہو گے۔'' خرمن کی حیران آواز نے اسے گہری سوچ سے باہر لا پٹخا تھا۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟'' کچھ تشویش سے خرمن نے اس کی پیشانی کو چھوا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔ بس ایسے ہی پتہ نہیں کیوں نیند نہیں آرہی تھی۔'' عارش کے جواب نے اسے مطمئن نہیں کیا تھا۔

''مجھے یقین نہیں۔ تم صاف صاف بتا دو، آخر کیا پریشانی ہے؟ جب سے تم واپس آئے ہو مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہے۔ میں نے تمہیں زبردستی منیزہ کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس کے لیے ناراض ہو یا کوئی اور بات ہے؟''

''یقین کرلو، کوئی بات نہیں ہے۔ بس نیند کا ٹائم آؤٹ ہو جانے کی وجہ سے نیند رُوٹھ گئی ہے۔''

''مگر مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم اپنے دل کی کوئی بات مجھ سے چھپا رہے ہو؟'' اس کی مشکوک نظروں پر عارش نے سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

''دل کی بات کہتا ہوں تو بیزار ہوتی ہو۔ چھپاتا ہوں تو بولنے پر مجبور کرتی ہو۔ تم مجھے کسی صورت سانس لینے دو گی بھی یا نہیں؟''

''زیادہ مت بولو۔'' اس کے گریبان سے لگی وہ ناراضگی سے بولی تھی۔

''اور سنو! اس ہفتے جب تم مجھے پک کرنے ریڈیو اسٹیشن آؤ گے تو ہم وہیں سے گھر جائیں گے۔ میں دو ہفتوں سے وہاں نہیں گئی۔ دوسرا دن چھٹی کا ہوگا۔ مجھے وہاں قرآن خوانی کا اہتمام کرنا ہے۔ میں چھٹی کا سارا دن بھی وہیں گزاروں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ جیسا تم چاہو۔'' وہ غائب دماغی سے بولتا مکمل اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

❀------O------❀

کھلے دروازے سے اندر داخل ہوتا وہ خرمن کی طرف بڑھا تھا جو سنجیدہ چہرے کے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف چلنے کا اشارہ دے گئی تھی۔ پہلی نظر ان پر ہی پڑی تھی جو دوبارہ اس کی جانب دیکھنے سے گریز کر گئے تھے۔ فاران بھی وہاں موجود تھا۔

''بیٹھو! فاروق بھائی کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔'' عارش نے کہا تھا۔

''نہیں، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔'' بیٹھنے سے انکار کرتے ہوئے وہ فاروق کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ ''میں یہاں کوئی بات کرنے نہیں آیا ہوں، کیونکہ اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میرے سر پر جو بوجھ تھا، میں بس اسے اتارنے آیا ہوں ورنہ مجھ پر یہ الزام بھی لگنا مشکل نہیں کہ تنہا ہر چیز پر قبضہ کرنے کے لیے میں نے......'' تلخ لہجے میں بات ادھوری چھوڑتے ہوئے انہوں نے ایک نگاہ عثمان کے سپاٹ تاثرات کو دیکھا تھا اور پھر صوفے سے اُٹھتے ہوئے ہاتھ میں موجود فائل سامنے رکھی سینٹرل ٹیبل پر ڈال دی تھی۔

''یہ امانت جس کی ہے، اس تک پہنچا دو۔ چاہو تو اپنی تسلی کے لیے ابھی اس فائل کو پڑھ لو۔ کوئی کمی نظر آئے تو بتا دو۔ اس کے بعد میں کسی چیز کے لیے جواب دہ نہیں ہوں۔'' سرد لہجے میں بولتے وہ یکدم رُکے تھے۔ ان کے ساتھ سب کی ہی نظریں بیلا تک گئی تھیں جو جارحانہ تیوروں کے ساتھ آئی تھی۔ اس کی نظریں صرف فاروق پر جمی تھیں۔

''یہ بھول ہے آپ کی کہ آپ جوابدہ نہیں ہیں۔ اس دنیا میں آپ فرعون بنے رہ سکتے ہیں مگر اگلے جہان میں آپ کو ہر سوال کا جواب دینا ہوگا۔ مجھے ناجائز سمجھ کر، میرے ماں باپ کو گالی دے کر کس چہرے کے ساتھ ان کا سامنا کریں گے آپ؟'' لرزتے لہجے میں وہ ان پر چیخ رہی تھی جو ساکت نظروں سے ہلدی کی طرح اس کے زرد کمزور چہرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے۔

''مجھے اپنے ہاتھوں سے دفن کرنے کے بعد اب اور کون سے پتھر نچھاور کرنے آئے ہیں میری قبر پر؟ میں مر چکی ہوں، میرے سارے حق میرے ساتھ ہی فنا ہو چکے ہیں۔ جو خیرات آپ مجھے دینے آئے ہیں، سڑک پر آپ کو اس کے بہت سارے مستحق مل جائیں گے۔'' بلند آواز میں بولتے ہوئے اس نے ٹیبل سے فائل اُٹھالی تھی۔

''لے جائیں اس پلندے کو۔ آپ کے ہاتھ سے ملنے والی ہر چیز کو میں خود پر حرام کر چکی ہوں۔'' بھڑکتے لہجے میں بول کر اس نے فائل اُن کی جانب اُچھالی تھی جو اُن کے سینے سے ٹکراتی قدموں میں گر گئی تھی۔

''بیلا! ہوش میں رہو تم۔'' عثمان کو اُس کی اس حرکت پر اچانک ہی غصہ آیا تھا۔ کیونکہ یہ سب اس کے لیے بھی غیر متوقع تھا۔

''میں اپنے پورے ہوش و حواس میں ہوں۔'' وہ بھڑک کر عثمان پر چیخی تھی۔ ''ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ سڑتی لاش کو نہ کسی دھن دولت کی ضرورت ہوتی ہے نہ کسی خیرات کی۔'' مشتعل نظروں سے فاروق کو دیکھتی وہ زہر خند لہجے میں بولی تھی اور پھر پلٹ کر تیزی سے ڈرائنگ روم سے نکلتی سب کو ساکت چھوڑ گئی تھی۔ فاروق کے چہرے پر پھیلی تاریکی نے پتہ نہیں کیوں عثمان کو دھچکا سا پہنچایا تھا۔ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا وہ ان کے مقابل آیا تھا۔

''وہ جو کچھ کہہ گئی ہے، اس سب کے لیے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔'' وہ نہیں جانتا تھا کہ کس طرح بے اختیار وہ یہ بول گیا تھا۔ دوسری جانب خرمن نے شدید بے یقینی سے عارش کی جانب دیکھ کر شاید تصدیق مانگی تھی کہ کیا واقعی عثمان یہ سب فاروق سے کہہ چکا ہے۔ جبکہ فاروق نے بس ایک خاموش نگاہ اُس پر ڈالی تھی جو اُن کے پیروں کے پاس گری فائل کو اُٹھا رہا تھا۔

''جس کا حق تھا، وہی دستبردار ہو چکی ہے تو پھر اب آپ پر کوئی بوجھ نہیں ہونا چاہئے۔ آپ نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔'' فاروق کی خاموشی پر عارش بولنے پر مجبور ہوا تھا۔ دوسری جانب عثمان نے فائل قریب موجود فاران کے حوالے کر دی تھی۔ اس کے بعد فاروق کسی بھی جانب دیکھے بغیر ڈرائنگ روم سے نکل گئے تھے۔ فاران ان کے پیچھے ہی گیا تھا۔ سوگوار سی خاموشی میں گھرے وہ تینوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔

❀------O------❀
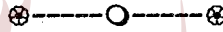
لاؤنج کی تاریکی میں وہ گلاس ونڈو کے پاس کھڑی دُور اُونچے درختوں کی قطاروں کے اوپر پھیلے آسمان کی تاریکی میں ستارے تلاش کرنے کی کوشش میں اپنی جلتی آنکھوں کو دُھندلا چکی تھی۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔ دل کسی زخم کی طرح چیختا اُس کی اذیت کو بڑھا رہا تھا۔ آج پھر سر سے آسمان چھن گیا تھا۔ ایک بار پھر پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی گئی تھی۔ وہ زندگی میں دوبارہ کبھی ان کو نہیں دیکھنا چاہتی تھی مگر پھر بھی وہ ان کا سامنا کرنے پر آج مجبور ہو گئی تھی۔ وہ ان کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ ان سے کتنی نفرت کرتی ہے۔ مگر یہ تو وہ بھی جانتے ہوں گے کہ اس کی نفرت مقابلہ نہیں کر سکتی اس نفرت کا جو نفرت وہ اس سے ازل سے رکھتے ہیں۔ اس کی گھٹی گھٹی سسکیوں میں شدت آتی جا رہی تھی۔ قدموں کی آہٹ بھی سنائی نہیں دی تھی۔ آخر وہ کس طرح اس کے درد سے بے خبر رہ سکتا تھا؟ کس طرح اسے گھٹ گھٹ کر روتے دیکھ کر دُور رہ سکتا تھا۔

اسے شانوں سے تھام کر عثمان نے اس کا رخ اپنی طرف موڑا تھا۔

''کیا صرف ان کو ہی حق ہے نفرت کرنے کا؟ کیا صرف وہی ذلت دینے کا حق رکھتے ہیں؟'' برستی آنکھوں سے اسے دیکھتی وہ زلزلوں کی زد میں تھی۔

''ایک بار مجھے مار کر انہیں سکون نہیں ملا، وہ بار بار مجھے مارنا چاہتے ہیں۔ وہ میری کتنی قبریں تیار کریں گے؟'' اس کے سینے سے لگی وہ بلک اُٹھی تھی۔

''آج جس قدر رونا چاہتی ہو، رو لو۔ سارے آنسو بہا دو۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ مگر آج کے بعد تمہاری آنکھوں میں کوئی آنسو نہ دیکھوں۔ تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہو گا کہ تم کسی کے لیے اپنی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دو گی۔'' اس کے

لرزتے کانپتے وجود کو بانہوں کے مضبوط حصار میں چھپائے وہ حتمی لہجے میں بولا تھا۔

❀------O------❀
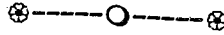
گیلے بالوں سے ٹاول اُس نے اُتارا ہوا تھا جب کال بیل پر وہ چونک اُٹھی تھی۔ اس وقت عثمان کی آمد نے اسے حیرانی میں مبتلا کیا تھا مگر خاموشی سے وہ اس کے اندر آنے سے پہلے ہی پلٹ کر کچن کی سمت بڑھ گئی تھی۔ اس نے تو ابھی رات کا کھانا بنانے کی تیاری بھی نہیں کی تھی۔ لہٰذا عجلت میں اس نے فریج سے شامی کباب نکال لیے تھے۔ فی الحال چائے کے ساتھ وہ یہی اہتمام کر سکتی تھی۔

''تم کیا کر رہی ہو؟'' عثمان کی آواز پر وہ پلٹی تھی۔

''میرے لیے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم باہر جا رہے ہیں۔'' بغور عثمان نے اسے دیکھا تھا۔

کل رات بے تحاشا برسنے کے بعد اس کی آنکھیں ہی نہیں، چہرہ بھی دُھل کر شفاف ہو چکا تھا۔

''باہر...... مگر کیوں؟'' بیلا نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا مگر اگلے ہی پل کچھ جز بز ہوئی تھی، جب وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتا مزید قریب ہوا تھا۔

''کیونکہ آج میں سارے کام چھوڑ کر تمہارے لیے واپس آیا ہوں اور تمہارے قریب رہنا چاہتا ہوں۔'' اس کے رخسار کو نرمی سے چھوتا وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔

محبت سے لبریز اس کی روشن آنکھوں سے وہ نظر نہیں چرا سکی تھی۔ دوسری جانب اسے اپنی طرف اس طرح ٹکٹکی باندھے دیکھ کر عثمان کے لبوں کی تراش میں معنی خیز مسکراہٹ اُبھری تھی۔ شرارتی انداز میں اس نے جس طرح پلکیں جھپکائی تھیں، بیلا کے رخسار تپ اُٹھے تھے۔ گڑبڑا کر اس کے سامنے سے ہٹتی وہ تیزی سے کچن سے نکلی تھی۔

''جلدی تیار ہو جاؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔'' عثمان نے پیچھے سے تاکید کی تھی۔ تب ہی کال بیل نے اسے متوجہ کیا تھا۔ دروازہ کھول کر اس نے آنے والے کا چہرہ دیکھتے ہی دروازہ پھر سے بند کر دیا تھا مگر ایک لمحے بعد واپس دروازہ کھولتے ہوئے اس نے احتراماً تھوڑا جھک کر خرمن کو اندر آنے کا اشارہ کیا تھا جو خشمگیں نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''تم بیلا کے ساتھ کہیں جا رہے ہو؟'' اس کی کڑی نظروں پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''دیکھو بھئی، میں تمہارے کسی پلان میں گڑبڑ کرنے نہیں آئی ہوں۔ میں تو بس عارش کے کہنے پر ذرا تصدیق کرنے آئی ہوں۔ اس نے ابھی کال کر کے مجھے بتایا ہے کہ تم یہ کہہ کر اس سے گاڑی چھین لائے ہو کہ تم بیلا کے ساتھ باہر جا رہے ہو۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا، سو میں خود دیکھنے آ گئی۔'' مسکراہٹ چھپائے وہ لاپروائی سے بولی تھی۔

''تمہارے شوہر کے حلق میں میری کوئی بات نہیں ٹھہرتی۔ فوراً تمہارے کانوں میں صور پھونک دیا۔'' وہ کلس کر بولا تھا۔

''تو کیا ہوا مجھے بتا دیا تو۔ میں کوئی جیلس ہو کر یہ تو نہیں بول رہی کہ عارش مجھے باہر گھمانے یا ڈنر کروانے نہیں لے گیا۔'' وہ بگڑ کر بولی تھی۔

''عارش تمہیں کہاں لے جائے گا؟ تم بڑی ہو، تم لے جاؤ اسے گھمانے پھرانے۔ آخر وہ بھی ننھا شاگرد رہا ہے تمہارا۔'' عثمان نے مضحکہ اُڑایا تھا۔

''جھوٹے۔'' خرمن نے ناک پر سے مکھی اُڑائی تھی۔ ''وہ پہلے بھی جتنا زمین سے باہر تھا، اس سے کہیں زیادہ زمین کے اندر تھا۔''

''اچھا...... پھر کھاؤ قسم کہ سینٹرل آئیڈیا غلط بنانے پر عارش کو تم نے طمانچہ رسید نہیں کیا تھا؟'' عثمان نے آنکھیں سکیڑ کر اُسے دیکھا تھا۔

''غرق ہو۔'' تلملا کر اسے گھورتی وہ بیلا کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

''ایک ہو تو چکا ہے غرق تمہاری آنکھوں میں ڈیئر استانی!'' عثمان نے ہنستے ہوئے مزید اُسے تپایا تھا۔

❀------O------❀

ٹیرس پر آتے ہوئے چبھتی ہوئی تیز خنک ہوا کے ساتھ برستی پھواروں نے اسے مزید تشویش میں مبتلا کیا تھا۔ گیٹ پر کہیں بھی عثمان کی واپسی کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ سو وہ واپس پلٹ آیا تھا۔

''دونوں کے فون بند جا رہے ہیں۔ کہاں گئے ہیں یہ دونوں؟'' گلاس ڈور بند کرتا وہ اس سے مخاطب تھا جو صوفے پر گرم کمبل میں دبکی ٹی وی اسکرین کی طرف ہی متوجہ رہی تھی اور اتنی محو تھی کہ اس نے شاید عارش کی بات ہی نہیں سنی تھی۔ حیرت سے اس کی محویت پر عارش نے اسکرین پر حرکت کرتے منظر کو دیکھا تھا۔

سماعتوں کو پُرسکون کرتی آرکسٹرا کی مدھم دھن کے ساتھ وہ جوڑا ہاتھ تھامے ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھویا بڑے رومانٹک ماحول میں روایتی انگریزی اولڈ رقص میں مگن تھا۔

''ریڈیو جوائن کرنے کے بعد تم میوزک کے معاملے میں کافی باذوق ہو گئی ہو۔'' شرٹ کی سلیوز کہنیوں تک چڑھاتے ہوئے وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو اپنے بال سمیٹتی کیچر کی تلاش میں اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہی تھی مگر اگلے ہی پل ہول اُٹھی تھی جب عارش نے اپنے ٹھنڈے یخ ہاتھ میں اس کا گرم ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''جو تم اتنی حسرت سے دیکھ رہی ہو وہ اتنا مشکل کام نہیں ہے۔ جلدی اُٹھو۔ ورنہ میوزک رُک جائے گا۔'' اس کی سنے بغیر عارش عجلت میں ہی اسے اپنے مقابل لے آیا تھا۔

''یہ کیا بے وقوفی ہے؟ مجھے نہیں آتا یہ سب۔'' جھینپی ہنسی کے ساتھ خرمن نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی مگر اَن سنی کیے عارش نے اس کا دوسرا ہاتھ اپنے شانے پر رکھا تھا اور اپنا بازو اس کی پشت کے گرد حمائل کر دیا تھا۔

''اگر تم نے اپنے پیر سے میرے پیر کو ذرا بھی نقصان پہنچایا تو حشر دیکھ لینا اپنا۔'' ہنسی کے درمیان اسے وارن کرتے ہوئے وہ درمیان میں فاصلہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔

''تم بس اپنا دھیان مجھ پر رکھو اور باقی سب مجھ پر چھوڑ کر مطمئن رہو۔'' ہلکے ہلکے متحرک قدموں کے ساتھ وہ ہدایت دے رہا تھا۔

''کیوں...... تمہارے اندر ایسا کیا ہے جو میں اپنا دھیان تم پر خرچ کروں؟'' گردن اکڑائے، نخوت سے اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ غرور کی حدود پر دکھائی دے رہی تھی۔ جواباً بے باک نگاہوں سے عارش نے اس کی پلکوں پر گری آتی تراشیدہ لٹوں کو ہلکی سی پھونک مار کر پرے ہٹایا تھا۔

جبکہ گھبرا کر پلکیں بھینچتے ہوئے خرمن کے پیروں کا ردھم ٹوٹا تھا مگر وہ بروقت ہی کچھ اس طرح سنبھال چکا تھا کہ ہر فاصلہ ہی ختم ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی میوزک کا اختتام بھی ہو گیا تھا۔ جلتے ہوئے سرخ چہرے کے ساتھ وہ خونخوار نظروں سے گھورتی کھا جانے کے لیے تیار تھی جو انتہائی معصومیت چہرے پر سجائے پلکیں جھپکا تا بڑی مظلومیت کے ساتھ اس کے بپھرے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ بروقت کال بیل نہ بجتی تو اس نے یقیناً آج عارش کے پرخچے اُڑا دینے تھے۔

''گیٹ کھولو جا کر۔'' اس کی چنگھاڑ پر وہ بمشکل مسکراہٹ چھپائے بڑی فرمانبرداری سے لاؤنج سے نکل گیا تھا۔ غصیلی نظریں اس کی پشت سے ہٹاتی وہ صوفے سے اپنی گرم شال اُٹھا کر سر پر ٹھیک کرنے لگی تھی۔

گیٹ کھول کر اس کی طرف ہٹتے ہوئے اس نے حیرت سے عثمان کے بے انتہا سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا اور پھر بیلا کو جس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تیر رہے تھے۔

''کیا ہوا؟'' عارش دنگ ہو اُٹھا۔ اگر عثمان فوراً بیلا کو روکتے ہوئے عارش کو پرے نہ ہٹاتا تو وہ یقیناً اس کے سینے سے لگتی پھوٹ پھوٹ کر مزید رونا شروع کر دیتی۔

''اندر جا کر ماتم کر لو۔'' بیلا کو گھرکتے ہوئے عثمان نے اندر بڑھایا تھا۔

''اتنی مشکل سے اس کا رونا بند کروایا تھا، مگر تم آ گئے اپنا چہرہ لے کر۔ دنیا کی کوئی عورت تمہارے سامنے ہنس نہیں سکتی، بس رو سکتی ہے۔'' وہ خوامخواہ عارش پر بگڑا تھا۔

''آخر ہوا کیا ہے؟ کس کا غصہ مجھ پر اُتار رہے ہو؟'' عارش حیران پریشان اس کے پیچھے آیا تھا۔

''کیا، کیا ہے اس نے؟ بتاؤ مجھے۔ ابھی تمہارے سامنے اسے ادھیڑتی ہوں۔'' روتی ہوئی بیلا کو ساتھ لگائے وہ عثمان کو گھور رہی تھی۔

''پوری بات سن لو پہلے۔ مجھ پر غرّانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' عثمان مزید بگڑا تھا۔

''اچھا، اب بتا بھی دو۔ ہوا کیا ہے؟'' عارش زِچ ہوا تھا۔

''ہونا کیا ہے۔ اچھا خاصا آؤٹنگ کرنے کے بعد کینڈل ڈنر لے کر واپس آ رہے تھے کہ نازل ہو گئے موت کے فرشتے۔ چمکتا ہوا سامان دکھا کر گاڑی سائیڈ میں رُکوالی۔''

''کیا کہہ رہے ہو؟'' خرمن نے ہول کر بیلا کو بھی دیکھا تھا۔

''زیادہ نقصان تو نہیں ہوا؟'' عارش تشویش میں مبتلا ہوا تھا۔

''اس کی وجہ سے ہونے والا تھا نقصان۔'' ناگوار نظروں سے اس نے بیلا کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ''ڈٹ گئی اپنی بات پر کہ اپنا سیل فون نہیں دوں گی۔ میں نے زبردستی اس سے فون لے کر ان لوگوں کے حوالے کیا ورنہ وہ روکنے والے تھے۔''

''یہ کیا بے وقوفی کی تم نے۔ اسٹریٹ کرائم کی سنگینی سے کیا تم واقف نہیں ہو؟ کس طرح معمولی چیزوں کے لیے انسانی جان کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ سیل فون دوبارہ بھی مل سکتا ہے لیکن اگر کوئی اور نقصان ہو جاتا تو اس کا ازالہ کون کر سکتا تھا؟'' عارش نے کافی ناراضگی سے بیلا کو دیکھا تھا۔

''میں اس لیے نہیں رو رہی کہ مجھے فون چھن جانے کا دکھ ہے۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ ان لوگوں نے میرے سر پر ریوالور رکھ دیا اور یہ خاموشی سے دیکھتا رہا۔'' بیلا نے روتے ہوئے غصے کا اظہار بھی کیا تھا۔

''بات سنو! نہ میں جیمز بانڈ کی اولاد ہوں نہ کسی مووی کا ہیرو ہوں۔ اگر میں ان سے بھڑ جاتا تو دو منٹ میں تمہارے سر کے چار ٹکڑے ہو جاتے۔ انہوں نے شرافت سے مانگا، میں نے دے دیا۔ تمہاری موجودگی میں ہیرو بننے کی کوشش میں کر بھی نہیں سکتا تھا۔''

''شکر ہے تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا۔'' عارش نے کہا تھا۔

''اور اگر وہ حد سے آگے بڑھتے، تب بھی تم اس عقلمندی کا مظاہرہ کرتے؟'' خرمن نے ناگوار نظروں سے عثمان کو دیکھا تھا۔

''اب تم مزید میرا دماغ خراب مت کرو۔ وہ لوگ حد میں تھے تو میں نے بھی خود کو شانت رکھا۔ ہر جگہ طاقت استعمال نہیں کی جاتی۔ تم اس سے پوچھو، سیل فون کے علاوہ ان لوگوں نے اس سے کوئی چیز نہیں لی۔ خالی تو میری جیبیں ہوئی ہیں۔'' عثمان ہتھے سے اُکھڑا تھا۔

''کیا فائدہ تمہاری فیم کا اور چہرے کا، ذرا لحاظ بھی نہ رکھا ان لفنگوں نے۔'' خرمن تلملا کر بولی تھی۔

''یہ فیم اور چہرہ ہی ان لوگوں کو میرے پیچھے لایا تھا۔ وہ مجھے پہچان گئے تھے اس لیے بھی انہوں نے مجھے بہت عزت سے لوٹا۔ بلکہ بیلا کے چیخنے پر انہوں نے ہم دونوں کے فون سے سم اور میموری کارڈ اسی وقت نکال کر واپس دے دیئے۔''

''واقعی......؟'' عارش بے یقین ہوا تھا۔ ''یہ تو کمال ہی ہو گیا ورنہ یہ لوگ اتنا ٹائم کب لیتے ہیں نکلنے میں۔''

''بیلا! تم رو مت تمہارے لیے نیا سیل فون میں کل ہی لاؤں گا۔ خوش ہو جاؤ۔''

''چلو اب جو ہوا اس پر مٹی ڈالو۔ بلا ٹلی سر سے۔'' بیلا کے شانے تھپتھپا کر خرمن نے تسلی دی تھی۔

''تم دیکھنا اب میں کیا کرتا ہوں۔ ریڈیو پر اپنے ویک اینڈ شو میں خوب ان کرمنلز کو ذلیل کروں گا۔ ذرا سی بھی غیرت

ہوئی تو یہ وارداتیں ہی کرنا چھوڑ دیں گے۔'' عثمان نے بیلا کے تیور درست کرنے کی کوشش میں بہلایا تھا۔

''میری بلا سے تم کچھ بھی کرو۔ مگر میں اب تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔'' غصیلی نظروں سے اسے دیکھتی وہ تیزی سے لاؤنج سے جو نکلی تو خرمن کے پکارنے پر بھی نہیں رُکی تھی۔

''کھڑے کیوں ہو؟ جاؤ اس کے پیچھے۔'' خرمن نے بھنا کر عثمان کو دیکھا تھا۔

''اس کو سمجھا لو، میری بے عزتی پر بہت خوش ہوتا ہے یہ۔'' عثمان نے عارش کے مسکراتے چہرے کو گھورا تھا۔

''جانے سے پہلے میری گاڑی کی چابی دو۔'' عارش کو یاد آیا تھا۔

''کل ذرا گاڑی کی حاضری گیراج میں لگوا دینا۔'' چابی اسے دیتا عثمان چور سے انداز میں بولا تھا

''کیا ہوا ہے میری گاڑی کو؟'' عارش بھک سے اُڑا تھا۔

''میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ بیلا کے رونے دھونے کے چکر میں کچھ ڈس بیلنس ہو گیا۔ ایک دو ڈینٹ ہی تو پڑے ہیں یار!'' عارش کے چڑھتے پارے پر وہ بوکھلایا تھا۔

''ایک دو ڈینٹ کا مطب سمجھتے ہو تم؟'' عارش کے بھڑکتے لہجے پر عثمان نے بمشکل ہنسی روکتے ہوئے اسے شانت رہنے کا اشارہ کیا تھا جبکہ عارش نے خون کے گھونٹ پیتے ہوئے صوفے پر بیٹھی خرمن کو دیکھا تھا۔

''میری طرف مت دیکھو۔ میری طرف مت دیکھو۔ میری طرف سے تم اسے باہر لے جا کر اس کا سر کچل دو۔ مگر یہاں کوئی دنگل مت کرنا۔'' خرمن نے بیزاری سے دامن چھڑایا تھا۔

''اگر ڈینٹ ایک دو سے زیادہ ہوئے تو پھر یاد رکھنا، تمہارے چہرے کے ڈینٹ کوئی کاؤنٹ نہیں کر سکے گا۔''

''خبردار، جو تم نے اپنی گاڑی کا بدلہ میرے چہرے سے لیا۔ میرا چہرہ پبلک پراپرٹی ہے۔ میری روزی کا ذریعہ ہے...... میں ایک بھی ڈینٹ اپنے چہرے پر برداشت نہیں کروں گا۔'' عثمان اسے دھمکا تا ہی رہ گیا تھا جو اسے کالر سے پکڑے لاؤنج سے نکل گیا تھا۔

❀------O------❀

چہرے پر نائٹ کریم کا مساج کرتے ہوئے اس نے وال کلاک کی سمت دیکھا تھا۔ کچھ دیر تک وہ مزید عثمان کی آمد کا انتظار کرتی رہی تھی۔ اس کے بعد بالوں کو ہیئر بینڈ میں جکڑتی دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔ دہلیز پر رُکتے ہوئے وہ حیران نہیں تھی کہ عثمان لاؤنج میں ہی پتہ نہیں سویا ہوا تھا یا جاگ رہا تھا؟ چند لمحوں تک اسے دیکھتے ہوئے وہ اس کی سنگت میں گزرے وقت کو ذہن میں تازہ کرتی رہی تھی۔

سارا وقت وہ کس طرح اپنی باتوں سے اس کے چہرے پر ہنسی لانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ اس کی تعریف میں زمین آسمان ایک کرتا رہا تھا۔ بار بار اپنے لفظوں سے، اپنی آنکھوں سے یہ باور کرواتا رہا تھا کہ وہ اس کے لیے کتنی خاص ہے۔ اس کی محبت اور توجہ کا مرکز وہ تھی۔ اس کی ذات تھی، اس کی چاہتوں کے حصار میں وہ جیسے سرشار ہو گئی۔ کتنے دن بعد وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ ان دونوں کی باتوں میں تیسرا کوئی نہیں تھا اور اس وقت بھی وہ چاہتی تھی کہ درمیان میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو مزید کسی اذیت کی وجہ بنے۔ آنے والے دنوں کے لیے جو اُمیدیں ان دونوں نے ایک دوسرے سے باندھی تھیں، کسی صورت ان خوش کُن اُمیدوں اور توقعات کو ٹھیس نہیں پہنچنی چاہئے تھی۔ گہری سانس بھرتی وہ اس کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اس کی مدھم پکار پر عثمان نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھا تھا اور پھر اس کے چہرے سے نظر ہٹاتا خاموشی سے اُٹھ بیٹھا تھا۔ چند لمحوں تک وہ اس کے چہرے کی گہری سنجیدگی کو دیکھتی رہی تھی اور پھر اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

''ہم اتنے خوش تھے۔ باہر کتنا اچھا وقت گزرا۔ اگر درمیان میں کچھ برا ہوا بھی ہے تو ہمیں اب اس کو بھول جانا چاہئے۔''

''یہ بات تم مجھے سمجھا رہی ہو؟'' عثمان نے اسے دیکھا تھا۔ ''تم تو رو رو کر یہ ثابت کرنا چاہ رہی تھیں کہ میں ایک بزدل

انسان ہوں۔ آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ میں کتنا بے اعتبار ہو چکا ہوں تمہارے لیے، تمہارے بھروسے کے لائق بھی نہیں رہا ہوں۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ جس طرح بجھے لہجے میں بولا تھا، بیلا تڑپ ہی تو اُٹھی تھی۔

''اگر ایسا ہوتا تو میں ہتھیار کی زد میں کبھی واویلا نہیں کرتی مان! تمہاری وجہ سے مجھے اتنی ہمت ملی تھی۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے کچھ نہیں ہونے دو گے۔ تمہاری موجودگی میں مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ان لٹیروں نے مجھے مہرہ بنا کر تمہارے ہاتھ کی گھڑی تک اُتروالی تھی۔ مجھے شدید غم وغصہ تھا۔ یہ تو میں دیکھتی ہوں کہ تم دن رات کتنی محنت کرتے ہو اور ان لوگوں نے کتنی آسانی سے تمہاری محنت کے روپے ہتھیا لیے اور تم میری وجہ سے کوئی احتجاج بھی نہیں کر سکے تھے۔'' وہ شدید تاسف سے بولی تھی۔

''تم چیزوں اور روپوں کی بات کر رہی ہو؟ اگر اس وقت مجھ سے میری جان بھی وہ لوگ مان لیتے تو میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ ریوالور اصلی تھا یا نقلی۔ مجھے بس یہ نظر آ رہا تھا کہ تم خطرے میں ہو۔ مگر تم ان معمولی چیزوں کے لیے خود کو نقصان میں ڈالنا چاہتی تھیں۔ تم جانتی ہو کہ اگر خدانخواستہ تمہیں ذرا سی خراش بھی آ جاتی تو میں اپنے آپ سے نظر بھی نہیں ملا سکتا تھا۔'' اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ شرمندہ ہوئی تھی۔

''مجھے معاف کر دو۔ وہ تو بس غصے میں تھی۔ میں نے خرمن سے اُلٹا سیدھا کہہ دیا مگر میرے نزدیک تمہاری کوئی چیز معمولی نہیں ہے۔ میں اب تمہاری بیوی ہوں اور بیوی کو اپنے شوہر کا خالی والٹ بھی بہت عزیز ہوتا ہے۔'' اس کے خفت بھرے لہجے پر عثمان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''بہت ہی ناقابل یقین بات بتائی ہے تم نے۔ کیا واقعی تمہیں اپنے اور میرے تعلق کی خبر ہے؟'' عثمان کے بے تاثر لہجے اور نظروں نے اس کے تاثرات کو بدلا تھا۔

''میں اپنے غصے کی وجہ بیان کرنے اور بات کو ختم کرنے یہاں آئی تھی مگر تم شاید بات کو بڑھا کر مجھے مزید شرمندہ کرنا چاہتے ہو۔ میں کیسے بے خبر رہ سکتی ہوں اس تعلق سے جو ہمیشہ تمہارے لیے تکلیف کا سبب بنتا رہا ہے؟'' مدھم لہجے میں وہ اس سے نظر ملائے بغیر بولی تھی اور اگلے ہی پل آنکھوں کی نمی چھپائے جانے کے لیے اُٹھ گئی تھی۔ تب ہی عثمان نے اس کا ہاتھ تھام کر روک لیا تھا۔

''جو کچھ نے ابھی کہا ہے، وہ سب دوبارہ کبھی مت کہنا۔'' اس کے مقابل ہوتا وہ بولا تھا اور اس کا دوسرا ہاتھ بھی تھام لیا تھا۔ بیلا اس کی جانب نہیں دیکھ سکی تھی، جو اس کے ہاتھوں کو چوم رہا تھا۔ مگر اس کے محبت سے لبریز لمس کی گرمی وہ اپنے ہاتھوں سے دل تک اُترتی محسوس کر رہی تھی۔

''تمہیں یاد ہے، میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں؟ تمہیں یاد ہے میں وہی ہوں جسے تمہاری چاہت کی شدتوں نے ہمیشہ ساتویں آسمان پر پہنچائے رکھا ہے؟'' اس کے نرم ہاتھ اپنی گردن کے گرد حمائل کرتا وہ اس کی جھکی ہوئی لرزتی پلکوں کو تک رہا تھا۔

''کیا تم نہیں جانتیں، میں وہی ہوں جس کے بغیر تمہارے لیے سانس لینا مشکل تھا؟ جس کی ذات تمہارے بغیر ادھوری ہے؟'' اس کے مدھم بھاری لہجے میں جذبوں کی شدت گھلی ہوئی تھی۔

''مجھے سب یاد ہے۔ میں سب جانتی ہوں۔'' بمشکل پلکیں اُٹھاتے ہوئے وہ لرزتے لہجے میں بولی تھی۔

''مگر تم یہ نہیں جانتیں کہ میں اب مکمل ہونا چاہتا ہوں۔ تمہارے لمس کو اپنی محبت کے تمام اسرار سے آشنا کرنا چاہتا ہوں۔ میں اب تمہیں دیکھنا نہیں چاہتا، تمہیں محسوس بھی کرنا چاہتا ہوں۔'' اس کا مخمور لہجہ بیلا کی دھڑکنیں جکڑ گیا تھا۔ اس کی ساحر آنکھوں میں جذبوں کا تلاطم پیشانی کو عرق آلود کرنے لگا تھا۔ مضبوط حصار میں وہ سحر زدہ اور ساکت تھی۔ سانسوں کی تپش چہرہ ہی نہیں، وجود بھی جھلسا رہی تھی۔ محبت جب مہربان ہوتی ہے تو روح کھینچ لیتی ہے۔ اور یہ سچ پوری سچائی سے اس پر منکشف ہوتا اس کی سانسیں بھی روک رہا تھا۔ باوجود اس کے کہ وہ جانتی تھی، آج کی خوب صورت جھلملاتی رنگوں سے بھرپور

شام کا اختتام بھی بہت دلکش انداز میں ہوگا۔ مگر یہ دلکشی کسی قیامت سے کم بھی نہ ہوگی۔

❀------O------❀

سرد موسم کی بڑھتی شدت کے ساتھ آج کی رات شدید دُھند میں لپٹی تھی۔ لیدر کی سیاہ جیکٹ کی پاکٹس میں ہاتھ اڑسے وہ دھیمی رفتار کے ساتھ گیٹ کی سمت بڑھ رہا تھا۔ موسم کا ہی اثر تھا کہ آج اُس پر انفلوئنزا کا حملہ ہوگیا تھا جس کے باعث سر بھاری اور طبیعت بوجھل تھی۔ آج خرمن اور عثمان کا وِیک اینڈ شو تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی وہ اسے ریڈیو اسٹیشن ڈراپ کر کے لوٹا تھا مگر واپس آ کر پارکنگ میں ہی اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اوپر اپنے اپارٹمنٹ میں نہیں جائے گا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر وہ گھر میں گیا تو یقیناً نیند غالب آ جاتی تھی یا پھر طبیعت کی خرابی کے باعث اسے واپس نیچے آنا اور خرمن کو پک کرنے جانا بہت بھاری لگتا۔ لہٰذا اس کو اب گھر سے باہر یہ دو گھنٹے گزارنے تھے۔ حالانکہ خرمن نے کہا تھا کہ وہ عثمان کے ساتھ واپس آ جائے گی۔ گھر کی چابی بھی اس کے پاس ہے، سو وہ گھر پر آرام سے سو جائے۔ مگر ظاہر ہے وہ انکار کر گیا تھا۔ کبھی کبھی خرمن اتنے احمقانہ طریقے سے اس پر مہربان ہونے کی کوشش کرتی تھی کہ اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ اپنا سر دیوار سے ٹکرائے یا پھر خرمن کے ہی سر سے...... بیوی گھر سے باہر ہو، رات گہری ہو تو ایک شوہر کے لیے بے خبری کی نیند سو جانا مشکل ہو سکتا ہے۔ اگر شوہر عارش جیسا ہو اور بیوی خرمن جیسی، کبھی کبھی عارش کو خود پر حیرت ہوتی تھی کہ خرمن کے لیے اتنا تنگ نظر ہونے کے باوجود وہ کس طرح خرمن کا اتنے لوگوں کے درمیان ہونا برداشت کر لیتا ہے۔ لیکن وہ مطمئن تھا کہ خرمن اس دنیا میں اپنا ایک مقام بنا رہی ہے۔ وہ جتنا بھی اسے نظرانداز کرتی ہے مگر اسے ہر قدم پر یاد ہوتا ہے کہ اس کی اپنی ایک باؤنڈری ہے جس کے اندر وہ کسی کی بیٹی ہے، کسی کی بیوی اور عزت ہے، اپنی حدود کے اندر رہ کر وہ اگر اپنی ایک پہچان بنا رہی ہے اور اس میں خوش ہے تو اس کی خوشی اور کامیابی کے لیے عارش کو چند چیزیں تو برداشت کرنی ہی تھیں کہ بہرحال وہ اس حد تک بھی تنگ نظر نہیں تھا۔ اس کی یہ سپورٹ اور کچھ سمجھوتے خرمن کے دل میں اسے خاص جگہ دیں گے وہ یہ اُمید رکھتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ آنے والے وقت میں ان دونوں کے درمیان روایتی ازدواجی تعلق کے علاوہ بھی وہ سب کچھ بھی ضرور ہوگا جس کی وہ توقع رکھتا تھا۔ محبت کے معاملے میں وہ ایک روایتی اور جنونی مرد تھا۔ اسے یاد تھا کہ وہ یک طرفہ محبت میں مبتلا ہو کر ایک ایسی ہستی کو اپنی زندگی میں لے آیا ہے جس کے نزدیک محبت بے اہم سی شے ہے جبکہ وہ وقت کے ساتھ ساتھ مزید محبت کے معاملے میں شدت پسند ہوتا جا رہا تھا۔ اس شدت کو چھپائے رکھنا اس کے لیے مشکل بھی ہوتا تھا کیونکہ اس معاملے میں وہ خرمن کی تنقید یا ناپسندیدگی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے جذبوں کی بے حرمتی کرنا خرمن کے لیے بہت آسان تھا، وہ جانتا تھا۔ مگر دل تھا کہ بس ایک بار اسے بھی اپنے لیے تڑپتا سسکتا دیکھنا چاہتا تھا۔ وہی شدت، وہی محبت کے دیپ اپنے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھنا چاہتا تھا اور اس کے لیے جانے اور کتنا کٹھن انتظار کرنا تھا۔ وہ اپنے صبر و ضبط کو قائم رکھنا چاہتا تھا کیونکہ وہ کبھی خرمن کو یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ آج تک وہ اسے ایک روایتی سی بیوی کے طور پر قبول کرنے کے بعد بھی قبول نہیں کر سکا۔

سڑک کے کنارے چلتے ہوئے اسے ایک بار پھر خرمن کی فکر لاحق ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ موسم ہمیشہ سے ہی اس کے لیے بہت خطرناک رہا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اسے کچھ دنوں سے خرمن کی طبیعت ناساز لگ رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اپنی کسی تکلیف کا ذکر وہ خود سے کبھی نہیں کرے گی۔ اس کے استفسار پر بھی وہ ٹالتی رہی تھی مگر آج اس نے خود دیکھا تھا کہ خرمن کو اِنہیلر کی ضرورت ہوئی تھی۔ اس کے ریڈیو جانے پر وہ تشویش میں مبتلا تھا۔ دبے لفظوں میں اس نے خرمن کو آج ریڈیو جانے سے منع بھی کیا تھا مگر اس نے توجہ نہیں دی تھی۔ عارش کو بھی مناسب نہیں لگا تھا کہ جب وہ جانا چاہتی ہے تو اسے زبردستی روک کر کوئی بدمزگی مول لے۔ ویسے بھی وِیک اینڈ شو بہت زیادہ مقبولیت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ اس لیے نہ عثمان، خرمن کے بغیر یہ شو ہوسٹ کر سکتا تھا نہ خرمن اس کے بغیر۔ دونوں کی موجودگی لازم و ملزوم تھی۔

دُھند اور سردی کی وجہ سے سڑک پر رونق نہ ہونے کے برابر تھی۔ دُھند میں اُسے اپنا راستہ نظر آ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس وقت کہاں جا رہا ہے۔ آج بھی ایک نے فون پر اسے بتایا تھا کہ ہشام قزلباش اس کے بارے میں پوچھتے ہیں اور یہ بھی

کہ وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ جان کر عارش کو اطمینان ہوا تھا اور اسے یقین تھا کہ بہت جلد اس کے تمام شکوک و شبہات یا تو ختم ہو جائیں گے یا پھر حقیقت میں بدل جائیں گے۔ ختم ہو گئے تو وہ جانتا تھا کہ مایوسی سے باہر نکلنے میں اسے بہت وقت لگے گا۔ لیکن اگر یقین میں بدل گئے تو اسے معلوم تھا کہ وہ خرمن کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا۔ مگر ابھی تو خود وہ نہیں جانتا تھا کہ خدا کی رضا کیا ہے۔ اپنی سوچوں میں گم چلتا وہ ایک موڑ تک پہنچا تھا جب کار کی تیز ہیڈ لائٹس نے اسے خبردار ہونے کا موقع بھی نہیں دیا تھا۔ کار کی اسپیڈ کم تھی مگر اس بھیانک تصادم نے اسے سڑک کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کی خاک چھنوا دی تھی۔ دوسری جانب بریک لگاتے لگاتے اپنی کار کی ہیڈ لائٹس میں ایک اُسے پہچان چکا تھا جو زد میں آ گیا تھا۔ سرعت سے بھاگتا ہوا وہ اس تک پہنچا تھا جو سڑک سے اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''آپ ٹھیک تو ہیں؟'' ایک نے حواس باختگی میں اس کا بازو تھام کر اُٹھنے میں مدد کی تھی مگر اگلے ہی پل ایک کے سارے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ آنکھیں پھاڑ کر اس نے عارش کے لہولہان چہرے کو دیکھا تھا اور پھر پلٹ کر جو بھاگا تو عارش کے روکنے پر بھی نہیں رُکا تھا۔ رومال جیسی کوئی چیز اس کے پاس نہیں تھی۔ لہٰذا ہاتھ سے ہی ناک سے بہتے خون کو روکنے کی کوشش کرتا وہ لڑکھڑائے قدموں کے ساتھ گاڑی کی سمت بڑھا تھا۔ وہ احمق لڑکا گاڑی کو ایسے ہی چھوڑ کر بدحواسی میں یقیناً کوئی مدد لینے گیا تھا۔ عارش کا اندازہ درست تھا۔ چند لمحوں بعد ہی اس نے ایک کے ہمراہ ہارون کو اپنی طرف دوڑتے آتے دیکھا تھا۔

''عارش! تم ٹھیک ہو؟'' ہارون کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

''میرے خدا!...... ایک! یہ کیا، کیا ہے تم نے؟'' ایک نظر عارش کو دیکھتے ہی وہ ایک پر دھاڑا تھا۔

''اسے کچھ مت کہیں۔ غلطی میری ہی تھی۔'' عارش نے فوراً کہا تھا۔

''اسے تو میں بعد میں دیکھتا ہوں۔ تم ابھی میرے ساتھ ہسپتال چلو۔ کہیں کوئی فریکچر......''

''نہیں، مجھے زیادہ چوٹ نہیں لگی۔ مجھے کوئی فریکچر محسوس نہیں ہو رہا۔ میں ہسپتال نہیں، اپنے گھر واپس جانا چاہتا ہوں۔'' عارش نے فوراً انکار کیا تھا۔ وہ واقعی واپس گھر جانا چاہتا تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ ہسپتال مت جاؤ مگر میرے ساتھ تو چلو۔ بہت خون بہہ رہا ہے۔ جلدی کرو۔'' ہارون نے عجلت میں اس کی بات مانتے ہوئے اسے بیک سیٹ پر بیٹھنے میں مدد دی تھی۔

⊛------○------⊛

گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی وہ نظر آئے تھے جو شدید فکرمند اور انتظار میں تھے۔ عارش پر نظر پڑتے ہی وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھ آئے تھے۔

''آنکھیں بند کر کے ڈرائیو کر رہے تھے تم؟ کس قدر زخمی کر دیا تم نے عارش کو۔'' بری طرح وہ ایک پر برسے تھے جس کا چہرہ پہلے ہی اُتر چکا تھا۔

''عارش! تمہیں پہلے ہسپتال چلنا چاہیے۔ بلیڈنگ کو روکنا ضروری ہے۔'' ہشام قزلباش نے پریشان نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''میں اسی لیے عارش کو یہاں لے آیا ہوں کیونکہ یہ حضرت ہسپتال جانے کے لیے تیار نہیں تھے۔'' ہارون نے جیسے شکایت کی تھی۔

''نہیں، سڑک کی چوٹ ہے۔ چیک اپ تو ضروری ہے۔'' ہشام تشویش سے بولے تھے۔

''آپ پریشان مت ہوں۔ یہ معمولی چوٹیں ہیں۔'' عارش نے ان کو مطمئن کرنا چاہا تھا مگر ان کی تشویش کم نہیں ہوئی تھی۔ اس کی تکلیف کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ سب اسے ساتھ لے کر لان عبور کرتے کچن کے عقبی دروازے سے اندر داخل ہو

گئے تھے کیونکہ یہی راستہ مختصر تھا۔

اس کی پیشانی پر لگی چوٹ زیادہ خطرناک نہیں تھی۔ چہرے پر بھی خراشیں واضح تھیں مگر ناک سے بہتا خون کسی صورت نہیں رُک رہا تھا۔ کاٹن کا بنڈل ختم ہوتا جا رہا تھا مگر بے سود۔

ہارون اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا تھا جب کہ ہشام قزلباش اس کے ہاتھ پر بینڈج کرتے ایبک پر گرم ہوتے رہے تھے۔ اس ساری صورتِ حال نے عارش کو کافی شرمندہ کر دیا تھا۔ وہ ایبک کو ان کے غصے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔

''عارش! تم خاموش ہو۔ میں نے واقعی غلط کیا ہے۔ تم اس کی غلطی پر پردے مت ڈالو۔'' ہارون نے اسے ڈپٹا تھا۔ تب ہی عقب سے اسے ایک مدھم آواز سنائی دی تھی۔

''ہارون! اس طرح خون نہیں رُکے گا۔ ٹھنڈا پانی استعمال کرنا ہوگا۔''

''کچھ بھی کرو مگر کسی طرح اس کی حالت تو بہتر ہو۔ تمہارے بیٹے نے کیا حشر کر دیا ہے اس بے چارے کا۔'' ہشام قزلباش ان سے مخاطب تھے جن کو عارش چاہتے ہوئے بھی دیکھنے کی کوشش نہیں کر سکا تھا۔

''اپنا سر اونچا کر کے رکھو بیٹا!'' اگلے چند لمحوں میں وہی نرم مہربان آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ ہارون نے فوراً ہی اسے کسی کی پشت پر سر رکھنے میں مدد دی تھی۔ اس طرح کہ اب وہ صاف طور پر اس مہربان چہرے کو باآسانی دیکھ سکتا تھا جو پشت کی طرف موجود تھیں۔ ہلکے آسمانی رنگ کے دوپٹے کے ہالے میں ان کا پُرنور چہرہ عارش کی آنکھیں ساکت کر گیا تھا۔

''پانی بہت ٹھنڈا ہے مگر تمہیں تھوڑا سا برداشت کرنا پڑے گا۔'' اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ بہت پُرشفقت لہجے میں بولی تھیں۔ عارش کے لیے مشکل تھا اپنے اندر اُٹھتے جھکڑوں کو روکنا اور اپنی نگاہیں ان کے چہرے سے ہٹانا۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے کس طرح اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے اپنی آنکھوں کو ہی بند کر لیا تھا۔ دھیرے دھیرے وہ اس کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالتی جا رہی تھیں مگر بہت احتیاط سے جبکہ باقی سب خاموشی سے لیکن ترحم آمیز نظروں سے اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔

''سر نیچے مت کرنا ابھی۔ اسی طرح رکھنا۔'' وہ اسے تاکید کر رہی تھیں جواب تک زمین و آسمان کے درمیان معلق تھا۔

''آپ کامیاب رہیں، بلیڈنگ رُک گئی ہے۔'' اس کے چہرے پر رہ جانے والا خون صاف کرتے ہارون نے اطلاع دی تھی۔

''شکر ہے صبیحہ! تمہارا یہ ٹوٹکا بروقت کام کر گیا۔ ورنہ میں تو بلیڈنگ کی رفتار دیکھ کر پریشان تھا۔'' عارش کے چہرے پر لگے زخموں کا جائزہ لیتے ہشام قزلباش نے شکر کی سانس لی تھی۔

''ماما! آپ نے تو عارش کا سر ہی فریز کر دیا ہے۔ ان کو زکام تو لازمی ہونے والا ہے۔'' ٹاول سے عارش کے بھیگے بال خشک کرتے ہوئے ایبک نے کہا تھا۔

''یہ ساری تکلیفیں عارش کو تمہاری وجہ سے اُٹھانی پڑ رہی ہیں۔'' ہشام قزلباش کو پھر اس پر غصہ آیا تھا۔ ایبک خفت سے انہیں دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''صبیحہ! عارش کے لیے گرم گرم کافی لے آؤ، اسے سخت ضرورت ہے۔'' ہشام قزلباش نے ان کو ہدایت دی تھی۔

''یہاں عارش کو ٹھنڈ زیادہ محسوس ہو رہی ہو گی۔ آپ سب ڈرائنگ روم میں چلیں۔ میں وہیں کافی لے کر آتی ہوں۔'' آنکھیں کھولتے ہوئے عارش نے وہی مہربان آواز سنی تھی مگر اس بار ان کی جانب وہ نہ دیکھنے کی بھرپور کوشش میں تھا۔

''عارش! تم چل سکتے ہو؟'' ہارون نے فوراً اُسے اُٹھنے میں مدد دینی چاہی تھی مگر وہ اشارے سے روک گیا تھا۔

''آپ اب میرے لیے اتنا پریشان ہو کر مجھے شرمندہ مت کریں۔ میں بغیر سہارے کے بھی چل سکتا ہوں۔'' عارش نے کہا تھا۔

''یہ اچھی بات ہے۔ ورنہ تمہارے بے وقوف دوست نے تو کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔'' ہشام قزلباش نے ایک بار پھر ناگوار نظروں سے ایبک کو دیکھا تھا جو چور سا بن گیا تھا۔

نفاست سے سجے ڈرائنگ روم کے گرم ماحول میں اسے واقعی کچھ راحت ملی تھی۔ ایبک کی مدد سے اس نے اپنی جیکٹ بھی واپس پہن لی تھی۔ ہشام قزلباش بار بار اس کی تکلیف پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے معذرت کر رہے تھے۔ اپنی طرف سے وہ ان کو مطمئن کرتا رہا تھا مگر کچن سے ڈرائنگ روم تک آنے تک اسے احساس ہو گیا تھا کہ اسے اندرونی چوٹیں آئی ہیں۔ پورے وجود میں درد کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

''ہارون! یہ اب کتنی ہی ضد کیوں نہ کرے مگر تم اسے گاڑی کی چابی نہیں دو گے۔ یہ لڑکا اپنی لاپروائی سے کس حد تک سب کو پریشان کر چکا ہے۔'' ہشام قزلباش نے تاکید کرتے ہوئے پھر ناگوار نظروں سے ایبک کو دیکھا تھا جو عارش کے پیچھے ہی صوفے کی پشت پر موجود اس کے نم بکھرے بال ہیئر برش سے سنوار رہا تھا۔

''پاپا! میں اپنی غلطی مان رہا ہوں۔ اب جب تک عارش ٹھیک نہیں ہو جاتے، میں ان کا خیال رکھوں گا۔'' ایبک شرمندگی سے بولا تھا۔

''عارش کو ٹھیک ٹھاک زخمی کرنے کے بعد اب تمہیں یہ کرنا ہی چاہیے۔'' ہارون نے خشمگیں نظروں سے ایبک کو دیکھا تھا۔

''اگر ایسا ہے تو مجھے افسوس نہیں ہوا ہے اپنے زخمی ہونے پر۔'' عارش نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا مگر اگلے ہی پل اس کی مسکراہٹ غائب بھی ہو گئی تھی۔ کافی لیے وہ اپنے مہربان چہرے کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھیں۔ ایک گہری سانس لے کر عارش نے اپنی نظریں جھکا لی تھیں۔ خود کو کمپوز رکھنے کے لیے اسے کچھ وقت درکار تھا۔

''تم نے سوچا تھا کہ پہلی بار اس صورتِ حال میں یہاں تمہاری آمد ہو گی؟'' ہشام قزلباش بولے تھے۔

''نہیں۔ میں نے ہرگز نہیں سوچا تھا کہ اس طرح یہاں آ کر آپ سب کو پریشان کروں گا۔'' عارش نے جواباً کہا تھا۔

''پریشان تو تمہیں کیا ہے اس بے وقوف لڑکے نے۔'' نرم لہجے پر عارش کو ان کی سمت دیکھنا پڑا تھا جو سامنے ہی ہشام قزلباش سے کچھ ہی فاصلے پر براجمان تھیں۔

''ماما! کم از کم آپ تو مجھے برا بھلا مت کہیں۔'' وہ ناراضگی سے بولتا عارش کے ساتھ ہی آ بیٹھا تھا۔

''یہ بتائیں، آپ واقعی میرے گھر آ رہے تھے یا کہیں اور جانے کا ارادہ تھا؟''

''عارش کا ارادہ جو بھی تھا مگر وہ اپنا ایکسیڈنٹ کروانے تو ہرگز گھر سے نہیں نکلے تھے۔'' کافی کے سپ لیتے ہارون نے ایک بار پھر ایبک کو شرمندہ کیا تھا۔

''میں واک کے لیے نکلا تھا تو سوچا آج تمہاری شکایت دور کر دوں۔'' عارش نے ایبک کو دیکھا تھا۔

''اتنے سرد موسم میں واک کے لیے نکلے تھے۔ کچھ عجیب کام نہیں کیا تم نے؟'' ہارون کے مسکراتے لہجے پر وہ بس مسکرایا تھا۔ دوسری جانب خاموش بیٹھی صبیحہ بغور اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ایبک کی وجہ سے غائبانہ تعارف تو پہلے ہی تھا مگر آج وہ اسے دیکھ بھی رہی تھیں۔ ایبک نے اس کا اتنا ذکر کیا تھا کہ عارش سے ان کو کوئی اجنبیت یا جھجک محسوس نہیں ہوئی تھی اور اس کی قابلِ رحم حالت دیکھنے کے بعد تو وہ اس سے شدید ہمدردی بھی محسوس کر رہی تھیں۔

کچھ وقت باتوں میں مزید گزرا تھا۔ اس کے بعد عارش نے واپس جانے کی اجازت چاہی تھی۔

''عارش! تمہیں ہارون کے ساتھ ہسپتال جانا چاہیے۔'' ہشام قزلباش نے پھر اسے تاکید کی تھی۔

''ہسپتال سے زیادہ اچھا ٹریٹمنٹ مجھے یہاں آپ سب سے مل گیا ہے۔ اس کے لیے میں آپ سب کا شکر گزار بھی ہوں۔ لیکن اب کافی رات ہو چکی ہے۔ مجھے جانا ہو گا۔'' عارش نے کہا تھا۔

''آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ آج رات یہیں رک جائیں۔'' ایبک نے پُرجوش ہو کر کہا تھا۔

''یہ بالکل ٹھیک رہے گا۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ بلا تکلف یہاں رک جاؤ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔'' ہارون نے

بھی تائید کی تھی جبکہ عارش کچھ بوکھلایا تھا۔
''نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود کو کافی بہتر محسوس کر رہا ہوں۔'' اس نے فوراً کہا تھا۔
''پھر بھی تم یہاں رک جاؤ۔ یہاں سے گھر تک جانے میں تکلیف بڑھ بھی سکتی ہے۔'' ہشام قزلباش نے بھی اصرار کیا تھا۔
''بہت شکریہ لیکن......'' عارش نے کچھ کہنا چاہا تھا۔
''یہ سب ٹھیک کہہ رہے ہیں عارش!'' صبیحہ نے براہِ راست اسے مخاطب کیا تھا۔
''تکلیف خدانخواستہ اگر زیادہ بڑھ گئی تو گھر میں تنہا کس طرح آرام کر سکو گے؟'' ان کے پُرشفقت لہجے نے عارش کو ایک پل کے لیے اُلجھایا مگر پھر حیران کیا تھا۔
''آپ سے کس نے کہا کہ میں اپنے گھر میں تنہا ہوتا ہوں۔'' عارش کے سوال نے صبیحہ کو حیران کیا تھا۔
''مگر مجھے تو ایبک نے یہی بتایا تھا کہ......'' وہ بات مکمل نہیں کر سکی تھیں۔
''کیا مطلب، آپ تنہا نہیں ہیں؟ آپ نے ہی تو بتایا تھا کہ نہ آپ کے پیرنٹس ہیں اور نہ ہی کوئی بہن یا بھائی۔'' ایبک نے حیرت سے کہا تھا۔
''ہاں، وہ سب نہیں ہیں۔ مگر میرے گھر میں میری بیوی تو ہے۔'' بولتے ہوئے عارش نے رک کر ہارون کو دیکھا تھا جسے یکدم ہی کھانسی کا دورہ اُٹھا تھا۔ عارش کا یہ انکشاف شاید اسے ہضم نہیں ہوا تھا۔
''عارش! آپ مذاق کر رہے ہیں؟'' ایبک نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''بالکل نہیں۔'' وہ مسکرایا تھا۔
''یعنی آپ واقعی شادی شدہ ہیں۔'' ایبک شدید صدمے کا شکار ہوا تھا۔
''اب تو تمہیں زیادہ عارش پر فخر کرنا چاہئے۔ تمہارے دوستوں کی لسٹ میں سب سے قابل تو یہی ہے۔ اور اب فاسٹ ہونے کا ریکارڈ بھی عارش نے توڑ دیا ہے۔'' ہشام قزلباش کے مسکراتے لہجے پر عارش کچھ جھینپ گیا تھا۔
''اسی بات کا تو دکھ ہے پاپا! میرے دوست ہو کر بھی عارش نے مجھے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔'' ایبک صدمے کی سی کیفیت میں ہی بولا تھا۔
''کتنا عرصہ ہو گیا شادی کو؟'' صبیحہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔
''تین ماہ ہوئے ہیں۔'' ایک نگاہ اُنہیں دیکھتا وہ مختصراً بولا تھا۔
''عارش! اب یہ مت کہیے گا کہ آپ کے بچے بھی ہیں۔'' ایبک کے ناراض لہجے سے زیادہ اس کی بات نے عارش کو شرمندہ سا کر دیا تھا۔
''خاموش رہو۔ بہت بے تکا بولتے ہو۔'' صبیحہ نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے ایبک کو ڈپٹا تھا۔
''ایبک! تم عارش کے دوست ہو۔ اس لیے تمہیں عارش سے سوال بلکہ بازپرس کرنے کا پورا حق ہے۔'' ہارون کے مسکراتے لہجے پر عارش اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔
''عارش! آپ کو شادی کی اتنی جلدی کیا تھی؟ اگر مجھے آپ کی وائف پسند نہ آئیں یا میں ان کو پسند نہیں آیا تو کیا ہماری دوستی خطرے میں نہیں پڑ جائے گی؟'' ایبک کو یہ اور پریشانی ہوئی تھی۔
''فکر مت کرو۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔'' عارش نے دلچسپی سے اس کے پریشان چہرے کو دیکھا تھا۔
''تم اب مزید سوال کر کے عارش کا حال مزید خراب نہ کرو۔ اب جو ہونا تھا، وہ ہو چکا ہے۔ عارش کو گھر پہنچانے کی جلد کرو۔ کافی وقت ہو گیا ہے، اس کے گھر میں پریشان ہونے والی ایک ہستی موجود ہیں۔'' ہشام قزلباش بولتے تھے۔
''گھر زیادہ دُور نہیں ہے۔ میں خود جا سکتا ہوں۔'' عارش نے انکار کرنا چاہا تھا۔

''بالکل نہیں۔ میں تمہیں ڈراپ کرنے چلوں گا۔'' ہارون نے قطعی لہجے میں کہا تھا۔
''ہارون! ہسپتال میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ چیک اپ کرواتے ہوئے جانا۔'' ڈرائنگ روم سے نکلتے ہوئے صبیحہ نے تاکید کی تھی۔
''عارش راضی نہیں ہو رہے۔ یہ ڈاکٹر سے الرجک ہیں۔'' ایبک نے کہا تھا۔
''تمہیں جانا چاہیے عارش! انجکشن تو ضروری ہے۔'' صبیحہ کے لہجے میں فکر تھی۔
''ٹھیک ہے، اب آپ کہہ رہی ہیں تو میں ضرور ہسپتال جاؤں گا۔'' وہ بے اختیار بول گیا تھا۔
''ماما! آپ کے فرمانبرداروں میں پاپا کے بعد عارش بھی شامل ہو گئے ہیں۔'' ایبک کے شرارتی لہجے پر وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں جبکہ عارش نے ایک آخری بار بغور ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے خدا حافظ کہا تھا۔

❀------O------❀

مین گیٹ پر ہی وہ اسے عثمان کے ہمراہ نظر آئی تھی کیونکہ اس کی آمد بھی بروقت ہوئی تھی۔ عارش پر نظر پڑتے ہی وہ جہاں تھی، وہیں ساکت رہ گئی تھی۔ یہ غنیمت جان کر عارش خود ہی اس کی سمت بڑھ گیا تھا۔
''کیا ہوا ہے یہ تمہیں؟'' دنگ نظروں سے خرمن نے اس کا جائزہ لیا تھا جبکہ اس کے سوال نے عثمان کو کوفت میں مبتلا کیا تھا۔
''میرے خیال میں صاف دکھائی دے رہا ہے کہ اس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔'' عثمان کے خشمگیں لہجے پر خرمن کے تاثرات بگڑے تھے جبکہ وہ عارش کے شانے کو تھپتھپا کر اسے کراہنے پر مجبور کرتا ہارون کی سمت بڑھ گیا تھا۔ دوسری جانب گاڑی کے پاس رُکے ہارون کی نظریں خرمن پر ہی تھیں۔
''عثمان! یہ خرمن۔''
''جی ہاں، عارش کی قسمت میں یہی لکھا تھا۔ خرمن اس کی بیوی ہے۔ اگر آپ کو یقین نہیں آ رہا تو کوئی بات نہیں۔ کچھ دیر میں یقین آ جائے گا۔'' ہارون کے حیران لہجے پر عثمان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ دوسری جانب خرمن کا پارہ آسمان پر چڑھتا جا رہا تھا۔
''تمہارا حشر بگڑ چکا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ معمولی ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ آخر وہ کون نابینا ڈرائیور تھا جسے ساڑھے چھ فٹ کا بندہ نظر نہیں آیا۔'' خرمن بری طرح اس پر برسی تھی جو بے بس انداز میں عثمان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
''چیخنے چلّانے سے پہلے ذرا اِدھر اُدھر بھی دیکھ لیا کرو۔'' اس نے دبے لہجے میں خرمن کو گھرکا تھا۔
''تم درمیان میں کیوں بول رہے ہو؟'' خونخوار نظروں سے خرمن نے اسے دیکھا تھا۔
''تو کیا خاموشی سے تمہارے ہاتھوں اپنے دوست کی عزت کا جنازہ نکلتا دیکھوں؟ گھر میں لے جا کر اسے کُوٹ ڈالنا مگر یہاں تو زبان بند کر لو غیر مردوں کے سامنے۔'' عثمان کے غرّانے پر وہ دنگ ہوئی تھی مگر اگلے ہی پل بری طرح چونک کر اس نے کچھ فاصلے پر رُکے ہارون کو دیکھا تھا۔
''آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' خرمن کی حیران نظروں پر وہ شرمندہ تاثرات کے ساتھ قریب آیا تھا۔
''آئی ایم سوری خرمن! میری گاڑی سے ہی عارش کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔'' ہارون کی اطلاع پر اس کے چہرے کے تاثرات تن گئے تھے۔ کڑی نظروں سے اس نے عارش کو دیکھا تھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے ہارون کے سامنے شانت رہنے کی التجا کر رہا تھا۔ بمشکل غصہ ضبط کیے وہ یکدم پلٹ کر تیز قدموں سے گیٹ کی سمت بڑھ گئی تھی۔ جبکہ اس کے ردِعمل پر ہارون کے ساتھ ساتھ عارش بھی شرمندہ ہوا تھا۔
''وہ دراصل غصے میں ہے تو اس لیے......''
''کوئی بات نہیں۔ خرمن کا غصہ جائز ہے۔'' عارش کی بات کاٹتے ہوئے ہارون نے کہا تھا۔

''تم اب جا کر آرام کرو۔ اپنا خیال رکھنا۔ اور عثمان! کل ریڈیو پر ملاقات ہو گی۔'' الوداعی کلمات کے ساتھ ہارون رخصت ہو گیا تھا۔

''خرمن کسی کے ساتھ بھی رعایت نہیں کرتی ہے۔'' گیٹ سے اندر داخل ہوتا وہ عثمان سے مخاطب تھا۔

''بہت نئی بات بتائی ہے تم نے۔ مجھے تو یہ پتہ ہی نہیں تھا۔'' عثمان نے خشمگیں لہجے میں کہا تھا۔

❀------○------❀

نائٹ شرٹ کی سلیوز احتیاط سے فولڈ کرتا وہ ڈریسنگ کے سامنے آ رُکا تھا۔ آنکھ کے نیچے لگنے والی خراشوں کی سرخی اب نیلاہٹ میں بدل چکی تھی۔ کچھ افسردگی سے وہ اپنے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا جب خرمن کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

''کتنے ڈیسنٹ لگے ہیں، یہ گن رہے ہو یا بگڑے چہرے کی نظر اُتار رہے ہو؟'' اس کے ناگوار لہجے پر وہ گہری سانس لے کر بیڈ کی طرف آ گیا تھا۔

''بیٹھے بٹھائے مصیبت مول لے لی ہے۔ اوپر سے تمہاری طرف داریاں ختم نہیں ہوتیں۔'' کمبل اس پر پھیلاتے ہوئے وہ مستقل بگڑے تیوروں میں تھی۔

''تم مجھ سے کیوں ناراض ہو رہی ہو؟ کیا یہ سب میں نے جان بوجھ کر کیا ہے؟'' ناراض لہجے میں وہ اس سے مخاطب تھا جو لائٹ آف کر رہی تھی۔

''تمہیں ضرورت ہی کیا تھی سڑکوں پر چہل قدمی کرنے کی؟ اگر زیادہ کچھ ہو جاتا تو؟...... وہ تو نکل گئے معذرت کر کے۔ ان کا کیا جاتا۔'' ہارون کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو میں خون پی جاتی اس کا۔''

''تم نے ہارون کے ساتھ بھی کچھ اچھا نہیں کیا۔ وہ پہلے ہی بہت شرمندہ تھے۔''

''انہیں ہونا چاہیے۔ جتنے تمغے ان کی طرف سے تمہیں ملے ہیں، انہیں شرمندہ ہونا چاہیے۔ مگر تم اپنی فکر کرو۔ ان کے لیے ہلکان مت ہو۔'' غصیلے لہجے میں اس نے عارش کی بات کاٹی تھی۔

''ہارون کی کوئی غلطی نہیں تھی، کتنی بار بتاؤں تمہیں۔'' وہ زِچ ہوا تھا۔

''مجھے اب کچھ مت بتاؤ۔ خاموشی سے سو جاؤ۔'' ناگواری سے اسے دیکھتی وہ اپنا تکیہ درست کرنے لگی تھی۔

''مجھے تکلیف ہو رہی ہے تو میں سو کیسے سکتا ہوں؟'' وہ خفت سے بولا تھا۔

''بتاؤ جا کر اُنہیں جن کی طرف داریاں کر رہے ہو۔'' ناگواری سے بولتی وہ دوسری جانب کروٹ بدل گئی تھی۔

''مامی یا ماموں جان کو یہ اطلاع مت پہنچا دینا۔ وہ دونوں پہلے ہی بڑے ماموں کے آپریشن کو لے کر وہاں پریشان ہیں۔'' عارش نے اسے تاکید کرنا ضروری سمجھا تھا۔ جواباً خرمن نے کوئی رسپانس نہیں دیا تھا۔

''اب میرا چہرہ اتنا بھی بھیانک نہیں ہو رہا کہ تم سو گز کے فاصلے پر چلی گئی ہو۔'' چند لمحوں بعد عارش نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا تھا مگر نہ وہ کچھ بولی تھی نہ پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔ مایوس ہو کر اس نے بھیگی آنکھوں پر بازو رکھ کر سونے کی کوشش کی تھی ورنہ سچ تو یہ تھا کہ اب کمبل کی گرمی میں اسے اپنی چوٹوں کی سنگینی کا احساس ہونے لگا تھا۔ تکلیف آہستہ آہستہ جاگ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اسے چونک کر خرمن کی طرف دیکھنا پڑا تھا۔

''خرمن! تم رو رہی ہو؟'' اس کی مدھم سسکیوں پر وہ دنگ ہوتا اُٹھ رہا تھا کہ خرمن کرنٹ کھا کر اُٹھ بیٹھی تھی۔

''لیٹے رہو۔ کیوں مزید خود کو تکلیف پہنچا رہے ہو؟'' بھرائے لہجے میں ہی وہ اُس پر بگڑی تھی۔

''اگر تم میرے قریب نہیں آؤ گی تو مجھے ہی آنا پڑے گا۔'' وہ زِچ ہوا تھا۔ دوسری جانب وہ اپنی آنکھیں خشک کرتی اس کے قریب ہو گئی تھی۔

''مجھے معاف کر دو، میں نے تمہیں بہت پریشان کر دیا ہے۔ تم مجھے برا بھلا کہو مگر اس طرح رونے کی کیا ضرورت ہے؟'' اس کے آزردہ چہرے پر پھسلتے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے عارش نے دیکھا تھا، اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں کے

باریک پردے کے عقب سے جھلکتا ماہِ نیم بھی آزردہ اور بجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔
''اگر زیادہ کچھ نقصان ہو جاتا تو؟'' اس کے نم لہجے پر وہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔
''حادثے زندگی کا حصہ ہیں۔ میں تمہارے سامنے بالکل ٹھیک موجود ہوں۔ اگر کچھ چوٹیں لگی ہیں تو کیا ہوا؟ دو دن میں یہ زخم بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ لہٰذا میرے لیے اتنا پریشان ہو کر تم مجھے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا کرو۔'' اس کے مسکراتے لہجے پر خرمن نے خفت سے اسے دیکھا تھا۔
''تم لیٹ جاؤ اور سونے کی کوشش کرو۔'' اس کے نرم لہجے پر عارش نے فوراً عمل کیا تھا۔
''زیادہ تکلیف تو نہیں ہے؟''
''تم قریب رہوگی تو ساری تکلیفیں دُور ہو جائیں گی۔'' اس کے سنجیدہ لہجے پر خرمن نے ایک پل کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا اور پھر خاموشی سے اس کے شانے پر سر رکھے دراز ہو گئی تھی۔
''میرے لیے یہ بہت حیران کُن ہے کہ تمہیں میری اتنی فکر بھی ہو سکتی ہے۔'' چند لمحوں بعد عارش کے عجیب سے لہجے پر اس کے تن بدن میں جیسے آگ ہی لگ گئی تھی مگر اسے ضبط کرنا پڑا تھا۔
''مجھے بس اس بات کی فکر ہے کہ اگر تمہیں زیادہ نقصان پہنچتا تو میں امی اور بابا کو کیا جواب دیتی؟ امی تو مجھے پہلے ہی نااہل قرار دے چکی ہیں۔'' اس کے سرد لہجے پر عارش نے ایک گہری سانس لے کر اس کے گرد کمبل کو ٹھیک کیا تھا۔
''سن کر اچھا لگا۔ گڈ نائٹ۔'' عارش کی مدھم آواز اسے سنائی دی تھی۔ بند آنکھوں کے ساتھ بس وہ ایک پل کے لیے ہلکا سا مسکرائی تھی۔

❀------○------❀

''صرف عارش کی وجہ سے میں خون کے گھونٹ پی گئی۔ ورنہ میں تو یہ بھی بھول جاتی کہ ہارون میرے سینئر ہیں۔'' منیزہ کے لیے ناشتہ تیار کرتی وہ مستقل دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔ صبح خرمن سے فون پر عارش کا سن کر وہ اسی وقت گھر آ گئی تھی۔ عارش تو سو رہا تھا جبکہ خرمن سے تمام صورتِ حال کی آگاہی اُسے ہو گئی تھی اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی کہ خرمن کی گفتگو میں کئی بار ہارون کا ذکر سن کر وہ چونکتی رہی تھی۔
''ہارون وہی ہیں جن کا پروگرام تمہارے پروگرام کے بعد شروع ہوتا ہے؟'' سوال کرتے ہوئے منیزہ کی سماعتوں میں ہارون کی گمبھیر اور منفرد آواز گونج رہی تھی۔ وہ ریڈیو تب سے ہی سن رہی تھی جب سے خرمن نے ریڈیو جوائن کیا تھا۔ خرمن اسے ہارون کے بارے میں ہی بتا رہی تھی۔ تب ہی کال بیل نے ان دونوں کو چونکایا تھا۔ دروازہ کھولتے ہوئے خرمن نے کچھ حیران سوالیہ نظروں کے سامنے اجنبی چہرے کو دیکھا تھا جس کی مسکراہٹ کانوں تک پھیلی جا رہی تھی۔
''آپ دونوں میں سے خرمن کون ہیں؟'' سوال کرتے ہوئے وہ بڑے اشتیاق سے منیزہ کو ہی دیکھ رہا تھا جو خرمن کے عقب میں ہی تھی۔
''میں ہوں۔ کیوں، کیا ہوا؟ کس سے ملنا ہے تمہیں؟'' خرمن کے ناگوار لہجے پر اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔ پھولدار سرخ دوپٹے میں چھپے اس کے چہرے کو دیکھتا وہ شدید صدمے میں گرفتار ہوا تھا۔ جبکہ اس کے تاثرات پر منیزہ بمشکل مسکراہٹ روک سکی تھی۔ کیونکہ کبھی وہ خرمن کو دیکھ رہا تھا اور کبھی اسے۔ پتہ نہیں کیا موازنہ کر رہا تھا۔
''ارے ہاں! آپ کی آواز تو خرمن جیسی ہی ہے۔'' لہجے کو خوشگوار کرنے کی کوشش میں وہ بمشکل مسکرایا تھا۔
''میں وہی ہوں جس نے آپ کو برتھ ڈے کا کیک ریڈیو اسٹیشن بھیجا تھا۔''
''تم ہارون کے بھائی ہو؟'' خرمن نے جس طرح اس کی بات کاٹی تھی، وہ خجل سا ہوا تھا۔
''ناراض مت ہوں پلیز! میری کوئی غلطی نہیں تھی۔'' معذرت کرتا وہ بے دھڑک جس طرح اندر داخل ہوا تھا، خرمن کو اسے راستہ دینا ہی پڑا تھا۔

''تمہاری غلطی نہیں تھی۔ کیونکہ تم گاڑی میں تھے اور سڑک پر چلتے لوگ تمہارے لیے کیڑے مکوڑے ہیں جنہیں تم جب چاہو اپنی گاڑی تلے کچل دو۔ شرم نہیں آئی تمہیں یہاں آتے ہوئے؟'' خرمن نے شدید ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

''میں خود نہیں آیا، ماما نے عارش کے لیے یہ سب بھیجا ہے۔ وہ ان کے لیے بہت پریشان ہیں۔'' خفت سے بولتے ہوئے اس نے دونوں شاپرز خرمن کے ہاتھوں میں منتقل کر دیئے تھے۔

''عارش کہاں ہیں؟''

''وہ ابھی تم سے نہیں مل سکتا۔ اور بہت شکریہ، یہ سب واپس لے جاؤ۔'' خرمن نے شاپرز واپس دینے چاہے تھے مگر وہ فوراً پیچھے ہٹ گیا تھا۔

''آپ فون پر تو اتنے اچھے طریقے سے بات کرتی ہیں اپنے لسنرز سے۔ میں دوڑتا ہوا یہاں تک آیا ہوں جبکہ یہاں کی لفٹ بھی خراب تھی اور آپ میرے ساتھ اتنی رُوڈ ہو رہی ہیں۔'' ایبک کا چہرہ اُتر گیا تھا۔

''تم رُکو، میں عارش کو دیکھتی ہوں وہ جاگ گیا ہے یا نہیں۔'' بہرحال خرمن کو تھوڑا لحاظ رکھنا پڑا تھا کہ وہ ہارون کا بھائی تھا۔

''آپ زحمت نہ کریں۔ میں خود ہی ان کے پاس چلا جاتا ہوں۔ وہ ہیں کہاں؟'' سوال کرتے ہوئے اس نے منیزہ کو بھی دیکھا تھا جس نے فوراً ہاتھ کے اشارے سے اسے کمرے کا بتایا تھا جبکہ خرمن کھول کر رہ گئی تھی۔

''تھینک یو۔ ویسے میں آپ کو پہچان گیا ہوں۔ آپ سے انسٹی ٹیوٹ میں ملاقات ہوئی تھی۔'' منیزہ پر مسکراہٹ نچھاور کرتا وہ رُکے بغیر بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''وہ میرے بیڈ روم میں گھس گیا ہے، بدتہذیب لڑکا۔'' خرمن نے جھلا کر منیزہ کو دیکھا تھا۔

بیڈ روم میں داخل ہو کر ایک طائرانہ نظر ایبک نے دوڑائی تھی اور پھر بیڈ کی سمت بڑھ گیا تھا۔ نیند سے بوجھل آنکھیں کھولتے ہوئے عارش کو چند لمحے لگے تھے اس کے مسکراتے چہرے کو پہچاننے میں۔ حیرانی سے اسے دیکھتا ہوا اُٹھ بیٹھا تھا۔

''آپ حیران مت ہوں۔ میں حقیقت میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔ ویسے میری وجہ سے آپ کے چہرے کی خوبصورتی میں کچھ زیادہ ہی اضافہ ہو گیا ہے۔'' اس کے ہنسنے پر عارش نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے بالوں کو انگلیوں سے سنوارا تھا۔

''ماما نے آپ کے لیے سُوپ اور فروٹس بھیجے ہیں اور آپ کی طبیعت کے بارے میں بھی پوچھا ہے۔''

''میں اب کافی بہتر ہوں اور یہ سب لانے کی کیا ضرورت تھی؟ تم آ گئے، کافی تھا۔''

''ماما نے آپ کے لیے جو بھیجا، میں لے آیا۔ آنا تو مجھے ہر حال میں تھا کیونکہ پاپا اور بھائی بھی مجھے تاکید کر گئے تھے کہ میں آپ کی عیادت کے لیے ضرور جاؤں۔'' بولتے ہوئے اس نے دوبارہ کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ ''آپ کا بیڈ روم تو بہت خوبصورت ہے۔''

''اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ تم خرمن سے ملے؟'' عارش کو یاد آیا تھا۔

''جی ہاں! خوب آڑے ہاتھوں لیا ہے انہوں نے مجھے۔ آپ کو یہی ملی تھیں شادی کے لیے؟'' اس کے کوفت زدہ تاثرات نے عارش کو مسکرانے پر مجبور کیا تھا۔

''جہاں تک مجھے یاد ہے، عثمان کے ساتھ ساتھ خرمن کے بھی تم فین ہو۔''

''جی بالکل۔ ان سے ملنے سے پہلے تک میں ان کی آواز کا فین تھا۔ رات میں بھائی سے ان کے اور آپ کے بارے میں جاننے کے بعد تو میں خوشی سے پاگل ہونے والا تھا مگر ان سے ملنے کے بعد میں سوچ رہا ہوں کہ میں ان سے ملا ہی کیوں۔'' وہ کافی ناراضگی سے بولا تھا۔

''اگر اس نے تم سے کچھ کہا ہے تو میں معافی مانگتا ہوں مگر میرے لیے تمہیں کمپرومائز تو کرنا ہی ہوگا۔ آہستہ آہستہ تمہیں پتہ چلے گا کہ وہ اپنی آواز سے زیادہ اچھی ہے۔''

''ہوں گی۔ مگر میں نے سوچا تھا کہ آپ کی وائف الٹراماڈ قسم کی ہوں گی۔'' ایبک کی مایوسی پر وہ مسکرایا تھا۔
''اب کیا ہوسکتا ہے؟ میری شادی اس سے ہوگئی ہے۔''
''آپ کی لو میرج ہے؟''
''میری طرف سے تو سو فیصد ہے۔''
''کیا بول رہے ہیں؟'' وہ جو بیڈ کے کنارے بیٹھا ہوا تھا، کرنٹ کھا کر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔
''کیا ہوا؟'' عارش ڈھیرے سے ہنسا تھا۔
''مجھے شاک تو لگا ہے۔ اس بارے میں آپ سے بعد میں بات کروں گا۔ ابھی میرا میچ شروع ہونے والا ہے۔ اس لیے اب اجازت دیں۔''
بیڈ روم سے باہر آتا وہ اس کی طرف متوجہ تھا، جو اس کے باہر نکلنے کے انتظار میں تپ رہی تھی۔
''آپ سے مل کر بہت اچھا لگا۔ عارش کا خیال رکھیے گا۔ میں اب چلتا ہوں۔'' اس کی کڑی نظروں پر ایبک کو یہ کہنا ہی پڑا تھا اور اگلے ہی پل تیز قدموں کے ساتھ اس کی نظروں سے بچتا گھر سے نکل گیا تھا۔
''تم نے تو اس بے چارے کو سہما کر رکھ دیا۔ اچھا پیارا سا لڑکا ہے۔'' ناشتے کے دوران منیزہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''ہاں، بہت پیارا تھا۔ اور اس کے کان میں چمکتی ایک بالی بھی بہت پیاری تھی۔'' خرمن کی خشمگیں نظروں پر وہ ہنسی تھی۔
''تم ناشتہ کرو۔ میں عارش کو ذرا دیکھ آؤں۔''
''کیوں نہیں۔ جاؤ، بہت اچھی طرح دیکھو۔ میری طرف سے پوری اجازت ہے۔'' منیزہ کے شرارتی لہجے کو اَن سنی کرتی وہ کچن سے نکل گئی تھی۔ چائے کا مگ اُٹھاتی وہ چونک کر کچن میں آتی بیلا کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
''تمہیں کیا ہوا ہے؟'' حیرت سے اس نے بیلا کو دیکھا تھا جو کرسی کھینچ کر بیٹھ رہی تھی۔
''کیا ہوا ہے مجھے؟ تم ہی بتا دو۔'' بیلا مسکرائی تھی۔
''دن بہ دن نکھرتی جا رہی ہو۔ حُسن پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے۔ اس خوبصورتی کا راز مجھے بھی بتا دو۔'' منیزہ کے معنی خیز لہجے پر اس کے سرخ ہوتے رخسار گلنار بن گئے تھے۔
''مجھے نہیں پتہ۔'' اس کے جھینپتے انداز پر منیزہ بے ساختہ ہنسی تھی۔ جب کہ اسے گھورتے ہوئے بیلا رُک کر عثمان کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
''عثمان! کتنے ہینڈسم لگ رہے ہو تم۔ مجھے اپنے ساتھ انسٹی ٹیوٹ لے جانے کے بہانے کہیں ڈیٹ پر تو نہیں لے جانے والے؟'' منیزہ نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''ارادہ تو نہیں تھا مگر تم ضرور ورغلا کر رہو گی مجھے۔'' اس کے سر پر عثمان نے چپت لگائی تھی۔
''بیلا! میں سچ بتا رہی ہوں، تمہارا شوہر انسٹی ٹیوٹ میں سارا وقت مجھے لائن دیتا ہے۔'' منیزہ نے شکایت کی تھی۔
''تو تم ہو لائن دینے والی چیز۔'' عثمان کے فوراً ہی کہنے پر منیزہ نے اُسے گھورا تھا۔
''بیلا! میں تمہیں بتا رہا ہوں، یہ پوری کوشش میں ہے میرا دھیان اپنی طرف کرنے کے لیے۔ اور تم جانتی ہو میرا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے عثمان نے اسے دیکھا تھا۔
''تم اپنا دھیان اِدھر اُدھر کر کے تو دیکھو۔ زندہ کسی کو نظر نہیں آؤ گے۔'' بیلا کے خشمگیں لہجے پر منیزہ نے بے ساختہ ہنستے ہوئے عثمان کے خجل چہرے کو دیکھا تھا۔
''جلدی کرلو۔ میں لیٹ ہو رہا ہوں۔'' عثمان نے منیزہ کو گھرکا تھا۔
''چائے تو پینے دو۔ معلوم ہے انسٹی ٹیوٹ کا تالا تم ہی کھولتے ہو۔'' منیزہ نے کہا تھا۔
''یہ استانی کہاں غائب ہے؟'' عثمان کو یاد آیا تھا۔ بلند آواز میں استانی کی تان لگاتا وہ کچن سے نکل ہی رہا تھا جب اندر

آتی خرمن سے خطرناک قسم کا تصادم ہوا تھا۔ بری طرح لڑکھڑا کر سنبھلتے ہوئے اس نے خرمن کو بھی گرنے سے روکا تھا مگر اگلے ہی پل اس کے پے در پے ہتھڑوں پر ہڑبڑا کر کچن سے نکل بھاگا تھا۔ جبکہ خرمن بری طرح تلملاتی ان دونوں کو گھور کر رہ گئی تھی جو کھلکھلا کر ہنسے جا رہی تھیں۔

❀------O------❀

اپنے گروپ کو پریکٹس کے لیے لیب میں چھوڑ کر وہ آفس کی طرف چلی آئی تھی۔ یہ ایک گھنٹہ اس کا فری ہوتا تھا جس میں وہ لنچ اور ریسٹ کر لیتی تھی۔ آفس کے پرسکون ماحول میں بیٹھے اسے کچھ ہی وقت گزرا تھا جب سیل فون پر غیر متوقع کال آئی تھی۔

''میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا؟'' گمبھیر سنجیدہ آواز اس کی دھڑکنیں روک گئی تھی۔

''نہیں۔ میں اس وقت فری تھی لنچ کی وجہ سے۔'' منیزہ کی آواز حلق میں اٹکی تھی۔ اس کے لیے اب بھی یقین کرنا مشکل تھا کہ ہارون نے اسے کال کی تھی۔

''میں بھی اس وقت لنچ کے لیے آفس سے نکلا ہوں۔ اس وقت آپ کے انسٹی ٹیوٹ کے قریب ہی ہوں۔ آپ انسٹی ٹیوٹ میں ہی ہیں؟''

''جی۔ میں انسٹی ٹیوٹ میں ہوں۔'' وہ بولی تھی۔

''میں اس وقت انسٹی ٹیوٹ کے قریب ایک ریسٹورنٹ کے سامنے موجود ہوں۔ آپ نے لنچ کر لیا؟''

''نہیں۔ ابھی تو نہیں۔'' اس کے جواب پر وہ ایک پل کے لیے خاموش ہو گیا تھا۔

''اگر آپ مائنڈ نہ کریں اور ممکن ہو تو یہاں تک آ سکتی ہیں؟'' اس کے جھجکتے لہجے نے منیزہ کو دنگ کیا تھا۔

''دراصل مجھے زیادہ ہوٹلنگ کی عادت نہیں ہے۔ بس لنچ کبھی کبھی باہر کر لیتا ہوں اور اس ریسٹورنٹ تک میں آیا بھی پہلی بار ہوں اس لیے کچھ کنفیوژ ہو رہا ہوں۔ آپ کے ساتھ ہوں گی تو......'' اس کی بات ادھوری چھوڑنے تک منیزہ کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بس بات بنا رہا ہے۔ وہ خاموش رہی تھی مگر اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھل اٹھی تھی۔ ہارون سیدھا اسے لنچ پر انوائٹ کر رہا تھا اور یہ بھی ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر انسٹی ٹیوٹ سے قریب ترین ریسٹورنٹ تک آیا ہوتا کہ اسے بھی وہاں جانے میں آسانی ہو۔

''اگر آپ کہیں تو لنچ کے لیے میں عثمان کو آپ کے پاس بھیج دوں؟''

''نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ کو یہاں آنے میں کوئی پرابلم ہے تو کوئی بات نہیں۔'' اس کے فوراً ہی کہنے پر منیزہ کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

''مجھے بس پانچ منٹ لگیں گے۔'' وہ بولی تھی۔

''میں انتظار کر رہا ہوں۔'' اس کا جواب سنتے ہی وہ لائن ڈسکنکٹ کرتی کرسی سے اٹھ گئی تھی۔ آفس سے نکلتے ہوئے پہلا ٹکراؤ عثمان سے ہی ہو گیا تھا۔

''عثمان! مجھے کچھ دیر کے لیے باہر جانا ہے کام سے۔''

''مگر تم کہاں جا رہی ہو؟ لنچ تو کر لو۔ تمہاری فرمائش پر بریانی منگوائی ہے۔'' عثمان اس کی عجلت پر حیران تھا۔

''نہیں، مجھے بھوک نہیں ہے۔ تم لنچ کر لینا۔ میں کچھ دیر میں واپس آتی ہوں۔'' عجلت میں ہی بولتی وہ تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی تھی۔

موسم دوپہر کے ان لمحوں میں بھی سرد تھا مگر اسے تو خوشگوار بھی لگ رہا تھا۔ تیز قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے وہ دور سے ہی منیزہ کو نظر آ گیا تھا۔ اس کے قدموں کی رفتار سست سی ہو گئی تھی۔

ریسٹورنٹ کی دیوار سے پشت ٹکائے وہ سامنے سڑک پر نظریں دوڑا رہا تھا۔ لیدر کی جیکٹ بازو پر ڈالے وہ سینے پر ہاتھ

لپیٹے شاید کسی سوچ میں بھی گم تھا۔ سڑک پر بس چند ایک گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ عجیب سے خاموش ماحول میں خنک ہوا کے تیز جھونکوں سے زرد پتے اس کے اردگرد اُڑ رہے تھے۔ کچھ فاصلے پر رُکتی وہ اس کے متوجہ ہونے کی منتظر ہی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ اس کی بے خبری منیزہ کو اٹریکٹ کر گئی تھی۔ نرم نرم ہلکی سی دھوپ میں اس کے سیاہ بال چمک رہے تھے۔ وہ واقعی اس وقت منیزہ کو بہت اچھا لگا تھا، جب ہارون نے ایک نظر اپنی رسٹ واچ پر ڈالی تھی اور بے خیالی میں ہی اس طرف دیکھا تھا جہاں منیزہ موجود تھی۔ چونک کر وہ سیدھا ہوا تھا۔ اگلے ہی پل وہ جیکٹ پہنتا تیزی سے اس کی سمت آ رہا تھا۔

''بہت شکریہ یہاں تک آنے کا۔ آپ نے واقعی پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگایا۔'' اس کے خوشگوار چہرے پر منیزہ کے چہرے سے مسکراہٹ معدوم ہونے لگی تھی۔ یکدم اسے خود پر غصہ آ گیا تھا۔

''کیا ضرورت تھی پانچ منٹ میں ہی یہاں دوڑے چلے آنے کی۔ وہ کیا سوچ رہا ہوگا کہ یہ کس قسم کی لڑکی ہے جو انتظار میں ہی تھی۔'' ہارون کے ہمراہ ریسٹورنٹ میں داخل ہوتی وہ اچھی طرح خود پر لعنت بھیج چکی تھی مگر اب تو کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

''آپ پریشان ہیں؟'' سامنے بیٹھے ہارون نے بغور اسے دیکھا تھا۔ زرد رنگ کے لباس میں اس کا چہرہ کچھ بجھا بجھا دکھائی دے رہا تھا۔

''نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' چہرے سے ٹکراتے تراشیدہ بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی وہ خجل سا ہو کر مسکرائی تھی۔ بہرحال وہ اب مزید کوئی بے وقوفی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لنچ آنے تک ہارون اس سے انسٹی ٹیوٹ کے بارے میں بات کرتا رہا تھا۔ اس دوران وہ بھی کافی حد تک نارمل اور پُراعتماد ہو گئی تھی۔

''آپ ریڈیو کب سے کر رہے ہیں؟'' منیزہ کے اچانک سوال پر وہ چونکا تھا۔

''تقریباً دس سال ہو چکے ہیں۔''

''میں ریڈیو زیادہ نہیں سنتی، اس لیے آپ کی آواز میں نہیں پہچان سکی تھی۔ آپ نے بھی ذکر نہیں کیا تھا کہ آپ صداکاری کرتے ہیں۔''

''یہ بتانا ضروری تو نہیں تھا۔ ویسے بھی میں یہی چاہتا تھا کہ آپ کے نزدیک میں عام سا ہی انسان رہوں، جس سے آپ کا سامنا پہلی بار انسٹی ٹیوٹ میں ہوا تھا۔ جہاں میری موجودگی آپ کے لیے غیر اہم تھی۔ وہ پیپرز زیادہ اہم تھے، جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں تھے۔ وہی عام انسان جس کا نام تک اس سے پوچھنا آپ کے لیے ضروری نہیں تھا۔ جسے آپ نے اپنا نام بتانے یا آٹوگراف دینے کے قابل بھی نہیں سمجھا تھا۔'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتا وہ اسے دنگ کر گیا تھا۔

''مجھے کبھی اس طرح نظرانداز یا غیر اہم نہیں سمجھا گیا مگر مجھے یہ سب بہت منفرد لگا ہے۔ شاید اسی لیے میں یہاں آپ کے سامنے موجود ہوں۔ شاید آپ کو میرا یہ کہنا برا لگے مگر یہ سچ ہے کہ آپ دوسری خاتون ہیں جن سے مجھے رتی برابر بھی امپورٹنس نہیں ملی۔ مگر دونوں کا سلوک مجھے اٹریکٹ کر گیا ہے۔'' ہارون کے مسکراتے لہجے نے اسے حیران کیا تھا۔

''پہلی کون ہیں؟'' وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

''خرمن۔'' وہ بولا تھا۔ ''مجھے کل رات ہی معلوم ہوا کہ وہ عارش کی وائف ہیں۔ حالانکہ خرمن کی اب مجھ سے اچھی بات چیت ہو گئی تھی۔ مگر کل رات جو حادثہ عارش کے ساتھ پیش آیا تھا اس کے بعد وہ مجھ سے یقیناً ناراض ہو گئی ہے۔ آپ کو تو معلوم ہو گیا ہوگا سب؟''

''جی ہاں! میں صبح خرمن کی طرف ہی تھی۔ مجھے امید ہے کہ وہ آپ سے ناراض نہیں ہوگی۔ بس وہ عارش کی طرف سے ہی پریشان ہے۔'' منیزہ نے کہا تھا۔

''آپ کے تعلقات کیسے ہیں خرمن سے؟'' ہارون نے سوال کیا تھا۔

''بہت اچھے۔ وہ عارش کی وائف بعد میں ہے مگر پہلے میری دوست ہے۔'' منیزہ کے لہجے میں خرمن کے لیے جو اپنائیت تھی وہ ہارون نے بھی محسوس کی تھی۔

''آپ کو لنچ کیسا لگا؟'' چند لمحوں بعد ہارون نے سوال کیا تھا۔

''مجھے اچھا لگا۔ آپ کو پسند آیا؟ آپ تو پہلی بار یہاں آئے ہیں۔'' منیزہ نے پوچھا تھا۔

''مجھے آپ کے ساتھ یہاں لنچ کرنا پسند آیا ہے۔'' اس کی مسکراتی نظروں نے منیزہ کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کیا تھا۔

''آپ کو یہاں لنچ پسند آیا ہے تو مجھے امید ہے کہ کبھی کبھی آپ کو یہاں آنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا'' وہ جس طرح سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، منیزہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔ نظر چراتی پانی کے گلاس کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

❁------O------❁

کچن کی دہلیز پر رُکتے ہوئے انہوں نے عروسہ کو دیکھا تھا جو ٹیبل کے گرد بیٹھی کسی سوچ میں گم تھیں۔ فاروق کے لیے یہ جاننا مشکل نہیں تھا کہ وہ کس کے بارے میں سوچ رہی ہیں۔ ان کے متوجہ نہ ہونے پر فاروق کو انہیں پکارنا پڑا تھا۔ وہ اس طرح چونک کر اُٹھی تھیں جیسے کوئی چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہیں۔

''کھانا تیار ہے، بس ابھی لگاتی ہوں۔''

''نہیں، ابھی مجھے بھوک نہیں ہے۔ تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو آ کر میری بات سن لینا۔'' بغور ان کے زرد چہرے کو دیکھتے وہ بولے تھے اور واپس پلٹ آئے تھے۔ عروس کا یوں ہمہ وقت گم صم رہنا اب کوئی نئی بات نہیں تھی۔ انہوں نے گھر سے باہر نکلنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اپنے پروفیشن کو وہ بھول چکی تھیں۔ پارلر کو لاک لگ چکا تھا۔ کئی دن گزرنے کے باوجود فاروق نے دیکھا تھا کہ انہوں نے بچوں کو ڈانٹنا ڈپٹنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ گھر کے یا بچوں کے کسی مسئلے کو لے کر وہ اب فاروق سے بحث بھی نہیں کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ گھر میں فاروق کو ان کی آواز تک نہیں سنائی دیتی تھی۔ ورنہ ایک وقت وہ بھی تھا جب فاروق خود ان سے کہتے تھے کہ وہ ان کی موجودگی میں اپنے پارلر میں ہی رہا کریں۔ کیونکہ بچوں کے شور شرابے سے زیادہ وہ ان کی بلند آواز اور بلاوجہ کی باتوں سے ڈسٹرب ہو جایا کرتے تھے۔ مگر سب کچھ پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔ حالانکہ اب عروسہ کے سامنے وہ گزری تلخ اذیت ناک باتوں کا ذکر بھی نہیں کرتے تھے مگر پھر بھی وہ اندر ہی اندر جیسے گھل رہی تھیں۔ ان کے لبوں سے مسکراہٹ رُوٹھ گئی تھی۔ لب سیئے وہ بس گھر کے کاموں میں خود کو اُلجھائے رکھتی تھیں۔ فاروق اور بچوں کا وہ مکمل خیال رکھتی تھیں مگر اپنے آپ کو بھول گئی تھیں۔ اس لیے وہ اب کسی چیز کی فرمائش فاروق سے نہیں کرتی تھیں۔ ایک بیوٹیشن ہونے کی حیثیت سے وہ خود کو بہت مینٹین کر کے رکھتی تھیں۔ اچھے لباس اور کاسمیٹکس ان کی کمزوری تھے۔ میک اَپ ان کے لیے آکسیجن تھا۔ فاروق کی تنقید کے باوجود وہ صبح شام کے کسی لمحے میں بھی میک اَپ کے بغیر نظر نہیں آتی تھیں۔ مگر اب یہ حال تھا کہ گزشتہ کئی دنوں سے وہ کسی اچھے لباس میں نظر نہیں آئی تھیں۔ ان کی یہ کیفیت اور اپنے آپ سے لاتعلقی فاروق سے پوشیدہ نہیں تھی۔ ان کو احساس تھا، آخر وہ ان کی بیوی تھیں۔ وہ کہتے نہیں تھے مگر وہ عروسہ کے لیے فکر مند تھے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عروسہ نے جانچتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا جو بیک کراؤن سے پشت لگائے ان کے ہی منتظر تھے۔

''کیا بات کرنی تھی آپ کو؟''

''بیٹھو!'' ان کے کہنے پر وہ اُلجھی نظروں سے ان کے سنجیدہ تاثرات کو دیکھتی بیڈ کے کنارے بیٹھی تھیں۔

''میں نے فون پر خرمن سے عارش کی خیریت دریافت کر لی تھی مگر تمہیں خرمن کے پاس جانا چاہئے، عارش کی عیادت کے لیے۔'' بولتے ہوئے فاروق نے ان کے بدلتے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''میں فون کرلوں گی خرمن کو۔ جانا ضروری نہیں ہے۔'' ان کی جانب دیکھے بغیر وہ بولی تھیں۔

''یہ اچھی بات نہیں ہے۔ خرمن نے خود فون کر کے تمہیں عارش کے ایکسیڈنٹ کے بارے میں بتایا ہے۔ تمہیں جانا چاہئے۔'' ان کے قطعی لہجے پر عروسہ یہ بتا نہیں سکی تھیں کہ وہ کیوں وہاں نہیں جانا چاہتیں۔

''کل کسی وقت فاران کے ساتھ چلی جانا۔''

''نہیں، فاران کے ساتھ نہیں۔ اگر آپ میرے ساتھ وہاں چلیں گے تو میں جاؤں گی۔ ورنہ نہیں۔'' وہ بھی کمزور مگر قطعی لہجے میں بولی تھیں۔

''ٹھیک ہے۔ پھر کل شام تیار رہنا، میرے ساتھ چلنا۔''

فاروق کو راضی ہونا پڑا تھا۔ تب ہی فاران کی بلند پکاروں اور فاریہ کے شور پر گھبرا کر کمرے سے وہ باہر گئی تھیں۔ عروسہ کے پیچھے ہی آتے وہ رُک کر ٹی وی کی سمت متوجہ ہوئے تھے۔ اسکرین پر ایک موبائل فون کا کمرشل جاری تھا۔ فاروق کو کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ ایک ہی موبائل کمپنی کے دوسرے برانڈ کے کمرشل میں بھی عثمان کو دیکھ کر وہ جانتے تھے، اس کمپنی نے عثمان کو اپنا ایمبیسیڈر بنا لیا ہے۔ فاروق کی موجودگی میں بھی فاران اور دوسرے بچوں کے جوش میں کمی نہیں آئی تھی مگر عروسہ سنجیدہ ہی تھیں۔ بس ایک نظر انہوں نے فاروق کو دیکھا تھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ خاموشی سے واپس کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

❀------O------❀

عجلت میں ہی اُس نے کاؤنٹر سے چیزیں سمیٹی تھیں۔ اس کے پارلر کا ٹائم ختم ہو چکا تھا۔ ونڈو کے پردے پھیلانے سے پہلے اس نے بیرونی طرف کھلنے والے گیٹ کو بھی لاک کر دیا تھا۔ اس گیٹ سے ہی اس کی کلائنٹس کی آمدورفت ہوتی تھی۔ اس طرح اس کا گھر ڈسٹرب نہیں ہوتا تھا۔ مطمئن ہو کر گلاس ڈور بند کرتی وہ اپنے کمرے تک آئی تھی جہاں عثمان بھی عجلت میں تیار ہو رہا تھا۔ آج اسے ریڈیو نہیں جانا تھا مگر عارش کی کنڈیشن کو دیکھتے ہوئے اس کی جگہ اب شام بھی اس کی انسٹی ٹیوٹ میں گزرنی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ کچھ آرام کی غرض سے گھر آیا تھا مگر انسٹی ٹیوٹ سے کال آگئی۔

''تمہیں یاد ہے، آج شام تم مجھے شاپنگ کے لیے لے جانے والے تھے؟'' اس کی پھیلائی ہوئی چیزیں سمیٹتی وہ شکایتی لہجے میں بولی تھی۔

''اب یہ شکایت تم عارش سے کرو۔ میں نے اس سے نہیں کہا تھا کہ ٹوٹ پھوٹ کر وہ تمہارا پروگرام کینسل کروا دے۔''

''اللہ نہ کرے کہ کوئی ٹوٹ پھوٹ ہو۔ وہ تو انسٹی ٹیوٹ جانا چاہتا تھا مگر خرمن نے اسے روک لیا ہے۔ ابھی اسے آرام کی ضرورت بھی ہے۔'' بیلا نے کہا تھا۔

''تو بس پھر وہ آرام کرے اور میں خوار ہوتا رہوں گا۔ پھر مجھ سے کیسی شکایت؟''

''میں کہاں کوئی شکایت کر رہی ہوں؟'' کچھ خفگی میں وہ بولی تھی۔

''بالکل، تم کہاں کوئی شکایت کرتی ہو؟ حد سے زیادہ نیک بخت بیوی ہو میری۔'' وہ جس طرح بولتا قریب آیا تھا، بیلا کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔ مگر اگلے ہی پل وہ کراہ کر اُٹھی تھی، جب عثمان نے اس کا کان پکڑ کر کھینچا تھا۔

''بھائی سے کیا کیا شکایتیں میری کی ہیں تم نے نمک مرچ لگا کر۔ میں تمہیں وقت نہیں دیتا۔ تمہاری پروا نہیں کرتا۔''

''ظاہر ہے، تمہاری اماں جان تو تمہارے خلاف کچھ سنیں گی نہیں۔ اب بھائی کو تو بتانے پڑیں گے تمہارے کرتوت۔'' اپنا کان چھڑانے کی کوشش میں وہ جھلا کر بولی تھی۔

''ٹھیک ہے، ہزار بار بتاؤ۔ مجھے کیا فرق پڑنے والا ہے۔ میں تو بھائی کی جھڑکیاں سن لوں گا مگر پھر تمہیں میرے عتاب سے کون بچانے آئے گا؟'' اس کا کان چھوڑتے ہوئے وہ استہزائیہ انداز میں بولا تھا۔

''تم انسان اچھے ہو مگر شوہر بہت برے ثابت ہوئے ہو۔'' اپنا کان سہلاتی وہ شدید ناراضگی سے بولی تھی جبکہ عثمان بے ساختہ ہنسا تھا۔

''بات سنو! میں اس وقت کوئی سین کری ایٹ نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے جانا ہے اور ابھی زخمی بیوٹی کا حال احوال بھی پوچھنا ہے۔ اب چلو۔'' اس کا ہاتھ پکڑتا وہ کمرے سے نکلا تھا۔

گیٹ کھلا ہوا ہی تھا۔ سو وہ اپنی دھن میں اندر داخل ہوتی چلی گئی مگر لاؤنج میں اسے جو چہرے دکھائی دیئے تھے، اس

کے پیر یکدم ساکت ہو گئے تھے۔ خرمن کے لیے بھی اس کی اور عثمان کی آمد غیر متوقع تھی۔ لہٰذا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس صورتِ حال کو کیسے ہینڈل کرے۔ تب ہی عروسہ کے دونوں بچوں نے معاملے کو سنبھالا تھا۔ بیلا کو دیکھتے ہی فاریہ چیختی ہوئی اس کی طرف دوڑی تھی۔ کچھ یہی حال فائز کا تھا۔ عروسہ ساکت تھیں مگر عثمان کو دیکھتے ہوئے ان کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ فاروق تو بس دنگ نظروں سے اپنی گیارہ سالہ بیٹی کو دیکھ رہے تھے جو بیلا سے لپٹ کر بلک بلک کر رو رہی تھی۔ اُس کی کُرلاتی چیخوں نے فاروق کے دل پر کیا اثر ڈالا، یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا۔ مگر اس وقت وہ یکدم اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے جب سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑی بیلا نے ایک جھٹکے سے فاریہ کو دور ہٹایا تھا اور پلٹ کر بھاگتی ہوئی گھر سے نکل گئی تھی۔ یہ الگ بات کہ فاریہ اسے پکارتے ہوئے پوری رفتار سے اس کے پیچھے ہی بھاگتی ہوئی گئی تھی۔ لاؤنج میں سب کو ہی سانپ سونگھ گیا تھا۔ عثمان نے بس ایک نظر ساکت کھڑے فاروق کو دیکھا تھا اور پھر جھک کر قریب موجود فائز کو گود میں اُٹھا لیا تھا۔

''رُک جاؤ'' عروسہ ہوش میں آ کر تیزی سے اُس کی طرف آئی تھیں۔ ''یہ تمہارے ساتھ کہیں نہیں جائے گا۔'' عروسہ نے زبردستی فائز کو اس سے لینا چاہا تھا مگر فائز اس کی گردن سے لگ گیا تھا۔ بچے کی احتجاجی چیخوں پر عثمان نے بس ایک دو پل برداشت کیا تھا مگر اگلے ہی پل غصے کو ضبط کرنے کے باوجود اس نے ان کے ہاتھ فائز سے دُور کر دیئے تھے۔

''مجھے تو آپ کے لیے مار دیا گیا ہے۔ میرے لیے دل کو اور سخت کر سکتی ہیں آپ۔ مگر اپنی اولاد کے درد کا تو احساس کریں۔ اپنی ہی اولاد کے آنسو آپ جیسے بے رحم لوگوں کے دل پر اثر نہیں کر سکتے مگر میرے دل میں خدا کا خوف ہے۔'' بھڑکتے لہجے میں وہ بولا تھا اور اگلے ہی پل کسی کی بھی پروا کیے بغیر فائز کو سنبھالے گھر سے نکل گیا تھا۔ اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے پہلی نظر اس پر ہی گئی تھی جو فاریہ کو بازوؤں میں چھپائے آنسو بہا رہی تھی۔ فائز گود سے اُترتے ہی اس کی سمت بھاگا تھا۔ دونوں بچوں کو خود سے لپٹائے وہ اُنہیں بے تحاشا پیار کر رہی تھی۔ خاموشی سے یہ منظر دیکھتے ہوئے پہلی بار عثمان کو اندازہ ہوا تھا کہ اس کی سوچ سے بھی زیادہ بیلا ان بچوں سے محبت کرتی ہے۔ جانے کس طرح خود پر جبر کیے وہ اب تک ان بچوں سے دُور تھی۔ ان بچوں نے آنکھ کھولتے ہی بیلا کو اپنے قریب دیکھا تھا۔ اس کی گود میں سوئے تھے، جاگے تھے، کھیلے تھے۔ ماں سے زیادہ وہ اس کے قریب رہے تھے۔ وہ ان بچوں پر اپنی محبت لٹاتی رہی تھی تو آج ان بچوں نے بھی اس کی محبت کو سرخرو کر دیا تھا۔ ماں باپ کی پروا کیے بغیر وہ جس طرح دیوانہ وار بیلا کی طرف دوڑے آئے تھے، اس لمحے ایک ایسا فخر عثمان کو محسوس ہوا تھا جس نے اس کے سر کو اونچا کر دیا تھا اور شاید اسی لمحے کچھ لوگوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہوگا۔

اس وقت بیلا کے چہرے پر خوشی اور طمانیت دیکھ کر وہ خود کو بھی بہت پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد خرمن کی آمد ہوئی تھی۔

''بچوں کو بھیج دو۔ آپی اور فاروق بھائی باہر انتظار کر رہے ہیں۔''

''میرے آنے کے بعد کوئی بات ہوئی؟'' عثمان نے پوچھا تھا۔

''نہیں، میں نے بس یہ کہا تھا کہ ابھی دس منٹ میں بچوں کو میں خود لے آؤں گا۔ اس کے بعد عارش نے دوسرا کوئی موضوع شروع کر دیا۔ بظاہر تو فاروق بھائی نارمل گفتگو کر رہے تھے مگر آپی پریشان نظر آ رہی تھیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ دس منٹ گزرنے کے بعد بھی فاروق بھائی نے مجھ سے بچوں کو واپس بلانے کا تقاضا نہیں کیا نہ میں نے ان کو یاد دلایا۔ خدا تمہارا بھلا کرے، مجھے اور عارش کو پھنسا کر تم سائیڈ پکڑ گئے۔'' عجلت میں اسے تفصیل بتا کر خرمن نے گھر کا بھی تھا اور بچوں کو لے کر رخصت ہو گئی تھی۔

❀------O------❀

ٹی وی اسکرین سے نظر ہٹاتی وہ عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ اگلے ہی پل مسکرا اُٹھی تھی۔

''تشریف لائیے جناب! اب تو کافی بہتر نظر آ رہے ہو۔ مگر چال تو اب بھی ڈگمگائی سی ہے۔''

''بکومت۔ میرے پیر میں تکلیف ہے تو کیسے ٹھیک طرح چلوں؟'' لاؤنج میں آتے ہوئے ناخوشگوار لہجے میں بولا تھا۔

''بیٹھ جاؤ، محترمہ کچن میں ہیں۔ ابھی دیدار ہو جائے گا۔'' اسے متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتا پا کر منیزہ نے کہا تھا اور خود بھی ہنسی تھی۔

''تم کب آئیں؟''

''عثمان کے ساتھ ہی انسٹی ٹیوٹ سے نکلی تھی۔ اب تم وہاں جاتے ہوئے مجھے گھر ڈراپ کر دینا۔ مگر ذرا مجھے کھا پی لینے دو۔ بہت بھوک لگی ہے۔'' چینل چینج کرتی وہ مظلومیت سے بولی تھی۔

''کیوں، آج لنچ نہیں کیا تھا تم نے؟'' عارش نے بغور اسے دیکھا تھا۔

''ہاں، کیا تھا۔'' وہ بولی تھی۔

''انسٹی ٹیوٹ میں یا آج پھر ریسٹورنٹ میں؟'' عارش کے غیر متوقع سوال نے اس کے چہرے کا رنگ اُڑا دیا تھا جبکہ عارش مزید کچھ کہے بغیر ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ سناٹے میں گھری منیزہ کو نارمل نظر آنے کی کوشش کرنی پڑی تھی کہ خرمن ٹرالی سمیت وہاں آ گئی تھی۔

''منیزہ! یہ سب میں تمہارے لیے لائی ہوں مگر تم ڈھنگ سے تو کچھ بھی نہیں کھا رہی ہو۔ ورنہ آتے ہی تم نے بھوک، بھوک کا شور مچا دیا تھا۔'' اس کی بے دلی کو محسوس کرتے ہوئے خرمن ناراض ہوئی تھی، جبکہ عارش بھی اس کے اترے چہرے کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''ماموں سے بات ہوئی تھی میری۔ سرگودھا میں کسی احمق کو ڈھونڈ لیا ہے انہوں نے تمہارے لیے۔ مگر تمہارے مزاج ٹھکانے آئیں تو بات کچھ آگے بڑھے۔'' اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا تھا۔

''مجھ سے اس بارے میں کوئی بات نہ کرو۔ میں انکار کر چکی ہوں۔'' وہ ناگواری سے بولی تھی۔

''مگر اس میں برائی کیا ہے؟ تمہارے ماں باپ کچھ سوچ سمجھ کر ہی کوئی فیصلہ کریں گے؟'' خرمن نے کہا تھا۔

''یہ میری زندگی کا فیصلہ ہوگا۔ اور اس میں میری رضامندی بھی اہم ہے۔ میں بے زبان جانور نہیں ہوں۔'' منیزہ کے بگڑے لہجے نے خرمن کو حیران کیا تھا۔

''ظاہر ہے، تمہاری رضا کے بغیر تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ تم کیا چاہتی ہو؟ یہ تو پتہ چلے۔'' خرمن نے کہا تھا۔

''میں کسی ایسے شخص سے شادی نہیں کر سکتی جسے میں نے زندگی میں کبھی دیکھا تک نہ ہو، جس کو میں جانتی نہیں، جس کی نیچر کا مجھے پتہ نہ ہو، جو میرے لیے قطعی اجنبی ہو۔'' منیزہ اُکھڑے تیوروں میں ہی بولی تھی۔

''میں ایک ایسے شخص کو ترجیح دوں گی جس کے دل میں میری عزت ہی نہیں، میری محبت بھی ہو۔ جس کے مزاج کے ہر رنگ سے میں واقف ہوں۔ میں اس شخص سے شادی کروں گی جس کے لیے میرے دل میں بھی وارم اموشنز ہوں۔ محبت کے بغیر میرے نزدیک ہر رشتہ ادھورا ہے۔'' عارش کی موجودگی کے باوجود وہ کھل کر اپنا مدعا بیان کیے بغیر نہ رہ سکی تھی۔ اس کی بے تحاشا سنجیدگی نے خرمن کو مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

''میرے لیے یقیناً کرنا مشکل ہے کہ تم جیسی سمجھ دار لڑکی محبت جیسی خرافات میں اپنا وقت برباد کرنا چاہتی ہے۔ تمہیں ضرورت ہی کیا ہے بے کار جھمیلے میں پھنسنے کی؟'' خرمن کے بیزار لہجے پر عارش نے ایک نگاہ اُسے ضرور دیکھا تھا۔ دوسری جانب منیزہ کے تاثرات بدلے تھے۔

''تمہارے لیے یہ سب کہنا اس لیے آسان ہے کہ تم نے کبھی محبت نہیں کی۔ جس چیز کے بارے میں تم جانتی نہیں ہو، اسے خرافات کا نام دینا تمہارے لیے جائز ہے مگر میرے سامنے اپنے بے معنی اقوال بیان مت کرو۔ محبت کے بغیر تم کسی کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہو مگر میں اس جذبے کے بغیر کسی کو اپنی زندگی میں بھی داخل نہیں ہونے دے سکتی۔'' تیز لہجے میں جس طرح منیزہ بولتی چلی گئی تھی، خرمن حق دق نظروں سے ہی اسے دیکھتی رہی تھی۔ جبکہ وہ بات مکمل کر کے صوفے سے اُٹھ کھڑی

ہوئی تھی۔

❀------O------❀

''عارش! مجھے بیلا سے ملنا تھا۔تم جلدی آجانا۔'' عارش سے مخاطب ہوتی وہ بیگ شانے پر ڈالتی تیز قدموں کے ساتھ نکل گئی تھی۔صوفے سے اٹھتے ہوئے عارش نے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ چائے کے سپ لے رہی تھی۔

''تمہیں اس کی بات بری لگی ہے؟'' وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

''جاؤ، وہ انتظار کررہی ہوگی۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ سرد لہجے میں بولی تھی۔

''خرمن! میں اسے لے آتا ہوں تم اس سے اپنی بات کہہ دو مگر اس کا غصہ تم مجھ پر مت اتارنا، تمہارا ایگریسو ہونا میرے لیے عذاب ہے۔'' لائٹ براؤن اسکارف میں قید اس کے تاثرات کو بھانپتے ہوئے وہ دوٹوک انداز میں پوچھ رہا تھا جواباً وہ بس خاموشی سے اٹھ کر ٹیبل سے پلیٹیں سمیٹنے لگی تھی۔ گہری سانس لے کر اسے دیکھتا وہ کمرے کی طرف گیا تھا اور کچھ دیر بعد جب باہر آیا تو وہ کچن میں تھی باہر سے ہی اسے اپنے جانے کی اطلاع دیتا وہ گھر سے نکل گیا تھا۔

❀------O------❀

''وہ دونوں آگئے ہیں مگر خرمن تمہیں جو بات کرنی ہے۔ بعد میں کرلینا۔ پہلے ہی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' پلیٹیں ٹیبل پر لگاتے ہوئے بیلا اس سے التجا کررہی تھی جو غصے میں بھری بیٹھی تھی۔

''تم پر کسی نے انگلی اٹھائی ہے؟ کتنی بار عثمان کے گھر والوں نے اس کے سامنے تنقید کی ہے تم پر؟ کتنی بار عثمان نے تمہارے خلاف کوئی بات سن کر خاموشی اختیار رکھی ہے؟'' بلند آواز میں وہ بیلا سے مخاطب تھی جب کہ بیلا نے گھبرا کر کچن میں آتے عارش اور عثمان کو دیکھا تھا۔

''بیٹھو تم دونوں کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' بیلا گڑبڑا کر ان دونوں سے مخاطب ہوئی تھی۔ عارش نے بس ایک نظر اس کے تیوروں کو دیکھا تھا جو اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے تمہیں؟'' عثمان کے سنجیدہ لہجے پر خرمن نے اسے دیکھا تھا۔

''مجھے کیا ہونا ہے۔ میں انسان تھوڑا ہی ہوں جو مجھے کچھ ہوگا، میں تو راستے میں پڑی بے جان چیز ہوں، جسے کوئی بھی ٹھوکر مار کر چلا جائے گا۔'' وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

''تمہیں جو کہنا ہے کہو مگر پہلے سب کو سکون سے کھانا کھا لینے دو، بہتر یہ ہوگا کہ پہلے اپنا غصہ ٹھنڈا کرو ورنہ اپنے علاوہ تم کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہیں دوگی۔'' پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے عارش نے سرد لہجے میں کہا تھا۔

''عارش! تم اس بھول میں ہرگز مت رہنا کہ تمہارے خاندان کا کوئی بھی فرد منہ اٹھا کر مجھ پر بے جا تنقید کرے گا اور میں اسے برداشت کرلوں گی۔'' بھڑکتے لہجے میں وہ بولی تھی۔ ''کتنی بار میں نے غصے میں تمہیں کچھ بولنے کا موقع نہیں دیا۔ کتنی بار تمہاری جرأت نہیں ہوئی میرے سامنے کچھ کہنے کی؟'' وہ خاموش بیٹھے عثمان سے بھی پوچھ رہی تھی۔

''کون بے زبان گھوم رہا ہے یہاں؟ میں کسی کو بولنے کا موقع نہیں دیتی۔ میں ایگریسو ہوں۔ میں جذبات سے عاری ہوں۔ مجھ سے نکاح کرتے وقت یہ سب نظر نہیں آیا تھا۔ اب مجھ میں کیڑے نظر آرہے ہیں سب کو۔''

''بات کو مت بڑھاؤ خرمن! تمہیں منیزہ کی بات بری لگی ہے تو جو کہنا ہے اس سے کہو۔'' بمشکل ضبط کرتے ہوئے عارش نے کہا تھا۔

''میں بات کو بڑھاؤں گی۔ منیزہ سے پہلے میں تمہیں تمہاری اوقات کیوں نہ بتاؤں۔ جب تم میرے لیے اسٹینڈ نہیں لے سکتے میری بے عزتی پر خاموش تماشائی بن سکتے ہو تو تمہیں کوئی حق نہیں ہے خود کو میرا شوہر کہلوانے کا۔ جہنم میں جائے سب وہ کون ہوتی ہے مجھے محبت کے سبق پڑھانے والی۔''

''بس کرو خرمن! اب خاموش ہو جاؤ۔'' عثمان کو بولنا پڑا تھا۔
''کوئی مجھے یہ بتا دے کہ اس گھر میں میری حیثیت کیا ہے۔ میں خاموش ہو جاؤں گی۔ وہ تو فرمان دے کر چلی گئی کہ محبت کے بغیر رشتہ ادھورا ہے۔ محبت ہوگی تو شادی جائز ہوگی اور میری طرح وہ یہ ناجائز کام نہیں کر سکتی۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ میں گناہ کی زندگی گزار رہی ہوں۔ کوئی فرق نہیں مجھ میں اور ایک کال گرل میں۔''
''بہت سن چکا ہوں میں تمہاری بکواس۔'' بلند آواز میں عارش نے ایک جھٹکے سے پلیٹ سامنے سے ہٹائی تھی جو فرش پر گرتی چکنا چور ہو گئی تھی۔ دنگ کھڑی بیلا کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔
''منیزہ نے جو کہا ٹھیک کہا۔ اب تم اسے کسی بھی نظر سے دیکھو یہ تمہارے دماغ کا فتور ہے۔'' شدید اشتعال میں وہ اس پر برسا تھا۔
''عارش! بیٹھ جاؤ۔'' عثمان نے اسے شانت کرنے کی ایک ناکام کوشش کی تھی۔
''نہیں کھانا مجھے اس کے ہاتھ کا کھانا۔'' ایک جھٹکے سے عثمان سے بازو چھڑاتا وہ کچن سے نکلا تھا۔ بیلا نے دہل کر خرمن کو روکنا چاہا تھا جو اسی تیزی سے اس کے پیچھے گئی تھی۔
''جب تم میرے بارے میں دوسروں کی بکواس خاموشی سے سن سکتے ہو تو میری بکواس بھی سنو۔'' اس کی بلند آواز پر وہ رک کر پلٹا تھا۔
''تمہارے خاندان کے کسی فرد کو یہ حق نہیں ہے کہ اب مجھ پر انگلی اٹھائے ورنہ میں ایک ایک کی دھجیاں اڑا دوں گی۔ حیثیت کیا ہے تمہارے خاندان کی، تھوک کر چاٹنے والا خاندان ہے تمہارا۔''
''میرے خاندان کو درمیان میں مت لاؤ۔ میں اب ایک لفظ بھی نہیں سنوں گا۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ بولا تھا۔
''تمہیں سننا پڑے گا۔ تمہارے خاندان کے لیے آج بھی میں غلاظت میں پڑی چیز ہوں۔ کیا سمجھ رکھا ہے مجھے تم نے اور تمہارے خاندان نے۔''
''تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے۔ یہ جانتی ہو تم؟ تمہاری نظر میں میری کیا حیثیت ہے؟ میں آج بھی تمہارے نزدیک ایک بے وقعت گرا ہوا انسان ہوں جس کے ساتھ تم زندگی گزارنے پر مجبور ہو صرف اپنے ماں باپ کی خوشی کے لیے۔ مجھے یقین ہے کہ تم آج بھی مجھے چھوڑ کر جا سکتی ہو اگر تمہارے دل میں ماموں جان کا خوف نہ ہو۔ سچ سننے کی ہمت نہیں ہے تمہارے پاس، میں کیوں روکتا منیزہ کو؟ اس نے وہی سب کہا تھا جو میں تم سے کہنا چاہتا تھا۔ تمہیں محبت کا نام تک زبان پر لانے کا حق نہیں ہے۔ تم کیا کسی سے محبت کرو گی۔ تمہیں تو بس مذاق اڑانا آتا ہے۔ جذبوں کا اور انسانوں کا۔'' شدید اشتعال میں آج اس نے وہ سب بھی کہہ دیا تھا جو کہنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے عثمان اور بیلا کی موجودگی کی بھی پروا نہیں کی تھی۔ سپاٹ نظروں سے خرمن اسے دیکھتی رہی تھی جو جارحانہ قدموں کے ساتھ گھر سے ہی نکل گیا تھا۔ ساکت کھڑا عثمان ہوش میں آتا اس کے پیچھے ہی گیا تھا۔
''کیا حاصل ہوا خرمن یہ سب کر کے؟'' شدید تاسف کے ساتھ بیلا نے اس کے تاریک ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔
''اپنا سب کچھ دے دیا۔ کچھ بھی بچا کر نہیں رکھا پھر بھی اسے لگتا ہے کہ میں اسے چھوڑ کر جا سکتی ہوں۔'' لرزتے لہجے میں بولتے ہوئے اس کی آنکھوں سے سیلاب رواں ہونے لگا تھا۔
''منیزہ کو میں نے اپنا سمجھ کر دل کی بات بتائی تھی۔ وہ اسی بات کا طعنہ مجھے دے گئی۔ محبت کے ثبوت مانگے جاتے ہیں۔ جلتے توے پر ہاتھ رکھنے کے مطالبے ہوتے ہیں۔ اب بھی ضرورت ہے اس کی؟'' اس کے کرب ناک لہجے پر بیلا نے تڑپ کر اسے گلے سے لگا لیا تھا۔

❀------O------❀
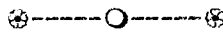
چھم سے ایک تصویر اس کی آنکھوں کے پردے پر لہرائی تھی۔ اس کے خیال کا غلبہ بہت اچانک ہی دل و دماغ پر اس

طرح چھایا کہ وہ یہ بھی بھول گیا کہ اس وقت وہ لیپ ٹاپ پر اپنے فین پیج پر ہے۔
''منیزہ.....!'' اس کے ہونٹوں پر مدھم سرگوشی سی ہوئی تھی۔ جانے یہ کیسی کشش تھی۔ کیسا بے نام سا ربط تھا۔ جو دل کو بہت عزیز ہونے لگا تھا اتنی خاموشی سے ایک چہرہ دل کی عمیق گہرائیوں میں اترا تھا کہ وہ خود بھی بے خبر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ خوب صورتی کبھی اس کی کمزوری نہیں رہی ہے۔ وہ لڑکی اگر خوب صورت ہے بھی تو اس سے کہیں زیادہ حسین چہروں کو وہ نظر انداز کرتا رہا ہے۔ شاید اس کا لاپروا انداز پہلی ہی بار میں دل پر اثر کر گیا تھا۔ وہ ہمیشہ سے دوسروں کی نظروں میں اپنے لیے ستائش اور پسندیدگی دیکھتا آیا تھا۔ وہ کبھی اس طرح زیر نہیں ہوا تھا مگر یہ پہلی بار ہوا تھا کہ اس نے کسی کو پہلے خود توجہ دی ہو یا پہلا قدم بڑھایا ہو۔ وہ بھی اس کی جانب جس کے نزدیک وہ عام سا انسان تھا، مروتاً بھی منیزہ سے اس نے اپنی آواز کی تعریف میں ایک لفظ بھی نہیں سنا تھا۔ وہ جو اس تعریف کا عادی تھا لنچ کے پورے ایک گھنٹے تک منتظر ہی رہا تھا۔ اسے حیرت نہیں ہوئی تھی منیزہ کے لیے دیے انداز پر، وہ کافی سنبھل سنبھل کر مختصر بات کر رہی تھی۔ ہارون کو ایک بار بھی اس کی آنکھوں یا لہجے سے اپنے لیے کوئی ایکسٹرا آرڈنری چیز محسوس نہیں ہوئی تھی۔ نہ وہ اس چیز پر نازاں تھی کہ وہ کسی اہم شخص کے ساتھ لنچ کر رہی ہے۔ البتہ ہر تھوڑی دیر بعد اس کے چہرے پر تذبذب اور گھبراہٹ کے تاثرات ضرور اسے دکھائی دیئے تھے۔ ہارون کو اس کے پل پل بدلتے رنگ بہت دلچسپ لگے تھے۔ اسی لیے تو باتوں کو طول دے کر اس نے منیزہ کا زیادہ وقت لیا تھا اگر وہ ایسا نہ کرتا تو یقیناً وہ لنچ ختم کرتے ہی وہاں سے بھاگ جاتی۔ سر کو جھٹکتے ہوئے اس کے لبوں پر مدھم مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ منیزہ نے اب تک فون پر اس سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ وہ حیران نہیں تھا مگر منتظر ضرور تھا۔ ہوا کے سرد جھونکے پر اس نے چونک کر کھڑکی کی جانب دیکھا تھا جس کے گلاس وہ بند کرنا بھول گیا تھا۔ لیپ ٹاپ ٹیبل پر رکھتا وہ کھڑکی کی سمت بڑھ گیا تھا۔ گلاس بند کرتے ہوئے اس کی نظریں لان میں موجود سائے پر ساکت ہوئی تھیں۔ وہ یقیناً ہشام قزلباش تھے۔ ان کو دیکھتے ہوئے ہارون کو شدید قسم کا دھچکا لگا تھا۔ چند لمحے پہلے جن خوب صورت سوچوں میں گم تھا وہ یکدم تاریکیوں میں گم ہوگئی تھیں۔ کوئی چیز اسے اپنے دل میں چبھتی محسوس ہوئی تھی۔ اس کی جلتی نگاہیں۔ لان کی تاریکی میں موجود ہشام قزلباش پر ساکت تھیں۔ سرد ہواؤں سے بے نیاز وہ اس وقت کس کرب اور اذیت میں مبتلا تھے ہارون اس سے بے خبر نہیں تھا۔ آخر یہ ناختم ہونے والی اذیتیں اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے باپ کی روح میں اتاری تھیں۔ اسے اپنا دل آہنی شکنجے میں جکڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ اپنی عزیز ترین ہستیوں کو موت جیسی اذیت میں ڈالنے کے بعد وہ کس طرح اپنے دل میں خوشیوں کے تاج محل قائم کر سکتا تھا؟ وہ ان خوشیوں کا اہل نہیں تھا۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ وہ ایک مجرم ہے۔ جس کے جرم کی سزا اس دنیا کی کوئی عدالت نہیں دے سکتی۔ اسے تو آخری سانس تک اپنے گناہوں کی آگ میں جلنا تھا۔ گلاس بند کیے بغیر وہ کھڑکی سے دور ہو گیا تھا۔ ایک چہرے نے ایک خیال نے کچھ دیر کے لیے اپنی حقیقت سے اسے دور کر دیا تھا مگر اب اس کے دل اور ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ رات کے اندھیروں میں سب کچھ گم ہو گیا تھا۔ اسے واپس اپنے حصے کی تنگ و تاریک قبر میں اترنا تھا اور وہ اتر چکا تھا۔

❁-----O-----❁

غم اور غصے کی شدت سے وہ سو بھی نہیں پا رہا تھا۔ گھر سے باہر عثمان کے سامنے اپنے غصے کا اظہار کرنے کے باوجود اسے مشکل لگ رہا تھا اپنے آپ کو ٹھنڈا رکھنا۔ کتنی آسانی سے وہ اسے ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیتی تھی۔ اس کی بے تحاشہ محبت کی ایک آنچ تک اس کے پتھر دل کو پگھلا نہیں سکی تھی۔ کتنا فخر تھا اسے خود پر کہ وہ نابلد ہے محبت جیسے جذبے سے اور وہ جو اس کے سارے غم اپنے دل میں چھپانا چاہتا تھا۔ اس کی خوشیوں کی تلاش میں دن رات سرگرداں تھا۔ پاگل، دیوانہ ہو رہا تھا کس طرح اس کے کٹھور اور سنگدل سلوک کو برداشت کرتا تھا۔ یہ تو وہی جانتا تھا اس کے گم گشتہ راستوں کی تلاش میں وہ خود کو مٹا ڈالنے کا حوصلہ رکھتا تھا مگر آج پھر وہ ایک ہی وار میں اسے ریزہ ریزہ کر گئی تھی۔ رات کا آخری پہر تھا جب دروازے پر ہوتی دستک نے اس کے دل و دماغ کو مزید سلگا دیا تھا۔ اس کی حقارت اور تضحیک کو سمیٹنے کے بعد وہ کسی طور

دروازہ کھولنے کی اجازت خود کو نہیں دے سکتا تھا۔ دروازے پر دو تین بار دستک ہوئی تھی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی تھی کان بند کیے وہ تکیے میں چہرہ چھپائے کڑھتا رہا تھا۔ اب وہ کیا کہنے آئی ہے۔ ایک اور زخم دینے ایک اور اذیت کا تحفہ دینے، عثمان جب اسے واپس گھر لایا دروازہ بیلا نے ہی کھولا تھا جب کہ وہ کسی بھی جانب دیکھے بغیر دوسرے بیڈ روم میں جا کر دروازہ اندر سے مقفل کر چکا تھا۔ خود کو قابو میں رکھنے کا یہی ایک طریقہ تھا ورنہ اسے یقین تھا کہ اگر خرمن اس کے سامنے آئی تو وہ اپنے حواس کھو دے گا۔ لاشعوری طور پر وہ دوبارہ دستک کا منتظر رہا تھا اور پھر پتہ نہیں کس وقت نیند غالب آ گئی تھی۔

❀-----O-----❀

مسلسل چیختی کال بیل نے اس کی نیند میں خلل ڈالا تھا۔ بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس نے وال کلاک کی سمت دیکھا تھا۔ صبح کے 7 بج رہے تھے۔ اس وقت کون آ سکتا ہے؟ وہ حیران تھا۔ وہ مزید حیران بلکہ پریشان بھی ہوا تھا عروسہ کو فاران کے ہمراہ اپنے سامنے دیکھ کر۔

''خرمن کی طبیعت کیسی ہے اب؟'' پریشان لہجے میں اسے دنگ کرتیں وہ اندر آئی تھیں۔

''اسے کیا ہوا ہے؟'' وہ حق دق تھا۔

''تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کی طبیعت خراب ہے۔ صبح ہی صبح اس نے مجھے فون کیا ہے، اس سے تو بات بھی نہیں کی جا رہی تھی۔ اب ایسی بھی کیا ناراضی تھی کہ تمہیں یہ تک نہیں پتہ کہ تمہاری بیوی کس حال میں ہے۔ تم جانتے بھی ہو کہ اس کے ساتھ کیا پرابلم ہے۔'' عروسہ اس کی بے خبری پر بری طرح اس پر برسی تھیں اور تیزی سے کمرے کی سمت بڑھیں تھیں اور وہ جو بالکل ساکت کھڑا تھا سرعت سے ان کے پیچھے ہی گیا تھا۔

بیڈ پر نڈھال پڑی خرمن کے سفید چہرے نے عروسہ کے ہاتھ پیر پھلا دیئے تھے۔ اس کا چہرہ تھپتھپا کر وہ اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر رہی تھیں مگر اس کی بے تحاشا سوجی آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں۔

''دیکھو! اس کی کیا حالت رہی ہے رات بھر۔ تمہیں اس کے پاس ہونا چاہیے تھا یا نہیں؟'' عروسہ پھر عارش پر برسی تھیں جس کا دل حقیقتاً ڈوب رہا تھا۔

''آپی! بیلا رات میں کافی دیر تک اس کے تھی مگر......'' بات ادھوری چھوڑتے ہوئے عارش کا چہرہ اتر گیا تھا۔

''غلطی پر پردے مت ڈالو۔ اب دیر مت کرو اسے اسپتال لے کر چلو۔'' عروسہ کی عجلت پر اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

❀-----O-----❀

منیزہ کی خوشی سے بھرپور پکار پر وہ تقریباً دوڑتی ہوئی باہر آئی تھی مگر اس وقت وہ اپنی جگہ ٹھہر گئی تھی۔ جب اس نے خرمن کے ساتھ ہی بیک سیٹ سے اترتیں عروسہ کو دیکھا تھا۔

''دل خوش کر دیا تم نے۔ میں تو اڑتی ہوئی آئی تھی یہاں۔'' خرمن کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر منیزہ فرطِ مسرت سے اس سے لپٹ گئی تھی۔

''آپی! آپ نے چچی جان کو یہ خوش خبری پہنچائی؟'' منیزہ کو یکدم یاد آیا تھا۔

''فکر مت کرو، اسپتال میں ہی سب سے پہلے میں نے ان کو فون کر دیا تھا۔ اب ذرا اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ تا کہ اس کے اندر اتنی جان تو آئے کہ آنٹی سی بات کر سکے۔'' منیزہ کو ہدایت دیتے ہوئے انہوں نے خرمن کے جھکے چہرے کو دیکھا تھا۔

''آپ فکر مت کریں۔ میں تو اسے اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گی۔'' منیزہ نے ایک بار پھر خرمن کو اپنے ساتھ لگایا تھا اور پھر پارکنگ کی جانب نظریں دوڑائی تھیں۔ جہاں سے عارش کی آمد کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

''اب اسے لے جاؤ۔'' منیزہ سے کہہ کر انہوں نے خرمن کو دیکھا تھا۔

''اسپتال میں تم جتنے میرے ہاتھ پیر پھلا چکی ہو کافی ہے۔ اب یہاں کسی کو پریشان مت کرنا۔ دنیا کا انوکھا نرالا کام کرنے نہیں جا رہی ہو تم، میں کل آؤں گی کوئی شکایت نہیں ملنی چاہیے مجھے اور کوئی ضرورت نہیں ہے بھاگ بھاگ کر ریڈیو

جانے کی اگر تم نے بیڈ سے نیچے ایک قدم بھی رکھا تو تم سے پہلے عارش کی خبر لوں گی۔'' عروسہ نے جس طرح اسے گھر کا تھا منیزہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''آپی! آپ بھی آیئے۔ کچھ دیر آرام سے بیٹھ جائیں پھر چلی جایئے گا۔'' منیزہ کے اصرار پر عروسہ نے ایک نگاہ گرلز کے پاس رکی بیلا کو دیکھا تھا جو فاران کی طرف ہی متوجہ کوئی بات کر رہی تھی۔ عروسہ کے دل میں ایک ٹھیس اٹھی تھی۔ جانتی تھیں کہ بیلا ان کی وجہ سے ہی خرمن کے قریب آنے سے گریز کر رہی تھی۔ ایک پل کو تو ان کا دل چاہا تھا کہ سب کچھ بھلا کر جا کر اسے گلے سے لگا کر دل کو کچھ تو ٹھنڈا کر لیں مگر فاروق کے خیالات نے ان کے قدموں کو جکڑ رکھا تھا۔ سب کچھ وہ بھلا سکتی تھیں مگر اپنے شوہر کے اعتماد کو توڑنے کا جرم وہ دوبارہ نہیں کر سکتی تھیں۔ سو سلیقے سے منیزہ کو انکار کر کے وہ فاران کے ہمراہ وہیں سے واپس چلی گئی تھیں جب کہ بیلا خرمن کو اپنے گھر میں لے گئی تھی۔

''خرمن! یقین کرو، میں تو اتنی ناراض تھی عارش سے کہ میں نے عہد کر لیا تھا کہ میں یہاں آؤں گی بھی نہیں مگر تم نے مجھے خوشی سے اتنا پاگل کر دیا کہ میں سب کچھ بھلا کر یہاں بھاگی آئی ہوں۔'' اس کی پشت پر تکیہ ٹھیک کرتے ہوئے منیزہ بول رہی تھی۔

''ٹھیک ہے، میں مانتی ہوں کہ کل میرا موڈ خراب تھا اور میں نے تمہارے مذاق کو دل پر لے کر بہت کچھ غلط بھی کہہ دیا تھا مگر بات میرے اور تمہارے درمیان ہوئی تھی تمہیں ناراض ہونے کا حق تھا تم مجھے ہزار باتیں سنا دیتیں مگر تمہارے شوہر کو کیا حق تھا درمیان میں آنے کا۔ کل سارا راستہ وہ مجھ پر برہم ہوتا گھر لے گیا تھا۔'' اس کے سامنے بیٹھتی وہ شدید ناراضی سے بتا رہی تھی۔

''وہ تم پر کیوں برہم ہوا؟'' خرمن بمشکل پوچھ سکی تھی۔

''میری ان ہی اسٹوپڈ باتوں کی وجہ سے جو میں نے تم سے کی تھیں مگر مجھے جب اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا تو بھی وہ مجھ پر برستا رہا کہ میں نے تمہارے دل کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ میں نے تمہیں نہیں بلکہ اسے بھی دکھ پہنچایا ہے وغیرہ وغیرہ۔ عارش کو تو بس یہ یاد رہتا ہے کہ تم اس کی بیوی ہو۔ حالانکہ اسے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کی بیوی تم بعد میں ہو پہلے میری دوست ہو۔'' وہ مزید بولی تھی اور پھر جھٹ سے خرمن کا ہاتھ پکڑا تھا۔ ''مجھے معاف کر دو۔ اتنی بڑی خوشی ملی ہے تمہیں اس کے لیے ہی میری غلطی بھلا دو۔ ورنہ میں عارش کو بلا کر تمہارے سامنے ہی اسے مبارک باد دینا شروع کر دوں گی۔'' منیزہ نے شرارت سے اسے دھمکایا تھا اور پھر اس کے سرخ پڑتے چہرے پر بے ساختہ کھلکھلائی تھی۔

''اچھا سنو! کل امی کی روانگی ہے سرگودھا کے لیے۔ تایا ابو سرجری کے بعد ابھی سیریس کنڈیشن میں ہیں۔ ان کا جانا ضروری ہے۔ کل ہم سب تمہارے گھر آئیں گے امی یہیں سے ایئرپورٹ جائیں گی۔'' منیزہ بول رہی تھی تب ہی بیلا کھانے کی ٹرے سنبھالے کمرے میں آئی تھی۔

''میں آرام سے لفٹ میں اوپر جا سکتی تھی۔ تم کیوں میرے لیے پریشان ہو رہی ہو۔ تمہارا پارلر بھی ڈسٹرب ہو گیا ہے۔'' خرمن بولی تھی۔

''ڈسٹرب تو عارش ہو گیا ہے۔ وہ تم تک پہنچ ہی نہیں پا رہا۔ مجھے یقین ہے دل میں خوب مجھے برا بھلا کہہ رہا ہو گا۔'' سوپ کا باؤل سائیڈ ٹیبل پر رکھتی وہ بولی تھی۔

''ہے کہاں وہ؟ اس کا عہدہ بڑھنے والا ہے۔ خوشی میں اعلان کروانے تو نہیں چلا گیا؟ اس کا تو کوئی بھروسہ بھی نہیں ہے۔'' منیزہ کی تشویش پر بیلا نے ہنستے ہوئے خرمن کے دوپٹے میں قید چہرے پر ابھرتی جھینپی مسکراہٹ کو دیکھا تھا۔

❀------○------❀

''وہ میرے گھر کے دروازے تک آئیں اور وہیں سے واپس چلی گئیں۔ ایسا کیسے ہونے دیا تم نے؟'' عثمان کے سوال پر وہ بس سپاٹ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''تمہیں خود ان کے پاس جانا چاہیے تھا۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لانا چاہیے تھا۔ تمہارا ان سے رشتہ اتنا مضبوط تھا کہ وہ تمہیں انکار نہیں کر سکتی تھیں۔ نہ تم نے اپنے حق کو یاد رکھا نہ اپنے فرض کو۔'' اس کے سرد لہجے نے بیلا کو سلگا دیا تھا۔

''شاید تم بھول رہے ہو کہ مجھ سے سارے حق چھین لیے گئے تھے۔ میں کیوں ان کے آگے جھکتی؟ کیوں ان کو سر آنکھوں پر بٹھاتی؟ تمہاری بہن وہی عورت ہے جو خاموش تماشائی بنی رہی تھی اس وقت جب......'' اس کی آواز بند ہو گئی تھی۔ جب عثمان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر مزید کچھ بولنے سے روکا تھا۔

''اپنی بہن کے خلاف میں تم سے ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہوں گا۔ نہ آج نہ کل۔ یہ بات میں دہراؤں گا نہیں۔'' اس کی ساکت نظروں میں دیکھتا وہ تنبیہہ کر رہا تھا۔

''تم میرے پاس ہو تو اس کی سب سے بڑی وجہ وہی عورت ہے جسے ہمیشہ سر آنکھوں پر تمہیں بٹھانا ہوگا۔'' اس کے لبوں سے ہاتھ ہٹاتا وہ چند لمحوں تک اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتا رہا تھا اور پھر اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ سن ہوتے وجود کے ساتھ وہ صوفے کے کنارے بیٹھ گئی تھی بھڑک اٹھتے دل کی تپش اس کی آنکھوں کو جھلسا رہی تھی۔ کس لہجے میں وہ اسے دھمکا گیا تھا۔ اس کے لیے یقین کرنا مشکل تھا۔ آج اسے بس یہ یاد رہا کہ عروسہ نے اس کے لیے کیا کیا۔ بیلا کا دل چاہا تھا کہ وہ کمرے میں جا کر اس کا گریبان جھنجھوڑ ڈالے۔ چیخ چیخ کر اسے بتائے کہ آج اگر وہ اس کے ساتھ ہے تو صرف اپنی وجہ سے، پھٹکاریں، ذلت، اذیت، گالیاں اس کی بہن نہیں بلکہ وہ سمیٹتی رہی ہے۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے وہ جانوروں سے بدتر سلوک سہتی رہی تھی۔ اسے مجبور کیا گیا تھا تمام کشتیاں جلا ڈالنے پر مگر اس سب کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ وہ اس پر اپنی بہن کو فوقیت دے رہا تھا۔ پہلی بار اس نے آج عروسہ کے خلاف کچھ کہنا چاہا تھا۔ کیونکہ وہ مرتے دم تک نہیں بھول سکتی تھی کہ کس طرح وہ پتھر کا بت بن رہی تھیں۔ اس وقت جب فاروق کا عتاب اس پر ٹوٹ رہا تھا مگر اس کی کراہیں، اذیت ناک چیخیں کس طرح ان کو تڑپا سکتی تھیں۔ وہ ان کی اولاد تو نہیں تھی۔ وہ تو فاروق سے بھی زیادہ بے رحم ثابت ہوئی تھیں۔ ہاتھ کی پشت سے بھیگی آنکھیں خشک کرتے ہوئے اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔ ایک جلتی نگاہ اس نے کمرے کی سمت ڈالی تھی کیونکہ عثمان نے دوبارہ اسے پکارا تھا۔ لب بھینچے وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی۔ لاؤنج کی تمام لائٹس آف کر کے وہ صوفے پر ہی دوپٹے میں منہ سر چھپائے لیٹ گئی تھی۔

''جس کے پاس بیوی ہے، اسے پھر مزید کسی ٹارچ سیل کی ضرورت نہیں۔'' کچھ دیر بعد اسے عثمان کی ناگوار آواز سنائی دی تھی جب کہ اس کی ڈھٹائی پر عثمان نے فلور کشن صوفے کے قریب کھینچ لیا تھا۔

''آج تو برداشت کر رہا ہوں مگر آئندہ تمہاری یہ بے اعتنائی ہضم نہیں ہوگی مجھ سے، اپنی دوست کے نقشِ قدم پر نہ چلو کیونکہ میں عارش نہیں ہوں۔'' اس پر کمبل ڈالتے ہوئے عثمان نے جتایا تھا مگر کوئی رسپانس نہ ملنے پر فلور کشن پر سر رکھے جھنجھلا کر رہ گیا تھا۔

❀------O------❀

بیلا کے جانے کے بعد سے ہی وہ اس کی منتظر تھی جو سامنا کرنے سے کترا رہا تھا۔ اتنی بڑی تبدیلی کے باوجود وہ اب تک ناراض تھا۔ اتنا ناراض کہ یہ خوش کن خبر بھی اس پر کوئی اثر نہ ڈال سکی تھی۔ دل بجھ سا گیا تھا۔ یہ سچ تھا کہ وہ خود عارش سے سارا وقت چھپے رہنے کی کوشش کرتی رہی تھی مگر اس کی وجہ بھی بہت خوب صورت تھی۔ شرم و حیا غالب تھی۔ اسے اب بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کا سامنا کس طرح کر سکے گی۔ منیزہ اور بیلا کی مسلسل موجودگی تک ٹھیک تھا اسے معلوم تھا ان دونوں کی وجہ سے وہ کمرے میں نہیں آئے گا مگر اب تو کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اسے عارش سے یہی امید تھی کہ وہ خوشی سے نہال ہوگا مگر اب گھر میں پھیلی خاموشی اور کمرے کی تنہائی نے اسے وسوسوں میں ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ اتنی جلدی یہ توقع نہ رکھتا ہو۔ خرمن نہیں جانتی تھی کہ اسے بچے پسند بھی ہیں یا نہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان کبھی اس موضوع پر کوئی بات ہی نہیں ہوئی تھی۔ بجھے دل کے ساتھ اس نے اپنے دل کو ٹٹولا تو احساس ہوا کہ اس کا دل تو خوشی سے

پاگل ہورہا ہے۔ کیسا دل افروز احساس تھا یہ کہ عنقریب اس کی گود میں ایک ہنستا، کھیلتا بچہ ہوگا جو اس کے وجود کا حصہ ہوگا جو اس کو روتا دیکھ کر خود بھی روئے گا مگر یہ سوال نہیں کرے گا کہ وہ کیوں رو رہی ہے اور جب وہ اسے ہنستا دیکھے گا وہ خود بھی قلقاریاں مارے گا۔ وہ اسے پکارے گی تو سب کچھ چھوڑ کر اس کی بانہوں میں سمٹ آئے گا۔ وہ صرف اس کا ہوگا وہ کبھی اسے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

آنکھیں موندھے وہ اس کے بارے میں سوچتی رہی تھی، جسے اس وقت بھی وہ اپنی روح کی گہرائیوں تک محسوس کرسکتی تھی۔

کمرے میں داخل ہوتا وہ ساکت رہ گیا تھا۔ نظریں اس کے چہرے پر جم گئی تھیں جو بیک کراؤن سے سر ٹکائے کوئی ماورائی مخلوق دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے چہرے کے ایک ایک نقش سے پھوٹتی الوہی روشنی خیرہ کن تھی۔ باوجود اس کے کہ وہ بہت کمزور اور نڈھال دکھائی دے رہی تھی مگر اس کے خشک لبوں پر رقص کرتی دھیمی مسکان تر و تازہ گلاب کو بھی شرما دینے والی تھی۔ اس کی پلکوں تلے جانے کتنے حسین خواب گزر رہے تھے جن کے انوکھے رنگوں نے اس کے چہرے کا احاطہ کررکھا تھا۔ نظر ہٹانا دشوار تھا۔ دل میں شدت سے خواہش ابھری تھی کہ لمحے رک جائیں۔ وہ اسی طرح بیٹھی رہے اور وہ اسے دیکھتا رہے۔ شاید ایسا ہو جاتا اگر وہ اس کی موجودگی سے بے خبر رہتی، چونک کر آنکھیں کھولتی وہ اس کے سحر کو بھی توڑ گئی تھی۔ وہ کس وقت نزدیک آیا خود وہ بھی نہیں جانتا تھا مگر اب سانس روکے اس کی آنکھوں میں تیرتے گلابی خمار کو دیکھ رہا تھا۔

''اب بھی کیا ضرورت تھی آنے کی۔ میرے مرنے کے بعد آجاتے۔ تمہاری انا کا بھرم ہی قائم رہ جاتا۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ تلخ ہوگئی تھی۔

''مرنا تو مجھے چاہیے۔ جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا اس کے بعد تو واقعی مجھے مرجانا چاہیے تھا۔'' ندامت کے بوجھ سے سر جھکائے وہ جس کرب سے بولا تھا۔ خرمن دنگ ہوئی تھی۔

''میں بہت برا انسان ہوں۔ میں جو تم سے محبت کے دعویٰ کرتا ہوں کس طرح تمہیں اذیت میں تنہا چھوڑ کر لاتعلق ہو گیا؟ تم نے کتنی بار مجھے پکارا ہوگا مگر میں نے سننے کی کوشش نہیں کی۔ تمہیں میری ضرورت تھی مگر میں نے اپنی انا کی دیوار کو اپنے اور تمہارے درمیان حائل رکھا اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو زندہ رہ کر بھی قبر میں اتر جاتا۔'' سرخ چہرے کے ساتھ بولتا وہ اس وقت کس اضطراب میں تھا خرمن اندازہ کرسکتی تھی۔

''یہ کیسی محبت ہے میری، محبت تو ہر غرض سے پاک ہوتی ہے پھر میں نے خودغرض ہونے کا گناہ کیوں کیا؟ میں کیسے بھول گیا کہ تم میرے لیے کیا ہو؟ مجھے شرم آتی ہے اپنی سنگ دلی پر میں خود سے بھی نظر ملانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ میں اس منہ سے تم سے محبت کا مطالبہ کرتا رہوں جب کہ میں اس لائق بھی نہیں ہوں کہ مجھ پر رحم کیا جائے۔ تم نے میرے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ میرے لیے تم ہمیشہ کے لیے میری زندگی میں آگئیں۔ میری ذات کو مکمل کیا۔ میرے دل کو آسودہ کیا۔ اپنا سب کچھ اپنی نیندیں تک مجھے وان کردیں اور میں نے بدلے میں کیا دیا تمہیں۔ آج تم نے مجھے وہ ایک خوشی بھی دے دی جو میرے لیے اس دنیا سے بھی بڑھ کر قیمتی ہے مگر میں خوش نہیں ہو پارہا۔ میرا ضمیر مجھ پر ہنس رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے ہر چیز مجھ پر لعن طعن کررہی ہے۔ میرا مذاق اڑا رہی ہے اور میں......'' یکدم وہ خاموش ہوگیا تھا جب خرمن نے اس کے گریبان پر سر ٹکایا تھا۔

''میں نے اس لیے تمہیں اتنا کچھ بولنے دیا کیونکہ میں چاہتی تھی کہ کوئی بات بوجھ بن کر تمہارے دل میں نہ رہ جائے۔ تمہیں اب یہ بات سمجھنی چاہیے کہ تم ایک انسان ہو۔ غصے کا اظہار کرنا گناہ نہیں ہے اور جس طرح سے تم نے کیا وہ تو بالکل نہیں۔ میں جانتی ہوں اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ میری طبیعت خراب ہورہی ہے تو تم فوراً اپنا غصہ بھول جاتے جس طرح اس وقت بھول گئے ہو۔ انسان غصے میں بہت کچھ کر جاتا ہے جیسے کہ میں حد سے بڑھ جاتی ہوں مگر تم نے تو ایسا کچھ بھی نہیں کیا کہ خود کو ملامت کرو۔'' نرم لہجے میں خرمن نے بولتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

''مجھے واقعی تم سے کوئی شکایت نہیں ہے بلکہ میں تم سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کیسے یقین کرلیا تھا کہ تم نے میرے لیے کوئی اسٹینڈ نہیں لیا ہوگا۔ میں بھی تو یہ بھول گئی تھی کہ تم نے ہر بار میرے خلاف کھلنے والی زبانوں کو بند کیا ہے تو اگر تم غصے یا ناراضی میں کچھ وقت کے لیے مجھے بھول گئے تو یہ کوئی قابل گرفت بات نہیں ہے۔''

''یہ قابلِ گرفت بات ہے خرمن! میں سانس لینا بھول سکتا ہوں مگر تمہیں نہیں، میں لعنت بھیجتا ہوں اپنے غصے پر اور خود پر......''

''کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم بے معنی تلخیوں کو بھول کر اس بارے میں بات کریں جو اس وقت سب سے زیادہ اہم ہے۔'' اپنا ہاتھ اس کے چہرے کے گرد رکھتی وہ اس کے اضطراب کو معدوم کرگئی تھی۔ چند لمحوں تک وہ اس کی پیشانی پر دمکتے ماہِ نیم کی ٹھنڈک آنکھوں میں اتارتا رہا تھا اور پھر اس کا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا کر لبوں سے لگا لیا تھا۔

''تم خوش ہو؟'' جھینپے انداز میں وہ پوچھ رہی تھی۔

''میری نسل تم سے آگے بڑھ رہی ہے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی کوئی اعزاز میرے لیے اہم نہیں ہے۔'' وارفتہ نگاہوں سے عارش نے اس کے دہکتے رخساروں اور جھکتی پلکوں کو دیکھا تھا۔

❀------O------❀

صدیوں سے پیاسے جلتے ہوئے لق دق صحرا میں جیسے ابر رحمت برس جائے۔ جیسے خزاں رسیدہ شاخوں پر نرم ہری کونپلیں پھوٹ پڑیں، جیسے اچانک برگ بار کا موسم اجڑے گلشن پر مہربان ہو جائے اور زمین پر رہ کر آسمان کی وسعتیں ہاتھوں میں سمٹ آئیں۔ ان تمام احساسات کے ساتھ اسے اپنا آپ ہواؤں میں اڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ شدت سے یہ حقیقت آشکار ہوئی تھی کہ وہ زندہ ہے۔ واقعی زندہ ہے۔ پہلی بار اسے اپنی زندگی شرمندگی کی دلدل میں پھلتی پھولتی دکھائی نہیں دی تھی۔ ہاں اگر دل میں شرمندگی تھی تو صرف اس لیے کہ وہ اپنی زندگی کے اتنے سال اللہ سے شکایتیں کرتے کفر بولتے گزارتی آئی تھی مگر پھر بھی اللہ نے اسے اتنا نوازا کہ اس کا دامن تنگ پڑ رہا تھا۔ وہ کتنی نادان تھی خود اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی تھی ورنہ اللہ نے تو ہمیشہ اسے اپنے رحم و کرم کے سائے تلے رکھا۔ اسے اس دنیا میں خاص بنائے رکھا۔ ساری زندگی بھی اگر وہ سجدے میں گرے گزارتی تو بھی اپنے رب کا شکر ادا نہ کرسکتی اور نہ ہی شکر ادا کرنے کے لیے یہ سجدے کافی ہوتے دور آسمان کے کنارے سے مدھم سنہری کرنیں ابھرتیں آہستہ آہستہ جلوہ گر ہو رہی تھیں۔ ہر سمت سونا ہی سونا بکھرنے لگا تھا۔ پرندوں کی خوش الحانی چہچہاہٹیں سنتے ہوئے اسے اپنا آپ قدرت کے انتہائی قریب محسوس ہو رہا تھا۔ کثافت سے پاک خنک ہوا کے جھونکوں میں گہری سانسیں بھرتی وہ ٹیرس پر ہی کرسی پر آنکھیں بند کیے اس حسین صبح کا استقبال کر رہی تھی۔ تب ہی مہکتی ہوا کی سرسراہٹوں کے درمیان ایک سریلی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکراتی آنکھیں کھولنے پر مجبور کرگئی تھی۔ خوشگوار حیرت سے اس کی آنکھیں پوری کھل گئی تھیں۔ ٹیرس کی باؤنڈری پر ایک چھوٹا سا سیاہ پنچھی بیٹھا تھا۔ اس کی سریلی کوک سے دل جھوم اٹھا تھا۔ اتنی دلنشیں کوک کہ خود اس کی دھڑکنیں بھی کوکنے لگی تھیں۔ ساکت بیٹھی وہ اس کوئل کو تکے گئی تھی جو مگن تھی اپنی زندگی سے بھرپور سریلی کوک کا جادو دور دور تک بکھیرنے میں۔ خرمن کے لبوں پر مسکراہٹ رقصاں ہوئی تھی۔ اڑان بھرنے تک وہ کوئل اس کی روح تک کو سرشار کرگئی تھی۔ اس کے اڑتے ہی خرمن سرعت سے باؤنڈری کے قریب آئی تھی۔ کوئل دور سبزے میں کہیں اوجھل ہوگئی تھی مگر سحر انگیز کوک بہت قریب سے ہی اسے سنائی دے رہی تھی اور یہ کوک اس کے دل سے نکل رہی تھی۔ اس کی دھڑکنیں چہچہا رہی تھیں اور اس کا چہرہ خالص اور سچی مسکراہٹوں سے جگمگا اٹھا تھا۔ دور ٹریک پر نظر جاتے ہی اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی تھی۔ ٹریک پر دوڑتے عثمان نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا جواباً کھل کر مسکراتے ہوئے اس نے بھی ہاتھ ہلایا تھا۔ کچھ دیر تک وہ ٹریک کی جانب دیکھتی رہی تھی اور پھر اپنے کبوتروں کے دانے پانی کی فکر میں مبتلا ہوتی باؤنڈری سے دور ہٹ گئی تھی۔

''آنکھیں کھولو، سلیپنگ بیوٹی صبح ہوگئی ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے عارش کے چہرے سے کمبل ہٹایا تھا۔ کھلے کھلے

تروتازہ چہرے نے ساری کسلمندی دور کردی تھی۔ سو وہ فوراً ہی اٹھ گیا تھا۔
''تم بیڈ سے کیوں اٹھ گئی ہو؟ آرام سے لیٹ جاؤ۔ آج میں تمہاری خدمت کروں گا۔ تم کوئی کام نہیں کرو گی۔'' خرمن کا ہاتھ تھام کر اس نے سامنے بٹھایا
''آج تم مجھے کوئی کام نہیں کرنے دو گے مگر کل کیا ہوگا؟ کل سے تمہیں آفس جانا ہے۔'' وہ مسکرائی تھی۔
''تم اپنے ایکسیڈنٹ کی تکلیفیں میری فکر میں بھول گئے۔ یہ بتاؤ اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟'' خرمن کی تشویش پر وہ کچھ بولا نہیں تھا مگر اپنے بکھرے بال سنوارتے ہوئے وہ مسکرایا ضرور تھا۔
''زیادہ مسکرا کر مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش مت کرو۔ جو پوچھا ہے اس کا جواب دو ورنہ میں کل بھی تمہیں آفس نہیں جانے دوں گی۔''
''ایسا غضب مت کرنا'' وہ فوراً بولا تھا۔
''بس میرے پیر میں کچھ تکلیف باقی ہے وہ بھی کچھ دن میں ٹھیک ہو جائے گی۔ سچ پوچھو تو میرے لیے اب کوئی تکلیف، تکلیف نہیں رہی۔ میں خود کو پہلے سے زیادہ تندرست محسوس کررہا ہوں۔'' اس کے پرسکون لہجے پر وہ مسکرائی تھی۔
''مگر مجھے اب اگر فکر ہے تو صرف تمہاری میں چاہتا ہوں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گھر کے کتنے کام تمہیں کرنے پڑتے ہیں، تم اگر راضی ہو جاؤ تو میں ایک ملازمہ افورڈ کرسکتا ہوں۔'' عارش کی بات سنتے ہوئے وہ جو دوپٹہ چہرے کے گرد ٹھیک کررہی تھی۔ اس کے آخری جملے پر چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔
''میں صرف تمہاری سہولت کے لیے یہ کہہ رہا ہوں۔'' اس کی خشمگین نظروں پر عارش کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔
''اب اتنی بھی میری سہولت کی پروا نہ کرو۔ بہت شکریہ اس ہمدردی کا مگر مجھے اپنے گھر میں کسی ملازمہ کا فتنہ نہیں رکھنا۔'' خشمگین لہجے میں بولتی وہ اٹھ گئی تھی۔
''ٹھیک ہے مگر کم از کم آج تو میری تسلی کے لیے آرام کرلو۔ کچن میں تو بالکل مت جانا۔ میں گزارے لائق ناشتہ تو بنا ہی سکتا ہوں۔''
''عارش! مجھے بھوک لگی ہے اور تمہارا تیار کیا ہوا ناشتہ دیکھ کر مجھے اپنی بھوک ہمیشہ کے لیے ختم نہیں کرنی، ویسے فکر مت کرو بیلا ہم دونوں کے لیے ناشتہ تیار کر کے لانے والی ہے۔'' خرمن کی اطلاع نے اسے مطمئن کردیا تھا۔
''زبردست یعنی آج مزیدار ناشتہ ملنے والا ہے۔ میں رات کا کھانا بھی بیلا سے بنوانے کی فرمائش کرنے والا ہوں۔''
''ہاں بالکل، ویسے میں نے تو کبھی تمہارے لیے مزیدار ناشتہ نہیں بنایا اور نہ ہی تمہاری فرمائشی ڈش بنائی ہے۔'' وہ رک کر ناگواری سے بولی تھی۔
''دراصل میں یہ چاہتا ہوں کہ تم آج بالکل کچن میں نہ جاؤ''
''یہ وجہ عثمان کو بتانا، اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی ہزاروں باتیں سنواؤ گے۔ اس سے کہاں برداشت ہوگا کہ اس کی چہیتی ہمارے لیے کچن میں ہلکان ہو۔ ابھی ناشتہ لے کر آنے پر ہی وہ احسان جتا دے گا۔'' خشمگین نظروں سے اسے دیکھتی وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔
کال بیل کی گونج پر وہ اسی توقع کے ساتھ گیٹ کی جانب گئی تھی کہ بیلا کی آمد ہوگئی ہے مگر ایبک کے مسکراتے چہرے نے اسے حیران کردیا تھا۔
''اگر آپ ابھی بھی مجھ سے ناراض ہیں تو میں آپ سے معافی مانگتا ہوں مگر میں عارش سے ملے بغیر نہیں جاؤں گا۔'' اس کی التجاء پر خرمن نے مسکراتے ہوئے اسے اندر آنے کا راستہ دیا تھا۔
''میں کیوں تمہیں عارش سے ملنے سے روکوں گی۔ تم اپنی غلطی پر شرمندہ ہو اور تمہیں معاف کرنے کے لیے پلس پوائنٹ یہ ہے کہ تم ہارون کے بھائی ہو۔'' خرمن بولتے ہوئے کچن کی سمت بڑھی تھی وہ بھی اس کی تقلید میں تھا۔

''تم بیٹھو، عارش ابھی باتھ لینے گیا ہے۔ تھوڑا انتظار کرو اور پہلے یہ بتاؤ ناشتہ عارش کے ساتھ کرو گے یا ابھی تیار کروں تمہارے لیے؟'' خزمن کے اس غیر متوقع اخلاق نے ایبک کو حیرت زدہ کیا تھا۔

''میں تو سمجھا تھا آپ مجھے گھر میں داخل بھی نہیں ہونے دیں گی۔ عارش سے بھی ملنے نہیں دیں گی۔''

''اب میں اتنی بری بھی نہیں ہوں۔'' خزمن مسکرائی تھی۔

''مگر میں تو یہی سمجھا تھا۔'' روانی سے بولتا وہ یکدم رکا تھا جب کہ خزمن اس کے شرمندہ چہرے کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

''لیکن اب مجھے پتہ چل گیا کہ آپ بہت اچھی ہیں۔'' ایبک نے فوراً بات بدلی تھی۔

''آپ یہ بتائیں کہ میں آپ کو کیا لگا ہوں؟''

''یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟'' خزمن کو ہنسی آئی تھی۔

''وہ اس لیے کہ اگر آپ مجھے ناپسند کریں گی تو عارش کو مجبوراً مجھ سے دوستی ختم کرنی پڑے گی۔''

''میں کیوں ناپسند کروں گی تمہیں۔ میرے لیے اتنا کافی ہے کہ تم عارش کے دوست ہو، عارش کے دوستوں کو میں بالکل نہیں جانتی، وہ کسے دوست بنا رہا ہے یہ اس کا معاملہ ہے میری پسند یا ناپسند کا کیا سوال......؟'' خزمن حیران ہو کر بولی تھی۔

''لیکن میری بات دوسری ہے۔ میں عارش کے باقی فرینڈز کی طرح نہیں ہوں۔''

''اچھا! وہ کیسے؟'' خزمن نے دلچسپی سے اس کے کان میں چمکتی بال کو دیکھا تھا۔

''وہ ایسے کہ عارش کو میرے گھر میں سب جانتے ہیں۔ پسند کرتے ہیں ان کی عزت کرتے ہیں۔ میں بھی تو یہی چاہوں گا کہ عارش کے گھر میں مجھے بھی عزت ملے۔'' اس کے مسکراتے لہجے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''فکر مت کرو، اگر تم مجھے ناپسند ہوتے تو میں تب بھی تمہاری بہت عزت کرتی۔ ایک بات بتاؤ تم اتنے چھوٹے ہو عارش سے پھر اس کا نام کیوں لیتے ہو؟''

''اب آپ اس وقت مجھے بالکل اپنی ماما جیسی لگ رہی ہیں۔ انہوں نے بھی مجھے اسی طرح ٹوکا تھا اور میں نے ان کو یہی جواب دیا تھا کہ دوستی میں کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہوتا۔ عزت تو دل میں ہوتی ہے۔ ویسے بھی میرے ایک بھائی ہیں اور وہ میرے لیے کافی ہیں۔'' وہ مسکرایا تھا۔

''چلو جیسی تمہاری مرضی۔'' خزمن نے کہا تھا۔ ''ویسے تمہاری ماما نے تمہارا جواب سن کر یہ نہیں کہا ہوگا۔''

''ظاہر ہے، انہوں نے تو مجھے برا بھلا ہی کہنا ہے۔ ان کے نزدیک بھائی سے اچھا کوئی نہیں ہے۔''

''جیلس ہوتے ہو ہارون سے؟'' وہ مسکرائی تھی۔

''کبھی کبھی۔'' اس کے جواب پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی جب کہ ایبک نے بغور اسے دیکھا تھا۔ سفید اور گلابی امتزاج کے دوپٹے میں قید اس کے چہرے نے ایک پل کے لیے ایبک کو کچھ عجیب سے احساس سے دوچار کیا تھا۔

''کیا ہوا؟'' اس کی خاموش نظروں پر وہ حیران ہوئی تھی۔

''کچھ نہیں، آپ بتائیں۔ آپ کی طبیعت اب کیسی ہے۔ کل عارش نے مجھے فون پر آپ کے بارے میں بتایا تھا۔ ماما بھی آپ کو پوچھ رہی تھیں۔'' وہ بولا تھا۔

''ان سے کہنا میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔''

''آپ عارش کے ساتھ میرے گھر کب آئیں گی؟ ماما نے عارش سے بھی کہا تھا کہ آپ کو گھر لائیں وہ آپ کو بہت پسند کرتی ہیں آپ سے مل کر تو اور زیادہ خوش ہو جائیں گی۔''

''میں ضرور آؤں گی ان سے ملنے مگر ہارون سے کہنا کہ میں ان سے بہت ناراض ہوں۔ کل میرا ریڈیو پر پروگرام تھا مگر طبیعت کی وجہ سے میں ریڈیو نہ جا سکی اور ہارون نے مجھے کال تک نہیں کی۔'' خزمن کو شکایت یاد آئی تھی۔

''میں ضرور ان کو یہ بتاؤں گا مگر وہ تو مجھ پر بگڑ رہے تھے کہ میری وجہ سے عارش کو تکلیف پہنچی اور آپ بھائی سے ناراض

ہوگئیں۔''

''ان سے کہنا کہ میں صرف اس بات پر ناراض ہوں کہ انہوں نے مجھے ایک کال بھی نہیں کی۔ عارش کی خیریت معلوم کرنے کے بہانے سے ہی رابطہ کر لیتے۔''

''عارش سے تو روز ہی ان کی بات ہوتی ہے مگر میں ان تک آپ کی شکایت پہنچاؤں گا ضرور۔''

''یہ بتاؤ تم عارش سے کہاں ٹکرا گئے تھے؟'' خرمن نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔ جس پر ایبک اسے اپنی عارش سے ریڈیو اسٹیشن والی پہلی ملاقات کے بارے میں بتانے لگا تھا۔ البتہ عارش سے سیل فون ہتھیانے اور اٹھا پٹخ والی بات وہ ہضم کر گیا تھا۔ ابھی یہ بات جاری تھی کہ عارش کی آمد ہوگئی تھی۔ عارش کے لیے ایبک کی موجودگی حیران کن ہی تھی مگر خرمن اس وقت حیران ہوئی تھی جب ایبک عارش کو دیکھتے ہی فوراً اٹھ کر اس طرح گرمجوشی سے اس سے گلے ملا تھا جیسے صدیوں بعد عارش سے وہ مل رہا ہو۔

''آج تو آپ بالکل فٹ فاٹ لگ رہے ہیں۔'' ایبک نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا تھا۔

''وہ اس لیے کہ میں بہت زیادہ خوش ہوں، اتنا کہ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔'' خوشگوار لہجے میں بولتے ہوئے عارش نے ایک نگاہ اسے بھی دیکھا تھا۔ جو جھینپی مسکراہٹ کے ساتھ کرسی سے اٹھ گئی تھی۔

''پھر تو آپ یقیناً مجھ سے اپنی خوشی شیئر کریں گے۔'' ایبک نے فوراً کہا تھا۔

''کیوں نہیں۔ یہ خوشی کیا کم ہے کہ مجھے صبح صبح تمہارا چہرہ نظر آ گیا ہے۔'' عارش نے کہا تھا۔

جب کہ ایبک نے ایک نگاہ کچن سے باہر جاتی خرمن کو دیکھا تھا۔

''میں نے ان کو بہت اچھی طرح شیشے میں اتار لیا ہے۔ صرف آپ کی خاطر۔''

''کمال کر دیا تم نے، جو کام کبھی میں نہ کر سکا تم کتنی آسانی سے کر گئے۔'' عارش بے ساختہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ کچھ دیر بعد بیلا ناشتے کے لوازمات کے ساتھ آ پہنچی تھی۔ عثمان تو موجود نہیں تھا مگر بے تکلفی سے سب کے ساتھ ناشتہ کرتے ہوئے ایبک ایسے چن چن کر سوالات عثمان کے بارے میں بیلا سے کر رہا تھا کہ جن کے جواب سوچتے ہوئے بیلا خود کشمکش میں تھی کہ وہ عثمان کو جانتی بھی ہے یا نہیں۔

❀------O------❀

منیزہ کی طرف سے سب آئے ہوئے تھے۔ یہیں سے ان سب کو عارش کے ہمراہ ایئرپورٹ جانا تھا۔ ان سب کے لیے چائے وغیرہ کا اہتمام کر کے وہ عجلت میں ہی خرمن کے گھر سے نکلی تھی کہ شام سر پر آ گئی تھی اور اسے رات کا کھانا بھی تیار کرنا تھا۔ عارش کی فرمائشی ڈش کے ساتھ اسے منیزہ کی طرف سے ایک اور ڈش کا آرڈر مل گیا تھا۔ حالانکہ خرمن نے اسے کہا بھی تھا کہ وہ دونوں مل کر کھانا بنا لیتے ہیں مگر اس نے منع کر دیا تھا۔ کھانا پکانے کے دوران عثمان کی آمد ہوگئی تھی۔ یہ بھی شکر تھا کہ اسے ایک کپ چائے کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے تھا۔

''چائے تیار ہے۔'' کچن میں آتے عثمان سے مخاطب ہو کر اس نے مگ اسے دینے کے بجائے کاؤنٹر پر ہی رکھ دیا تھا۔

''تمہارے پاس تھوڑا سا بھی وقت نہیں ہے میرے لیے؟'' شکایتی نظروں سے عثمان نے اس کی پشت کو دیکھا تھا جو ان سنی کیے مصروف ہی تھی۔ گہری سانس لیتا وہ اس کے قریب گیا تھا اور اس کے شانوں کو نرمی سے گرفت میں لیا تھا۔

''اب ختم کرو ناراضی۔ میں گھر میں تمہارا چہرہ ہی تو دیکھنے کے لیے آتا ہوں اور تم ہو کہ میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی ہو۔'' اس کے رخسار سے چہرہ مس کرتے ہوئے وہ شکوہ کر رہا تھا۔

''مجھے کام کرنے دو، عارش اور منیزہ ایئرپورٹ سے آنے والے ہیں اور کھانے کا وقت بھی ہو رہا ہے۔ منیزہ نے پہلی بار مجھ سے کسی ڈش کی فرمائش کی ہے۔'' سرد مہری سے اس کی گرفت شانوں سے ہٹاتی وہ دور ہوئی تھی۔ خاموشی سے کاؤنٹر پر

رکھا گ اٹھاتے ہوئے پھر اس کے سپاٹ چہرے کو عثمان نے دیکھا تھا۔
''آج تم زیادہ خوب صورت لگ رہی ہو۔''
''شکریہ!'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔
''میں بار بار تم سے بات کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم مستقل میرے ساتھ روڈ ہو رہی ہو۔ بات نہیں کرنا چاہتیں تو صاف کہہ دو پھر میں بھی بات کرنے تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔'' اس کے ناگوار لہجے پر بیلا نے اس بار اس کے بے انتہا سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔ تب ہی کال بیل کی آواز گونجی تھی۔
''رکو۔'' بیلا اسے روکتی سرعت سے قریب آئی تھی۔
''دروازے پر جو بھی ہے اسے انتظار کرنے دو پہلے میں تمہاری ناراضی تو دور کر دوں۔''
چاہت بھری مخمور نگاہوں سے اسے دیکھتی وہ اس کے سینے سے لگی تھی جو بیلا کی اس اچانک کایا پلٹ پر حیران تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ وہ کتنی صفائی سے اپنی براؤن لپ اسٹک کے نشان اچھی طرح اس کے گریبان پر چھاپ چکی ہے۔ اگلے ہی پل وہ دور ہوتی کچن سے نکلتے نکلتے رکی تھی۔
''مجھے روڈ کہنے سے پہلے تمہیں اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے مسٹر! ذرا دیکھو ایک نظر۔'' تیز لہجے میں اسے مزید دنگ کرتی وہ سرعت دروازہ کھولنے بھاگی تھی۔ دوسری جانب اپنے گریبان پر نظر ڈالتے ہی وہ بھک سے اڑ گیا تھا۔ وہائٹ شرٹ پر نمایاں طور پر چمکتا نشان اسے ہرگز بھاری نہ لگتا اگر اس وقت کسی تیسرے بندے کی آمد کے آثار نہ ہوتے مگر اب تو دیر ہو چکی تھی۔ گریبان پر ہاتھ رکھے وہ کچن سے نکلنا چاہتا تھا مگر عارش سامنے آ گیا تھا۔
''کیا ہوا ہے تمہیں؟'' عارش نے حیرت سے اس کی اڑی رنگت اور سینے پر رکھے ہاتھ کو دیکھا تھا۔
''کچھ نہیں، کیا ہونا ہے۔'' وہ گڑبڑایا تھا جب کہ بیلا مشکل سے اپنی ہنسی روک رہی تھی۔ ویسے اسے اطمینان تھا کہ عثمان کسی صورت اپنے گریبان پر ہونے والی کارروائی عارش کی نظروں میں نہیں آنے دے گا۔
''تم نے سینے پر اس طرح ہاتھ کیوں رکھا ہے؟ کیا چھپا رہے ہو مجھ سے؟'' عارش نے مشکوک ہو کر اس کا ہاتھ ہٹانا چاہا تھا مگر وہ سرعت سے دور ہوا تھا۔
''عارش! مجھے لگتا ہے اس کے سینے میں درد ہو رہا ہے۔'' بیلا نے کہا تھا۔
''کیا واقعی؟'' عارش نے دنگ ہو کر دوبارہ اس کا ہاتھ گریبان سے ہٹانا چاہا تھا۔ اس بار اسے روکتے ہوئے عثمان بے ساختہ ہنسنا شروع کر گیا تھا۔
''تم ہاتھ ہٹاتے ہو یا نہیں؟'' عارش کے گھرکنے پر وہ تا بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔
''کچھ نہیں ہے، قسم سے کچھ نہیں ہے۔ مجھے دو منٹ یاں سے نکلنے دو۔''
''عارش! اس کی بات مت سنو، یہ ضرور ہم دونوں سے کچھ چھپا رہا ہے۔'' ہنسی روکتی بیلا کے اکسانے پر عثمان نے اسے دیکھا تھا۔
''تم چپ رہو ورنہ ابھی ہاتھ ہٹا دوں گا۔'' عثمان کی دھمکی پر بیلا کی ہنسی غائب ہوئی تھی۔
''میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں۔'' عارش کے زچ ہونے پر عثمان نے اسے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اسے پرے دھکیلتا کچن سے دوڑا تھا۔
''اب میں اسی ٹینشن میں رہوں گا کہ وہ کیا چھپا رہا تھا۔'' عارش کے خشمگین لہجے پر بیلا کھلکھلا کر ہنسی تھی۔
''کیا کیا بنا رہی ہو؟ خوشبو نے تو میری بھوک چمکا دی ہے۔ کچھ تیار ہے تو کھانے کے لیے دے دو میری زبان کا ذائقہ برباد ہو چکا ہے۔'' عارش کے للچائے انداز پر بیلا نے فوراً ہی تیار گرم گرم شامی کباب رائتے اور کیچپ کے ساتھ اس کے لیے ٹیبل پر سجا دیے تھے۔ کچھ ہی دیر گزری تھی جب عثمان دوبارہ کچن میں آیا تھا۔ شرٹ چینج کرنے میں اس نے دیر نہیں لگائی تھی

مگر اس کے چہرے کے تاثرات نے بیلا کی مسکراہٹ معدوم کر دی تھی۔
''عارش! میرے ساتھ آؤ، ایک کام سے جانا ہے۔''
''تمہیں تو ریڈیو جانا ہے۔ اچانک کیا کام آ گیا؟'' بیلا نے پریشان نظروں سے اس کے تاثرات کو دیکھا تھا۔
''عارش! جلدی کرو۔'' بیلا کا سوال نظر انداز کیے وہ جس عجلت میں بولتا کچن سے نکلا تھا عارش خود بھی حیران ہوتا پانی کا گلاس ختم کیے بغیر تیزی سے اس کے پیچھے گیا تھا۔
''عارش! فاران کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔'' ہاسپٹل سے فون آیا ہے۔ آپی اور فاروق بھائی کو نہیں معلوم فاران نے میرا ہی نام لیا تھا۔ کال اس کے فون سے ہی کی گئی تھی۔'' عثمان کی اطلاع نے عارش کو بھی پریشان کر دیا تھا۔ فل اسپیڈ میں عارش نے گاڑی ہاسپٹل کے راستے پر دوڑائی تھی۔

❀------O------❀

''ہم اس ہاسپٹل میں کیوں آئے ہیں؟ آپ مجھے بتاتے کیوں نہیں؟'' ان کے تیز قدموں کا ساتھ دیتیں عروسہ چیخ اٹھی تھیں مگر فاروق کو کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ ان کے چہرے کا رنگ فق تھا۔ عروسہ کے سوالوں پر ان کی زبان گنگ تھی۔ وہ کس طرح عروسہ کو ساتھ لے کر یہاں تک پہنچے تھے وہ خود نہیں جانتے تھے۔ وہ بالکل بھی خود کو کسی بری صورت حال کے لیے تیار نہیں کر پا رہے تھے۔ عارش نے فون پر کافی تسلی دے کر فاران کی طرف سے مطمئن رہنے کی تلقین کی تھی مگر ان کو بس یہ یاد رہا تھا کہ فاران کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ان کا عزیز از جان بیٹا جس کی ذرا سی تکلیف بھی وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت جانے وہ کس حال میں کس اذیت میں ہوگا۔ ان کا دل ڈوب رہا تھا۔ قدموں کو سنبھالے رکھنا محال ہو رہا تھا۔ ان کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ عروسہ کو یہ بھیانک خبر سناتے اور عروسہ ان کے تو پیروں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تھا جب ہاسپٹل کے کاریڈور میں ان کو عارش نظر آیا تھا۔
''عثمان......عثمان کو کچھ ہو گیا میرا بھائی......'' عروسہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہوا تھا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ فاروق ان کو سہارا نہ دیتے تو وہ وہیں گر جاتیں۔
''عروسہ! خود کو سنبھالو۔ عثمان کو کچھ نہیں ہوا ہے۔'' فاروق کے رہے سہے اوسان بھی عروسہ کی حالت پر خطا ہونے لگے تھے۔ شدید بے یقینی سے عروسہ نے اپنی طرف دوڑے آتے عثمان کو دیکھا تھا۔ بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ دیوانہ وار اس کی طرف بھاگی تھیں۔ اگلے ہی پل وہ اس کے سینے سے لگیں بلک بلک کر رو رہی تھیں۔ انہیں اردگرد کا کوئی ہوش نہیں رہا تھا۔ دوسری جانب فاروق لمحہ ضائع کیے بغیر روم میں چلے گئے تھے۔ پٹیوں میں جکڑے بیڈ پر بے سدھ موجود فاران پر نظر پڑتے ہی ان کے قدم لڑکھڑا گئے تھے۔ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں عارش کے شانے کا سہارا لینا پڑا تھا۔ یہ اذیت ناک منظر ان کی روح فنا کر گیا تھا۔
''ہمت سے کام لیں فاروق بھائی! فاران کو اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بس کچھ فریکچرز ہیں باقی سب ٹھیک ہے۔'' عارش ان کی کیفیت کو سمجھ سکتا تھا۔ سو فوراً ڈھارس بندھائی تھی مگر فاروق خود کو سنبھال نہیں پا رہے تھے۔ روم میں عروسہ کی بگڑتی حالت نے مزید ان کے اعصاب کو منتشر کر دیا تھا۔
''آپی! اس طرح مت روئیں۔ اللہ کا شکر ادا کریں کہ آپ کا بیٹا خیریت سے ہے۔ کچھ چوٹیں لگی ہیں وہ بھی کچھ دن میں ٹھیک ہو جائیں گی۔'' عروسہ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ تب عثمان کو اپنی آواز میں سختی لانی پڑی تھی۔
''کیا حالت ہو گئی ہے میرے بچے کی۔'' بری طرح روتیں وہ فاران کے قریب جانے کے لیے تڑپ رہی تھیں مگر عثمان نے ان کو گرفت میں رکھا ہوا تھا۔
''آپی! میرا یقین کریں یہ سو رہا ہے۔ آپ اسے پریشان کریں گی تو میں آپ کو گھر بھیج دوں گا۔ یہاں رکنا ہے تو بالکل خاموش ہو جائیں۔ آپ کی وجہ سے فاروق بھائی بھی پریشان ہو رہے ہیں۔'' عثمان کے بگڑنے پر عروسہ کو اپنی کراہیں حلق

میں گھونٹنی پڑی تھیں۔
''کل تک فاران ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو جائے گا۔ میں خود اسے آپ کے ساتھ گھر بھیجوں گا'' انہیں تسلی دیتے ہوئے وہ رک کر فاران کی طرف متوجہ ہوا تھا جو ادھ کھلی آنکھوں سے کراہتی آواز میں باپ کو پکار رہا تھا۔ اس کے زخمی چہرے پر بوسہ دیتے ہوئے فاروق کی آنکھیں ضبط کے باوجود نم ہو گئی تھیں۔
''میری غلطی نہیں تھی میں بائیک نہیں چلا رہا تھا'' نیم غنودگی میں وہ عروسہ کو بتا رہا تھا جو چھلکتی آنکھوں کے ساتھ کبھی اس کے سر کو اور کبھی ہاتھوں کو چوم رہی تھیں۔ خاموشی سے اس حساس منظر کو دیکھتے ہوئے عثمان گہری سانس لے کر عارش کے قریب ہوا تھا۔
''ایک باپ کتنا ہی سخت گیر ہو مگر وہ کبھی اولاد سے اپنی محبت کو چھپا نہیں سکتا'' فاروق کے زرد چہرے کو دیکھتا وہ مدھم آواز میں بول رہا تھا۔
''اس وقت ان کے چہرے پر فاران کے لیے جو تڑپ ہے اس سے زیادہ تڑپ اور محبت ان کے دل میں بیلا کے لیے ہے۔''
''میں جانتا ہوں۔ کیا تمہیں آج معلوم ہوا ہے؟'' عارش نے بغور اسے دیکھا تھا۔
''نہیں جانتا تو ہمیشہ سے تھا مگر سمجھنے میں کافی وقت لگ گیا'' اس کے مدھم لہجے پر عارش نے اس کے چہرے پر بکھری گہری سنجیدگی کو دیکھا تھا۔
''اس کا ایکسیڈنٹ کب ہوا تھا؟'' کچھ دیر بعد فاروق نے عارش سے ہی سوال کیا تھا۔
''تین گھنٹے پہلے'' عارش کے جواب نے انہیں دنگ کیا تھا۔
''مگر مجھے اتنی دیر سے اطلاع کیوں دی؟''
''یہ آپ ماں سے پوچھیں، مجھے اس نے فوراً آپ کو اطلاع دینے سے روکا تھا'' عارش نے جان بوجھ کر انہیں عثمان کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کیا تھا۔
''مجھے جب فون آیا تو ایکسیڈنٹ ہوئے آدھا گھنٹہ تقریباً ہو چکا تھا۔ فاران اور اس کے دوست کو جو ٹیکسی ڈرائیور ہاسپٹل لے کر گیا تھا۔ بائیک اسی کی ٹیکسی سے ٹکرائی تھی۔ میں جب ہاسپٹل پہنچا تو وہاں فاران کا ٹریٹمنٹ بھی شروع نہیں ہوا تھا۔ اس کا دوست تو ہوش میں تھا۔ بائیک وہی چلا رہا تھا مگر اس کی چوٹیں زیادہ گہری نہیں تھیں۔ اس کے گھر والے ہاسپٹل پہنچ گئے تھے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ فاران کو اس خراب کنڈیشن میں دیکھیں۔ میں اور عارش اسے لے کر فوری طور پر اس ہاسپٹل میں آ گئے۔ ایمرجنسی میں سب اتنی تیزی سے ہوا کہ ہم دونوں گھن چکر بن گئے۔ میں نے پھر یہی فیصلہ کیا کہ فاران کی حالت سنبھل جائے تو آپ کو اطلاع دوں۔ دیر اس لیے بھی : مجھے ڈر تھا کہ یہ اچانک ناگہانی آفت مزید کوئی دوسرا نقصان نہ کر دے'' ان کی جانب دیکھتا وہ سنجیدگی سے تفصیل بتا گیا تھا۔
''خون کافی ضائع ہو گیا تھا۔ عثمان نے بلڈ دیا ہے۔ ورنہ فاران کی حالت مزید بگڑ سکتی تھی دیر ہونے پر'' عثمان کے خاموش ہوتے ہی عارش نے وہ بات بتا دی تھی جسے عثمان چھپائے رکھنا چاہتا تھا۔
''تم نے فاران کو بلڈ دیا ہے؟'' عروسہ نے لرزتے لہجے میں عثمان سے پوچھا تھا۔
''کس کی اجازت سے تم نے یہ کام کیا؟ تم جانتے ہو کہ تم کتنے قابلِ نفرت ہو کیوں تم نے اپنا گندہ خون میرے بیٹے کی رگوں میں ڈالا؟'' عروسہ نے غصیلی نظروں سے عثمان کو دیکھا تھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ ان کو ہی دیکھ رہا تھا۔
''آپی! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ اس کی رگوں میں وہی خون ہے جو آپ کی رگوں میں ہے'' عارش بالکل عروسہ کے یہ جملے برداشت نہیں کر سکتا تھا۔
''نہیں ہے یہ میرا خون، مر چکا ہے یہ میرے لیے'' کسی بھی جانب دیکھے بغیر وہ سرد لہجے میں بولی تھیں۔ خاموش رہ کر

عارش نے فاروق کو دیکھا تھا جو تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ بیوی کو دیکھ رہے تھے۔ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ ان کے جملے فاروق کو غصے میں مبتلا کر گئے ہیں۔

''فاروق بھائی! میری ضرورت کسی بھی وقت ہو بلا جھجک مجھے کال کر دیجیے گا۔ آدھی رات میں بھی اب مجھے اجازت دیں۔'' ناگواری چھپائے وہ فاروق سے مخاطب ہوا تھا جو کوشش کے باوجود کچھ بول نہیں سکے تھے۔

''آپ تسلی کے لیے ڈاکٹر سے مل لیجیے گا۔ فاران کے ایکسرے اور رپورٹس کی فائل ٹیبل پر ہی ہے۔'' عثمان نے براہ راست فاروق سے یہ سب کہا تھا اور عارش کے ساتھ روم سے نکل گیا تھا۔

''مجھے آپی پر بہت غصہ آ رہا ہے۔ میں اس بارے میں ان سے بات تو کروں گا۔ یہ کوئی موقع تھا فاروق بھائی کے دل میں تمہارے لیے بدگمانیاں جگانے کا؟'' باہر آتے ہی عارش ضبط نہیں کر سکا تھا مگر عثمان بس خاموش تھا۔

❀------◯------❀
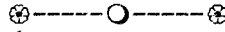
''منیزہ! بس کرو کتنا روؤ گی؟ تمہاری امی بالکل تم سے ناراض ہو کر نہیں گئیں۔'' خرمن ایک بار پھر اسے سمجھا رہی تھی۔

''تم نہیں جانتی ہو، مجھے زیادہ پتہ ہے میں ان کی اولاد ہوں۔'' منیزہ بھرائے لہجے میں بولی تھی۔

''یہ وقتی ناراضی ہے۔ تم نے ان کے پسند کیے شخص کو ریجیکٹ کر دیا تھا اور یہ پہلی بار بھی تو نہیں ہوا۔ تم سے دور گئی ہیں تو دیکھنا خود ہی ساری ناراضی بھول جائیں گی۔'' اس کے آنسو خشک کرتے ہوئے خرمن نے تسلی دی تھی۔

''منیزہ! تم اپنے گھر میں سب کو صاف صاف بتا دو کہ تم لو میرج کرو گی۔'' بیلا نے مسکراہٹ چھپائے کہا تھا۔

''جب تک تم دونوں کے شوہر میرے سر پر سوار رہیں گے۔ میری کبھی لو میرج نہیں ہو سکتی۔'' منیزہ کے خفت زدہ لہجے پر وہ دونوں ہنسی تھیں۔

''دراصل ان دونوں کو لو میرج کا تجربہ ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ اب کوئی اور یہ غلطی نہ کرے۔'' بیلا نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا تھا جو سر جھٹک کر رہ گئی تھی۔ تب ہی کال بیل کی آواز پر خرمن پہلے اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔ دروازہ کھولتے ہی جو چہرہ اسے نظر آیا وہ دنگ ہی رہ گئی تھی۔

''مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔ کیا آپ واقعی میرے سامنے ہیں؟''

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ تم خوش ہو رہی ہو یا صدمے کا شکار ہو۔'' ہارون کے مسکراتے لہجے وہ بے ساختہ ہنستی ایک طرف ہٹ گئی تھی۔

''پہلے یہ بتاؤ، عارش گھر پہنچ گیا ہے یا نہیں؟''

''یہ کیا بات ہوئی اگر عارش نہیں ہو گا تو کیا آپ یہیں سے واپس چلے جائیں گے؟'' وہ خفگی سے بولی تھی۔

''ہاں بالکل! اس میں تو کوئی شک نہیں۔'' ہارون نے کہا تھا اور پھر اس کے تاثرات پر مسکراتا پلٹ کر لفٹ کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

''لیجیے آ گئے آپ کے باڈی گارڈ، اب تو گھر میں آ سکتے ہیں؟'' خرمن نے کہا تھا۔

''دراصل میں نے یہاں آتے ہوئے عارش کو کال کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ میں آجاؤں وہ بھی گھر کی طرف آ رہا ہے۔'' عارش کے قریب پہنچنے تک ہارون نے یہ بتایا تھا۔

''یہ تمہارے بغیر گھر میں داخل نہیں ہونا چاہ رہے تھے۔'' خرمن نے اس سے شکایت کی تھی جو گرمجوشی سے ہارون سے مل رہا تھا۔

''اب میں آ گیا ہوں۔ آپ بے خوف ہو کر اندر چلیں۔'' عارش کی ڈھارس پر وہ مسکراتی نظروں سے خرمن کو دیکھتا گھر میں داخل ہو گیا تھا۔

لاؤنج کی طرف بڑھتے ہوئے ہارون کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔ دوسری جانب منیزہ جو ایک پل کے لیے

دنگ ہوئی تھی ہڑ بڑا کر صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ عارش کی موجودگی میں ہونے والا آمنا سامنا صرف منیزہ کو ہی نہیں کسی حد تک ہارون کو بھی نروس کر گیا تھا۔

''ہارون! آپ کا غائبانہ تعارف تو ہوتا رہتا ہے ان دونوں خواتین سے۔'' خرمن نے مسکراتے ہوئے اسے بیلا اور منیزہ کی طرف متوجہ کیا تھا۔

''یہ بیلا ہیں، عثمان کی وائف، آپ کو یقیناً اس کائیاں آدمی کی قسمت پر رشک آ رہا ہوگا۔'' خرمن نے ہنستے ہوئے بیلا کا تعارف کروایا تھا جو سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ جھینپ گئی تھی۔

''اور یہ ہیں منیزہ۔''

''میں جانتا ہوں۔'' بے اختیاری میں ہی ہارون بول گیا تھا۔ خرمن چونکی تھی جب کہ منیزہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔

''میرا مطلب ہے کہ عارش کے انسٹی ٹیوٹ میں ہی......'' کچھ گڑبڑائے انداز میں ہارون وضاحت مکمل نہیں کر سکا تھا۔

''اچھا، آپ انسٹی ٹیوٹ کا وزٹ کر چکے ہیں۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا۔'' اپنی حیرت چھپائے خرمن نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا جب کہ منیزہ جو بالکل گم صم تھی عارش کی سنجیدہ نظروں سے بچتی غیر محسوس انداز میں لاؤنج سے نکل گئی تھی مگر ہارون کو اپنی بے اختیاری پر بہت شرمندگی تھی۔ وہیں منیزہ کی سوجی آنکھوں اور روئے روئے چہرے نے اسے مضطرب تو پہلے ہی کر دیا تھا۔

''ایبک نے یقیناً میری شکایت آپ تک پہنچا دی ہے۔ ورنہ آپ نے تو ایک فون تک نہیں کیا تھا۔'' خرمن نے کہا تھا۔

''تمہیں فون نہیں کیا مگر ہارون مجھے فون کرتے رہے تھے۔ تمہاری طبیعت کے بارے میں بھی یہ مجھ سے پوچھ چکے تھے۔'' عارش نے بتایا تھا۔

''دراصل مجھے یقین تھا کہ عارش کے ایکسیڈنٹ کو لے کر تم ناراض ہو۔ میں نے سوچا تھا کہ تم ریڈیو آؤ گی تو تم سے معذرت کر کے تمہاری ناراضی دور کر دوں گا۔'' ہارون نے کہا تھا۔

''ایسا بالکل نہیں تھا کہ میں آپ سے ناراض تھی۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ ویسے مجھے اب بھی یقین نہیں ہو رہا کہ آپ میرے گھر میں موجود ہیں۔'' خرمن نے اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا۔

''جانتی ہو، ایبک نے گھر میں اعلان کر دیا تھا کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ ماما بار بار مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ کب عارش کی طرف جاؤ گے۔ ان سے برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔''

''کتنی اچھی ہیں آنٹی۔ میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کر دیجیے گا۔ آپ ان کی وجہ سے ہی یہاں موجود ہیں۔''

''یہ کام تم خود کرنا۔ وہ تو تم سے ملنا بھی چاہتی ہیں۔ تمہاری آواز ان کو میری آواز سے زیادہ اچھی لگنے لگی ہے۔''

''اب تو ان سے ملنا ہی پڑے گا۔ میں خود ان سے ملنے جاؤں گی۔'' خرمن کے کہنے پر ہارون اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو بغور ان دونوں کو دیکھ اور سن رہا تھا۔

''عارش! نیٹ پر فیورٹ پرزینٹرز کا کومپٹیشن ہو رہا ہے۔ خرمن اور عثمان کے ووٹنگ ریٹ ابھی تک سب سے اوپر جا رہے ہیں۔''

''جی، مجھے پتہ ہے۔ چیک کیا تھا میں نے۔'' مسکراتی نظروں سے اس نے خرمن کے فخریہ تاثرات کو دیکھا تھا۔

''مگر ویک اینڈ شو کو ہائیسٹ ووٹ عثمان کی وجہ سے ملیں گے کیوں کہ ماڈلنگ کی دنیا میں اس کا چہرہ پسند کیا جا رہا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کچھ عرصے بعد وہ اطمینان سے کسی پبلک پلیس پر رک نہیں سکے گا۔'' خرمن کی خشمگین نظروں کے باوجود وہ بولا تھا۔

''تم نے ٹھیک کہا وہ لائم لائٹ میں آ چکا ہے مگر ریڈیو کے شوز کی کامیابی کا سارا کریڈٹ عثمان کو نہیں جاتا۔ خرمن کو سننا لسنرز زیادہ پسند کرتے ہیں۔'' ہارون نے مسکراتے ہوئے خرمن کی خفگی دور کرنی چاہی تھی۔

کچن میں کافی وغیرہ کا اہتمام کرتی بیلا بار بار اسے چھیڑ رہی تھی جو کان بند کیے بیٹھی تھی۔

''تو تم سچ نہیں بتاؤ گی کہ وہ تمہیں کیسے جانتے ہیں؟'' بیلا کے مسکراتے لہجے پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

''یہ کیسی جان پہچان ہے کہ تم ان سے چھپ کر یہاں بیٹھی ہو؟''

''فضول مت بولو، میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی اس وقت ورنہ مجھے کسی سے چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔'' وہ ناراضی سے بولی تھی۔ تب ہی خرمن کچن میں چلی آئی تھی۔

''اچھا ہوا تم آ گئیں۔ سب تیار ہے۔ ٹرالی تم ہی لے جاؤ، میں ذرا منیزہ کی زبان کھلوانے کی کوشش کر رہی ہوں۔'' بیلا کے معنی خیز لہجے پر خرمن مسکرائی تھی۔

''تم کوشش کرو میں تو ہارون کے جانے کے بعد ہی اس کی خبر لوں گی۔''

''رائی کا پہاڑ مت بناؤ ورنہ میں یہاں نہیں رکوں گی۔ اپنے گھر چلی جاؤں گی۔'' منیزہ نے زچ ہو کر ان دونوں کے مسکراتے چہروں کو دیکھا تھا۔

❀-----○-----❀

ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا سیل فون اٹھاتے ہوئے وہ اسی سوچ میں تھا کہ فاران کی طبیعت کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے فاروق کو کال کرے یا نہ کرے۔ ہاسپٹل سے عارش اسے ریڈیو اسٹیشن ڈراپ کرتا گیا تھا۔ عارش کو اس نے منع کر دیا تھا کہ بیلا کو فاران کے ایکسیڈنٹ کے بارے میں فی الحال وہ نہ بتائے۔ مگر اب گھر آنے کے بعد وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ کس طرح اس حادثے کی خبر بیلا کو دے۔ کچھ دیر پہلے ہی ان دونوں نے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ بیلا آج بہت اچھے خوشگوار موڈ میں تھی۔ باتوں کے دوران بھی وہ اس کی بے توجہی کو محسوس نہیں کر سکی تھی۔ بہرحال بیلا کو اب بتانا تو تھا ہی۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بیلا اسی وقت فاران کے پاس جانے کے لیے بے تاب ہو جائے گی اور فاران کے ساتھ اس وقت یقیناً وہ موجود ہوں گے جن کا سامنا کرنا بھی بیلا کے لیے اذیت ناک تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے حیرت سے عثمان کو دیکھا تھا جو اپنے سیل فون پر نظر جمائے جانے کس سوچ میں گم تھا۔

''مان! خدا کے لیے اب تم کسی کو کال کرنے کا ارادہ بھی مت کرنا۔'' اس کے قریب آتے ہوئے بیلا نے کچھ ناراضی سے کہا تھا۔

''تمہارا یہ وقت صرف میرے لیے ہوتا ہے اور اس میں میرے علاوہ تمہیں کسی اور چیز کے بارے میں سوچنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔'' اس کی گردن میں بانہیں حمائل کرتی وہ مسکرائی تھی مگر عثمان اس کی جگمگاتی آنکھوں میں زیادہ دیر دیکھ نہیں سکا تھا۔

''میں یہ کیسے بھول سکتا ہوں؟'' مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے عثمان نے نرمی سے اس کے ہاتھ گردن سے ہٹائے تھے۔

''مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے، ابھی آتا ہوں۔'' اس سے نظر چراتا وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔ جب کہ بیلا حیران ہوئی تھی۔ کال کرنے کے لیے آج سے پہلے عثمان کو کبھی اس طرح کمرے سے باہر جانے کی یا پرائیویسی کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ کچھ الجھتی اور کچھ مشکوک ہوتی وہ کمرے میں رک نہیں سکی تھی۔

گلاس ونڈو کے قریب رکتے ہوئے بالآخر اس نے فاروق سے بات کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا تھا۔

''فاران کی طبیعت کیسی ہے؟'' فاروق کی سنجیدہ آواز سنتے ہی اس نے پوچھا تھا۔

''بہتر ہے، کچھ دیر پہلے وہ تمہیں پوچھ رہا تھا۔ ابھی تو سو رہا ہے۔''

''صرف آپ ہیں اس کے ساتھ؟'' وہ صاف طور پر ان سے عروسہ کے بارے میں نہیں پوچھ سکا تھا۔
''ہاں عروسہ گھر پر بچوں کے ساتھ ہے۔'' فاروق کا جواب سن کر وہ ایک پل کے لیے تذبذب کا شکار ہوا تھا مگر بولنا تو اسے تھا۔
''میں نے بیلا کو ابھی کچھ نہیں بتایا ہے۔ ابھی بتانے کی کوشش کروں گا۔ ظاہر ہے وہ پھر رکے گی نہیں مگر میں نہیں چاہتا کہ ہاسپٹل میں کوئی ایسی صورت حال بن جائے جس کا برا اثر فاران پر ہو وہ پہلے ہی......'' عثمان بات مکمل نہیں کر سکا تھا۔ جب کہ دوسری جانب چند لمحوں کے لیے خاموشی چھائی رہی تھی۔
''اسے بتا دینا کہ فاران کے ساتھ میں ہاسپٹل میں ہوں۔'' سرد لہجے میں بول کر وہ لائن ڈسکنیکٹ کر گئے تھے۔
''کون ہے ہاسپٹل میں؟'' لرزتی آواز پر وہ چونک کر پلٹا تھا۔ بیلا کے سفید پڑتے چہرے اور وحشت زدہ آنکھوں نے اسے بوکھلا دیا تھا۔
''بیلا! میری بات تسلی سے سنو، پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں ہے۔'' اسے شانوں سے تھام کر وہ نرم لہجے میں بولا تھا۔
''فاران کا ایک چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔''
''چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اسی لیے وہ ہاسپٹل میں ہے؟''
اس کے ہاتھ جھٹکتی وہ چیخی تھی۔
''تم نے مجھے بتایا تک نہیں، کیوں چھپایا مجھ سے؟ فاران جانے کس اذیت میں ہے اور میں یہاں آرام سے ہوں۔ تم کتنے ظالم ہو عثمان۔'' وہ حلق کے بل چیخی تھی اور پلٹ کر کمرے کی سمت بھاگی تھی اور وہ جو ساکت کھڑا تھا سرعت سے اس کے پیچھے گیا تھا۔ عجلت میں وارڈ روب سے شال کھینچتی وہ اپنا بیگ اٹھانے ڈریسنگ کی طرف دوڑی تھی۔
''بیلا! وہاں فاروق بھائی موجود ہیں پھر بھی تم جانا چاہتی ہو تو میں تمہیں لے جاتا ہوں۔'' عثمان کی اطلاع نے اسے ساکت کیا تھا۔ چند لمحوں تک وہ دھندلائی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی اور پھر بیگ اور شال ایک طرف پھینک دی تھی۔ گہری سانس لے کر وہ اس کی طرف آیا تھا جو ہاتھوں میں چہرہ چھپائے زاروقطار رو رہی تھی۔ مستقل وہ اسے سمجھاتا تسلی دیتا رہا تھا مگر اس نے رونا بند نہیں کیا تھا۔
''اس طرح ماتم کرنے سے بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ ہاسپٹل چلو، ایک نظر فاران کو دیکھ لو گی تو تمہیں بھی سکون مل جائے گا اور مجھے بھی۔'' عثمان نے عاجز آ جانے والے انداز میں کہا تھا مگر بے سود تب ہی سیل فون پر آتی کال نے عثمان کو چونکایا تھا۔ ایک نظر روتی سسکتی بیلا پر ڈال کر وہ کمرے سے باہر آ گیا تھا۔
''فاران کے بارے میں بتا دیا اسے؟'' فاروق کی آواز اسے سنائی دی تھی۔
''جی ہاں! وہ ہاسپٹل بھی آنا چاہ رہی تھی۔'' وہ جواباً بولا تھا۔
''میں نے اسے بتا دیا کہ آپ فاران کے پاس موجود ہیں۔''
''پھر؟''
''پھر یہ کہ اب وہ مستقل روئے جا رہی ہے میری بھی کوئی بات سننے سمجھنے کے لیے تیار نہیں۔'' عثمان صاف گوئی سے بولا تھا۔
''حیرت ہے۔ ورنہ صرف تمہیں سننے سمجھنے کے علاوہ اس نے باقی سب پر تو مٹی ڈال دی تھی۔'' فاروق کے سرد لہجے پر وہ خاموش رہا تھا جب کہ انہوں نے بھی مزید کچھ کہے بغیر رابطہ منقطع کر دیا تھا۔
''کسی طرح میری اس سے بات کروا دو، اس کی آواز سنے بغیر مجھے سکون نہیں ملے گا۔''
وہ واپس کمرے میں آیا تھا۔ جب بیلا روتے ہوئے ہی تیزی سے اس تک آئی تھی۔

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ صبح اس سے بات کروا دوں گا مگر ابھی اسے بے آرام مت کرو۔ وہ ابھی سو رہا ہے بلکہ کل تو وہ ہاسپٹل سے ڈسچارج بھی ہو جائے گا کچھ دن میں ٹھیک ہو کر تمہارے سامنے وہ خود آ جائے گا۔'' اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے عثمان نے پھر اسے تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

❀------O------❀
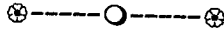
کروٹ بدلتے ہوئے اس نے رشک بھری نظروں سے خرمن کو دیکھا تھا جو سر سے پیر تک کمبل میں چھپی یقیناً گہری میٹھی نیند میں تھی۔ شاید اس پر دواؤں کا اثر تھا کہ وہ اس سے باتیں کرتے کرتے ہی سو گئی تھی کچھ خرمن کے اصرار اور کچھ ماں سے دوری کے اثر کی وجہ سے وہ یہاں رک گئی تھی مگر جانتی تھی نیند آنی مشکل ہے۔ نیند اسے اپنے کمرے اور اپنے بیڈ پر ہی آتی تھی۔ اس کی وجہ سے عارش کو بھی دوسرے بیڈ روم میں جانا پڑا تھا۔ ''پتہ نہیں جگہ کی تبدیلی نے اسے بھی خوار نہ کر رکھا ہو اور کروٹیں بدلتا اسے برا بھلا کہہ رہا ہو۔'' سوچتے ہوئے وہ خود ہی مسکرائی تھی۔ ویسے تو بقول خرمن کے نیند عارش کی انتہائی وفادار محبوبہ ہے نہ صرف کانٹوں پر بھی آ جاتی ہے بلکہ وقت سے پہلے ہی آ جاتی ہے۔ بری طرح چونک کر اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنا سیل فون اٹھایا تھا۔ خرمن کی نیند ڈسٹرب ہونے کے ڈر سے۔

اور جانے پہچانے نمبر نے اسے اتنا بوکھلا دیا کہ وہ کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر ہارون کی کال ریسیو کر گئی تھی مگر دوسری جانب چھائی گہری خاموشی پر اس نے ایک نگاہ احتیاطاً خرمن پر ڈالی تھی اور پھر دھڑکتے دل کے ساتھ بیڈ سے اترتی دبے قدموں گلاس ونڈ کے قریب جا پہنچی تھی۔

''سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم سے کس طرح معذرت کروں۔'' بھاری دلکش آواز نے منیزہ کی دھڑکن مزید تیز کر دی تھی۔

''پتا نہیں کیسے میری زبان سے یہ الفاظ پھسل گئے کہ میں تمہیں جانتا ہوں۔''

''آپ نے سچ کہا تھا۔ اس میں معذرت کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

''مگر یہ سچ مجھے عارش کی موجودگی میں نہیں کہنا چاہیے تھا۔ جب کہ میں جانتا ہوں کہ تم اس کی وجہ سے بہت محتاط رہتی ہو، اس نے کچھ کہا نہیں مگر میری بے تکلفی پر شاید اس نے ناگواری محسوس کی ہو۔

''آپ پریشان مت ہوں، یہ عارش کو بھی معلوم ہے کہ آپ مجھے جانتے ہیں اور یہ کہ انسٹی ٹیوٹ کے باہر بھی میری ملاقات آپ سے ہوئی ہے۔'' اس کی بات نے ہارون کو حیران کیا تھا۔

''یہ تم نے عارش کو بتایا تھا؟''

''نہیں..... مگر میرے معاملات سے وہ پتہ نہیں کیسے باخبر ہو جاتا ہے۔''

''تمہیں کچھ کہا تھا اس نے یا میرے بارے میں کوئی سوال کیا تھا؟''

''نہیں مگر اس نے باور کروا دیا کہ وہ انجان نہیں ہے۔''

''کس بات سے انجان نہیں ہے؟''

''اس سچ سے جو آج اس کے سامنے آپ کہہ گئے۔''

''میں نے کون سا سچ کہا تھا؟''

''میرے خدا۔ میری رہی سہی نیند بھی آپ اڑا دیں گے۔'' منیزہ زچ ہوئی تھی مگر اگلے ہی پل ہارون کی مدھم ہنسی نے اسے شرمندہ کر دیا تھا۔

''معافی چاہتا ہوں۔ میں نے تمہاری نیند کو ڈسٹرب کیا۔'' وہ بولا تھا۔

''میں جاگ ہی رہی تھی۔ خرمن کے گھر میں ہوں اس نے آج یہیں روک لیا تھا۔''

''میں تمہیں دیکھ کر چونک گیا تھا۔ میرے آنے سے پہلے کیا تم رو رہی تھیں؟'' ہارون کو یاد آیا تھا۔

''امی کے دور جانے کی وجہ سے سرگودھا میں میرے تایا ابو کی سرجری ہوئی ہے ابو تو خرمن کے پیرنٹس کے ساتھ پہلے ہی

جا چکے تھے۔"
"اب کیسی طبیعت ہے تمہارے تایا ابو کی؟"
"وہ ابھی ہاسپٹل میں ہی ہیں۔ ڈاکٹرز ابھی ان کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔" وہ بجھے لہجے میں بتا رہی تھی۔
"پریشان مت ہونا، وہ جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔ مجھے یقین ہے۔" ہارون کا تسلی آمیز لہجہ اسے اچھا لگا تھا۔ وہ مزید کچھ کہہ رہا تھا مگر منیزہ بری طرح چونک کر اچانک قریب ہوتی خرمن کو دیکھا تھا جو بغیر کچھ بولے اس سے سیل فون لے چکی تھی۔
"منیزہ! میں نے جو کہا تم نے سنا۔" ہارون کو اس کی خاموشی کا احساس ہوا تھا تو پوچھا تھا۔
"بولتے رہیں بولتے رہیں ہمیں بھی تو ذرا اپنی باتوں سے مستفید کیجیے۔" خرمن کے مسکراتے لہجے نے یقیناً ہارون کی سماعتوں کو وھچکا پہنچایا تھا۔
"میرے اگلے شو میں یہ اعلان ہونے والا ہے کہ خرمن کو ہارون جیسے لفظوں کے ساحر پریزینٹر کی بولتی بند کروانے کا اعزاز مل چکا ہے۔" ہارون کی خاموشی پر وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔
"سوچ لو، تمہارے زیادہ تر لسنرز میرے بھی فین ہیں۔ کسی کو تمہارا اعزاز ہضم نہیں ہوگا۔" ہارون نے مسکراتے لہجے میں کہا تھا۔
"اس دھمکی کا اثر مجھ پر نہیں ہونے والا، ویسے آپ کی خبر تو میں بعد میں لوں گی مگر منیزہ کی اب خیر نہیں ہے۔ آپ کے جانے کے بعد یہ بڑی ڈھٹائی سے یہی کہتی رہی تھی کہ یہ بس سرسری سا آپ کو جانتی ہے اور یہ کہ انسٹی ٹیوٹ کے بعد ایک بار اتفاق سے آپ سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔" بولتے ہوئے خرمن نے اسے گھورا تھا جو چور سی بنی ہوئی تھی۔
"جب وہ کہہ رہی ہے تو یقین کرلو۔"
"پھر آپ کہیں گے کہ آنکھوں دیکھی مکھی بھی نگل لوں۔" اس کے خشمگین لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔
"ویسے آپ بڑی مشکل میں پھنسنے والے ہیں۔" خرمن کے معنی خیز لہجے پر منیزہ نے ہول کر اس سے سیل فون لینا چاہا تھا مگر وہ بروقت پیچھے ہوئی تھی۔
"جس خاتون کو بقول آپ کے آپ جانتے ہیں ان پر لو میرج کا بھوت سوار ہے۔ آپ ذرا بچ کر رہیں تو اچھا ہے۔"
"خرمن! مجھ سے بالکل بات مت کرنا تم۔" منیزہ شدید ناراضی سے اس کے ہنستے چہرے کو دیکھتی بیڈ کی سمت چلی گئی تھی۔
"بہت شکریہ مجھے خبردار کرنے کے لیے اب فون بند کروں میں یا عارش کے ہاتھوں قتل ہونے کے لیے تیار رہوں؟"
ہارون کے سوال پر ہنستے ہوئے اس نے خدا حافظ کہہ دیا تھا کہ ابھی تو اسے منیزہ کی ناراضی بھی دور کرنی تھی۔

❀-----○-----❀

کچھ تذبذب کے ساتھ خرمن نے دھیرے سے اس کے شانے کو تھپتھپا کر پکارا ابھی تھا، گہری نیند سے بمشکل آنکھیں وہ کھول سکا تھا۔
"عارش! مجھے ابھی ریڈیو جانا ہے۔" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی تھی۔
"کیا، اس وقت؟" پوری آنکھیں کھول کر عارش نے ایک نظر وال کلاک کو اور پھر اسے دیکھا تھا۔
"کسی وجہ سے ہارون آج مارننگ شو کے لیے نہیں جا سکتے۔ ابھی عثمان سے پتا چلا ہے کہ مجھے اور عثمان کو ہارون کا شو ہوسٹ کرنے کے لیے ریڈیو جانا ہے۔"
"کہیں نہیں جا رہی ہو تم۔" سرعت سے اٹھتا وہ اس کی بات کاٹ گیا تھا۔
"صبح کے 7 بھی نہیں بجے ہیں ابھی چپ کر کے بیٹھی رہو گھر میں ریڈیو سے فون آیا تو میں بات کرلوں گا۔" وہ بگڑ کر بولا تھا۔

''سمجھنے کی کوشش کرو، میں اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ریڈیو نہیں جاسکی تھی تو ہارون نے میرا پروگرام ہوسٹ کیا تھا اب ان کو میری ضرورت ہے تو......''

''میں کچھ نہیں جانتا، مجھے کچھ مت سمجھاؤ۔'' بری طرح جھلا کر وہ پھر اس کی بات کاٹ گیا تھا۔

''اب میں عثمان سے کیا کہوں گی؟'' بے بس نظروں سے خرمن نے اسے دیکھا تھا۔

''جہنم میں بھیج دو اسے۔'' بگڑے لہجے میں ہی بولتا وہ دوبارہ کمبل میں چہرہ چھپائے لیٹ گیا تھا۔

''نہ تم کہیں جا رہی ہو نہ میں تمہیں لے کر کہیں جاؤں گا۔ میری چھٹی کا دن غارت مت کرو۔'' وہ کمبل کے اندر سے ہی بولا تھا۔

''میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کر رہی۔ عثمان مجھے ساتھ لے جا رہا ہے۔'' وہ التجائی لہجے میں بولی تھی۔

''اسے گھر میں داخل بھی مت ہونے دینا۔'' کمبل چہرے سے ہٹا کر اس نے تنبیہہ کی تھی۔

''مگر میں نے تو اسے گھر میں بلا لیا ہے۔ وہ باہر ہی بیٹھا ہے۔'' خرمن نے انتہائی معصومیت سے اسے سلگا دیا تھا۔

''اس شیطان کو تم نے گھر میں آنے کیوں دیا؟'' جھنجھلا کر بولتا وہ پھر اٹھ بیٹھا تھا جب کہ خرمن اپنی ہنسی نہیں روک سکی تھی۔

''تمہیں ہنسی آ رہی ہے میں کیا بے وقوف نظر آتا ہوں۔ یہ ایک ہی دن ملتا ہے اور اس میں بھی تم......'' شدید ناراضی سے اسے دیکھتا ہوا وہ چپ ہو گیا تھا۔

''عارش! ہو جاتا ہے کبھی کبھی ایسا جاب ہے یہ اب تم اس طرح ناراض ہو گے تو میں کیسے جاسکوں گی؟'' وہ آنکھوں میں مظلومیت سجائے بولی تھی۔

''مجھے کچھ نہیں پتا، جو کرنا ہے کرو۔'' ہاتھوں سے بکھرے بال درست کرتا وہ خفت سے بولا تھا مگر پھر رک کر اسے دیکھا تھا جو خاموشی سے اسے ہی دیکھ رہی تھا۔

''کتنا وقت لگے گا؟'' وہ خفگی سے ہی پوچھ رہا تھا۔

''صرف دو گھنٹے۔''

''جانتا ہوں تمہارے دو گھنٹے۔'' جل کر بولتے ہوئے وہ کمبل دور جھٹکتا بیڈ سے اترنا چاہ رہا تھا۔ جب خرمن نے ہنستے ہوئے چہرہ اس کے شانے سے مس کیا تھا مگر اس کا موڈ ہنوز بگڑا ہوا ہی تھی۔

''میرے لیے ناشتہ تیار کرو۔'' ہٹ دھرمی سے آرڈر دیتا وہ واش روم کی طرف گیا تھا جب کہ وہ گہری سانس لیتی کمرے سے نکل آئی تھی۔ لاؤنج میں ہی صوفے پر نیم دراز عثمان ٹی وی کے چینلز چینج کرنے میں مصروف تھا۔

''عثمان! مجھے عارش کے لیے ناشتا تیار کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔'' لاؤنج کی طرف بڑھتی وہ بولی تھی۔

''ظاہر ہے، اب تو ہر حال میں اسے ناشتا چاہیے ہو گا۔ اس کی فرمانبردار بننے کی کوشش کرو گی تو ایسے ہی وہ سر پر چڑھے گا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اپنی کراری زبان استعمال کر لینا اسے سمجھ میں بھی تمہاری وہی زبان آتی ہے۔'' عثمان نے خشمگین نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''اچھا اب چپ رہو، عارش کا موڈ پہلے ہی خراب ہو چکا ہے۔''

''تھوڑا سا چیخ چلا کر اجازت لیتیں تو وہ اپنے سارے موڈ بھول جاتا، اب اٹھاؤ نخرے، میرے لیے بھی کچھ لے آؤ کھانے کے لیے، میری بیوی اس وقت آرام کر رہی ہے اور میں اسے بے آرام نہیں کر سکتا تھا۔''

''اب تمہارے لیے بھی ناشتا بناؤں؟ پہنچ گئے پھر ہم وقت پر۔'' خرمن جھلائی تھی۔

''جلدی کر لو، تمہیں اپنے سنگھار بھی مکمل کرنے ہوں گے۔ آٹھ بجے تک لازمی ریڈیو پہنچنا ہے۔'' عثمان کے گھر کنے پر وہ عجلت میں کچن کی طرف گئی تھی۔

ٹی وی اسکرین سے نظر ہٹا تا عثمان اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو کافی کینہ توز نظروں سے اسے دیکھتا صوفے پر براجمان ہوا تھا۔

''صبح صبح تم بڑے نکھرے نکھرے لگ رہے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ استانی کے تیور بگڑ جائیں۔'' عثمان نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''اب تم مزید میرا دماغ خراب مت کرو۔'' وہ ناگواری سے بولا تھا۔

''پتہ نہیں کون سا گناہ کیا تھا میں نے، جو تمہیں برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔''

''استانی! ذرا آ کر سن لو یہ عارش غصے میں جانے تمہارے بارے میں کیا کیا بول رہا ہے۔'' عثمان نے کچن کی طرف منہ کر کے آواز لگائی تھی اور پھر عارش کے تاثرات پر اس کی ہنسی بلند ہوگئی تھی۔

''میرے لیے پراٹھے بنانا، مجھے پراٹھے ہی چاہئیں۔'' عارش نے تپ کر کچن کی طرف آرڈر بھیجا تھا جب کہ عثمان کی ہنسی غائب ہوگئی تھی۔

''ہاں بھئی چھوٹے! پانچ پراٹھے، مرغ چھولوں کے ساتھ دو گرما گرم چائے لے آ ملائی مار کے۔'' کچن کی طرف اپنا آرڈر بھیج کر وہ عارش کی طرف متوجہ ہوا تھا جو کھا جانے والی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''اس سے پہلے کہ میں ہو جاؤں باؤلا جو ناشتے میں مل رہا ہے شرافت سے ہضم کرلو۔'' عثمان بول رہا تھا جب خرمن مسکراہٹ چھپائے لاؤنج میں آئی تھی۔

''کیوں ڈانٹے جا رہے ہو عارش کو، میں نے زیادہ وقت تو نہیں لگایا۔'' گرم گرم پراٹھے اور آملیٹ کی پلیٹیں ٹیبل پر رکھتی وہ بولی تھی۔

''زیادہ اس کی طرف داری مت کرو اور جلدی ناشتہ کر کے چلنے کی تیاری کرو، اس کی فکر میں بے حال ہونے کے ڈرامے میرے سامنے ایسے کر رہی ہو جیسے میں تمہیں جانتا نہیں۔'' عثمان کے طنزیہ لہجے پر خرمن نے شکایتی نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔

''اب ناشتہ شروع کرو گے یا مجھے اور مزید باتیں سنوانی ہیں؟'' ناراضی سے عارش کو مخاطب کرتی وہ کچن کی طرف گئی تھی۔

❀------O------❀

دم بخود بیٹھی وہ کبھی عارش کو دیکھ رہی تھی اور کبھی عثمان کو وہ دونوں ہی بہت سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔ آج چھٹی کے دن عارش اسے عجلت میں پک کرنے گھر پہنچا تو وہ یہی سمجھی تھی کہ خرمن نے گھر پر بلایا ہوگا مگر وہ دونوں اسے گھر لے جانے کے بجائے اس ریسٹورنٹ میں لے آئے تھے اور جو کچھ عارش نے اس کے گوش گزار کیا تھا وہ اس کے لیے شدید قسم کا جھٹکا ہی تھا۔

''منیزہ! جو باتیں ابھی میں نے کی ہیں، اتنا یاد رکھنا کہ وہ ہم تینوں کے درمیان ہی رہیں اور مجھے تم پر مکمل بھروسہ ہے۔'' بہت سنجیدگی سے عارش نے اسے تنبیہہ بھی کی تھی۔

''عارش! میرے لیے یقین کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ مجھے واقعی شاک لگا ہے۔'' منیزہ دنگ تھی۔

''ہارون اور ایبک سے ملنے کے بعد اب یہ سب تمہیں حیرت انگیز نہیں لگنا چاہیے۔ کبھی کبھی حقیقت حیران کن ضرور ہوتی ہے مگر حقیقت تو اپنی جگہ مسلم موجود رہتی ہے۔'' عثمان نے کہا تھا۔

''مگر پُریقین تو تم دونوں بھی نہیں ہو۔'' منیزہ بولی تھی۔

''ہاں، ہارون کے ماں باپ سے ملنے کے بعد بھی مجھے سو فیصد یقین نہیں ہے مگر مجھے یہ بھروسہ ہے کہ سو فیصد یقین بھی مکمل ہونے والا ہے اور اس کے لیے مجھے تمہاری ضرورت ہے۔'' عارش کے سنجیدہ لہجے پر وہ مزید الجھی تھی۔

''دیکھو! میں اب تک ہارون کی فیملی کے بارے میں جس حد تک معلومات کر چکا ہوں وہ ناکافی ہیں۔ اہم بات

پتہ چلی ہے جو کہ بعد میں ہارون نے بھی کنفرم کر دیا کہ ان کی فیملی ہمیشہ سے اس شہر میں نہیں رہی ہے۔ مزید جو کچھ میں جاننا چاہتا ہوں وہ مجھے صرف تمہارے ذریعے ہی ہارون سے معلوم ہو سکتا ہے اور تمہیں میری مدد کرنی ہو گی۔ ورنہ عنقریب میرا نروس بریک ڈاؤن ہونے والا ہے۔''

''مگر میں ہارون سے کیا کہوں گی؟ میں کیسے ان کے پرسنلز کے بارے میں جان سکتی ہوں؟'' منیزہ حق دق رہ گئی تھی۔

''ابھی میں اپنی زبان کھولوں؟'' عثمان کی خشمگین نظروں پر وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

''منیزہ! تم میری اس الجھن کو سلجھانے میں مدد کردو، اس کے بعد ہارون سے تمہاری شادی کروانا میری ذمہ داری ہے۔'' عارش کی سنجیدگی نے اسے بوکھلا دیا تھا۔

''یہ کیا بول رہے ہو تم، وہ کیوں کرنے لگے مجھ سے شادی؟''

''اس کے فرشتوں کو بھی کرنی پڑے گی۔ کیا وقت گزاری کے لیے تمہارے ساتھ لنچ کر رہا ہے۔ فیسٹیول میں گھوم رہا ہے فون کالز کر رہا ہے۔ اب یہ مت کہنا کہ اس کے پاس تمہارا نمبر بھی نہیں ہے۔'' عارش نے بری طرح اسے گھرک دیا تھا وہ کچھ بول بھی نہیں سکی تھی۔

''جو کام عارش نے دیا ہے اسے اب پوری ایمانداری اور ہوشیاری سے کرنا، ہارون کو کسی قسم کا شک نہیں ہونا چاہیے تم پر اور اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو یاد رکھنا تمہارے اماں ابا کو فون کھڑکا دوں گا اور تمہارے بھائی کی غیرت بھی جگانے میں دیر نہیں لگے گی مجھے۔'' عثمان کی دھمکی پر منیزہ نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا تھا جب کہ عارش بمشکل مسکراہٹ چھپا سکا تھا۔

''میں اپنی پوری کوشش کروں گی مگر صرف خرمن کی وجہ سے۔'' منیزہ بگڑے تیوروں کے ساتھ بولی تھی۔

''اب چلو یہاں سے سب ہماری ٹیبل کی طرف ہی نظریں جمائے بیٹھے ہیں ان محترم کی وجہ سے۔'' منیزہ نے بولتے ہوئے عثمان کی فخریہ مسکراہٹ کو گھورا تھا۔

''اسے فیم کہتے ہیں۔ اسٹارز ہمیشہ لوگوں کی توجہ کا مرکز ہوتے ہیں۔ تم کیوں جل رہی ہو؟''

''ابھی کچھ عرصے میں ہی پتا چل جائے گا کہ یہ فیم کتنی بھاری ہوتی ہے۔ پبلک پراپرٹی بن کر رہنا آسان نہیں ہے، منیزہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے تم اب اس قابل نہیں رہے کہ تمہارے ساتھ باہر گھوما جائے۔'' عارش کے خشمگین لہجے پر وہ بس ڈھٹائی سے مسکراتا رہا تھا۔

❀-----O-----❀
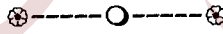
ریڈیو اسٹیشن میں اسے واقعی دو گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو گیا تھا۔ وہاں وہ اسٹاف کے درمیان ہو یا اسٹوڈیو میں وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ واپس گھر آنے پر کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی کہ عارش کا موڈ اچھا نہیں تھا مگر اسے کوئی فکر نہیں تھی جانتی تھی کہ عارش کی ناراضی دور ہو جائے گی اگر وہ اس سے کوئی فرمائش کر دے لہٰذا اس نے شام کو باہر جانے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوا تھا کہ کچن کی طرف سے بے فکر ہو کر اس نے وارڈ روب کو ٹھیک کر لیا اور کچھ دوسرے ادھورے کام بھی کر لیے۔ بیلا کے پارلر مین معمول کی طرح اس کی کچھ ہیلپ کر دی تھی اور اپنے چہرے کی نوک پلک بھی سنوارنے کا موقع مل گیا تھا۔ عارش کے ساتھ باہر جانے کا مقصد ادھر ادھر گھومنا ہرگز نہیں تھا۔ عارش کے انکار کے باوجود وہ زبردستی اسے شاپنگ مال کی طرف لے گئی تھی۔ کافی دن گزرنے کے باوجود عارش نے اپنے لیے ایک شرٹ تک نہیں خریدی تھی۔ آج وہ اس کے لیے شاپنگ کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بار بار احتجاج کے باوجود عارش کسی چیز میں انٹرسٹ نہیں لے رہا تھا۔ خرمن جانتی تھی کہ اپنے جوتوں سے لے کر لباس تک کی خریداری وہ عثمان کے ساتھ کرتا تھا۔ یہ سچ تھا کہ عثمان کی چوائس زبردست تھی مگر وہ بھی اب ایسی گئی گزری نہیں تھی سو عارش سے بحث کرنے کے بجائے اس کے لیے جو کچھ اسے اچھا لگتا رہا وہ خریدتی رہی تھی۔ بیلا کے پارلر کے لیے اور اپنے لیے اس نے کاسمیٹکس کا کچھ سامان لیا تھا اور آخر میں جب وہ عثمان کے لیے ایک پرفیوم اور جیکٹ لے کر فارغ ہوئی تب تک عارش شاپنگ بیگز سنبھالے اچھی خاصی کوفت اور جھنجھلاہٹ کا شکار ہو

گیا تھا۔

''تمہارے ساتھ ڈیٹ پر جانے کی حسرت میں دل میں لیے گزر جاؤں گا۔ آج کچھ امید جاگی تھی مگر تم نے یہاں خوار کر کے میری امید کا گلا گھونٹ دیا۔'' وہ شدید ناراضی سے بولا تھا۔

''بیوی کے ساتھ کون احمق مرد ڈیٹ پر جاتا ہے؟'' خرمن حیرت سے ہنسی تھی۔

''میں ہوں وہ احمق مرد۔'' خشمگین لہجے میں بولتا وہ دوسری طرف متوجہ ہوا تھا اور اگلے ہی پل اس کے قدم رک گئے تھے۔ آگے جاتی خرمن بھی چونک کر رکتی اس کی طرف پلٹی تھی۔

''اب کیوں رک گئے؟'' حیرت سے بولتے ہوئے خرمن نے اس کی نظروں کے تعاقب میں اس بڑی سی شاپ کو دیکھا تھا جہاں بے بی، بابا کلاتھ کا سائن جگمگا رہا تھا۔ خرمن کی آنکھیں پوری کھل گئی تھیں۔ اگلے ہی پل وہ تیزی سے عارش کی طرف بڑھی تھی۔ جو شاپ کی گلاس وال سے ڈسپلے میں سجی چیزوں اور خوب صورت کپڑوں سے نظر ہٹانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس پوری شاپنگ کے دوران پہلی بار عارش نے کسی چیز میں دلچسپی ظاہر کی تھی۔

''عارش! فوراً چلو یہاں سے۔'' اس کے ارادے بھانپتے ہی وہ عجلت میں بولی تھی۔

''یہاں اتنا وقت برباد کر دیا مگر جو لینا چاہیے تھا اسے ہم بھول گئے۔ مجھے اس شاپ میں جانا ہے اور تم انکار نہیں کرو گی۔'' وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

''عارش! ابھی سے اس کی کیا ضرورت ہے اس کام کے لیے بہت وقت ہے۔'' وہ ٹپٹا ہی تو گئی تھی۔

''ہرگز نہیں، وقت کم ہے اور مجھے اس کے لیے بہت کچھ خریدنا ہے۔''

''عجیب لگے گا، مجھے شرم آئے گی وہاں۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ ہچکچائی تھی۔

''چلو میرے ساتھ۔'' اس کا ہاتھ پکڑے وہ شاپ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ تو اپنی جھینپ میں زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کر پائی تھی مگر عارش بہت پر جوش تھا۔ خوشی اس کے چہرے سے چھلکی جا رہی تھی۔ جتنی رفتار سے وہ کپڑے اور دیگر چیزیں پسند کر رہا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ اپنے بچے کے لیے سب کچھ وہ آج ہی خرید لے گا۔ خرمن نے بمشکل ہی اسے کنٹرول کیا تھا۔ جانتی تھی کہ وہ کتنا بے تاب اور بے چین ہے۔ رات میں سونے سے پہلے تک وہ بچے کے بارے میں باتیں کرتا رہتا تھا۔ اس کے لیے ابھی سے وہ پلاننگ شروع کر چکا تھا۔ خرمن کو یقین تھا کہ جب وہ اپنے بچے کا چہرہ دیکھے گا تو پاگل ہو اٹھے گا کیوں کہ وہ ابھی سے اس کے لیے بہت حساس ہوتا جا رہا تھا۔

بہت اچھا سا ڈنر کرنے کے بعد وہ دونوں عروسہ کی طرف پہنچے تھے۔ فاران کی خیریت دریافت کرنے، وہ پہلے سے کافی بہتر ہو چکا تھا مگر بازو اور پیر کا پلاستر اترنے میں ابھی وقت لگنا تھا۔ خرمن کو گھر کا ماحول اور فاروق کا مزاج دونوں ہی نارمل لگے تھے۔ عروسہ کے اصرار کے باوجود وہ زیادہ دیر ان کے پاس نہیں رک سکی تھی کیوں کہ اسے بہت زیادہ تھکن محسوس ہو رہی تھی۔

گھر کی طرف واپس روانہ ہوتے ہوئے وہ مطمئن تھی۔ آج کا دن بہت اچھا گزرا تھا۔ کچھ چونک کر اس نے عارش کو دیکھا تھا جو اپنے اپارٹمنٹ کے مین گیٹ میں داخل ہونے کے بجائے آگے بڑھ آیا تھا۔

''ہارون کی طبیعت کے بارے میں پوچھنے کا فرض بنتا ہے تمہارا انہیں اچھا لگے گا۔'' اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی وہ بولا تھا۔

''اس وقت؟'' خرمن نے حیرت سے اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھا تھا۔

''عارش! 11 بج چکے ہیں۔ وہ ہماری وجہ سے ڈسٹرب ہو جائیں گے۔''

''مگر مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں دیکھ کر خوش ہو جائیں گے۔'' عارش کا مکمل ارادہ تھا جانے کا لہٰذا وہ بھی خاموش ہو گئی تھی۔

گیٹ پر ہارون نے ہی ان دونوں کا استقبال کیا تھا۔

''میرے لیے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ F.M ریڈیو کی اتنی مشہور آر جے میرے گھر خود تشریف لائی ہیں۔''

ہارون کے مسکراتے لہجے پر خرمن ہنستے ہوئے ایبک کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو یقیناً خوشی میں ہی چیختا ان کی طرف آیا تھا۔
''مجھے معلوم تھا عارش آپ کو یہاں لے کر آئیں گے۔ مجھ سے وعدہ جو کیا تھا۔'' ایبک چہکا تھا جب کہ ان سب کے ہمراہ آگے بڑھتے ہوئے خرمن صبیحہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو گھر کے داخلی دروازے پر رکیں ان سب کی ہی منتظر تھیں۔
''آپ نے فون پر مجھ سے شکایت کی تھی کہ میں خرمن کو آپ کے پاس نہیں لایا۔ اب میں نے آپ کی شکایت دور کر دی ہے۔'' عارش نے مسکراتے ہوئے ان سے کہا تھا جو بڑی محبت سے خرمن کو گلے لگا رہی تھیں۔
''نہیں اب تو مزید یہ شکایت ہو گئی ہے تم سے کہ اپنی اتنی پیاری بیوی سے تم اتنی دیر سے ملوا رہے ہو مجھے۔'' صبیحہ کی پرشفقت نظروں پر خرمن مسکرائی تھی۔ وہ اسے بالکل اجنبی نہیں لگی تھیں۔ ان کے چہرے پر پھیلا تقدس، آنکھوں میں چمکتی شفقت اور لہجے کی حلاوت، ان کا لمس سب کچھ اسے فاطمہ جیسا ہی لگا تھا۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہونے تک صبیحہ نے اس کا ہاتھ تھامے رکھا تھا اور اسے اپنے قریب ہی بٹھا لیا تھا۔
''اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' خرمن نے ہارون سے پوچھا تھا۔
''اب میں بہتر ہوں، صبح شاید بدلتے موسم کا اثر تھا جو طبیعت ناساز تھی۔''
''آپ کو پورا یقین ہے کہ موسم کا ہی اثر تھا؟'' عارش کے مسکراتے لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔
''آپ بھائی سے ناراض نہیں ہیں۔ ان کی وجہ سے آپ کو سنڈے کو بھی ریڈیو جانا پڑا۔'' ایبک نے خرمن کو مخاطب کیا تھا۔
''خرمن! مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری جگہ تمہیں اور عثمان کو ڈسٹرب کیا جائے گا۔ میں معذرت چاہتا ہوں۔'' ہارون نے فوراً کہا تھا۔
''اب مجھے شرمندہ مت کریں۔ ہم سب تو حیران تھے کہ آپ اپنا کوئی شو مس نہیں کرتے ہیں۔'' خرمن بول رہی تھی جب کہ اس کے قریب ہی موجود صبیحہ بغور اسے دیکھ رہی تھیں۔ ڈرائنگ روم کی تیز روشنی میں ڈارک میرون نفیس سے اسکارف میں قید اس کا جگمگاتا چہرہ اس کی آواز سب کچھ ان کے دل میں اتر رہا تھا۔ ہارون کے عارش کی طرف متوجہ ہونے پر وہ صبیحہ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔
''بہت پیاری ہو تم، اپنی آواز سے بھی زیادہ۔'' ان کے لہجے اور آنکھوں میں جانے کیا تھا کہ خرمن کچھ بول نہیں سکی تھی۔
''تمہارے ماں باپ بھی بہت اچھے ہوں گے جنہوں نے تمہاری اتنی اچھی تربیت کی ہے وہ خیریت سے ہیں؟''
''جی وہ دونوں خیریت سے ہیں مگر ابھی اس شہر میں نہیں ہیں۔ بابا اپنے بڑے بھائی کے پاس گئے ہوئے ہیں سرگودھا، امی بھی ان کے ساتھ گئی ہیں۔''
''تمہارے والد کے بڑے بھائی تمہارے تایا ہوئے۔'' صبیحہ مسکرائی تھیں جب کہ کچھ شرمندہ مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ تب ہی ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہشام قزلباش کی نظریں خرمن پر ٹھہر گئی تھیں۔ جب کہ ان کی رعب دار شخصیت نے اسے سنجیدہ اور مرعوب کر دیا تھا۔ عارش نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان سے مصافحہ کیا تھا۔ خرمن نے مدھم لہجے میں ان کو سلام کیا تھا۔
''آپ کہاں جا رہی ہیں؟'' ہشام قزلباش کے بیٹھتے ہی صبیحہ اٹھ رہی تھیں جب خرمن نے ان کا ہاتھ تھاما تھا۔
''ابھی آتی ہوں تم پہلی بار یہاں آئی ہو، ایسے ہی تو نہیں جانے دوں گی۔'' اسکارف میں چھپے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتیں وہ بہت محبت سے بولی تھیں۔
''کوئی تکلف مت کریں۔ میں پہلی بار آئی ہوں مگر آخری بار نہیں، ہم بس اب اجازت چاہیں گے۔''
''خرمن! ابھی تو تم دونوں آئے ہو اور اتنی جلدی تم جانے کی بات کر رہی ہو۔'' ہارون نے کچھ ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔
''آپ ناراض مت ہوں ابھی تو صرف ہم آپ کی خیریت دریافت کرنے آئے تھے۔ آئندہ جب آئیں گے آپ کی مرضی سے ہی جائیں گے۔'' خرمن سے پہلے ہی عارش نے کہا تھا۔

''دراصل ہم شام سے ہی گھر سے نکلے ہوئے ہیں۔ واپس آتے ہوئے یہاں آنے کا ارادہ ہوگیا۔ ورنہ اتنی رات میں ہم آپ سب کو ڈسٹرب نہیں کرتے۔'' خرمن نے کہا تھا۔

''یہ بات عارش کہتے تو میں یقین کرلیتا کیوں کہ یہ جلدی سو جاتے ہیں مگر آپ تو 12 بجے تک ریڈیو پر شو ہوسٹ کررہی ہوتی ہیں۔'' ایبک نے فوراً ہی کہا تھا جب کہ خرمن بس عارش کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

''عارش! کم از کم کافی کے لیے تو رک جاؤ تمہاری وجہ سے ہمیں بھی مل جائے گی اور زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔'' ہشام قزلباش بولے تھے۔

''اب تو رکنا ہی پڑے گا۔'' عارش نے مسکراتی نظروں سے صبیحہ کو دیکھا تھا۔

''ایسے ہی کہہ رہے ہیں ورنہ روز اسی وقت میں ان کے لیے کافی بناتی ہوں۔'' جھینپی مسکراہٹ کے ساتھ بولتیں وہ اٹھ گئی تھیں۔

''خرمن! آپ دوبارہ آئیں گی تو میں آپ کو اپنے پالتو مور دکھاؤں گا۔'' ایبک نے اچانک اسے مخاطب کیا تھا۔

''ایبک! اس طرح بڑوں کا نام نہیں لیتے ہیں۔'' ہشام قزلباش نے اسے فوراً ٹوکا تھا۔

''پاپا! ہمیں تو شکر ادا کرنا چاہیے کہ یہ ہمارے ناموں سے ہمیں نہیں پکارتے۔'' ہارون نے بھی خشمگین لہجے میں ایبک کو مزید شرمندہ کیا تھا۔

''ایبک کو اجازت ہے ہمارے نام لینے کی، اس لیے آپ اس کو مت روکیں۔'' عارش نے کہا تھا۔

''ویسے تم خرمن کو مور دکھا کر مجھے کسی مشکل میں نہ پھنسا دینا کیونکہ ہمارے گھر میں کبوتروں کے بعد اب کسی پنجرے کی جگہ نہیں ہے۔''

''آپ کے گھر میں کبوتر ہیں، مجھے کیوں نظر نہیں آئے؟'' ایبک نے شدید حیرت سے کہا تھا۔

''اب گھر آؤ گے تو ٹیرس پر جا کر ان کا دیدار کرلینا۔'' عارش نے کہا تھا۔

''عارش! تم کبوتروں کے لیے ٹائم کیسے نکالتے ہو؟'' ہارون بھی حیرانی سے بولا تھا۔

''میں اپنے لیے ٹائم نہیں نکال پاتا آپ کبوتروں کی بات کررہے ہیں ان محترمہ سے پوچھیں۔ بچپن سے کبوتروں سے عشق ہے ان کو۔''

''خرمن! تم نے کبوتر پالے ہوئے ہیں؟'' ہارون نے ہنستے ہوئے حیرت سے اسے دیکھا تھا جواباً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ شرمندہ سی ہوگئی تھی۔

''بس اب تیار ہو جاؤ، ریڈیو پر تمہارا ریکارڈ لگنے والا ہے۔'' ہارون کے کہنے پر وہ ہنسی تھی مگر اگلے ہی پل اس کی ہنسی معدوم ہوگئی تھی۔ جب اس نے ہشام قزلباش کو بہت سنجیدہ نظروں سے اپنی جانب دیکھتا پایا۔ بہت عجیب سا کچھ محسوس کرتی وہ دوبارہ ان کی جانب دیکھنے سے گریز کرتی رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں جب صبیحہ کافی کے ساتھ واپس آئیں تو وہ ایبک سے ہی بات کررہی تھی جب کہ باقی تینوں مرد حضرات ملکی اور سیاسی حالات پر گفتگو کررہے تھے۔ کافی پینے کے دوران صبیحہ اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتی رہی تھیں ان سے نظر بچا کر وہ ہشام قزلباش کی طرف متوجہ ہوتی رہی تھی۔ کیوں؟ یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی کافی کے بعد عارش نے جانے کی اجازت چاہی تھی کیوں کہ اسے اندازہ تھا کہ خرمن اب گھر جانے کے لیے بے چین ہوگی۔

''خرمن! تم سے اچھی طرح بات بھی نہیں ہوسکی۔ اب جانے کب آؤ گی تم۔'' صبیحہ کی آنکھوں میں اسے حسرت سی نظر آئی تھی۔

''آپ فکر مت کریں، میں جلد ہی دوبارہ آؤں گی۔ قریب ہی تو گھر ہے۔ آپ بھی جب چاہیں میرے گھر آسکتی ہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بہت خلوص سے بولی تھی۔ اسے واقعی صبیحہ بہت اچھی اور دل کے قریب لگی تھیں۔

''اچھا! اب جو میں تمہیں دے رہی ہوں۔ بہت محبت سے دے رہی ہوں تم انکار مت کرنا۔'' صبیحہ بولی تھیں اگلے ہی پل خرمن دنگ رہ گئی تھی جب انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک انگوٹھی اتار لی تھی۔

''یہ کیوں کررہی ہیں آپ، اس کی کیا ضرورت ہے؟'' خرمن نے انہیں روکنا چاہا تھا مگر وہ ان سنی کیے انگوٹھی اس کے ہاتھ میں پہنا چکی تھیں۔ جب کہ اس نے مدد طلب نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔

''عارش کی طرف مت دیکھو وہ کچھ نہیں کہے گا اور اگر کہے گا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گی۔'' صبیحہ نے مسکراتی نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔

''آپ یہ اس لیے کہہ رہی ہیں کہ آپ کو یقین ہے میں آپ کو ناراض نہیں کرسکتا۔ اب ہمیں یہاں سے رخصت کرنے سے پہلے کچھ توجہ آپ مجھے دیں گی؟'' عارش نے مسکراتے ہوئے سر ذرا ان کے سامنے جھکایا تھا۔

''ظاہر ہے تم میرے لیے خرمن سے پہلے ہو۔'' پرشفقت انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتیں وہ مسکرائی تھیں۔ صبیحہ کے ہمراہ باہر آتے ہوئے اسے ہشام قزلباش اردگرد دکھائی نہیں دیئے تھے۔ بالکل غیر ارادی طور پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا۔ دور رکے ہشام قزلباش اس کی طرف ہی متوجہ تھے جو گڑبڑا کر فوراً ہی اپنے ساتھ چلتیں صبیحہ کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

ونڈ اسکرین سے نگاہ ہٹا کر عارش نے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو اپنی انگلی میں چمکتی نازک سی انگوٹھی پر نظر جمائے بالکل خاموش تھی۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' عارش کی آواز نے اسے چونکایا تھا۔

''مجھے بہت عجیب لگ رہا ہے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کا زیور اتار کر مجھے دے دیا۔ انہوں نے اتنی محبت اور عزت دی وہ کافی تھا۔'' وہ تذبذب میں مبتلا بولی تھی۔

''یہ ان کی محبت کا اظہار ہے جس کے لیے دل میں محبت ہوتی ہے اس کے سامنے قیمتی سے قیمتی چیز بھی اہم نہیں رہتی اور تم اس قابل ہو کہ تمہیں اپنا سب کچھ دے دیا جائے۔'' ایک گہری نظر اس پر ڈالتا وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

''تمہیں کیسے لگے ہارون کے پیرنٹس؟'' اس کی خاموشی پر وہ پوچھ رہا تھا۔

''بہت اچھے۔'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔ اچانک ہی اس کی آنکھوں کے سامنے ہشام قزلباش کا چہرہ آ گیا تھا۔ ان کی پرکشش شخصیت نے اسے بہت زیادہ متاثر کیا تھا۔

❀------O------❀

شدید گھبراہٹ، بےچینی اور بےقراری نے آج پھر انہیں نڈھال کررکھا تھا۔ رات دھیرے دھیرے قیامت بن کر آج پھر ان پر گزر رہی تھی۔ چہار سمت پھیلی تاریکی اور گھٹن میں زندگی کہاں تھی۔ گھٹتی سانسوں کے ساتھ ان کے جسم سے جان کھنچتی جارہی تھی۔ لرزتے قدموں سے چلتیں وہ اسٹڈی روم کے کھلے دروازے پر رک گئی تھیں۔ سامنے وہی منظر تھا وہی عذاب ناک خاموشی میں دل کو چیر دینے والی گریہ و زاری کی کرب ناک کراہیں جو اس شخص کے دل سے ابھرتیں لبوں سے آزاد ہورہی تھیں۔ صبیحہ کو اپنے دل میں کئی خنجر ایک ساتھ اترتے محسوس ہوئے تھے۔ یہ اذیت ناقابل برداشت تھی۔

سجدے میں گرے اپنے دل کے زخم اللہ کو دکھاتے ہوئے اس انسان کو کتنے سال گزر چکے تھے۔ دیوار کا سہارا لیے وہ بمشکل توازن قائم رکھ سکی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کا درد ہرگز بھی اس انسان کے درد سے کم نہیں تھا جو سجدے میں تھا یہ فریادیں کب تک دل سے نکلتی رہیں گی اور جانے کب آسمان والے تک پہنچیں گی۔ یہ صبر تو اب زندگی کے ساتھ ختم ہونا تھا اور زندگی اب وہ بھی کتنی رہ گئی تھی۔ ان کے بےآواز آنسو اور دل کے اندر اٹھتا درد کا تلاطم سینہ کوبی پر مجبور کررہا تھا۔ پتہ نہیں کس طرح وہ اپنے بکھرتے وجود کو کھینچتیں وارڈ روب تک گئی تھیں۔ وہ قیمتی بیگ جس میں ان کی جان ان کی سانسیں اور خوشیاں تک بند تھیں اسے سینے سے لگائے وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی تھیں۔ اسٹڈی روم سے باہر آتے ہشام قزلباش ساکت کھڑے رہ گئے تھے۔ کئی چابک ان کی پشت پر پڑتے عذاب کو بڑھا گئے تھے۔ بیگ میں سے ایک ایک چیز

نکالتیں وہ دیوانہ وار ان سب چیزوں کو چومتی جارہی تھیں۔ یہ کام وہ پہلی بار نہیں کررہی تھیں۔ وہ کام جو موت سے بڑھ کر اذیت ناک تھا۔ رات کے پہروں میں یہ کام کرنا ان کی زندگی کا لازمی حصہ بن چکا تھا۔ اپنے وجود کے گم شدہ حصے کو اس کی خوشبو کو اس کے لمس کو ڈھونڈنے کے لیے جو کہیں وقت کے اندھیروں میں گم ہو چکا تھا۔ اس کی تلاش میں انہیں اس بیگ کو کھولنا پڑتا تھا۔ جس میں ان کی زندگی قید تھی۔ ڈبڈبائی نظروں سے صبیحہ نے ان کو دیکھا تھا جو بہت خاموشی سے قریب آئے تھے۔ شدتِ ضبط سے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ایک لفظ بھی کہے بغیر وہ بکھری چیزوں کو واپس بیگ میں ڈالنے لگے تھے۔

''یہ سزا کب ختم ہوگی۔ میں دن رات اللہ سے پوچھتی ہوں مگر مجھے جواب نہیں ملتا۔ آپ اللہ سے پوچھیں اسے ہم پر رحم کب آئے گا۔'' زاروقطار روتیں وہ کہہ رہی تھیں۔

''اللہ سے سوال نہیں کیے جاتے صبیحہ! اس کے لیے جو صبر تم کرتی آئی ہو اسے ضائع مت کرو۔'' وہ لرزتے لہجے میں بولے تھے۔

''اور کتنا صبر؟ یہ صبر تو مجھے ختم کر چکا ہے۔ اب کیا بچا ہے۔'' ان کے بازو سے سر ٹکائے وہ بلک اٹھی تھیں اور ہشام قزلباش کے پاس کہنے کے لیے کوئی لفظ بھی نہیں رہا تھا۔ تسلی کے لفظ صبر کی تلقین یہ سب سالوں سے دہراتے دہراتے وہ تھک چکے تھے۔ لفظوں کی تاثیر ختم ہو چکی تھی اور اب تو تمام لفظ بھی مگر طویل عرصے سے تڑپتی بلکتی عورت کو ان کے لفظوں کا ہی تو سہارا رہا تھا اب تک وہ جانتے تھے کہ اگر صبیحہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تو وہ مر جائیں گی اور وہ خود بھی تو اندر سے کھوکھلے ہو چکے تھے۔

''اللہ کی رضا میں راضی رہو صبیحہ! وہ کب تمہاری آہیں سن لے، کب اپنے کرم کی بارش کر دے کون جانتا ہے وہ کبھی اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا۔''

''مگر میری ساری امیدیں ختم ہو چکی ہیں اور میں بھی۔ کوئی ایک بار مجھے اس کا چہرہ دکھا دے۔ اس کے بعد زندگی بھی مجھ سے چھین لے۔'' ہذیانی انداز میں روتی چیختیں وہ جیسے دیوانہ وار کمرے سے نکلی تھیں مگر پھر یکدم ہی ان کی چیخیں دم توڑ گئی تھیں۔

وحشت زدہ نظروں سے وہ اسے دیکھ رہی تھیں جو ریلنگ پر ہاتھ رکھے آخری اسٹیپ پر رکا ہوا تھا۔ صبیحہ کو دیکھتے ہوئے اس کا دل کسی آہنی شکنجے میں جکڑنے لگا تھا اور چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ اس کی نظریں ان پر ہی ساکت تھیں جو دھیرے دھیرے چلتیں اس کے قریب آ چکی تھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ کہیں دور بھاگ جائے مگر وہ پتھر کا مجسمہ بن چکا تھا۔

''ہارون! تم جانتے ہو اس کی آنکھیں بالکل تمہارے جیسی تھیں۔'' لرزتے لہجے میں بولتے ہوئے انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر اسے اپنی طرف جھکایا تھا۔

''آخری بار تم نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔'' بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ بے اختیار اس کی آنکھوں کو چوم رہی تھیں۔ بار بار چوم رہی تھیں۔ ان کے آنسوؤں سے اس کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں جو آج بھی اپنے ضمیر کی عدالت میں مجرم تھا اس بے بس تڑپتی عورت کا گناہ گار تھا۔

''آخری بار تم نے اسے چھوا تھا۔'' وہ اب دیوانہ وار اس کے ہاتھوں کو چوم رہی تھیں۔ ساکت کھڑے ہشام قزلباش نے بمشکل آگے بڑھ کر صبیحہ کے ہاتھوں سے اس کے ہاتھ چھڑائے تھے۔ ضبط سے خون رنگ ہوتی آنکھوں سے ہارون نے باپ کے چہرے پر پھیلی اذیت کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل سیڑھیاں چڑھتا گیا تھا۔ صبیحہ کی کراہوں نے اسے کسی پاتال میں لے جا کر غرق کر دیا تھا۔

''اسے کوئی بددعا مت دینا صبیحہ! ہمارے ساتھ وہ بھی مستقل اذیت کو سہتا آرہا ہے۔ میں مرتے دم تک تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی کی بھیک مانگتا رہوں گا مگر تم اسے......'' آج پھر وہ بھیگتے لہجے میں ان سے التجا کر رہے تھے جو ان کے سینے

سے لگیں روتے روتے نڈھال ہو چکی تھیں۔

❀------O------❀

گہری نیند ٹوٹنے کا سبب شاید اس کی سانسیں بھی تھیں، جو سینے میں پھنس رہی تھیں۔ سن دماغ اور وجود کے ساتھ وہ اب تک ان دردناک کراہوں اور تاریک ہیولوں کے درمیان گھری ہوئی تھی۔ چند لمحے اسی طرح ساکت رہنے کے بعد اس نے ایک نظر گہری نیند سوئے عارش کو دیکھا تھا اور پھولی سانسوں کو سنبھالتی اٹھ بیٹھی تھی۔ اس کی پیشانی عرق آلود تھی۔ اندر گھٹن بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک بے بسی سے اس نے سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ یہ سب اب نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ اب پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ جہاں تاریکی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یہ وہ جانتی تھی کہ کتنی بار خود کو مار کر اس نے زندگی کو اپنے موافق بنایا تھا۔ ہر سوچ ہر خیال ہر سوال کو کھرچ کر دل و دماغ سے نکال پھینکنے میں اس کو زمانے لگے تھے۔ خود کو چابک مار مار کر سدھایا تھا۔ ایک ایک کرچی کو سمیٹنے کے بعد وہ اب پھر سے بکھرنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک نئی زندگی میں داخل ہو کر بڑی مشقتوں سے اس نے خود کو ایک سانچے میں ڈھالا تھا۔ کم از کم اب وہ اپنی اس نئی زندگی تک ماضی کے کسی تاریک سائے کو رسائی حاصل کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ جو خلا تھا اسے اب کبھی نہیں بھرنا تھا۔ وہ یہ قبول کر چکی تھی اسے قبول کرنا ہی تھا ورنہ اس دنیا میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ اپنی زندگی کی وہ اب قدر کرتی تھی۔ زندہ رہنا اسے عزیز ہو چکا تھا۔ اب اس مقام تک آ کر وہ بار بار مرنے کی اذیت نہیں سہنا چاہتی تھی۔ سائیڈ ٹیبل کی دراز سے ان ہیلر نکالتے ہوئے وہ اپنے اعصاب کو مضبوط کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو رہی تھی۔ اس کا حال اس کے ماضی سے زیادہ طاقتور ہے اور اسے صرف اپنے حال میں جینا ہے۔ اپنے مستقبل کو تابناک کرنا ہے جو گزر گیا سو گزر گیا۔ دھیرے دھیرے پانی کے گھونٹ لیتی وہ پرسکون ہونے لگی تھی۔ خالی گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتی وہ چونک کر عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''کچھ نہیں ہوا، بس پیاس لگی تھی اس لیے اٹھ گئی۔'' اس کے استفسار پر وہ بتا رہی تھی۔

''تم بالکل برف کی طرح سرد ہو رہی ہو۔'' اس کا ہاتھ تھام کر قریب کرتا وہ تشویش میں مبتلا ہوا تھا۔

''مجھے تمہاری طبیعت بہتر نہیں لگ رہی۔''

''میں بالکل ٹھیک ہوں، کمبل سے باہر تھی اس لیے میرے ہاتھ ٹھنڈے محسوس ہو رہے ہیں۔ تمہیں اب مجھے سونے دو۔'' اس کے بازو پر سر رکھے وہ بند آنکھوں کے ساتھ بولی تھی۔

''میں پریشان ہو گیا تھا۔'' اس پر کمبل ٹھیک کرتا وہ بولا تھا۔

''تمہیں پریشان ہونے کا شوق ہے۔''

''سن کر اچھا لگا۔'' اس کے ناراض لہجے پر بند آنکھوں کے ساتھ بس مسکرائی تھی۔

❀------O------❀
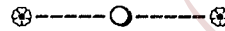
گھر میں داخل ہوتے ہی عروسہ کے چہرے سے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کس قدر عاجز آ چکی ہیں فون پر وہ انھیں بتا چکی تھیں کہ فاران کے کس طرح پریشان کیا ہوا ہے، لہٰذا عروسہ سے کوئی سوال کیے بغیر وہ فاران کے پاس چلے گئے تھے، عروسہ ان کے پیچھے ہی آئی تھیں، فاران نے بس ایک نظر ان دونوں کو دیکھا تھا اور پھر دوبارہ آنکھوں پر بازو رکھ لیا تھا۔

''حد کر دی ہے آج اس نے، نہ اس نے صبح سے کچھ کھایا ہے اور نہ ہی ٹیبلیٹس لی ہیں، ایک ہی ضد باندھ کر بیٹھا ہے کہ باہر جانا ہے، کل اس کے پیر کا پلاسٹر اترا ہے۔ ہاتھ پر ابھی پلاسٹر چڑھا ہوا ہے۔ ایسے حال میں یہ گھر سے نکلنے کی ضد کر رہا ہے، اس لڑکے نے عاجز کر رکھا ہے مجھے۔'' عروسہ غصے میں شکایت کرتی فاران کو ہی دیکھ رہی تھیں جس نے دوبارہ آنکھوں سے ہاتھ نہیں ہٹایا تھا۔

''اسے آرام سے سمجھانا تھا، تم دیکھ رہی ہو کہ یہ مستقل کمرے میں بیڈ کا ہو کر رہ گیا ہے، چڑچڑا پن طبیعت میں آنا لازمی ہے، یہ بات تم سمجھنے کے بجائے اس پر گرم ہو رہی ہو، کیا خاک مانے گا وہ تمہاری بات۔'' فاروق ناگوار لہجے میں بولے تھے۔

''میں ہر طرح سے اسے سمجھا چکی ہوں۔ اب آپ اس سے پوچھیں یہ کیا چاہ رہا ہے، میں خاموش ہو جاتی ہوں۔'' عروسہ بولیں تھیں۔

''فاران! مسئلہ کیا ہے، مجھ سے کہو، کھانا نہیں کھاؤ گے؟'' اس بار وہ نرم لہجے میں بیٹے سے مخاطب تھے۔

''ماں ماموں کو بلائیں، مجھے ان کے ساتھ جانا ہے میرا دم گھٹ رہا ہے یہاں۔'' آنکھیں بازو میں چھپائے بگڑے لہجے میں بولا تھا جب کہ فاروق کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

''ایکسیڈینٹ نے تمہارے دماغ پر اثر ڈالا ہے جو اسے یہاں بلانے کی بات کر رہے ہو، اس کا نام بھی زبان پر لایا تو زبان کاٹ دوں گی، نہ اس کو کوئی گاڑی کچلتی ہے نہ میرا عذاب ختم ہوتا ہے۔'' عروسہ شدید غصے میں بھڑکی تھیں۔

''خاموش رہو تم۔'' فاروق ضبط کرتے عروسہ پر گرم ہوئے تھے۔

''آج ان کے مرنے کا انتظار کر رہی ہیں کل میرے مرنے کی دعائیں مانگیں گی آپ۔'' فاران بگڑ کر اٹھ بیٹھا تھا۔

''ہوش میں رہ کر بات کرو، اپنی ماں پر چیخ رہے ہو تم۔'' فاروق نے غصیلی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''مجھے ابھی آپو کے گھر جانا ہے ورنہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔'' ہٹ دھرمی سے بولتا وہ تکیے میں چہرہ چھپا گیا تھا، مگر اگلے ہی پل وہ تکلیف سے چیخا تھا، جھٹکا لگنے سے اس کے پلاسٹر شدہ بازو میں کرنٹ سا دوڑ گیا تھا، عروسہ تڑپ کر اس کے قریب گئی تھیں۔

''کچھ دن کی بات اور ہے، ٹھیک ہو جاؤ گے تو جہاں چاہو چلے جانا۔'' اس کا سر کندھے سے لگائے وہ دلاسا دے رہی تھیں۔

''میں نے ماں ماموں کو فون کیا تھا مگر وہ بھی یہاں نہیں آسکتے، میں کیسے جاؤں، میں تو معذور ہو گیا ہوں بالکل۔'' وہ بچوں کی طرح آنسو بہا رہا تھا۔

''کیا اول فول بک رہے ہو۔'' فاروق کے تیور بگڑے تھے۔

''رونا بند کرو بے وقوفوں کی طرح، چلو میرے ساتھ، مگر رات تک واپس آنا ہے تمہیں۔'' ان کی تائید پر عروسہ نے شدید بے یقینی سے دیکھا تھا، ان کے تنے ہوئے تاثرات دیکھ کر عروسہ کو ہول اٹھے تھے۔

''مت سنیں اس کی بات، آپ اسے وہاں لے کر نہیں جائیں گے۔'' وہ بمشکل یہ بول سکی تھیں۔

''تمہاری اولاد نے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے، اب سر ٹیکنے کی ہی کسر رہ گئی ہے۔'' ان کے بھڑکتے لہجے پر عروسہ نظر نہیں اٹھا سکی تھیں۔

''وہ ناسمجھ ہے، وہ کوئی موقع ضائع نہیں ہونے دے گا، تمہیں اس گھر کی دہلیز تک جانے پر مجبور کرنے کا، مگر تم جذبات میں آکر سب کچھ بھولنے کی غلطی مت کرنا۔'' بیلا کی بلند آواز میں وارننگ چھپی تھی۔

''اور اگر میں نے یہ غلطی کر لی تو کیا کرو گی تم؟'' عثمان کے بھی تیور بگڑے تھے۔

''تم یہ غلطی کر کے دیکھو اس کے بعد میری شکل دیکھنے کا حق بھی تمہیں نہیں ہوگا نہ میرا تمہارے اس گھر سے کوئی واسطہ رہے گا، اب تمہیں گھر کی جتنی چیزیں توڑنی ہوں شوق سے توڑو، ایک بار پھر سب کچھ تباہ کر دو، مجھے کوئی پروا نہیں ہوگی۔'' سرخ چہرے کے ساتھ بولتی وہ اگلے ہی پل کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

''وہ رو رہا تھا بیلا! تم اس کے لیے اپنا دل سخت کر سکتی ہو مگر میں ایسا نہیں کر سکتا، میں اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑ سکتا، میں نے اس سے کہا تھا کہ میں عارش کو بھیج رہا ہوں، وہ اس کے ساتھ یہاں آجائے مگر وہ نہیں مان رہا، تم جانتی ہو کہ وہ اس وقت کس کنڈیشن میں ہے، اور مینٹلی کتنا ڈسٹرب ہے۔'' اس کے پیچھے ہی آتا وہ بگڑے لہجے میں بولا تھا۔

''تو پھر جاؤ اس دہلیز پر جہاں تمہارے لیے ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے، دوبارہ ذلیل ہونے کے لیے تمہیں میری اجازت درکار نہیں ہے، اپنی بہن کے لیے جھک جاؤ اس شخص کے قدموں میں، یہاں سے مجھے بھی اپنا منہ کالا کر کے نکلنے میں دیر نہیں

لگے گی، اس غلط فہمی میں مت رہنا کہ میں تمہاری محتاج ہوں۔'' وہ چیخ اٹھی تھی۔
''بار بار مجھے چھوڑ کر جانے کی بات کیوں کرتی ہو تم؟'' وہ دھاڑ اٹھا تھا۔
''اپنی بہن کے لیے نہیں، تمہارے لیے میرے گھر کا ہر فرد اس شخص کے سامنے جھکا تھا، میری بہن اذیت اٹھاتی رہی ہے تمہارے اور میرے لیے۔''
''ظاہر ہے اب بہن کے لیے ہی تڑپے گا تمہارا دل، میری محبت کا بھوت تو اتر چکا ہے تمہارے سر سے، مجھ میں اب رکھا ہی کیا ہے تمہارے لیے۔'' وہ بھڑک کر بولی تھی۔
''بکواس بند کرو ورنہ میں تھپڑ مار دوں گا تمہیں، آئندہ میرے سامنے اس گھر کو چھوڑ کر جانے کی بات کی تو گلا گھونٹ کر اسی گھر میں دفن کر دوں گا۔'' شدید اشتعال میں وہ بولا تھا جب کال بیل بجی تھی۔ بپھرے چہرے کے ساتھ وہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا اور وہ جو غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی، عثمان کے ساتھ آتے فاران کو دیکھتے ہی سب کچھ بھول کر اس کی جانب دوڑی تھی، اس کے گلے لگتے ہی وہ اپنے آنسو نہیں روک سکی تھی۔
''میں ٹھیک ہوں اب، آپ روئیں مت۔'' فاران اس کے آنسوؤں پر پریشان ہوا تھا۔
''کہاں ٹھیک ہو، اتنے کمزور ہو چکے ہو بائیک کا جنون نہیں ختم ہو گا تمہارا۔'' اپنے آنسو ضبط کرتی وہ اس پر برس گئی تھی۔
''تم کس کے ساتھ آئے ہو؟'' سہارا دے کر اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے عثمان نے پوچھا تھا۔
''پاپا چھوڑ کر گئے ہیں۔'' فاران کی اطلاع پر عثمان نے ایک سرد نگاہ بیلا پر ڈالی تھی، جو ایک پل کے لیے دنگ ہوئی تھی مگر اگلے ہی پل اس کا چہرہ ہر تاثر سے عاری سپاٹ ہو گیا تھا۔

❀------O------❀

انسٹی ٹیوٹ سے باہر آتے ہی وہ سامنے ہارون کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔
''میں وقت سے پہلے پہنچ گیا تھا، اس لیے ریسٹورینٹ میں انتظار کرنے کے بجائے واک کرتا ہوا یہاں تک آ گیا۔'' اس کی آنکھوں میں حیرانی دیکھ کر وہ وضاحت کر گیا تھا جب کے منیزہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے ہم قدم ہو گئی تھی۔
''میرا یہاں تک آنا تمہاری محتاط طبیعت پر گراں تو نہیں گزرا؟'' اس کی خاموشی پر وہ بولا تھا۔
''بالکل نہیں، اب مجھے شرمندہ نہ کریں۔'' وہ جھینپ کر بولی تھی۔
''کل پہلی بار تمہاری کال ریسیو کرتے ہوئے بہت حیران ہوا تھا۔''
''ایک بار آپ نے مجھے لنچ پر بلایا تھا اور آج میں نے آپ کو انوائیٹ کر لیا، کیا اس میں بھی کوئی حیران ہونے والی بات نظر آئی ہے آپ کو؟' منیزہ نے مسکراتے لہجے میں پوچھا تھا۔
''میں جھوٹ نہیں بولوں گا کہ میں واقعی حیران ہوں، دراصل تم سے پہلے کبھی کسی لڑکی نے مجھے لنچ پر انوائیٹ جو نہیں کیا۔'' اس کے سنجیدہ سے لہجے پر وہ مسکرائی تھی پھر خاموشی کے درمیان ہی وہ دونوں ریسٹورینٹ میں اپنی مخصوص ٹیبل تک پہنچے تھے۔
''خرمن سے مجھے آپ کی طبیعت کی ناسازی کا معلوم ہوا تھا، اب آپ کیسے ہیں؟''
''تمہیں کیسا نظر آ رہا ہوں؟'' مسکراتی نظروں سے ہارون نے اس کے جاذبِ نظر نقوش کو دیکھا تھا۔
'اگر آپ مجھ سے اپنے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو سوچ لیں، میں بہت اچھی چہرہ شناس تو نہیں مگر مجھے آنکھیں پڑھنی آتی ہیں۔'' اس کے خبردار کرنے والے انداز پر وہ کچھ حیران ہوا تھا۔
''ابھی تمہیں میری آنکھوں میں کیا ایسا نظر آ رہا ہے، جسے تم پڑھ سکتی ہو؟'' ہارون کے سوال پر اس نے گہری سانس لے کر اس کی سیاہ کشادہ آنکھوں کو بغور دیکھا تھا جن میں ہلکے سرخ ڈورے کھنچے ہوئے تھے، اس کی آنکھوں میں کوئی چمک نہیں تھی، اگر ہوتی تو اس کی آنکھیں مزید پرکشش لگ سکتی تھیں۔
''آپ کی آنکھیں آپ کے چہرے کی مسکراہٹ سے میچ نہیں کرتیں اور یہ میں پہلی بار نہیں دیکھ رہی۔'' بولتے ہوئے منیزہ

نے بغور اس کے بہت سنجیدہ ہوتے تاثرات کو دیکھا تھا۔
''آپ کی آنکھوں میں جو اداسی میں نے دیکھی ہے وہ کبھی میں نے کسی کی آنکھوں میں نہیں دیکھی، کچھ دنوں سے میں ریڈیو پر آپ کے شوز سن رہی ہوں، اپنے شوز میں جو ٹاپک آپ رکھتے ہیں، جن ٹاپکس پر آپ لسنرز سے بات کرتے ہیں اپنی رائے دیتے ہیں وہ سارے ٹاپکس بہت سنجیدہ نوعیت کے اور حساس ہوتے ہیں، آپ کی باتوں میں امید تو ہوتی ہے مگر زندہ دلی ڈھونڈے سے نہیں ملی مجھے۔'' ساکت نظروں سے وہ اسے دیکھ رہا تھا جو اسے اس کے بارے میں بتا رہی تھی۔
''ہماری زندگی میں بہت سے حالات واقعات رونما ہوتے ہیں، بے شمار باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہم صرف اپنے تک محدود رکھنا چاہتے ہیں ان کو دل میں چھپا کر رکھتے ہیں، مگر ہم خود کو ہر انسان سے نہیں چھپا سکتے۔
کبھی کبھی یہ ہماری خواہش بھی ہوتی ہے کہ کوئی تو ایسا ہو جس کے سامنے دل کھول کر رکھ دیا جائے۔ جس پر اتنا اعتماد ہو کہ اس سے کچھ چھپانے کی ضرورت ہی نہ ہو۔ آپ میری بات سے متفق ہیں یا نہیں؟'' منزہ کے اچانک سوال پر ہارون نے اسے دیکھا تھا۔
''تم لنچ میں کیا لوگی؟'' سوال نظر انداز کیے وہ پوچھ رہا تھا۔
''جو آپ کی پسند ہو۔'' اتنا بول کر وہ خاموش ہو گئی تھی۔ خاموشی سے کھانے کے دوران ہارون نے اسے دیکھا تھا جو کھانے پر توجہ کم دیتی بے دلی سے اردگرد کا جائزہ لے رہی تھی۔
''خرمن کے گھر میں تم سے سامنا ہونے سے پہلے میں تہیہ کر چکا تھا کہ تم سے جو سرسری تعلق ہے مجھے وہ بھی ختم کر دینا ہے۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بولا تھا۔
''مگر کیوں؟'' وہ دنگ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔
''کیوں کہ مجھے یاد آ گیا تھا کہ میں کتنا برا انسان ہوں۔ کتنی ملامت کے قابل، گناہوں کی دلدل میں اترا ہوا ہوں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں جو اپنی ہی نظروں میں ایک عرصہ پہلے سے گرا ہوا ہوں، تمہاری نظروں سے بھی گروں۔ ایسا کوئی موقع آئے۔ شاید میں اتنا مضبوط نہیں رہا ہوں کہ کسی کی نفرت کو سہہ سکوں۔ کسی کی زندگی کو جہنم بنا کر، کسی کو زندہ درگور کرنے جیسے گناہ کرنے کے بعد کوئی کس طرح اپنے لیے عزت سمیٹ سکتا ہے۔'' رک رک کر بولتے ہوئے ہارون کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔
''ہارون! اللہ نے آپ کو بہت عزت دی ہے۔ آپ کی آواز سننے والے آپ سے ملنے کے لیے ترستے ہیں۔ آپ جس مقام پر ہیں۔''
''یہ سب اس وقت میرے لیے عذاب بن جاتا ہے جب میں پیچھے پلٹ کر دیکھتا ہوں۔'' اس کی بات کاٹتا وہ مضطرب ہوا تھا۔
''میرا خیال ہے ہمیں اس بارے میں مزید کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں۔''
''ٹھیک ہے مگر کیا آپ مجھے یہ بتائیں گے کہ مجھ سے تعلق ختم کرنے کے ارادے پر آپ نے عمل کیوں نہیں کیا؟'' اس کے سوال پر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش رہا تھا۔
''ضروری نہیں کہ آپ میرے سوال کا جواب دیں۔ کبھی کبھی جواب مانگنے کی ضرورت بھی نہیں رہ جاتی۔ خاموشی کافی ہوتی ہے۔'' نظر جھکائے وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔ ہارون کے لیے مشکل ہو رہا تھا اس کے چہرے سے نگاہ ہٹانا۔
''میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہو گی اگر میں کبھی آپ کے دل میں جھانک سکوں۔'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ بولی تھی۔
''اس کے بعد مجھے یقین ہے کہ میری نظروں میں آپ کا جو مقام ہے وہ مزید بلند ہو جائے گا۔''
''تم نے جو کہا، مجھے اس پر اعتبار ہے۔ تم سے پہلے کبھی کسی نے میرے اردگرد موجود خول کے قریب آنے کی کوشش نہیں کی۔ مجھے کچھ وقت دو۔ میں بھی اپنے خول سے باہر نکلنے کی کوشش کروں گا مگر صرف تمہارے لیے۔'' اس کے گھمبیر سنجیدہ

لہجے پر وہ خاموش رہی تھی مگر اس کا دل ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ سامنے بیٹھا یہ سات پردوں میں چھپا شخص اس قابل تھا کہ اس کی توجہ کا مرکز بننا کسی فخر سے کسی صورت کم نہ تھا۔

❀------○------❀

ہلکے گلابی رنگ کے چوڑی دار پائجامے اور ہم رنگ شرٹ، جس کے گلے اور ہاف سلیوس پر گہرے گلابی ریشمی دھاگوں کی ایمبر ائیڈری بہت سج رہی تھی۔ زیب تن کیے وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔ ہاتھوں کی حرکت سے اس کی دونوں کلائیوں میں بھری بھری سرخ جھلمل کرتی چوڑیوں کی کھنک کمرے کی خاموشی میں جلترنگ کر رہی تھی۔ کچھ چونک کر ہیئر برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتی وہ اپنے عکس کو چند لمحوں تک جانچتی نظروں سے دیکھتی رہی تھی اور پھر کھلے بال سمیٹ کر دائیں شانے پر ڈالتی کمرے سے نکلی تھی۔ لاؤنج میں اس وقت وہ ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ جب اس کے نازک پیروں کی آہٹ نے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

''عارش! کیا تمہیں یہ محسوس نہیں ہوا کہ میں دن بدن خوب صورت ہوتی جا رہی ہوں؟'' اس کے خوش باش لہجے پر عارش نے حیرت سے اس کے جگمگاتے چہرے کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل وہ اپنی ہنسی نہیں روک سکا تھا۔ جب کہ خرمن کے چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے۔ ناگوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ ٹیبل پر پڑا میگزین اٹھاتی دوسرے صوفے پر جا بیٹھی تھی۔ دوسری جانب بمشکل سنجیدہ ہونے کے بعد اب عارش کا کچھ کہنا مزید اس کی تیوریوں کو چڑھا سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا مگر اس کی جانب دیکھتے رہنے سے خود کو روک نہیں سکا تھا جو میگزین کے ورق پلٹتی بالکل لاتعلق تھی۔ یہ سچ تھا کہ اس کے چہرے اور اس کے مزاج میں ہونے والی تبدیلیوں پر وہ پہلے ہی چونک چکا تھا۔ خرمن کے لہجے میں وہ اپنے لیے جو نرمی اور لگاؤ وہ اب محسوس کر رہا تھا۔ پہلے یہ کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ ظاہری طور پر بھی وہ نکھرتی جا رہی تھی۔ اس وقت بھی اس کے نازک وجود سے روشنیاں جیسے پھوٹی پڑ رہی تھیں۔ ایک نور سا اس کے چہرے کے گرد ہمہ وقت وہ دیکھ رہا تھا۔ شاید یہ ان مراحل کا اثر تھا جن میں وہ داخل ہو گئی تھی۔ اپنے وجود میں جاگتی ایک اور زندگی کی انوکھی خوشی اور پاکیزگی نے اسے سرتاپا اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ پیشانی پر دمکتے ماہِ نیم کی خیرہ کن دمک میں اضافہ اس وقت واضح طور پر دکھائی دیتا ایمان کو ڈانواڈول کر رہا تھا۔

''تم وہاں کیوں بیٹھی ہو؟ یہاں میرے قریب آ کر بیٹھو۔'' عارش کی آواز پر اس نے میگزین سے نظر ہٹائی تھی۔

''میلوں دور نہیں بیٹھی۔ جو کہنا ہے وہیں سے کہہ دو۔'' اس کی پرشوخ نگاہوں پر وہ نخوت سے بولی تھی۔

''ٹھیک ہے پھر سنو! آج امی نے دوبار مجھے کال کی تھی۔'' اس کے جتانے والے انداز پر خرمن کے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجی تھیں۔ پریشان چہرے کے ساتھ وہ جھٹ اس کے قریب آ بیٹھی تھی۔

''عارش! تم امی کو سمجھاؤ۔ میں ابھی ریڈیو سے الگ نہیں ہو سکتی۔ میں نے وہاں اپنی ایک جگہ بنالی ہے۔ ابھی اتنی جلدی گھر میں بیٹھ کر میں کیا کروں گی۔ میں ان کی تمام ہدایتوں پر عمل کر رہی ہوں پھر کیوں وہ میرے ریڈیو تک جانے کے خلاف ہو رہی ہیں۔ صرف ہفتے میں تین دن تو شوز ہوتے ہیں میرے۔''

''خرمن! تم جانتی ہو کہ تم سے دور ہونے کے باعث وہ حد سے زیادہ فکر مند ہیں تمہارے لیے۔ وہ تمہارے آرام اور تمہاری صحت کی وجہ سے بار بار تمہیں ریڈیو نہ جانے کی تاکید کر رہی ہیں۔ اب میں ان سے یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ تمہارے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔'' عارش نے کافی سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

''میں بھی یہ کب کہہ رہی ہوں۔ میں بس ابھی ریڈیو سے آف نہیں لینا چاہتی۔ کچھ عرصے کے بعد میں خود آف لے لوں گی مگر اتنی جلدی نہیں۔ تم امی کو راضی کر سکتے ہو۔ اب اس معاملے میں بابا سے تو میں کوئی مدد نہیں لے سکتی۔'' وہ التجائی لہجے میں بولی تھی عارش بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''اگر تم نے امی کی باتوں میں آ کر مجھے فورس کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔'' وہ وارن کر رہی تھی۔

''کیا اچھا نہیں ہوگا؟'' عارش کے چونکنے پر خرمن نے بے ساختہ ہنستے ہوئے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔ تب ہی کال بیل

چنگھاڑی تھی۔

''کبھی کبھی تو تمہیں مجھ پر پیار آتا ہے۔ اس میں بھی ظالم سماج رکاوٹ ڈالنے آجاتا ہے۔'' جھلائے انداز میں بولتا وہ صوفے سے اٹھ گیا تھا جب کہ خزمن مسکراتے ہوئے دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹنے لگی تھی۔

''تم یہاں کیسے نظر آرہے ہو۔ ریڈیو نہیں گئے آج؟'' عارش کے ہمراہ آتے عثمان سے وہ پوچھ رہی تھی۔

''تمہیں بھی میری موجودگی برداشت نہیں ہو رہی تو چلا جاتا ہوں۔'' ناگواری سے بولتا وہ کچھ فاصلے پر براجمان ہوا تھا۔ لہٰذا عارش کو دوسرے صوفے تک جانا پڑا تھا۔

''بیلا کو بھی ساتھ لے آتے۔ میرا کافی پینے کا موڈ ہو رہا تھا۔'' عارش نے کہا تھا۔

''وہ میری شکل تک دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ کیا خاک میرے ساتھ آتی۔'' وہ ناگواری سے ہی بولا تھا۔

''اسے گلا گھونٹ کر دفن کرنے کی دھمکیاں دو گے تو ساری زندگی مشکل نہیں دیکھے گی۔'' خزمن نے گھر کا تھا۔

''تمہیں سب پتہ چل جاتا ہے۔ میری ہر بات تم اس سے اگلوا لیتی ہو۔'' وہ جس طرح جل کر بولا تھا۔ خزمن بے ساختہ ہنسی تھی۔

''تمہارا دماغ خراب ہوا تھا جو اس قسم کی فضول دھمکیاں تم نے بیلا کو دی ہیں۔ مجھے تو ابھی معلوم ہوا ہے۔'' عارش کے ناگوار لہجے پر وہ بس سر جھٹک کر رہ گیا تھا۔

''برہان بھائی سے بات ہوئی تمہارے ابا حضور راضی ہونے میں کتنا وقت لیں گے، پوچھنا تھا۔'' خزمن نے کہا تھا۔

''میرے بچوں کے گرینڈ فادر بن کر ہی راضی ہوں گے۔ مجھ سے ایسے پوچھ رہی ہو جیسے تمہیں تو کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔'' عثمان کے جلے کٹے انداز پر وہ پھر ہنسی تھی۔

''بیلا سے جھگڑا ہوا ہے تو اس کا غصہ میری بیوی پر مت نکالو۔ ابھی وہ کچھ کہہ دے گی تو تمہیں برا لگ جائے گا۔'' عارش نے خشمگین نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''استانی! ایک بات کی تمہیں داد دینی پڑے گی۔'' عارش سے کچھ کہنے کے بجائے وہ خزمن سے مخاطب ہوا تھا۔

''عارش کی پرورش کے ساتھ تم نے اس کا برین واش کرنے کی ذمہ داری بھی خوب نبھائی ہے۔'' اس کے توصیفی لہجے پر خزمن کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی، جب کہ وہ عارش کے پھینکے گئے کشن سے چہرہ بچاتا بے ساختہ ہنسنا شروع ہو چکا تھا۔ خزمن ضرور اسے آڑے ہاتھوں لیتی اگر کال بیل نہ گونجتی۔ دروازہ کھولتے ہوئے عارش نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جو تھرماس پکڑے اندر آگئی تھی۔

''تمہارا مانی سے جھگڑا نہیں ہوا؟ اس کی باتوں سے تو یہی لگ رہا تھا۔'' وہ مسکراتے ہوئے لاؤنج کی طرف آئی تھی۔

''اس تھرماس میں یقیناً کافی ہے۔ یہ مجھے دو اور فٹافٹ مگ لے آؤ۔'' عارش نے تھرماس بیلا سے لیا تھا۔

''مان! تم ٹیبلٹس کھائے بغیر یہاں چلے آئے؟'' بیلا نے رک کر اسے دیکھا تھا۔

''ایک ہی بار کھلا دے اسے فنائل کی گولیاں۔'' خزمن پہلے ہی جلی بیٹھی تھی۔

''عارش کو کھلا دو درجن بھر، میں لے آتا ہوں۔'' عثمان بولا تھا۔

''گھوم پھر کر تم لوگ میری طرف ہی کیوں آجاتے ہو؟'' عارش کے دنگ لہجے پر بیلا کھلکھلائی تھی۔

''میں پانی لے کر آتی ہوں تم اب کھا ہی لو ٹیبلٹس۔'' بیلا ہنسی کے درمیان بولی تھی۔

''بات سنو!'' عثمان کی پکار پر وہ رکی تھی۔

''دنیا میری اور تمہاری محبت دیکھ کر جل جل کر کوئلہ ہوتی رہے مگر میں تم پر مرنا نہیں چھوڑوں گا۔'' عثمان مخاطب تو بیلا سے تھا مگر خزمن کے تیوریاں چڑھ گئی تھیں۔

''توبہ ہے۔'' بیلا بری طرح جھینپ کر جس طرح بولتی گئی تھی۔ عارش بے ساختہ ہنسا تھا۔

''چار لوگوں کے سامنے ذرا شرم و حیا یاد رکھ لینی چاہیے۔'' خرمن نے جتایا تھا۔
''شرم و حیا کے سبق مجھے نہیں عارش کو پڑھاؤ۔'' عثمان فوراً بولا تھا۔
''اسے ضرورت نہیں ہے۔ شرم و حیا عارش پر ختم ہے۔'' وہ نخوت سے بولی تھی۔
''شرم و حیا عارش پر ختم نہیں ہے۔ اس تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتی ہے۔ ابھی تمہیں سناؤں اس کے پرانے قصے۔'' عثمان کلس کر بولا تھا۔ جب کہ عارش تو حق دق رہ گیا تھا۔
''عارش! یہ کیا کہہ رہا ہے؟'' خرمن کے تیور بگڑے تھے۔
''تم ہر بار اس کی بکواس پر یقین مت کر لیا کرو۔ اس کی ہر واہیات بات شروع ہو کر مجھ پر ختم ہوتی ہے۔'' عارش کے خفت سے بگڑنے پر خرمن نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے عثمان کو ایک ہتھڑ رسید کیا تھا۔ جو کشن چہرے سے لگائے اپنی ہنسی روک رہا تھا۔

❀------O------❀

بہت خوب صورت منظر کے درمیان وہ خود کو دیکھ رہی تھیں۔ کھلے آسمان تلے حدِ نگاہ تک سبز مخملی گھاس بچھی ہوئی تھی۔ بے تحاشہ خوش رنگ پھولوں کے کنج کے کنج پھیلے ہوئے تھے۔ یہ جگہ جنت جیسی تھی مگر وہ وہاں تنہا نہیں تھیں۔ دور سے سفید لباس میں ملبوس انسان انہیں اپنی طرف آتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ایک مرد اور عورت تھے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ جیسے جیسے وہ دونوں ان کے نزدیک آ رہے تھے۔ ان کا دل خوشی سے لبریز ہوتا جا رہا تھا۔ ان دونوں کے واضح ہوتے چہروں نے ان کے دل کو عجیب سا سکون اور طمانیت بخشی تھی۔
گہری نیند سے اچانک ہی وہ بیدار ہوئی تھیں۔ فجر کی اذانوں کی آوازیں سنتے ہوئے ان کے دل کی طمانیت مزید بڑھ گئی تھی۔ وہ بہت ہلکا پھلکا خود کو محسوس کر رہی تھیں۔ جانے کتنے عرصے بعد انہوں نے بہت پرسکون دل و دماغ کے ساتھ نماز کی ادائیگی کی تھی۔
شبنم میں بھیگی گھاس پر چہل قدمی کرتے ہوئے وہ پرندوں کی چہچہاہٹوں کو بغور سن رہی تھیں جب کال بیل گونجی تھی۔
گیٹ کھولتے ہی انہوں نے خوش گوار حیرت کے ساتھ عارش کے سلام کا جواب دیا تھا۔
''تم یقین کرو گے اس وقت میں تمہارے اور خرمن کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔'' ان کے پرمسرت لہجے پر عارش حیرت سے انہیں دیکھتا مسکرایا تھا۔
''پھر تو میں بہت اچھے موقع پر آیا ہوں۔ ورنہ میں تو یہی سوچ رہا تھا کہ کہیں اتنی صبح میں آپ سب کو ڈسٹرب تو نہیں کر رہا۔''
''بالکل نہیں، میں تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہوں۔ باقی سب بھی جاگنے والے ہیں۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میرے ساتھ کچن میں ہی آ جاؤ۔''
''اگر مجھے آپ اچھی سی چائے بنا کر دیں گی تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔'' اس کے فوراً ہی کہنے پر وہ دھیرے سے ہنسی تھیں۔
''صرف چائے نہیں ناشتہ بھی ملے گا، خرمن کو معلوم ہے کہ تم یہاں ہو؟''
''نہیں اسے بس یہ معلوم ہے کہ میں مارننگ واک کے لیے نکلا ہوں۔'' ان کے ہمراہ گھر کے اندر جاتا وہ بتا رہا تھا۔
کچن میں داخل ہوتے ہوئے ہارون نے حیرت سے ہشام قزلباش کے سامنے بیٹھے عارش کو دیکھا تھا، جب کہ صبیحہ ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں۔
''بیٹھو، بیٹھو، اتنا فارمل نہ ہوا کرو۔'' اس کی آمد پر عارش اپنی جگہ سے اٹھ رہا تھا۔ جب ہارون نے فوراً ہی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر روکا تھا۔

''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم آئے ہوئے ہو تو میری صبح اتنی دیر سے نہیں ہوتی۔''
''چھٹی کا دن ہونے کی وجہ سے آپ اپنی جگہ درست ہیں۔ بس میری صبح کچھ زیادہ جلدی ہو گئی تھی۔'' عارش نے کہا تھا۔
''خرمن خیریت سے ہے؟'' ہارون نے پوچھا تھا۔
''جی ہاں! آپ سے تو کل ملاقات ہوئی ہو گی ریڈیو اسٹیشن پر؟''
''ہاں، کل میں نے وہیں آدھا ویک اینڈ شو اسٹوڈیو کے باہر سنا تھا۔ تمہاری بیگم صاحبہ کے لیے بریانی اور کولڈ ڈرنک کا انتظام کیا ہے تو جانے کی اجازت ملی تھی ریڈیو سے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔
''مجھے یقین ہے کہ مانی نے اسے اکسایا ہو گا۔ ورنہ وہ تو میری جیب پر بھی ظلم نہیں کر سکتی۔'' عارش نے کہا تھا۔
''چلو کسی کے لیے تو ہارون کی جیب سے روپے نکلے۔ ورنہ یہ تو اپنی ذات پر بھی بہت سوچ کر رقم خرچ کرتا ہے۔'' اخبار پر نظر ڈالتے ہشام قزلباش بولے تھے۔
''پاپا! اب آپ مجھے عارش کے سامنے کنجوس ثابت نہ کریں۔ آپ جانتے ہیں کہ میں کبھی فضول خرچ نہیں رہا۔'' ہارون کچھ شرمندہ ہو کر بولا تھا۔
''تم ان کی بات مت سنو، یہ تو مجھے پتہ ہے کہ تم فضول خرچ نہیں۔'' ناشتے کے لوازمات ٹیبل پر لگاتیں صبیحہ بولی تھیں۔
''عارش! ہارون صرف خود پر رقم خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے مگر ایک پر یہ بے تحاشہ اور بے جا خرچ کرتا ہے۔ ایک کو بگاڑنے میں ہارون نے کوئی کمی نہیں رکھی۔'' صبیحہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھیں۔
''وہ ابھی چھوٹا ہے اور آپ جانتی ہیں کہ میں اس کی کوئی ضد ٹال نہیں سکتا۔'' ہارون نے کہا تھا۔
''مگر تم اس کی ایک ضد بالکل نہیں مان رہے۔'' ہشام قزلباش کے مسکراتے لہجے پر وہ ان کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔
''ایسی کون سی ضد ہے ایک کی جو آپ نہیں پوری کر رہے؟'' عارش نے حیرانی سے پوچھا تھا۔
''وہ چاہتا ہے کہ گھر میں اس کی ایک بھابی آ جائے مگر یہ راضی نہیں ہوتا۔'' صبیحہ نے مسکراتی نظروں سے ہارون کے جھینپے تاثرات کو دیکھا تھا۔
''میں خرمن سے کہوں گی کہ وہ ہارون کے لیے اچھی سی دلہن ڈھونڈے، شاید خرمن کی بات ہی مان لے۔'' صبیحہ مزید بولی تھیں۔
''وہ تو چٹکیوں میں یہ کام کر دے گی۔ میں خود اس سے کہوں گا۔ وہ ہارون کو راضی بھی کر لے گی۔'' شرارتی نظروں سے ہارون کو دیکھتا وہ صبیحہ سے بولا تھا۔
''ایسا غضب مت کرنا ورنہ ریڈیو پر وہ عثمان کے ساتھ مل کر میرا ریکارڈ لگوا دے گی۔'' ہارون نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔
''عارش! تمہاری طرح تمہاری بیوی کی پیدائش بھی پنجاب کی ہے؟'' ناشتے کے دوران ہشام قزلباش کے اچانک سوال پر وہ چونکا تھا۔
''جی ہاں! مگر وہ بہت چھوٹی تھی جب وہ اس شہر میں آئی تھی میری اسکولنگ پنجاب میں ہی مکمل ہوئی تھی اور جب امی بھی نہ رہیں تو مجھے بھی پنجاب چھوڑ کر یہاں آنا پڑا تھا۔ آپ نے پنجاب کیوں چھوڑ دیا تھا۔ صرف اپنے بزنس کے لیے یا کوئی اور خاص وجہ؟'' جواب دے کر عارش نے سوال بھی کر لیا تھا۔
''عارش! بہت کم عمری میں تمہارے ماں باپ گزر گئے تھے۔ پنجاب سے یہاں تم کس کے پاس رہے تھے؟'' صبیحہ پوچھ رہی تھیں۔
''اب تو پنجاب سے کافی ریلیٹوز یہاں آ کر سکونت اختیار کر چکے ہیں مگر اس وقت میں اپنے ماموں جان کے ساتھ یہاں آ گیا تھا اور پھر ان کے ساتھ ان کی سرپرستی میں ہی رہا۔'' عارش نے سنجیدگی سے بتایا تھا۔
''مگر ماں باپ کی کمی تو محسوس ہوتی ہو گی؟'' صبیحہ نے ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''میرے ماں باپ کی اہمیت تو اپنی جگہ ہے۔ مجھے واقعی یہاں آ کر بھی ان کی کمی بہت زیادہ محسوس ہوئی تھی۔ یہ ایک فطری سی بات ہے مگر یہاں ماموں جان اور مامی نے اتنی محبتیں دی ہیں کہ کوئی محرومی میری زندگی میں نہیں رہی ہے۔'' وہ بولا تھا۔

''مگر تمہارے ماموں، مامی کے بھی تو بچے ہوں گے۔ ان کا سلوک تو تمہارے ساتھ اچھا رہا تھا یا نہیں؟'' صبیحہ کی تشویش بھری نظروں پر عارش بمشکل مسکراہٹ چھپا سکا تھا۔

''جی ہاں! ان کی ایک بیٹی اس وقت تھی جس کا سلوک بالکل بھی میرے ساتھ اچھا نہیں تھا۔ جب میں یہاں آیا تھا'' اس کے بے انتہا سنجیدہ لہجے پر ہارون نے مسکراتی نظروں سے ہشام قزلباش کو دیکھا تھا جو بغور اس گفتگو کو سن رہے تھے۔

''تمہارے ماموں اور مامی اسے سمجھاتے نہیں تھے۔ تمہیں اس وقت ہمدردی کی ضرورت ہو گی اسے تمہارے ساتھ اچھا سلوک رکھنا چاہیے تھا۔'' صبیحہ بہت افسوس کے ساتھ بولی تھیں۔

''ماموں جان اور مامی اسے بہت سمجھاتے تھے مگر وہ کچھ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتی تھی۔ وہ بہت اکھڑ مزاج کی تھی۔ دن بدن میرے ساتھ اس کا سلوک برا ہوتا جا رہا تھا۔'' وہ کچھ تاسف سے بولتا خاموش ہو گیا تھا اور چائے کے سپ لینے لگا تھا مگر صبیحہ فکرمند نظروں سے اسے دیکھتیں مزید اس کی تکلیف دہ آپ بیتی سننا چاہتی تھیں۔

''خاموش مت رہو عارش! تم پر جو گزری ہے ماما کو بھی بتاؤ پھر آگے کیا ہوا تمہارے ساتھ؟'' مسکراہٹ چھپائے ہارون نے ہمدردی بھرے لہجے میں کہا تھا۔

''پھر یہ ہوا کہ.....'' عارش نے مسکراتی نظروں سے صبیحہ کو دیکھا تھا۔

''اپنے ماموں کی بیٹی کو خود مجھے سمجھانا پڑا اور اب وہ میری بیوی ہے۔'' مسکراتے ہوئے اس نے بات مکمل کی تھی اور صبیحہ جو کچھ اور ہی سننے کی منتظر تھیں بری طرح چونک اٹھی تھیں۔

''آپ عارش سے کون سی ظلم و ستم سے بھری غمگین داستان سننا چاہ رہی تھیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جن بچوں کے ماں باپ ان کے سر پر نہ رہیں وہ ہمیشہ ظلم کا ہی نشانہ بنیں؟'' ہشام قزلباش نے مسکراتے ہوئے ان سے پوچھا تھا۔

''اب مجھے کیا خبر تھی۔ یہ اتنی سنجیدگی سے تو بتا رہا تھا۔'' صبیحہ شرمندہ سی ہوئی تھیں۔

''معاف کیجیے گا۔ آپ جس طرح مجھ سے سوال کر رہی تھیں مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ کیوں کہ پہلی بار کسی نے مجھ سے اتنی ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔'' عارش نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''ماما! آپ کو معلوم بھی ہے کہ خرمن اس کی ماموں زاد ہے۔'' ہارون نے یاد دلایا تھا۔

''مگر مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کے صرف ایک ماموں نہیں ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں ہوا کہ یہ خرمن کے والدین کی بات کر رہا ہے۔'' وہ جھینپ کر بولی تھیں۔

''اب تو معلوم ہو گیا آپ کو کہ خرمن مجھے شادی سے بھی بہت پہلے سے برداشت کر رہی ہے۔'' عارش نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''عارش! اس وقت تو تم تنہا ہی آئے ہو اگر ممکن ہو تو رات کا کھانا تم اپنی بیوی کے ساتھ ہماری طرف ہی کھاؤ'' ہشام قزلباش بولے تھے۔

''ہاں عارش! آج تو میں نے مارننگ شو مس کر دیا ہے مگر رات میں بھی میرا شو نہیں ہو گا۔ میں بھی چاہتا ہوں تم خرمن کے ساتھ آ جاؤ'' ہارون نے بھی تائید کی تھی۔

''میں ضرور آتا اگر خرمن نے پہلے ہی اپنے گھر جانے کا پروگرام نہ بنا لیا ہوتا۔ یعنی اس گھر میں جہاں ہم ماموں جان اور مامی کے ساتھ رہتے آئے ہیں مگر آج کے علاوہ کسی دوسرے دن میں ضرور خرمن کے ساتھ آؤں گا۔''

''ٹھیک ہے پھر زیادہ انتظار نہ کروانا۔'' صبیحہ کی تاکید پر اثبات میں سر ہلاتا ایک کی طرف متوجہ ہوا تھا، جو کچن میں عارش کی موجودگی پر بھونچکا رہ گیا تھا۔

''آپ آئے ہوئے ہیں اور مجھے کسی نے جگایا بھی نہیں۔'' وہ شکایتی لہجے میں بولا تھا۔
''اس لیے کہ ہم سب عارش کے ساتھ سکون سے ناشتا کرنا چاہتے تھے۔'' ہارون نے کہا تھا۔
''آپ عارش کے سامنے مجھ پر حملے مت کیا کریں بھائی۔'' کرسی پر بیٹھتا وہ شدید ناراضی سے بولا تھا۔
''کوئی بات نہیں۔ اب تم بھڑکنا نہیں۔ ناشتہ شروع کرو۔'' عارش نے مسکراتے ہوئے اسے ٹھنڈا کیا تھا جو خفت سے ہارون کو دیکھ رہا تھا۔

❀------O------❀
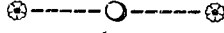
آج صبح سے ہی طبیعت کافی بوجھل ہو رہی تھی۔ بیزاری سے گھر کے کچھ کام نمٹا کر وہ لیٹ گئی تھی۔ بیلا کی طرف جانا بیکار تھا۔ کیوں کہ اس کے یہ پارلر میں مصروفیت کے اوقات تھے۔ اس کے ہاتھوں میں واقعی جادو تھا۔ اسی لیے تو دوپہر سے شام تک کلائنٹس کھنچی چلی آتی تھیں۔ وہ فاطمہ کو کال کرنے کا ارادہ کر ہی رہی تھی کہ اس سے پہلے ہی ایک کال آ گئی تھی۔ دوسری جانب سے ابھرتی آواز اس کے لیے بالکل غیر متوقع تھی۔
''کل سے میں تمہیں یاد کر رہی ہوں۔ ابھی ایبک نے کہا کہ تمہیں فون کر لوں مگر میں یہ بھی سوچ رہی تھی کہ تم مصروف نہ ہو۔'' صبیحہ اپنے مخصوص نرم لہجے میں بولی تھیں۔
''نہیں میں تو بس فارغ بیٹھی بور ہو رہی تھی۔ آپ نے بہت اچھا کیا فون کر کے۔ بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے یاد کیا۔''
''شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں۔'' میں تمہارے شو کی کالر نہیں ہوں جو تم اتنا تکلف رکھ کر بات کر رہی ہو۔'' ان کے ناراض سے لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔
''اچھا آپ بتائیں اب تک کیا کر رہی تھیں۔ میری طرح فارغ تو نہیں ہوں گی؟''
''بس وہی روز جو گھر کے کام ہوتے ہیں۔ ابھی دوپہر کے لیے کھانا تیار کر کے فارغ ہوئی تھی۔'' صبیحہ بتا رہی تھیں۔
''اور آپ کے دونوں صاحبزادے کہاں ہیں؟''
''ہارون تو اپنے پاپا کے ساتھ آفس میں ہی اس وقت ہوتا ہے۔ ایبک گھر میں ہی ہے۔ خرمن! تم میرے پاس آ جاؤ اگر ممکن ہے تو دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھانا۔ بہت دل چاہ رہا ہے تم سے ملنے کا۔ عارش تو بھول ہی گیا تمہیں دوبارہ ساتھ لے کر آنا۔''
''نہیں! اسے بالکل یاد تھا مگر اس کے ساتھ کہیں جانے کے لیے مجھے چھٹی کے دن کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ عام دنوں میں تو وہ اپنے لیے بھی وقت نہیں نکال پاتا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔
''پھر میں ایبک کو بھیج دوں؟ تم اس کے ساتھ آ جاؤ۔ انکار مت کرنا۔''
''آپ اتنی محبت سے بلا رہی ہیں کیسے انکار کر سکتی ہوں۔ عارش کو معلوم ہوا تو وہ بھی مجھ پر ناراض ہو گا۔''
''ٹھیک ہے اب تم پہلے عارش سے فون پر اجازت ضرور لے لو۔ میں ایبک کو بھیجتی ہوں، تم اس کے ساتھ بائیک پر آ جاؤ گی؟'' صبیحہ نے احتیاطاً پوچھ لیا تھا۔
''نہیں بالکل نہیں، آپ کا گھر دور تو نہیں ہے، آپ آدھے گھنٹے بعد اسے بائیک کے بغیر بھیجے گا۔ میں عارش کو بھی فون پر بتا دیتی ہوں۔'' وہ تاکید کرتے ہوئے بولی تھی۔
لائٹ پنک اسکارف چہرے کے گرد درست کر کے اس نے تنقیدی نظروں سے اپنا جائزہ لیا تھا اور پھر کال بیل پر رسٹ واچ کلائی میں پہنتی کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ دروازہ کھولتے ہی اسے ایبک کا مسکراتا چہرہ نظر آیا تھا۔
''مجھے دو منٹ اور لگیں گے، تم اندر تو آؤ۔'' اسے باہر ہی رکے دیکھ کر خرمن نے کہا تھا۔
''نہیں! میں یہیں انتظار کروں گا۔ آپ آرام سے تیار ہو کر آ جائیں۔''
''مگر تم اندر کیوں نہیں آ رہے؟''

''ماما نے کہا تھا کہ عارش گھر میں موجود نہیں ہیں اور......''

''اور اسی لیے تم گھر میں نہیں آ رہے۔'' خرمن نے خشمگین لہجے میں اس کی بات کاٹی تھی۔

''چلو اندر آؤ ورنہ مار کھاؤ گے۔ تم نے میرے کبوتر بھی تو دیکھنے تھے اب آؤ جلدی۔'' خرمن ڈپٹنے والے انداز میں بولتی اسے اپنے ساتھ ٹیرس تک لے گئی تھی۔

''اتنے سارے کبوتر ہیں آپ کے پاس؟'' ایبک نے شدید حیرت سے دیوہیکل پنجرے کو دیکھا تھا۔

''آپ کیا کھلاتی ہیں ان کو اتنے تگڑے تگڑے کبوتر۔'' ایبک کی حیرت پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''میرے پاس مختلف نسل کے طوطے ہیں۔ مور ہیں مگر کبوتر نہیں ہیں۔'' وہ حسرت سے کبوتروں کو دیکھتا بولا تھا۔

''گھر میں کبوتر رکھنے کی اجازت بھی نہیں مجھے۔''

''ایسا کرو ایک پنجرہ تیار کرلو، میں تمہیں کبوتروں کے جوڑے دوں گی تو کوئی منع نہیں کرے گا۔''

''واقعی آپ دیں گی مجھے کبوتر؟'' وہ خوش ہوتا پوچھ رہا تھا۔ اثبات میں سر ہلاتی وہ مسکرائی تھی۔

❀------O------❀

اسے گلے سے لگاتے ہوئے خوشی صبیحہ کے چہرے سے پھوٹ رہی تھی جب کہ ان کی پہلے سے زیادہ محبت اور گرمجوشی نے اسے شرمندہ کر دیا تھا۔

''میری خواہش کے احترام میں تم میری ایک آواز پر میرے پاس آ گئیں۔ تمہارے ماں باپ نے بہت اچھے طور طریقوں سے تمہاری پرورش کی ہے۔'' اس کا ہاتھ تھامے ڈائننگ ٹیبل تک پہنچتے پہنچتے وہ اسے دیکھتی ہی رہی تھیں۔ سرخ کاٹن کے ٹراؤزر اور ایمبرائیڈری سے سجی فراک نما شرٹ میں ملبوس نفاست سے اسکارف میں چہرہ قید کیے وہ بالکل کانچ کی گڑیا دکھائی دے رہی تھی۔ نیچرل لپ اسٹک کے ہلکے سے شیڈ نے اس کے چہرے کو مزید نکھار دیا تھا۔

''آپ نے کھانے پر اتنا اہتمام کیوں کرلیا۔ کیا میں مہمان ہوں؟''

''نہیں مگر میں ہر بار تمہارے لیے اس سے زیادہ اہتمام کروں گی۔ ابھی تو وقت کم تھا اس لیے زیادہ کچھ نہیں کر سکی۔''

''یہ بھی بہت زیادہ ہے میرے لیے۔'' خرمن مسکرائی تھی۔

''خرمن! آپ حیران مت ہوں۔ میری ماما کھانا بنانے میں ایکسپرٹ ہیں۔ ان کا زیادہ وقت کچن میں ہی گزرتا ہے۔ یہ ہر قسم کے کھانے بنانے میں ماہر ہیں۔'' ایبک نے کہا تھا۔

''پھر تو میں بہت شرمندہ ہونے والی ہوں۔ کیوں کہ میں کھانا بنانے میں ماہر نہیں ہوں۔'' خرمن نے کہا تھا۔

''کوئی بات نہیں۔ تم اور عارش جب دل چاہے مجھ سے فرمائش کرنا، میں تم دونوں کی پسند کے کھانے بناؤں گی مگر کھانے کے لیے یہاں آنا پڑے گا۔''

''یہ آپ کی شرط ہے؟'' خرمن نے مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''نہیں یہ میری محبت ہے۔'' وہ پر شفقت لہجے میں بولی تھیں۔

''ماما! آپ جانتی ہیں۔ عارش اور خرمن کی لو میرج ہوئی ہے۔'' ایبک کی اطلاع پر وہ مسکرائی تھیں۔

''کس نے اڑائی یہ افواہ؟ میری طرف سے ایسا کچھ نہیں تھا۔ میں نے بس اپنے امی اور بابا کی فرمانبرداری میں عارش کو قبول کیا ہے۔'' خرمن نے فوراً کہا تھا۔

''مجھے تمہاری بات پر یقین ہے۔ لڑکیوں کو تمہاری طرح ہی اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کرنی چاہیے۔'' صبیحہ کے تعریفی لہجے پر وہ جھینپ گئی تھی۔

''مگر مجھے آپ کی بات پر یقین نہیں، عارش اتنے اچھے ہیں کہ کوئی بھی لڑکی ان کی محبت میں پاگل ہو سکتی ہے۔ آپ کے نزدیک ان کی کوئی ویلیو نہیں تھی؟'' ایبک نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''ہاں بالکل! کیوں کہ گھر کی مرغی دال برابر ہوتی ہے۔'' وہ بولی تھی۔
''میں عارش کو یہ بات ضرور بتاؤں گا۔'' ایبک ہنسا تھا۔
''خبردار! ایسا مت کرنا تم ان دونوں کے درمیان لڑائی نہ کروا دینا۔'' صبیحہ نے ایبک کو گھر کا تھا۔
''جو بھی ہے۔ تمہاری اور عارش کی جوڑی ہر طرح سے مناسب اور خوب صورت ہے۔'' صبیحہ نے مسکراتے ہوئے خرمن کو دیکھا تھا۔
کھانے کے بعد ایبک کے کچھ دوست آ گئے تو وہ ان کے پاس چلا گیا جب کہ صبیحہ اسے اپنے ساتھ اپنے بیڈ روم میں لے آئی تھیں۔ وضو کے بعد وہ اسکارف پر ہی دوپٹہ لپیٹتی جب واش روم سے باہر نکلی صبیحہ نماز کی ادائیگی شروع کر چکی تھیں۔ انہوں نے اس کے لیے دوسری جاء نماز اپنے قریب ہی بچھا دی تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ بیڈ کے کنارے بیٹھی ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرتی رہی تھی، جن کی نماز کے ساتھ دعا بھی طویل ہوتی جا رہی تھی۔
''عارش کہتا ہے کہ میری دعا نماز سے زیادہ طویل ہوتی ہے مگر آپ نے تو مجھے بھی مات دے دی ہے۔'' خرمن نے مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا جو قریب آ بیٹھی تھیں۔
''زندگی میں بہت کچھ مل جانے کے باوجود کہیں نہ کہیں ایک ایسی کمی اکثر رہ جاتی ہے۔ جس کے لیے ہر لمحہ بھی دعاؤں کے لیے ہاتھ اٹھائے جائیں تو وہ بھی کم لگتا ہے۔'' ان کے بجھے لہجے پر خرمن نے بغور ان کو جانچتی نظروں سے دیکھا تھا۔
''آپ کو اللہ نے اتنا خوب صورت گھر دیا ہے۔ آپ کے شوہر بھی بہت اچھے ہیں اور اولاد بھی اللہ نے چن کر آپ کو دی ہے میری طرح دیکھنے والوں کو رشک کرنے کے لیے یہ سب کافی ہے۔ پھر آپ کس کمی کے لیے......'' کچھ جھنجھلا کر وہ بات مکمل نہیں کر سکی تھی۔
''تم نے ٹھیک کہا۔ میرے پاس وہ سب کچھ ہے وہ سب جو ہر دیکھنے والے کو نظر آتا ہے۔ اسی لیے تو اتنا سب دیکھنے کے بعد کسی کو وہ سب نظر نہیں آتا جو میرے پاس نہیں ہے۔'' ان کے لرزتے لہجے پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ خود اس کے دل کی بات زبان تک لے آئی ہیں۔
''خرمن! تم عارش سے کہو کہ وہ آفس سے واپس یہیں آئے، شام کی چائے پر سب ساتھ ہوں گے تو اچھا رہے گا۔'' وہ یکدم موضوع بدل کر بولی تھیں۔
''ٹھیک ہے یہ بات آپ خود اس سے کہہ دیں اسے اچھا لگے گا۔'' خرمن نے مسکراتے ہوئے بیگ سے سیل فون نکال کر انہیں تھما دیا تھا۔ خاموشی سے وہ انہیں بات کرتا دیکھتی رہی تھی۔
''وہ فوراً راضی ہو گیا ہے۔ اسے تو بس یہ فکر تھی کہ میں کیا خاص چیز بنا رہی ہوں۔'' فون واپس اسے دیتے ہوئے وہ بتا رہی تھیں۔
''آپ اس کی باتوں میں نہ آئیں۔ وہ کھانے پینے کا بہت زیادہ شوقین نہیں ہے۔'' وہ بولی تھی۔
''خرمن! اتنے تکلف کے ساتھ کیوں بیٹھی ہو۔ پیر اوپر رکھ کر آرام سے بیٹھو۔'' ان کے ناراض ہونے پر اس نے فوراً پیر اوپر چڑھائے تھے مگر صبیحہ کچھ چونک گئی تھی۔
''خرمن! تمہارے پیروں پر اتنی سوجن کیوں ہے؟'' ان کی تشویش پر وہ بھی چونکی تھی۔
''یہ تو بس ایسے ہی......'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ گڑبڑا سی گئی تھی۔ جب کہ بغور اسے دیکھتے ہوئے صبیحہ مسکرا اٹھی تھیں۔
''اب تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔'' اس کے پاس سے اٹھ کر وہ ڈریسنگ ٹیبل تک گئی تھیں۔ واپس جب آئیں تو ان کے ہاتھ میں آئل کی ایک بوتل تھی۔
''میں اس سے تمہارے پیروں کا مساج کروں گی۔ تمہیں خود فرق محسوس ہوگا۔''

''نہیں، آپ یہ مت کریں۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگے گا۔'' بری طرح شرمندہ ہو کر اس نے پیر پیچھے کر لیے تھے۔
''مجھے بھی اچھا نہیں لگے گا اگر تم مجھے روکو گی۔''
صبیحہ ناراضی سے بولی تھیں۔
''میں خود کر لیتی ہوں۔ آپ میرے پیروں کو ہاتھ نہ لگائیں۔'' خرمن کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ انہیں کیسے روکے۔
''آرام سے بیٹھ جاؤ اور مجھے میرا کام کرنے دو۔'' ان کے پیار سے ڈپٹنے پر ناچار اسے خاموش ہونا پڑا تھا۔ نرمی سے اس کے سوجے پیروں پر مساج کرتے ہوئے وہ اس سے باتیں بھی کرتی جا رہی تھیں جو ان کے مہربان ہاتھوں کو اپنے پیروں پر دیکھتی آنکھوں کی نمی نہیں چھپا سکی تھی۔
''خرمن! تم رو رہی ہو؟'' اس کی بھیگتی آنکھوں نے صبیحہ کو تڑپا دیا تھا جب کہ وہ آنکھوں کے گوشے خشک کرتی نفی میں سر ہلا گئی تھی۔
''ماں کی یاد آ رہی ہے؟'' ان کے سوال پر وہ اثبات میں صرف سر ہلا کر رہ گئی تھی۔
''میں تمہاری کیفیت سمجھ سکتی ہوں۔ ایسے وقت میں تمہیں ان کی زیادہ ضرورت محسوس ہو رہی ہو گی مگر میں تو ہوں تمہارے پاس فکر مت کرو۔'' ان کے پرشفقت لہجے پر خرمن نے خود کو سنبھالا تھا۔
''وہ میری وجہ سے ہی واپس آنا چاہتی تھیں، مگر وہ ایک عرصے بعد وہاں بابا کے ساتھ گئی ہیں۔ عارش کی طرح میں بھی نہیں چاہتی کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر واپس آ جائیں۔ انہیں واپس میرے پاس تو آنا ہی ہے۔ اسی لیے میں ان کو مطمئن کرتی رہتی ہوں کہ میں ٹھیک ہوں کیوں کہ اگر وہ ابھی واپس آ گئیں تو دوبارہ پتا نہیں کب وہاں ان کا جانا ہو۔'' وہ بجھے لہجے میں بتا رہی تھی۔
''تو پھر افسردہ مت ہو، وہ جلد تمہارے پاس آ جائیں گی تب تک میں موجود ہوں تمہارے پاس۔'' صبیحہ کے نرم لہجے پر وہ مسکرائی تھی۔ کچھ دیر تک وہ دونوں باتیں کرتی رہی تھیں، اس کے بعد صبیحہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔
''تم آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں ذرا ایبک کو دیکھ آؤں۔'' اس کے گریز کے باوجود وہ اسے لیٹ جانے کی تاکید کر کے مطمئن ہوتیں کمرے سے نکل گئی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ واپس کمرے میں آئیں تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔ تکیے پر سر رکھے بہت پرسکون انداز میں خرمن سوتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ بغیر کسی آہٹ کے وہ بیڈ کے دوسرے کنارے پر بیٹھتیں اس کے خوابیدہ چہرے کو دیکھتی رہی تھیں۔

❋------O------❋

گہری نیند سے بیدار ہوتے ہوئے وہ ایک پل کے لیے اس اجنبی کمرے میں اپنی موجودگی پر حیران ہوئی تھی، مگر اگلے ہی لمحے سب یاد آنے پر بری طرح شرمندہ ہوتی اٹھ بیٹھی تھی، وال کلاک پر نظر جاتے ہی اسے خود پر تعجب ہوا تھا کہ وہ اتنی طویل اور پرسکون نیند کیسے سو گئی پتہ نہیں صبیحہ اور ایبک اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔ خود کو گھرکتی وہ واش روم کی سمت بڑھ گئی تھی۔ چہرہ خشک کرنے کے بعد اس نے اپنا اسکارف سر پر درست کیا تھا اور مطمئن ہوتی ڈریسنگ کے سامنے سے ہٹ گئی تھی مگر کمرے سے باہر جانے کے بجائے اس کے قدم خود بخود اسٹڈی کے نیم وا دروازے کی سمت بڑھ گئے تھے۔

یہ اسٹڈی روم تو اچھی خاصی لائبریری تھا، اردگرد کا جائزہ لیتی وہ اس خوبصورت سے نئے ماڈل کے کمپیوٹر کی سمت بڑھ گئی تھی۔ کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے وہ واپسی کے لیے پلٹ رہی تھی جب اس کی نگاہ دیوار پر سجی ایک تصویر پر جا ٹھہری تھی جس میں ہشام قزلباش کافی ینگ دکھائی دے رہے تھے جب کہ ان کے ساتھ ہی ایک خوبصورت سے نین نقش والی عورت کا مسکراتا چہرہ بھی موجود تھا جو کہ خرمن کے لیے اجنبی تھا۔ کچھ دیر چونک کر وہ اسٹڈی میں آتیں صبیحہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
''نیند پوری ہو گئی تمہاری؟''

''آپ نے مجھے جگایا کیوں نہیں کتنی بری بات ہے کہ آپ سے لاتعلق ہو کر میں سوگئی۔ مجھے بہت شرمندگی محسوس ہو رہی ہے۔''
''اس میں شرمندہ ہونے والی کیا بات ہے، یہ تمہارا اپنا ہی گھر ہے۔'' وہ بولی تھیں۔
''اس تصویر میں یہ خاتون کون ہیں؟'' خزمن نے ان کی توجہ تصویر کی جانب مبذول کروائی تھی۔
''یہ ہارون کی ماں ہیں۔'' ان کی اطلاع نے اسے دنگ کیا تھا۔
''واقعی؟'' شدید حیرت کے ساتھ اس نے دوبارہ تصویر کو دیکھا تھا۔
''ہارون بہت چھوٹا تھا، جب ان کا انتقال ہو گیا تھا۔'' وہ بتا رہی تھیں۔
''اس کا مطلب ہے انکل نے دوسری شادی آپ سے کی تھی۔'' خزمن اب تک بے یقین تھی۔
''ہاں، میں ان کی دوسری بیوی ہوں۔'' وہ سنجیدہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھیں۔
''اور.....آپ کی یہ پہلی شادی تھی؟''
''ہاں، میری پہلی شادی تھی، تمہارے انکل میرے بھائی کے دوست تھے۔ میں بہت پہلے سے ہی ان کو جانتی تھی، ان کی پہلی شادی سے بھی پہلے۔''
''مگر آپ کو یہ بہت بعد میں پتہ چلا ہوگا کہ وہ آپ کی قسمت میں لکھے گئے ہیں۔'' خزمن نے مسکراتی نظروں سے ان کو دیکھا تھا۔
''ہارون کی مدر بہت پیاری ہیں مگر آپ کی بات الگ ہے۔ آپ بہت خوبصورت ہیں اور میرے لیے تو آپ ہی ہارون کی ماما ہیں۔'' بولتے ہوئے وہ صبیحہ کے ساتھ ہی ان کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو اسٹڈی میں داخل ہوئے تھے۔ خزمن نے فوراً ان کو سلام کیا تھا۔
''کیسی ہو بیٹا! گھر میں سب خیریت ہے؟''
''جی۔'' وہ بمشکل بول سکی تھی۔
''آپ کب آئے مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا۔'' صبیحہ حیران لہجے میں ان سے مخاطب تھیں۔
اگر پہلی بار آپ گھر میں میری آمد سے بے خبر رہی ہیں تو اس کا قصوروار کون ہے؟'' ان کے مسکراتے لہجے پر خزمن نے جھینپ کر صبیحہ کو دیکھا تھا۔
''نہیں خزمن قصوروار نہیں ہے، میں ہی اس کی موجودگی میں آپ کے آنے کا وقت بھول گئی تھی۔'' صبیحہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں تب ہی ایک عجلت میں وہاں آ گیا تھا۔
''عارش آ گئے ہیں، خزمن آپ جلدی آ جائیں، تاکہ ان کو کچھ تسلی ہو جائے، انہوں نے گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔'' ایبک کے نان اسٹاپ بولنے پر وہ بے طرح شرمندہ ہوتی رک نہیں سکی تھی۔ ایبک کے ساتھ ہی باہر آ گئی تھی۔ لان میں ہی کرسیوں پر عارش اور ہارون براجمان باتوں میں مصروف تھے۔
''مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ آج بڑے بڑے لوگوں نے میرے گھر کو رونق بخشی ہے۔'' ہارون نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''بس دیکھ لیں، ریڈیو کے بعد اب آپ کے گھر میں بھی آپ کے مقابلے پر آ گئی ہوں۔'' وہ فخریہ انداز میں بولی تھی۔
''عارش کی خیر خیریت تو دریافت کرو، وہ تھکا ہارا آفس سے واپس آیا ہے مگر اس پر تم کوئی توجہ ہی نہیں دے رہی ہو۔'' ہارون کے گھرکنے والے انداز پر اس نے عارش کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل بے ساختہ ہنستے ہوئے اس نے چہرہ ہاتھوں میں چھپایا تھا۔
''یہ شرمندہ ہوئی ہے یا شرما رہی ہے؟'' ہارون نے عارش سے پوچھا تھا۔

''آپ کی طرح میں بھی کنفیوژ ہوں۔'' وہ دھیرے سے ہنسا اور اس خوب صورت سے مور کی طرف متوجہ ہوا تھا جو ان کی طرف آ گیا تھا مگر اگلے ہی پل بدک کر پیچھے ہٹا تھا جب خرمن ہلکی سی چیخ کے ساتھ کرسی سے اٹھتی دور ہو گئی تھی۔

''ایبک! واپس بند کرواسے۔'' ہشام قزلباش جو اسی طرف آ رہے تھے، خرمن کو ڈرتے دیکھ کر ایبک پر برسے تھے۔

''آ جاؤ بیٹا! بیٹھ جاؤ۔'' ہشام قزلباش کے شفیق لہجے پر وہ شرمندہ ہوتی واپس اپنی جگہ پر آ بیٹھی تھی۔

''ہماری فیورٹ پریزینٹر کتنی بہادر ہیں آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔'' ہارون نے مسکراتے ہوئے اسے مزید شرمندہ کیا تھا۔

❀------O------❀

لاؤنج میں آتے ہوئے وہ متلاشی نظروں سے اردگرد نظر ڈالتے پلٹ کر پیچھے آتیں عروسہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

''بچے کہاں ہیں؟'' ان کے سوال پر عروسہ کے چہرے کا رنگ مزید اڑ گیا تھا۔

''فاران باہر جا رہا تھا تو دونوں بھی ضد کر کے اس کے ساتھ چلے گئے۔'' ان سے نظر ملائے بغیر وہ بولی تھیں۔

''فاران ان دونوں کو ساتھ لے کر کہاں گیا ہے؟ یہ سوال کرنے کی ضرورت تو مجھے ہونی چاہیے۔'' ان کے چبھتے لہجے پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھیں جبکہ فاروق مزید کچھ کہے بغیر کمرے کی سمت چلے گئے تھے۔ چائے لے کر جب وہ لاؤنج میں واپس آئیں تو فاروق ٹی وی کے چینلز چیک کرنے میں مصروف تھے۔

''تمہارا پارلر کب تک بند پڑا رہے گا؟'' خاموشی سے وہ چائے کے سپ لے رہی تھیں جب فاروق کے سوال نے ان کو دنگ کیا تھا۔

''اپنے سارے شوق مار دیے ہیں تم نے اپنے آپ سے بھی لاپروا ہو گئی ہو، کیا میں بستر مرگ پر ہوں یا مر چکا ہوں۔'' ان کے تلخ لہجے پر عروسہ دہل اٹھی تھیں۔

''مت کریں ایسی باتیں، خدا کے لیے۔'' اس سے پہلے کہ ان کی آنکھیں چھلک جاتیں، تیزی سے اٹھ کر لاؤنج سے نکل گئی تھیں۔

کچن میں داخل ہوتے ہوئے انہوں نے عروسہ کو دیکھا تھا جو سنک کے پاس برتن دھونے میں مصروف تھیں۔

''فاران کو فون کر دو کہ اب رات تک ہی واپس آئے اور تم تیار ہو جاؤ، کھانا باہر ہی کھائیں گے، کچھ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ بول رہے تھے، عروسہ کو اپنی سماعتوں پر شبہ ہوا تھا۔

''ہاں یا ناں کا جواب تو دو؟'' ان کی خاموشی پر وہ بھڑکے تھے۔

''میں ابھی فاران کو کال کرتی ہوں۔'' ان کے بگڑنے پر وہ فوراً ہی بولی تھیں۔ عجلت میں کپڑے پریس کرتے ہوئے وہ اب بھی یقین نہیں کر پا رہی تھیں، انہیں تو یاد بھی نہیں آ رہا تھا کہ آخری بار فاروق کب ان کو ساتھ لے کر باہر گئے تھے، جذباتی اور نفسیاتی اذیتوں کے بعد اب یہ سب بہت عجیب لگ رہا تھا مگر دل کے اندر کہیں خوشی کی رمق بھی بیدار ہو رہی تھی، وہ فاروق کو مایوس نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ ان کا تو خواب تھا کہ سب کچھ پہلے کی طرح نارمل ہو جائے۔ آج یہ ایک اہم پیش رفت ہوئی تھی، لہٰذا فاروق کے لیے آج ان کو پہلے کی طرح خود پر توجہ دینی ہی تھی، بچوں کی طرف سے بھی وہ مطمئن تھیں کہ بیلا کے پاس وہ خوش اس لیے بھی اب اور زیادہ ہوں گے کہ باپ کی طرف سے ان کو رات تک وہاں رہنے کی اجازت مل گئی ہے۔

❀------O------❀

گزشتہ تین روز سے وہ انسٹی ٹیوٹ کو بھی وقت نہیں دے پا رہا تھا۔ اپنے طویل فوٹو شوٹ کی وجہ سے ایک لوکیشن سے دوسری پھر تیسری لوکیشن پر گھومتے گھومتے آج کہیں جا کر شام ڈھلے فوٹو شوٹ مکمل ہوا تھا۔ سر پر وہ پیر رکھ کر گھر کی طرف دوڑا تھا، پچھلے کچھ دنوں سے بیلا کی صحت بالکل ٹھیک نہیں تھی، اپنے فوٹو شوٹ کے دوران وہ بالکل بھی اس کے لیے وقت نہیں نکال پا رہا تھا، مگر کئی بار تاکید کے باوجود وہ خرمن کے ساتھ بھی ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کے لیے جانے کے لیے تیار نہیں

ہوئی تھی۔ اس کے سمجھانے ڈانٹنے کا بھی بیلا پر کوئی اثر نہیں ہوا تو اس نے یہ معاملہ خرمن کے حوالے کر دیا تھا کہ بیلا اس کی بھی ایک نہیں سن رہی اب عثمان ہی اسے سنبھالے، گھر واپس آتے ہوئے اس نے پہلے ہی بیلا کو فون پر تیار رہنے کی ہدایت کی تھی۔ کیونکہ وہ ڈاکٹر سے فون پر ہی اپائنٹمنٹ لیتا ہوا آ رہا تھا۔ گھر پہنچ کر اسے اندازہ ہوا تھا کہ بیلا نے کس طرح اس کی ہدایت کو ان سنا کر دیا تھا، اسے ملگجے حلیے میں دیکھ کر ہی عثمان کا دماغ کھول اٹھا تھا۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ تیار رہنا، ہمیں ڈاکٹر کے پاس جانا ہے، تمہیں کچھ سنائی دیا تھا یا نہیں؟'' عثمان کے سخت لہجے پر وہ خاموشی سے صوفے پر سست کر بیٹھ گئی تھی۔

''تم مجھے بتانا پسند کرو گی کہ کیوں اپنی جان کی دشمن بنی ہوئی ہو؟ تم پر میری کسی بات کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ دن بدن تم ست ہوتی جا رہی ہو، تم نے میری فکر کرنی چھوڑ دی ہے۔ آخر اب مجھ سے کیا غلطی سرزد ہو گئی ہے، کم از کم اتنا ہی بتا دو اس طرح خاموش رہ کر تم میرے غصے کو ہوا دے رہی ہو، پھر مجھ سے کوئی شکایت مت کرنا۔'' نظر اٹھا کر بیلا نے اسے دیکھا تھا جو شدید غصے میں اس پر برس رہا تھا اس وقت وہ بیلا کو دنیا کا احمق ترین انسان لگا تھا۔

''بیلا! میں تم سے بات کر رہا ہوں، مجھے بتاؤ تمہیں ہوا کیا ہے؟ کیا تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ میری محبت میں کہیں کمی آ گئی ہے؟'' اس کی مسلسل خاموشی پر وہ اب شدید پریشان نظروں سے اس کے زرد نقاہت زدہ چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

''میں آتی ہوں چینج کر کے پھر چلتے ہیں۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی بیزاری سے بولتی وہ کمرے کی سمت بڑھ گئی تھی، جب کہ اسے دیکھتے ہوئے عثمان کی تشویش بڑھ رہی تھی۔ دوپٹہ شانوں پر درست کرتی وہ اترے چہرے کے ساتھ اس کی طرف متوجہ تھی، جو کمرے میں داخل ہوا تھا۔

''پہلے ہی راضی ہو جاتیں تو میں تم پر کیوں غصہ کرتا۔'' شرمندہ ہوتے ہوئے عثمان نے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

''تم اتنی کمزور ہوتی جا رہی ہو، ٹھیک طرح کھاتی پیتی بھی نہیں ہو، میں گھر سے باہر تمہاری طرف سے پریشان ہی رہتا ہوں۔'' مدھم لہجے میں شکایت کرتے ہوئے وہ اس کے سر پر بوسہ لے رہا تھا۔

''مجھے ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے پر کوئی اعتراض نہیں، مگر پھر میں خرمن کا سامنا کیسے کروں گی؟'' اس کے کمزور لہجے پر وہ چونکا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''خرمن نے کہا تھا کہ عثمان پر ابھی کوئی ذمہ داری نہیں آنی چاہیے، وہ خود کو ابھی اسٹیبلش کر رہا ہے، اس کا مطلب تھا کہ ہمارے درمیان کسی تیسرے کا اضافہ نہیں ہونا چاہیے مگر......'' اس کے ہچکچاتے لہجے اور جملوں نے عثمان کو بے تحاشہ دنگ کیا تھا۔

''بیلا! کیا میں ٹھیک سمجھ رہا ہوں، تم مجھے یہی بتانا چاہ رہی ہو کہ ہماری فیملی بڑھ رہی ہے، کیا واقعی ایسا ہے؟'' خوشی سے بے قابو ہو کر عثمان نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا تھا جواباً اثبات میں سر کو حرکت دیتے ہوئے اس کی زدہ رنگت میں سرخیاں دوڑ گئی تھیں۔

''اتنی بڑی بات تم مجھ سے بھی چھپا رہی تھیں۔ کتنی ظالم ہو تم، خرمن اگر تم سے کچھ کہے تو میرا سامنا کروا دینا، اسے خود ہی زبان بند کرنی پڑے گی، وہ کون ہوتی ہے ایسی پابندیاں لگانے والی، وہ عارش کی ذمہ داریاں بڑھا رہی ہے تو پھر تم بھی کیوں پیچھے رہو، میری تو خواہش ہے کہ تم ایک ساتھ تین، چار میری ذمہ داریاں بڑھا دو۔''

''ہمیں اب چلنا چاہیے یا نہیں؟'' بیلا نے کچھ جھلائے انداز میں اسے یاد دلایا تھا۔

❀------O------❀

دور سمندر کی اٹھتی گرتی لہریں بھی شاید دم بخود تھیں۔ تیز ہواؤں میں جیسے اداسیاں اور مایوسیاں گھل گئی تھیں، سورج کی دم

توڑتی کرنیں بھی اس کے درد کو سمیٹنے سے قاصر تھیں، جس کے چہرے پر ایسی ندامت اور اذیت پھیلی تھی کہ جسے کم کرنے کے لیے منیزہ کو لفظ نہیں مل رہے تھے مگر شاید کوئی لفظ اس کی ندامت اس کے پچھتاوے کو کم نہیں کر سکتا تھا، جس کی آنکھیں شدتِ ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔

''عقل و شعور کے در کھلنے تک ہر بچہ ہر غم سے آزاد ہوتا ہے، اسے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ زندگی کتنی خوبصورت ہے یا دنیا کتنی بدصورت ہے، مگر میرے ساتھ ایسا نہیں تھا، وقت سے پہلے ہی مجھے ادراک ہو گیا تھا کہ گناہ کیا ہوتا ہے، جرم کیا ہوتا ہے اور ان دونوں چیزوں کا ناقابلِ برداشت بوجھ اٹھا کر زندگی گزارنا کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے۔'' سمندر کی شانت لہروں پر نظر جمائے وہ بول رہا تھا۔

''جو انسان میرے لیے اس دنیا سے بھی بڑھ کر اہم ہیں۔ ان کی زندگی کو موت کی اذیت سے میں نے دوچار کیا، آج تک ان کی زندگی میں تاریکی ہی تاریکی ہے، میں نے ان سے ان کا چین سکون یہاں تک کہ ان سے زندہ رہنے کی خواہش تک چھین لی ہے۔ میری وجہ سے جو نقصان میرے اپنوں نے اٹھایا ہے، اس کا ازالہ میں کبھی نہیں کر سکوں گا۔ ان کا صبر ان کی خاموشی میری روح کو زخموں سے آلودہ کر چکی ہے۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے ان محبت کرنے والے انسانوں کو جہنم کے عذاب میں دھکیل دیا ہے۔

میرا بچپن، میری زندگی کا خوبصورت دور اس آگ کی نذر ہو گیا جس میں آج تک میں جھلس رہا ہوں اور جانے کب تک......'' ساکت نظروں سے وہ اسے دیکھتی رہی تھی جو خاموش ہو کر پہلی بار براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی جرأت کر سکا تھا۔

''تم مجھ سے میرا اعتبار نہ بھی مانگتیں تو بھی میں تم سے اپنا بھیانک چہرہ نہیں چھپا سکتا تھا۔ یہ تمہارے ساتھ زیادتی ہے کہ میرے جیسا انسان تم سے کوئی تعلق رکھے، مگر کوشش کے باوجود میں اس تعلق کو توڑ نہیں پا رہا، لیکن تم یہ غلطی مت کرو، سب کچھ جاننے کے بعد تمہیں بھی اندازہ ہو چکا ہوگا کہ مجھ سے زیادہ برا اور گناہ گار انسان اس دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ میں خوشیاں چھین تو سکتا ہوں مگر دینے کی اہلیت نہیں رکھتا، ایک ادھورے شخص سے تمہیں زندگی کی کوئی خوشی نہیں مل سکتی، میں تو اپنا آپ صدیوں پہلے کھو چکا ہوں۔ تمہیں کیسے مکمل مل سکتا ہوں؟'' اس کی نم آنکھوں میں دیکھتا وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا تھا۔

''میں بس اتنا جانتی ہوں کہ آپ نے آج مجھے سب کچھ دے دیا ہے، اپنا اعتبار، اپنے زخم، اپنے دکھ، اپنے پچھتاوے، آج مجھے ایک ایسا مکمل انسان مل گیا ہے، جسے اب میں کبھی کھونے کی ہمت نہیں رکھتی۔'' اس کے لرزتے لہجے اور نم آنکھوں میں جانے کیا کچھ تھا کہ ہارون چاہتے ہوئے بھی اس سے نظر نہیں چرا سکا تھا وہ چپکے سے اس کا ہاتھ تھام چکی تھی اور وہ اسے روک بھی نہیں سکا تھا۔

❁------○------❁
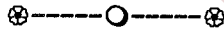
''آپ نے بلایا تھا؟'' اسٹڈی روم میں داخل ہوتا وہ ہشام قزلباش کو اپنی طرف متوجہ کر گیا تھا۔

''ہاں، بیٹھو۔'' کتاب بند کرتے ہوئے وہ بولے تھے۔

''کچھ معلوم ہوا، یہ کون شخص ہے جو ہمارے بارے میں معلومات کر رہا ہے اور اس کام کے لیے وہ ہماری فیکٹری کے ورکرز سے بھی ملتا رہا ہے۔ کسی کو کیا ضرورت ہو سکتی ہے، نہ ہماری کسی سے کوئی دشمنی ہے، نہ کاروباری سطح پر آج تک کسی سے اختلاف ہوئے ہیں۔'' وہ تشویش زدہ لہجے میں بولے تھے۔

''میں اپنے طور پر بھرپور کوشش کر رہا ہوں، مگر جو شخص ریڈیو اسٹیشن پہنچا، جو فیکٹری میں اور جو آپ کے دوستوں تک، وہ کوئی ایک نہیں ہے، میں نے جس سے بھی اس شخص کا حلیہ پوچھا ہر کوئی الگ الگ ہی اس کے حلیے کے بارے میں بتا رہا ہے، اسی لیے اس شخص تک پہنچنا مشکل ہو رہا ہے، لیکن پھر بھی اگر کوئی ایک بھی شخص ہاتھ آ گیا تو اس کی پشت پر موجود بندے

تک پہنچنا آسان ہوجائے گا۔ وہ بندہ جو بھی ہے، خود سامنے نہیں آنا چاہتا اس لیے وہ صرف ذرائع استعمال کررہا ہے۔''
ہارون نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا۔
''مجھے تمہاری اور ایبک کی بہت فکر رہنے لگی ہے، یہ سب ٹھیک نہیں ہے، تم دونوں کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔'' ہشام قزلباش کے چہرے پر فکر کے جال پھیلے تھے۔
''پاپا! آپ پریشان نہ ہوں اتنے دن گزرنے کے بعد مجھے یقین ہوچکا ہے کہ وہ شخص جو بھی ہے، اس کا مقصد ہمیں نقصان پہنچانا ہرگز نہیں ہے۔ میں کوشش میں لگا ہوں مگر کافی دن سے اس شخص کی طرف سے مجھ تک کوئی سن گن نہیں پہنچی یقیناً اسے بھنک لگ گئی ہے کہ میں حرکت میں آگیا ہوں، اس لیے وہ شانت ہوگیا ہے۔''
''پھر اور کیا مقصد ہوسکتا ہے؟'' ہشام قزلباش الجھے تھے تب ہی صبیحہ وہاں آگئی تھیں لہٰذا خاموش ہونا پڑا تھا۔ ہارون نے ان کے لیے دوسری چیئر قریب ہی کھینچ لی تھی۔
''ہارون! تم ابھی تو ریڈیو نہیں جاؤ گے؟''
''نہیں، ابھی تو ایک گھنٹہ ہے جانے میں آپ کو کوئی کام تھا؟''
''نہیں، دراصل خرمن آرہی ہے، پوچھ رہی تھی تمہارا میں نے کہہ دیا کہ تم گھر میں ہی ہو۔''
''خرمن! کا آج ریڈیو پر پروگرام نہیں ہوتا؟'' ہشام قزلباش نے ہارون سے پوچھا تھا۔
''نہیں، آج اس کا کوئی پروگرام نہیں، مگر عارش تو ابھی اپنے انسٹی ٹیوٹ سے فری ہوا ہوگا، خرمن کو کوئی کام ہے مجھ سے؟'' اس وقت خرمن کی آمد کا سن کر وہ کچھ حیران ہوا تھا۔
''میں فون پر خرمن کو بتارہی تھی کہ تمہارے پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، تو اس نے کہا کہ وہ عارش کے گھر آنے کے بعد اس کے ساتھ ہی یہاں ان کی طبیعت پوچھنے آئے گی۔'' ان کی تفصیل پر ہشام قزلباش گہری سانس لے کر رہ گئے تھے۔
''پاپا! آپ کی طبیعت خراب ہے؟'' ہارون نے حیرت سے ان کو دیکھا تھا۔
''شام کو جو سر میں میرے درد ہوا تھا' اب اس کا بہانہ بنا کر یہ عارش اور خرمن کو بھی ڈسٹرب کرچکی ہیں۔'' ہشام قزلباش کے خشمگین لہجے پر ہارون نے مسکراتے ہوئے صبیحہ کو دیکھا تھا۔
''نہیں آنے جانے کے یہی بہانے ہوتے ہیں وہ خود کہہ رہی تھی تو کیا میں اسے آنے سے منع کردیتی؟'' صبیحہ کو برا لگا تھا تو ناراضی سے بولی تھیں۔
''وہ اس لیے آرہی ہے کہ آپ بھی ایسا ہی چاہتی ہوں گی، عارش تھکا ہوا گھر واپس آئے گا اور آرام کرنے کے بجائے اپنی بیوی کے ساتھ یہاں آئے گا، ایسے انسان کی عیادت کرنے جو بیمار ہی نہیں ہے۔'' ہشام قزلباش کے زچ ہونے پر ہارون دھیرے سے ہنستا جانے کے لیے اٹھ گیا تھا۔
''خرمن جیسے ہی آئے گی میں آپ کو اطلاع دے دوں گا۔'' صبیحہ سے مخاطب ہوتا وہ اسٹڈی روم سے نکل گیا تھا۔
''سچ پوچھیں تو میرا دل خرمن کی طرف بہت کھنچتا ہے، آپ نے اس کی آنکھیں دیکھی ہیں؟ کتنی مانوس لگتی ہیں، اس کی آواز، اس کا مسکرانا اس کی خوشبو، سب کچھ مجھے اپنا اپنا لگتا ہے، وہ قریب ہوتی ہے تو میرے دل کا خالی پن دور ہوجاتا ہے، کتنی رونق ہوجاتی ہے اس کی وجہ سے روشنیاں سی بھر جاتی ہے گھر میں۔'' عجیب سی کیفیت میں وہ بولتی جارہی تھیں، ہشام قزلباش کچھ بول نہیں سکے تھے، ان کے سامنے کس وقت خرمن کا مسکراتا چہرہ آگیا، وہ خود نہیں جانتے تھے۔
''وہ دونوں آگئے میں دیکھتی ہوں۔'' ہارون کی آواز پر وہ خوشی سے چمکتے چہرے کے ساتھ اسٹڈی سے نکل گئی تھیں، مگر ہشام قزلباش گہری سوچ میں ہی گم تھے۔

❁------○------❁
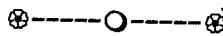
تیز قدموں سے سیڑھیاں اترتا وہ ٹھٹک کر رکا تھا سامنے سے ہی اسے خرمن اور بیلا کے پیچھے ہی اسے منیزہ کا چہرہ دکھائی

دیا تھا۔

''نیچے آجائیں فریز کیوں ہوگئے؟ حالات کا سامنا کبھی تو کرنا ہی ہے تو آج کیوں نہیں۔'' اس کی دنگ کیفیت پر خرمن ہنستے ہوئے بولی تھی، جب کہ وہ شرمندہ سی مسکراہٹ کے ساتھ ان تینوں کے پیچھے ہی لاؤنج میں آیا تھا، جہاں صبیحہ نے سب سے پہلے آگے بڑھ کر خرمن کو گلے لگایا تھا۔

''ہم تینوں قریبی مارکیٹ میں شاپنگ کے لیے گئے تھے واپسی میں سوچا یہاں دھاوا بول دیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

''ان سے ملیں یہ بیلا ہیں، عثمان کو تو آپ نے ریڈیو پر سنا ہے یہ ان کی زوجہ محترمہ ہیں۔'' خرمن کے تعارف کروانے پر صبیحہ نے اسے بھی گلے لگایا تھا۔

''اور ان کو تو ہارون بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔'' خرمن نے مسکراتے ہوئے جہاں منیزہ کو گڑبڑا دیا تھا، وہیں ہارون کی مسکراہٹ بھی غائب ہوئی تھی، کیونکہ صبیحہ کافی حیران نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھیں۔

''ہارون تعارف کروائیں اس کا آنٹی سے۔'' شرارتی نظروں سے خرمن نے اس کے گڑبڑائے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''میں منیزہ ہوں، عارش اور خرمن کی مشترکہ کزن، آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ خرمن سے بہت ذکر سنا ہے۔'' ہارون کی مشکل آسان کرتے ہوئے منیزہ خود ہی اپنا وہ تعارف کرواتی شاپرز سمیت جس طرح ان کے گلے لگی تھی، خرمن نے کھل کھلا کر ہنستے ہوئے ہارون کو دیکھا تھا، جو خشمگین نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''تم تینوں تھک گئی ہوگی، اچھا ہوا جو یہاں آگئیں، اب آرام سے بیٹھو جانے کی جلدی مت کرنا۔'' صبیحہ نے تاکید کی تھی۔

''بالکل میں تو آپ کے ہاتھوں سے بنی اچھی سی چائے ضرور پیوں گی۔'' شاپر میں کچھ ڈھونڈتے ہوئے وہ بولی تھی۔

''یہ شال میں آپ کے لیے لائی ہوں۔'' وہ شال ان کو دینے کے لیے ان کے قریب جا بیٹھی تھی۔

''یہ میرے لیے کیوں لائی ہو تم؟''

''اس لیے کہ یہ مجھے آپ کے لیے اچھی لگی تھی، آپ کو پسند نہیں آئی؟''

''یہ بہت خوبصورت شال ہے، دیکھو ہارون! کتنی اچھی ہے یہ شال۔'' خوش ہوتے ہوئے صبیحہ نے اسے مخاطب کیا تھا جو وہاں سے جانے کے لیے پر تول رہا تھا۔

''ہارون کو بھی پسند آئے گی آخر یہ منیزہ کی پسند ہے۔'' خرمن کے معنی خیز لہجے پر وہ پھر گڑبڑایا تھا۔

''منیزہ خود اتنی اچھی ہے پھر اس کی پسند کیسے بری ہوسکتی ہے۔'' صبیحہ کے تعریفی لہجے پر منیزہ جھینپ سی گئی تھی۔

''ہارون! منیزہ کو کچھ اچھی کتابیں چاہئیں اور آپ کے گھر میں تو پوری لائبریری موجود ہے۔ اسے وہاں لے جائیں۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے خرمن نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''ہارون! منیزہ کو جو کتاب پسند آئے دے دینا، اپنے پاپا کی فکر مت کرنا۔'' ہارون کو تاکید کرتے ہوئے صبیحہ نے منیزہ کو دیکھا تھا۔

''دراصل ان کو اپنی کتابوں سے بہت لگاؤ ہے، ایک کتاب بھی ادھر سے ادھر نہیں ہونے دیتے مگر تمہیں جتنی چاہئیں لے لینا۔'' ان کے کہنے پر منیزہ نے اثبات میں سر ہلا کر ہارون کو دیکھا تھا۔

''آیئے۔'' ناچار وہ سنجیدہ تاثرات کے ساتھ اسے اپنی ہمراہی میں لیے اسٹڈی روم تک آیا تھا۔

''خرمن نے مجھے اچھی طرح مشکوک کردیا ہے ماما کی نظروں میں۔'' اس کی تشویش پر منیزہ مسکرائی تھی۔

''کتابوں کا تو صرف بہانہ تھا، دراصل میں یہاں خرمن کی خواہش پر آپ کو خرمن کی طرف رات کے کھانے پر انوائیٹ کرنے آئی ہوں اور آپ کو آنا ہے، میں آپ کا انتظار کروں گی۔''

''سوری، میں یہ انویٹیشن قبول نہیں کرسکتا، عارش کی موجودگی میں پھر میری زبان پھسل گئی، تو میری وجہ سے تمہیں بھی شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔'' ہارون نے فوراً انکار کیا تھا۔

''اگر آپ نہیں آئے تو خرمن یہی سمجھے گی کہ آپ کے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں، مجھ سے زیادہ آپ کو عارش کی فکر ہے۔'' منیزہ نے خفت سے کہا تھا۔

''بات صرف اتنی ہے کہ میں عارش کی نظروں میں اپنا امیج خراب نہیں کرنا چاہتا، خرمن اس کے سامنے بھی مجھے نہیں چھوڑے گی۔''

''ٹھیک ہے پھر جیسی آپ کی مرضی۔'' سرد لہجے میں بولتی وہ جانے کے لیے پلٹی تھی کہ بے اختیار ہارون نے اس کی کلائی گرفت میں لے لی تھی۔

''تم کون ہوتی ہو، یہ تم اچھی طرح جانتی ہو، مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' گہری نظروں سے ہارون نے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا تھا۔

''کتابیں نہیں لینی تمہیں؟''

''نہیں، میرا ہاتھ چھوڑیں۔'' منیزہ نے ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

''تم مجھ سے ناراض ہوگئی ہو؟'' اس کے ناراض تاثرات کو دیکھتا وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔

''تمہیں لگتا ہے کہ تمہیں خود سے ناراض کر کے میں تمہیں یہاں سے جانے دوں گا۔'' اس کے گھمبیر لہجے اور گہری نظروں نے منیزہ کے دل کی دھڑکنیں روکی تھیں۔

''نہیں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔'' وہ بمشکل ہی بول سکی تھی، جب کہ دلچسپی سے اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتا وہ چونک کر اسٹڈی روم کے کھلے دروازے کی طرف متوجہ ہوا تھا، جہاں ایبک کی آنکھیں حیرت سے پوری کھلی ہوئی تھیں، سرعت سے منیزہ کی کلائی چھوڑتا وہ دور ہوا تھا اور جو کتاب ہاتھ میں آئی اس نے منیزہ کو تھمادی تھی۔

''بس ایک کافی ہے۔'' منیزہ نے فق چہرے کے ساتھ کہا تھا اور اگلے ہی پل تیزی سے سر جھکائے اسٹڈی سے نکل گئی تھی۔

''کیا ہو رہا تھا یہاں؟'' ابرو سکیڑ کر ایبک نے اسے گھورا تھا جو خود کو نارمل کر چکا تھا۔

''کیا مطلب، کیا ہو رہا تھا، کیا دیکھ لیا تم نے؟'' ناگواری سے اس نے ایبک کو دیکھا تھا۔

''وہی دیکھا ہے جو یہاں ہو رہا تھا، سب سمجھ میں آرہا مجھے۔''

''ادھر آؤ ذرا۔'' ہارون جتنی تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا وہ اس سے زیادہ تیزی سے پلٹ کر باہر دوڑا تھا۔

❀------O------❀

''منیزہ! جلدی سے یہ فش فرائی کر کے ایک طرف کرو، میری طبیعت بیزار ہو رہی ہے۔'' سلاد بنانے کی تیاری کرتی خرمن اکتا کر بولی تھی۔

''تمہارے میاں جی کی فرمائش پر ہی یہ کام کر رہی ہوں ذرا صبر کرلو۔'' خرمن کو گھرکتے ہوئے اسے ہوشیار ہونے کا موقع بھی نہیں ملا تھا، عارش ایک اور مچھلی اڑا لے گیا تھا۔

''عارش! اب تم نے یہ حرکت کی تو مچھلی سمیت فرائی پین تمہارے سر پر الٹ دوں گی۔'' منیزہ کی جھنجھلاتی آواز پر عثمان تیزی سے کچن میں داخل ہوا تھا۔

''عارش نے کس کو چھیڑا ہے یہاں؟''

''مجھے چھیڑا ہے، تمہارے چھکے کیوں چھوٹ گئے؟'' خرمن نے تپ کر اسے دیکھا تھا۔

''شکر ہے خدا کا، تمہیں چھیڑنا تو اس پر واجب ہے۔ میں اس لیے گھبرا کر یہاں دوڑا آیا ہوں کہ میرا سامان بھی یہاں موجود ہے۔'' اطمینان کی سانس لیتے ہوئے اس نے بیلا کو دیکھا تھا مگر اگلے ہی پل اس کی آنکھیں ابل پڑی تھیں، ٹیبل کے

گرد بیٹھی بیلا بغیر پلک جھپکائے بڑی توجہ سے عارش کو دیکھ رہی تھی جو اپنی پلیٹ پر جھکا مچھلی سے انصاف کرنے میں اردگرد سے ہی غافل تھا، جب کہ عثمان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتی خرمن استہزائیہ انداز میں ہنستی اسے مزید کھولا گئی تھی۔

''نگل جاؤ اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں سالم نگل جاؤ، مجھے تو کبھی اتنی فرصت سے نہیں دیکھا تم نے۔'' عثمان کے جلے بھنے انداز پر عارش نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''سچ کہتی ہوں، میں نے کبھی زندگی میں کسی کو اتنی نفاست اور خوبصورتی سے مچھلی کھاتے نہیں دیکھا۔'' بیلا جس طرح اشتیاق سے بولی تھی، خرمن کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

''تمہیں تو دیکھ لوں گا میں ذرا استانی کے آستانے سے باہر نکلو۔'' عارش کو دھمکاتے ہوئے وہ خرمن کے ہاتھ سے بچتا منیزہ کی طرف گیا تھا۔

''کیا بات ہے؟ مچھلی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو تمہیں ہی فرائی کر دوں گی۔'' اس کے ارادے بھانپتے ہی منیزہ نے دھمکی دی تھی۔

''عارش کو تو دے دی تم نے۔'' وہ بگڑا تھا۔

''اس نے دی نہیں ہے، میں جھپٹ کر خود لایا ہوں۔'' عارش نے اطلاع دی تھی۔

''یہی طریقہ ٹھیک ہے، شرافت کی زبان کسی کو سمجھ میں کب آتی ہے۔''

''زیادہ مت بولو، یہ مچھلی اب کھانے کے وقت ہی ملے گی، چپ کر کے بیٹھ جاؤ۔'' منیزہ نے اسے گھرک دیا تھا۔

''بات سنو، منیزہ! میرے سامنے زیادہ زبان چلائی تو کسی مچھلی والے سے تمہاری شادی کروا دوں گا، پھر لگاتی رہنا ساری زندگی مچھلی پر بیسن۔'' عثمان جل کر بولا تھا جب کہ منیزہ کھلکھلا کر ہنسی تھی تب ہی کال بیل کی آواز پر عثمان ہی کچن سے نکلا تھا اور فاران کے ہمراہ کچن میں واپس آیا تھا۔

''فاران! یہ چوٹ کیسے لگی تمہارے چہرے پر؟'' بیلا نے دہل کر پوچھا تھا۔

''آج میچ کے دوران مخالف ٹیم سے ہماری لڑائی ہوگئی تھی، جم کر ہاتھا پائی ہوئی تھی۔'' فاران نے بتایا تھا۔

''ابھی تمہارے فریکچر ٹھیک ہوئے ہیں اور تم میچ کھیلنے چلے گئے، ابھی بھی تم ٹھیک طرح چل نہیں پا رہے۔'' عارش نے خشمگین نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''ایسی کنڈیشن میں تم نے رنز کیسے بنائے؟ میچ پر دوڑتے ہوئے عجیب ہی لگ رہے ہوگے، تم کہیں جا رہے ہوگے، پیر کہیں جا رہے ہوں گے۔'' عثمان کے تبصرے پر سب بے ساختہ ہنستے تھے جب کہ فاران بے چارہ شرمندہ ہوگیا تھا، تب ہی کال بیل کی آواز پر عثمان کو پھر باہر جانا پڑا تھا۔

''مبارک ہو، ہارون تشریف لا چکے ہیں۔'' بیلا نے اسے سنایا تھا، جو خرمن کے مسکرانے پر مزید جھینپ گئی تھی، عثمان کے ہمراہ کچن میں ہی آتے ہارون کی پہلی نظر منیزہ کے مسکراتے چہرے پر ہی پڑی تھی، ہارون سے ملتے ہوئے عارش کی نظر ایبک تک گئی تھی جو سیدھا ٹیبل کے قریب کھڑے فاران کی طرف بڑھا تھا، اگلے ہی پل وہ دونوں ایک دوسرے کے گریبان پکڑتے گتھم گتھا ہو چکے تھے، ایک لمحے کے لیے تو سب حق دق رہ گئے تھے، مگر اگلے ہی پل عثمان نے تیزی سے فاران کو اور ایبک کو عارش نے پکڑ کر انہیں الگ الگ کیا تھا، دو منٹ میں ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے حلیے بگاڑ چکے تھے۔

''مجھے چھوڑیں ماموں! میں اس کی جان لے لوں گا اس نے مجھے گالی دی تھی۔'' عثمان کی گرفت میں بے قابو ہوتا فاران خونخوار نظروں سے ایبک کو دیکھ رہا تھا۔

''تم لوگ بے ایمان ہو، جب ہارنے لگتے ہو تو چیٹنگ کرتے ہو بلڈی......''

''ایبک! کس قسم کی خراب زبان استعمال کر رہے ہو، معافی مانگو اس سے۔'' ہارون نے درمیان میں ہی ایبک کو لتاڑا تھا، جو فاران کی گردن تک پہنچنے کے لیے عارش کی گرفت سے نکلنے کی کوشش میں تھا۔

''کنٹرول کرلو یار! اس فتنے کے فریکچرز حال ہی میں ٹھیک ہوئے ہیں، دوبارہ کوئی ٹوٹ پھوٹ ہوگئی تو اس کا باپ مجھے نگل جائے گا۔'' فاران کو قابو میں رکھتے عثمان نے التجائی نظروں سے بگڑے جاتے ایبک کو دیکھا تھا۔

''تم دونوں انسان بنتے ہو یا نہیں، ایبک تم میدان کی لڑائی گھر میں لے آئے اوپر سے بڑوں کی موجودگی میں اتنی بدتمیزی کے مظاہرے کر رہے ہو۔'' درمیان میں آتی خرمن نے بری طرح ان دونوں کو گھرکا تھا۔

''چھوڑ دو ان دونوں کو دیکھتی ہوں کیسے ایک دوسرے کے گریبانوں تک پہنچتے ہیں ابھی کے ابھی قینچی سے تم دونوں کی زبانیں نہیں، لمبی لمبی زلفیں کاٹ دوں گی، تمہارے ماں باپ سے بھی بات کرلوں گی، تم دونوں کو گنجا کرنے کے بعد۔'' خرمن کی دھمکی پر عثمان بمشکل ہنسی روکتا ہارون کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''اب کھڑے دیکھ کیا رہے ہو، ایک دوسرے سے اپنے بدلے لے چکے ہو تو کوئی کسی سے معافی نہیں مانگے گا، فٹافٹ ایک دوسرے کے گلے لگ جاؤ اور پورے پانچ منٹ تک لگے رہنا۔ جلدی ورنہ قینچی تیار ہے۔'' خرمن کے مزید دھمکانے پر ہی وہ دونوں ایک دوسرے کو ناگواری سے دیکھتے گلے لگ گئے تھے۔

''اب جب تک میں نہ کہوں الگ ہونے کے لیے، اسی طرح کھڑے رہنا۔'' سختی سے ان دونوں کو ہدایت دیتی وہ ہارون کے مسکراتے چہرے کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''اب آپ لوگ اطمینان سے جا کر بیٹھیں، کھانا بس تیار ہے۔'' اس کے مسکراتے لہجے پر وہ عارش اور عثمان کے ہمراہ کچن سے نکل گیا تھا۔

''پانچ منٹ پورے نہیں ہوئے ابھی۔'' کسمساتے ہوئے فاران کی پشت پر ہتھڑ لگاتے ہوئے وہ منیزہ اور بیلا کی طرف گئی تھی، جو اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

بہت ہی خوشگوار ماحول میں کھانا تناول کیا گیا تھا۔ خرمن نے بطورِ خاص فاران اور ایبک کو ساتھ ساتھ بٹھایا تھا کھانے کے دوران ہارون کی طرف سے ملنے والے ہلکے سے لیکچر نے بھی ان دونوں پر کافی اچھا اثر ڈالا تھا، کھانے کے بعد وہ دونوں چپکے سے ٹیرس پر چلے گئے تھے مگر خرمن کی نظروں سے دور نہیں۔

''عثمان! ذرا کافی ان دونوں کو بھی دے آؤ گے۔'' کافی سرو کرتے ہوئے خرمن نے پوچھا تھا اور مگ اسے تھما دیئے تھے۔

''تمہارا طریقِ کار تو بڑا مفید ثابت ہوا ورنہ وہ دونوں تو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نظر آ رہے تھے۔'' ہارون نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''خرمن! پانچ منٹ میں تم نے ان دونوں کو ایک دوسرے کی محبت میں پاگل کر دیا ہے، لگے پڑے ہیں باتوں میں۔'' واپس آتے عثمان نے اطلاع دی تھی، مگر تب ہی ہارون کی مسکراہٹ معدوم ہوگئی تھی، جب اس نے بڑی بے تکلفی سے عثمان کو منیزہ کے قریب بیٹھتے دیکھا تھا، کسی نے محسوس نہیں کیا مگر منیزہ کی نظروں سے ہارون کے تاثرات کیسے چھپے رہ سکتے تھے، وہ تو اس کی ایک ایک جنبش سے اس کے موڈ کو بھانپ جایا کرتی تھی، حقیقتاً پہلی بار منیزہ کو عثمان کا اتنے قریب ہونا جہاں ناگوار گزر رہا تھا، وہیں وہ یہ بھی جانتی تھی کہ عثمان کتنا لاابالی اور دل کا صاف انسان ہے مگر یہ بات اس وقت وہ ہارون کو نہیں بتا سکتی تھی، جو اس جانب دیکھنے سے اب گریز کرتا مکمل عارش اور خرمن کی طرف متوجہ تھا۔

''ہارون! آپ یہ تو بتائیے کہ آپ کو کھانا کیسا لگا، منیزہ نے بہت محنت اور توجہ سے کھانا بنایا تھا۔'' خرمن نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اسے منیزہ کی طرف متوجہ کیا تھا۔

''کھانا بہت اچھا بنا تھا، مجھے پسند آیا مگر کھانا تم بناتیں تو میں اور زیادہ تعریف کرسکتا تھا۔'' ہارون نے سنجیدہ مسکراہٹ کے ساتھ بولتے ہوئے ایک اچٹتی نگاہ منیزہ پر ڈالی تھی، جو نظر جھکائے کافی کے سپ لے رہی تھی۔

''مجھے تو منیزہ کی تعریف کرنی ہی پڑے گی، آخر ایک وقت تھا جب میں اس کی زندگی میں تھا۔'' منیزہ کے پیچھے صوفے کی پشت پر بازو پھیلاتا عثمان بمشکل مسکراہٹ روک سکا تھا، کیونکہ خرمن کے ساتھ ساتھ عارش نے بھی اسے بڑی خونخوار

نظروں سے دیکھا تھا۔

''تم اپنی بیوی کی زندگی میں ہوا اتنا کافی ہے۔'' منیزہ نے مدھم آواز میں گھرکتے ہوئے اس کے مسکراتے چہرے کو گھورا تھا، ہارون کو کچھ سنائی تو نہیں دیا تھا مگر ان دونوں کو ایک دوسرے کی طرف متوجہ دیکھ کر وہ چہرے کے بدلے تاثرات کے ساتھ کافی کی طرف متوجہ ہوگیا تھا، تب ہی وہاں بیلا کو آتے دیکھ کر عثمان نے اسے اپنی جگہ پر آکر بیٹھنے کی آفر کی تھی اور خود ہارون کی طرف چلا گیا تھا، منیزہ نے شکر کی سانس لی تھی، مگر اس کا دل اندیشوں میں گھر گیا تھا، کیونکہ ہارون جب تک وہاں رکا غلطی سے بھی اس نے منیزہ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

❀------O------❀

رائل بلیو کلر کے ہلکے سے فینسی لباس میں وہ بہت عجلت میں نظر آرہی تھی، آج ریڈیو پر اس کا کوئی شو نہیں تھا، مگر ریڈیو پر یہ اس کا آخری دن تھا اس میں ہارون نے نہ صرف اپنے شو میں اسے انوائیٹ کیا تھا، بلکہ ریڈیو پر ایک چھوٹی سی گیٹ ٹو گیدر بھی رکھی تھی اسے طویل چھٹیوں تک سی آف کرنے کے لیے، مگر یہ بات اس نے عارش سے چھپا رکھی تھی، حالانکہ وہ شدت سے چاہتا تھا کہ خرمن ریڈیو سے رخصت لے، مگر وہ اسے فورس نہیں کر پا رہا تھا اور یہ خرمن بھی جانتی تھی، کال بیل کی آواز پر وہ تیزی سے کمرے سے نکلی تھی۔

''حد کرتے ہو تم بھی، اتنا وقت لگا دیا، میں نے بتایا بھی تھا کہ مجھے آج ریڈیو جانا ہے، لیٹ ہوگئی تو ہارون کیا سوچیں گے۔'' اس کے پیچھے ہی کمرے میں آتی وہ ناراضی سے بولی تھی۔

''اب بالکل وقت نہیں ہے، کھانا بھی نہیں ملے گا، یہ پانی پیو اور پھر چلو۔'' پانی کا گلاس اسے تھماتی وہ واپس ڈریسنگ کی طرف گئی تھی۔

پانی کے گھونٹ لیتا وہ خاموشی سے آئینے میں اس کے جھلملاتے عکس کو دیکھتا رہا تھا۔ آگہی کے کھلتے در اس کا چین سکون لوٹ چکے تھے پھر وہ جو بہت نازک و دل و جاں رکھتی تھی کس طرح آگہی کے عذاب کو قبول کر سکے گی۔ دوسری جانب وہ بالوں میں برش پھیرتی اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ جو گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے ایک خاموش مگر عجیب سی نظروں سے اسے دیکھتا دور ہوگیا تھا۔

''کیا ہوا ہے تمہیں؟'' آگے بڑھ کر خرمن نے اس کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔

''اتنے خاموش کیوں ہو؟ پریشان کیوں نظر آرہے ہو؟'' اس کی تشویش بھری نظروں پر عارش نے ایک گہری سانس لی تھی۔

''میں تمہارے لیے پریشان ہوں تو ظاہر ہے چہرے سے بھی پریشان دکھائی دوں گا۔ ریڈیو تمہیں مجھ سے زیادہ عزیز ہے۔ اسی وجہ سے نہ تم ماما کی بات سنتی ہو نہ میری بات سمجھتی ہو۔ میرے ساتھ باہر جانے کے لیے تمہارے پاس وقت نہیں ہے مگر ریڈیو جانے کے لیے تم ہر وقت تیار رہتی ہو۔ نہ میری طرف دیکھتی ہو نہ میرے ساتھ کھانا کھاتی ہو۔ بس ریڈیو یاد رہتا ہے جہاں تم مجھے چھوڑ کر چلی جاتی ہو۔'' اس کے روٹھے انداز اور شکایتوں پر وہ جو دنگ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی بے ساختہ ہنستے ہوئے اس کے قریب ہوگئی تھی۔

''آج کیوں طعنے دے رہے ہو؟ ویسے تمہاری ان شکایتوں میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش ہے اور میں تمہیں کب چھوڑ کر جاتی ہوں؟ صرف ہفتے میں تین دن تو ایسا ہوتا ہے۔'' اس کے گریبان سے اپنا رخسار سہلاتی وہ یاد دلا رہی تھی۔

''مگر اب آگے تین دن بھی ایسا نہیں ہوگا سنا تم نے۔'' اس کے ریشمی بالوں کی مہک سانسوں میں اتارتا وہ تنبیہہ کر رہا تھا۔

''نہیں مجھے کچھ نہیں سننا۔'' اس کے گریبان سے چہرہ ٹکاتے وہ ہٹ دھرمی سے بولی تھی جب عارش نے اس کے بال نرمی سے مٹھی میں جکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف اٹھایا تھا۔

''تو تم نہیں سنو گی میری بات۔'' عارش کی تنبیہی نظریں اس کے مسکراتے چہرے کی رونق مزید بڑھاتے جھلملاتے ماہِ نیم پر ٹھہر گئی تھیں۔ بے اختیار اس کے لب اس کی ٹھنڈی چاندنی کو سمیٹنے کے لیے رک گئے تھے اور پھر آنکھوں تک پہنچ گئے تھے۔ بند آنکھوں سے اس کے لمس کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے خرمن کی سانسیں رک گئی تھیں۔

''عارش! مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' اس نے کہنا چاہا تھا مگر آواز بند ہو گئی تھی۔ اس کے نازک کلیوں جیسے کانپتے ہونٹ مقفل ہو چکے تھے۔

''میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔'' اس کا ہاتھ جھٹکتی وہ شدید غصے میں اپنے اسکارف کی جانب گئی تھی جو بیڈ پر ہی رکھا تھا۔

''مت دیکھو! میری بیٹی میری شکل دیکھے گی۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔'' مسکراتی نظروں سے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ جو شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتی ڈریسنگ کی طرف جا رہی تھی۔

''میں اب مانی سے بات کرنے والا ہوں۔ میرے کہنے پر تو وہ ہمیشہ کے لیے ریڈیو سے تمہیں آف کروا سکتا ہے۔'' ڈریسنگ سے ہیئر برش اٹھاتا وہ اسے مزید تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

''تمہیں کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں آف لے چکی ہوں۔ آج ریڈیو پر میرا آخری دن ہے۔ ہارون نے مجھے اپنے شو میں بلایا ہے۔'' اسکارف چہرے کے گرد ٹھیک کرتی وہ اسے حیران کر گئی تھی۔ جو بال سنوارنا بھول کر بے یقینی سے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

❀-----O-----❀

مدھم ہوتے بیک گراؤنڈ میوزک کے ساتھ اس کے کھلکھلانے کی آواز بلند ہوئی تھی۔

''لسنرز پریشان ہو اُٹھے تھے کہ اتنی دھماکے دار نمبرز وہ بھی ہارون کے پروگرام میں۔'' وہ کھلکھلاہٹوں کے درمیان بولی تھی۔

''وہ پریشان نہیں ہیں' کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آج کون سی دھماکے دار گیسٹ میرے پروگرام میں تہلکہ مچانے آئی ہیں۔'' ہارون کے مسکراتے لہجے پر وہ مزید ہنسی تھی۔

''خرمن ہمارے لسنرز کی بہت خواہش تھی کہ ہم دونوں ایک ساتھ کوئی شو ہوسٹ کریں' مجھے اس سے زیادہ اچھا موقع نہیں مل سکتا تھا' اپنے سننے والوں کی خواہش پوری کرنے کے لیے مگر کالز اور میسجز سے اندازہ ہو رہا ہے' آپ کی طویل رخصت پر سب ہی افسردہ ہیں' اب جانے سے پہلے آپ کو وعدہ کرنا پڑے گا کہ واپس آ کر آپ سب سے پہلا شو جو ہوسٹ کریں گی وہ میرے ساتھ ہوگا۔'' مدھم بیک گراؤنڈ میوزک کو ہارون کی گھمبیر آواز نے دبا دیا تھا۔

''میں بالکل آپ سے یہ آن ایئر وعدہ کر رہی ہوں مجھے بھی افسوس ہے کچھ پرسنل میٹرز کی وجہ سے میرا رابطہ اپنے لسنرز سے ٹوٹ رہا ہے لیکن یہ بس کچھ وقت کے لیے ہے اپنے لسنرز' اس مائیک اور ہاٹ سیٹ کو میں بھی بہت مس کروں گی۔'' وہ سنجیدہ لہجے میں بولی تھی۔

''خرمن! سب سے پہلے تو آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میرے شو میں آنے کے لیے وقت نکالا' ہماری دعائیں اور نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں اور ہم سب نے آج سے ہی آپ کی دوبارہ واپسی کا انتظار شروع کر دیا ہے' باتیں بہت ہیں مگر دامن وقت تنگ ہو رہا ہے' ہمیں آپ کو الوداع کہنا پڑے گا' جاتے جاتے آپ سننے والوں سے کیا کہنا چاہیں گی؟''

''میں پہلے آپ کا شکریہ ادا کروں گی کہ اس ہاٹ سیٹ کا حق ادا کرنا میں نے آپ سے ہی سیکھا ہے' تقریباً تمام ہی لسنرز کو ایسا لگتا ہے کہ میں آپ کی طرح بولتی ہوں' میرا لب و لہجہ آپ جیسا ہے اس میں کہاں تک سچائی ہے میں نہیں جانتی مگر میرے لیے یہ فخر کا باعث ہے کہ مجھے آپ سے کمپیئر کیا جاتا ہے' لسنرز سے بس میں یہی کہنا چاہوں گی کہ مجھے یاد رکھیں'

ویک اینڈ شو میں میرے بارے میں پوچھ پوچھ کر عثمان کے سر میں درد کریں اور میرا انتظار کرتے رہیں۔‘‘
’’بالکل، اچھا جاتے جاتے ایک میسیج کا جواب دیتی جائیں‘ میں نے ابھی اسے دیکھا ہے‘ آپ سے سوال کیا جارہا ہے کیا آپ میرڈ ہیں اگر نہیں تو اپنے شو کا آخری سونگ کس پرسن کو ڈیڈیکیٹ کرتی ہیں؟‘‘ ہارون نے ہنستے ہوئے ہی سوال پڑھا تھا جواباً بلند ہوتے میوزک کے ساتھ خرمن کی نہ رکنے والی ہنسی بھی شروع ہوگئی تھی اور اس کے ساتھ ہی ہارون نے الوداعی کلمات کے ساتھ ہی سائن آؤٹ کردیا تھا۔

❀-----○-----❀

بیک کراؤن سے پشت لگائے نیم دراز وہ اپنے لیپ ٹاپ میں مصروف تھا ایک بار پھر سیل فون کی آواز نے اسے متوجہ کیا تھا۔ ایک نظر اس نے ایبک کو دیکھا تھا جو ٹی وی دیکھتے دیکھتے اس کے بیڈ پر ہی سوگیا تھا۔
’’تم اب تک جاگ رہی ہو؟‘‘ ہارون کا لہجہ بہت سنجیدہ تھا۔
’’کیا میں نے آپ کو ڈسٹرب کردیا ہے؟‘‘
’’نہیں ایسی بات نہیں ہے۔‘‘
’’آپ نے کل بھی میری کوئی کال ریسیو نہیں کی تھی اور آج بھی دو بار کال ریسیو کیے بغیر ہی ڈسکنیکٹ کردی۔‘‘ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی شکایت کرگئی تھی۔
’’سوری مجھے تمہاری کال ڈسکنیکٹ اس لیے کرنی پڑگئی تھی کہ ایبک میرے ہی روم میں تھا‘ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی سویا ہے۔‘‘
’’کسی کے سامنے اگر مجھ سے بات کرنا آپ کے لیے اتنی ہی شرمندگی کا باعث ہے‘ تو آپ مجھے ایک میسیج ہی بھیج دیتے میں اب بھی آپ کو کال نہیں کرتی۔‘‘ وہ بجھے لہجے میں بولی تھی۔
’’اگر آپ مجھ سے ناراض ہیں تو صاف صاف اس کی وجہ کیوں نہیں بتادیتے؟‘‘ ہارون کی خاموشی پر اسے بولنا ہی پڑا تھا۔
’’منیزہ! تم مجھے اندر تک جان چکی ہو‘ میں چاہ کر بھی تم سے ناراض نہیں ہوسکتا‘ ہاں یہ سچ ہے کہ عثمان کا تم سے بے تکلف ہونا مجھے اچھا نہیں لگا اور یہ بات تم بھی اس وقت سمجھ چکی تھیں۔‘‘ وہ لہجے کی ناگواری نہیں چھپا سکا تھا۔
’’میں بالکل آپ کی فیلنگز کو سمجھتی ہوں مگر آپ تو عثمان کی نیچر کو جانتے ہیں وہ بالکل خرمن کی طرح ہی مجھے ٹریٹ کرتا ہے‘ عارش کو ایسے ہی تھوڑی اس پر اندھا اعتماد ہے۔‘‘
’’میں جانتا ہوں وہ بہت اچھا انسان ہے آئینے کی طرح شفاف ہے مگر پھر بھی تمہارے قریب اس کا موجود ہونا مجھے بُرا لگا ہے‘ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ تمہارا یونیورسٹی فیلو رہا ہے مجھ سے پہلے سے تم اسے جانتی ہو مجھے کوئی حق نہیں اعتراض اُٹھانے کا‘ میں معذرت چاہتا ہوں اگر میری باتوں سے تمہیں ٹھیس پہنچی ہے۔‘‘ یکدم رُک کر وہ شرمندگی سے بولا تھا۔
’’آپ کو حق ہے اعتراض کرنے کا مگر میں چاہتی ہوں کہ آپ اس بات پر بھی یقین رکھیں کہ میری طرف سے اب آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی اس دن عثمان نے آپ کے سامنے جان بوجھ کر کچھ بے تکلفی کا مظاہرہ کیا تھا‘ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ......‘‘ وہ بات مکمل نہیں کرسکی تھی۔
’’بات مکمل کرو وہ کیا جانتا ہے؟‘‘
’’وہی جو آپ نے ابھی تک مجھے نہیں بتایا۔‘‘
’’مجھے کیا بتانا تھا؟‘‘
’’اپنے دل سے پوچھیں۔‘‘
’’مگر اپنے دل سے کیا پوچھوں؟‘‘
’’میرے خُدا آپ کا تو وہ حال ہے جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے۔‘‘ اس کے جھلائے لہجے پر وہ

بے ساختہ ہنسا تھا۔

❀-----O-----❀
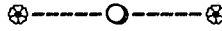
لاؤنج میں چکر لگاتی وہ بار بار وال کلاک کی سمت دیکھ رہی تھی کہ ایک سے پہلے عارش نہ آ جائے' ورنہ اس کا سارا سرپرائز دھرا کا دھرا رہ جاتا' آج عارش کا برتھ ڈے تھا' وہ تو بے خبر ہی رہتی اگر کل رات 12 بجے اچانک عثمان اسے وش کرنے نہ آتا' وہ اس وقت سو چکا تھا مگر عثمان اسے زبردستی نیند سے جگا کے باہر لے گیا تھا' رات گئے تک عارش کی واپسی ہوئی تھی تو گھر میں نیند سے بے حال اس کے انتظار میں تھی' حالانکہ کے اس کا ارادہ تھا کہ وہ عارش کو وش کرے گی مگر گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے ناراضی کا اظہار کیا تھا کہ کم از کم خرمن اب تو اس کی برتھ ڈے یاد رکھ سکتی ہے' غصے میں وہ کچھ بھی کہے بغیر منہ سر لپیٹ کر سو گئی تھی اسے پورا یقین تھا کہ عثمان نے عارش کے کان خوب اچھی طرح بھرے ہیں' ورنہ اسے معلوم تھا کہ اچانک عارش کو اس سے شکایت نہیں ہو سکتی تھی' صبح آفس کے لیے بھی گھر سے نکلتے ہوئے عارش نے اس کے موڈ کو بھانپ کر بات کرنی چاہی تھی مگر اس نے توجہ نہیں دی' نتیجتاً وہ بھی کوئی اچھے موڈ میں گھر سے نہیں نکلا تھا۔ خرمن کو کوئی افسوس نہیں تھا اسے دوست کی باتوں میں آ کر بیوی کو طعنہ دینے کی کچھ تو سزا ملنی چاہیے تھی لیکن وہ اس کا اہم دن خراب بھی نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے خفیہ طور پر اس نے ایبک سے رابطہ کر لیا تھا' عارش آفس سے سیدھا انسٹی ٹیوٹ چلا گیا تھا اس لیے تھوڑا بہت اہتمام کر کے وہ اسے سرپرائز دے سکتی تھی' کال بیل کی آواز کے ساتھ ہی وہ تیزی سے گیٹ تک پہنچی تھی۔

''اتنے سارے پھول یہ تو میں نے تم سے لانے کو نہیں کہا تھا۔'' کیک کا شاپر اس کے ہاتھ سے لیتی وہ مُسکرائی تھی۔

''جی آپ نے نہیں کہا تھا مگر پھولوں کے ساتھ آپ عارش کو برتھ ڈے وش کریں گی تو ان کو اچھا لگے گا۔''

اس کے سمجھانے والے انداز پر خرمن مُسکراتی ہوئی لاؤنج تک آئی تھی۔

''تمہارا بہت شکریہ تم نے میرے کتنا کام آسانی سے کر کے دے دیے۔'' خرمن نے کہا تھا۔

''ایک آخری کام باقی ہے' میں اس ٹیبل پر کیک سجاؤں گا اور فلاورز بھی مجھے کینڈلز بھی چاہییں۔'' اس کی عجلت پر خرمن کینڈلز لینے کچن تک چلی گئی تھی۔

''ایبک تم یہ کام کر کے مجھے آواز دے دینا میں ذرا اپنا حلیہ درست کر لوں۔'' اسے مخاطب کرتی وہ بیڈروم کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ ایبک تیزی سے اپنے کام میں مشغول ہو گیا تھا۔

پیچ کلر کے دیدہ زیب لباس میں اس کی گندمی رنگت دمک رہی تھی۔ عجلت میں وہ اپنے بالوں کو ہیر ڈرائیر سے خشک کر رہی تھی جب ایبک کی تیز آواز پر وہ بیڈ پر پڑا اسکارف جلدی سے اُٹھا کر شانے پر ڈالتی جلدی سے باہر آ گئی تھی۔

''دیکھیں اچھا لگا آپ کو؟'' ایبک نے خوش ہو کر اسے دیکھا تھا۔

''یہ تو بہت زبردست لگ رہا ہے۔'' خوشگوار حیرت سے ٹیبل کا جائزہ لیتی ہوئی وہ توصیفی لہجے میں بولی تھی۔ گلاب کی پتیوں اور فلاورز سے سجی ٹیبل کے درمیان خوبصورت سا کیک سجا تھا' جس کے اردگرد کینڈلز سجی تھیں۔

''کتنا اچھا ڈیکوریٹ کیا ہے تم نے' بہت ہنرمند بندے ہو تم۔'' ساکت نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتا وہ دم بخود تھا مگر اس کی کیفیت سے بے خبر خرمن پھولوں کا جائزہ لیتی اس کی تعریف کر رہی تھی بغیر پلکیں جھپکے اسے دیکھتا وہ الٹے قدموں پیچھے ہوا تھا۔

''ایبک! تم کہاں جا رہے ہو۔'' خرمن نے حیرت سے اس کی پشت کو دیکھا تھا۔

''مجھے ایک کام یاد آ گیا ہے۔'' پلٹ کر دیکھے بغیر بولتا وہ تقریباً بھاگتا ہوا لاؤنج سے نکل گیا تھا۔

❀-----O-----❀

اس وقت وہ کہیں باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ جب ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر کوئی اندر آیا تھا حیران نظروں سے ہارون اسے دیکھ رہا تھا جس کی سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔

''کیا ہوا ہے تمہیں؟'' اس کے زرد چہرے نے ہارون کو پریشان کیا تھا مگر اگلے ہی پل وہ دنگ رہ گیا تھا' جب ایک خشک پتے کی طرح لرزتا ہوا اس کے سینے سے لگ گیا تھا۔
''مجھے بتاؤ ہوا کیا ہے؟ کانپ رہے ہو تم کہاں سے آ رہے ہو؟ اگر کسی سے جھگڑا ہوا ہے تو بھی مجھ سے نہیں چھپاؤ۔'' اس کی حالت پر پریشان ہونے کے باوجود وہ اس کی پشت سہلاتے ہوئے نرم لہجے میں ہی وجہ پوچھ رہا تھا مگر اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ ایک واقعی کچھ بولنے کی کنڈیشن میں نہیں تھا' اس کے سینے میں سر چھپائے وہ گھٹی گھٹی آواز میں روتا لرز رہا تھا۔

❀------O------❀
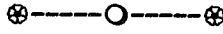
گھر میں داخل ہوتے ہوئے اس نے حیرت سے خرمن کے سجے سنورے سراپے اور کھلے کھلے چہرے پر روشن مسکراہٹ کو دیکھا تھا۔
''کیا آج ہمیں کہیں باہر جانا تھا؟'' حیران نظروں سے اس کا جائزہ لیتے وہ اس کی مسکراہٹ غائب کر گیا تھا۔
''کیوں کیا میں گھر میں اس طرح نہیں رہ سکتی؟'' خرمن کے تیور چڑھے تھے۔
''رہ سکتی ہو مگر رہتی نہیں ہو اس لیے حیران ہوں۔'' وہ مسکراہٹ چھپائے بولا تھا۔
''زیادہ مت بولو اب تمہیں آنکھیں بند کر کے لاؤنج تک جانا ہے۔'' بولتے بولتے خرمن نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھنا چاہا تھا مگر وہ حیرانی سے اسے روک گیا تھا۔
''مگر کیوں؟''
''سوال مت کرو چپ چاپ چلو۔'' گھر کتے ہوئے خرمن نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھایا تھا۔
''کوئی فائدہ ہی نہیں مجھے سب دکھائی دے رہا ہے۔'' عارش کی اطلاع پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔
پھولوں سے مہکتے لاؤنج میں ٹیبل کے قریب رُک کر خرمن نے اس کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا تھا۔ حیران نظروں سے روشن کینڈلز کے درمیان رکھے کیک کو دیکھنے کے بعد اس نے خرمن کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔
''تم نے یہ سب میرے لیے کیا ہے؟'' جگمگاتی نظروں سے اس نے خرمن کو دیکھا تھا۔
''اور میں یہ شکایت کر رہا تھا کہ اس دن کی تمہارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے میں کتنا احمق ہوں۔''
''اب باتیں چھوڑو پہلے کیک کاٹو مجھے یہ کھانا ہے کب سے تمہارے انتظار میں صبر کر کے بیٹھی ہوں۔'' عجلت میں اس کا ہاتھ تھام کر اسے ساتھ بٹھایا تھا اس کے نرم ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے کیک کاٹتے ہوئے وہ اس کے چہرے کو ہی دیکھتا رہا تھا ہزاروں پھولوں کے رنگ بھی اس کے چہرے پر بکھرے رنگوں کے سامنے ماند پڑ رہے تھے۔
''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔'' وہ ہنستے ہوئے گنگنائی تھی عارش کا دل سینے میں پھڑ پھڑا کر رہ گیا تھا۔ محبت سے لبریز نگاہوں سے وہ اسے دیکھتا رہا تھا جو کینڈلز کو پھونک مار کر بجھاتی ہوئی اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
''ایک کینڈل تم بھی بجھادو' تمہاری برتھ ڈے ہے۔'' اس کے خشمگیں لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔ کیک اسے کھلا کر خرمن نے بقیہ پیس خود کھایا تھا' انگلی پر لگی کریم کو چاٹتے ہوئے وہ رک کر عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی اس کی حسرت بھری نظروں پر خرمن کی ابرو چڑھ گئی تھی۔
''اسی طرح بیٹھے رہنا ہلنا بھی نہیں تمہارا گفٹ لے کر آتی ہوں۔'' کڑی نظروں سے اس کے چہرے پر پھیلتی خفت کو دیکھتی وہ بمشکل مسکراہٹ چھپاتی کمرے تک گئی تھی۔
نئے چمچماتے ہوئے لیپ ٹاپ کا جائزہ لیتا وہ حیران نظروں سے خرمن کے مسکراتے چہرے کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
''خرمن! اس کی کیا ضرورت تھی یہ کیوں لیا تم نے میرے لیے؟''
''تم ایسا لیپ ٹاپ لینا چاہتے تھے یا نہیں؟''

''ہاں لینا چاہتا تھا مگر تم نے میرے لیے اتنی بڑی رقم کیوں خرچ کردی؟ ریڈیو سے ملنے والے سارے چیک کیا تم اسی دن کے لیے سنبھال کر رکھ رہی تھیں؟ وہ رقم تمہاری تھی۔'' عارش شدید تاسف سے بولا تھا۔

''ہمارے درمیان میرا تمہارا کب سے ہونے لگا ہے؟ اگر ایسا ہے تو تم بھی مجھ سے حساب لو جو آج تک تم مجھ پر خرچ کرتے رہے ہو۔'' وہ شدید ناراضی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

''میرا کہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے خرمن!''

''تو پھر کیا مطلب ہے؟ میں تو اُمید رکھتی تھی کہ تم اپنا من پسند لیپ ٹاپ دیکھ کر خوش ہو گے۔''

''میں خوش ہوں اور بہت زیادہ خوش ہوا ہوں تھینک یو سو مچ مائی ڈیئر وائف! مگر مجھے یہ بتاؤ کہ آخر تم نے یہ گفٹ کب خریدا میرے لیے؟''

''سب کچھ آج ہی ہوا ہے اور اس سب میں ایبک نے میری مدد کی ہے' بلکہ وہ تو خود اپنے ہاتھوں سے تمہارے لیے پھول اور کیک وغیرہ سجا کر گیا ہے۔'' خرمن نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

''تم نے اسے جانے کیوں دیا؟ میرے آنے تک روکنا تھا۔''

''میں نے روکا تھا مگر اسے اچانک کوئی کام یاد آ گیا تھا۔''

''وہ عقلمند ہے میں تو ویسے بھی اس وقت کسی تیسرے بندے کو برداشت نہیں کروں گا۔'' گہری نگاہوں سے اسے دیکھتا ہوا وہ مسکرایا تھا مگر اگلے ہی پل کال بیل کی آواز نے اس کی مسکراہٹ غائب کردی تھی۔ اس کے بگڑے تاثرات پر خرمن کھلکھلاتی ہوئی اٹھ رہی تھی' جب عارش نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

''کس کس کو دعوت دی ہے تم نے؟'' وہ جھلایا تھا۔

''منیزہ اور بیلا کے علاوہ کون ہوسکتا ہے؟''

''مگر کیوں؟'' وہ زچ ہوا تھا۔

''گفٹ لے کر آئی ہیں تمہارے لیے' برتھ ڈے کا کیک نہیں کھلاؤ گے انہیں۔ چپ کر کے بیٹھو۔'' اسے گھرکتے ہوئے وہ لاؤنج سے نکلی تھی۔

❀------○------❀

انسٹی ٹیوٹ پہنچتے ہی عثمان نے جو اسے اطلاع دی تھی وہ اس کے لیے قطعی غیر متوقع اور دنگ کر دینے والی تھی۔

''ہمارے گھروں کے سب سے زیادہ قریب گھر اسد کا ہی ہے' اس نے آج ہی مجھے یہ کال کر کے بتایا ہے کہ کوئی شخص احمد انکل کے بارے میں معلوم کرتا میرے گھر تک پہنچا تھا اور یہ کل رات کی ہی بات ہے اسد نے اسے کچھ زیادہ بتانے سے گریز کیا تھا' اس شخص کے حلیے کے بارے میں اسد نے مجھے جو کچھ بتایا مجھے تو یہی لگتا ہے کہ وہ سو فیصد ہارون ہی تھے۔''

''میرے پاس اسد کا کوئی کانٹیکٹ نمبر نہیں ہے تم ابھی میری اس سے میری بات کروا سکتے ہو؟'' عارش نے کہا تھا۔

''ہاں تم اپنی تسلی کے لیے خود تفصیل سے بات کرو۔'' عثمان نے فوراً ہی سیل فون نکالا تھا۔

❀------○------❀

''کیا واقعی یہ معجزہ رونما ہو رہا ہے کیا اتنا وقت گزرنے کے بعد زندگی کے تنگ راستے کشادہ ہو سکتے ہیں جو کچھ کھو چکا ہے کیا اب سود سمیت واپس مل سکتا تھا' میں مایوس نہیں تھا مگر میری دعاؤں میں اتنی تاثیر نہیں ہوسکتی تھی اگر یہ سچ ہے تو میں اسے سنبھال نہیں پاؤں گا ہارون! یہ بالکل میرے لیے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے جیسا ہے۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے جو مجھے کوئی خواب سے بیدار کردے۔ میرا دل اس سچ کو قبول نہیں کر پائے گا۔'' زلزلوں کی زد میں اسے دیکھ رہے تھے جو دو زانوں ان کے قدموں میں بیٹھ گیا تھا۔

''آپ کو اس کے سچ ہونے کی دعا پھر بھی کرنی ہوگی۔ میں اب اس اُمید کو گُم نہیں ہونے دے سکتا۔ ورنہ میں اپنے آپ

کو کھو دوں گا۔آپ اللہ سے دعا کریں کہ یہی حقیقت ہو میرا صبر ختم ہو رہا ہے میں اب مزید آپ کو یا ماما کو روز مرتے روز جیتے نہیں دیکھ سکتا۔ میں وہ سب آپ کو لوٹانا چاہتا ہوں جسے میں نے چھینا تھا مجھے نجات چاہیے۔آپ اللہ سے دعا کریں۔'' لرزتے لہجے میں شدید کرب سے بولتا وہ سر ان کے گھٹنوں پر رکھ چکا تھا اس کے آنسوؤں کی نمی وہ محسوس کر سکتے تھے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ کچھ کہنے کی کوشش بھی نہیں کر سکے تھے لفظوں کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔سُرخ ہوتی آنکھوں سے انہوں نے کچھ فاصلے پر سوئے ہوئے ایبک کے انتہائی زرد اور کمزور ہو جانے والے چہرے کو دیکھا تھا اس نے بہت گہرا اثر لیا تھا۔ وہ بہت خاموش تھا مگر ہشام قزلباش جانتے تھے جو آتش فشاں ان کے دل میں اُبل رہا ہے وہی ایبک اور ہارون کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں۔رہ گئیں صبیحہ تو ان کو ابھی بے خبر ہی رہنا تھا۔فی الحال بے خبر رہنا ہی ان کے حق میں بہتر تھا۔

⊛------○------⊛
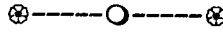
''میرے بڑے ماموں اب پہلے سے بہتر ہیں وہ مجھ سے اور خرمن سے ملنے کے لیے بہت زیادہ بے چین ہیں۔''صبیحہ کو وہ بتا رہا تھا۔

''ان کے لیے فی الحال یہاں آنا ناممکن ہے اس لیے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ خرمن کے ساتھ میں وہاں چلا جاؤں خرمن اس لیے بھی وہاں جانے کے لیے بے چین ہے کہ وہ وہاں ماموں جان اور مامی سے ملے گی ان سے دور رہتے ہوئے اسے کئی دن گزر چکے ہیں ان دونوں کے بغیر وہ کبھی اتنا عرصہ نہیں رہی ہے۔''

''عارش!یقیناً خرمن اپنے ماں باپ سے ملنے کے پاس جانے کے لیے بے چین ہو گی مگر میں تمہیں یہی مشورہ دوں گی کہ تم اسے ساتھ مت لے جاؤ۔''صبیحہ کچھ ایسی تشویش سے بولی تھیں کہ وہ حیران نظروں سے ان کو دیکھتا اُلجھا بھی تھا۔

''ابھی فی الحال تم چلے جاؤ'خرمن کو تم بعد میں بھی لے جا سکتے ہو ابھی اس کے لیے اتنا طویل سفر کرنا نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔''ان کے سمجھانے والے انداز پر وہ کچھ چونکتے ہوئے ان سے نظر بھی نہیں ملا سکا تھا۔

''خرمن کے ماں باپ اسے اپنے پاس بلا رہے ہیں؟''اسے سوچتا دیکھ کر وہ پوچھ رہی تھیں۔

''نہیں ان کو معلوم بھی نہیں ہے کہ میں اور خرمن وہاں جانے کا پروگرام بنا چکے ہیں ہم اچانک جا کر ان سب کو سرپرائز دینا چاہتے تھے۔''

''تو پھر بھول جاؤ اس سرپرائز کو ورنہ چاہو تو خرمن کی ماں سے پہلے اجازت لو اور مجھے معلوم ہے کہ وہ نہیں چاہیں گی کہ ایسے وقت میں خرمن سفر کی صعوبتیں اُٹھائے۔''ان کے ناراض لہجے پر وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔

''تمہیں اپنے ماموں کے پاس یقیناً جلد از جلد جانا چاہیے ان کی صحت پر اور اچھا اثر پڑے گا یہاں تم خرمن کی فکر مت کرنا تم اس کے لیے مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو۔''

''آپ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی آپ میرے لیے بالکل مامی کی طرح ہیں۔''وہ شرمندہ ہوا تھا۔

''پھر خاموش کیوں ہو میں تمہیں مجبور نہیں کر رہی تمہیں جیسا ٹھیک لگتا ہے ویسا ہی کرو'تم دونوں سمجھدار ہو بہتر فیصلہ کر سکتے ہو۔''

''میرا خیال ہے خرمن سے زیادہ میں ناسمجھ ہوں ورنہ یہ رسک لینے کا نہ سوچتا۔''وہ شرمندہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

''دراصل میں اب خرمن کے لیے فکر مند ہوں وہ جانے کے لیے بہت زیادہ پُر جوش ہے تیاریوں میں مصروف ہے۔اب اگر میں اسے ساتھ نہ لے جانے کی بات کروں گا تو وہ یقیناً بہت ناراض ہونے والی ہے۔میں اسے کیسے سمجھاؤں گا؟''اس کے پریشان انداز پر صبیحہ نے اسے حیرت سے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل مسکرائی تھیں۔

''پہلے مجھے یہ سمجھاؤ کہ تم اسے منع کرنے سے ڈر رہے ہو یا اس کی ناراضی کا خیال تمہیں خوف میں مبتلا کر رہا ہے؟''

''آپ کی دونوں ہی باتیں درست ہیں اور اس کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی شرم بھی محسوس نہیں ہو رہی میں پناہ مانگتا

ہوں اس کی ناراضی سے۔'' اس کے فوراً ہی کہنے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھیں۔

''میرے اچانک روکنے پر اور تنہا جانے کے فیصلے پر کچھ بعید نہیں کہ جھگڑا بھی ہوسکتا ہے۔''

''نہیں مجھے تم سے یہ بالکل اُمید نہیں کہ تم کبھی خرمن سے جھگڑے بھی کر سکتے ہو گے۔'' صبیحہ حیرت سے بولی تھیں۔

''میں آپ کو اتنا معصوم لگتا ہوں؟'' اس کے سوال پر وہ مسکرائی تھیں۔

''ویسے عموماً ابتداء خرمن کی طرف سے ہی ہوتی ہے میں تو بس جھگڑے کو انجام تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔'' وہ مسکراتے لہجے میں بولا تھا۔

''ٹھیک ہے تم خرمن سے کچھ مت کہنا میں آج ہی اسے فون کروں گی' مجھے یقین ہے کہ وہ میری بات سمجھ جائے گی اور تم سے جھگڑے کی نوبت بھی نہیں آئے گی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں جبکہ عارش رُک کر ایبک کی طرف متوجہ ہوا تھا جو اسی جانب آ رہا تھا۔

''تم دونوں بیٹھو میں ذرا چائے وغیرہ کا انتظام کرلوں' تم آفس سے سیدھے یہیں آئے ہو ایسے ہی نہیں جانے دوں گی تمہیں۔'' تاکید کرنے والے انداز میں وہ بولتیں کرسی سے اٹھ گئی تھیں۔

''میں تمہارے ہی جاگنے کا انتظار کر رہا تھا کل رات ہیں ہارون سے معلوم ہوا تھا کہ تمہاری طبعیت خراب ہے ورنہ میں تو یہی سوچ رہا تھا کہ تم کرکٹ میں مصروف ہو اس لیے میری کال ریسیو نہیں کر رہے۔'' بغور ایبک کے اترے چہرے کو دیکھ کر وہ بول رہا تھا۔

''بہت بُری بات ہے تمہاری طبیعت جانے کب سے خراب ہے اور مجھے معلوم تک نہیں تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو؟'' عارش کے سوال پر وہ سر جھکائے بیٹھا تھا نظر اٹھا کے اسے دیکھنے لگا تھا۔

''آپ اکیلے آئے ہیں؟'' اس کے مدھم کمزور لہجے میں کچھ تھا جس نے عارش کو چونکا دیا تھا اس پہلے کہ وہ کچھ کہتا ہارون کی تیز آواز پر ایبک اٹھ کر گیٹ کی سمت بڑھ گیا تھا اپنی طرف آتے ہارون اور ہشام قزلباش کے تاثرات کو بغور دیکھتا وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا' آج یہاں آنے کی وجہ صرف ایبک نہیں تھا' کل رات فون پر اسے ہارون نے کہا تھا کہ وہ کچھ ضروری بات کرنا چاہتے ہیں جو گھر میں نہیں کی جاسکتی عارش کو حیرت نہیں تھی البتہ اس وقت کا انتظار ضرور تھا۔

''عارش تمہیں یاد ہے میں نے فون پر تم سے کیا کہا تھا؟'' قریب آتے ہی ہارون بولا تھا۔

''مجھے یاد ہے مگر ایسی کونسی بات ہے جو یہاں نہیں ہوسکتی؟'' عارش نے سوال کرتے ہوئے ہشام قزلباش کے بڑھتے ہوئے اضطرابی تاثرات کو دیکھا تھا۔

''تم سب جانتے ہو عارش سب جاننے کی کوشش بھی کرتے رہے ہو مگر اب مجھے جاننا ہے کہ حقیقت کیا ہے؟ میرا زندہ رہنا مشکل ہو رہا ہے۔'' اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بہت مضطرب اور گھٹے گھٹے تکلیف دہ لہجے میں بولے تھے۔

''آپ کو مجھ پر بھروسہ ہے تو یقین رکھیں کہ حقیقت وہی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ ہارون! اگر ماموں جان کے گھر تک نہ جاتے تو شاید کچھ وقت اور لگتا مگر عیاں تو سب کچھ ہونا ہی تھا کیونکہ ہوتا تو وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے کب' کہاں اور کیسے؟ یہ سوال بے معنی ہیں۔'' سنجیدگی سے بولتے ہوئے اس نے ہارون کو بھی دیکھا تھا جو ساکت نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''اپنے آپ کو سنبھالیں۔'' عارش نے تشویش زدہ نظروں سے ہشام قزلباش کو دیکھا تھا' جو بے جان ہوتے وجود کے ساتھ کرسی پر ڈھے سے گئے تھے ان کے چہرے پر زندگی کے آثار معدوم ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

''ایبک! رُکو۔'' عارش نے اسے روکنا چاہا تھا جو تقریباً دوڑتا ہوا وہاں سے جا رہا تھا۔

''اسے جانے دو۔'' ہارون کی آواز اسے کسی کھائی سے اُبھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

❀-----O-----❀

اس وقت وہ احمد حسین کے کمرے میں موجود تھا کچھ تلاش بسیار کے بعد امید کے عین مطابق اسے وہ مطلوبہ چیزیں حاصل ہوگئی تھیں جو کمرے کی واحد الماری سے اس نے برآمد کی تھیں۔ایک فائل جس میں کچھ قانونی کاروائیوں کے کاغذات تھے اوران کے ساتھ ہی اٹیچ ایک نومولود بچے کی تصویر......بغوران کاغذات کا مطالعہ کرتے ہوئے جب وہ تصویراس کے سامنے آئی تو اس میں کچھ اچنبھے کی بات نہ رہی تھی کہ اس تصویر پر جیسا چہرہ چند گھنٹوں قبل ہشام قزلباش کے والٹ میں موجود ایک تصویر میں دیکھا تھا' فائل کے ساتھ ہی اسے بہت حفاظت سے ایک بیگ میں رکھے وہ کپڑے بھی مل گئے تھے جو کسی نومولود بچے کے تھے۔بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اس نے فریم میں قید اس تصویر کو اٹھایا تھا جس میں احمد حسین اور فاطمہ کے درمیان خرمن کا مسکراتا چہرہ بھی موجود تھا۔

''میرے دل کو یقین ہے کہ وہ گناہ کا سایہ نہیں ایک آسمانی تحفہ ہے جسے قدرت مجھ سے اب تم تک منتقل کررہی ہے۔کیونکہ میرے بعد اب تم ہی اس کے اہل ہو'اس کی ذات کو لے کر جس دن تمہارے اندر شکوک وشبہات بیدار ہوئے اس دن یہ سمجھ لینا کہ تم اس مقدس تحفے کے حقدار نہیں رہے ہو۔'' اسے یاد آرہا تھا نکاح سے چند دن پہلے احمد حسین نے اس سے یہ سب کہا تھا۔گہری سانس لے کر اس نے تصویر واپس اس جگہ پر رکھ دی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ احمد حسین کے دیئے گئے اس تحفے کا حقدار اس سے زیادہ کوئی نہیں ہے اور اب وہ اس کا حق بھی ادا کرنے جارہا تھا۔اس سچ سے ابھی احمد حسین بھی ناواقف تھے' کسی عجلت کا مظاہرہ وہ بھی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے وہ اس دن کا انتظار کررہا تھا جب ان کے روبرو ہوکر اسے اس ناقابل یقین حقیقت کو ان کے گوش گزار کرنا تھا اور اس سے پہلے وہ خرمن کو کسی چیز کی بھنک بھی نہیں لگنے دینا چاہتا تھا یہ تاکید اسے ہارون اور ہشام قزلباش کو بھی کرنی تھی حالانکہ ان باپ بیٹوں کے لیے اب اس سب کے بعد بھی خاموشی اختیار کرنے کی تاکید کسی ظلم سے کم نہیں تھی مگر عارش مجبور تھا ان کے صبر کا کڑا امتحان لینے کے لیے۔احمد حسین اور فاطمہ کی آمد سے پہلے وہ حقیقت کو خرمن تک پہنچنے نہیں دے سکتا تھا۔کال بیل کی آواز پر اس نے ریسٹ واچ میں وقت دیکھا تھا۔

اسے معلوم تھا کہ ہارون اور ہشام قزلباش آگئے ہیں۔ان سے پوچھنے کے لیے بہت سے سوال تھے باوجود اس کے کہ منیزہ بہت اچھی طرح اس کو ہر پہلو سے آگاہ کرچکی تھی منیزہ کی طرح وہ شاکڈ نہیں تھا' اب کوئی چیز اسے شاکڈ نہیں کرسکتی تھی' ہشام قزلباش کے یقین کو اور مستحکم کرنے کے لیے احمد حسین کے گھر سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہوسکتی تھی۔اسی لیے وہ خرمن کی بے خبری میں گھر کی چابیاں لے کر یہاں آن پہنچا تھا۔

❀------○------❀

فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے وہ بہت خوش تھی مگر عثمان کو اس کی ایکسائٹمنٹ مسکرانے پر مجبور کررہی تھی۔

''اتنا خوش جب ہونا جب میں BMW خریدوں گا یہ چھوٹی سی سیکنڈ ہینڈ چیز بھی میں نے صرف عارش کے فورس کرنے پر خریدی ہے۔''

''تم کتنے ناشکرے ہو مان! میرے لیے تمہاری خریدی ہوئی کوئی چیز معمولی یا چھوٹی نہیں ہوسکتی بہت اچھا کیا عارش نے اتنی بڑی کمپنیز کا برانڈ ایمبیسیڈر پرانی بائیک پر گھومتا بالکل نہیں جچتا۔'' وہ خفگی سے بولی تھی۔

''مگر مجھے اس پرانے سفید ہاتھی کو بھی پالنے کی ضرورت نہیں تھی' مجھے ہر بار پک اینڈ ڈراپ کی سہولت مل جاتی ہے۔''

''مگر وہ تمہیں انسٹی ٹیوٹ اور ریڈیو اسٹیشن کے لیے تو نہیں ملتی' کمپنی تو صرف اپنے مطلب کے لیے تمہارے گھر تک زیرو میٹر کار بھیجتی ہے۔'' وہ فوراً بولی تھی۔

''عارش ٹھیک ہی تو کہتا ہے تمہیں اب اپنے امیج اور سیکیورٹی کا خیال رکھنا چاہیے۔''

''سیکیورٹی تک تو ٹھیک ہے مگر امیج تو میرا اب بھی خطرے میں ہے کیونکہ تم جو میرے ساتھ ہو۔'' مسکراہٹ چھپائے وہ بولا تھا۔

''تو کیوں مجھے ساتھ لے کر نکلے ہو؟بتانا تھا ان چمچماتی ماڈلز کو جو تمہاری واقف کار ہو چکی ہیں مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔'' بیلا کا بھڑکنا لازمی تھا۔

''تم سچ کہہ رہی ہو تمہیں کوئی افسوس نہیں ہوگا؟'' حیرانی سے ہنستے ہوئے عثمان نے اور جلانا چاہا تھا جو نا گواری کے ساتھ باہر بھاگتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ ہاسپٹل سے واپس آتے ہوئے عثمان نے ایک بینک کے سامنے گاڑی روک دی تھی۔

''مجھے زیادہ وقت نہیں لگے گا ابھی آتا ہوں۔'' اسے مخاطب کرتا وہ تیز قدموں سے بینک کی طرف بڑھ گیا تھا۔ ارد گرد کا جائزہ لینے کے بعد دوبارہ بینک کی بیرونی دیوار کے پاس بیٹھی بوڑھی فقیر عورت کو دیکھا تھا دوپہر کا وقت تھا اس وقت کوئی راہ گیر بھی ایسا دکھائی نہیں دے رہا تھا جو اس بوڑھی عورت کے کشکول میں چند سکے ڈال دیتا اپنے بیگ سے روپے نکال کر وہ فرنٹ سے اتری ہی تھی جب اس کے قدم زمین میں جکڑے تھے سامنے ہی ڈرائیونگ سیٹ سے اترتے فاروق مکمل اس کی طرف متوجہ تھے۔ وہ اپنے سارے ارادے بھول گئی تھی۔ دائیں طرف چہرہ پھیرے وہ ساکت تھی مگر ان کی جھلستی نظریں وہ اپنے چہرے پر چبھتی ہوئی محسوس کر سکتی تھی جو اس کے سامنے آ رکے تھے وہ ان کی جانب متوجہ نہیں تھی مگر ان کی آنکھیں اسے اپنے چاروں طرف گھومتی دکھائی دے رہی تھیں۔ شعلے پھینکتی' انگارے لٹاتی وہ آنکھیں آہستہ آہستہ اس کی روح تک کو جلا کر بھسم کر رہی تھیں۔ غضب ناک نظروں سے اس کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے فاروق کی رگوں میں لہو کی جگہ آگ دوڑنے لگی تھی یہ چند لمحے بیلا کے لیے قیامت بن گئے تھے اس کے وجود سے جیسے روح نکل گئی تھی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ ان کی نظروں سے دور بھاگ جاتی' وہ جیسے اسے پتھر کا مجسمہ بنا گئے تھے۔ فاروق کے عقب میں رکے عثمان کی نظریں بیلا پر تھیں جو مزید ان کی آنکھوں کی تاب نہ لا سکی تھی سرعت سے بیلا تک پہنچ کر عثمان نے اسے گرنے سے روکا تھا۔

''آپ اس طرح اسے ہراساں نہیں کر سکتے۔'' بیلا کی حالت نے اس کا ضبط ختم کیا تھا۔ جو وہ بھر کر فاروق پر برسا تھا اس کے حملے نے فاروق کے چہرے پر سنگلاخ چٹانوں جیسی سختی پھیلائی تھی لب بھینچے سلگتی نظروں سے وہ بس اسے دیکھ رہے تھے جو نڈھال ہو چکی تھی۔ بیلا کو تقریباً فرنٹ سیٹ پر دھکیلنے کے بعد دھماکے سے ڈور بند کرتا جارحانہ انداز میں ہی ڈرائیونگ سیٹ تک پہنچا تھا۔

سر جھکائے وہ بمشکل اپنی سسکیوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ عثمان کی خطرناک رش ڈرائیونگ سے اس کے تیوروں کا اندازہ ہو رہا تھا' وہ اسے مخاطب نہیں کر پا رہی تھی مگر دل جیسے حلق میں آ رہا تھا۔

''بند کرو یہ ڈرامہ بازی تنگ آ چکا ہوں میں۔'' بالآخر وہ اس پر دھاڑا تھا جو گنگ تھی۔ اسے اپارٹمنٹ کے مین گیٹ پر ڈراپ کر کے وہ خطرناک خاموشی کے ساتھ ہی انسٹی ٹیوٹ روانہ ہو گیا تھا۔

❀-----◌-----❀
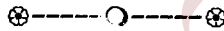
''میں اپنی خوشی لفظوں میں بیان نہیں کر پا رہی' میں آپ آپ کے ماں باپ کے لیے جتنا خوش ہوں اس سے بہت زیادہ خوش خرمن کے لیے ہوں۔ اب تو آپ کو بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ دنیا صرف آپ کے لیے ہی نہیں اس کے لیے بھی عقوبت خانہ بن گئی تھی۔ اسے کیسی کیسی نظروں کا اور کیسے اذیت ناک لمحوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا' یہ وہ جانتی ہے مگر اب تو میں اللہ کی بہت شکر گزار ہوں وہ اپنی جڑوں کو اپنے اصل کو پانے جا رہی ہے۔ عارش نے اگر مجھ سے خاموش رہنے کا وعدہ نہ لیا ہوتا تو میں یہی چاہتی کہ خرمن کو اس کی زندگی کی انمول خوشی میری زبانی معلوم ہو۔'' اپنی مخصوص ٹیبل تک پہنچتے پہنچتے بھی وہ مستقل اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی اس کا چہرہ اندرونی جذبوں اور خوشی سے جگمگا رہا تھا اپنی خوشی میں وہ بالکل بھی ہارون کی گہری خاموشی کو محسوس نہیں کر سکی تھی۔

''مگر مجھے یہ سمجھ نہیں آیا کہ براہ راست عارش سے کوئی بات کرنے سے پہلے آپ نے مجھ سے کوئی رابطہ کیوں نہیں کیا؟'' منیزہ کو اچانک یاد آیا تھا۔

''کیونکہ تمہارا کام ختم ہو چکا تھا۔'' اس کے سرد لہجے نے منیزہ کو چونکا دیا تھا۔

''کیسا کام؟'' الجھی نظروں سے اس نے ہارون کے تاثرات دیکھے تھے۔

''وہی کام جو عارش نے تمہیں سپرد کیا تھا اور جسے تم نے بخوبی مکمل کیا ہے۔''

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' دنگ نظروں سے منیزہ نے اس کی آنکھوں سے چھلکتی اجنبیت کو دیکھا تھا۔

''منیزہ! میرے سامنے انجان نہ بنو کیا یہ سچ نہیں ہے عارش کے کہنے پر تم میرے قریب آئیں میرے دل کے میرے ماضی کے ہر ورق کو پڑھنے کے لیے تم میری ہمدرد بن گئیں' تاکہ عارش کی اُلجھن سلجھ جائے مجھ تک پہنچنے کے لیے اسے تمہاری ضرورت تھی اور تم نے چہرے پر نقاب چڑھا کر بہت ایمانداری کے ساتھ اس کی ضرورت کو پورا کیا ہے۔''

''ہارون! یہ سچ ہے لیکن پورا سچ نہیں ہے۔'' منیزہ کا دل لرز اٹھا تھا۔

''میری آنکھوں سے پردہ ہٹانے کے لیے اتنا ہی سچ کافی تھا۔ میرے پاس جس مقصد کو لے کر تم آئی تھیں وہ پورا ہو چکا ہے' اب تمہیں مجھ پر اپنا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''صرف یہی مقصد نہیں تھا ضرورت اور محبت میں اگر آپ فرق نہیں سمجھ پا رہے تو سمجھنے کی کوشش تو کیجیے میں تو خوشی میں سرشار تھی کہ میں وہ راستہ بن رہی ہوں جو آپ کو آپ کی اس خوشی تک پہنچائے گا، جسے آپ کے خاندان نے کھو دیا تھا' جسے کھو کر آپ نے خود کو بھی گم کر دیا تھا میں تو آپ کے چہرے پر وہ مسکراہٹ اور وہ خوشی دیکھنے آئی تھی جس میں کچھ حصہ میرا بھی تھا۔'' لرزتے لہجے میں بولتے منیزہ کی آنکھیں دھواں ہونے لگی تھیں۔

''کیوں نہیں تمہیں تمہارے حصے کا کریڈٹ دینے کے لیے تو میں نے آج تمہارا قیمتی وقت مانگا ہے۔'' ہارون کے لہجے میں طنز نمایاں تھا۔

''میرے دل میں جھانکنے کا میرے اور میرے خاندان پر احسان کرنے کا شکریہ میں ساری زندگی ادا کرتا رہوں گا۔ آج بھی پوری سچائی اور ایمانداری سے میں تمہارا احسان مند اور شکر گزار ہوں مگر اب کسی بھٹکے ہوئے کو اس کی منزل کا راستہ بنتے ہوئے اس کی آنکھ میں محبت نام کی دھول مت ڈالنا۔'' سرخ چہرے کے ساتھ بھنچے لہجے میں وہ بولتا یکدم اٹھا تھا ساکت نظروں سے وہ اسے دور جاتا دیکھتی رہ گئی تھی۔

❀-----O-----❀

بہت خاموشی کے ساتھ وہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی تھی جو مستقل ٹی وی کی طرف متوجہ تھا اس کے بے تاثر چہرے اور لاتعلقی نے بیلا کو شدید قسم کے پچھتاوے میں گھیرا تھا۔

''تم اب تک مجھ سے ناراض ہو؟'' اس کے مدھم لہجے پر عثمان نے اسے دیکھا تھا۔

''میں ان کے سامنے ٹھہرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ پتہ نہیں مجھے کیا ہوا تھا۔'' وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولی تھی۔

''مجھے یہ سب مت بتاؤ۔'' عثمان کا لہجہ ترش تھا۔

''جس انسان سے تم نفرت کے دعوے کرتی ہو آج اس کے سامنے تم سب کچھ بھول گئیں۔ یہاں تک کہ مجھے بھی' مجھے نہیں سمجھ آتا کہ تم چاہتی کیا ہو؟''

''میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے راضی رہو مگر آج میں نے کمزوری کا مظاہرہ کر کے تمہیں مایوس کر دیا۔'' بیلا کے لہجے میں نمی گھل گئی تھی۔

''میں تم سے مایوس نہیں مگر تم کیا آگے بھی اسی طرح کمزوری کا مظاہرہ کرو گی؟ نہ وہ اس شہر کو چھوڑ کر جا رہے ہیں اور نہ ہی ہم۔ کیا ہر بار ایسا ہی ہوگا؟'' عثمان کے نرم لہجے پر وہ چند لمحوں کے لیے چپ سی ہو گئی تھی۔

''آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا جس انسان سے میرا کوئی تعلق ہی نہیں اسے اب میں خود پر حاوی نہیں ہونے دوں گی۔'' اس کے قطعی لہجے پر عثمان نے جانچتی نظروں سے اس کے تاثرات کو دیکھا تھا تب ہی ڈور بیل نے خاموشی کو توڑا تھا۔

''مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے اب اپنا موڈ ٹھیک کرو۔'' نرمی سے اس کے گال کو تھپتھپاتا ہوا وہ اٹھ گیا تھا۔ ٹی وی آف کرتی

وہ خرمن کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ نیٹ کے سیاہ جھلملاتے اسکارف میں اس کا چہرہ بہت فریش لگ رہا تھا۔

''ماشاءاللہ! بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' بیلا کی تعریف پر وہ بے ساختہ ہنستی ہوئی اس کے گلے لگی تھی۔

''کیسی ہو تم میرے دوست کا لہو پی کر؟'' عثمان کا مضحکہ خیز سوال اس کی ہنسی غائب کر گیا تھا۔

''تم نے سنا یہ کیا بک رہا ہے؟'' تیز لہجے میں وہ عارش سے مخاطب تھی جو مسکراتے ہوئے صوفے پر براجمان ہو گیا تھا۔

''جب جب تمہیں عارش کے ساتھ دیکھ کر میرے زخم تازہ ہوں گے میں ایسے ہی بک بک کروں گا۔'' عارش کے قریب ہی صوفے پر بیٹھتا وہ ہٹ دھرمی سے بولا تھا۔

''عارش! آج پھر اسے دورہ اٹھ گیا ہے۔ تم ذرا ضبط سے کام لے کر اپنی غیرت کو جوش میں مت لانا۔'' بیلا نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

''کب جاؤ گے تم سرگودھا؟ جب سے آئے ہو میرے اور استانی کے درمیان جم کر رہ گئے ہو۔'' عثمان نے کینہ توز نظروں سے عارش کو دیکھا تھا۔

''چلا جاؤں گا یار دو دن اور صبر کر لو۔'' عارش نے تسلی دی تھی۔

''اب کیا فائدہ تمہارے جانے کا' اب تو میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں رہا۔'' عثمان کی دہائی پر خرمن اپنی ہنسی نہیں روک سکی تھی۔

''عارش! تم اس انسان کے بھروسے پر مجھے چھوڑ کر جاؤ گے؟'' وہ ہنسی کے درمیان بولی تھی۔

''فکر مت کرو اپنی آنکھیں میں یہیں چھوڑ کر جاؤں گا۔'' عارش نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''عارش! تم خرمن کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ میں اس کے ساتھ ہوں۔'' بیلا نے کہا تھا۔

''بیلا تم کتنی اچھی ہو اب اسی بات پر تم فٹافٹ کافی لے آؤ۔''

''تمہیں تو اس بے چاری کو دیکھتے ہی کافی یاد آ جاتی ہے۔'' خرمن نے ناگواری سے عارش کو ٹوک دیا تھا۔

''اور تمہیں دیکھ کر اسے خدا کی یاد آ جاتی ہے۔'' عثمان نے شرارتی لہجے میں اسے چھیڑا تھا۔

''ابھی بتاؤں تمہیں۔'' خرمن کی کھا جانے والی نظروں پر وہ ڈھٹائی سے ہنسا تھا۔ جبکہ بیلا خرمن کا ہاتھ پکڑے کچن کی سمت کھینچ لے گئی تھی۔

''تمہیں دیر نہیں کرنی چاہیے خرمن سے مزید سچ چھپانا ٹھیک نہیں۔'' عثمان سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا تھا۔

''تم جانتے ہو کہ حالات بالکل بدلنے والے ہیں اور خرمن کو صرف ماموں جان سنبھال سکتے ہیں' وہ یہ سب کچھ اتنی آسانی سے قبول نہیں کر سکے گی۔ میں جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرسکتا مجھے ہارون کی طرف بھی سب کی فکر ہے مگر میں ابھی سب کچھ روکے رکھنے پر مجبور ہوں اور پھر بس چند دنوں کی تو بات ہے [illegible] نے کہا تھا۔

''تم احمد انکل کو ساتھ لے کر آؤ گے؟'' عثمان نے پوچھا تھا۔

''ابھی میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر اس نازک معاملے پر خرمن سے صرف وہی بات کر سکتے ہیں' حالانکہ اس حقیقت کو وہ بھی فوری طور پر قبول نہیں کر پائیں گے۔'' عارش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا۔

❀------○------❀

گلاس ونڈو سے شانہ ٹکائے وہ ٹیرس پر پھیلی چاند کی تیز روشنی میں جانے کیا تلاش کر رہی تھی۔ اپنی قربت کا احساس دلانے کے لیے عقب سے اس کے شانوں کو تھامتا وہ اس کی گردن پر جھک گیا تھا۔ اچانک نرم گرم لمس پر چونک کر ہلکی سی جھرجھری لیتی وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''میں نے تمہارا سوٹ کیس تیار کر دیا ہے چیک کر لینا کوئی چیز رہ نہ گئی ہو۔'' اس کے گریبان کا بٹن چٹکی میں پکڑتی وہ بولی تھی۔

''کتنی جلدی ہے مجھے یہاں سے نکال دینے کی۔'' اس کے شکایتی لہجے پر وہ مسکرائی تھی۔
''جیسے تم تو جانے کے لیے بالکل تیار نہیں میں زبردستی تمہیں بھیج رہی ہوں۔''
''مگر روکنے کی کوشش بھی تو نہیں کر رہی ہو۔'' وہ فوراً بولا تھا۔
''مگر تم کیوں روکو گی مجھے اب تمہیں مجھ سے ایسی کوئی محبت تو ہے نہیں کہ تم میرے بغیر رہ نہ سکو۔'' پتہ نہیں اس کے لہجے میں طنز تھا یا نہیں مگر خرمن ناگواری کے باوجود بمشکل کوئی سخت بات کہنے سے خود کو روک سکی تھی' کل صبح وہ جا رہا تھا اس لیے کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی۔
''خاموش کیوں ہو گئیں؟ بہت بُرا ہوں میں تمہیں ناراض کر دیتا ہوں۔'' اس کی پشت کے گرد بازو حمائل کرتا وہ اسے قریب کر گیا تھا۔
''اتنا آسان ہے میرے بغیر رہنا کہ ایک بار بھی مجھے جانے سے نہیں روک رہیں؟'' اس کا گھمبیر لہجہ چہرے کو دہکا گیا تھا۔
''میں چاہتے ہوئے بھی تمہیں جانے سے نہیں روکنا چاہتی اس شہر سے تمہارے ماں باپ کی یادیں وابستہ ہیں اس زمین سے تمہاری جذباتی وابستگی ہے۔ وہاں کچھ رشتے ہیں جو تمہارے اپنے ہیں پتہ نہیں یہ مصروف زندگی تمہیں دوبارہ موقع دے یا نہیں اس لیے تمہیں جانا چاہیے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔
''مگر میں تمہارے ساتھ جانا چاہتا تھا۔'' وہ بولا تھا۔
''صبیحہ آنٹی سے بات کرنے کے بعد مجھے بھی یہی بہتر لگا کہ میرا نہ جانا ہی ٹھیک ہے۔ مگر دوبارہ تم مجھے لازمی ساتھ لے جانا' کیونکہ یہ میری خواہش ہے میں کبھی اس شہر سے باہر نہیں گئی۔'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔
''ہاں یہ دوسری وجہ ہے جس کی وجہ سے میں تمہیں ساتھ لے جانا چاہتا تھا' اگر ایسا ہوتا تو میں اس ایک ہفتے کو ہمارے ہنی مون ٹرپ میں چینج کر دیتا۔'' اس کے مسکراتے لہجے پر وہ جھینپ کر ڈھیرے سے ہنسی تھی۔
''پہلی وجہ کیا تھی مجھے ساتھ لے جانے کی؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔
''تم جانتی ہو۔'' اس کے چہرے کو چھوتے ہوئے وہ اس کی ابرو کے اوپر ماہ نیم پر جھکا تھا۔
''تمہارے بغیر میرا وہاں رہنا مشکل ہوگا تم میرے سر پر سوار رہو گی مجھے اپنا چین سکون بھی یہاں چھوڑ کر جانا ہوگا۔'' اس کے بے بس انداز پر بے ساختہ ہنستے ہوئے خرمن نے اس کے گریبان سے چہرہ ٹکایا تھا۔
''کوئی بات نہیں صرف ایک ہفتے کی تو بات ہے۔ تم واپس میرے پاس ہی آ ؤ گے۔'' وہ تسلی دے رہی تھی۔
''تم مجھے یاد کرو گی؟''
''بالکل بھی نہیں۔'' وہ بولی تھی مگر اگلے ہی پل دنگ ہوئی تھی جب شدید ناراضی سے وہ اسے الگ کرتا پیچھے ہوا تھا۔
''میں ہر وقت تمہیں یاد رکھوں گی تو یاد کرنے والی بات نہ کرو ناراض کیوں ہو رہے ہو مطلب تو پہلے سمجھو۔'' وہ اس کے بگڑتے تاثرات پر ہنستے ہوئے اس کے قریب ہوئی تھی۔

❀-----O-----❀

تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا وہ باہر نکل جاتا اگر اپنے نام کی پکار اسے سنائی نہ دیتی' نپے تلے قدم اٹھاتا وہ لاؤنج کی طرف آیا تھا۔
''تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے رات کے وقت باہر کہاں جا رہے ہو؟'' صبیحہ بولی تھیں جبکہ اس نے ایک نظر ہارون پر ڈال کر ہشام قزلباش کو دیکھا تھا۔
''میں عارش کے گھر جا رہا ہوں۔'' اس کے اکھڑے لہجے سے زیادہ اس کی اطلاع نے صبیحہ کو حیران کیا تھا۔
''عارش کل صبح ہی تو تم سے مل کر گیا ہے' تم جانتے ہو کہ وہ ایک ہفتے کے لیے شہر سے باہر گیا ہے۔''
''مجھے معلوم ہے۔'' وہ اسی اکھڑے لہجے میں بولا تھا۔

''جب معلوم ہے تو کیوں جا رہے ہو؟ عارش گھر میں نہیں ہے اس کی غیر موجودگی میں تمہارا وہاں جانا ٹھیک نہیں ہے تم نا سمجھ بچے نہیں ہو، جو ہر بات سمجھانی پڑے۔'' صبیحہ کے ناراض لہجے پر ایبک نے بگڑے تیوروں کے ساتھ باپ اور بھائی کے سنجیدہ چہروں کو دیکھا تھا۔

''ان پابندیوں میں دم گھٹتا ہے میرا۔'' وہ یکدم غصے میں چیخا تھا۔

''ایبک! جاؤ اپنے کمرے میں۔'' ہشام قزلباش کے سخت قطعی لہجے پر وہ سرخ چہرے کے ساتھ واپس اسٹیئرز کی سمت جارحانہ قدموں سے گیا تھا۔

''پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے اسے، جب سے بیمار ہوا ہے بات بات پر بگڑنے لگا ہے۔'' صبیحہ یکدم فکر مند ہوتی اپنی جگہ سے اٹھی تھیں۔

''آپ اس کے پاس مت جائیں میں ابھی جا کر اسے سمجھاتا ہوں۔ ہارون نے ان کو روکا تھا۔

''میں چاہ رہی تھی کہ خرمن کو ایک دو دن کے لیے اپنے پاس بلا لوں۔'' صبیحہ کی خواہش نے ان دونوں کو ہی چونکایا تھا۔

''عارش کی فکر بھی کچھ کم ہو جائے گی اس کی طرف سے بات کر لوں عارش سے؟'' وہ ان سے اجازت طلب کر رہی تھیں جو اپنی گمشدہ متاع کو اپنے سینے میں چھپا لیتے اور وہ صرف اسے گھر میں لانے کی اجازت طلب کر رہی تھیں۔ ہشام قزلباش اس وقت خود کو بہت بے بس محسوس کر رہے تھے۔ ہارون سے ان کی کیفیت کیسے چھپی رہ سکتی تھی۔

''میں یہ سوچ رہا ہوں عارش کو اعتراض بھی ہو سکتا ہے، کچھ دیر کی بات الگ ہے، مگر شاید خرمن بھی یہاں رکنے سے احتراز کرے۔'' ہارون نے کہا تھا۔

''میں ان دونوں کو جانتی ہوں اس لیے تو یہ بات کروں گی مجھے یقین ہے کہ عارش انکار نہیں کرے گا اور خرمن بھی میری بات نہیں ٹالے گی۔''

ان کے پُر یقین لہجے پر وہ دونوں ہی کچھ نہیں بول سکے تھے، جبکہ صبیحہ مطمئن ہو کر وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔

''ہارون اگر وہ یہاں میرے سامنے رہی تو میں عارش کی ہر تاکید بھول جاؤں گا، میں خود پر اختیار نہیں رکھ سکوں گا۔'' شدید مضطرب انداز میں اپنی پیشانی سہلاتے ہوئے وہ جیسے ہار گئے تھے۔

''پاپا! تھوڑی سی ہمت اور باندھ لیں ہمیں عارش کی واپسی کا انتظار کرنا ہے ہر حال میں۔'' ان کے قریب بیٹھتے ہوئے ہارون نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

''اگر خرمن یہاں آ جاتی ہے تو ایک طرح سے یہ بہتر ہو گا، اس کے سامنے رہنے سے آپ کو بھی تسلی رہے گی۔''

''اس کا میری نظروں کے سامنے رہنا ایک عذاب ہو گا میں نظر بھر کر اسے دیکھ بھی نہیں سکوں گا اسے اپنے سینے سے نہیں لگا سکوں گا میرا دل اس کے لیے تڑپ رہا ہے مگر میں اسے یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ میں۔'' ضبط کے باوجود ان کی لرزتی آواز اور آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا ہم اس امتحان سے بھی گزر جائیں گے۔'' ان کا ہاتھ سہلاتے ہوئے ہارون نے لہجے کو مضبوط رکھنے کی کوشش کی تھی۔ گہری سانس لے کر انہوں نے خود کو سنبھالا تھا۔

''ایبک کو سمجھاؤ جا کر اسے یاد دلاؤ کہ اس نے عارش سے کیا وعدہ کیا تھا۔''

''میں اس سے جا کر بات کرتا ہوں۔ آپ خود کو اور پریشان نہ کریں۔'' تشویش زدہ نظروں سے ان کے چہرے پر بکھرے تاثرات کو دیکھا تھا۔

❀-----O-----❀
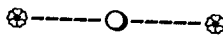
اسے بہت عجیب لگ رہا تھا مگر صبیحہ اتنے اصرار اور محبت سے اسے اپنے پاس بلا رہی تھیں کہ عارش کی طرح وہ بھی ان کو بار بار منع نہیں کر سکی تھی، حالانکہ عارش نے فون پر پہلے ہی تاکید کر دی تھی کہ ان کے اصرار پر وہ صاف انکار نہ کرے ان کا

دل رکھنے کے لیے ایک دو دن ان کے گھر میں گزارنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے وہ جانتی تھی کہ صبیحہ اور اس کے درمیان کتنی اپنائیت اور بے تکلفی کا بندھن بندھ چکا ہے' مگر پھر بھی ان کے گھر میں رکنا اسے بہت جھجک میں مبتلا کر رہا تھا شاید اس لیے بھی کہ اپنے گھر کے علاوہ اس پہلے کہیں قیام بھی نہیں کیا تھا۔ یہ زیادہ بہتر ہوا تھا کہ اسے منیزہ کا ساتھ مل گیا تھا صبح ہی اس نے منیزہ کو کال کر کے زبردستی انسٹی ٹیوٹ سے چھٹی کروا کے اپنی طرف بُلا لیا تھا' اس کے خیال سے منیزہ کو ساتھ لے جانے سے اس کی جھجک کچھ کم ہو جائے گی اور سب سے اہم یہ کہ منیزہ کو اپنے گھر میں دوبارہ دیکھ کر ہارون کی صحت پر بھی اچھا اثر پڑے گا' منیزہ کے انکار کو اس نے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ مور کے جوڑے کی تصویر اپنے سیل فون میں قید کرتی منیزہ سے نظر ہٹا کر اس نے ایبک کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی بہت عجیب نظروں سے وہ یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا یہاں آنے کے بعد سے ہی اسے ایبک کا رویہ بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا وہ بہت خاموش اور بجھا بجھا سا تھا یہ وہ ایبک بالکل بھی نہیں لگ رہا تھا جو نان اسٹاپ بولتا تھا۔

''مجھے ابھی بھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے ڈاکٹر کے پاس گئے تھے تم؟'' خزمن نے سرسری انداز میں پوچھا تھا۔ جواباً اثبات میں سر ہلاتا وہ اس کے چہرے سے نظر ہٹا گیا تھا۔

''اچھا سنو! ایک پنجرہ اور تیار کر لو میں تمہیں اپنے کبوتروں کے دو تین جوڑے اور دوں گی۔''

''اچھا'' وہ بمشکل مسکرا سکا تھا۔

''ایبک یہ مور باہر آ سکتے ہیں بہت پیارے لگ رہے ہیں میں ان کی مووی بناؤں گی۔'' منیزہ نے ایبک کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ جبکہ خزمن پلٹ کر صبیحہ کی طرف آ ئی تھی جو مسکراتے ہوئے اس کو دیکھ رہی تھیں۔

''ایک بات بتائیں آپ کو منیزہ کیسی لگتی ہے؟''

''بہت اچھی بہت پیاری بالکل تمہاری طرح۔'' صبیحہ بولی تھیں۔

''مگر مجھے تو لگا تھا آپ کی نظر میں مجھ سے اچھا اور پیارا اور کوئی ہو نہیں سکتا۔'' وہ مصنوعی ناراضی سے بولی تھی۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔'' صبیحہ دھیرے سے ہنسی تھیں۔

''آپ نے منیزہ اور ہارون کے درمیان کچھ محسوس کیا تھا جب وہ پہلی بار یہاں آئی تھی؟''

''ہاں وہ میرا بیٹا ہے میں ایک نظر میں ہی اس کے چہرے اور دل کا حال جان لیتی ہوں' مگر میں خوش ہونے کے ساتھ ساتھ بہت حیران بھی ہوں کیونکہ ہارون تو لڑکیوں سے الرجک ہے وہ تو شادی کے نام سے ہی دور بھاگتا ہے۔'' صبیحہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھیں۔

''اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کے صاحبزادے اتنے بھی سیدھے نہیں ہیں آپ کا ووٹ اہمیت رکھتا ہے جو کہ مجھے مل چکا ہے میری پہنچ سے ہارون دور نہیں بھاگ سکتے منیزہ کو میں آپ کی بہو بنا کر ہی دم لوں گی۔''

''اگر ایسا ہو جائے تو ہارون کے پاپا تمہارے احسان مند ہوں گے ان کی بہت خواہش ہے کہ ہارون کسی طرح شادی کے لیے تیار ہو جائے۔'' صبیحہ بولی تھیں جبکہ خزمن مسکراتے ہوئے منیزہ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی جو ایبک کے ساتھ یہیں آ رہی تھی۔

چائے کا کپ منیزہ کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ پورچ کی طرف جاتی سوک کی طرف متوجہ ہوئی تھی خزمن کو عجیب سا محسوس ہوا تھا جب ہشام قزلباش گاڑی سے اترتے ہی سیدھا گھر کے اندر چلے گئے تھے حالانکہ دور سے ہی جب وہ ان کو دیکھ چکی تھی تو ظاہر ہے وہ اس کی موجودگی سے کیسے بے خبر رہ سکتے تھے۔ بس ایک نظر منیزہ نے اسی جانب آتے ہارون کو دیکھا تھا' ڈارک گرے کلر کی شرٹ کی سلیوس کہنیوں تک فولڈ کیے اپنی پُرکشش سحر انگیز شخصیت سے دل کی دھڑکنیں روک گیا تھا۔

''تو آپ تشریف لے آئیں ہمارے گھر کو رونق بخشنے؟'' صبیحہ کے قریب ہی کرسی پر براجمان ہوتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''نام لے کر مخاطب کریں یہاں میرے ساتھ منیزہ بھی تشریف لائی ہیں۔'' خزمن نے شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ چائے

کا کپ اس کی طرف بڑھایا تھا۔

''اب یاد رکھوں گا تمہاری ہدایت۔'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتے ہوئے ہارون نے ایک اچٹتی سی نگاہ منیزہ پر ڈالی تھی' مدھم ہوا سے چہرے پر بکھرتے بال سمیٹتی وہ شرمندہ تاثرات کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہی تھی بس ایک لمحے کے لیے ہی دونوں کی نظریں ملی تھیں' منیزہ کی پلکیں بھاری ہو کے جھکی تھیں جبکہ وہ صبیحہ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''پاپا کی طبیعت کچھ بہتر نہیں ہے۔ شاید سر میں بھی درد ہے۔''

''اچھا میں دیکھتی ہوں جا کر۔'' کپ ٹیبل پر رکھتیں وہ فوراً جانے کے لیے اٹھی تھیں۔

''اب انکل کی طبیعت بہت بہتر ہو جائے گی۔'' مسکراتی نظروں سے خزمن نے صبیحہ کو دیکھا تھا۔

''ابھی آ کر بتاتی ہوں تمہیں۔'' ان کے حسمگین لہجے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''ہارون میں منیزہ کو زبردستی لائی ہوں تاکہ یہ اپنے ہاتھوں سے وہ ڈکشنری آپ کے حوالے کرے جو آپ نے اسے پڑھنے کے لیے دی تھی۔'' خزمن کے سنجیدہ لہجے پر ہارون نے پہلے منیزہ کو پھر خزمن کو دیکھا تھا۔

''جی ہاں ڈکشنری دی تھی آپ نے اس کو۔'' ہارون کے شرمندہ تاثرات پر وہ ہنسی تھی۔

''آئی ایم سوری تم اب اپنی مرضی سے جو کتاب لے جانا چاہو لے جا سکتی ہو۔'' ہارون کو براہ راست منیزہ سے مخاطب ہونا پڑا تھا۔

''آج تو نہیں کسی کتاب کی ضرورت ہوگی تو میں خزمن سے کہہ دوں گی۔'' منیزہ نے کہا تھا۔

''مجھ سے کیوں کہو گی زیادہ تکلف کرو گی تو ہارون ناراض ہو جائیں گے۔ ان کی لائبریری کو اپنا ہی سمجھو میں نے ٹھیک کہا؟'' مسکراتی نظروں سے اس نے ہارون کو دیکھا تھا۔

''ہاں بالکل ان کو اجازت ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

''آپ کو کچھ زحمت تو ہوگی مگر کچھ دیر بعد منیزہ کو عثمان کی طرف ڈراپ کر دیجیے گا اس کے بھائی اسے وہاں پک کرنے آئیں گے۔''

''نہیں خزمن عثمان کا گھر یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے میں خود چلی جاؤں گی۔'' منیزہ نے درمیان میں اسے روک دیا تھا۔

''خاموش رہو ہارون کو ناراض کر کے ہی سکون لو گی' کیا آج ان کا ریڈیو پروگرام ہے ان کا دل ٹوٹ گیا تو ساری پلے لسٹ غموں سے بھرپور اور آنسوؤں میں ڈوب جائے گی۔'' خزمن کے ٹوکنے پر وہ گڑبڑا کر ہارون کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''میرے دل کی فکر مت کریں محترمہ! میں نے اُمیدیں کسی سے باندھنی ترک کر دی ہیں ایک بار کا گرنا ہی کافی ہوتا ہے سنبھلنے کے لیے۔'' ہارون کے سپاٹ لہجے پر منیزہ کا چہرہ اتر گیا تھا خزمن کیا کہہ رہی تھی اور ہارون کیا بول رہا تھا اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا' ہارون نے بس ایک نگاہ اسے ضرور دیکھا تھا جو بالکل خاموش سپاٹ چہرے کے ساتھ اس جانب دیکھ رہی تھی جہاں ایک مور کے جوڑے کو پنجرے میں بھیجنے کی کوشش میں مگن تھا۔

❀------O------❀
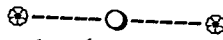
''آپ کے گھر میں میری موجودگی شاید آپ کو ناگوار گزری ہوگی۔'' کچھ فاصلہ طے ہوا تھا جب منیزہ نے اس کے سپاٹ تاثرات کو دیکھا تھا۔

''لیکن اگر میں آپ کے سامنے موجود ہوں اگر آپ سے نظر ملانے کے قابل ہوں تو صرف اس لیے کہ کل کی طرح آج بھی میری نیت میرا مقصد وہ نہیں تھا جو آپ نے سمجھا ہے میرے لیے آپ کے دل میں جو بدگمانیاں ہیں مجھے ان پر کوئی شرمندگی اس لیے نہیں ہے کہ ان میں کوئی سچائی نہیں ہے مگر ان پر مجھے افسوس زیادہ اس لیے بھی ہے کہ میرے لیے یہ بدگمانیاں آپ جیسے انسان کے دل میں موجود ہیں۔'' اس کے مدھم سنجیدہ لہجے پر بھی ہارون نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

''میں جو تم سے کہنا چاہتا تھا کہہ چکا ہوں تمہیں جو کہنا تھا کہہ دیا ہے میں دوبارہ تم سے کبھی اس بارے میں بات کرنا نہیں

چاہوں گا۔ جو گزر گیا وہ ختم ہو چکا ہے تم میرے لیے قابل عزت ہو اور ہمیشہ رہو گی۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

''جو گزر رہا ہے وہ ختم نہیں ہوتا اگر ایسا ہوتا تو آپ آج تک اپنے گزرے ہوئے کل کے حصار میں نہ ہوتے۔'' مدھم لہجے میں بولتی وہ سامنے متوجہ ہوئی تھی۔

''بس یہیں روک دیں۔'' مین گیٹ کے سامنے گاڑی روک کر ہارون نے اسے دیکھا تھا جو اسے دیکھے بغیر شکریہ ادا کرتی سیٹ سے باہر اتر گئی تھی اس کے لہجے اور چہرے پر پھیلی سوگواری ہارون سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔

❁------O------❁

کچن میں رات کے کھانے کی تیاری میں مصروف وہ خرمن کی طرف متوجہ ہوئی تھیں جو ان کی طرف ہی آ رہی تھی۔

''میں ایبک کے کمپیوٹر پر اس کی پکنک کی تصویریں دیکھ رہی تھی، وقت اتنا گزر گیا اور مجھے خیال ہی نہ رہا کہ آپ تنہا یہاں میری فرمائشی ڈش بنانے میں مصروف ہوں گی۔'' اس کے شرمندہ لہجے پر وہ مسکرائی تھیں۔

''ایبک یقیناً تمہارے سر میں درد کر دے گا ابھی دیکھنا وہ تمہارے پیچھے پیچھے یہاں بھی آ جائے گا۔''

''نہیں ابھی ایسا ممکن نہیں کیونکہ اس کے کسی دوست کی کال آئی ہوئی ہے۔'' وہ دھیرے سے ہنستی ہوئی بولی تھی۔

''میں کھانا بنانے میں آپ کی مدد کروں گی مجھے کام بتائیں کیا کرنا ہے۔''

''تم ہرگز کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاؤ گی آرام سے بیٹھ جاؤ ورنہ میں ابھی عارش کو فون کرتی ہوں۔''

''مگر کیوں؟'' ان کی دھمکی پر خرمن کو ہنسی آئی تھی۔

''اس لیے کہ تم یہاں کام کرنے نہیں آئی ہو روز بھی تو میں کھانا بناتی ہوں اور آج تو میں اس لیے بھی خوش ہوں کہ تمہاری پسند کا کھانا بنانا ہے تم کچن میں خود کو تھکاؤ گی تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ اب تم آرام سے بیٹھ جاؤ اور مجھ سے باتیں کرو۔'' ان کی تاکید پر وہ مسکراتے ہوئے ٹیبل کے گرد بیٹھ گئی تھی۔

''انکل کی طبیعت اب کیسی ہے میری ان سے ملاقات ہی نہیں ہو سکی۔''

''میں نے ان کو سر درد کی ٹیبلٹ دی تھی وہ شاید سو گئے ہوں گے ورنہ اس وقت تو ٹی وی کے چینل ہوتے ہیں اور وہ ہوتے ہیں۔''

''کتنا برا لگ رہا ہے مجھے آپ کام کر رہی ہیں اور میں آرام سے بیٹھی ہوں۔'' خرمن کو افسوس ہو رہا تھا۔

''جس دن عارش کے ساتھ آؤ گی اس دن مجھے آرام سے بٹھا کر خود کھانا بنا لینا مجھے بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمہارے بنائے کھانوں کی کتنی تعریف کرتا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''اس کی تو بات ہی نہ کریں جس دن کھانا بالکل بھی اچھا نہیں بنا ہوتا اس دن بھی کھانے کی تعریف کرتا ہے۔'' اس کے بیزار لہجے پر صبیحہ ہنسی تھیں۔

''تمہیں تو خوش ہونا چاہیے اس کی تعریف پر اتنی بیزار کیوں ہوتی ہو۔''

''اب آپ ہی بتائیں جب مجھے پتہ ہے کہ میں نے کھانا اچھا نہیں بنایا میں خود پر غصہ ہوں وہ کھانے کی تعریفیں کیے جا رہا ہے مجھے سمجھ نہیں آتا وہ اپنے آپ کو سمجھا رہا ہوتا ہے یا مجھے شرمندہ کر رہا ہوتا ہے۔''

''پھر تم کیا کرتی ہو اسے تعریفیں کرنے سے روک دیتی ہو۔'' صبیحہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

''نہیں کیونکہ مجھے پتہ ہے اسے تعریفیں کرنے کی عادت پڑ چکی ہے، چاہے میں اس کے سامنے جلا ہوا کھانا ہی پیش کر دوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔

❁------O------❁

نماز کی ادائیگی کے لیے وہ صبیحہ کے کہنے پر ان کے کمرے میں ہی آ گئی تھی۔ وہ بھی یہ جان کر مطمئن ہو گئی تھیں کہ ہشام

قزلباش اوپر ہارون کے کمرے میں آرام کر رہے ہیں۔ دروازے کو تھوڑا سا کھول کر ایبک نے کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ پرسکون گہری خاموشی میں وہ عبادت میں مشغول تھی۔ ایبک کے لیے بہت مشکل تھا اپنے جذبات کو چھپائے رکھنا۔ عارش کی حد بندیوں پر وہ اس سے بھی ناراضی اور غصے کا اظہار کر چکا تھا' خرمن کے آگے پیچھے گھومتے اسے مسلسل اپنی طرف متوجہ رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کئی ایسے نازک لمحے آئے تھے جس میں وہ سب کچھ بھول جانا چاہتا تھا وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ یہاں سب کس اذیت سے گزر رہے ہیں پھر وہ کیوں ہر چیز سے انجان یہاں اطمینان سے ہے۔

''ایبک!'' عقب سے ابھرتی صبیحہ کی تنبیہی پکار پر وہ کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔

''تم کیوں اسے تنگ کرنا چاہتے ہو اسے سکون سے نماز تو پڑھنے دو اور یہ تم کس طرح کمرے میں جھانک رہے تھے وہ تمہاری وجہ سے گھبرا کر یہاں نہیں رکے گی مجھے الگ شرمندہ کر دو گے تم۔'' وہ مدھم آواز میں اسے سمجھا رہی تھیں۔

''ان کے فون پر عارش کی کال آ رہی تھی میں ان کو یہ بتانے آیا تھا۔'' وہ بگڑے تیوروں کے ساتھ بولا تھا۔

''تو تم عارش کو کال کر کے بتاؤ کہ خرمن ابھی نماز پڑھ رہی ہے۔''

''مجھ سے مت کہیں جو کرنا ہے وہ خود کریں۔'' انتہائی ہٹ دھرمی سے وہ غصے کا اظہار کرتا گیا تھا۔ جبکہ ناگوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے صبیحہ نے کمرے کا دروازہ دوبارہ بند کر دیا تھا۔

دوپٹہ سر سے اتارتے ہوئے اس نے بیڈ پر پھیلے اسکارف کو دیکھا تھا جو وضو کے دوران کچھ بھیگ گیا تھا اسے خشک ہونے کے لیے مزید کچھ دیر ایسے ہی وہ ڈریسنگ کے سامنے آ رکی تھی۔ بالوں میں برش پھیرتے ہوئے وہاں موجود ہوتے ہوئے بھی وہ کہیں اور تھی اس کا دل اداس ہو رہا تھا یہ سوچ کر کہ عارش وہاں احمد حسین اور فاطمہ کے قریب ہے اور وہ یہاں ان سب سے کتنی دور کتنی تنہائی محسوس کر رہی ہے۔ اس وقت وہ جیسے ہوش میں آئی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ ہشام قزلباش کو اچانک وہاں دیکھ کر وہ ایک پل کے لیے ساکت رہ گئی تھی مگر ہشام قزلباش کے لیے تو اس لمحے ساری دنیا ہی ساکت اور جامد ہو گئی تھی' جس حقیقت نے ان کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی آج اس حقیقت کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے پھر قدموں کے نیچے سے زمین ڈگمگا گئی تھی ناقابل برداشت اذیت سے دل جیسے پھٹنے لگا تھا شدت کرب سے سرخ ہوتی ان کی پیاسی نظریں اس پر ساکت تھیں ان کی اذیت سے بےخبر وہ عجلت میں سلام کرتی دوپٹے کا ہلکا سا گھونگھٹ نکالتی بیڈ سے اپنا اسکارف اٹھا کر ان کی طرف آئی تھی جن کی روح تک کانپ رہی تھی۔

''اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' وہ ان سے کیا پوچھ رہی تھی ان کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا وہ بس اسے اپنے سینے میں جذب کر کے اپنے صدیوں سے جلتے دل کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے' ان کی بےبسی لاچاری اور دل سے رستے خون کے آنسوؤں کے درمیان زمین اور آسمان تھے جو بس اس تڑپ کا تماشہ دیکھ رہے تھے ان کے خاموش ہونٹوں کے پیچھے قید کتنی کراہیں تھیں وہ ان سے ناواقف تھی۔ جس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا ان کی سرخ آنکھوں اور چہرے پر پھیلے کرب کو وہ کوئی نام تو نہ دے سکی مگر اس کمرے میں اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا دل پر بڑھتے بوجھ نے اسے اتنا ہراساں اور پریشان کیا کہ اگر یکدم ہشام قزلباس پلٹ کر کمرے سے باہر نہ نکلتے تو وہ ان کی نظروں سے دور بھاگ جاتی۔ کمرے کی تنہائی میں اسے اپنا دماغ سُن ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا یہ سب کیا ہوا تھا؟ کیسا درد تھا ان کی آنکھوں میں یہ سوال اسے حیران اور پریشان کر رہے تھے۔ غائب دماغی سے اسکارف اپنے چہرے کے گرد لپیٹتے ہوئے وہ مسلسل ہشام قزلباش کی آنکھیں اپنے آپ پر محسوس کرتی رہی تھی۔

✿------O------✿
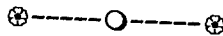
اسے معلوم تھا وہ دیکھ رہی تھی محسوس کر رہی تھی کہ وہ یہاں سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے اتنی پذیرائی اتنی گرم جوشی کہ وہ شرمندہ سی ہو رہی تھی ہارون بھی اپنی ساری مصروفیات ترک کر کے اسے کمپنی دے رہا تھا ایبک اور صبیحہ تو مستقل اس کے اردگرد ہی رہتے تھے صبیحہ ہر تھوڑی دیر بعد اس کی فکر میں مبتلا ہو رہی تھیں کہ وہ پریشان تو نہیں یا یہ کہ اس کو کسی چیز کی ضرورت

ہے اور یہ بھی کہ وہ یہاں اچھا محسوس کر رہی ہے یا نہیں۔ خزمن ان کو اپنی طرف سے مطمئن کرتی رہی تھی مگر ان کی خاطر داری اور آؤ بھگت کے باوجود صبیحہ مطمئن نہیں ہو پا رہی تھیں شاید ہو سکتا تھا کہ وہ اس کی اندرونی کیفیات کو بھانپ رہی ہوں' خزمن پر یقین تو نہیں تھی مگر یہ سچ تھا کہ دھیرے دھیرے اس کے اعصاب دباؤ کا شکار ہو رہے تھے بظاہر سب کچھ اچھا نظر آ رہا تھا مگر ایک عجیب سا پریشر اسے ماحول میں محسوس ہو رہا تھا' جیسے جیسے رات سر پر آتی جا رہی تھی بے چینی اور گھبراہٹ سی پیدا ہونے لگی تھی ہشام قزلباش سے دوبارہ اس کا سامنا نہیں ہوا تھا اور جانے کیوں اسے یہی غنیمت لگا تھا صبیحہ کے روکنے کے باوجود وہ کھانا ٹیبل پر لگانے میں ان کی مدد کرتی رہی تھی اور پھر ہارون کو بلانے اسٹیرز کی طرف بڑھ گئی تھی وہ کچھ دیر پہلے اوپر گیا تھا چینج کرنے کیونکہ کھانے کے بعد اسے ریڈیو اسٹیشن کے لیے بھی نکلنا تھا۔ دستک دیتے ہوئے اس نے ہال کی دیوار پر لگی قد آدم سائز کی تصویر کو دیکھا تھا تب ہی دروازہ کھلنے پر ہارون کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''کھانے پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔'' اسے اطلاع دیتے ہوئے خزمن کی نگاہ اس کے کالر پر جا رکی تھی مگر اسے چونکنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

''بس ایک منٹ۔'' سرعت سے گریبان کا اوپری بٹن بند کرتا وہ دروازے سے ہٹ گیا تھا' جبکہ خزمن خاموشی سے اس قد آدم سائز کی تصویر کی طرف بڑھ گئی تھی آبنوسی کرسی پر صبیحہ اور ہشام قزلباش براجمان تھے جبکہ ان کے دائیں بائیں ایک اور ہارون موجود تھے۔ گردن موڑ کر اس نے اسی جانب آتے ہارون کو دیکھا تھا۔

''یہ تصویر بہت خوبصورت اور ہر طرح سے مکمل ہے کہیں کوئی کمی نہیں ہے۔''

''آنکھیں اکثر دھوکا دے جاتی ہیں ہو سکتا ہے جو تمہیں نظر آ رہا ہو وہ سچ نہ ہو۔'' ہارون کے سنجیدہ چہرے نے اسے حیران کیا تھا۔

''اس تصویر میں کیا سچ نہیں ہے؟''

''یہ تصویر ہر طرح سے مکمل نہیں ہے۔ بہت بڑی کمی ہے جو اس وقت تمہیں دکھائی نہیں دے گی۔''

''آپ مجھے کنفیوژ کر رہے ہیں۔'' تصویر پر نگاہ ڈالتی وہ الجھی تھی۔

''اگر ایسا ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں چلو نیچے چلتے ہیں۔'' ہارون نے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ دیا تھا جس کی الجھن قائم تھی کھانے پر ہشام قزلباش موجود نہیں تھے یقیناً طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے مگر اخلاقاً خزمن نے سرسری انداز میں ان کی غیر موجودگی کے بارے میں صبیحہ سے پوچھ لیا تھا۔

❀-----○-----❀

کمرے میں داخل ہوتی وہ دنگ ہوئی تھیں جبکہ ان کی طرف متوجہ ہوتی خزمن کچھ شرمندہ ہوئی تھی۔

''ایبک کے دوست چلے گئے؟'' ان ہیلر بیگ میں ڈالتی وہ پوچھ رہی تھی۔

''مگر یہ کیا تم یہ کب سے استعمال کر رہی ہو۔'' اس کے قریب بیٹھتی وہ تشویش زدہ نظروں سے اس کے چہرے پر ابھرتی نقاہت کو دیکھ رہی تھیں۔

''ہمیشہ سے ہی یہ میری ضرورت ہے آپ پریشان نہ ہوں اور میں آپ کو پریشان نہیں دیکھنا چاہتی۔'' مسکراتے ہوئے خزمن نے ان کے ہاتھ تھام لیے تھے۔ چند لمحوں تک وہ خاموشی سے اس کی سیاہ شفاف آنکھوں کو دیکھتی رہی تھیں۔

''جانتی ہو جب جب تمہارے چہرے کو تمہاری آنکھوں کو دیکھتی ہوں تو ایسا لگتا ہے جیسے......'' ان کا لہجہ گھٹنے لگا تھا ان کی نم آنکھوں نے خزمن کی مسکراہٹ غائب کر دی تھی۔

''کیا لگتا ہے آپ کو؟'' اس کے سوال پر صبیحہ کی آنکھیں ڈبڈبائی تھیں نفی میں سر ہلاتے ہوئے انہوں نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی تھی اور پھر اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا تھا ان کے بے آواز آنسو خزمن کو سُن کر گئے تھے بہت محبت سے وہ اس کی آنکھوں کو چوم رہی تھیں اور پھر اسکارف میں چھپی اس کی پیشانی کو بھی چومتے ہوئے اسے گلے لگا لیا تھا کیسا قرار کیسا

سکون تھا یہ جس کے لیے وہ ترستی رہی تھیں نہ وہ اپنی کیفیت کو سمجھ رہی تھیں نہ اس کو سمجھا سکتی تھیں۔
''آپ کیوں رو رہی ہیں مت روئیں۔'' ان کے آنسو صاف کرتے خرمن کا دل پگھلنے لگا تھا جبکہ صبیحہ بمشکل ہی خود کو سنبھال سکی تھیں۔
''کیا آپ مجھے اپنے دل کی بات نہیں بتائیں گی؟ میں آپ کو اس طرح روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی آپ تو بس مسکراتے ہوئے مجھے اچھی لگتی ہیں جو چیز آپ کے آنسوؤں کا سبب ہے آپ مجھے بتا کے دل ہلکا کر سکتی ہیں کیا میں آپ کی کچھ نہیں لگتی؟''
''ایسا مت سوچو تم میری بیٹی ہو میں تمہیں اپنے دل کی ہر بات بتاؤں گی مگر ابھی کچھ مت پوچھو۔'' وہ لرزتے لہجے میں بولی تھیں۔
''تمہاری طبیعت بہتر نہیں لگ رہی تم اب کمرے سے باہر نہیں نکلو گی۔ بس سو جاؤ تمہیں اب آرام کی ضرورت ہے۔'' ان کی تاکید پر وہ مسکرائی تھی۔
''اتنی جلدی مجھے نیند نہیں آئے گی اور پھر میں نے ہارون سے کہا تھا کہ جب وہ واپس آئیں گے تو میں ان کے لیے کافی بناؤں گی۔''
''ہارون کو واپسی میں دیر ہو جائے گی اس کے لیے کافی تم کل بھی بنا سکتی ہو کل تو چھٹی کا دن ہے وہ گھر میں ہی ہوگا اب تم عارش کو کال کر کے اس کی خیریت معلوم کرو میں ذرا ان کو دیکھ آؤں۔'' وہ تاکید کرتی اٹھ گئی تھیں۔
''میری وجہ سے انکل کو ہارون کے کمرے میں جانا پڑا وہ پریشان تو نہیں میری وجہ سے؟'' خرمن کو شرمندگی ہوئی تھی۔
''بالکل نہیں جب ان کی طبیعت خراب ہوتی ہے وہ اسی طرح ہارون کے کمرے میں رہتے ہیں ان کو وہیں سکون ملتا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھیں۔ چند لمحوں تک وہ صبیحہ کے پیچھے بند دروازے کو دیکھتی رہی تھی اور پھر گہری سانس بھر کر اپنے سیل فون کی جانب بڑھ گئی تھی جو چیخ اٹھا تھا۔
''میں ابھی تمہیں کال کرنے ہی والی تھی۔''
''سب خیریت ہے؟'' عارش کے لہجے میں تشویش تھی۔
''ہاں سب خیریت ہے۔''
''کیسا وقت گزر رہا ہے سب کے ساتھ؟''
''بہت اچھا لگ رہا ہے یہاں مگر یہاں وقت گزر کر نہیں دے رہا ایسا لگ رہا ہے سب کچھ رکا رکا سا ہے۔'' کوشش کے باوجود وہ اپنے محسوسات نہیں چھپا سکی تھی۔
''فکر مت کرو میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہے آخر ہم دونوں پہلی بار ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہیں۔'' عارش کے مسکراتے لہجے نے بھی اس کے اندر اٹھتے اضطراب کو کم نہیں کیا تھا۔
''میں تو اب توبہ کر رہا ہوں تمہارے بغیر کسی سفر پر نہیں نکلوں گا عجیب ہو رہا ہے میرے ساتھ تم سے دور ہوں مگر دل دماغ تمہاری طرف ہی لگے ہیں ابھی بھی سب سے جان چھڑا کر تم سے بات کرنے کا موقع ڈھونڈا ہے لیکن مجھے پتہ ہے تم مجھے بالکل یاد نہیں کر رہی ہو ورنہ مجھ سے پہلے خود کال کر لیتیں اپنی آواز سنانے کے لیے۔''
''عارش! تم میری بھی کوئی بات سنو گے؟'' اس کے تھکے لہجے نے عارش کو چونکایا تھا۔
''خرمن تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے تمہاری طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی؟'' عارش کو یکدم کچھ محسوس ہوا تھا۔
''پتہ نہیں مجھے یہاں کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا ہے مگر کیا، یہ میں نہیں جانتی۔'' اس کی آواز رندھ گئی تھی۔
''خرمن اگر کوئی بات ہوئی ہے تو مجھے بتاؤ مگر اس طرح پریشان مت ہو ورنہ میں ابھی واپس آنے کی تیاری کر لوں گا۔''
اس کے نم لہجے نے عارش کو بے طرح بے چین کر دیا تھا۔

''نہیں کوئی بات نہیں ہے یہاں سب بہت اچھی طرح میرے ساتھ پیش آ رہے ہیں لیکن یہاں رات بھر رکنا میرے لیے بہت مشکل ہو رہا ہے۔ مجھے نیند بھی نہیں آئے گی۔''

''خرمن میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں تم وہاں سے گھر واپس آنا چاہو گی کوئی زبردستی نہیں روکے گا مگر وہاں رکنے کی حامی بھر لینے کے بعد اب تم گھر جانے کی بات کرو گی تو وہاں سب کی دل آزاری بھی ہو سکتی ہے تمہیں ان سب کی فیلینگز کا خیال بھی تو رکھنا ہے۔ پریشان مت ہو ایک رات کی بات ہے میں ابھی عثمان کو فون کرتا ہوں وہ صبح ہی تمہیں پک کرنے پہنچ جائے گا کوئی بھی بہانہ کر کے تمہیں ساتھ لے جائے گا۔'' عارش کی تسلی نے اسے کچھ ڈھارس دی تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ اتنا ہی بولی تھی۔

''اچھا سنو! تم نے صبیحہ آنٹی سے منیزہ کے بارے میں کوئی بات کی؟'' عارش کو یاد آیا تھا۔

''ہاں منیزہ اتنی اچھی ہے ان کے بیٹے کی بھی پسند ہے پھر وہ کیوں راضی نہیں ہوں گی۔''

''اچھی بات ہے ابھی منیزہ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا میں پہلے مصطفیٰ ماموں کو آگاہ کروں گا۔'' وہ تاکید کر رہا تھا۔

رات میں ہارون کے واپس آنے پر اس کی مدد لے کر صبیحہ نے ایک کو زبردستی اس کے کمرے میں بھیجا جس پر خرمن کو بہت ہنسی آئی تھی لیکن ایک ناراض ہو گیا تھا اس بات کا افسوس بھی تھا کہ اس کی باتوں میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔

''اب آپ بھی سو جائیں میری باتوں سے آپ کی نیند بھی ڈسٹرب ہو گئی ہے۔''

''میری فکر مت کرو تم اب سو جاؤ کافی رات ہو چکی ہے۔'' صبیحہ کے پُرشفقت لہجے پر اس نے مسکراتے ہوئے آنکھیں موندھ لی تھیں۔ نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں وہ اس کے بلیو اسکارف میں قید پاکیزہ چہرے کو دیکھتی رہیں تھیں۔ ہاتھ رخسار کے نیچے رکھے اس کے سونے کا یہ انداز یکدم ہی صبیحہ کو چونکا گیا تھا یہ انداز بہت مانوس سا تھا ہشام قزلباش کی عادت تھی کہ وہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پر چہرہ ٹکا کر سوتے تھے۔ خرمن کے اس انداز پر ہلکا سا مسکراتے ہوئے وہ بھی سونے کے لیے آنکھیں بند کر چکی تھیں۔

❁------O------❁

گہری نیند سے اچانک ان کی آنکھ کھل گئی تھی انہوں نے وال کلاک میں وقت دیکھا تھا ساڑھے تین بج رہے تھے اس وقت تو وہ تہجد کی نماز پڑھ لیتی تھیں مگر آج پتہ نہیں کیسے ان کی نیند اتنی طویل اور گہری کیسے ہو گئی تھی۔ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے انہوں نے اپنے دوپٹے کی سمت ہاتھ بڑھایا تھا مگر اگلے ہی پل ان کا ہاتھ ہی نہیں آنکھیں بھی ساکت رہ گئی تھیں قریب ہی وہ اپنے آپ سے بھی غافل سوئی ہوئی تھی صبیحہ سانس لینا بھول گئی تھیں ان کے وجود پر لرزہ طاری ہو گیا تھا ان کی وحشت زدہ آنکھیں اس پر جمی ہوئی تھیں جس کا اسکارف کھل کر اس کی گردن کے گرد لپٹا رہ گیا تھا۔ ایک قیامت تھی جو ان پر سے گزر رہی تھی ان کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو چکے تھے دل اذیت سے پھڑ پھڑا رہا تھا بمشکل انہوں نے اپنا کانپتا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا ریشمی اسکارف پھسلتا ہوا ان کے ہاتھ میں آتا اس کی گردن کو عیاں کر گیا تھا۔

''میرے اللہ!'' ان کے دل سے کراہ بلند ہوئی تھی اس کی شہہ رگ کے نیچے وہ نشان واضح تھا ایک بار پھر ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا اپنے دل پر ہاتھ رکھے وہ پتھرائی نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئیں، جوان پر ٹوٹتی قیامت سے بے خبر تھی۔ وحشت سے پھٹی آنکھیں ایک پل کے لیے بھی اس پر سے ہٹائے وہ الٹے قدموں دروازے کی طرف بڑھی تھیں اور ننگے پیر ہی کمرے سے نکل گئی تھیں۔ اگلے چند ہی لمحوں میں وہ ہشام قزلباش کا ہاتھ جکڑے واپس کمرے میں آئی تھیں۔ بیڈ کی طرف نظر جاتے ہی ہشام قزلباش پتھر کا مجسمہ بن گئے تھے۔

''میں نے کہا تھا آپ سے میرا خواب غلط نہیں تھا۔'' ان کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے صبیحہ کی کراہیں بلند ہونے لگی تھیں۔

ہشام قزلباش سرعت سے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر بمشکل ہی ان کے بکھرتے دجود کو سنبھالتے کمرے سے نکل گئے تھے۔

تیز تیز دھڑکتے دل کے ساتھ خرمن نے آنکھیں کھول کر بند دروازے کی طرف دیکھا تھا اور اگلے ہی پل تیزی سے بیڈ سے اترتی کمرے سے باہر نکل آئی تھی دبے قدموں سے وہ ڈرائنگ روم سے کچھ فاصلے پر رک گئی تھی۔ صبیحہ کی کربناک آوازیں بخوبی اس تک پہنچ کر اسے سن کر رہی تھیں۔

''میرا دل ایسے ہی تو اس کی طرف نہیں کھنچتا تھا اب تو آپ نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے وہ میرے ہی وجود کا حصہ ہے مجھے یقین ہے آپ بھی واقف ہیں اللہ کو مجھ پر رحم آ گیا مگر آپ کو نہیں میرے صبر کا میری تڑپ کا تماشہ دیکھتے رہے آپ میں آپ کو معاف نہیں کروں گی عارش کو بلائیں مجھے یقین ہے اسے بھی سب معلوم ہے آپ سب نے مل کر مجھ پر ظلم کیا ہے سب نے مل کر۔'' سماعتوں تک پہنچتی یہ چیخ وپکار اس کے وجود کو منجمد کر گئی تھی دماغ ماؤف ہورہا تھا' وحشت ناک نظروں سے وہ ہشام قزلباش کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ رہی تھی اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہونے لگا تھا بے جان قدموں کو پیچھے کی طرف کھینچتی وہ بھاگ جانا چاہتی تھی مگر دماغ کا رابطہ وجود سے ختم ہوگیا تھا ہشام قزلباش کی آنکھوں سے اسے گرم سیال بہتا دکھائی دے رہا تھا ان کا لرزتا ہاتھ اس کے سر پر آ ٹھہرا تھا جس کا دل مکمل ڈوب گیا تھا۔

''ہارون!'' ان کا ہاتھ جھٹکتی وہ سرعت سے اس کی جانب گئی تھی، جو بے حس وحرکت تھا۔

''یہ سب کیا ہے کیا ہورہا ہے؟'' خرمن کی لرزتی آواز گھٹ گئی تھی اس وقت صبیحہ اس کے قریب آ پہنچی تھیں زاروقطار روتیں وہ کبھی اسے گلے لگاتیں کبھی اس کے چہرے کو ہاتھوں کو چوم رہی تھیں۔ باربار اس عمل کو دہرارہی تھیں ان کی بے تابی ان کی سسکیاں اس کے اعصاب تک کو بے جان کر گئی تھیں آہوں کراہوں کے ساتھ وہ کیا بول رہی تھیں اگر خرمن ہوش میں ہوتی تب بھی ان بے ترتیب لفظوں کو نہیں سمجھ سکتی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کیسے صبیحہ سے خود کو چھڑاتی کمرے کی طرف بھاگی تھی ان کی پکاروں نے بھی اس کے قدم نہیں روکے تھے۔

دروازہ اندر سے لاک کرنے تک وہ پسینے میں شرابور ہوگئی تھی' سینے میں سانس بری طرح پھنسنے لگی تھی وحشت سے پھٹی نظروں سے وہ بند دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں دستک بڑھتی جارہی تھی باہر اگر درد واذیت کا طوفان اٹھا تھا تو قیامت اب بھی برپا تھی۔ صبیحہ کی دردناک پکاروں نے اس کے اندر ہیجان کی سی کیفیت پیدا کردی تھی کانوں پر ہاتھ رکھے وہ چند لمحوں تک رکی تھی مگر پھر بھی بہت برق رفتاری سے اس نے اپنے سیل فون پر عثمان سے رابطہ کیا تھا۔

''عثمان ابھی اسی وقت آؤ مجھے یہاں سے لے جاؤ ورنہ میں یہاں مرجاؤں گی میں زندہ نہیں رہوں گی مجھے لے جاؤ یہاں سے۔'' دوسری جانب سے کچھ سنے بغیر وہ ہذیانی انداز میں چیختی چلی گئی تھی۔

❀-----O-----❀

''اس نے خود کو کمرے میں بند کرلیا ہے تم اسے باہر آنے کے لیے کہو اگر اسے کچھ ہوگیا تو میں کیا جواب دوں گا عارش کو۔'' شدید اضطرابی لہجے میں ہارون نے عثمان سے التجا کی تھی جو بری طرح حواس باختہ ہوکر بیلا کے ہمراہ یہاں پہنچا تھا دوسری طرف بیلا کا دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا ایک طرف خرمن کی طرف سے اندیشے اسے خوف زدہ کررہے تھے تو دوسری طرف صبیحہ کی حالت نے اسے پچھاڑ دیا تھا وہ بمشکل ہی انہیں تسلی دیتی سنبھالنے کی کوشش کررہی تھی اس کی نظروں کے سامنے صبیحہ دوبار بے ہوش ہوئی تھیں۔

''ہارون! مجھے اس وقت خرمن کی بھی ذہنی حالت کا اندازہ ہے میں اسے فوراً اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں آپ کسی طرح آنٹی کو سنبھال لیجیے۔'' پریشان نظروں سے عثمان نے اجازت طلب نظروں سے ہشام قزلباش کے تاریک ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔

''اسے یہاں سے مت لے جاؤ ورنہ وہ مرجائے گی۔'' ہشام قزلباش کے لرزتے لہجے پر اس نے صبیحہ کو دیکھا تھا فرش پر بیٹھی بیلا نے ان کا سر اپنے شانے پر ٹکایا ہوا تھا۔ صبیحہ اس وقت بالکل نڈھال تھیں ان کے لبوں پر صرف خرمن کا ہی نام تھا۔

''میں خرمن کی خواہش پر یہاں آیا ہوں وہ یہاں سے جانا چاہتی ہے وہ یہاں کسی کی امانت ہے اور میں مجبور ہوں۔'' عثمان کو کہنا پڑا۔

''آپ ان کو یہاں سے نہیں لے جاسکتے میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گا آپ چلے جائیں یہاں سے۔'' ایبک بپھر کر چیخ اٹھا تھا۔

''تم خاموش رہو۔'' ہارون غصیلے انداز میں ایبک پر برسا تھا۔

''عثمان وہ جو چاہتی ہے تم ویسا ہی کرو جاؤ اسے باہر آنے کے لیے کہو۔'' تھکے تھکے لہجے میں ہارون نے اسے بند دروازے کی جانب جانے کا اشارہ دیا تھا۔

گھٹنوں سے سر اٹھا کر اس نے دروازے کی سمت دیکھا تھا عثمان کی پکار اسے سنائی دے رہی تھی بمشکل پیروں پر اٹھتے ہوئے اسے کمرے کی ہر چیز آپس میں گڈمڈ ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔

یہ کوئی خواب نہیں تھا وہ جانتی تھی یہ خواب ہے نہ حقیقت یہ کوئی عذاب ہوسکتا تھا دردناک عذاب رشتوں پر سے اعتبار اٹھا دینے والا عذاب اس کی آنکھوں سے سیلاب رواں ہوگیا تھا۔

دنگ نظروں سے عثمان نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا جو دروازہ کھولتے ہی پھوٹ پھوٹ کر روتی اس سے لپٹ گئی تھی۔

''یہاں سے لے چلو مجھے یہاں سے چلو۔'' وہ چیخ رہی تھی اس کے بعد عثمان کو ہر طرف سے آنکھیں بند کرنی پڑی تھیں۔ اسے بازو میں چھپاتا وہ سرعت سے وہاں سے نکلا تھا بیلا کی گرفت میں صبیحہ اس کو دیوانہ وار پکارتیں پیچھے جا رہی تھیں مگر ہارون نے ان کو روک لیا تھا ان کی چیخوں نے بیلا کے قدم بھی روک لیے تھے جو عثمان کے پیچھے جا رہی تھی۔

''آپ جائیے میں ان کو سنبھال لوں گا۔'' ہارون کے کہنے پر وہ بمشکل اپنے آنسو روکتی آگے بڑھی تھی۔

''اسے واپس یہیں آنا ہے وہ ہم سے دور نہیں گئی ہے۔'' ہشام قزلباش ان کو سنبھالنے کی پوری کوشش کر رہے تھے جو بکھرتی جا رہی تھیں ہارون کو بھاری طوق اپنی گردن میں پڑتا محسوس ہو رہا تھا خاردار وزنی آہنی زنجیریں اس کی گردن کو جکڑتی جا رہی تھیں ماضی کے تاریک سائے عفریت بن کر اسے نگلنے کے لیے اپنا حصار تنگ کرتے جا رہے تھے۔

❀------○------❀

ادھ کھلے دروازے کے قریب رک کر اس نے اندر جھانکا تھا۔ ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی عورت اس کے دل میں اپنی نفرت بڑھا گئی تھی۔ اس کمرے کی ہر چیز پر اس کی ماں کا حق تھا جس پر اب اس عورت نے قبضہ جمالیا تھا وہ اس عورت کو اپنے گھر میں برداشت نہیں کرسکتا تھا اس کی ماں کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا وہ چیخ کر اپنے باپ کو بتانا چاہتا تھا جو اس عورت کو اس کے سر پر منڈھ چکے تھے اس کی رگوں میں ابال اٹھنے لگا تھا جب وہ عورت چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''تم وہاں کیوں رکے ہو یہاں آؤ میرے پاس۔'' مہربان مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ اسے اپنے پاس بلا رہی تھی جو شدید ناگوار نظروں سے ان کو گھورتا اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا اس کی ڈھٹائی پر وہ خود آگے بڑھ آئی تھیں۔ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے انہوں نے اس کا معصوم چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما تھا۔

''تم مجھ سے دور دور کیوں رہتے ہو؟ ماما سے نہیں بھاگتے ماما سے پیار کرتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں۔''

''آپ میری ماما نہیں ہیں۔'' ان کے ہاتھ جھٹکتا وہ چیخا تھا اور پلٹ کر وہاں سے بھاگ گیا تھا جبکہ صبیحہ کچھ غم زدہ سی ہوگئی تھیں وہ جتنی محبت اس کے لیے رکھتی تھیں اس کے قریب ہونے کی کوشش کرتی تھیں وہ اتنا ہی ان سے نفرت اور کراہت کا اظہار کرتا دور بھاگتا تھا صبیحہ جانتی تھیں کہ اس کا معصوم ذہن آہستہ آہستہ ہی ان کو ان کے منصب کے ساتھ قبول کرے گا لہٰذا وہ صبر کے ساتھ اس کے رویئے کو برداشت کرتی تھیں۔ مگر اس سے شفقت اور محبت کا اظہار کرتے رہنے سے خود کو روک نہیں پاتی تھیں۔ ایسے میں اس کا بگڑنا لازمی ہوجاتا تھا آنے والے ہر دن کے ساتھ یہ سب معمول کا حصہ بنتا جا رہا تھا۔

''میں تو بس اسے اسکول جانے کے لیے تیار ہونے میں مدد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔'' ان کی طرف بڑھتے ہوئے صبیحہ

شدید پریشانی بلکہ رونے والی کیفیت میں بتا رہی تھیں۔
''ہنی یہ کیا بدتمیزی ہے کس قسم کی حرکتیں کرنے لگے ہو تم۔'' ہشام نے اس کا بازو پکڑ کر اسے سامنے کیا تھا جو بیڈ شیٹ کو جنونی انداز میں کھینچ رہا تھا۔
''سوری کہو ماما سے ابھی اسی وقت۔''
''میں نہیں کہوں گا۔'' وہ روتے ہوئے چیخا تھا۔
''یہ میری ماما نہیں ہیں۔''
''بکواس مت کرو ورنہ میں تھپڑ ماروں گا تمہیں۔'' ہشام بری طرح بیٹے پر برہم ہوئے تھے۔
''اس طرح غصہ نہ کریں ناسمجھ بچہ ہے۔'' صبیحہ دہل اٹھی تھیں۔
''پہلے ہی یہ رو رو کر حال سے بے حال ہو چکا ہے۔ مجھے خیال رکھنا چاہیے تھا غلطی میری ہے۔''
''تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے یہ دن بہ دن خودسر ہوتا جا رہا ہے میری نرمی نے اسے بگاڑ رکھا ہے۔'' غصیلی نظروں سے وہ اسے دیکھ رہے تھے جس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔
ہشام قزلباش ایک بچے کی ذہنی جذباتی اور نفسیاتی دباؤ سے بہت اچھی طرح آگاہ تھے اس لیے پہلے سے زیادہ اس پر مہربان رہتے تھے۔ صبیحہ کے ساتھ اس کے بگڑے رویے کو بھی نظر انداز کر جایا کرتے تھے مگر کبھی کبھی وہ ان کو بہت زیادہ زچ کر دیتا تھا۔ صبیحہ کی طرف سے ان کو کوئی کھٹکا نہیں تھا اگر ایسا نہیں ہوتا تو وہ کبھی صبیحہ کو دوسری بیوی اور اپنے بچے کی دوسری ماں کے روپ میں یہاں نہ لاتے اپنی اولاد کے لیے وہ آنکھیں بند کر کے صبیحہ پر بھروسہ کرتے تھے کیونکہ وہ تھیں ہی اس قابل۔ ہارون بہت چھوٹا تھا بہت ساری چیزیں وہ ابھی نہیں سمجھ سکتا تھا وہ جانتے تھے اس لیے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کرتے رہتے تھے مگر اس کے باوجود اپنے بیٹے کی بدتمیزیوں کے لیے انہیں صبیحہ کے سامنے شرمسار ہونا پڑتا تھا اس لیے بھی کہ صبیحہ نے کبھی شکایت کا ایک لفظ تک نہیں کہا تھا ان کی پیشانی پر بل تک نہیں آیا تھا وہ ہارون کی خودسری کو نظر انداز کرنے کی عادی ہوتی جا رہی تھیں۔
ڈرائنگ بک پر کلر کرتے ہوئے اس نے رک کر دروازے کی سمت دیکھا تھا اور پھر فوراً ہی دوبارہ جھک گیا تھا' جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ہشام بیڈ کے کنارے بیٹھتے چند لمحوں تک منتظر ہی رہے تھے مگر جانتے تھے کہ وہ ان سے شدید ناراض ہے ایسے میں وہ خود ان کی طرف نہیں آئے گا ان کے پکارنے پر وہ فوری طور پر متوجہ نہیں ہوا تھا مگر پھر بھی خاموشی سے ڈرائنگ بک بند کرتا اٹھا تھا۔
''ادھر آؤ میرے پاس۔'' بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہشام نے اسے اپنے سینے پر لٹایا تھا۔
''پاپا سے ناراض کیوں ہوتے ہو ہنی؟ تم جانتے ہو کہ پاپا تم سے کتنا پیار کرتے ہیں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتے مگر پھر بھی تمہیں پاپا سے تھوڑا سا بھی پیار نہیں۔'' اس کے نرم بالوں میں انگلیاں پھیرتے وہ بولے تھے۔
''میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں۔'' ان کے سینے سے سر اٹھا کر وہ بولا تھا۔
''تو پھر تم میرا کہنا کیوں نہیں مانتے میں کتنا سمجھاتا ہوں تمہیں۔'' ان کی شکایت پر وہ چند لمحوں تک ان کے چہرے کو دیکھتا رہا تھا اور پھر واپس ان کے سینے پر سر رکھ لیا تھا۔
''ہنی تمہاری یہ ماما بہت اچھی ہیں تم سے بہت پیار کرتی ہیں اچھے انسان کبھی اس سے نفرت نہیں کرتے جو ان سے پیار کرتا ہے اور تم تو میرے بہت اچھے بیٹے ہو کیا تم ماما کو یہ بتانا چاہتے ہو کہ تم اچھے بچے نہیں ہو؟'' نرم لہجے میں وہ آج پھر اسے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔
''مجھے نیند آ رہی ہے۔'' وہ منمنایا تھا۔
''ہاں سو جاؤ مگر میں نے جو کہا ہے اسے یاد رکھنا۔'' اس کے سر کو چومتے ہوئے وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو دودھ کا

گلاس تھامے اندر آئی تھیں۔

"ہنی اٹھو پہلے دودھ پی لو پھر سونا۔" ہشام نے اس کی پشت تھپتھپائی تھی۔

"مجھے نہیں پینا بس سونا ہے۔" ان کے سینے میں چہرہ چھپایا وہ کچھ جھنجلایا تھا اس سے پہلے کہ ہشام کچھ کہتے صبیحہ نے اشارے سے ان کو روک دیا تھا۔

"میں جا رہی ہوں مجھے بھی اب سونا ہے آپ کو تو اس وقت تک نیند نہیں آئے گی جب تک ہنی دودھ کا گلاس خالی نہیں کرے گا۔" گلاس ان کو تھما کر صبیحہ نے جیسے اس کو سنایا تھا اور پھر مسکراہٹ چھپائے کمرے سے نکل گئی تھیں کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ اب وہ دودھ پینے سے انکار نہیں کرے گا جانتی تھیں کہ وہ اپنے باپ سے کچھ خاص ڈرتا نہیں ہے مگر ان سے محبت بہت کرتا ہے ان کی کوشش یہی ہوتی تھی باپ بیٹے کی محبت کے درمیان نہ آئیں مگر ان کی کوشش کچھ زیادہ کارگر ثابت نہیں ہو رہی تھی۔

پلیٹ میں موجود چاولوں میں چمچہ چلاتے ہوئے وہ ناگواری سے ابرو سکیڑے ان کو گھور رہا تھا، جو کھانے کے دوران مسکراتے ہوئے اپنے شوہر سے کوئی بات کر رہی تھیں۔ اپنے باپ کو بھی مستقل ان کی طرف متوجہ دیکھنا اس کی برداشت سے باہر تھا۔ سامنے بیٹھی یہ عورت اس گھر پر ہی نہیں اس کے باپ پر بھی تسلط جما چکی تھی یہ سب اسے اس عورت سے زیادہ اپنے باپ سے بدظن کرتا تھا۔

"سنبھل کر کھاؤ بیٹا!" اس کے ہاتھ سے چمچہ چھوٹ کر گرا تھا تو ہشام اس سے بولے تھے۔

"چلو آج میں تمہیں اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتی ہوں۔" صبیحہ فوراً اس کے برابر والی کرسی پر آ بیٹھی تھیں مگر اگلے ہی پل ان کا چہرہ اتر گیا تھا جب وہ بگڑے انداز میں کرسی سے اتر گیا تھا۔

"واپس بیٹھو اور کھانا کھاؤ۔" ہشام جو اس کے تیور دیکھ رہے تھے اس کا بازو پکڑ کر تنبیہی لہجے میں بولے تھے۔

"مجھے کھانا نہیں کھانا۔" اپنا ہاتھ چھڑاتا وہ چیخا تھا۔

"اب مجھ سے بدتمیزی کرو گے تم مجھ سے اونچی آواز میں بات کرو گے کہاں سے سیکھ کر آتے ہو یہ سب؟" ان کے سخت لہجے پر وہ سر جھکائے وہاں سے چلا گیا تھا۔

"کھانے کے وقت کیوں غصہ کیا آپ نے اس پر وہ بعد میں کھانا کھا لیتا بچہ ہے ابھی دل نہیں چاہ رہا ہوگا اس کا۔" صبیحہ نے انہیں شانت کرنا چاہا تھا۔

"اگر میں اسے ٹوکوں گا نہیں تو یہ اسی طرح خودسری کے مظاہرے کرتا رہے گا۔"

"پھر بھی اتنی سختی سے بات نہ کیا کریں مجھے اپنا آپ قصوروار لگتا ہے۔" صبیحہ مدھم آواز میں بولی تھیں۔ "اس سب میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے یہ اپنی ماں کے بہت قریب تھا اس کے نقش ابھی اس کے دل و دماغ پر گہرے ہیں کچھ وقت لگے گا مگر پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ان کے مرجھائے چہرے کو دیکھتے وہ تسلی دے رہے تھے مگر اندر سے وہ خود پریشان تھے۔

❁-----O-----❁

"کب سے فون کر رہی ہوں اور تم اب آ رہے ہو؟"

"میں باہر کے جھمیلے نمٹاؤں یا تمہارے فون پر دوڑ دوڑ کر یہاں آؤں؟" عثمان نے بگڑ کر اس کے فق چہرے کو دیکھا تھا۔

"میں سب کچھ نہیں سنبھال پا رہی ایک آج پھر یہاں آیا تھا خرمن کے پاس جانے کی ضد کر رہا تھا میں اسے کس طرح روک رہی ہوں یہ میں ہی جانتی ہوں اوپر سے عارش نے فون کر کے مجھے پاگل کر دیا ہے خرمن اس سے بھی بات نہیں کرنا چاہتی اس نے اپنا سیل فون آف کر رکھا ہے۔ وہ تو مجھ سے بھی بات نہیں کر رہی پہلے ہی اس کی طبیعت خراب ہے نہ کچھ کھانے کے لیے تیار ہے نہ کمرے سے باہر نکل رہی ہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا اچانک سب کیا ہو گیا ہے۔" بیلا کی پریشانی حد سوا تھی۔

''تم ایسا کرو ساری پریشانیاں اپنے سر لے لو اور میں پھر نتائج بھگت لوں گا۔'' عثمان کا لہجہ غصیلا تھا۔
''خرمن سے زیادہ تم نے مجھے پریشان کر رکھا ہے تم جانتی ہو اس وقت تمہیں اپنا کتنا خیال رکھنے کی ضرورت ہے مگر تمہیں مگر نہ اپنی پروا ہے اور نہ......'' بری طرح برستا وہ بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔
''منیزہ کہاں ہے اب تک واپس کیوں نہیں آئی؟'' بگڑے تیوروں سے سوال کرتے ہوئے اس نے منیزہ سے رابطہ کیا تھا۔
''تمہیں ساری صورت حال کا اندازہ ہے پھر بھی تم بیلا کو یہاں تنہا چھوڑ کر اپنے گھر چلی گئیں۔'' منیزہ کی کچھ سنے بغیر وہ غصہ اس پر اتار گیا تھا۔
''میں کچھ دیر پہلے ہی گھر آئی تھی بھائی کا انتظار کر رہی تھی ان کے ساتھ ہی تو وہاں آؤں گی ورنہ پھر تم مجھے لینے آ جاؤ۔''
''دماغ خراب ہے کیا تمہارا میرے پاس اپنی بیوی کی خیر خبر لینے کی فرصت نہیں ہے تمہاری ذمے داریاں بھی مجھے ہی پوری کرنی ہیں تو ایک نکاح تم بھی پڑھوا لو مجھ سے۔'' وہ بھڑکا تھا۔
''میں بس پندرہ منٹ میں وہاں پہنچ رہی ہوں تم اپنے کام نمٹاؤ۔'' اس کے اشتعال پر منیزہ ہول کر بولتی رابطہ منقطع کر گئی تھی۔
''تمہارا دماغ تو واقعی ٹھکانے پر نہیں ہے جو منہ میں آیا وہ بولتے چلے گئے تمہیں منیزہ پر اس طرح بھڑکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' غصیلی نظروں سے بیلا نے اسے دیکھا تھا۔
''شام کو عارش یہاں پہنچے گا تب ہی میرا دماغ ٹھکانے پر آئے گا ابھی میرے منہ کوئی نہ لگے۔'' وہ بگڑ کر بولا تھا۔
''اور جا کر اس سے کہو اگر مرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو اپنے شوہر کا انتظار کر لے مجھے سولی پر لٹکانے کا انتظام نہ کرے۔''
عثمان کے غصے کا رخ اب خرمن کی طرف ہو گیا تھا جس کی خاموشی اور کمرے میں بند رہنے کی ضد نے سب سے زیادہ اسے زچ کر رکھا تھا۔

❀-----○-----❀

بمشکل اپنی سوجی آنکھیں کھول کر اس نے تیز روشنی کی وجہ سے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا شاید وہ تاریکیوں میں گم ہو کر ہر سوچ سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی، روشنی تو جیسے عذاب بن گئی تھی جو ہر سچ کو عیاں کر رہی تھی اور ان چہروں کو بھی جن کو وہ کبھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی جب وہ خواہش وہ تڑپ اس نے اپنی زندگی سے مٹا ڈالی تھی تو پھر اب یہ سب کیوں؟ اس کے اندر ایک بار پھر طوفان اٹھنے لگے تھے پھوڑے کی طرح دکھتے سر کو وہ سنبھالتی وہ اٹھ بیٹھی تھی گھٹنوں پر سر رکھے جانے اسے کتنا وقت گزر چکا تھا اچانک اسے کمرے کے باہر کچھ ہل چل ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ کانوں سے ٹکراتیں کچھ مانوس آوازیں اس کی آنکھیں بند دروازے پر ساکت ہو گئی تھیں، شدید بے یقینی آنکھوں میں لیے وہ ان کو دیکھ رہی تھی جو کمرے میں داخل ہو رہے تھے ان کے عقب میں ہی دکھائی دیتا وہ چہرہ اس کے سکتے کو توڑ گیا تھا۔
''بابا!'' لبوں سے نکلتی سسکی کے ساتھ وہ بھاگتی ہوئی ان سے لپٹ گئی تھی۔
''میں صرف آپ کی بیٹی ہوں آپ کی اولاد ہوں۔'' بلک بلک کر روتی وہ یہی الفاظ دہرا رہی تھی۔ احمد حسین اور فاطمہ اسے سنبھالنے کی کوشش میں آبدیدہ ہو رہے تھے دروازے پر کھڑا عارش اسے ساکت نظروں سے ٹوٹتا بکھرتا دیکھ رہا تھا یہاں پہنچنے سے پہلے ہی عارش اس کی کیفیت سے باخبر تھا مگر اس کی بلند ہوتی کراہیں اور چیخیں اسے شدید دھچکے سے دوچار کر رہی تھیں خرمن کا یہ شدید ردعمل اس دماغ کو ماؤف کر رہا تھا۔

❀-----○-----❀

اس کا ہاتھ پکڑے ہشام کمرے میں داخل ہوئے تھے جو مجبوراً باپ کے ہمراہ ان کی سمت جا رہا تھا۔ جو اسے دیکھتے ہی اٹھ بیٹھی تھیں مگر وہ بہت کمزور اور زرد دکھائی دے رہی تھیں۔

''تمہاری ماما تمہارے لیے بہت پیارا گفٹ لائی ہیں تم اسے دیکھو گے؟'' ہشام اس سے پوچھ رہے تھے، جسے صبیحہ نے اپنے قریب کر لیا تھا' حیرانی سے اس نے گلابی کمبل میں لپٹے وجود کو دیکھا تھا اور پھر سر اٹھا کر اپنے باپ کو دیکھا تھا۔ جن کا چہرہ خوشی اور مسرت سے جگمگا رہا تھا۔

''دیکھو یہ کتنی پیاری گڑیا ہے۔'' ہشام بولے تھے جبکہ وہ بس پلکیں جھپکاتا گڑیا کی بند آنکھوں اور ننھے سے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا۔

''دیکھو اس کی گردن پر بھی ویسا ہی نشان ہے جیسا پاپا کے پاس ہے اور ہنی کے پاس بھی ہے۔'' مگر اس کے پاس ایسے دو نشان ہیں۔'' انہوں نے اس کی شہادت کی انگلی سوئی ہوئی گڑیا کی پیشانی پر ہلکے سے لگائی تھی مگر وہ کسی بھی دلچسپی کے بغیر سر جھکا کے سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھا رہا تھا۔

''صبیحہ! اس کا چہرہ تو بالکل ہنی جیسا ہے۔''

''ہاں اس کا سب کچھ ہنی جیسا ہے یہ اس کے لیے تو آئی ہے۔'' شوہر کی تائید میں بولتے ہوئے انہوں نے اس کا سر کو چوم لیا تھا۔ جو وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔

''صبیحہ تم نے بہت خوبصورت تحفہ دیا ہے مجھے میری یہ شدید آرزو تھی کہ میری ایک بیٹی ہو۔'' اپنی بیٹی کے گلابی چہرے کو آنکھوں میں سموتے ہوئے وہ بولے تھے۔

''کتنا خوبصورت ہوگا وہ دن جب یہ ہنی کے ساتھ اسکول جائے گی۔ یہ دونوں مل کر خوب شرارتیں کریں گے اور جب میں گھر آؤں گا تو تم مجھ سے ان کی شکایتیں کرو گی۔'' آنے والے حسین دنوں کی روشنی آنکھوں میں لیے وہ صبیحہ کو دیکھ رہے تھے۔

''ہنی! تمہاری گڑیا مجھ سے کہہ رہی ہے کہ میں آج بھائی کے ساتھ سوؤں گی تم مانو گے اس کی بات؟'' ہشام اس سے پوچھ رہے تھے جو سر جھکائے بالکل خاموش تھا۔

رات کو جانے کون سا پہر تھا جب اس کی نیند ٹوٹی تھی مدھم روشنی میں وہ ان کو دیکھ سکتا تھا جو قریب ہی گہری نیند سوئی ہوئی تھیں شدید الجھن اور ناگواری محسوس کرتا وہ غیر محسوس انداز میں حرکت کرتا وہ ان سے دور ہوا تو باپ کی عدم موجودگی کا اسے احساس ہو گیا تھا ان کی تلاش میں اس نے تکیے سے سر اٹھایا تھا۔ بوجھل پلکیں جھپکتا وہ ان کو دیکھ رہا تھا جو سامنے ہی صوفے پر موجود اس ننھے سے وجود میں گم تھے وہ بار بار اس کے چہرے کو اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو چوم رہے تھے ان کی والہانہ محبت کے نظارے دیکھتے ہوئے وہ شدید قسم کی جلن میں مبتلا ہونے لگا تھا' اپنے علاوہ کبھی اس اپنے باپ کو کسی دوسرے بچے کی طرف متوجہ نہیں دیکھا تھا سامنے نظر آتا منظر اس کے لیے ناقابل برداشت تھا اس کے معصوم ذہن کے لیے ناقابل قبول تھا اپنے باپ کے سینے سے لگا وہ ننھا وجود اس کے لیے قابل نفرت تھا وہ جگہ صرف اس کی تھی اس کا دل چاہا کہ وہ اس ننھے وجود کو اپنے باپ سے چھین کر کہیں دور پھینک آئے ہشام اپنی خوابیدہ بیٹی پر محبت نچھاور کرتے بالکل اس طوفان سے بے خبر تھے جو اس وقت ان کے کم سن اور حساس بیٹے کے دل و دماغ میں جاری تھا تکیئے میں چہرہ چھپائے بے آواز سسکتے ہوئے وہ باپ سے بدظن تھا اور صرف اپنی ماں کو یاد کر رہا تھا۔

دوسری صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے کمرے میں خود کو تنہا پایا اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اسے کچھ فاصلے پر وہی گلابی کمبل میں قید ننھا وجود نظر آیا تھا چند لمحوں تک وہ جھکا بغور اس کی بند ہوتی کھلتی آنکھوں کو دیکھتا رہا اور پھر جانے کس جذبے کے تحت ہاتھوں میں اٹھانے کی کوشش کی تھی اسے ہاتھوں میں سنبھالے وہ بیڈ سے اتر رہا تھا جب توازن بری طرح بگڑا تھا اور اگلے ہی پل وہ سر کے بل نیچے تھا۔ واش روم سے باہر نکلتیں صبیحہ دہل کر چیخ اٹھی تھیں دوسری طرف برق رفتاری سے کمرے میں داخل

ہوتے ہشام نے تیزی سے منہ کے بل گری ہوئی بچی کو اٹھایا تھا اور اس کے ساتھ ہی ان کا بھاری تھپڑ اس کے چہرے سے ٹکرایا تھا جو دوبارہ کارپٹ پر گر گیا تھا۔

''جب تمہیں پتہ ہے کہ تم اس کو نہیں سنبھال سکتے تو کیوں اسے اٹھایا تم نے؟'' شدید طیش میں وہ اس پر برسے تھے جو گال پر ہاتھ رکھے ساکت نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ہشام اب بری طرح اپنی بیٹی کے لیے پریشان تھے جو کانپتی مہین آواز میں روتی سرخ ہوتی جا رہی تھی وہ بمشکل ابھی چار دن کی تو ہوئی تھی شکر تھا کہ نیچے نرم دبیز کارپٹ تھا مگر اتنی بے دردی سے گرنے کے بعد اب کسی طرح اس کا رونا بند نہیں ہو رہا تھا۔ صبیحہ مسلسل بچی کو بہلانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر ہشام کا دل اپنی بچی کی تکلیف پر بند ہو رہا تھا وہ اسی وقت بچی کا چیک اپ کرانے ہاسپٹل روانہ ہو گئے تھے اسے کوئی چوٹ نہیں آئی تھی وہ بس ڈر گئی تھی چیک اپ کے بعد ڈاکٹر نے ان کو تسلی آمیز جواب دیا تھا مگر ہشام جب ہی مطمئن ہوئے تھے جب بچی کا رونا بند ہوا تھا۔ بہرحال اپنی پریشانی میں وہ اسے نہیں بھولے تھے جس کے ساتھ وہ آج جارحانہ سلوک کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

''آپ کو اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا بچوں سے ایسی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔'' صبیحہ شدید تاسف سے ان سے مخاطب تھیں اور وہ تشویش زدہ نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے جو بخار میں تپتا اس وقت سو رہا تھا۔

''آپ نے اسی لیے اسے مارا کہ اگر اس کی غلطی پر آپ اسے کچھ نہ کہتے تو مجھے آپ سے شکایت ہوتی؟'' کھوجتی نظروں سے صبیحہ نے ان کو دیکھا تھا۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں میرا غصے کا اظہار کرنا ایک فطری ردعمل تھا۔''

''کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے آپ اپنے رویئے سے مجھے احساس دلاتے ہیں کہ میں ہنی کی سگی ماں نہیں ہوں آج اس پر ہاتھ اٹھا کر آپ نے یہ ثابت کر دیا ہے۔'' صبیحہ تاسف سے ہی بولی تھیں۔

''ایسا مت سوچو جو ہوا وہ غصے میں ہوا چوٹ اسے بھی لگ سکتی تھی مجھے اس کی کیفیت کا اندزہ ہے اولاد ہے میری جانتا ہوں سب کچھ قبول کرنے میں کافی وقت درکار ہے مگر تھوڑی بہت سختی تو ضروری ہے۔''

''یہ صرف آپ کی اولاد نہیں میں بھی اس پر حق رکھتی ہوں آئندہ میں کبھی یہ برداشت نہیں کروں گی کہ آپ میرے معصوم بیٹے کے ساتھ اتنی سختی سے پیش آئیں ورنہ آپ کی سختی اسے میرے قریب نہیں آنے دے گی۔'' صبیحہ ناراضی سے بولی تھیں۔

''ایسا اب نہیں ہوگا تم فکر مت کرو آئندہ احتیاط کروں گا۔'' بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرتے وہ بجھے لہجے میں بولے تھے۔

''اب آپ زیادہ پریشان نہ ہوں دوائیوں کے اثر سے صبح تک اس کا بخار بالکل اتر جائے گا۔'' صبیحہ اب ان کو تسلی دے رہی تھیں اس بات سے بے خبر کے آنے والے دن کا سورج ان کے لیے قیامتیں لے کر طلوع ہونے والا ہے۔

دوپہر بہت گرم اور خاموش تھی دبے قدموں وہ کمرے میں داخل ہوا تھا بیڈ پر صبیحہ دوسری طرف کروٹ لیے سو رہی تھیں ان کے قریب وہ بھی کمبل میں لپٹی سو رہی تھی جس سے وہ شدید جلن اور نفرت میں مبتلا تھا کل اتفاق سے جو نرم جذبہ اس کے دل میں بیدار ہوا تھا اس کے باپ کے تھپڑ نے اس جذبے کو ضد اور غم و غصے میں بدل ڈالا تھا۔

احتیاط اور بغیر کسی آہٹ کے اس نے سفید کمبل میں لپٹے اس کے پھولوں جیسے وجود کو ہاتھوں میں بھرا تھا اور اسی احتیاط کے ساتھ وہ بیڈ سے اترا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے وہ اس ننھے وجود کو اپنے باپ کی پہنچ سے دور لے جانا چاہتا تھا وہی تو تھی جو اس کے حصے کا سب کچھ چھین چکی تھی اس کے باپ کو بھی اور اس کی محبت کو بھی۔ وہ خود بھی پلٹ کر اپنے باپ کو نہیں دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ وہ بدل چکے تھے اسے تھپڑ مارنے والا شخص اس کا باپ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ ان کے لیے بھی طیش اور نفرت کا جوار بھاٹا اپنے دل میں ابلتا ہوا محسوس کر رہا تھا کمرے سے نکلتے ہوئے اس نے پلٹ کر ان کو بھی نہیں دیکھا تھا اس حقیقت سے قطعی انجان کہ اب زندگی میں دوبارہ کبھی پرسکون نیند ان کو نصیب نہیں ہوگی۔

❀-----O-----❀

شاور لے کر وہ کمرے میں واپس آیا تو فاطمہ نہیں تھیں دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا وہ بیڈ کی جانب آیا تھا جہاں وہ ارد گرد سے غافل تھی اس کے ہلدی کی طرح زرد چہرے نے عارش کے اضطراب کو پھر بیدار کر دیا تھا بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے اس نے دھیرے سے خرمن کا ہاتھ تھام لیا تھا جس طرح وہ اسے ٹوٹتا بکھرتا دیکھ چکا تھا اس کے بعد وہ خود نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ سب ٹھیک ہوا ہے یا غلط سچائی اسے گھن کی طرح چاٹ گئی تھی کس قدر کمزور اور نڈھال ہو چکی تھی وہ اس نے غیر محسوس انداز میں اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا لیا تھا اسے بتانا چاہتا تھا اس سے دور ایک ایک لمحہ اس کے لیے کتنا بھاری تھا اور یہ کہ اس کے پاس وہ کیسا محسوس کر رہا ہے مگر ایک وہ تھی جو ہر طرف سے آنکھیں بند کیے رکھنا چاہتی تھی وہ اسے سمجھانا چاہتا تھا بتانا چاہتا تھا کہ آنکھیں بند رکھنے سے حالات نہیں بدل جائیں گے۔ اللہ کی طرف سے جو اعزاز اسے مل رہا ہے وہ اسے کیوں قبول نہ کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنا چاہتی ہے لیکن اب وہ رسک لینے کے قابل نہیں تھا خرمن کی ذہنی حالت اور بگڑی صحت اسے کسی ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کر سکتی تھی، جسے سہنے کی ہمت وہ خود بھی نہیں کر سکتا تھا یہاں حالات اس کی توقع سے زیادہ بگڑ چکے تھے اور ان حالات کو احمد حسین بھی دو چار دن میں نہیں سنبھال سکتے تھے۔ سفر کی تھکن تو احمد حسین بھی بھول گئے تھے وہ جانتا تھا کہ احمد حسین اور فاطمہ بھی اس کی طرح شدید اعصابی تناؤ کا شکار ہیں۔

لاؤنج میں بیٹھے احمد حسین نے بغور اس کے پریشان تاثرات کو دیکھا تھا جو سامنے ہی صوفے پر بیٹھ رہا تھا فاطمہ کے ساتھ بیٹھی بیلا نے باری باری سب کے خاموش چہروں کو دیکھا تھا اور پھر سر جھکا لیا تھا۔

''عارش! ابھی کچھ وقت لگے گا تم دیکھ رہے ہو کہ ابھی یہ موقع نہیں ہے ایسی کوئی بات کرنے کا جسے خرمن سہہ نہیں سکے گی اس کی کوئی غلطی نہیں ہے جو حقیقت آج کوئی معنی نہیں رکھتی اس حقیقت میں وہ خود کو اس قدر قید کر چکی ہے اب اس قید سے رہائی اس کی برداشت سے باہر ہے آنکھیں جب تاریکی کی عادی ہو جائیں تو اچانک اس تاریکی میں مداخلت کرنے والی روشنی کی ہلکی سی کرن بھی بینائی پر بھاری پڑ جاتی ہے اتنی کہ آنکھیں بند کرنی پڑ جاتی ہیں اس وقت تک جب تک آنکھیں روشنی کی تاب لانے کے قابل نہ ہو جائیں۔'' احمد حسین کی مدھم آواز نے خاموشی کو توڑا تھا۔

''میں سب سے پہلے ان عظیم انسانوں سے ملنا چاہوں گا کہ جن کہ دم سے میری بیٹی اس دنیا میں سانس لے رہی ہے اور......'' یکدم رک کر انہوں نے فاطمہ کو دیکھا تھا جبکہ بیلا کو بھی فاطمہ کے آنسوؤں نے پریشان کر دیا تھا۔

''مامی!'' عارش سرعت سے ان کے قریب گیا تھا۔

''فاطمہ میں تمہیں سمجھا چکا ہوں کہ اپنی زبان اور اپنے عمل سے ایسا کچھ ثابت نہ کرنا جو اللہ کو تم سے ناراض کر دے۔'' احمد حسین کے سخت لہجے میں تنبیہہ عیاں تھی۔

''میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گی مگر میں اپنے آنسوؤں پر اختیار نہیں رکھ سکتی۔'' فاطمہ بمشکل بول سکی تھیں۔

''تمہارے آنسو بھی کافی ہیں ہمارے اعمال کو خاک کرنے کے لیے تم زبان سے کچھ نہ کہو مگر اللہ کیسے انجان رہ سکتا ہے ان شکایتوں سے جو تمہارے دل میں پنپ رہی ہیں۔''

''اللہ جانتا ہے کہ میں اس کی رضا میں راضی ہوں اللہ کے فیصلوں میں میری بیٹی کے لیے بھلائی اور خوشی چھپی ہے مگر اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ میں ایک ماں بھی ہوں۔'' فاطمہ کے لہجے میں درد ہی درد چھپا تھا۔

''مامی! جب آپ کو معلوم ہے اللہ نے آپ کو ماں کا درجہ عطا کر دیا تھا تو یہ بھی یقین رکھیں کہ دنیا کی کوئی طاقت بھی آپ کا درجہ نہیں چھین سکتی آپ اور ماموں جان خرمن پر جو حق رکھتے ہیں وہ حق کسی اور کہ پاس نہیں اللہ نے آپ کو جو مقام اور حق دیا ہے اس کے چھن جانے کا خوف اپنے دل سے نکال دیں۔'' ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے عارش نے قطعی لہجے میں کہا تھا تب ہی کال بیل کی آواز پر بیلا نے اٹھنا چاہا تھا جب عارش اسے روکتا خود لاؤنج سے نکل گیا تھا۔

''عثمان روزانہ اسی وقت ریڈیو اسٹیشن سے واپس آتا ہے؟'' احمد حسین نے بیلا سے پوچھا تھا۔

''جی اکثر اتنا وقت ہو جاتا ہے۔'' بیلا نے کہا تھا اسی وقت عارش اور عثمان وہاں آ گئے تھے۔

یہاں سب ٹھیک ہیں خرمن کہاں ہے؟'' سوال کرتے ہوئے عثمان نے سب کو ہی دیکھا تھا۔
''سب ٹھیک ہے اور خرمن سو چکی ہے تم کہو تو اسے جگا دوں؟'' عارش کے سنجیدہ لہجے پر اس نے جس طرح ہاتھ جوڑے تھے سب کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔
''عثمان میں بہت خوش ہوں کہ تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے ہو اچھی بات ہے کہ تم کامیابیاں حاصل کر رہے ہو مگر اس کے ساتھ بہت مصروف بھی ہو گئے ہو۔'' احمد حسین نے کہا تھا۔
''میری مصروفیات بڑھانے میں آپ کے برخوردار کا بھی ہاتھ ہے۔'' عثمان نے مسکراتی نظر عارش پر ڈالی تھی۔
''ماموں جان! یہ اس نے بالکل ٹھیک کہا میرے یہاں نہ ہونے سے اس پر بھی کام کا بہت زیادہ دباؤ ہو گیا تھا اور پھر یہاں جو کچھ بھی ہوا اسے اس نے اور بیلا نے بہت ذمہ داری سے سنبھالا ہے۔'' عارش نے ممنون نظروں سے بیلا کو بھی دیکھا تھا۔
''میں بھی بیلا اور عثمان کی وجہ سے تم دونوں کی طرف سے بہت مطمئن تھی وہاں۔'' فاطمہ بولی تھیں۔
''کافی ٹائم ہو گیا ہے فاطمہ کھانا لگاؤ عثمان بھی تھکا ہوا آیا ہے اسے بھی آرام کرنا ہوگا ہم اس کے ہی انتظار میں تھے اب سب ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔''
''آپ بیٹھیں میں کھانا گرم کرنے جا رہی ہوں۔'' فاطمہ کو روک کر بیلا اٹھی تھی۔
''میں کچن میں آؤں مدد کرنے کے لیے؟'' عثمان نے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔
''اللہ.....نہیں تم پھر کوئی برتن توڑ دو گے۔'' کچن کی طرف جاتی بیلا دہل کر منع کر گئی تھی۔
''عثمان! ابھی موقع نہیں ہے مگر مجھے تم سے بات کرنی ہے اور تم جانتے ہو کہ مجھے کس بارے میں بات کرنی ہے۔'' احمد حسین کے سنجیدہ لہجے نے اس کے تاثرات کو بھی سنجیدہ کر دیا تھا۔ چور نظروں سے اپنی طرف دیکھتے عارش کو وہ کچھ نہیں بول سکا تھا ویسے وہ ذہنی طور پر تیار تھا کہ موقع ملتے ہی احمد حسین اس سے باز پرس ضرور کریں گے اس بارے میں جو ان کی غیر موجودگی میں رونما ہو چکا ہے۔

❁------○------❁

''وہ سب کچھ جانتے تو ہیں پھر اب اس بارے میں کیا بات کریں گے تم سے؟'' گھر میں داخل ہوتے ہی بیلا اس پوچھ رہی تھی جو اس کے پیچھے ہی آتا گیٹ بند کر رہا تھا۔
''میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں؟'' اس کی خاموشی پر بیلا رکی تھی۔
''ظاہر ہے جو غلط ہوا ہے اسی بارے میں بات کریں گے۔'' اس کی طرف آتا وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔
''کیا غلط ہوا ہے مجھے بتانا پسند کرو گے؟'' بیلا کے تاثرات بگڑے تھے۔
''تم جانتی ہو۔''
''نہیں میں کچھ نہیں جانتی تم مجھے ابھی بتاؤ۔'' بیلا کے تیز لہجے پر اس نے گہری سانس لی تھی۔
''نہ میں اس وقت کچھ بتانا چاہتا ہوں اور نہ کچھ سننے سمجھنے کے موڈ میں ہوں تمہیں بس اب بحث کرنی ہے اور میں اس وقت سکون سے سونا چاہتا ہوں۔'' تنبیہی نظروں سے دیکھتا وہ آگے بڑھ رہا تھا جب بیلا نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ کر اسے تھام کر روکا تھا۔
''مجھے جواب چاہیے کیوں نہیں کہہ دیتے کہ میرا تمہارے گھر میں ہونا ہی غلط ہے میری وجہ سے تمہاری اور سب کی زندگی میں غلط ہوا ہے کیوں نہیں پھینک دیتے مجھے اپنے گھر سے اور اپنی زندگی سے باہر۔'' اس کے بھڑکنے پر عثمان کا چہرہ تپ اٹھا تھا۔
غلط یہ ہے کہ میرا باپ میری آواز تک سننا نہیں چاہتا غلط یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کی شکل تک دیکھنا نہیں چاہتی یہ سب

میری نظر میں تمہاری نظر میں غلط نہ ہو مگر کسی بھی تیسرے انسان کی نظر میں یہ غلط ہے تمہارے چیخنے چلانے سے یہ غلط درست نہیں ہوسکتا۔'' عثمان کی آواز اب اس سے زیادہ بلند تھی۔

''اور میں آخری بار تمہیں سمجھا رہا ہوں اس گھر سے نکلنے کی بات کرکے مجھے دوبارہ جانور بننے پر مجبور نہیں کرنا۔'' انتہائی سخت لہجے میں اسے وارن کرتا وہ رکا نہیں تھا، جارحانہ قدموں سے کمرے کی سمت بڑھا تھا سن کھڑی وہ بند دروازے کو دیکھتی رہی تھی۔

❀-----O-----❀
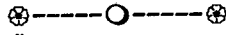
بے سمت چلتے چلتے اب اس کے پیر تھکنے لگے تھے دھوپ چلچلاتی ہوئی تھی اس کا بخار زدہ وجود نقاہت سے چُور تھا سفید گٹھڑی کو بازو میں دبائے وہ سڑک کے کنارے چلتا دور سے ہی اس دیو ہیکل ٹرک کو دیکھ کر چونکا تھا دلچسپی سے اس ٹرک کو دیکھتے ہوئے اس کے ذہن میں ایک خیال کوندا تھا بھاری اور بڑی بڑی بوریوں سے لدے اس ٹرک کے نزدیک نہ کوئی تھا نہ ہی اس کی طرف متوجہ تھا جو بڑی پھرتی سے اس ٹرک پر چڑھتا احتیاط سے ان بوریوں کے درمیان جگہ بناتا اندر چھپ گیا تھا چند لمحوں بعد ہر طرف سے اطمینان محسوس کرنے کے بعد اس نے گٹھڑی میں کلبلاتے ننھے وجود کو دیکھنے کے لیے کمبل اس کے چہرے سے ہٹایا تھا گرمی شاید اسے بھی گراں گزر رہی تھی۔ تب ہی تو اس کا چھوٹا سا گلابی چہرہ سرخ ہو رہا تھا اس کے ریشمی چھوٹے چھوٹے بال پسینے سے چپکے ہوئے سر سے چپکے ہوئے تھے۔ تیز روشنی میں اس کی آنکھیں کھل نہیں پا رہی تھیں لہٰذا بند آنکھوں کے ساتھ ہی اس کی مہین روتی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اس کا رونا بند کروانے کے لیے وہ بس اتنا ہی کرسکا کہ اس کہ کمبل میں دبی فیڈر کی چھوٹی سی بوتل اس کے منہ سے لگادی تھی بوریوں کے انبار کے درمیان لیٹا ہوا وہ بہت تھک چکا تھا اسے کوئی تشویش نہیں ہوئی تھی جب ٹرک نے سڑک پر دوڑنا شروع کردیا تھا ہوا کے مدھم جھونکوں میں اس کی بوجھل پلکیں بند ہوتی چلی گئی تھیں۔ جانے کتنا وقت گزرنے کے بعد اس کی نیند ٹوٹی تھی پہلے تو وہ اپنے اردگرد کے ماحول اور تاریکی سے خوفزدہ ہوا تھا اور اگلے ہی پل اسے سب کچھ یاد آ گیا تھا ڈرتے ڈرتے اس نے بوریوں سے سر نکال کر اردگرد کا جائزہ لیا تھا رات کی تاریکی میں نظر آتی یہ جگہ اس کے لیے اجنبی تھی وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا اسے اپنا گھر یاد آرہا تھا اسے بار بار اپنے باپ کا خیال رلا رہا تھا ٹرک اس وقت رکا ہوا تھا کچھ فاصلے پر ہی چائے کا ہوٹل تھا جہاں کچھ لوگ بیٹھے اسے نظر آرہے تھے۔ اس کا دل خوف سے لرز رہا تھا سفید گٹھڑی سینے میں دبائے وہ ٹرک سے اتر آیا تھا ٹرک کا یہ عقبی حصہ بہت تاریک جگہ پر تھا جہاں اسٹریٹ لائٹ پہنچ نہیں سکتی تھی اس لیے وہ کسی کی نظروں میں آنہیں سکا تھا سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کی تعداد سے لگ رہا تھا کہ رات بہت زیادہ بیت چکی ہے خوف میں گھِرا وہ یہی سوچ رہا تھا کہ وہ اسی راستے پر واپس چلتا چلتا اپنے گھر تک پہنچ جائے گا اور یہ اس کی معصومیت ہی تو تھی کہ وہ یہ بھول گیا تھا کہ دوپہر سے ٹرک اب تک ایک جگہ نہیں کھڑا رہا ہے یہ وہ جگہ ہرگز نہیں تھی جہاں سے وہ ٹرک میں چڑھا تھا سڑک کے کنارے تیز چلتے ہوئے اس کی ہراساں آنکھیں ہر طرف گھوم رہی تھیں۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رونا چاہتا ہی تھا کہ خوف سے اس کی سسکیاں حلق میں بند ہوگئی تھیں۔ کچھ ہی فاصلے پر دو پولیس کانسٹیبل دکھائی دیئے تھے خوف سے اس کی گھگی بندگئی سڑک سے ہٹ کر اس نے ایک ذیلی سڑک کی سمت بھاگنا شروع کردیا تھا سفید گٹھڑی کو سینے سے لگائے وہ بس بھاگ رہا تھا ہر سمت تاریکی تھی کتوں کے بھونکنے کی کریہہ آوازیں اس کے خوف کو بڑھاتی جارہی تھیں بھوک پیاس سے نڈھال ہوتے اس کے قدم بے جان ہو رہے تھے اس کی رفتار کم ہوتی گئی تھی وہ روتا جارہا تھا چلتا جارہا تھا اسی دوران اسے اپنے عقب میں کسی کے قدموں کی آوازیں سنائی دی تھیں بری طرح دہشت میں مبتلا ہوتا وہ دوبارہ اندھا دھند بھاگ کھڑا ہوا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں آپہنچا ہے وہ ایک ٹوٹی ہوئی دیوار تھی جس کے عقب میں جاتے ہوئے اس کو بڑی شدید ٹھوکر لگی تھی وہاں گھپ اندھیرا تھا منہ کے بل گرتا ہوا سفید گٹھڑی اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی کچرے کی بو اور سڑاند نے اس کی سانسیں روک دی تھیں اور دہشت نے اس کے حواس گم کردیئے تھے گرتا پڑتا وہ اپنے پیچھے آتی عفریت سے بچنے کے لیے ایک بار پھر اندھا دھند بھاگنا شروع کرچکا تھا پتہ نہیں کہاں سے گزرتا وہ ایک

سڑک پر پہنچا تھا اس کے پیر شل تھے ہاتھ خالی تھے پسینے میں شرابور ہوش وخرد سے بیگانہ، ہوش آیا تو اس نے خود کو اسی ٹرک کے قریب کھڑا پایا تھا بوریوں کے درمیان دبکتا وہ کانپ رہا تھا زاروقطار رو رہا تھا اس کے لیے جیسے وہ جانے کہاں پیچھے کہیں گم کر آیا تھا اس پر قیامت گزر رہی تھی جیسے سہتا وہ غشی میں مبتلا ہو رہا تھا اسے بس اتنا یاد رہا کہ تاریک آسمان پر ادھورا چاند بھی اس کے ساتھ ہی انجان راستوں پر سفر کرنا شروع کر چکا ہے غنودگی میں اسے کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں کوئی سخت ہاتھ اس کے چہرے کو تھپتھپا رہا تھا۔ تیز روشنی میں وہ بمشکل آنکھیں کھول سکا تھا اپنے اردگرد اسے دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا تھا کیونکہ اسے پولیس کی وردی میں ایک کرخت چہرہ دکھائی دے رہا تھا وہ اس سے کیا پوچھ رہا تھا اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا اس نے شدید خوف سے اپنی آنکھیں بھینچ لی تھیں۔

قیامت تو کہیں اور بھی ٹوٹی تھی شہر کی ایسی کون سی جگہ تھی جہاں وہ اپنے بچوں کی تلاش میں مارے مارے نہ پھرے ہوں' اخبارات میں گمشدگی کے اشتہارات تک دے ڈالے مگر کہیں سے بھی کوئی امید نہیں جاگی تھی چین سکون لٹ چکا تھا ان کی دنیا لٹ چکی تھی۔ اولاد جیسی پونجی ان کے ہاتھ سے نکل کر انہیں مفلس کر چکی تھی اپنے پھول جیسے بچوں کی تلاش میں وہ سر پٹختے رہے وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اب تک زندہ کیسے ہیں ان کو نہ اپنا ہوش رہا تھا نہ دنیا کا وہ تو صبیحہ کی طرف سے بھی غافل تھے جو اپنی غفلت پر دیواروں سے سر ٹکراتیں ماتم کر رہی تھیں دن رات روتے روتے ان کے آنسو خشک ہو چکے تھے وہ پتھر کی مورت بن کر رہ گئی تھیں ان کے لیے اس دنیا سے سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔

پولیس کی نرمی سختی اور خوف سے بالآخر اس کے حلق میں قید آہیں کراہیں آزاد ہو گئی تھیں اسے اپنے باپ کا نام بتانا پڑا تھا ایک دس سال کے بچے کو اپنے بارے میں جتنی معلومات ہو سکتی تھیں وہ سب اس نے پولیس انسپکٹر کے گوش گزار کر دی تھیں پولیس اسٹیشن سے اسے کن لوگوں کی کسٹڈی میں دیا گیا وہ نہیں جانتا تھا وہ تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس جگہ آ پہنچا ہے۔ یہاں بہت سارے بچے تھے جو اس کی طرح گھر سے بھاگے ہوئے تھے یا بے سہارا اور لاوارث تھے مگر وہ جانتا تھا وہ ان سب میں سے نہیں ہے یہ اس کی دنیا نہیں ہے یہاں وہ کسی سے بات نہیں کرتا تھا دوسرے بچے اسے ہر وقت روتے دیکھ کر اس کا مذاق اڑاتے تھے اسے تنگ کرتے تھے اور وہ گھٹنوں میں سر دیئے اپنے باپ کو یاد کرتا اور اسے بھی جیسے وہ تاریکیوں کے حوالے کر آیا تھا اس کے دل میں یہ خوف بھی تھا کہ اگر اس کے باپ نے اسے ڈھونڈ لیا تو وہ اس کے ساتھ کیا کریں گے وہ کیا جواب دے گا اس کے بارے میں جسے وہ ان سے چھین چکا تھا اسے یقین تھا کہ اس کا باپ اسے ڈھونڈ لے گا اور چند دن بعد ہی اس کا یقین درست ثابت ہو گیا تھا۔ وہ لرز رہا تھا جب اس نے اپنی طرف آتے شخص کو دیکھا تھا وہ گھٹی گھٹی آواز میں رو رہا تھا دوسری جانب ہشام اسے ساکت نظروں سے دیکھتے گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گئے تھے وہ اپنے بیٹے کو پہچان نہیں سکے تھے وہ بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا۔ 15 دن گزرنے کے بعد یہاں آتے ہوئے ہشام کو بہت زیادہ امید نہیں تھی کہ وہ اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھ سکیں گے مگر اب وہ اسے دیکھ رہے تھے ان کا دل کانپ رہا تھا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ تھے وہ اسے اپنے سینے میں بھینچ چکے تھے جو بلند آواز میں رو رہا تھا۔

''میں نے اسے کھو دیا پاپا! میں نے اسے کھو دیا۔'' بلک بلک کر روتا وہ ایک ہی جملہ دہرا رہا تھا اور پھر غم کی شدت سے ان کے بازو میں ہی بے ہوش ہو گیا تھا۔

وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کو کس کڑے جرم کی سزا مل رہی ہے وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی فریادیں کیوں آسمان تک نہیں پہنچ رہی ہیں وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ نے ان کی آنکھیں تو انہیں لوٹا دی ہیں مگر بینائی کیوں نہیں واپس مل رہی تھی۔ وہ ڈھے چکے تھے ٹوٹ چکے تھے اب وہ صرف ایک ہی کام کر سکتے تھے اور وہ تھا صبر بیوی کے غم اور اجڑی گود کا ازالہ وہ نہیں کر سکتے تھے مگر جو کر سکتے تھے وہ انہوں نے کیا تھا بیوی کے سامنے ہاتھ جوڑے وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے اور وہ بس پھڑ پھڑاتی نظروں سے انہیں دیکھتی رہتی تھیں۔

❀------○------❀

رات کا جانے کون سا پہر تھا اس کی جلتی آنکھیں نیند سے محروم تھیں وہ جانتا تھا کہ اس کے گھر سے کچھ فاصلے پر ایک ایسا گھر ہے جس کے مکین اس کے لیے تڑپ رہے ہوں گے جو اپنے آپ سے بھی غافل تھی اور وہ خود بھی کہاں پرسکون تھا خرمن سے بات کیے بغیر اس کی بے چینی کہاں ختم ہونے والی تھی وہ اس قدر بے خبری کی نیند نہیں سوتی تھی کئی بار اس نے چاہا کہ خرمن کو زبردستی آنکھیں کھولنے پر مجبور کرے اسے بتائے کہ وہ اس سے بات کرنا چاہتا ہے جاننا چاہتا ہے کہ وہ کیا سوچ رہی ہے مگر......اسی کشمکش میں رات گزرتی جارہی تھی اور پھر اچانک اس نے خرمن کو عجیب سے انداز میں اٹھتے دیکھا تھا۔

''خرمن تم ٹھیک ہو؟'' اس کا سرد ہاتھ پکڑتے ہوئے عارش نے کچھ تشویش سے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا تھا' مدھم سرخ روشنی میں وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں اتنے دن بعد تمہارے پاس آیا ہوں تم نے اب تک مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کی۔'' ہاتھ کی پشت دھیرے سے اس کی پسینے سے نم پیشانی اور رخسار کے گرد پھیرتے ہوئے وہ ہلکے لہجے میں بولا تھا۔

''میں اپنے ساتھ ماموں جان اور مامی کو صرف تمہارے لیے لے آیا تھا مگر تم نے ان سے بھی باتیں نہیں کیں۔''

''کہاں ہیں وہ کیا وہ مجھے چھوڑ گئے؟'' اس کے لرزتے لہجے نے عارش کو دنگ کیا تھا۔

''وہ تمہیں کیوں چھوڑ کر جائیں گے؟ وہ دونوں یہیں ہیں۔''

''مجھے ان کے پاس جانا ہے۔'' اس کے لہجے میں عجیب سا خوف تھا۔

''ابھی نہیں خرمن وہ لوگ سفر کی تھکن اٹھا چکے ہیں ان کو آرام سے سونے دو تم صبح ان سے بات کرنا نہ وہ کہیں جارہے ہیں نہ تم۔'' سمجھانے والے انداز میں وہ نرم لہجے میں بولا تھا دوسری جانب وہ چند لمحوں تک بغیر پلک جھپکے اسے دیکھتی رہی تھی۔

''میں کتنی بری ہوں تم اتنے دن بعد واپس آئے ہو اور میں نے تمہاری خیریت کے بارے میں بھی نہیں پوچھا تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو؟'' اس کے چہرے کے گرد ہاتھ رکھے وہ جس طرح پوچھ رہی تھی عارش کچھ بول نہیں سکا تھا' البتہ خرمن کے لیے اس کی تشویش بڑھنے لگی تھی۔

''اب کبھی مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر نہیں جانا تمہارے دور جانے سے سب کچھ غلط ہونے لگتا ہے تمہیں احساس ہونا چاہیے میری حالت کا میں امی اور بابا کو بھی یہاں سے نہیں جانے دوں گی سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا ہمیں کوئی الگ نہیں کر سکے گا کوئی ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔'' اس کے شانے سے سر ٹکائے وہ عجیب سی کیفیت میں بول رہی تھی اس کے بے ربط جملوں کو سنتے ہوئے عارش کوشش کر رہا تھا اس کی ذہنی کیفیت پر شبہ نہ کرے مگر وہ کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا' خرمن کا شانت روّیہ لہجہ اس کی ایک ایک جنبش کچھ بھی تو نارمل نہیں لگ رہا تھا۔

❀------O------❀

گہرے سناٹوں میں جب اچانک چیخوں اور کراہوں سے درودیوار لرزتے تو وہ سہم کر کسی کونے میں چھپ جاتا اور پھر جیسے طوفان گزرنے کے بعد گہری خاموشی اور سکوت ہر سمت اپنے سیاہ پر پھیلا دیتا۔

صبیحہ کو اچانک پڑتے ہسٹریا کے دورے بڑھتے جارہے تھے بالآخر وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہوگئی تھیں ہشام اپنے لیے سانس لینا ختم کرچکے تھے وہ اگر زندہ تھے تو صرف اپنی بیوی بچے کے لیے ان دونوں کو سنبھالنے کے لیے انہیں جبراً خود کو مضبوط رکھنا تھا ہر دن' ہر رات' ہر لمحہ ان کا دل خون ہوتا تھا جو اولاد ان کے پاس تھی اس کی گم صم حالت دیکھ کر وہ روز مرتے تھے اور جو اولاد ان سے دور ہوگئی تھی اس کے لیے ان کی آنکھوں سے بہتا سیلاب روکے نہیں رکتا تھا اس کا معصوم چہرہ آنکھوں کے سامنے لہراتا ان کی بے قراری کو حد سے سوا کر دیتا تھا۔ صرف چند دن اس فرشتے جیسے وجود سے ان کے دل میں ان کی زندگی میں روشنیاں جگمگائی تھیں مگر اب تو سارے عالم میں اندھیرہ تھا وہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ یہ سوال کسی آہنی شکنجے کی طرح ان کے دل کو جکڑے رکھتا ان کی بے خواب بے چین راتیں اس کی یاد میں تڑپتے ہوئے اس کے لیے اللہ سے فریاد کرتے ہوئے گزرتی تھی صبر کرنا بہت کٹھن تھا مگر اللہ کے لیے ان کو صبر کرنا ہی تھا۔

غم سے نڈھال روتے سسکتے ہوئے چند سال گزر گئے تھے۔عمر کے ساتھ جیسے جیسے اس کی عقل وشعور میں اضافہ ہورہا تھا۔ اسے اپنا آپ ایک مجرم کی طرح لگتا تھا وہ اپنی ہی نظروں میں ایک گناہ گار تھا بچپن تو بہت پہلے ہی کہیں تاریکیوں میں ختم ہو چکا تھا اوراب ایک تنہائی اوراذیت کا خول تھا جواس کے گرد مضبوط ہوتا جارہا تھا۔

صبیحہ سے نہ وہ بات کرتا تھا نہ ہی نظر ملاتا تھا اس کی کوشش ہوتی تھی کہ ان سے سامنا بھی نہ ہو مگر ایک گھر میں رہتے ہوئے ایسا ہونا ناممکن تھا صبیحہ بھی براہ راست اسے مخاطب نہیں کرتی تھیں مگر وہ اس سے غافل نہیں تھیں گہری چپ کی چادر اوڑھے وہ اس کی اور اپنے شوہر کی ضرورتوں کا خیال رکھتیں تھیں گھر کے ماحول میں ہمہ وقت سوگواری اور ویرانی چھائی رہتی تھی دوسری جانب ہشام کی نظروں سے بھی بیٹے کی کم گوئی اور الگ تھلگ رہنے کی عادت چھپی نہیں تھی اس کی دنیا اپنے کمرے کی حد تک ہی محدود تھی اسکول سے آنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں ہی بند رہتا تھا' کمپیوٹر اور کتابوں کے علاوہ اس کی کوئی مصروفیت نہیں تھی وہ اپنے باپ سے بھی کھنچا کھنچا رہتا تھا ایک عجیب سی جھجک اور تکلف کا پردہ باپ بیٹے کے درمیان آچکا تھا مگر ہشام یہی کوشش کرتے تھے کہ اس کے گریز کو کم کریں وہ خود اس کے کمرے میں جا کر اس سے باتیں کرتے اس کی اسٹڈی کے بارے میں سوالات کرتے آفس سے آنے کے بعد وہ اسے وقت دیتے تھے کیونکہ وہ اب بڑا ہورہا تھا اس عمر میں داخل ہورہا تھا جس میں اسے باپ کی زیادہ ضرورت تھی۔

ان دنوں اس نے اپنا اولیول مکمل کیا تھا جب گھر میں ایک عرصے بعد خوشی کی لہر دوڑی تھی پہلی بار اس نے باپ کے چہرے پر ایک سچی مسکراہٹ دیکھی تھی صبیحہ ایک بار پھر ماں بن گئی تھیں اس بار اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا تھا ان کی سونی گود کو پھر سے شادو آباد کیا تھا گھر کی ویران فضا کچھ خوشگوار سی ہوگئی تھی مگر اس تبدیلی نے اس پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا اس نے کبھی گھر میں ہونے والے اس نئے اضافے کو دیکھنے کی جرأت نہیں کی تھی جس دن صبیحہ ہاسپٹل سے گھر آئیں وہ تب بھی اپنے کمرے میں محدود رہا تھا اپنے بچے کو لے کر جب ہشام اس کے کمرے میں آئے تو وہ بالکل زرد ہورہا تھا جانے درد کا احساس تھا یا پچھتاوے کی اذیت کہ وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ سکا تھا اسے سینے سے لگائے ہشام اسے کوئی دلاسہ دینے کے قابل نہیں رہے تھے مگر پھر بھی انہوں نے کبھی اسے مجبور نہیں کیا تھا کہ وہ ان کے بچے کی طرف متوجہ ہو اس کے گریز اس کے آنسوؤں کی وجہ وہ جانتے تھے۔

اس رات وہ سو نہیں سکا تھا سفید کمبل میں لپٹا وہ ننھا وجود اور وہ تاریک بھیانک رات اسے رلاتی رہی تھی۔

ننھے ایبک کی آمد نے صرف گھر کی ویرانی کو دور نہیں کیا تھا بلکہ صبیحہ اور ہشام پر چھائے جمود کو بھی توڑ دیا تھا۔ایبک نے گھٹنوں کے بل چلنا شروع کیا تو گھر میں ہلچل سی رہتی صبیحہ کو گھر کے کام چھوڑ کر اس کے پیچھے ہلکان ہونا پڑتا تھا ایبک کی طرف سے ہارون کی لاتعلقی کو وہ محسوس کرتی تھیں کبھی اگر لاؤنج میں وہ ٹی وی دیکھنے کے لیے بیٹھتا تو ایبک مستقل اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ایسے میں یا تو اسے بالکل ہی نظر انداز کرتا یا پھر اس کے سامنے سے ہی ہٹ جاتا ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ ہارون نے اس کے رونے پر اسے چپ کروانے کی کوشش کی ہو یا اسے کبھی گود میں اٹھایا ہو۔ایبک کو گھر میں سارا دن ماں کے علاوہ ہارون ہی دکھائی دیتا تھا وہ بھی تب جب وہ کسی وجہ سے کمرے سے باہر نکلتا تھا اسی لیے وہ ہارون کے قریب جانے کی کوشش کرتا مگر ہر بار ہارون کی بے رخی اس سے برداشت نہیں ہوتی تھی' اس لیے وہ رو کر چیخ کر اپنے غصے کا اظہار کرتا تھا پیروں پر چلنے تک اس نے ہارون کے کمرے میں گھسنے کی مہارت حاصل کرلی تھی ہر بار ہارون اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر چھوڑ آتا تھا وہ بھی ایسا ہی ایک دن تھا جب ہارون نے اسے باہر کرکے دروازہ مکمل بند کردیا تھا۔ایبک نے چیخ چیخ کر گھر سر پر اٹھا لیا تھا۔دروازے پر ہاتھ مارتا وہ اپنے ہی انداز میں احتجاج کررہا تھا کچن میں موجود صبیحہ کچھ دیر تک مزید برداشت کرتی رہیں تھیں اور پھر ایبک تک پہنچی تھیں اور پہلی بار انہوں نے بلند آواز میں ایبک پر برستے ہوئے تین چار طمانچے رسید کیے تھے اور اسے وہیں پٹخ کر واپس کچن میں چلی گئی تھیں کمرے سے باہر نکلتے ہوئے ہارون نے ایک نظر فرش پر پچھاڑیں کھاتے ایبک کو دیکھا تھا اور لپک کر اسے اٹھاتے ہوئے اس کے طمانچوں سے سرخ ہوتے گالوں کو بے اختیار چوم لیا

تھا' کچن کی ونڈو سے صبیحہ نے دیکھا تھا کہ ایک کو کندھے سے لگائے وہ اپنے کمرے میں واپس جا رہا تھا۔اسی شام جب ہشام آفس سے واپس لوٹے تو ایک ناقابل یقین منظر انہیں دکھائی دیا تھا صوفے پر نیم دراز ہارون کے سینے پر ایک چڑھا ہوا تھا ایک کی قلقاریں اور ہارون کے ہنسنے کی آوازوں نے ان کو دنگ کیا تھا' ایک ایک سال کا ہونے والا تھا اور اس تمام عرصے میں انہوں نے پہلی بار اپنے بچوں کو اتنا قریب ہنستے کھلکھلاتے ہوئے دیکھا تھا ان کے دل کو کچھ راحت سی اسی پل محسوس ہوئی تھی۔

بہت اچانک تو نہیں مگر انہوں نے اس شہر کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا وہ جانتے تھے کہ وہ جب تک اس شہر کو نہیں چھوڑیں گے ان کے گھر کوئی فرد ماضی کے اس سانحے سے نہیں نکل پائے گا یہاں ہارون کی شخصیت بالکل مسخ بھی ہو سکتی تھی اور وہ یہ کیسے ہوتا دیکھ سکتے تھے۔صبیحہ کو اس سلسلے میں سمجھانا بہت کٹھن مرحلہ تھا مگر وہ ان کو سمجھانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

❁-----O-----❁

زندگی کی پُر پیچ راہوں سے گزرتے ہوئے انسان جس قدر احتیاط سے قدم اٹھاتے ہوئے اپنے قافلے سے جڑا رہنے کی کوشش کرے مگر ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے کہ یا تو اس کے قدم قافلے کے ساتھ چلنے سے معذور ہو جاتے ہیں یا پھر وہ خود قافلے سے کٹ جاتا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ جیسے سب کچھ ختم ہو گیا ہے زندہ رہنے کا کوئی مقصد باقی نہیں بچا ہے درد دائمی ہے وقت ٹھہر گیا ہے اللہ کے سوا سب سے رابطہ ٹوٹ گیا ہے اور پھر کیا ہوتا ہے؟ اچانک وہ وقت آ جاتا ہے جس میں احساس ہوتا ہے کہ اگر آسمان پر اللہ اس کے ساتھ ہے تو اس زمین پر ایسے بندے بھی موجود ہیں جن کے ذریعے اللہ نے اسے وہ سب کچھ لوٹا دیا ہے بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ۔ وہ سب کچھ جو اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گیا تھا۔ان دو انسانوں کا شمار بھی اللہ کے ان ہی بندوں میں ہوتا تھا جن کو دیکھنے کے لیے جن سے روبرو ملنے کے لیے وہ بے چین تھے اور وہ لمحہ آ گیا تھا پُرنور چہرے والے اس باریش انسان سے ان کو تعارف کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔

ہارون پہلے آگے بڑھ کر ان سے ملا تھا، مگر ہشام قزلباش تو ان کے قدموں میں جگہ چاہتے تھے، اس انسان نے ان کی پوری کائنات کو سنبھالا تھا، ان کی زندگی کو ان کی متاع کو اپنے سینے سے لگائے رکھا تھا، وہ کیا محسوس کر رہے تھے یہ لفظوں میں وہ بیان نہیں کر سکتے تھے، ان کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا، احساسِ تشکر اور اس عظیم احسان کے بوجھ سے وہ احمد حسین کے قدموں میں جھکتے چلے گئے تھے مگر احمد حسین نے سرعت سے ان کو روک کر گلے سے لگا لیا تھا، ہشام قزلباش نے اپنے آنسو نہیں چھپائے تھے، کیونکہ یہ ان کے اختیار میں نہیں رہا تھا، یہ آنسو کٹھن صبر کی اذیت کے تھے، آزمائش کی کامیابی کے تھے، شکر کے تھے اور خوشی کے بھی، احمد حسین ان کو تسلی دے رہے تھے، آزمائشوں کے ختم ہونے کی نوید سنا رہے تھے، دوسری جانب عارش، فاطمہ کو ساتھ لے کر ہارون کی تقلید میں گھر کے اندر گیا تھا۔

''مامی! ان کی طبیعت بہت خراب ہے، ان کو آپ کی آمد کا نہیں پتہ، آپ ان کو خرمن کی طرف سے بھرپور تسلی دیجیے گا۔''

ہارون کے جانے کے بعد عارش نے فاطمہ کو مخاطب کیا تھا۔ ہارون کا سہارا لیے کمرے سے باہر آتیں صبیحہ کو دیکھ کر ہی عارش کو جھٹکا لگا تھا، وہ اتنی بیمار اور کمزور نظر آ رہی تھیں کہ عارش کو سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ اپنے قدموں پر کیسے چل رہی ہیں، دوسری جانب صبیحہ کی آنکھیں فاطمہ پر ساکت ہوئی تھیں، سفید چادر کے ہالے میں اس مقدس چہرے کو پہچاننے میں ان کو دیر نہیں لگی تھی، جبکہ فاطمہ خود ہی ان تک پہنچ گئی تھیں، جو پتے کی طرح لرز رہی تھیں، فاطمہ کے گلے لگتے ہی ان کی کراہیں بلند ہو گئی تھیں، فاطمہ کے لیے مشکل ہو گیا تھا ان کو سنبھالنا۔

''میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں، مجھے اس سے ملا دیں، آپ کو اللہ کا واسطہ ہے، اس سے کہیں ہمیں معاف کر دے۔'' زار و قطار روتیں وہ اذیت سے کراہ رہی تھیں۔

''اسے آپ کے پاس ہی آنا ہے، وہ آپ سے دور نہیں ہے، میرا یقین کریں، اب آپ کو کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے، میں اس سے کہوں گی، بہت جلد وہ آپ کے پاس آئے گی۔'' مستقل ان کو دلاسے تسلیاں دیتے ہوئے فاطمہ نے ان کو صوفے پر

بٹھالیا تھا اور ان کے قریب ہی بیٹھ گئی تھیں، احمد حسین اور ہشام قزلباش بھی وہاں آ گئے تھے۔۔ عارش سے پانی کا گلاس لے کر فاطمہ نے اپنے ہاتھوں سے ان کو پانی پلایا تھا، وہ اتنی نڈھال ہو رہی تھیں کہ فاطمہ نے ان کو اپنے ساتھ لگائے رکھا تھا، فاطمہ ان کے درد کو بہت شدت سے محسوس کر رہی تھیں، ان کی حالت کے پیش نظر سب ہی خاموش ان کے سنبھلنے کا انتظار کر رہے تھے۔

''آپ اسے سمجھا سکتے ہیں، میں اس کا مجرم ہوں، میں اس سے معافی مانگوں گا، آپ مجھے اس سے ملنے کی اجازت دے دیں، ہم اس کے لیے ہی تو اب تک زندہ ہیں۔'' ہشام قزلباش کا لہجہ لرز رہا تھا۔

''ہشام صاحب! میں آپ کی تکلیف کو اور تڑپ کو محسوس کر سکتا ہوں، اولاد کا درد کیا ہوتا ہے میں جانتا ہوں، خرمن بہت حساس ہے، آپ کو بھی معلوم ہو چکا ہو گا کہ اسے کن حالات سے گزرنا پڑا ہو گا، اس کے لیے فوری طور پر یہ سب قبول کرنا ابھی مشکل ہے، کچھ وقت لگے گا، آپ کو ہمیشہ اللہ پر بھروسہ رہا ہے، اسی لیے آج آپ کی زندگی میں یہ معجزہ رونما ہوا ہے، آپ سب مبارکباد کے مستحق ہیں، اللہ کی مصلحتوں کو انسان سمجھنے سے قاصر ہے، میں بہت خوش ہوں آپ سب کے لیے بھی اور اپنی بیٹی کے لیے بھی۔''

احمد حسین گہرے سنجیدہ لہجے میں بولے تھے۔

''جلد یا بدیر اسے حقیقت کو قبول کرنا ہی ہے، میں اس سے کوئی بات کرنے سے پہلے آپ سب سے ملنا چاہتا تھا، میرا یقین اور مستحکم ہو گیا ہے کہ وہ ایک بہت اعلیٰ خاندان کا خون ہے، وہ آپ کی بیٹی ہے اس سے ملنے کے لیے تو آپ کو کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں، بس تھوڑا وقت دیں اسے۔''

''میرے لیے اب چند لمحوں کا انتظار بھی عذاب ہے، مگر مجھے آپ پر بھروسہ ہے، آپ میرے انتظار کو طویل نہیں ہونے دیں گے۔'' ہشام قزلباش نے بمشکل بولتے ہوئے مضطرب نگاہوں سے صبیحہ کو دیکھا تھا جن کا چہرہ زرد تھا، آنکھوں میں درد اور بے بسی لیے وہ نفی میں سر ہلا رہی تھیں۔

''آپ کو کچھ انتظار کرنا ہی ہو گا، اس کے لیے آپ نے بہت کچھ برداشت کیا ہے، اسے سنبھلنے کے لیے سب کچھ سمجھنے کے لیے آپ کو اسے کچھ وقت دینا ہو گا۔'' اس سے پہلے کہ صبیحہ دوبارہ بکھرتیں ہارون نے التجائی لہجے میں ان سے کہا تھا۔

''مگر مجھے نہیں لگتا کہ آپ کو مزید کسی انتظار کی یا صبر کی ضرورت ہے۔'' عارش کے سنجیدہ لہجے پر ہارون نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''آپ بس پہلے اپنی طبیعت کو ٹھیک کریں، جس دن آپ مکمل صحت یاب ہو جائیں گی، میرا آپ سے وعدہ ہے کہ میں آپ کی بیٹی کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔''

''عارش ٹھیک کہہ رہا ہے، خرمن آپ کو اس طرح دیکھے گی تو بہت پریشان ہو جائے گی۔'' فاطمہ نے مسکراتے ہوئے ان کو مزید یقین دلایا تھا، تب ہی عارش کی نظر اسٹیئرز پر رکے ایبک تک گئی تھی۔

''ایبک! جلدی آؤ، وہاں کیوں رکے ہو؟'' عارش کی آواز پر وہ جھجکتے ہوئے قریب آیا تھا۔

''کیسے ہو تم؟ مسکراہٹ کہاں گئی تمہاری؟'' اسے گلے لگاتے ہوئے عارش نے اس کی پشت تھپتھپائی تھی۔

''عارش! اس کا چہرہ تو بالکل خرمن کی طرح نظر آتا ہے۔'' احمد حسین نے حیران نظروں سے ایبک کو دیکھا تھا۔

''جی ہاں، اسی مشابہت نے ہی تو ہم سب کو یہاں تک پہنچایا ہے۔'' عارش نے مسکراتی نظروں سے ایبک کو دیکھا تھا۔

''پھر تو ہم سب کو ایبک کا بھی شکرگزار ہونا چاہیے۔'' احمد حسین کے توصیفی لہجے پر ہشام قزلباش نے محبت پاش نظروں سے بیٹے کو دیکھا تھا۔

''ماشاء اللہ! آپ کے دونوں بیٹے بہت اچھے ہیں۔'' فاطمہ کی تعریف پر صبیحہ مسکرا بھی نہیں سکی تھیں۔

''مامی! آپ ان کی بیٹی کے بارے میں کیا کہیں گی؟'' عارش نے بے ساختہ ہی کہا تھا۔

''بھئی تم اپنی بیوی کی تعریف سننا چاہ رہے ہو تو ویسے ہی کہہ دو۔'' احمد حسین کے سنجیدہ لہجے پر بری طرح جھینپتے ہوئے اس نے ہارون کو دیکھا تھا جو اپنی مسکراہٹ نہیں چھپا سکا تھا۔

''ہارون بیٹا! میں تمہیں اپنے بڑے بھائی صاحب کا پیغام دینا تو بھول ہی گیا۔'' احمد حسین نے اچانک ہارون کو مخاطب کیا تھا۔

''انہوں نے تمہارے لیے بہت دعائیں بھیجی ہیں اور یہ درخواست کی ہے کہ تم اپنا کوئی پروگرام مس نہ کیا کرو، دراصل آپریشن اور اپنی صحت کی وجہ سے وہ اپنے بستر تک محدود ہو گئے ہیں، ریڈیو تو وہ ہمیشہ ہی شوق سے سنتے ہیں اور خاص طور پر تمہیں سننا ان کو بہت اچھا لگتا ہے۔''

''آپ میری طرف سے ان کا بہت شکریہ ادا کیجیے گا، میں ضرور ان کی ہدایت پر عمل کروں گا۔'' ہارون نے کہا تھا۔ ''کیا وہ خرمن کو بھی ریڈیو پر سنتے ہیں؟''

''ہاں بالکل۔۔۔۔۔ بلکہ مجھے یاد ہے کہ انہوں نے فون پر خرمن کو ایک ٹاپک بتایا تھا جس پر خرمن نے پروگرام رکھا تھا اور اس ٹاپک کو لوگوں نے بہت پسند بھی کیا تھا۔'' احمد حسین بتا رہے تھے اسی دوران ملازمہ نے چائے تیار ہونے کی اطلاع دی تھی۔ بہت عزت واحترام کے ساتھ ہشام قزلباش، احمد حسین اور فاطمہ کو ڈائننگ ٹیبل تک لائے تھے۔ چائے پر بہت پر تکلف اہتمام تھا، ہلکی پھلکی باتوں کے درمیان ماحول بھی کچھ خوشگوار ہو گیا تھا، صبیحہ اپنی طبیعت کو بھلائے مستعدی سے خاطر داری میں مصروف ہو گئی تھیں، ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دنیا کی ہر نعمت اپنے محسنوں کے سامنے پیش کر دیں، کیونکہ وہ اس سے بھی زیادہ کے مستحق تھے، اس گھر میں کوئی چیز ان کے شایانِ شان نہیں تھی۔

❀------O------❀

سفید دوپٹے میں قید اس کا چہرہ بھی لٹھے کی طرح سفید ہو رہا تھا، اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، سپاٹ نظروں سے وہ بس ان کو دیکھ رہی تھی جو بول رہے تھے۔

''اب جبکہ تم سے کچھ چھپا نہیں ہے، تو تمہیں سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے، سب کچھ جاننے کے بعد تمہیں اب اللہ سے کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیئے، تمہیں حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا، ان کی اذیتوں کو ان کی تکلیفوں کو ختم کرنا ہوگا جو تمہارے لیے سالوں سے تڑپ رہے ہیں۔''

''خرمن! کچھ تو بولو تمہارے بابا تم سے بات کر رہے ہیں۔'' اس کی غیر معمولی خاموشی پر فاطمہ کو ٹوکنا پڑا تھا۔

''بابا! آپ نے مجھ سے جو کچھ کہا، میں نے اسے سنا، یقین کیا، اس سے زیادہ کی توقع مجھ سے کوئی نہ رکھے، میں بس اتنا جانتی ہوں کہ جو رشتہ میرا آپ سے اور امی سے ہے، جو مقام میرے دل میں آپ دونوں کا ہے وہ میں کسی اور کو نہیں دے سکتی، وہ رشتہ میرا کسی اور انسان سے نہیں بن سکتا، میں ان سب کو اپنی زندگی میں جگہ نہیں دے سکتی، جن کی وجہ سے میں اپنی زندگی پر شرمندہ ہوتی رہی، اپنی نفرت میں مبتلا رہی، خود کو کم تر سمجھتی رہی، آپ اور امی مجھے اپنی پوری زندگی دان کر دینے کے باوجود میری محرومی کو ختم نہ کر سکے، اس سچ کی شرمندگی کا بوجھ اٹھائے میں سانس لیتی رہی تھی، آج جب میں نے ہر چیز سے سمجھوتہ کر لیا، آپ کی اور امی کی وجہ سے میں نے اپنا نام اور مقام پا لیا، تو پھر مجھے واپس وہیں پہنچانے کی بات کی جا رہی ہے، جہاں سے میں نے سفر شروع کیا تھا، مگر میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گی۔ کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، مجھے ان سب کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کے سرد سپاٹ لہجے نے فاطمہ کو دنگ کیا تھا۔

''خرمن! ہم سے تمہارا رشتہ کسی آسمانی صحیفے کی طرح مقدس ہے، تمہاری زندگی میں واقعی میری اور فاطمہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا، مگر اب اس زمین پر اللہ نے تمہارے لیے جو حقیقی رشتے رکھے ہیں، ان کی اہمیت، ان کی حقیقت سے تم انکار نہیں کر سکتیں، تم ان رشتوں کو ٹھکرا کر اللہ کو ناراض کرنے کا گناہ مت کرنا۔ یہ مت کہو کہ تمہیں ان لوگوں کی ضرورت نہیں ہے، یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ تمہیں کہاں، کس کی ضرورت ہے۔'' احمد حسین نے بہت تنبیہی اور سنجیدہ لہجے میں سمجھانا چاہا تھا۔ ''وہ تمہارے

ماں باپ ہیں، اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا، تمہیں ان کو وہی عزت اور مرتبہ دینا ہو گا جو ایک اولاد کا فرض ہوتا ہے، وہ دونوں اپنی زندگی تمہارے لیے روتے سسکتے گزار چکے ہیں، اللہ سے سجدوں میں وہ تمہیں مانگتے رہے ہیں، وہ تم سے جدا رہے، یہ اللہ کی رضا تھی، وہ آج بھی تم پر حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ تمہیں دنیا میں لانے کا ذریعہ بنے تھے۔'' ''اور غلاظت میں پھینکنے کا بھی۔'' اس کے جھلستے لہجے پر احمد حسین فوری طور پر کچھ بول نہیں سکے تھے۔

''ایسا مت کہو خرمن! سب کچھ جاننے کے بعد بھی تم کس طرح ان کو ٹھکرا سکتی ہو، تمہارے بابا ان کو یقین دلا چکے ہیں کہ تم کھلے دل سے ان سب کو قبول کرو گی، انکار کر کے تم ہمیں ان کے سامنے شرمندہ کرنا چاہتی ہو؟ ان سب کو یہ سوچنے پر مجبور کرنا چاہتی ہو کہ ہم نے یہ پرورش کی ہے تمہاری؟'' فاطمہ نے نرم گوئی سے اسے رام کرنا چاہا تھا۔

''آپ دونوں مجھ سے میری زندگی مانگ لیں مگر ان لوگوں کے لیے مجھے مجبور نہ کریں، جو اس قابل بھی نہیں کہ میں ان کی طرف دیکھوں، کس چیز کی کمی رہی ہے ان کے پاس، سب کچھ تو ہے، ان کے لیے ان کے بیٹے کافی ہیں، جو ان کی نسل آگے بڑھائیں گے، مجھ سے کیا مل سکتا ہے ان کو، اور ملے بھی کیوں؟ کیا صرف اس لیے پیدا کر کے پھینک دیا؟ میری مرضی سے انہوں نے مجھے پیدا نہیں کیا تھا، کوئی احسان نہیں، پیدا تو جانور بھی کرتے ہیں۔''

''خرمن! سوچ سمجھ کر زبان سے بات نکالو۔'' احمد حسین کا لہجہ سخت ناگوار تھا۔ ''اگر تمہیں لگتا ہے کہ ان کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں تو کمی بظاہر تمہارے پاس بھی نہیں تھی، بتاؤ مجھے، ایسی کون سی چیز ہے دنیا کی، جو تم نے مانگی اور وہ تمہیں نہ ملی ہو؟ ظاہری چکا چوند کی بات مت کرو، محرومی اور اذیتیں جب زندگی کا حصہ بن جائیں تو ان کو چہرے پر سجا کر نہیں، دل میں چھپا کر رکھا جاتا ہے، میں تم سے زیادہ تمہارے دل میں چھپے درد کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری اولاد ہو، میرا سایہ ہو، ایک بار تم اولاد کی نظر سے ان تڑپتے انسانوں کے دل میں جھانک کر دیکھو وہاں تمہیں اذیتوں کا وہ سمندر نظر آئے گا، جس کے سامنے وہ آنسو بھی کم ہوں گے، جن کو تم نے ان دونوں کو یاد کرتے بہائے ہوں گے، اپنے ذہن میں ان کے چہرے تراشتے ہوئے برسائے ہوں گے، تم سے زیادہ بہتر کون جان سکتا ہے کہ کس طرح وہ اذیتوں کو سینوں میں چھپائے زندہ ہیں، تم میری فرمانبردار بیٹی ہو، مجھے یقین ہے کہ تم میرے لیے اپنے ظرف کو وسیع کر کے مجھے سرخرو کرو گی، سب کچھ اللہ کی رضا جان کر ان کے دل کو ٹھنڈا کر دو، اپنی محبت سے ان کی تڑپ کو ان کی اذیت کو ختم کر دو۔'' لب بھینچے وہ سپاٹ نظروں سے ہی ان کو دیکھ رہی تھی جو بولتے جا رہے تھے۔ ''تم یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے دل میں بھی اپنی جڑوں تک پہنچنے کی تڑپ تھی، تمہاری خواہش پر میں نے اللہ کے مقدس گھر میں ہاتھ پھیلا کر تمہارے لیے وہ سب مانگا تھا، وہ سب جس سے اللہ نے تمہیں نواز دیا ہے، کیونکہ وہ اپنے بندوں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا، جو مانگا ہے اسے لوٹانے کا سوچ کر بھی تم گناہ کی مرتکب ہو سکتی ہو، اللہ کے حضور سر جھکایا جاتا ہے، وہ جو عطا کرے اس پر شکر ادا کیا جاتا ہے، اللہ نے تم پر رحم کیا ہے، تم اپنے ماں باپ کے لیے دل میں رحم رکھو، مجھے تم پر یقین ہے کہ تم میرے بھروسے کو نہیں توڑو گی۔'' خاموش ہو کر احمد حسین چند لمحوں کے لیے منتظر رہے تھے مگر وہ بالکل خاموش تھی، اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے وہ سامنے سے ہٹ گئے۔

''کل ان کو بلائیں مگر ان کی بیوی ان کے ساتھ نہیں آئیں گی، مجھے صرف ان سے بات کرنی ہے۔'' اس کے سرد لہجے پر احمد حسین رکے تھے۔

''تم کیا بات کرو گی ان سے؟'' اس کے تیوروں نے فاطمہ کو تشویش زدہ کر دیا تھا۔

''یہ کل معلوم ہو جائے گا۔'' کسی بھی جانب دیکھے بغیر بول کر وہ اٹھی تھی اور کمرے سے نکل گئی تھی، جبکہ احمد حسین اور فاطمہ کے درمیان بس خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔

⊛-----O-----⊛

بغور منیزہ نے اس کے دوپٹے میں قید چہرے کو دیکھا تھا، کوئی تاثر تھا اس کے چہرے پر کہ منیزہ کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ اسے مخاطب کرتی، لہٰذا خاموشی سے وہ اس کے ہمراہ ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گئی تھی، جس وقت وہ ڈرائنگ روم میں داخل

ہوئی وہاں خاموشی چھا گئی تھی، ہشام قزلباش بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔

''میری مرضی کے بغیر آپ میرے قریب نہیں آسکتے۔'' اس کے سرد لہجے پر ہشام قزلباش کے بڑھتے قدم جہاں تھے وہیں ساکت رہ گئے تھے۔

''خزمن!'' احمد حسین بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔ ''تمہیں یاد ہونا چاہیے کہ تم اس وقت اپنے باپ سے مخاطب ہو۔''

''مجھے صرف کچرے اور گندگی کے ڈھیر کی بو یاد ہے، جس کے قریب سے گزرتے ہوئے ناک پر کپڑا رکھ لیا جاتا ہے''، کاٹ دار لہجے میں بولتی وہ ہشام قزلباش کی ساکت نظروں میں ہی دیکھ رہی تھی۔ ''اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو اپنا باپ تسلیم کروں، تو اس سے پہلے آپ کو میری شرط ماننا ہوگی۔'' اس کے قطعی لہجے پر عارش دنگ ہوا تھا۔ اسے اپنی سماعتوں پر بھی شبہ ہوا تھا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟'' فاطمہ نے اسے ٹوکا تھا۔

''اسے کہنے دیں، میں اس کی شرط سننا چاہتا ہوں۔'' اس کے بگڑے تاثرات دیکھتے ہوئے ہشام قزلباش نے کہا تھا۔

''آپ کو ہارون سے ہر تعلق ختم کرنا ہوگا۔'' سرد لہجے میں اس نے جیسے دھماکہ کر دیا تھا، ڈرائنگ روم میں موجود سارے نفوس ششدر رہ گئے تھے مگر وہ پرسکون تھی۔ ''جس طرح آپ مجھ سے بے خبر اور انجان رہے، اب آپ کو اپنے بیٹے سے بے خبر اور انجان ہونا پڑے گا، اسے اپنے وجود سے کاٹ کر آپ کو پھینکنا ہوگا، جس طرح مجھے بے یار و مددگار پھینک دیا گیا تھا، منظور ہے آپ کو میری یہ شرط؟ میرے لیے مار سکتے ہیں اپنے بیٹے کو؟'' اس کے جھلستے لہجے نے ہشام قزلباش کا چہرہ زرد کر دیا تھا۔

''خزمن! ایک باپ کس طرح اولاد کے ساتھ یہ سلوک کر سکتا ہے، تم ان کو مزید کسی کڑی آزمائش میں نہ ڈالو، یہ ناممکن ہے، میں تم سے یہ امید بالکل نہیں رکھتا کہ تم ان کے لیے کسی اذیت کا سبب بنو، تم نے جو کہا ہے اس کے لیے تم ابھی ان سے معافی مانگو۔'' احمد حسین شدید ناراضی سے بولے تھے۔

''جو میں چاہتی ہوں وہ ناممکن نہیں ہے'' اگر مجھے مردہ سمجھ کر ان کا خاندان آباد رہ سکتا ہے، تو اس شخص کو بھی مار کر آباد رہ سکتا ہے، یہ اگر اس کے ساتھ تعلق ختم نہیں کر سکتے، تو کس طرح یہ اس کی وجہ سے میرے لیے صبر کر گئے؟ اس لیے کہ وہ ان کا بیٹا ہے، ان کا سہارا ہے، اس سے ان کے خاندان کا نام چلے گا، مجھے راستے میں پھینکنے کے لیے دنیا میں لایا گیا تھا؟ بیٹیاں سنبھالی نہیں جاتیں تو ان کو پیدا ہی کیوں ہونے دیا جاتا ہے۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ بلند آواز میں بولی تھی، جبکہ ہشام قزلباش کے چہرے پر پھیلتی اذیت نے احمد حسین کا تحمل ختم کرنا شروع کر دیا تھا۔

''خزمن وہ ایک سانحہ تھا، ایک معصوم بچے سے سرزد ہو جانے والی غلطی تھی، یہ سب کر کے تم اللہ کو ناراض مت کرو، ماں باپ جیسی ہستیوں سے حساب نہیں مانگے جاتے، ان پر زندگی تنگ نہیں کی جاتی۔'' فاطمہ نے شدید تاسف سے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''اس معصومیت نے میری زندگی کو درہم برہم کر دیا تھا، میرے وجود کو دنیا کی نظروں میں گناہ بنا دیا تھا، وہ غلطی نہیں جرم تھا، جس کی پاداش میں مجھے رسوا ہونا پڑا تھا، وہ شخص میرا مجرم ہے، میرے سارے حساب کتاب اسی شخص کی دربدری سے جڑے ہیں، اسے پتہ چلنا چاہیئے کہ باپ کے نام کے بغیر، حسب نسب کے بغیر زندگی کیسی ہوتی ہے۔'' دہکتے چہرے کے ساتھ وہ چیخ رہی تھی، احمد حسین خاموشی سے بس اسے دیکھ رہے تھے، منیزہ کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا اور عارش بری طرح مضطرب تھا، اس وقت احمد حسین کی خاموشی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

''اگر آپ کو اور آپ کی بیوی کو میری شرط منظور ہے، تو مجھے آپ سے اپنے رشتے قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہیں۔'' بھڑکتے لہجے میں ہی وہ ہشام قزلباش سے مخاطب تھی، جو بمشکل اپنے قدموں کو کھینچتے اس کے قریب آئے تھے اور کانپتے ہاتھوں میں اس کا چہرہ بھر لیا تھا، جب وہ بس سپاٹ نگاہوں سے ان کی آنکھوں میں تیرتی نمی کو دیکھ رہی تھی، شدتِ ضبط سے

ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، چند لمحوں تک وہ اس کے چہرے کے نقش اپنی پیاسی نظروں میں اتارتے رہے تھے اور پھر جھک کر اس کی پیشانی کو چوم لیا تھا۔

''اپنے اس بدنصیب باپ کو معاف کر دینا جو تمہیں کبھی کچھ نہیں دے سکا۔'' لرزتے لہجے میں وہ بمشکل بول سکے تھے اور اگلے ہی پل اس کے سر سے ہاتھ ہٹاتے تیز قدموں سے ڈرائنگ روم سے نکل گئے تھے، خرمن کے چہرے کے تاثرات بس کچھ پل کے لیے بدلے تھے مگر پھر دوبارہ اس کا چہرہ ہر تاثر سے عاری ہو گیا تھا، ایک طائرانہ نظر سب پر ڈالنے کے بعد اس نے احمد حسین کو دیکھا تھا۔

''ہو گیا فیصلہ۔'' وہ تلخی سے اتنا ہی بولی تھی۔

''فاطمہ! تمہیں ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہوگا، میں ایک منٹ کے لیے بھی اس گھر میں رکنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔'' احمد حسین کے گرجتے لہجے نے فاطمہ کو دہلا دیا تھا۔

''ماموں جان! میں آپ کو یہاں سے نہیں جانے دوں گا، یہ آپ کا گھر ہے۔'' عارش کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔

''مجھے مت روکو عارش! میرا گھر وہ ہے جہاں میں جا رہا ہوں، جہاں میری بات کی اہمیت ہوتی تھی، جہاں میرے فیصلوں پر سر جھکایا جاتا تھا، جہاں میری اولاد نے ہمیشہ میری فرمانبرداری کی، ہمیشہ میرے حکم کی تعمیل کی، میری زبان کی لاج رکھی، مجھے کبھی کسی کے سامنے شرمندہ ہونے پر مجبور نہیں کیا گیا، جس طرح آج کیا گیا ہے، اس گھر میں میری وقعت ہے نہ میری کسی بات کی، یہاں مجھے کسی ناکارہ شے کی طرح دیوار سے لگایا گیا ہے، ایک ایسے شخص کے سامنے مجھے بے عزت کیا گیا ہے جو میرے بھروسے پر امیدیں لے کر یہاں تک آیا تھا۔ میری زبان پر اس نے اعتبار کیا تھا، مگر میری کیا حیثیت ہے اس گھر میں، وہ شخص بھی یہاں سے جاتے ہوئے اچھی طرح اندازہ لگا چکا ہے، یہ گھر تمہاری بیوی کا ہے، جس نے آج سر اٹھانے کے قابل بھی نہیں چھوڑا ہے مجھے۔'' احمد حسین کے غصیلے لہجے پر عارش کا چہرہ اتر گیا تھا۔

''فاطمہ! فوراً باہر آؤ۔'' فاطمہ سے مخاطب ہو کر وہ تیز قدموں سے باہر نکل گئے تھے۔ ان کے پیچھے ہی شدید پریشان ہو کر جاتا عارش رکا تھا۔

''خرمن! روکو انہیں۔'' عارش کے اضطرابی لہجے پر وہ بس سپاٹ نظروں سے فاطمہ کو دیکھ رہی تھی جن کو عارش نے روکا تھا۔

''ہمیں مت روکو عارش! تمہارے ماموں اس وقت تمہاری کوئی بات نہیں سنیں گے، وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں، یہاں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہاں سب خود مختار ہو چکے ہیں۔'' پرشکوہ نگاہ خرمن پر ڈال کر وہ رکی نہیں تھیں جبکہ ایک مایوس نگاہ عارش بھی اس پر ڈالتا فاطمہ کے پیچھے گیا تھا۔

''خرمن! ابھی وقت ہے، جا کر روک لو چچا جان کو۔'' منیزہ نے التجائی لہجے میں کہا تھا۔

''اگر ان کے لیے مجھے چھوڑ کر جانا اتنا ہی آسان ہے تو میں ان کے راستے میں نہیں آؤں گی۔'' اس کے سرد لہجے پر منیزہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔

❀------O------❀

خاموش بیٹھی بیلا وقتاً فوقتاً اس پر بھی نگاہ ڈالتی جا رہی تھی، جو چپ کی مہر لگائے جانے کس سوچ میں گم تھی، احمد حسین اور فاطمہ کو ان کے گھر تک عارش ہی لے گیا تھا اور یقیناً اس نے وہاں کافی کوشش کی تھی کہ احمد حسین اپنی ناراضی کو بے شک قائم رکھیں، مگر واپس گھر چلنے کے لیے راضی ہو جائیں۔ لیکن اب بات صرف ناراضی کی نہیں تھی، خرمن کی طرف سے وہ بہت زیادہ دلبرداشتہ تھے، صدمہ اس چیز کا بھی زیادہ تھا کہ ہشام قزلباش نے ان کے بارے میں کیا سوچا ہوگا؟ یقیناً یہی کہ انہوں نے خرمن کی پرورش کس طرز پر کی ہے، اسے کیسی تربیت دی ہے، خرمن کی ضد نے ان کو توڑ کر رکھ دیا تھا، پہلی بار اس کی ضد اور زبان کی تلخی نے ان کو شدید غم و غصے سے دوچار کر دیا تھا، ورنہ وہ اس حد تک کبھی نہ جاتے کہ عارش کو ان سے التجائیں کرنی

پڑتیں، خرمن کی طرف سے معافیاں مانگی پڑتیں اور ان پر کوئی اثر نہ ہوتا، یہ تو وہی جانتے تھے کہ کس طرح دل پر جبر کر کے انہوں نے عارش کو مایوس لوٹایا تھا، جب وہ گھر واپس آیا تو کسی کے لیے مشکل نہیں تھا اس کے چہرے پر ناکامی اور مایوسی کو پڑھنا، وہ بہت دلگرفتہ دکھائی دے رہا تھا، کسی سے کوئی بھی بات کیے بغیر وہ منیزہ کو اس کے گھر ڈراپ کرنے چلا گیا تھا، حالانکہ بیلا کو اور منیزہ کو یہ خدشہ تھا کہ عارش ضرور اپنے غصے کا اظہار کرے گا یا کم از کم خرمن کو شرمندہ کر کے اسے احمد حسین کے پاس لے جانے پر زور دے گا۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا، اور یہ کوئی بہت زیادہ حیرت کی بات نہیں تھی۔

کال بیل کی آواز نے بیلا کو چونکایا تھا مگر خرمن کو تو جیسے کچھ سنائی ہی نہیں دیا تھا یا پھر وہ سننا ہی نہیں چاہتی تھی، عارش کے ہمراہ ہی لاؤنج میں آتے عثمان نے بغور اسے دیکھا تھا۔

''اب اس طرح کیوں بیٹھی ہو؟ کوئی قیامت نہیں آ گئی اور تمہارے لیے کون سا مشکل ہے احمد انکل کو راضی کرنا۔'' عثمان نے گھر کنے والے انداز میں کہا تھا۔ ''چلو میرے ساتھ، ابھی انکل اور آنٹی کو ساتھ لے کر آتے ہیں۔'' عثمان نے عجلت میں اسے اٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

''خرمن! تمہیں واقعی جانا چاہیے، شاید وہ بھی تمہارے منتظر ہوں، ان کو تم سے یہ امید نہیں ہو گی کہ۔۔۔''

''مجھ سے اب کوئی امید رکھے بھی مت۔'' بیلا کی بات کاٹتی وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

''یہ تو ہونا ہی تھا، بے شمار دن اپنے بچھڑے بھائیوں اور خاندان کے درمیان گزار کر آئے ہیں، اثر تو ہونا ہی تھا، ان لوگوں کا تو کام ہی یہی ہے، مقصد ہی یہی ہے کہ میرے نام کا کانٹا ان کے بھائی کی زندگی سے نکل جائے، ان کو تو موقع مل گیا اپنے دل کا زہر میرے باپ کے کانوں میں انڈیلنے کا، آج تو سب نے دیکھ لیا کتنا اتفاق ہو چکا ہے تینوں بھائیوں کے درمیان، کسی کے اندر ہمت تو ہے نہیں میرے سامنے آ کر بات کرنے کی، پردے کے پیچھے رہ کر اپنی اوقات دکھانے کے علاوہ وہ لوگ اور کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔''

شدید اشتعال میں وہ بولی تھی اور اگلے ہی پل اٹھ کر وہ کمرے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

''عارش! تم اس سے ابھی کوئی بات مت کرنا، وہ پہلے ہی بہت ڈسٹرب ہے۔'' بیلا نے تشویش سے کہا تھا۔

''بہت اچھی ہدایت دی ہے تم نے۔'' عثمان نے خشمگیں نظروں سے بیلا کو دیکھا تھا۔ ''کسی کو تو اس سے بات کر کے یہ احساس دلانا ہو گا کہ اس نے کیا کیا ہے۔''

''وہ جانتی ہے اس نے کیا کیا ہے، مجھے یا کسی اور کو یہ احساس دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' عارش نے گہری سنجیدگی سے کہا تھا۔

آہٹ پر اس نے سر نہیں اٹھایا تھا، البتہ اپنا چہرہ دوسری جانب ضرور پھیر لیا تھا، اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ چند لمحوں تک اس کے متوجہ ہونے کا منتظر رہا تھا مگر۔۔۔۔ وہ اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی، مگر اس سے اپنے آنسو بھی نہیں چھپا سکی تھی۔

''مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے خرمن! اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو صحیح یا غلط سے لاتعلق ہو کر شاید یہی رویہ اختیار کرتا۔'' مدھم لہجے میں بولتا وہ اسے دیکھ رہا تھا، جو اپنی آنکھیں خشک کرتی خود پر ضبط کر رہی تھی، چند لمحوں کے لیے وہ خاموش رہا تھا اور پھر دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''میں بس تمہاری ایک بات سے اتفاق نہیں کرتا کہ ماموں جان کا دل تمہارے لیے کبھی بدل بھی سکتا ہے، کسی انسان کی زبان سے نکلے لفظوں میں اتنا اثر نہیں ہے کہ وہ ان کو تمہارے خلاف کر دے، تم ایسا سوچ کر ان کی محبت اور نیت کی بے حرمتی کرو گی۔۔۔'' اس کے متاسف لہجے پر وہ نظر نہیں اٹھا سکی تھی۔

''آخری فیصلہ تمہارا ہو گا، کوئی تم پر دباؤ نہیں ڈالے گا، یہ وقت سوچنے کا اور سمجھنے کا ہے، اپنے آپ کو وقت دو، اپنے دل سے پوچھو، دماغ سے سوچو، ضرور کوئی راستہ مل جائے گا، اگر تمہیں یقین ہے کہ تم اپنی جگہ ٹھیک ہو تو یقیناً حالات تمہارے حق

میں ہوں گے اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ کہیں کوئی قدم تم نے غلط اٹھایا ہے، تو مجھے یقین ہے کہ اس غلط قدم کے نتیجے میں سامنے آنے والے حالات کو تم بہتر کرنے کی کوشش کرو گی، چاہے اس کے لیے تمہیں اپنے آپ کو بھی نظر انداز کرنا ہو، مجھے تم پر یقین ہے اور بھروسہ بھی۔'' اس کے نرم لہجے پر وہ بس دھندلائی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

❁-----O-----❁
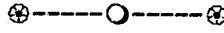
''اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ مطالبہ کرے، میرا فیصلہ اس کے ہاتھوں ہونے دیں، میں اس کا مجرم ہوں، اس کی دی گئی سزا جھیلنا چاہتا ہوں، جو گناہ مجھ سے سرزد ہوا تھا، اس کے لیے یہ سزا بہت کم ہے، آپ اس کی بات مان لیں، یہ میری آپ سے التجا ہے۔'' نظر جھکائے وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتا صبیحہ کی گھٹی گھٹی سسکیوں میں اضافہ کر گیا تھا۔

''کم از کم تمہیں یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا ہارون!''

ہشام قزلباش نے دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ''وہ ابھی بدگمان ہے، اشتعال میں ہے، تمہارا تو صرف بہانہ ہے ورنہ میں جانتا ہوں وہ مجھے قبول نہیں کرنا چاہتی، ہم میں سے کسی کو قبول نہیں کرنا چاہتی اور وہ غلط بھی نہیں ہے، وہ اگر تمہیں تڑپتا اور ترستا دیکھنا چاہتی ہے تو ہم مل کر اس کی سزا قبول کریں گے، جب تک وہ چاہے گی کیونکہ ایک عمر میں وہ بھی ہمارے لیے تڑپتی رہی ہے، اسے لگتا ہے کہ اولاد کو خود سے کاٹ کر پھینک دینا مشکل نہیں ہے۔ قسمت نے ایک بار بہت کچھ چھین لیا تھا، اس وقت میں بے بس تھا، مگر آج میں کس طرح اپنے ہاتھوں سے اپنے وجود کے حصے کو کاٹ کر الگ کر سکتا ہوں، اس کے لیے سنانا اور تمہارے لیے اس سزا کو جھیلنا اس لیے ممکن ہے کہ تمہاری نظروں نے ابھی اپنی اولاد کا چہرہ نہیں دیکھا ہے، اولاد آزمائش ہوتی ہے یہ قدیم سچ ہے، یہ آزمائش زندگی اور موت کے درمیان سفر کرتی ہے، اس آزمائش میں انسان دنیا میں دوزخ کی سختی اور جنت کی راحت کی جھلک بھی دیکھ لیتا ہے۔'' ہشام قزلباش کے لہجے میں اذیت رچی بسی تھی۔

''اس نے پہلی بار آپ سے کچھ مانگا ہے پاپا! اس کی بات کو رد نہ کریں، مجھ سے زیادہ وہ آپ پر، اس گھر پر حق رکھتی ہے، اسے مایوس مت کریں، ورنہ اسے دوبارہ کھو دیں گے آپ ہمیشہ کے لیے نہیں مگر اس کے لیے صرف کچھ عرصے کے لیے مجھے یہاں سے دور جانے دیں۔'' ہارون کا مضطرب لہجہ بلند ہوا تھا تب ہی صبیحہ چیخ اٹھی تھیں۔

''ایسا نہیں ہو سکتا، میرے اندر اتنی سکت نہیں ہے کہ ایک بار پھر اپنی اولاد کی جدائی کہ سہہ سکوں، میرے نحوست سے بھرے قدموں نے تمہارے باپ کی زندگی اجاڑ دی تھی، ان سے الگ ہو کر تم ان سے زندگی بھی چھین لینا چاہتے ہو، یہاں سے چلے جانے سے پہلے تمہیں مجھے اور اپنے باپ کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارنا ہوگا، یہ کر سکتے ہو تو ابھی چلے جاؤ، لے لو ہماری زندگی۔'' ساکت نظروں سے ہشام قزلباش ان کو دیکھ رہے تھے جو چیختے ہوئے ہارون کا گریبان جھنجھوڑتیں نڈھال ہو چکی تھیں، شدید بے بسی کے ساتھ ہارون نے اک نظر باپ کو دیکھا تھا اور پھر روتی بلکتی صبیحہ کو سنبھالتے ہوئے اس نے ان کو صوفے پر بٹھایا تھا اور خود ان کے ہاتھ تھام کر گھٹنوں کے بل ان کے قدموں میں بیٹھا تھا۔

''میری وجہ سے آپ نے اور پاپا نے جو اذیتیں برداشت کی ہیں، میں بس ان اذیتوں کو آپ سے دور کرنا چاہتا ہوں ماما! کھل کر سانس لینا چاہتا ہوں، انتہا ہو چکی ہے ضبط کی، میں کیسے یہ برداشت کر سکتا ہوں کہ ایک بار پھر میری ذات آپ کی خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ بن جائے، وہ خوشیاں جو طویل آزمائش اور صعوبتوں کے بعد آپ کو مل رہی ہیں، صرف کچھ عرصے کے لیے مجھے خود سے دور جانے کی اجازت دے دیں۔'' سرخ آنکھوں کے ساتھ وہ گھٹے لہجہ میں التجا کر رہا تھا۔

''نہیں۔۔۔ میری زندگی میں یہ نہیں ہو سکتا، کبھی نہیں۔'' نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ پھر جیسے دہل اٹھی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے اذیت کا سیلاب رواں تھا۔

''اگر اس کے لیے ہم ساتھ تڑپتے رہے ہیں تو اس کی سزائیں بھی مل کر سہہ لیں گے، مگر تم ہم سے دور جانے کا کبھی مت سوچنا ورنہ میں مر جاؤں گی۔۔۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' زار و قطار روتی وہ بول رہی تھیں، چند لمحوں تک ہارون دھواں دھواں ہوتی آنکھوں سے ان کے بہتے آنسوؤں کو دیکھتا رہا تھا اور پھر تھکے تھکے انداز میں سر ان کے گھٹنوں

سے ٹکا دیا تھا۔

❀------○------❀

ٹیرس کی باؤنڈری پر بازو ٹکائے وہ نیم تاریکی میں خالی دل و دماغ کے ساتھ موجود تھا مگر نہیں۔۔۔۔۔۔ وہ تو کٹہرے میں کھڑا ایک مجرم تھا، جو سر جھکائے بڑی شدت سے اپنی سزا کا انتظار کر رہا تھا، زندگی کا ایک بڑا حصہ اس نے اس انتظار میں گزارا تھا، سزا کا تعین نہیں ہو پا رہا تھا، اس کا گناہ، جرم اتنا بڑا تھا کہ کوئی سزا دینے کے لیے شاید دنیا کا ہر قانون معذور ہو رہا تھا، اب تو اس کے گرد کٹہرے کی یخ بستہ دیواریں بھی تنگ ہو چکی تھیں، جلتی آنکھوں سے اس نے سیاہ آسمان کو دیکھا تھا، گہری سانس لے کر اس نے اپنے وجود کی دیواروں سے سر ٹکراتے حبس اور غبار کو کم کرنے کی کوشش کی تھی، قدموں کی آہٹ پر اس نے چونک کر قریب آتے ایبک کو دیکھا تھا، وہ اپنے اس عزیز بھائی سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا تھا، اس کے اردگرد کوئی ایسا انسان نہیں تھا جو اس کی وجہ سے اذیت میں مبتلا نہ ہو۔ یہ سچ اس کے کاندھوں کو ناقابل برداشت بوجھ تلے دباتا جا رہا تھا۔

''آپ پریشان مت ہوں، مجھے یقین ہے کہ وہ ہم سب سے دور نہیں رہ سکیں گی، آپ اپنے بارے میں کچھ غلط مت سوچیں۔'' ہارون کی آنکھوں کی جلن بڑھنے لگی تھی۔ وہ اتنا کم عمر اور لاابالی ہونے کے باوجود کس طرح اسے تسلی دے رہا تھا، اس نے کبھی ہارون سے شکایت کا ایک لفظ تک نہیں کہا تھا، کبھی کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اپنے ماں باپ کو آنکھ کھولتے ہی اس نے اذیتوں سے گزرتا دیکھا تھا، وہ سب جانتا تھا اور اب جب کہ سب کچھ ٹھیک ہو سکتا تھا تو وہ بھی وہ اپنے ایک خالص رشتے کے لیے بھی اسے اس کے مقام سے ہٹانے کا سوچنا بھی معیوب سمجھتا تھا، یہ اس کا بھائی تھا، یہ وہ تھا جو اس دنیا میں اس گھر کے غم کو کم کرنے آیا تھا، یہ وہ تھا جو ایک گمشدہ جنت تک پہنچنے میں راہ نما بنا تھا۔

''اگر آپ نے دوبارہ ہم سب سے دور جانے کی بات کی تو مجھ سے پہلے ماما مر جائیں گی، وہ مجھ سے زیادہ آپ سے محبت کرتی ہیں، اگر میرے بس میں ہوتا تو میں آپ کی جگہ لے لیتا، آپ کی ساری مشکلیں اپنے کندھوں پر لے لیتا۔'' ہارون کی کیفیت سے بے خبر وہ نم لہجے میں بولتا جا رہا تھا۔ بے اختیار ہارون نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا تھا۔

''میں بھی کہاں تم سب سے لاتعلق ہو کر سانس لے سکتا ہوں، مگر میں اسے بھی تم سب سے دور رکھ کر سکون سے نہیں رہ سکتا، میں اس کی نفرت نہیں سہہ سکتا، مجھ میں معافی مانگنے کی بھی سکت نہیں ہے، اگر سکت ہوتی تو سب سے پہلے ماما، پاپا سے اور تم سے معافی مانگتا، وہ کس طرح میرے لیے اپنے دل کو نرم کر سکتی ہے۔'' درد سے پھٹتے سینے میں ایبک کو بھینچے وہ گھٹی آواز میں بولا تھا۔

''ان کو آپ کے لیے دل نرم کرنا پڑے گا اور پھر عارش نے بھی تو وعدہ کیا ہے، وہ ان کو سمجھائیں گے پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' ایبک نے پر یقین لہجے میں کہا تھا جبکہ ہارون کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں بچا تھا۔ سیل فون پر آتی کال نے ہارون سے زیادہ ایبک کو چونکایا تھا۔

''رات کے دو بجے آپ کو کون کال کر سکتا ہے؟'' ایبک نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا تھا اور اگلے ہی پل کمرے کی سمت دوڑا تھا۔

''ہیلو۔۔۔۔۔ ہارون اسپیکنگ۔''

''واقعی۔۔۔۔۔ مگر میں تو ہارون کی آواز پہچانتی ہوں۔''

منیزہ کی بات نے اسے ہنسنے پر مجبور کیا تھا۔

''اتنی رات گئے بچے جاگا نہیں کرتے، جا کر سو جاؤ، صبح تمہیں کالج بھی جانا ہے۔'' منیزہ نے تنبیہ کی تھی۔

''اگر آپ مجھے موقع دیں تو میں آپ کی یہ غلط فہمی دور کر سکتا ہوں کہ میرا اشمار بچوں میں نہیں ہوتا۔''

''اچھا۔۔۔۔۔ اور میری غلط فہمی دور کرنے کے لیے تمہیں کیسا موقع چاہیے؟''

''کچھ زیادہ نہیں، بس ایک کینڈل لائٹ ڈنر اور لانگ ڈرائیو۔''

''اور ڈرائیو کے دوران نشانہ بنانے کے لیے عارش۔'' منیزہ نے ہنستے ہوئے اس کو شرمندہ کر دیا تھا۔
''ویسے تم دوسرے آپشن بن سکتے ہو، مگر پہلے اپنے سے بڑے پر تو طبع آزمائی کرنے دو۔''
''بالکل، بہت شوق سے، میں آپ کی کامیابی کے لیے مدد کے لیے بھی حاضر ہوں۔''
''بہت شکریہ، اب کیا مجھے کہنا پڑے گا کہ ہارون کی آواز سنا دو۔''
''ضرور، وہ تو خود انتظار میں ہیں۔'' ایبک نے مسکراتی نظروں سے ہارون کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا اور پھر فوراً ہی فون اسے تھما کر کمرے سے نکل گیا تھا۔
''فکر مت کریں، میں کسی خوش فہمی میں مبتلا اب نہیں ہو سکتی، مجھ میں وہ اہلیت نہیں کہ آپ میرا انتظار کریں۔'' اس کی خاموشی پر منیزہ نے کہا تھا۔
''مگر مجھ میں اتنی اہلیت تو ہے کہ آپ کی پریشانی کو محسوس کر سکوں، بقول آپ کے میں آپ کے دل میں جھانکنے والی پہلی انسان ہوں، کم از کم یہ برتری تو مجھے دیں کہ میں آپ کی ضرورت بن سکوں، اس وقت تک جب تک ضرورت کی ضرورت ہی نہ رہے۔''
''طنز کر رہی ہو؟'' اس کے خاموش ہونے پر وہ بولا تھا۔
''پتہ نہیں۔''
''کیا نہیں پتہ؟''
''یہی کہ آپ کو میری ضرورت ہے بھی یا نہیں؟''
''ضرورت کس لیے؟''
''یہ آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔''
''میں کیا جانتا ہوں؟'' اس کے سوال پر اس بار وہ بالکل خاموش رہی تھی۔
''اگر میں کہوں تو مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے تو۔۔۔؟''
اس کا سوال منیزہ کو بہت بے رحم لگا تھا، مگر وہ ضبط کر گئی تھی۔
''ضرورت تو اس وقت عارش کو بھی نہیں تھی، وہ میرے بغیر بھی آپ تک پہنچ سکتا تھا، میں نے اس وقت بھی وہ کیا جو میرے دل نے چاہا اور آج بھی اپنے دل کی آواز سنی، جو دل کے قریب ہوتے ہیں ان کی ضرورت بننا میرے لیے اعزاز ہے، دنیا اب اسے کسی بھی نظر سے دیکھے۔''
''جانتا ہوں، تمہارے دل میں ساری دنیا کا درد اور رحم موجود ہے، مگر جانتی ہو، تم جیسے انسانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟'' منیزہ کے تلخ لہجے پر وہ بولا تھا۔
''ہاں، وہی ہوتا ہے جو آپ نے کیا ہے۔'' اس کے سرد لہجے پر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا تھا۔
''خرمن کیسی ہے؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔
''بہت ڈسٹرب، چچا جان اور چچی اس سے ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے ہیں۔''
''یہ کب ہوا؟ عارش نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔'' ہارون بری طرح دنگ ہوا تھا۔
''خرمن نے آپ کے متعلق جو باتیں کیں، جو مطالبہ انکل سے کیا، اس سب نے چچا جان کو کافی دھچکا پہنچایا۔''
''یہ نہیں ہونا چاہیے تھا منیزہ!'' ہارون کا دماغ ماؤف تھا۔
''اگر آپ کے پاس وقت ہو تو مجھے کچھ بات کرنی ہے جو میں فون پر آپ سے نہیں کر سکتی۔'' منیزہ کے جھجکتے لہجے پر ہارون نے حامی بھر لی تھی۔

❀-----O-----❀

گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسے بیلا کے بگڑے موڈ کا اندازہ تھا، شرمندہ ہوتا وہ اس کے پیچھے ہی آیا تھا، اس کی بیزار اور چڑچڑی طبیعت کے پیش نظر عثمان نے آج خود ہی اسے ساتھ باہر لے جانے کا پروگرام بنایا تھا، اپنی بڑھتی مصروفیات کے باوجود اسے بیلا کے لیے ٹائم تو نکالنا ہی تھا، آج ریڈیو نہیں جانا تھا مگر کمپنی کی برانڈ کی پروموشن کے لیے اسے پہنچنا تھا، وعدے کے مطابق وہ وقت پر گھر نہیں لوٹ سکا تھا، غصے میں بیلا نے اس کی کال بھی ریسیو نہیں کی تھی، نہ اس وقت راضی ہوتی نظر آ رہی تھی۔

''ابھی اتنا وقت بھی نہیں گزرا ہے، تم پلیز اپنا موڈ ٹھیک کرو، ہم ابھی باہر جا رہے ہیں۔'' عثمان کے التجائی لہجے پر بھی وہ اس کا ہاتھ جھٹک گئی تھی۔

''میں اب تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی، اگر تم نے مجھے مجبور کیا تو ہمارے درمیان صرف جھگڑا ہی ہوگا اور میں اس وقت تم سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی۔'' اس کے بھڑکتے لہجے پر وہ بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ سرخ چہرے کے ساتھ اس کے سامنے سے وہ ہٹ رہی تھی، جب کال بیل گونجی تھی، ناگواری کے ساتھ وہ لاؤنج میں رکی عثمان کی واپسی کی منتظر تھی، اگلے چند لمحوں بعد عثمان اسے واپس آتا دکھائی دیا تھا، مگر وہ تنہا نہیں تھا، بیلا جہاں تھی وہیں ساکت رہ گئی تھی، لاؤنج کی چھت اسے خود پر گرتی محسوس ہو رہی تھی، کچھ میگزینز اس کے سامنے سینٹرل ٹیبل پر پھینک کر فاروق اسے مکمل نظر انداز کرتے عثمان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

''ذرا سی بھی غیرت اگر تمہارے اندر باقی ہے تو دیکھو ان میگزینز میں اپنے کرتوت، دولت سمیٹنے کے لیے اپنے گھر کی عزت کو بھی سرعام لے آئے ہو تم۔'' ان کے گرجتے لہجے نے عثمان کا رنگ بدلا تھا، دوسری جانب بیلا نے جیسے ہوش میں آتے ہوئے ایک میگزین اٹھایا تھا جس کے فرنٹ پیج پر اسے عثمان کے ساتھ اپنا چہرہ بھی نظر آیا تھا، کوئی شک نہیں تھا کہ یہ فوٹو ان دونوں کی بے خبری میں لیا گیا تھا، بیلا کو یاد آنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ یہ فوٹو اس شاپنگ سنٹر کی سیڑھیاں اترتے ہوئے لی گئی ہے، جہاں وہ کچھ دن پہلے عثمان کے ہمراہ گئی تھی۔

''تم دونوں سیاہ کرو یا سفید، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے، مگر میرے اور میری بیوی کے پیچھے دو خاندان بھی ہیں۔ میں کس کس کو جواب دیتا پھروں گا؟ کہاں تک سب سے منہ چھپاتا رہوں؟ سب کو کنویں میں ڈال کر جس کی ذمہ داری لی تھی اگر نہیں نبھائی جا رہی تو اسے اپنے ہاتھوں سے دفن کر دو تاکہ مجھے بھی کچھ سکون مل جائے، حد ہوتی ہے بے حیائی کی، ایک رشتے کو جانے کیا کچھ بنا کر اچھالا گیا ہے ان میگزینز میں، یہ سب کیسے برداشت کر رہی ہے تمہاری غیرت؟'' شدید اشتعال میں وہ عثمان پر برسے تھے۔

''آخر آپ کس حق سے یہاں آ کر ہم پر اعتراض اٹھا رہے ہیں؟ ان فوٹوز میں میں اپنے شوہر کے ساتھ ہوں، میرے شوہر کی غیرت پر انگلی اٹھانے والوں کی غیرت اس وقت کہاں جا سوئی تھی جب انہوں نے اپنی عزت و غیرت کو ٹھوکریں مار کر سڑک پر دھکیلنا چاہا تھا؟'' بیلا کی آواز بلند ہوئی تھی۔

''تم اپنا منہ بند رکھو ورنہ تمہاری زبان کاٹ کر یہاں سے جاؤں گا۔'' فاروق کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

''یہ آپ کی غلط فہمی ہے، اب میری طرف بڑھنے والے ہاتھوں کو روکنے والا موجود ہے یہاں۔'' وہ چیخ اٹھی تھی۔

''کون روکے گا میرے ہاتھ، بتاؤ کون روکے گا؟'' جس طرح فاروق بھڑک کر دھاڑتے اس کے مقابل آئے تھے ایک پل کے لیے تو اس کی سانس رک گئی تھی۔

''ہاتھ پیر تو مجھے تمہارے توڑنے چاہئیں تھے، میں اب بھی یہ کام کر سکتا ہوں، تمہارا شوہر بھی مجھے نہیں روک سکتا، جس پر گھمنڈ ہے تمہیں، دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہ کس طرح نام کما رہا ہے، اپنے ساتھ ساتھ تمہاری نمائش بھی کر کے ہماری رہی سہی عزت کا جنازہ نکال رہا ہے۔'' شدید طیش کے عالم میں وہ اس پر دھاڑے تھے، جو لب بھینچے ان کی شعلے برساتی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

''میں اپنی غلطی مانتا ہوں۔'' عثمان کی مداخلت پر فاروق نے اسے دیکھا تھا۔ ''یہ کسی hidden کیمرے کی کارروائی ہے، میں اب خیال رکھوں گا، آئندہ آپ کو شکایت نہیں ملے گی۔'' میگزین پر نظر جمائے عثمان بولا تھا۔

''ایک بات میری کان کھول کر سن لو، تم دونوں کی وجہ سے میرا جتنا منہ کالا ہونا تھا وہ ہو چکا، مگر اب اس طرح میری بچی کبھی عزت کے پرخچے زمانے کے سامنے اڑائے گئے تو یاد رکھنا آئندہ خالی ہاتھ نہیں آؤں گا، تم دونوں کی جان لے کر خود کو بھی گولی مار دوں گا اور یہ صرف دھمکی نہیں ہے۔'' گرجدار لہجے سے در و دیوار لرزاتے وہ انگارے برساتی نگاہیں ان دونوں پر سے ہٹا کر جارحانہ قدموں کے ساتھ لاؤنج سے نکل گئے تھے۔ چند لمحوں تک گہرا سناٹا چھایا رہا تھا، جسے عثمان نے ہی توڑا تھا جبکہ بیلا بالکل ساکت مگر اشتعال میں تھی۔

''یہ سب میری بداحتیاطی کا نتیجہ ہے، میں آئندہ ایسا موقع نہیں آنے دوں گا کہ وہ یہاں کر تم پر چیخیں۔'' مدھم لہجے میں اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے عثمان نے اس کے لرزتے سرد وجود کو بازوؤں میں سمیٹ لیا تھا۔

❀------O------❀

ویرانی اس وقت اس کی سیاہ آنکھوں میں مزید گہری ہوئی تھی، جب سفید فرش پر ایک سایا نمودار ہوا تھا، گردن کو حرکت دیے بغیر اس نے بوجھل پلکیں اٹھائی تھیں اور پھر دوبارہ جھکا لی تھیں، چند لمحوں تک وہ جانچتی نظروں سے اسے دیکھتا رہا تھا، جو گرلز سے پشت لگائے فرش پر ہی بیٹھی تھی، خاموشی سے اسے دیکھتا وہ خود بھی اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

''تمہیں یہ کیوں یقین تھا کہ تمہاری غیر موجودگی میری گہری نیند میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتی؟'' عارش کے مدھم سوالیہ لہجے پر اس نے گردن موڑ کر اس کی سوالیہ نظروں میں دیکھا تھا، جبکہ اس کی متورم آنکھوں اور پلکوں پر چمکتی نمی نے عارش کا رہا سہا چین بھی لوٹ لیا تھا، مگر وہ بس خاموش تھی۔

''میں تو یہی سمجھتا رہا تھا کہ دنیا کی دیرینہ دولت اور خوشی تمہارے لیے حاصل کر رہا ہوں، وہ گمشدہ خوشی جس کی اذیت جانے کب سے تمہارے دل کی دیواروں سے ٹکراتی رہی تھی، جسے سہتے ہوئے تم نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے رکھنے کا ہنر سیکھ لیا تھا۔'' اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ ایک پل کے لیے رکا تھا۔

''یہ دنیا بہت چھوٹی ہو سکتی ہے مگر بچھڑنے والوں کے لیے نہیں، یہاں کوئی ایک بار بچھڑ جائے تو دوبارہ اس کا ملنا کسی معجزے سے کم نہیں، میں جانتا ہوں۔ تمہیں ایک بار خود کو توڑ کر دوبارہ کسی اور سانچے میں ڈھالنا ہوگا مگر......''

''مگر یہ اب نہیں ہوگا۔'' لرزتے لہجے میں خرمن نے اس کی بات کاٹی تھی۔ ''ٹوٹتے، بکھرتے، جلتے، بجھتے جتنے سال گزر گئے، وہ گزر گئے اب اور نہیں، اپنے صبر اور محرومی کے درمیان چلتے ہوئے میں نے اپنی جو یہ زندگی بنائی تھی، اب میں اس سے سمجھوتہ کر چکی ہوں، میری اس زندگی میں کسی ایسے انسان کو داخل ہونے کا حق نہیں جس نے مجھے زندہ رہنے کے حق سے محروم کیا، جو میرے بغیر کل تک زندہ تھے، آج مجھے بھی ان کے ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔''

''تو پھر کیوں تمہارے آنسو خشک نہیں ہوتے؟ کیوں خود کو اذیت دے رہی ہو اور مجھے میری نظروں میں گناہ گار کر رہی ہو؟ تم جانتی ہو تمہارا یہ ڈپریشن تمہیں کس قسم کے نقصان سے دوچار کر سکتا ہے؟ میں تمہیں اس طرح نہیں دیکھ سکتا۔'' اس کے لہجے کی اذیت اور آنسوؤں نے عارش کے اضطراب کو اس حد تک بڑھایا کہ وہ اپنے لہجے کی سختی کو ضبط نہیں کر سکا تھا۔

''مت ہو میرے لیے پریشان، تمہیں بھی میری کوئی پروا نہیں رکھنی چاہیے، تمہیں صرف اپنی اولاد کی فکر ہے۔'' اس کے بھڑکتے کاٹ دار لہجے نے عارش کو دنگ کیا تھا۔

''تم اس سے زیادہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں، اگر تمہیں لگتا ہے کہ مجھے تم سے بڑھ کر اپنی اولاد کی فکر ہے تو اب تم اسی یقین کے ساتھ رہو۔'' شدید تاسف سے اسے دیکھتا وہ وہاں سے جانا چاہتا تھا مگر تب ہی خرمن نے اس کا بازو تھام کر روکا تھا، اگلے ہی پل وہ اس کے شانے سے سر ٹکائے سسک اٹھی تھی۔

''مجھے تو ان کا روگ لگا ہے جو کسی کے لیے مجھ سے دامن چھڑا گئے ہیں، کیا اتنا کمزور تھا میرا ان سے رشتہ، ایک بار بھی

پلٹ کر نہیں آئے، وہ چاہتے ہیں کہ جھک جاؤں میں، ٹوٹ کر بکھر جاؤں ان لوگوں کے قدموں میں جن کا خون بھی میری رگوں سے بہت پہلے ہی ختم ہو چکا تھا، بابا میرے ساتھ یہ سب نہیں کر سکتے تھے، پھر وہ کیوں مجھے چھوڑ کر گئے۔''

''وہ تمہیں کس طرح چھوڑ سکتے ہیں، یہ تم بھی جانتی ہو کہ یہ ناممکن ہے، ان کی دنیا ہو تم، وہ بس تم سے ناراض ہیں، تمہاری ضد نے ان کو......''

''میں نے کوئی ضد نہیں کی۔'' اس کے شانے سے سر اٹھاتی وہ درمیان میں ہی اسے روک گئی تھی۔

''جس کام کے لیے میرا دل، میرا ضمیر، میرا ظرف اجازت نہیں دے رہا، میں وہ کام کیسے کروں؟ کیوں مجھے مجبور کرنا چاہتے ہیں سب؟'' بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ اذیت ناک لہجے میں بول رہی تھی۔

''تم بتاؤ، میں نے ان سے ایسی کون سی ضدیں کی ہیں، جن سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے، میں نے اپنی زندگی کے ہر معاملے میں صرف ان کی خوشی کو اہمیت دی ہے، میں نے شادی بھی صرف ان کی خوشی کے لیے کی تھی، مجھے ان کی خوشی عزیز رہی کیا یہ ثبوت نہیں اس بات کا کہ میں آج تک تمہارے ساتھ اس گھر میں ہوں۔'' زار و قطار روتی وہ اسے سناٹوں میں دھکیل گئی تھی جو ساکت نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا، بیک وقت وہ اسے جس قدر قابلِ رحم لگی تھی، اس سے زیادہ سنگدلی کی انتہا پر بھی دکھائی دے رہی تھی، اب بھی وہ یہ باور کروانے سے ذرا نہیں ہچکچاتی تھی یہ وہ اس کی زندگی میں آج تک اگر ہے تو صرف اپنے ماں باپ کی خوشی کے لیے، ہمیشہ کی طرح وہ آج بھی اس سچ پر قائم تھی مگر عارش کے لیے آج بھی یہ سچ پہلے سے بڑھ کر سفاک اور اذیت ناک تھا، لیکن اسے یہ اذیت آج بھی بغیر کسی آہ کے برداشت کرنی تھی اور وہ کر رہا تھا۔ اسے تسلی دینے کے لیے اپنے خالی خالی دل و دماغ میں لفظ ڈھونڈ رہا تھا، جو اپنے سچ کے خنجر سے آج پھر اسے زخمی کرتی اس کے شانے ہی سے سر ٹکائے رو رہی تھی۔

❀------○------❀

اس کے چہرے پر چھائی گہری سنجیدگی کی چھاپ دیکھتے ہوئے وہ خود بھی کسی خوش اخلاقی کا مظاہرہ نہیں کر سکی تھی، سر کے اشارے سے اس نے منیزہ کے سلام کا جواب دیا تھا، خاموشی کے ساتھ وہ دونوں اپنی مخصوص ٹیبل تک پہنچے تھے۔ اپنا بیگ گود میں رکھتے ہوئے منیزہ منتظر ہی رہی تھی مگر نہ وہ اس کی جانب دیکھ رہا تھا، نہ ہی اسے پہلے مخاطب کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، یہ اندازہ لگانے کے بعد بالآخر منیزہ کو ہی پہل کرنی پڑی تھی۔

''آنٹی سے فون پر بات ہوئی تھی، میں ان کے پاس جانا چاہتی تھی تا کہ ان کے روبرو ہو کر خرمن سے متعلق ان سے بات کروں، یہ ان کی تسلی کے لیے اچھا ہوگا، عارش نے بھی کہا تھا کہ میں اس کے ساتھ آپ کے گھر جاؤں، مگر مجھے یہ لگا کہ میرا آپ کے گھر میں موجود ہونا شاید آپ کو ناگوار گزرے۔'' بولتے ہوئے منیزہ نے بغور اس کے مکمل سپاٹ چہرے کو دیکھا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں صرف اس کے بارے میں بات کرنی چاہیے جس کی وجہ سے میں یہاں موجود ہوں۔'' ہارون کے سرد لہجے پر منیزہ کے تاثرات بدلے تھے۔

''معاف کیجیے گا، میں بھول گئی تھی۔'' منیزہ کا لہجہ بجھا ہوا تھا۔

''خرمن سے بات ہوئی تمہاری، وہ کیا کہتی ہے اب؟'' ہارون کے سوال پر منیزہ نے اس کے چہرے پر پھیلتے اضطراب کو دیکھا تھا۔

''وہ اس قدر ڈسٹرب ہے کہ عارش نے فی الحال مجھے روک دیا ہے، مگر میں اس سے جلد ہی بات کروں گی، اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کروں گی، چچا جان اور چچی جان کی ناراضی نے اسے ہتھے سے اکھاڑ دیا ہے۔ مگر میرا یقین کریں، آہستہ آہستہ سب بہتر ہو جائے گا، کیونکہ میں خرمن کو زیادہ جانتی ہوں۔''

''ان کی ناراضی خرمن کو مزید ہم سے بدظن کر سکتی ہے، وہ پہلے ہی سچ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ منیزہ! تم اسے

سمجھاؤ، اس سے بات کرو، وہ بے شک مجھ سے نفرت کرتی رہے مگر ماما، پاپا کے لیے ایبک کے لیے اپنے دل کو وسیع کرلے، میرے گناہوں کی سزا ان سب کو دے کر وہ میرے بوجھ کو نہ بڑھائے، اپنے ماں باپ کے لئے میں اس کے پیر پکڑنے کے لیے تیار ہوں، تم کسی طرح اسے راضی کرلو، تم یہ کام کرسکتی ہو، یہ ایک اور احسان مجھ پر کردو۔" اس کے انتہائی تکلیف دہ لہجے میں کی گئی اس التجاء نے منیزہ کے دل کو مٹھی میں جکڑا تھا، اس کی آس وامید کی نمی سے لبریز آنکھوں نے منیزہ کے دل کو اس کے درد سے بوجھل کر دیا تھا، اس پیارے سے مگر کچھ بے رحم سے انسان کی بے چینی وہ اپنی روح کی گہرائیوں میں اترتی محسوس کر رہی تھی۔

"آپ کو اللہ پر یقین ہے تو پھر بے فکر ہو جائیں، ہوگا وہی جو اللہ کی رضا ہے، وہ آپ کے درد سے واقف ہے، آپ کی التجاؤں کو سن رہا ہے، میں جانتی ہوں کہ یہ بہت کٹھن ہے مگر آپ کے صبر کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے، مگر صبر کا سفر بس مکمل ہونے والا ہے۔" منیزہ نے نرم لہجے میں اسے پرسکون کرنا چاہا تھا، جو اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا تا ٹیبل کی سطح پر نگاہ مرکوز کر چکا تھا، چند لمحوں تک وہ منتظر رہی تھی مگر ہارون جانے کس سوچ میں گم تھا۔

"آپ کو یاد ہے، میں نے فون پر کہا تھا کہ مجھے آپ سے کچھ اہم بات کرنی ہے؟" منیزہ کی آواز نے اسے چونکایا تھا جبکہ اس کی کشادہ گہری آنکھوں میں وہ زیادہ دیر تک نہیں دیکھ سکی تھی۔

"میرے امی اور ابو بھی تایا جان کے پاس ہیں، عارش نے وہاں شاید ان سے آپ کے بارے میں کوئی بات کی تھی۔" جھکی آنکھوں کے ساتھ بولتے ہوئے منیزہ کی زبان لڑکھڑائی تھی۔

"امی سے فون پر بات ہوئی تھی، تو انہوں نے اچانک مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔" رک کر منیزہ نے نگاہ اٹھائی تھی، اس کے چہرے کے تاثرات نوٹ کرنے کے لیے مگر وہ نگاہ چراتا مینیو کارڈ کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔

"آپ پوچھیں گے نہیں کہ انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں کیا پوچھا تھا؟" اس کی لاتعلقی پر منیزہ کا لہجہ سرد ہوا تھا۔

"تم لنچ میں کیا لینا پسند کروگی؟" کارڈ پر نظر دوڑاتا وہ بے تاثر لہجے میں پوچھ رہا تھا جبکہ عجیب سی مسکراہٹ منیزہ کے لبوں کی تراش میں ابھر کر غائب ہوئی تھی۔

"میرے یہاں آنے کا مقصد مکمل ہو چکا اور آپ کا بھی، لہٰذا کسی فارمیلیٹی کی گنجائش نہیں، آپ لنچ کریں، آج عثمان نے میرے لیے اسپیشل لنچ کا انتظام کر رکھا ہے۔ میں انسٹیٹیوٹ میں اس کے ساتھ ہی لنچ کروں گی خدا حافظ۔" بیگ شانے پر ڈالتی وہ بہت نارمل انداز میں رخصت ہوئی تھی مگر اپنی پشت پر اسے ہارون کی جلتی نظریں محسوس ہوتی رہی تھیں۔

❁-----○-----❁

کمرے کی ایک ایک چیز کو چھو کر وہ اس کے لمس کو محسوس کرنا چاہتی تھیں، جو شاید ساری دنیا سے خفا ہو چکی تھی، کمرے میں چکراتے ہوئے در و دیوار کو تکتے ہوئے یہ حیرت کی بات نہیں تھی کہ ان کی آنکھیں جل تھل تھیں۔ اپنے بے چین، بے قرار دل کو کچھ تسکین دینے کے لیے آج وہ اس کمرے میں موجود تھیں، جہاں ان کی جان سے بھی عزیز ہستی نے اپنے روز و شب گزارے تھے، ان کی آغوش سے جدا ہو کر اس نے اس کمرے میں ایک طویل عرصہ قیام کیا تھا، یہاں اس کی خوشبو پھیلی تھی، برستی آنکھوں سے ان کتابوں کو چومتے ہوئے ان کی بے قراری بڑھ رہی تھی، مگر اب یہ تھا کہ اس بے قراری میں اذیت نہیں تھی، اللہ پر یقین جب پہلے سے بڑھا تو ہر گزرتا دن اب ان کو یہ یقین بھی دے رہا تھا کہ ایک نہ ایک دن قرار مل جائے گا، حسین لمحے، اپنی متاع کو سینے سے لگانے کا وقت قریب آیا ہی چاہتا ہے۔

دھندلائی آنکھوں سے انہوں نے کمرے میں آتیں فاطمہ کو دیکھا تھا۔

"آج خرمن کی کشش آپ کو یہاں تک کھینچ لائی، مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے آپ کو یہاں دیکھ کر۔" فاطمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''فاطمہ میں اپنی بقیہ ساری زندگی بھی آپ کے قدموں میں گزار دوں تو بھی ان احسانوں کا بدلہ نہیں چکا سکتی جو آپ نے مجھ پر کیے، میں نے تو صرف اسے جنم دیا تھا، آپ نے تو اسے زندگی دی ہے، آپ قیامت تک اس کی ماں کے درجے پر رہیں گی، آپ ہی اس مقام کی حق دار ہیں، میں تو بس اسے اپنے گلے لگانے کو تڑپ رہی ہوں، وہ مجھے قبول کر لے، مجھ سے دور نہ جائے، مجھ سے نفرت نہ کرے اس کے علاوہ مجھے اس سے کچھ نہیں چاہیے۔''

''اس پر آپ کا حق کسی طور سے کم نہیں ہے، جو آپ چاہتی ہیں، وہی ہوگا، غم نہ کریں۔'' فاطمہ نے ان کو تسلی دی تھی اور پھر ان کو ساتھ لیے خرمن کے کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔ فاطمہ کے قریب ہی بیٹھی منیزہ بھی ہشام قزلباش کی طرف متوجہ تھی جو احمد حسین سے مخاطب تھے۔

''میری وجہ سے آپ اور بھابی، خرمن سے دور ہوئے ہیں، میری درخواست ہے کہ آپ دونوں اس سے ناراضی ختم کر دیں، وہ ہمیں قبول کرے یا نہ کرے یہ اس کا فیصلہ ہوگا۔ مگر مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوگا کہ وہ آپ سے دوری کا ذمہ دار مجھے ٹھہرائے اور یہ سچ بھی ہے کہ ہماری وجہ سے......''

''آپ کی وجہ سے یہ سب نہیں ہوا۔'' احمد حسین نے ان کی بات کاٹی تھی۔ میری اس سے ناراضی کا سبب یہ ہے کہ اس نے پہلی بار میری اتنی شدید نافرمانی کی ہے، آپ کے دل کو تکلیف پہنچائی، وہ بھی میرے سامنے، میری تنبیہہ کے باوجود، اسے میرا خون بھی معاف ہے مگر میں نے اسے وہ تربیت ہرگز نہیں دی جس کا مظاہرہ اس نے آپ کے سامنے کیا، میں اگر اس سے دور ہوا ہوں تو اس لیے بھی کہ اسے اپنے فیصلے پر غور کرنا ہوگا اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ میں اس سے الگ ہو جاؤں۔'' احمد حسین کچھ بجھے بجھے لہجے میں بولے تھے۔

''آپ اس کے قریب رہ کر بھی تو اسے سمجھا سکتے ہیں، آپ کی ناراضی اسے ہم سے اور زیادہ بدگمان کر دے گی، میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ آپ اس سے ناراضی ختم کر دیں، عارش بھی آپ دونوں کے یہاں آ جانے سے پریشان ہوگا۔'' صبیحہ نے بھی دبے دبے لہجے میں اصرار کیا تھا۔

''میں بھی ان سے یہی کہتی ہوں کہ عارش کے لیے واپس چلیں، خرمن کو اس طرح تنہا چھوڑ دینے سے کیا اچھا ہو جائے گا، کم از کم مجھ میں تو ہمت نہیں ہے کہ اس سے لاتعلق ہو جاؤں۔'' بالآخر آج فاطمہ کو بھی دل کی بات زبان تک لانے کا موقع مل گیا تھا۔

''اسے صحیح اور غلط میں فرق سمجھانے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا ورنہ اس سے منہ موڑے رکھنا میرے لیے بھی دشوار ہے۔'' احمد حسین سنجیدگی سے بولتے ہشام قزلباش کی طرف ہوئے تھے۔

''میں اپنی بیٹی کی رگ رگ سے واقف ہوں، اس کے مزاج کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔'' ان کے لہجے میں خرمن کے لیے جو استحقاق اور اعتماد تھا وہ غیر ارادی تھا، مگر وہ ہشام قزلباش کے دل کو چھو گیا تھا، احمد حسین سے ان کو پہلے عقیدت تھی اور اب ان کے لیے دل میں رشک بھی تھا، وہ خود کو بہت خوش قسمت تصور کر رہے تھے کہ اللہ نے ان کی اولاد کی پرورش کی ذمہ داری ایک عظیم انسان کو سونپی تھی، ان کے دل میں کوئی شکوہ نہیں ہوتا اگر خرمن اس دنیا میں کبھی وہ مقام ان کو نہ دیتی جو احمد حسین کا تھا، ہے اور جو ہمیشہ رہنے والا تھا۔

''عارش بھی سمجھ سکتا ہے کہ میرے اس عمل کے پس پردہ کیا مقصد ہے، اس مقصد میں سب کی بھلائی ہے، خرمن جذباتی ہے مگر ناسمجھ نہیں ہے، اسے یقیناً احساس ہو جائے گا کہ وہ اللہ کی ناراضی مول لینے کی مرتکب ہو رہی ہے، میں دعا کر رہا ہوں کہ اللہ اس پر مہربان رہے اور اسے مثبت انداز میں سوچنے سمجھنے کی توفیق دے، یقیناً اس کی وجہ سے آپ سب کو صدمہ پہنچا ہے، اس کے لیے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔''

''نہیں، مجھے شرمندہ مت کریں، میں تو پہلے ہی آپ کے احسانوں تلے دبا ہوا ہوں، بغیر کسی غرض کے آپ نے اسے پروان چڑھایا، اس پر اپنی محبتیں، شفقتیں نچھاور کیں، آپ نے اس کے لیے جو کچھ کیا شاید وہ سب میں بھی نہ کر پاتا، آپ

نے اس کی ہر ذمہ داری پوری کی، یہاں تک کہ عارش جیسے انسان کو اس کے لیے چنا، ایسا انتخاب تو آپ ہی اس کے لیے کر سکتے تھے۔'' ہشام قزلباش نے تشکر آمیز لہجے میں کہا تھا۔

''میں تو بس ذریعہ تھا، ورنہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے، اس سے اللہ نے ہی نوازا ہے، جو کسر رہ گئی تھی وہ آپ نے آ کر پوری کر دی ہے، آپ کی جگہ تو کوئی نہیں لے سکتا تھا، میں صرف دعا کر سکتا تھا، اللہ کا احسان ہے کہ میری دعائیں قبول ہوئیں۔'' احمد حسین مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے تھے اور پھر منیزہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

''منیزہ بیٹا! ذرا پتہ کرو عارش کہاں رہ گیا ہے، کھانے کا وقت ہو رہا ہے، دس بھی بج چکے ہیں۔''

''جی چچا جان! وہ شاید ٹریفک میں پھنس گیا ہوگا، میں ابھی اسے کال کرتی ہوں۔'' منیزہ سیل فون پر نمبر ملاتی کمرے سے نکل گئی تھی۔

''فاطمہ! منیزہ کے والدین یہاں واپس کب آ رہے ہیں؟'' صبیحہ نے اچانک پوچھا تھا۔

''بس کچھ دن بعد ہی۔'' فاطمہ ان کا مقصد سمجھتے ہوئے مسکرائی تھیں۔

''خرمن نے منیزہ کو ہارون کے لیے چنا ہے، تو پھر میرے لیے بھی منیزہ کے علاوہ کوئی اور نہیں۔''

''اللہ نے چاہا تو سب اچھا ہی ہوگا، آپ اچھی امید رکھیں۔'' فاطمہ نے ان کو تسلی دی تھی۔

❀------O------❀

گیٹ پر ایبک سے ٹکراؤ ہونے کے بعد اب گھر میں خرمن کے بگڑے تیوروں کو بھانپتے ہوئے اسے کوئی سوال کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

''روز صبح وشام وہ دروازے پر آ جاتا ہے، تم اسے منع کیوں نہیں کرتے؟ میں اب اور برداشت نہیں کروں گی، اس سے کہو کہ اپنے قدم روک کر رکھے۔'' غصے میں بھڑکتی وہ چیخ اٹھی تھی۔

''میں اسے کب تک اور کہاں تک روکوں؟ تم اس سے اپنے رشتہ کو نہ مانو، مگر میں اس پر پہرے نہیں لگا سکتا، وہ تمہارا بھائی ہے، مجھے کوئی حق نہیں کہ میں اسے تم تک آنے سے روکوں، وہ تمہارے لیے بے چین ہو کر یہاں آتا ہے اور تم گیٹ تک نہیں کھولتی ہو، اس کا کیا قصور ہے؟ کم از کم اس کے لیے تو تم اپنے دل میں گنجائش نکال سکتی ہو۔'' بالآخر آج عارش خاموش نہیں رہ سکا تھا۔ آج اگر ایبک کی آنکھوں میں دکھ اور آنسو نہ دیکھے ہوتے تو شاید وہ خرمن سے یہ سب نہ کہتا۔

''اب کوئی گنجائش نہیں ہے باقی، سب مل کر کھا گئے میرا چین سکون، تباہ کر دیا مجھے، تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے میری زندگی کو۔'' بلند آواز میں چیختی چلاتی وہ رونا شروع کر چکی تھی اور عارش کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا، اس لمحے وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا تھا، اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ آخر کن لفظوں میں وہ خرمن کو سمجھائے جبکہ کچھ سمجھنے کے لیے وہ راضی بھی نہیں تھی، احمد حسین نے اس گھر سے جا کر خرمن کے اشتعال کو آسمان پر پہنچا دیا تھا، عارش قطعی لفظوں میں احمد حسین سے کہہ دینا چاہتا تھا کہ ان کی بیٹی کو سمجھانا اب اس کے لیے ناممکن ہو رہا ہے۔

❀------O------❀
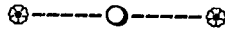
گیٹ سے باہر آ کر اس نے متلاشی نگاہیں گرین ایریا کی سمت دوڑائی تھیں، اس کا شک ٹھیک تھا، عثمان اسے وہاں عارش کے ہمراہ ہی نظر آ رہا تھا، اسے اندازہ نہیں تھا کہ عثمان کس وقت احمد حسین سے مل کر واپس آیا ہے، مگر وہ کافی دیر پہلے ان کی طرف گیا تھا، خاموشی سے وہ واپس گھر کے اندر چلی آئی تھی، جب اسے پتہ چلا تھا کہ احمد حسین نے ان دونوں کو اپنے گھر پر طلب کیا ہے، اس کے ذہنی دباؤ میں اضافہ ہی ہوا تھا، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ احمد حسین کس معاملے پر بات کریں گے، جبکہ اس معاملے پر نہ وہ کوئی بات کسی سے کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی کسی کے دو جملے بھی سننا اسے گوارا تھے۔ جس وقت عثمان گھر میں داخل ہوا یکدم اس کے غصے میں اضافہ ہوا تھا۔

''اب گھر میں آنے کا وقت ملا ہے تمہیں؟ میری پرواہ رکھنا اب مشکل ہو چکا ہے تو بتا دو مجھے، مگر دنیا کو مت بتاؤ کہ میرے

لیے کتنے سمجھوتے کرنے پر مجبور ہو تم۔'' شدید غصے میں وہ اس پر چیخی تھی اور اسے حق دق چھوڑتی تیزی سے کمرے کی سمت چلی گئی تھی۔

چند لمحوں تک وہ اس کے متوجہ ہونے کا منتظر رہا تھا، جو بیڈ پر تکیے میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔

''بیلا! اٹھو اور مجھ سے بات کرو۔'' اس کی لاتعلقی کے باوجود عثمان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا تھا، وہ اٹھ تو گئی تھی مگر بیزاری سے اس کا ہاتھ جھٹکتی چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔

''کیوں اتنی بیزاری کے مظاہرے کر رہی ہو میرے ساتھ؟ تم جانتی ہو تمہارا اس طرح ڈسٹرب رہنا، بات بات پر مشتعل ہونا کتنا نقصان دہ ہے؟'' اس کا چہرہ اپنی طرف کرتا وہ بولا تھا مگر وہ خاموشی سے اس سے نظر ملانے سے گریز کرتی رہی تھی۔

''کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں بدلحاظی پر اتر کر سب سے یہ کہہ دوں کہ کوئی ہمارے معاملات میں مداخلت نہ کرے؟ ہمیں کسی کے مشورے اور صلاح کی ضرورت نہیں؟''

''تم کسی سے کچھ نہ کہو، بس یہ دعا کرو کہ میں مر جاؤں۔''

''کیا بول رہی ہو، ہوش میں ہو یا نہیں؟ کیوں اپنی، میری زندگی کو اذیت میں ڈال رہی ہو؟'' عثمان نے سخت لہجے میں اس کی بات کاٹی تھی۔ ''تم اس طرح مایوس ہو کر ٹوٹ جاؤ گی، تو میں کیسے زندگی میں سکون قائم رکھ سکوں گا، تم اپنے آپ کو نہیں، مجھے توڑ رہی ہو۔''

''کس سکون کی بات کر رہے ہو؟ زندگی کو سکون سے گزارنے بھی کون دے رہا ہے، سب کو ہم غلط نظر آتے ہیں، ہمیں جھکنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، کیا میں جانتی نہیں ہوں کہ احمد انکل نے تم سے کیا کہا ہوگا؟ ان کا کہنا بھی یہی ہوگا کہ ہمیں گھٹنے ٹیک دینے چاہئیں۔'' وہ تلخ لہجے میں بولی تھی۔

''بیلا! اگر وہ چاہتے ہیں کہ ہم واپسی کا کوئی ایک راستہ کھول دیں تو یقیناً اس میں انہوں نے ہماری بھلائی دیکھی ہوگی، انہوں نے مجھے کسی کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہیں کیا، نہ ہی میں کسی کی بات سن کر تمہیں اس بات پر عمل کرنے کے لیے مجبور کروں گا، اس وجہ سے نہیں کہ میری بہن اور اس کے گھر کی خوشیوں کی میرے نزدیک اہمیت نہیں، بلکہ صرف اس لیے کہ اگر سب اپنی اپنی جگہ درست ہیں تو مجھے تم حق پر نظر آتی ہو، دنیا اس چیز کو اب کس نظر سے دیکھتی ہے، مجھے اس کی پرواہ نہیں۔'' اس کے آنسو سمیٹتا وہ جس طرح بولا تھا، بیلا کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا۔

''مجھے اپنی پروا نہیں ہے، میں تمہیں کسی صورت اس شخص کے سامنے جھکتا نہیں دیکھ سکتی۔'' وہ لرزتی آواز میں بولی تھی۔

''تم جیسا چاہتی ہو، ویسا ہی ہوگا، میں کبھی تمہاری مرضی کے خلاف نہیں جاؤں گا، بس اپنے دل سے تمام خدشات نکال دو، تمہارے دل میں میری محبت کے علاوہ کسی چیز کی گنجائش نہیں ہونی چاہیئے۔'' اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتا وہ بولا تھا اور پھر اس کی پیشانی پر لب رکھ دیے تھے۔

⊛------O------⊛

احتیاط سے اپنی گرفت میں پھڑپھڑاتے کبوتر کے پر تراشتے ہوئے وہ خرمن کی طرف متوجہ ہوا تھا، جو کرسی پر براجمان اپنے چہیتے کبوتر سے لاڈ کرنے میں مصروف تھی، کچھ کوفت کے ساتھ وہ دوبارہ کبوتر کے پروں کی تراش کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ ایک دوسرے کبوتر کے پھڑپھڑاتے پر اس کے چہرے سے ٹکرائے تھے، ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے اس نے گرفت سے کبوتر کو آزاد کر دیا تھا، اور جھلائے انداز میں اپنے حملہ آور کی طرف بڑھا تھا مگر وہ کبوتر بھی ہوشیار تھا، پلک جھپکتے ہی پنجرے میں جا گھسا تھا۔

''یہ میرے ہاتھوں ذبح ہو جائے گا، جب سے میں نے تمہارے ان چہیتوں کی ذمہ داری لی ہے، ہر روز یہ مجھ پر جھپٹتا ہے، اس کی وجہ سے میرا چہرہ بگڑ جائے گا۔'' وہ شدید ناراضی کے ساتھ خرمن سے مخاطب تھا۔

''کچھ نہیں ہوا تمہارے چہرے کو، حشر تو میرا بگڑ چکا ہے، اتنی بے ڈھب کہ گھر میں قید ہو کر رہ گئی ہوں۔'' خرمن نے

خشمگین نظروں سے اسے دیکھا تھا جو بے ساختہ مسکرایا تھا۔

''مگر میری نظروں میں دنیا میں حسین ترین تم ہی ہو۔'' عارش نے وارفتہ نگاہوں سے اس کے جھلملاتے چہرے کو دیکھا تھا، ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کی خاموشی ٹوٹ رہی تھی، چہرے پر طاری سوگواری میں کمی آتی جا رہی تھی، مگر دیکھا جائے تو حالات بدستور وہی تھے، بس یہ تھا کہ فاطمہ سے فون پر وہ رابطے میں رہتی تھی۔ احمد حسین نے ان کو فون پر خرمن سے بات کرنے سے نہیں روکا تھا، وہ خود بھی کس طرح اس کی آواز سنے بغیر، اس سے کٹ کر کس طرح دن گزار رہے تھے، یہ عارش جانتا تھا مگر نہ ہی وہ احمد حسین کو راضی کر سکا تھا اور نہ ہی خرمن نے اپنی ضد میں کوئی لچک بیدار کی تھی۔

''مجھے معلوم ہے کہ تم ریڈیو اور مائک کو بہت مس کر رہی ہوگی، مگر میں بہت مطمئن ہوں تمہیں صبح و شام گھر میں دیکھ کر۔''

''تمہارا یہ اطمینان زیادہ دن تک نہیں رہنے والا۔'' خرمن فوراً بولی تھی۔

''جب وقت آئے گا تو دیکھ لیں گے۔'' مسکراتی نظروں سے اس نے خرمن کو دیکھا تھا، جو بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی، آخری کبوتر کو اس نے پنجرے میں ڈالا تھا، جب کال بیل کی آواز نے چونکا دیا تھا۔

عثمان کی آواز سے لگ رہا تھا کہ وہ ٹیرس کی سمت ہی آ رہا ہے، لہٰذا اس نے گرم شال کو مزید اپنے گرد ٹھیک کر لیا تھا۔

''مبارک ہو بہت بہت، چاچو بن ہی گئے تم، کتنا اچھا ہوا گر انسان بھی بن جاؤ۔'' خرمن نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''تم بس خاموش بیٹھی ہوئی ہی اچھی لگتی ہو، ورنہ تمہاری زبان کے لشکارے کافی ہوتے ہیں، اچھے خاصے بندے کو انسانیت بھلانے کے لیے۔''

''تم بھی زبان کھولنے سے پہلے ذرا یاد رکھ لیا کرو کہ یہ تمہارے لیے کافی معتبر ہستی ہیں، یہ نہ ہوتی تو کون تم جیسے شیطان کو نماز، قرآن پڑھنا سکھاتا۔'' عثمان کی لائی ہوئی مٹھائی کھاتے ہوئے عارش نے اسے گھر کا تھا۔

''مجھے یاد ہے دوست، میرے اور استانی کے درمیان جو ببول کا کانٹا تمہاری صورت میں اگا تھا، مجھے تو وہ بھی یاد ہے۔'' استہزائیہ نظروں سے عارش کو دیکھتے ہوئے عثمان نے اس سے مٹھائی کا ڈبہ تقریباً چھین لیا تھا۔

''یہ لو پکڑو، ایسی نفرت سے کیوں دیکھ رہی ہو مجھے، اپنے بھائی کی خوشی میں شریک کرنے آیا ہوں، ورنہ تمہارا شوہر تو میرے بھائی کا نام سنتے ہی انگاروں پر لوٹ جاتا ہے۔'' خرمن کے گھورتے رہنے پر عثمان نے جلے کٹے انداز میں عارش کو چونکا دیا تھا۔

''جو گزر گیا سو گزر گیا، میں برہان بھائی کے لیے بہت خوش ہوں، وہ اب ایک بیٹی کے باپ بن چکے ہیں، ان کی بیٹی نے میرے دل کو ان کی طرف سے بالکل صاف کر دیا ہے۔'' عارش صاف گوئی سے بولا تھا۔

''سنو! تم نے منیزہ کو مبارک باد دی؟ وہ بھی ایک عدد بھتیجی کی پھپھو بن چکی ہے۔'' مٹھائی کھاتے ہوئے خرمن نے عثمان سے پوچھا تھا۔

''اس نے نوبت ہی کہاں آنے دی کہ میں اسے فون کرتا، اس نے تو شاید ہاسپٹل سے ہی مجھے فون کھڑکا دیا، اور تو اور خوشی میں ایسی پاگل تھی کہ مٹھائی بھی مجھ سے ہی مانگ رہی تھی، پھر میں نے اسے یاد دلایا کہ تمہارے بھائی صاحب باپ بنے ہیں، اصولاً تو ان کو مٹھائی تقسیم کرنی چاہیے، میری کیا حصے داری ہے اس میں۔'' عثمان کے خشمگیں انداز پر خرمن بے ساختہ ہنسی تھی۔

''تمہارے خاندان میں منیزہ جیسے اور کتنے نمونے ہیں جن کو صرف مانگنے کی عادت ہے؟'' مسکراہٹ چھپائے عثمان اس سے پوچھ رہا تھا، جو اسے ہی خشمگیں نظروں سے گھورنے میں مصروف تھا۔

''خرمن! تم اس سے ناراض تھیں، تم کو یاد ہے کہ یہ کتنے دن بعد یہاں آیا ہے؟'' عارش کو بدلہ لینے کا اچھا موقع ملا تھا۔

''ان کو اپنی بیگم کے ناز نخرے اٹھانے سے اور تقریبات اٹینڈ کرنے سے فرصت ملے، تو یہ یہاں آ کر وقت برباد کریں۔'' خرمن کا لہجہ خشمناک تھا۔

''تقریبات اٹینڈ کرنے نہیں جاتا وہ کام ہے میرا، اور بیگم بے چاری کو درمیان میں نہ لاؤ، اس کا کیا لینا دینا تم لوگوں سے۔''

''کیا بول رہے ہو؟'' عثمان کی سنجیدگی پر عارش بے ساختہ ہنسا تھا۔

''یار! مجھ پر دراصل ہو رہا ہے نیند کا حملہ، بیلا نے زبردستی مٹھائی دے کر یہاں بھیجا ہے، ورنہ میں اتنا تھکا ہوا ہوں کہ تڑ سے گر کر بٹ سے سونے کے لیے تیار ہوں، پھر یہ خلش بھی تھی کہ اتنے دن گزر گئے اور میں نے استانی کو۔۔۔۔۔۔''

''اس سے پہلے کہ نیند تمہارے مزید حواس گم کر دے، تمہیں یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔'' عارش نے جس طرح اس کی بات کاٹ کر اٹھنے کا اشارہ دیا تھا، وہ مسکراہٹ نہیں چھپا سکا تھا۔

''تمہارے لیے اتنی بے عزتی برداشت کرتا ہوں مگر تمہیں میری کوئی قدر نہیں۔'' جاتے جاتے وہ خرمن کو جتانا نہیں بھولا تھا۔

اپنا تکیہ درست کرتی وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی، جو نائٹ شرٹ کے بٹن بند کرتا ڈریسنگ کے سامنے جا رکا تھا۔

''خرمن! تم اپنی جادو بھری نظروں سے ایسے مت دیکھا کرو، ورنہ جانتی ہو میرا دل کیا چاہتا ہے؟'' ہیئر برش اٹھاتے ہوئے اس نے مسکراتی نظروں سے خرمن کو دیکھا تھا۔

''کہیں تمہارا دل یہ تو نہیں چاہتا کہ زمین پھٹے اور تم اس میں سما جاؤ؟'' وہ مسکراہٹ چھپائے پوچھ رہی تھی۔

''سن کر اچھا لگا۔'' اس کی خشمگیں نظروں پر وہ دھیرے سے ہنسی تھی۔

''آج کچھ عجیب ہو رہا ہے، مجھے نہیں لگتا کہ نیند آج مجھ پر مہربان ہونے والی ہے۔'' بیڈ کی سمت آتا وہ کچھ الجھے لہجے میں بولا تھا جبکہ خرمن حیران نظروں سے مدھم روشنی میں اس کے چہرے کو تک رہی تھی۔

''میری چھٹی حس بار بار الارم دے رہی ہے، میرا دل نہیں چاہ رہا کہ میں آنکھیں بھی بند کروں۔'' اس کے بے بس انداز پر خرمن بس مسکرائی تھی۔ عارش کی چھٹی حس کے اشارے بالکل درست تھے، آدھی رات گزرنے کے بعد خرمن کی طبیعت بگڑنے لگی تھی، اسے ہاسپٹل جانے کی ضرورت توقع کے عین مطابق درپیش آئی تھی۔ اس کے چہرے پر پھیلتے تکلیف کے آثار نے عارش کے ہوش اڑا دیے تھے، مگر ہاسپٹل پہنچنے تک وہ راستے بھر خرمن کو حوصلہ اور تسلی و تشفی دیتا رہا تھا، اس وقت خرمن اسے بتا نہیں سکی تھی کہ اس کی آواز اور اس کے ہاتھ کا لمس کتنی ڈھارس دے رہا تھا، وہ چاہتی تھی کہ عارش اس کا ہاتھ تھامے رکھے، گھر سے نکلنے سے پہلے عارش نے فاطمہ کو بھی فون کر دیا تھا، بیلا اور عثمان ان کو پک کرتے ہوئے ہاسپٹل پہنچے تھے، فاطمہ کو دیکھتے ہی خرمن اپنے آنسو ضبط نہیں کر سکی تھی۔

''گھبراؤ مت، تمہیں کچھ نہیں ہوگا، میں تمہارے لیے اللہ سے دعا کر رہا ہوں۔'' جس وقت اسے لیبر روم میں لے جایا جا رہا تھا، عارش نے اسے یہ کہا تھا، مگر اس کے پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے بھی وہ اپنے آنسو نہیں روک سکی تھی۔

منیزہ اور صبیحہ آگے پیچھے ہی ہاسپٹل پہنچی تھیں اور اب ویٹنگ روم میں ایک ایک لمحہ قیامت بن کر گزر رہا تھا، فاطمہ ایک طرف جائے نماز بچھائے دعا میں مصروف تھیں، تو صبیحہ کے ہاتھوں میں تسبیح تھی، درزیدہ نظروں سے ان کی آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھتے ہوئے منیزہ کے اضطراب میں اضافہ ہی ہو رہا تھا، ونڈو کے پاس کھڑے عارش کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا، جانے اس وقت وہ فون پر کس سے بات کر رہا تھا، منیزہ کو یہی لگ رہا تھا کہ وہ احمد حسین سے بات کر رہا ہے، اس گھمبیر ماحول میں اور خرمن کی فکر میں منیزہ کا دل حلق میں آ رہا تھا، بیلا بھی پاس نہیں تھی، کیونکہ فاطمہ کی ہدایت پر عثمان اسے ساتھ لے کر گھر چلا گیا تھا، گہری سانس لیتی وہ کچھ چونک کر سیل فون کی طرف متوجہ ہوئی تھی اور پھر چپکے سے ہارون کی کال ریسیو کر لی تھی۔

''منیزہ تم اس وقت کہاں ہو؟'' ہارون کے لہجے میں بے چینی نمایاں تھی۔

''میں ہاسپٹل میں ہی ہوں۔''

''سب خیریت ہے؟''

''ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی، سب بہت پریشان ہیں، آپ بھی اس کے لیے دعا کیجیے۔''

''میری زندگی کا کوئی دن ایسا نہیں گیا، جس میں میں نے اس کے لیے دعا نہ کی ہو، اسے میری دعاؤں کی ضرورت نہ بھی ہو، تو بھی مجھ پر فرض ہے کہ میں اس کی خوشیوں اور آسودگی کے لیے دعا مانگوں اور میں دعا کر رہا ہوں کہ اس کے لیے سب اچھا ہو۔'' بوجھل لہجے میں بولتا وہ خاموش ہو گیا تھا۔

''ان شاء اللہ آپ کی اور ہم سب کی دعائیں قبول ہوں گی، اسے آپ کی دعاؤں کی بھی ضرورت ہے اور آپ کی بھی، یہ اور بات کہ ابھی وہ آپ کی ضرورت اور اہمیت سے ناواقف اور انجان ہے مگر ایسا ہمیشہ نہیں رہے گا، اطمینان رکھیں۔'' مدھم لہجے میں منیزہ نے اسے تسلی دی تھی۔

❀-----○-----❀

طلوع ہوتے سورج کی روپہلی سنہری کرنیں اپنے ساتھ انتہائی خوش کن اور دل کو نہال کر دینے والی نوید لے کر کائنات میں انوکھے رنگ بھر گئی تھیں۔ فاطمہ اور صبیحہ کے سجدے طویل ہو گئے تھے، یہ حسین صبح زندگی کو ایک نیا خوبصورت رخ دے گئی تھی، مگر عارش کی جان تو اب تک سولی پر ہی تھی، جسم میں جان واپس آنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ خرمن کو قریب سے دیکھ لے، اب انتظار ناقابلِ برداشت تھا، اس کے سر پر تلوار اس وقت تک لٹکتی رہی تھی، جب خرمن کو روم شفٹ نہ کر دیا گیا۔ رکی سانسوں کے ساتھ وہ بے تابی سے اس کے قریب پہنچا تھا، جو اردگرد سے غافل نظر آ رہی تھی۔ چہرے کے گرد لپٹے سفید دوپٹے میں اس کا چہرہ انتہائی زرد اور نڈھال تھا، اپنے چہرے پر محسوس ہوتے محبت بھرے حدت لمس نے اس کی غفلت کو توڑ دیا تھا، بمشکل اپنی سوجی آنکھوں کو کھولتے ہوئے اس نے خود پر جھکے چہرے کو پہچاننے کی کوشش کی تھی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑتا وہ پوچھ رہا تھا۔

''بابا۔۔۔؟'' بس اس کے لبوں سے آہ نکلی تھی، اس کی آنکھوں سے پھسلتے قطروں نے عارش کا دل جکڑ لیا تھا۔

''وہ بہت خوش ہیں، تم ان کی خوشی کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں۔''

''پھر بھی وہ نہیں آئے؟'' اس کے لبوں سے سسکی نکلی تھی۔

''وہ آئیں گے، میں لے کر آؤں گا ان کو۔'' اس کے چہرے سے آنسو صاف کرتا وہ بولا تھا۔

''اب نہیں رونا، بالکل نہیں، جانتی ہو، تم نے مجھے کتنا انمول اور خوبصورت تحفہ دیا ہے، میں تو اب اس قابل بھی نہیں رہا ہوں کہ تمہارا شکریہ ادا کر سکوں۔'' اس کے ہاتھ چومتے ہوئے وہ تشکر آمیز لہجے میں بولا تھا۔

''تم نے اسے دیکھا؟'' خرمن کی آواز بہت کمزور تھی۔

''ہاں، مگر بس کچھ دیر کے لیے وہ بھی دور سے، وہ بہت کمزور ہے، اسے چند گھنٹوں کے لیے انتہائی نگہداشت میں رہنا تھا، میرے علاوہ اسے ابھی تک کسی نے نہیں دیکھا، یہاں بہت ظالم ڈاکٹرز ہیں، مجھے میرے بیٹے کے قریب بھی نہیں جانے دیا ہے۔'' اس کے بے بس لہجے میں شکایت کرنے پر ہلکی سی مسکراہٹ خرمن کے چہرے پر نمودار ہو کر غائب ہوئی تھی، تب ہی دروازے پر ہوتی آہٹ پر وہ سرعت سے خرمن کے پاس سے اٹھا تھا، روم میں داخل ہونے والی نرس تھی، جس نے گلابی کمبل میں اس کی پوری کائنات کو اٹھا رکھا تھا، نرس کے قریب آنے کا انتظار کیے بغیر وہ تیزی سے آگے بڑھا تھا، جبکہ اس کی بے تابی پر نرس نے مسکراتے ہوئے بچے کو خرمن کی طرف لے جانے کے بجائے اس کے ہی ہاتھوں میں منتقل کر دیا تھا۔

''آپ کا بیٹا بہت خوبصورت ہے، اسٹاف کا ہر فرد باری باری اسے ایک نظر دیکھنے آتا رہا ہے۔'' نرس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا اور خرمن کی طرف بڑھ گئی تھی، جبکہ عارش کو تو جیسے کچھ سنائی ہی نہیں دیا تھا، پہلی بار اپنے بچے کو ہاتھوں میں لیتے ہی اس کا دل پگھلنے لگا تھا، بے تحاشہ محبتوں کا سمندر سینے میں ٹھاٹھیں ملنے لگا تھا، سانس روکے، بغیر پلک جھپکے وہ اپنے بچے کے چہرے کو دیکھ رہا تھا، ننھا سا دہانہ، نازک نازک سے سرخ و سفید نقوش، چھوٹی سی ناک، ریشمی لانبی سی پلکیں، اس کا

پھول سا چہرہ نور کے ہالے میں قید جگمگا رہا تھا، اس کی پیشانی کے عین وسط میں ہلکا سا دودھیا نشان پھیلا پھیلا سا تھا، اس کے معصوم خوابیدہ سانس لیتے وجود نے عارش کو یکدم اتنا جذباتی کر دیا تھا کہ بہت چپکے سے اس کی آنکھ سے ٹپکتا ایک گرم قطرہ بچے کے گلابی رخسار پر گرا تھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں چھپا کر رکھے گا، بے اختیار بچے کے چہرے پر بوسہ لے کر عارش نے سے اپنے سینے سے لگایا تھا، روم سے نرس کے نکلتے ہی وہ خرمن کی طرف آیا تھا اور بچے کو اس کے حوالے کر دیا تھا، عارش کے سامنے اپنے بچے کو گود میں لیتے ہوئے بھی اسے شرم سی محسوس ہو رہی تھی، اس کے زرد چہرے پر گلال بکھرنے لگے تھے، جھلملاتی نظروں سے بچے کو دیکھتی وہ اس کے روئی کے گالوں جیسے چہرے کو ہی چھو سکی تھی، اس کے نقاہت سے پُور چہرے پر بکھرتی روشنی اور انوکھے رنگوں نے عارش کو مبہوت کر دیا تھا، دل ونظر کو مسحور کر دینے والے اس منظر سے بڑھ کر حسین منظر کوئی اور اس کائنات میں نہیں ہو سکتا تھا۔

''عارش! یہ واقعی کچھ کمزور ہے۔'' خرمن کی آواز نے اسے چونکایا تھا۔

''تم خود دیکھو!، مجھ پر تم غصہ کرتی تھیں، مگر میرا بیٹا میرے لیے کس قدر کڑھتا رہا تھا، اندازہ لگاؤ ذرا۔'' عارش کے مسکراتے لہجے پر وہ بھی کھل کر مسکرائی تھی مگر اگلے ہی پل دروازے کی طرف متوجہ ہوئی تھی، عارش فوراً ہی فاطمہ کے استقبال کے لیے بڑھا تھا، اسے گلے سے لگا کر فاطمہ نے مبارکباد دی تھی اور پھر خرمن کی طرف بڑھ گئی تھیں، جبکہ عارش عروسہ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، جو اپنے بچوں کے ساتھ وہاں آ پہنچی تھیں۔ صبیحہ اور منیزہ کو وہاں نہ پا کر وہ باہر آیا تھا، وہ دونوں اسے کاریڈور میں نظر آئی تھیں۔

''عارش! آنٹی جانا چاہتی ہیں۔'' منیزہ کی اطلاع پر اس نے دنگ ہو کر صبیحہ کو دیکھا تھا۔

''میں جانتی ہوں، تمہیں ابھی میرا جانا اچھا نہیں لگے گا، مگر میرا یہاں سے جانا ہی بہتر ہے، ہارون مجھے لینے آ چکا ہے۔''

''مگر میں آپ کو اس طرح نہیں جانے دوں گا، آپ اسے دیکھے بغیر کیسے جا سکتی ہیں، آپ میرے ساتھ چلیں۔'' وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

''عارش! آج اللہ نے تمہیں بہت بڑی خوشی سے نوازا ہے اور میں خوشی کے اس ماحول کا بگاڑنا نہیں چاہتی، تم جانتے ہو خرمن۔۔۔۔''

''میں کچھ نہیں جانتا، میرے بیٹے کو دیکھنے کے لیے آپ کو خرمن کی اجازت کی ضرورت نہیں۔'' عارش نے فوراً ان کی بات کاٹی تھی۔ ''میں اسے یہیں لے آتا ہوں۔ اگر آپ اسے دیکھے بغیر یہاں سے گئیں تو آپ سے ناراض ہو جاؤں گا۔''

''ضدمت کرو عارش!، میں بچے کو ضرور دیکھوں گی، مگر خرمن کی بے خبری میں اس کی رضا کے بغیر نہیں، میں جانتی ہوں تم مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتے، سمجھ سکتے ہو میری بات کو اس لیے ابھی مجھے جانے دو، میں بہت خوش ہوں، اتنی بڑی خوشی ساتھ لے کر یہاں سے جا رہی ہوں، کیا یہ کافی نہیں ہے فی الوقت؟'' مسکرانے کی کوشش کرتیں وہ بولی تھیں۔

''میرے لیے یہ کافی نہیں ہے۔'' شکایتی نظروں سے عارش نے ان کو دیکھا تھا جو نظر چرا گئی تھیں۔

''چلیں پھر میں آپ کو ہارون کے پاس لے چلتا ہوں۔'' بالآخر عارش کو ہتھیار ڈالنے پڑے تھے، مگر وہ ان کے چہرے سے ہی اندازہ لگا سکتا تھا کہ ان کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی، اتنی اذیت اور تڑپ کے طویل سفر کے بعد ان کی گمشدہ خوشیاں سود سمیت ان کو مل رہی تھیں، مگر طویل سفر سے زیادہ کٹھن تھا یہ وقت کہ وہ ان خوشیوں کو ہاتھ بڑھا کر چھو بھی نہیں سکتی تھی۔

منیزہ خاموشی سے صبیحہ کو عارش کے ہمراہ جاتے دیکھتی رہی تھی، اس کے نزدیک صبیحہ کا فیصلہ بالکل درست تھا، وہ جانتی تھی خرمن کے مزاج کو، اس کا کوئی بھروسہ نہیں تھا، اگر خرمن کی طرف سے ان کو مزید کوئی تکلیف پہنچتی تو اس کی تلافی عارش بھی کرنے کی پوزیشن میں اس وقت نہیں تھا۔

❁-----○-----❁

برآمدے میں رک کے وہ بغور اسے دیکھ رہے تھے، جو فاطمہ کو ہاسپٹل سے لے کر گھر آیا تھا، اس کے بے حد سنجیدہ چہرے سے احمد حسین کو اندازہ لگانا دشوار نہیں تھا کہ وہ ان کی طرف سے کتنا دلگرفتہ ہے۔

''مامی! آپ کو جو چیزیں لینی ہیں، وہ لے آئیں، عروسہ آپی خرمن کو ہاسپٹل سے گھر لے جائیں گی، میں آپ کو ڈائریکٹ گھر ہی لے جاؤں گا۔'' احمد حسین کو صرف سلام کر کے وہ اسی سنجیدگی سے فاطمہ سے مخاطب ہوا تھا، جو تذبذب میں مبتلا احمد حسین کو ہی دیکھ رہی تھیں۔

''خدا کا شکر ہے کہ وہ خیریت و عافیت کے ساتھ آج گھر جا رہی ہے، میں نے منیزہ سے کہہ دیا ہے کہ وہ خرمن کے گھر پر رکے گی، اس کے لیے اب فاطمہ کا جانا ضروری نہیں ہے۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر احمد حسین بولے تھے۔

''مگر میں چاہتا ہوں کہ مامی اس کے قریب رہیں، اسے آپ کی اور مامی کی ضرورت ہے، وہ مامی سے الگ ہونے کے لیے تیار نہیں، آپ کم از کم مامی کو تو نہ روکیں۔'' وہ شدید تاسف سے بولا تھا۔

''اس سے کہو کہ اس کی ایک ماں نہیں ہے، جب تک وہ اپنی دونوں ماؤں کو ایک درجہ نہیں دے گی، ان کی ضرورت کا اسے احساس نہیں ہوگا، وہ ایک سے بھی محروم رہے گی، جب تک فاطمہ کا اس کے قریب رہنا ضروری تھا، میں خاموش رہا، مگر اب تم فاطمہ کو گھر لے جانے کی بات مت کرو، سب جانتے ہو تم، بے خبر نہیں ہو۔'' دل پر پتھر رکھ کر ان کو یہ کہنا پڑا تھا۔

''میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ سب کے فیصلوں اور تکرار میں میری حق تلفی ہو رہی ہے، کیا قصور ہے اس بچے کا جو پس رہا ہے سرد جنگ میں؟ آپ میرے لیے بھی اسے ایک نظر دیکھنے تک نہیں آئے، وہ میری بھی اولاد ہے، مگر آپ میری خاطر چند لمحوں کے لیے بھی اپنے فیصلے میں نرمی نہیں لا سکے۔'' بالآخر آج عارش کا ضبط ختم ہوا تھا جو وہ پھٹ پڑا تھا۔''میری بیوی زندگی اور موت کے درمیان سے گزری ہے، اگر اسے یا میرے بچے کو کچھ ہو جاتا تب بھی آپ خود پر پہرے لگائے رکھتے، چہرہ تک نہیں دیکھتے ان دونوں کا؟''

''ایسا مت کہو عارش! ایسی باتیں زبان پر بھی نہیں لاتے۔'' فاطمہ نے دہل کر اسے ٹوکا تھا۔

''میں اور کیا کروں مامی! پریشان ہو چکا ہوں میں ان حالات سے، میں خوش بھی نہیں ہو پا رہا، کتنا بدقسمت ہے وہ بچہ کہ کوئی اس کا چہرہ تک دیکھنے کا روادار نہیں ہے، اس کے لیے بھی اصول نہیں توڑے جا سکتے۔'' سرخ چہرے کے ساتھ بولتا وہ رکا نہیں تھا۔

''عارش! رک جاؤ۔'' فاطمہ تڑپ ہی تو اٹھی تھیں، مگر وہ ان کی پکار پر بھی نہیں رکا تھا۔

''وہ ٹھیک ہی تو کہہ گیا ہے، وہ کب تک یہ سب برداشت کرے گا، بچے کو ایک نظر بھی آپ دیکھنے نہیں گئے، حالانکہ عارش خود آپ کو لے جانے یہاں آیا تھا، آپ کے انکار نے کتنا دکھ پہنچایا ہے اسے اور اب اس کے سامنے مجھے بھی روک کر حد کر دی ہے آپ نے۔'' شکایتی لہجے میں بولتے ہوئے فاطمہ آبدیدہ ہو گئی تھیں۔

''میں سب جانتا ہوں، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں نے کس طرح خود پر جبر کیا ہوا ہے، اگر اس وقت میں کمزور پڑ گیا تو میری ساری کوششیں بے ثمر رہیں گی، کیا چہرہ دکھاؤں گا میں ان دو انسانوں کو جن کی کڑی آزمائشوں کے سامنے عارش کا دکھ، میرا صبر اور تمہاری تڑپ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔'' احمد حسین بجھے بجھے لہجے میں بولے تھے۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ یہ سب کس کے لیے کر رہے ہیں، مگر میں اب خرمن سے اس کے بچے سے اور عارش سے لاتعلق ہو کر نہیں رہ سکتی۔'' فاطمہ کی بھرائی آواز پر احمد حسین نے ان کو دیکھا تھا اور پھر تھکے تھکے انداز میں تخت کے کنارے بیٹھ گئے تھے۔

''فاطمہ! تم نے زندگی کے ہر کٹھن دور میں میرا ساتھ دیا ہے، اب اگر اپنی اولاد کی وجہ سے تم یہ کام نہیں کر سکتیں تو مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی، تم جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ، میں زبردستی تمہیں نہیں روک سکتا۔''

''اب اگر میں جاؤں گی تو آپ کے ساتھ ہی جاؤں گی، ورنہ کس طرح عارش کا سامنا کروں گی؟'' فاطمہ بولی تھیں اور

پھر فوراً کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

❀------○------❀
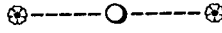
گیٹ کھول کر ایک طرف ہٹتے ہوئے اس نے عثمان کو اندر آنے کا راستہ دیا تھا۔

''اچھا ہوا تم آ گئے، عارش کا موڈ ابھی تک خراب ہے، وہ زبردستی منیزہ کو اس کے گھر لے جا رہا ہے، جبکہ وہ خرمن کے پاس رکنے پر مصر ہے۔'' بیلا نے عجلت میں اسے اطلاع دی تھی۔ حیران ہوتا وہ لاؤنج میں آیا تھا، جہاں منیزہ شدید ناراضی سے عارش کو گھور رہی تھی۔

''عارش! یہ کیا سن رہا ہوں میں، تم زبردستی پر اتر آئے ہو، وڈیرے کے بیٹے ہو رہے ہو بالکل۔'' غیر سنجیدگی سے عثمان نے اسے گھرکا تھا۔

''میں تم سے کہہ چکا ہوں، تم یہاں نہیں رکو گی، تم کسی کے حکم کی پابند نہیں ہو۔'' عثمان کی بات نظر انداز کیے وہ بہت سنجیدگی سے منیزہ سے مخاطب تھا۔

''عارش! وہ اپنی مرضی سے یہاں رکنا چاہتی ہے، تم کیوں اسے یہاں سے بھیجنے پر بضد ہو؟'' بیلا نے ناراضی سے کہا تھا۔

''اس کی جان اپنے بھائی کی بچی میں اٹکی ہے، مگر یہ پھر بھی یہاں رکنے پر بضد ہے، کیا میں جانتا نہیں ہوں اس کی وجہ؟'' عارش بگڑتے تاثرات کے ساتھ بولا تھا۔

''تم چچا جان کا غصہ مجھ پر مت اتارو، میں خود یہاں تمہارے بیٹے کی لالچ میں رک رہی ہوں، تمہاری بیوی کو بچے سنبھالنے ہی کہاں آتے ہیں، وہ میرے بغیر کیسے رہے گا؟'' منیزہ تنک کر بولی تھی جبکہ عثمان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

''بول تو اس طرح رہی ہو جیسے درجن بھر بچوں کی پرورش کرنے کا تجربہ تمہارے پاس ہے۔'' عثمان نے کہا تھا۔

''تم سیدھی طرح میرے ساتھ چل رہی ہو یا نہیں؟'' عارش زچ ہوا تھا۔

''میں نہیں جاؤں گی، شرم نہیں آتی تمہیں، مجھے اپنے گھر سے نکال رہے ہو۔''

''تم ایسے نہیں مانو گی۔'' عارش اس کی جانب بڑھا تھا۔

''میں خرمن کو جگا کر تمہاری شکایت کر دوں گی عارش!'' اسے دھمکاتے ہوئے وہ چیخی تھی، مگر عارش اس کا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔

''کھڑے کھڑے انجوائے کر رہے ہو، روکو اسے۔'' اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی وہ عثمان پر چیخی تھی۔

''میں کیوں روکوں، میں تو چاہتا ہوں، ہارون یہ منظر دیکھیں اور انگاروں پر غلاٹیاں کھائیں۔'' عثمان اطمینان سے بولا تھا۔

''بتاؤں ابھی تمہیں، سنکی۔'' منیزہ پھر چیخی تھی۔

''خواہ مخواہ چیخنا مت مجھ پر، چیخنے کا حق چاہیے تو پہلے اپنے جملہ حقوق میرے نام ٹرانسفر کرو۔'' وہ بگڑا تھا۔

''عثمان!'' بیلا نے پھاڑ کھانے والی نظروں سے اس کے مسکراتے چہرے کو گھورا تھا۔

''کیوں میرا امیج خراب کر رہی ہو، خاموشی سے چلو، کل خود تمہیں یہاں لے آؤں گا۔'' منیزہ کی ڈھٹائی پر عارش نے اسے گھرکا تھا۔

''میں نہیں جاؤں گی، نہیں جاؤں گی، مجھے چھوڑ دو ورنہ تمہارے ہاتھ پر کاٹ لوں گی۔'' منیزہ کی وارننگ پر بیلا اپنی ہنسی نہیں روک سکی تھی۔

''اس کا میٹر گھوما ہوا ہے، دھمکیاں دینے کے بجائے پیار سے راضی کر لو آئی لو یو کہہ کر۔'' عثمان نے خشمگین لہجے میں منیزہ کو مشورہ دیا تھا۔

''مانی! اس وقت مذاق نہیں۔'' عارش نے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ''یہ یہاں نہیں رکے گی کیونکہ ''
''ٹھیک ہے، اب میں بھی سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں کہ تمہاری منت سماجت کے باوجود میں یہاں نہیں آؤں گی۔'' عارش کی سنجیدگی نے منیزہ کے تیور بگاڑے تھے۔
''کہہ تو رہا ہوں کل آ جانا۔''
''تم جب چاہو گے مجھے اپنے گھر بلاؤ گے، جب چاہو گے نکال دو گے، اندھیر مچا کر رکھی ہوئی ہے، اپنے مسئلوں میں مجھے کیوں گھسیٹ رہے ہو، جہنم میں جاؤ۔'' غصیلے لہجے میں وہ اپنا بیگ اٹھاتی عارش سے پہلے ہی آگے بڑھ گئی تھی۔
''کل میں تمہیں پک کرنے پہنچ جاؤں گا، ہارون کے ساتھ۔'' عثمان نے پیچھے سے منیزہ کو آواز لگائی تھی۔
''تمہاری ان ہی حرکتوں کی وجہ سے آج تک کسی لڑکی نے تم سے آئی لو یو نہیں کہا۔'' عثمان نے اسے لتاڑا تھا جو ناگوار نظروں سے اسے دیکھتا منیزہ کے پیچھے جا رہا تھا۔
''عارش کو سمجھانے کی بجائے تم اپنی ہی ہانکتے رہے، کیا سوچ رہی ہو گی منیزہ۔'' بیلا ناگواری سے بولی تھی۔
''ابھی تو وہ غصے میں کھول رہی ہو گی۔''
وہ ڈھٹائی سے ہنستا صوفے پر براجمان ہوا تھا۔
''جا کر استانی کو بتاؤ میں اس کے دیدار کے لیے آیا ہوں، اور عارش کے جانشین کو بھی اٹھا لاؤ، میں نے اسے ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں ہے۔''
''تمہارے پاس تو مجھے بھی دیکھنے کا وقت نہیں۔'' بیلا نے رک رک اسے جتایا تھا۔
''میں اس وقت بھی تمہیں دیکھ سکتا ہوں اگر تم آنکھیں بند کر کے مراقبے میں نہ جانے کا وعدہ کرو۔'' عثمان کی خشمگین نظروں پر وہ بمشکل ہنسی روکتی بیڈ روم کی سمت بڑھ گئی تھی۔

❀------O------❀

بغیر کسی آہٹ کے احتیاط سے کمرے میں داخل ہوتا وہ چونکا تھا، کیونکہ خرمن بیڈ پر نہیں تھی۔ تب ہی وہ ٹاول سے بھیگا چہرہ صاف کرتی واش روم سے باہر آتی دکھائی دی تھی۔
''عثمان اور بیلا جا چکے ہیں کیا؟'' اس سے نظر ملائے بغیر وہ پوچھ رہی تھی۔
''ہاں کافی رات جو ہو چکی ہے، مجھے یہی لگا کہ تم سو رہی ہو گی۔'' بغور اسے دیکھتا وہ اس کے قریب آنے کا منتظر تھا، اس کی بے تحاشہ متورم سرخ آنکھوں نے عارش کو حیران نہیں کیا تھا۔
''میں بہت دیر سے سو رہی تھی پھر کچھ دیر پہلے اچانک آنکھ کھل گئی۔'' لہجے کو سرسری رکھتے ہوئے اس نے چونک کر نگاہ اٹھائی، مگر زیادہ دیر تک عارش کی گہری سنجیدہ نظروں میں نہیں [illegible] تکی تھی، اس کی پیشانی پر چپکے نم بال سمیٹتے ہوئے عارش نے دھیرے سے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔
''اس طرح بات بنا کر تم دوسروں کی آنکھوں پر پردہ ڈال سکتی ہو، مگر میں یہ دیکھ سکتی ہوں کہ کمبل میں چہرہ چھپا کر تم سو نہیں رہی تھیں۔'' اس کی آنکھوں میں پھیلتی نمی دیکھتا وہ بولا تھا۔ کیوں رو رو کر خود پر ظلم کرتی رہی ہو؟''
''وہ یہ تک دیکھنے نہیں آئے کہ میں زندہ بھی ہوں یا نہیں۔'' اس کے لرزتے لہجے پر عارش نے اس کے چہرے پر بکھرتی اذیت کو دیکھا تھا اور پھر گہری سانس لیتے ہوئے اسے اپنے قریب کیا تھا۔
''وہ میرا چہرہ بھی نہ دیکھتے، مگر میرے بچے کو تو اپنے سائے سے محروم نہ رکھتے۔'' اس کی آنکھوں سے کئی آنسو پھسلتے عارش کے گریبان میں جذب ہوئے تھے۔
''تم بھی تو ان کے لیے خود پر جبر کرتی رہی ہو، یہ یاد رکھو کہ اگر تم ان کی بیٹی ہو تو وہ تمہارے باپ ہیں۔'' عارش کے سنجیدہ لہجے پر اس نے تیزی سے سر اٹھایا تھا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو تم؟''

''کچھ نہیں۔'' عارش نے اسے شانوں سے تھاما تھا۔ ''بس اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تم تنہا نہیں ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں، لہٰذا ایسی غمگین صورت بنائے رکھ کر مجھے اس خوشی کو محسوس کرنے سے نہ روکو جو تمہاری وجہ سے مجھے ملی ہے۔'' اس کی آنکھوں میں دیکھتا تو دھیرے سے مسکرایا تھا اور پھر اس کا ہاتھ تھام کر بیڈ تک لے گیا تھا، خاموشی سے وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی تھی، جبکہ عارش کاٹ کی سمت بڑھ گیا تھا اور احتیاط سے بچے کو کاٹ میں سے اٹھا کر واپس خرمن کی طرف آ گیا تھا۔ بچے کے خوابیدہ معصوم چہرے کو تکتے ہوئے عارش کے چہرے پر روشن مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''یہ اتنا پیارا ہے کہ میری نظریں اس پر سے نہیں ہٹتیں، تم اس کی نظر اتارتی رہا کرو، ویسے بھی جھاڑ پھونک میں تم ماہر ہو۔'' اس کے کہنے پر وہ بس مسکراتے ہوئے اسے دیکھتی رہی تھی، جو بچے کے نرم گرم رخساروں کو چوم رہا تھا۔

''یہ آنکھیں کیوں نہیں کھولتا ہے، میں ترس رہا ہوں اس کی آنکھوں کا رنگ دیکھنے کے لیے۔''

''ابھی یہ تین دن کا ہی تو ہے، اسے ابھی روشنی کی عادت نہیں ہوئی ہے۔'' خرمن نے اس کی الجھن دور کی تھی۔ ''یہ اس وقت سو نہیں رہا مگر آنکھیں کھولنے سے ڈر رہا ہے، تم اس کی آنکھوں کو روشنی سے بچاؤ پھر یہ آنکھیں کھول سکے گا۔''

''واقعی؟'' عارش نے کچھ حیرت سے کہتے ہوئے اپنے ہاتھ کی چوڑی ہتھیلی کو بچے کی آنکھوں کے اوپر اس طرح لگایا کہ روشنی ان تک نہ پہنچ سکے، چند لمحوں میں ہی بچے کی بند آنکھوں میں حرکت ہوئی تھی، عارش کا دل خوشی سے چہچہا اٹھا تھا جب بچے نے پلکیں جھپکاتے ہوئے اسے اپنی آنکھوں کا دیدار کروا دیا تھا۔

''خرمن! اس کی آنکھیں تو بالکل تمہاری طرح ہیں۔'' نہال ہو کر عاش نے بچے کی آنکھوں کو چوم لیا تھا۔

''مگر سب تو کہہ رہے ہیں یہ بالکل تمہاری طرح ہے اور عثمان تو شکر ادا کر رہا تھا کہ یہ مجھ پر نہیں تم پر گیا ہے۔'' وہ مدھم مسکراہٹ کے ساتھ بتا رہی تھی۔

یہ تم پر جائے یا مجھ پر کوئی فرق نہیں پڑتا، یہ ہے تمہاری اولاد۔''

''تمہیں بیٹی چاہیے تھی۔'' خرمن نے یاد دلایا تھا۔

''ہاں، یہ تو ہے، مگر کوئی بات نہیں میں اس کے لیے کچھ انتظار تو کر ہی سکتا ہوں۔'' اس کی مسکراتی معنی خیز نظروں پر وہ کچھ جھینپ سی گئی تھی۔

''پتہ ہے میں جب جب اس کے رونے کی آواز سنتا ہوں، میرا خون سیروں بڑھتا ہے اور جب میں اسے تمہاری گود میں دیکھتا ہوں تو لگتا ہے سب کچھ مکمل ہے، کہیں کوئی کمی نہیں ہے، اپنے بیٹے کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں اپنے ماں باپ کے لیے محبت مزید بڑھ گئی ہے، وہ بھی تو میرے لیے اپنے دل میں وہی محبت اور احساسات رکھتے ہوں گے جو کہ میرے دل میں اپنے بچے کے لیے ہیں۔'' وہ عجیب سی کیفیت میں بول رہا تھا جبکہ خرمن بس خاموشی سے اس کے چہرے پر پھیلتے اجالوں کو دیکھتی رہی تھی۔ ''وہ بھی میری طرح اپنی اولاد کے لیے بہت حساس ہوں گے، وہ کبھی مجھ سے جدا ہونا نہیں چاہتے ہوں گے، مگر پھر بھی اللہ کی رضا میں راضی ہو کر وہ دونوں مجھ سے جدا ہو گئے، میری نظر میں تم بہت قابلِ رشک ہو خرمن! تمہارے پاس ایسے والدین ہیں جن سے تمہارا تعلق زندگی اور سانس جیسا ہے اور وہ ماں باپ بھی اب تمہاری زندگی میں ہیں، جن سے تمہارا تعلق روح اور جسم کا سا ہے، انسان ترستا ہے ان عظیم رشتوں کے لیے مگر اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔'' گہرے لہجے میں بولتا وہ بغور اس کے تنے تاثرات کو دیکھ رہا تھا۔

''بات کا رخ اس جانب نہ لے جاؤ جہاں میں نظر بھی نہیں ڈالنا چاہتی۔'' وہ سرد لہجے میں بولی تھی۔ ''تم ہمہ وقت ان سب کی دعاؤں کے حصار میں رہ رہی ہو، ان کو اور اذیت میں مت ڈالو، مت تڑپاؤ ان کو، مجھے خدشہ ہے کہ ان کے دل سے نکلی آہ آسمان تک پہنچ گئی تو......''

''ان سے پہلے میری آہیں آسمان تک پہنچتی رہی ہیں، کسی کا کیا گیا بری تو اب بھی میں ہی ہوں۔ محروم تو آج بھی مجھے

ہی کیا گیا ہے، اللہ کی ناراضی کا خدشہ کسی اور کے دل میں کیوں بیدار نہیں ہوا۔'' وہ یکدم ہتھے سے اکھڑی تھی۔
''تمہارا بس ایک عمل تمام محرومیوں کو ختم کر سکتا ہے خرمن! اور ان محرومیوں کو بھی جو تمہارے بیٹے کے حصے میں بھی آ رہی ہیں۔'' بالآخر وہ یہ کہہ گیا تھا۔
''اگر تمہیں لگتا ہے کہ میری وجہ سے تمہاری اولاد محروم ہو رہی ہے، میری وجہ سے اللہ کا قہر تمہارے گھر پر نازل ہو سکتا ہے تو نکال دو مجھے اپنی زندگی سے، ختم کر دو مجھ سے ہر تعلق۔'' اس کے بپھرے لہجے پر وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔
''جن سے توقع نہیں تھی جب وہ مجھے چھوڑ سکتے ہیں تو تم سے کیا توقع رکھ سکتی ہوں۔''
''بالکل ٹھیک کہا تم نے، میں وہ انسان ہی نہیں جس سے تم توقعات وابستہ رکھ سکو، تمہیں مجھ سے یہ توقع نہیں کہ میں ساری زندگی تمہارا وفادار بن کر رہوں، تمہیں مجھ سے یہ توقع بھی نہیں کہ دنیا ایک طرف ہو جائے مگر میں تمہارا ساتھ دیتا رہوں گا، تمہیں تو یہ توقع بھی نہیں کہ کبھی تمہارے دل میں میری محبت اور ضرورت گھر کر سکتی ہے، یہ سب تم مجھے پہلے ہی بتا چکی ہو، بار بار میری گردن پر کند چھری مت پھیرا کرو۔'' سرد لہجے میں بول کر اس نے بچے کو خرمن کے قریب لٹایا تھا اور خود کسی بھی جانب دیکھے بغیر کمرے سے نکل گیا تھا۔ دوسری جانب خرمن ناگواری سے سر جھٹکتی بچے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

❀------O------❀

رسٹ واچ میں وقت دیکھتا ہو بیزاری سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
''بیلا اور کتنا وقت لگے گا، ایک گھنٹے سے تیار بیٹھا ہوں، مگر تمہاری تیاریاں مکمل نہیں ہو رہیں۔'' کمرے کی سمت آواز اس نے لگائی تھی مگر جواب ندارد، بیزاری سے وہ دوبارہ ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ ہوا تھا، جہاں ہیڈ لائنز چل رہی تھیں، آج اسے بیلا کے ہمراہ اپنے کزن کی شادی میں شرکت کرنی تھی، اپنی مصروفیات کے پیش نظر وہ دیگر تقریبات میں شرکت نہ کر سکا تھا، مگر ولیمے کی اہم تقریب تھی اس میں تو بہر حال اس نے جانا ہی تھا، بہت آہستہ آہستہ ہی سہی مگر اپنے چند قریبی ریلیٹوز سے اس کے تعلقات پہلے جیسے ہو گئے تھے۔ پہل ظاہر ہے کہ عثمان کی طرف سے نہیں ہوئی تھی، اس کے خاندان کا کوئی فرد گھر آتا تو بیلا بہت خوش اخلاقی اور گرمجوشی سے استقبال کرتی تھی، لہٰذا عثمان کے رشتہ داروں کو اس کی غیر موجودگی اور مصروفیات کی وجہ سے کوئی شکایت نہیں ہوتی تھی، آج کے لیے بیلا نے پہلے ہی سے اسے ہدایات دے دی تھی کہ آج کے دن وہ کوئی مصروفیت نہ رکھے، شادی میں اسے لازمی جانا ہے، کیونکہ اس کے جس کزن کا ولیمہ تھا، وہ عثمان کا نہ صرف اچھا دوست تھا بلکہ وہ انویٹیشن لے کر خود عثمان کی موجودگی میں گھر آیا تھا۔
ایک ہاتھ میں سینڈلز اور دوسرے ہاتھ میں جیولری باکس لیے وہ کمرے سے نکلی تھی، مگر پھر دیوار گیر آئینے کے سامنے رک کر اپنے میک اپ اور لباس کا جائزہ لینے لگی تھی۔
''اس آئینے کو اکھاڑ کر ساتھ لے چلو۔'' عثمان کی جھلائی آواز پر وہ ہڑبڑاتی ہوئی تیزی سے اس کی طرف آئی تھی اور سینڈلز اسے تھما کر خود ٹیبل کے کنارے بیٹھ گئی تھی۔
''ان کا کیا کروں، اپنے سر پر مار لوں؟'' وہ مزید جھلایا تھا۔
یہ کام کسی دن میں خود کر دوں گی، ابھی یہ پہنا دو، پہلے ہی اتنی دیر ہو چکی ہے۔'' اس کی عجلت بھری ہدایت پر وہ کوفت سے اسے دیکھتا پنجوں کے بل بیٹھا تھا اور سینڈلز پہنانے شروع کر دیے تھے۔
''ذرا پیار سے پہنا دو، ابھی میری جگہ تمہاری کوئی پرستار ہوتی تو یہ کام کرتے ہوئے چہرہ کھلا پڑ رہا ہوتا تمہارا۔'' کانوں میں آویزے پہنتے ہوئے بیلا نے اسے لتاڑا تھا۔
''اب میں سینڈل کو چوم کر تو پہنانے سے رہا، مجھے کیا معلوم تھا، شوہر بننے کا یہ خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔'' ہاتھ جھاڑتا وہ بیزاری سے اٹھا تھا۔

''زیادہ مت بولو، باہر کی دنیا میں تم جتنی بھی شہرت اور نام کما لو، گھر میں تم شوہر ہی ہو اور تمہیں شوہر بن کر ہی رہنا پڑے گا، اب پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا، سمجھے۔'' بیلا کے جتانے والے انداز پر اسے زیادہ حیران ہونے کا موقع نہیں ملا تھا، کیونکہ سیل فون چیخ اٹھا تھا۔

''جب تک ہم واپس نہیں آ جائیں گے استانی کو چین نہیں ملنے والا۔'' خشمگین لہجے میں بولتے ہوئے اس نے خرمن کی کال ریسیو کی تھی، جبکہ بیلا مسکراتے ہوئے اپنا دوپٹہ سیٹ کرنے لگی تھی۔

''تم دونوں ابھی تک گھر سے نکلے بھی نہیں اتنا وقت لگا کر جاؤ گے تو آؤ گے کب؟'' خرمن نے گھر کا تھا۔

''اگر ایسا ہوا تو تمہاری بیسٹ فرینڈ کی وجہ سے ہوگا۔'' عثمان نے قریب ہی موجود بیلا کے بال مٹھی میں جکڑے تھے جبکہ وہ صدمے سے چیخی تھی۔

''کیا ہوا ہے بیلا کو؟'' خرمن نے دہل کر پوچھا تھا۔

''کیا ہوا ہے بھئی، کیوں چیخ رہی ہو؟'' مسکراتی نظروں سے عثمان نے اسے دیکھا تھا جو اس کا ہاتھ جھٹکتی بال ٹھیک کرنے آئینے کی جانب دوڑی تھی۔

''میں آخری بار کہہ رہی ہوں عثمان! زیادہ رات تک وہاں نہ رکنا، مجھے تم سے زیادہ بیلا کی فکر ہے۔''

''بیلا اپنے ساتھ ایک باڈی گارڈ لے جا رہی ہے، تم اس کی امی نہ بنو۔''

''اس کی نہ سہی، تمہاری تو روحانی ماں ہو، ویسے بھی تمہاری والدہ محترمہ تمہاری باگیں میرے ہاتھوں میں دے چکی ہیں۔''

''ہاں جانتا ہوں، ایک تم ہو اور تمہارا شوہر ہے، تم دونوں کی وجہ سے میں آزادی کے ساتھ اپنی بیوی کو باہر تک نہیں لے جا سکتا۔'' وہ جل کر بولا تھا۔

''جاؤ پھر آزادی کے ساتھ، دوبارہ تمہارے ساتھ بیلا کی تصویریں چھپیں تو اس کے بھائی کے ہاتھوں تمہارے قتل کی تصویر بھی اخباروں میں چھپ جائے گی یاد رکھنا۔''

''کبھی اچھی بات منہ سے نہ نکالنا، ہمیشہ کنویں میں دھکیلنے والے کام کرنا۔'' عثمان نے مزید جل کر کہا تھا جبکہ وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''میرا چھوٹو کیا کر رہا ہے؟''

''وہ ٹھیک ہے میری نیندیں اڑا کر۔'' وہ بولی تھی۔

''اس سے کہو اپنے باپ کی نیندیں اڑائے، ویسے ہیں کہاں حضرت؟''

''اسے انسٹیٹیوٹ سے منیزہ کی طرف جانا تھا، وہیں گیا ہوا ہے اسے منانے۔''

''ابھی تک عارش سے ناراضی چل رہی ہے اس کی مجھے اجازت دے دو، دو منٹ میں ہنستی مسکراتی تمہارے گھر آ جائے گی۔''

''اسی لیے اجازت نہیں دے رہی۔'' خرمن کے خشمگین لہجے پر وہ ہنسا تھا۔

''اچھا سنو! تقریب میں ظاہر ہے کہ عروسہ آپی اور فاروق بھائی بھی ہوں گے، تم کوشش کرنا کہ بیلا کسی طرح عروسہ آپی کے پاس جا کر سلام دعا کر لے۔''

''ہاں، میں بھی یہی سوچ رہا تھا، مگر میں صرف کوشش ہی کر سکتا ہوں، بیلا کو ان کے پاس جانے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔'' آئینے کے سامنے کھڑی بیلا کو دیکھتا وہ بولا تھا۔

یہ اتفاق ہی تھا کہ ان دونوں کا ٹکراؤ ریسپشن پر ہی عروسہ اور فاروق سے ہو گیا تھا، بیلا نے دوبارہ ان دونوں کی جانب نگاہ نہیں ڈالی تھی، چہرے کے بدلے تاثرات کے ساتھ وہ عثمان سے پہلے ہی آگے بڑھ گئی تھی کہ فاروق کی کڑی نظروں نے اس کے خون کو رگوں میں کھولا دیا تھا، دوسری جانب عروسہ کو دیکھنے کے بعد عثمان کے لیے ناممکن تھا کہ ان کو نظر انداز کر سکتا،

پنے شوہر کی موجودگی میں وہ ان نگاہ بھی اس پر یا بیلا پر نہیں ڈالیں گی، عثان کو اندازہ ہو گیا تھا اور یہی چیز غم سے زیادہ اسے غصے میں مبتلا کر رہی تھی۔ ارد گرد پھیلی رونقوں، چہل پہل اور کزنز کے درمیان مصروف ہونے کے باوجود عروسہ اس کی نظروں میں تھیں، زیادہ دیر تک وہ اپنے دل و دماغ میں ابھرتی خواہش کو رد نہیں کر سکا تھا، لہٰذا ایک فیصلہ کرتا وہ بیلا کی جانب بڑھ گیا تھا۔

''میں چاہتا ہوں تم ان کے پاس جاؤ، میری خاطر، اتنے لوگوں کی موجودگی میں وہ زیادہ ناراضی کا اظہار نہیں کر پائیں گی۔'' اس کے سنجیدہ لہجے پر بیلا نے دنگ نظروں سے اسے یوں دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا ہو۔

''مجھے ان کے پاس جا کر مزید ذلت نہیں اٹھانی، اتنے لوگوں میں ان کے شوہر بھی ہیں، تم یہ بھول سکتے ہو مگر ان کو یہ یاد ہو گا، تم کیا چاہتے ہو یہ مجھے مت بتاؤ، میں ان کے قدموں میں بیٹھنے کے لیے یہاں تک نہیں آئی۔'' غصیلے لہجے میں بیلا نے کہا تھا۔

''ٹھیک ہے پھر میں ہی ان کے پاس چلا جاتا ہوں۔''

''عثان! اگر تم اس عورت کے پاس گئے تو میں تمہیں بخشوں گی نہیں۔''

''وہ عورت میری بہن ہے۔'' وہ اس پر غرّایا تھا۔

''اگر مجھے ذرا بھی خبر ہوتی کہ تم یہاں ان کو دیکھ کر ہی پاگل ہو جاؤ گے تو میں یہاں تماشا بننے کے لیے نہیں آتی۔'' اس کے تیور دیکھتے ہوئے بیلا کو اپنا غصہ ضبط کرنا پڑا تھا، مگر وہ مزید اس کی کوئی بات سنے بغیر اس جانب بڑھ گیا تھا، جہاں عروسہ اسے دکھائی دے رہی تھی، فاروق کہاں تھے، اس نے نہ دیکھنے کی کوشش کی تھی نہ ہی اسے ان کی پروا تھی۔

وہ اچانک ہی ان کے سامنے آتا اس طرح راستہ روک گیا تھا کہ عروسہ فوری طور پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کر سکی تھیں، مگر گلے ہی پل ان کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا تھا، کچھ ہی فاصلے پر ان کو فاروق دکھائی دے رہے تھے جو اسی جانب متوجہ تھے۔
وہ کترا کر نکل جانا چاہتی تھیں کہ عثان دوبارہ ان کے سامنے آ گیا تھا۔

''آپی! آپ بے شک مجھے معاف نہ کریں مگر مجھ سے بات تو کریں، آپ کی اجازت کے بغیر تو میں نے وہ قدم نہیں اٹھایا تھا۔''

''اس اجازت کی سزا کسی کو تو جھیلنی تھی جھیلنے دو مجھے، ہٹو میرے راستے سے۔'' لرزتے لہجے میں بولتے ہوئے انہوں نے پھر کترا کر نکلنا چاہا تھا مگر۔

''یہ سزا آپ صرف اپنے شوہر کی خاطر جھیل رہی ہیں اور مجھے بھی دے رہی ہیں۔'' وہ مشتعل ہونے لگا تھا۔

''میں ان کے خلاف ایک لفظ نہیں سنوں گی۔''

''میں بولوں گا، ان کی وجہ سے آپ میرے لیے اجنبی بن گئی ہیں، آپ کے شوہر نے نہیں، آپ نے مجھے مار دیا ہے۔''

''جب یہ جانتے ہو تو دور کیوں نہیں ہو جاتے میری نظروں سے۔'' غصیلے لہجے میں بول کر وہ آگے نکلنا جانا چاہتی تھیں کہ عثان نے سختی سے ان کا بازو تھام کر روکا تھا۔

''بہت برداشت کر چکا ہوں، اب اور نہیں۔'' اردگرد کی پروا کیے بغیر وہ غرّایا تھا، عروسہ کا چہرہ بس ایک پل کے لیے فق ہوا تھا، مگر اگلے ہی پل شدید غصے میں ان کا زناٹے دار تھپڑ عثان کے چہرے سے ٹکرا گیا تھا، سناٹے میں گھرا وہ ان کو دور جاتا دیکھتا رہا تھا، کس کس نے یہ منظر دیکھا وہ جاننا نہیں چاہتا تھا مگر اس کے بعد وہ رکا نہیں تھا، سرخ چہرے کے ساتھ جارحانہ قدموں سے وہاں سے جاتے ہوئے اس نے رکے بغیر ساکت کھڑی بیلا کا ہاتھ گرفت میں لیا تھا اور اسے ساتھ ہی لیتا سب کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

❁-----○-----❁
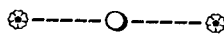
لاؤنج میں وہ ساکت بیٹھی اب تک صدمے میں تھی، بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے وہ ایک ہی منظر آ رہا تھا، دل میں

دھواں سا بھرنے لگا تھا، عروسہ نے وہ تھپڑ عثمان کے چہرے پر نہیں اس کے دل پر مارا تھا، عثمان کی جامد خاموشی اور سپاٹ چہرے نے اس کی اپنی زبان بھی بند کر ڈالی تھی، فی الوقت ان دونوں کے لیے ہی ایک دوسرے سے کہنے کے لیے کچھ نہیں بچا تھا۔ مگر عثمان کی گم صم کیفیت اسے ہولائے جا رہی تھی، واپسی کے دوران ہی اس نے اپنے حواسوں پر قابو پاتے ہوئے چپکے سے عارش کو میسج send کر دیا تھا، عثمان کو اس وقت وہی سنبھال سکتا تھا، عارش کو اپنے گھر کے باہر ہی منتظر دیکھ کر اس نے سکون کی سانس لی تھی، عثمان کے کار پارکنگ سے واپس لوٹنے تک اس نے باہر کھڑے کھڑے ہی ساری بات مختصراً عارش کے گوش گزار کر دی تھی، اس کے بعد وہ تو گھر کے اندر چلی گئی تھی، مگر عثمان کو عارش نے باہر ہی روک لیا تھا، تب سے اب تک وہ عثمان کے آنے کا انتظار ہی کر رہی تھی، مگر اب اتنی دیر گزر جانے کے بعد اس کا اضطراب حد سے بڑھنے لگا تھا، صبر ترک کر کے بالآخر وہ گھر سے باہر آئی تھی۔ گرلز کے قریب ہی وہ کرسی پر موجود تھا، سگریٹ کے کئی ٹکڑے فرش پر بکھرے ہوئے تھے، آگے بڑھ کر بیلا نے اس سے جلتے سگریٹ لے کر دور پھینک دی تھی، وہ چونکا تھا مگر کچھ بولا نہیں تھا۔

''بہت رات ہو چکی ہے اب اندر چلو۔'' اس کے نرم لہجے پر وہ خاموشی سے اٹھا تھا اور اندر چلا گیا تھا، گیٹ لاک کرنے کے بعد تمام لائٹس آف کرتی وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی، تکیے میں چہرہ چھپائے وہ جوتوں سمیت بیڈ پر دراز تھا، خاموشی سے اس کے جوتے اتارتے ہوئے بیلا کی تشویش بڑھنے لگی تھی کیونکہ عثمان نے اسے نہیں روکا تھا اور اس کا مطلب یہی تھا کہ عارش بھی اس کے صدمے کی شدت کو کم نہیں کر سکا ہے، لائیٹ آف کرتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ فی الحال وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دے مگر اس کا دل راضی نہیں ہوا تھا۔

''مانی! مجھ سے بات کرو، مجھے گھبراہٹ محسوس ہو رہی ہے۔'' اس کے شانے کو چھوتے ہوئے بیلا کی آواز بھرانے لگی تھی، وہ اٹھا نہیں تھا مگر اپنے چہرے کا رخ اس کی جانب کر لیا تھا، اس کی سرخ آنکھوں اور چہرے پر پھیلے کرب نے بیلا کو تڑپا دیا تھا، خاموشی سے وہ اسے دیکھ رہا تھا، جو اس کے ہاتھ کو چوم رہی تھی۔

''مجھے اس بات کا دکھ نہیں کہ بھری محفل میں انہوں نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا، ان کو حق ہے، غم تو صرف اس بات کا ہے کہ انہوں نے اپنے شوہر کی وجہ سے ان کے ہی سامنے مجھے تھپڑ مارا، دنیا کی مجھے پروا نہیں، مگر انہوں نے اپنے شوہر کے سامنے کیوں؟'' مدھم مگر کربناک ٹوٹے لہجے میں وہ بات ادھوری چھوڑ کر اس کی گود میں چہرہ چھپا گیا تھا، اس کے بالوں کو نرمی سے سہلاتی وہ خاموش ہی رہی تھی، جانتی تھی کہ اگر عروسہ کے خلاف اپنے دل کا غبار اس وقت وہ زبان پر لے آئی تو اس کا ایک لفظ ہی عثمان کو بھتھے سے اکھاڑنے کے لیے کافی ہوگا، وہ اپنی ماں کے لیے جذباتی تھا، بیوی کے لیے بھی اتنا ہی جذباتی تھا، مگر اپنی بہن کے لیے وہ ان دونوں سے زیادہ جذباتی تھا، یہ سچ بیلا جانتی تھی، عثمان کے سامنے عروسہ کے خلاف وہ کہہ تو جاتی تھی مگر کہیں نہ کہیں دل میں یہ خدشہ ضرور رہتا تھا کہ کہیں وہ اسے اپنی طرف سے بدظن تو نہیں کر رہی۔

❀------O------❀

اسٹڈی میں جس وقت وہ داخل ہوا رات کے دو بج چکے تھے۔ کچھ دیر پہلے ہی وہ ریڈیو سے واپس آیا تھا اور ہشام قزلباش نے اسے طلب کر لیا تھا، اسے بہت زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی کہ ہشام قزلباش نے اسے اس وقت کیوں بلایا ہے، معاملے کی وعیت سے وہ کافی حد تک آگاہ تھا، آج شام ہی ہشام اور صبیحہ احمد مدعو تھے، وہاں منیزہ کے گھر والوں نے بھی آنا تھا۔

''بیٹھو ہارون! کیسا رہا آج کا پروگرام؟'' ہشام قزلباش اس سے مخاطب ہوئے تھے۔

''آپ نے نہیں سنا؟'' اس نے کچھ شکایتی نظروں سے ان کو دیکھا تھا۔

''کیسے سنتے، ہم جس وقت گھر واپس آئے ایک بج چکا تھا۔'' صبیحہ کے فوراً ہی کہنے پر ہارون نے چونک کر انہیں دیکھا تھا، معمول سے ہٹ کر آج ان کے لہجے اور چہرے پر ہارون کو خوشی کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔

''اتنی رات گئے واپس آئے آپ دونوں؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

''وہاں منیزہ کے ماں باپ اور اس کے بھائی، بھابی بھی تھے، باتوں کے درمیان وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔'' صبیحہ مسکراتے

ہوئے بولی تھیں۔
''آپ کے چہرے سے اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ کا وقت وہاں سب کے ساتھ بہت اچھا گزرا ہے۔'' ہارون نے مسکراتی نظروں سے ان کو دیکھا تھا۔
''ہاں، سب کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا، مگر میں تمہارے لیے بہت خوش ہوں، کیونکہ آج میں نے صاف طور پر منیزہ اور تمہارے لیے بات کر لی ہے۔'' صبیحہ کی اطلاع نے ہارون کی مسکراہٹ غائب کر دی تھی۔
''کیا مطلب ہے آپ کا؟'' وہ دنگ تھا۔
''مطلب تم اچھی طرح جانتے ہو۔'' ہشام قزلباش نے سنجیدہ نظروں سے اس کے تاثرات کو جانچا تھا۔
''مگر۔۔۔مگر ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا، ماما! آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر ایسا کیوں کیا؟'' کچھ بے چین ہو کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا جبکہ حیران نظروں سے اسے دیکھتیں صبیحہ فوراً اس کی طرف آئی تھیں۔
''مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت ہی کہاں تھی ہارون! میری نظریں دھوکہ نہیں کھا سکتیں، اگر کوئی اور وجہ ہے تو مجھے بتاؤ مگر یہ مت کہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔''
''مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ سے کیا کہوں، مگر ابھی ایسا ممکن نہیں ہے۔'' وہ اضطرابی لہجے میں اتنا ہی بول سکا تھا۔
''سب کچھ ممکن ہے، میں اس معاملے میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گی، خرمن کی خواہش پر عارش پہلے ہی منیزہ کے ماں باپ سے بات کر چکا ہے، آج تو میں نے صرف اس بات کو آگے بڑھایا ہے۔''
''مجھے اس بارے میں کوئی خبر نہیں ہے، میری اجازت کے بغیر میری بے خبری میں، ماما! آپ اس سلسلے کو روک دیں، میں ابھی اس سب کے لیے تیار نہیں ہوں۔'' اس کے قطعی لہجے پر صبیحہ بس پریشان نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھیں۔
''میری زندگی کا سب سے پہلا مقصد یہی ہے کہ آپ کو آپ کی خوشیاں واپس مل جائیں اور اس سے پہلے میں اپنے بارے میں ان سب باتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا، ہرگز نہیں۔'' بات مکمل کرتا وہ تیز قدموں کے ساتھ اسٹڈی سے نکل گیا تھا۔
''صبیحہ! پریشان مت ہو، اس نے انکار نہیں کیا ہے لہٰذا ہمیں کوئی جلدی نہیں کرنی چاہیے، تم جانتی ہو کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔'' صبیحہ کے پریشان تاثرات کو دیکھتے ہوئے ہشام قزلباش نے ان کو تسلی دی تھی۔

❀------○------❀
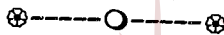
آفس میں داخل ہوتی وہ چونک کر دائیں جانب متوجہ ہوئی تھی، ہارون کی موجودگی نے اسے خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا تھا، دوسری جانب وہ اخبار واپس ٹیبل پر ڈالتا اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔
''آپ کب آئے؟''
''کچھ دیر پہلے۔'' اس کے بے حد سنجیدہ تاثرات نے منیزہ کو نروس سا کر دیا تھا۔
''عارش کو یہاں پہنچنے میں کچھ وقت لگے گا، آپ بیٹھ جائیے۔''
''نہیں، میں زیادہ دیر نہیں رک سکتا، ایک، دو اہم باتیں تم سے کرنی تھیں، اس لیے سوچا یہاں آمنے سامنے کرنا بہتر رہے گا، اگر تمہارے پاس ٹائم ہے تو۔۔۔۔''
''آپ اطمینان سے جو بات کرنا چاہتے ہیں کریں۔'' الجھی نظروں سے دیکھتی وہ بولی تھی۔
''پہلے تو میں تم سے معذرت کرنا چاہتا ہوں کہ ماما کو تمہارے گھر والوں سے ایسی کوئی بات نہیں کرنی چاہیئے تھی جو میرے نزدیک ناممکن ہے، میرے علم میں لائے بغیر میرے بارے میں کس نے کس سے کیا کہا، کون بات کو کہاں سے کہاں تک لے گیا میں نہیں جانتا، یہ ٹھیک نہیں ہوا اس لیے میں تم سے معذرت کر رہا ہوں۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بہت سنجیدگی سے بول رہا تھا، جبکہ منیزہ دم سادھے اس کے چہرے کو تک رہی تھی۔
''مجھے امید ہے کہ تم میری بات سمجھ چکی ہو، تم اپنے گھر میں سب کو سنبھال سکتی ہو اور ماما کو بھی سمجھا سکتی ہو۔'' ایک پل کو

رک کر ہارون نے اس کے اترے چہرے کو دیکھا تھا۔ ''اس معاملے کو ختم کرنا تمہارے لیے آسان ہے، جبکہ میں چاروں طرف سے گھرا ہوا ہوں اور سب سے بڑی میری مجبوری یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ میرے کسی عمل سے عارش کو دھچکہ پہنچے۔'' بغور اس کے تاثرات کو دیکھتا وہ خاموش ہوا تھا۔

''اگر تم کچھ کہنا چاہتی ہو تو کہو؟'' اس کے سوال پر منیزہ نے جھکی نظریں اٹھائی تھیں۔

''آپ کیا لیں گے، چائے یا کولڈ ڈرنک؟'' اس کے سوال نے ہارون کو حیران کیا تھا۔

''نہیں شکریہ، مجھے اب جانا ہے۔'' عجیب سی نظروں سے اسے دیکھتا وہ جانے کے لیے قدم بڑھاتے بڑھاتے یکدم رکا تھا، پہلی بار اس کی نظروں میں منیزہ کے ہاتھ کی پشت پر بندھی بینڈج آئی تھی۔

''ہاتھ میں کیا ہوا ہے؟'' وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ ''کچھ نہیں'' نظر ملائے بغیر اس نے جواب دیا تھا۔

''کچھ نہیں ہوا اس لیے بینڈج لگائی ہوئی ہے؟''

''آپ کو اس بات کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔'' وہ سرد لہجے میں بولی تھی۔

''تمہیں کیوں لگا کہ مجھے تمہاری کسی بات کی فکر بھی ہو سکتی ہے؟''

''شاید مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی۔''

''کیسی غلط فہمی؟''

''یہی کہ آپ کو میری فکر ہوئی ہے۔''

''ایسی غلط فہمی کا شکار تم پہلے کتنی بار ہو چکی ہو؟''

''میں آپ کے ہر سوال کا جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔'' بمشکل ضبط کیے وہ پلٹ کر وہاں سے چلی جانا چاہتی تھی کہ اسی لمحے گلاس ڈور کھولتا عثمان اندر داخل ہوا تھا۔

''سوری آپ کو انتظار کرنا پڑا مگر آپ کھڑے کیوں ہیں؟''

''نہیں اب جاؤں گا، میں تو بس یہاں سے گزر رہا تھا، سوچا کچھ دیر تمہیں ڈسٹرب کروں۔'' وہ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

''آپ نے یہاں آ کر بہت اچھا کیا، اب جانے سے پہلے اسے اچھی طرح ڈانٹیں، بلکہ کھری کھری سنا دیں۔'' عثمان کا اشارہ منیزہ کی سمت تھا جبکہ ہارون نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''عارش سے ناراض گھوم رہی ہیں محترمہ! اس کی منت سماجت کے باوجود اس کے گھر بھی نہیں جا رہیں۔''

''میں اس سے ناراض نہیں ہوں، ابھی میں یہاں سے اس کے گھر ہی جاؤں گی۔'' منیزہ نے ناگواری سے اس کی بات کاٹی تھی۔

''یہ تمہارے ہاتھ پر چوٹ کیسے لگی؟'' کچھ چونک کر پوچھتے ہوئے عثمان نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے سامنے کیا تھا، جبکہ ہارون کے چہرے کے تاثرات یک لخت تن سے گئے تھے، کوئی اور وقت ہوتا تو عثمان کی جان بوجھ کر ہارون کے سامنے کی جانے والی اس حرکت پر منیزہ بھی گڑبڑا جاتی، مگر اس وقت بیزاری سے اس کی مسکراتی نظروں میں دیکھتی ہاتھ چھڑا گئی تھی۔ حالانکہ وہ پہلے ہی عثمان کو بتا چکی تھی کہ کچن میں کام کرتے ہوئے اسے یہ چوٹ لگی تھی۔

''معمولی چوٹ ہے، ٹھیک ہو جائے گی۔'' جان چھڑانے کے لیے بولتی وہ وہاں سے جانے کے لیے پر تولنے لگی تھی۔

''ہارون! اگر آپ گھر کی طرف جا رہے ہیں تو منیزہ کو عارش کی طرف ڈراپ کر دیجیے گا۔'' عثمان کی بات سن کر وہ جاتے جاتے رکی تھی۔

''مجھے یہاں ٹائم لگ جائے گا، اس لیے ابھی میں تمہیں ساتھ نہیں لے جا سکتا۔'' وہ اب منیزہ سے مخاطب تھا۔

''میں تمہارا انتظار کر لوں گی، اگر جان چھڑانا چاہتے ہو تو ویسے ہی کہہ دو، کسی اور کو زحمت کیوں دے رہے ہو؟'' منیزہ

کچھ ناگواری سے بولی تھی۔
''مجھے زحمت نہیں ہوگی لیکن یہ اگر تمہارے ساتھ ہی جانا چاہتی ہیں تو یہ اور بات ہے۔'' ہارون کا لہجہ خشک تھا، مگر منیزہ کو چبھتا ہوا بھی محسوس ہوا تھا۔
''نہیں یہ صرف نخرے دکھانے کے موڈ میں ہے، آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ یہ ذمہ داری پوری کر دیں گے۔'' مسکراہٹ چھپائے وہ کچھ اس طرح بولا تھا کہ منیزہ کھول کر ہی رہ گئی تھی۔
بیک ویو مرر ٹھیک کرتے ہوئے وہ جلتی نگاہوں سے اس کے سپاٹ چہرے کے عکس کو اک بار پھر جھلسا گیا تھا۔
''مجھے اپنی چوٹ کی بابت کچھ بتانا تمہیں گوارا نہ ہوا، مجھے کوئی شکایت نہیں تم سے کیونکہ میں جانتا ہوں اپنی حد، مگر مجھے یہ نہیں معلوم کہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر ہمدردی کا مظاہرہ کرنے کے لیے کس کا حق ہونا ضروری ہے؟'' اس کے تلخ لہجے کو سنتے ہوئے وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی رہی تھی۔
''مجھے افسوس ہے کہ مجبوراً تمہیں میرے ساتھ آنا پڑا ہے، میری جگہ اگر عثمان ہوتا تو تمہارا یہ سفر خوشگوار ہوسکتا تھا۔'' اس کے طنزیہ لہجے نے اس بار منیزہ کا ضبط ختم کیا تھا۔
''آپ گاڑی روکیں، مجھے یہیں اترنا ہے۔'' اس کی لرزتی آواز ہارون نے جیسے سنی ہی نہیں تھی۔
''میں نے کہا گاڑی روکیں ورنہ میں چلتی گاڑی سے بھی اتر سکتی ہوں۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ تقریباً چیخی تھی۔
''میں تمہارا یہ ایکشن دیکھنا پسند کروں گا۔'' اس کے طنزیہ لہجے نے منیزہ کو غصے سے بے حال کیا تھا، ہارون کو اس سے ایسی کسی بے وقوفی کی توقع نہیں تھی مگر وہ تو تیار تھی، بروقت اسے واپس پیچھے کرتے ہوئے صحیح معنوں میں ہارون کے ہوش اڑے تھے، گاڑی کے توازن کو برقرار رکھتے ہوئے وہ بجلی کی سی سرعت سے ڈور کو ایک جھٹکے سے بند کر چکا تھا۔
''یہ کیا حرکت کی ہے تم نے؟'' غصے میں وہ اپنی آواز ہلکی نہیں رکھ سکا تھا۔
''میرا ہاتھ چھوڑیں۔'' بینڈج والا ہاتھ اس کی انتہائی سخت گرفت سے نکالنے کی کوشش کرتی وہ غرائی تھی۔
''مجھے تمہارا ہاتھ پکڑنے کا ارمان نہیں تھا، مگر میں اس وقت تم پر بھروسہ نہیں کرسکتا۔''
''میں بھی اب اپنے لیے ایسی شرمناک باتیں نہیں سن سکتی۔'' غصے میں بے حال ہوتی منیزہ کی سانسیں پھولنے لگی تھیں، اپنی گرفت میں اس کے ہاتھ کی لرزش کو محسوس کرتے ہوئے وہ پریشان ہوا تھا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ منیزہ کے تیور اتنے خطرناک بھی ہوسکتے ہیں، اس نے تو اب تک اسے ٹھنڈی پرسکون چھاؤں جیسا ہی پایا تھا۔
''ایم سوری،'' میں تم سے اب کچھ نہیں کہہ رہا، میں اب بالکل خاموش رہوں گا۔'' خود پر قابو کرتے ہوئے اس نے منیزہ کو شانت کرنا چاہا تھا جبکہ اس کی نرم پڑتی گرفت سے وہ ہاتھ نکال گئی تھی، بینڈج کو درست کرتے ہوئے وہ ہارون سے شدید متنفر ہو چکی تھی، شرمندگی تھی یا کچھ اور کہ ہارون دوبارہ اس سے نہ کچھ کہہ سکا تھا، نہ اس سے نظر ملانے کے قابل رہا تھا۔
فرنٹ سیٹ سے اترنے سے پہلے وہ رک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔
''آپ کہہ چکے ہیں کہ آپ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں بن سکتا تو براہ مہربانی مجھے اپنی تنگ نظری کا شکار دوبارہ مت بنایئے گا، آپ کو یہ حق نہیں کہ کسی پر بھی لوز کیریکٹر ہونے کا ٹیگ لگا دیں، آپ مجھے اب یہ کہنے پر مجبور کر چکے ہیں کہ جس مقصد کو لے کر آپ میرے پاس آئے تھے، اسے لے کر اس انسان تک جائیں، جو آپ کی بے خبری میں معاملے کو کہاں سے کہاں لے گیا، میں نے سب کے مسائل حل کرنے یا ضرورتیں پوری کرنے کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ بھڑکتے لہجے میں بولی تھی اور اگلے ہی پل فرنٹ سیٹ سے اترتی تیز قدموں کے ساتھ میں گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی، جبکہ ہارون سپاٹ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

❀-----O-----❀
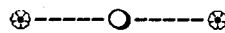
کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے رک کر بیڈ کی جانب دیکھا تھا، جہاں بچہ باریک ہلکی آواز میں روتا اسے اپنی

طرف متوجہ کرنے میں ناکام تھا، جو وارڈ روب میں جانے کیا تلاش کر رہی تھی۔

میرے پاس آنے کا وقت تو کبھی تمہیں ملے گا نہیں، کم از کم اس معصوم کو تو نہ ترساؤ۔'' دروازہ بند کرتا وہ خشمگین لہجے میں بولا تھا، چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوتی وہ ایک پل کو رکی تھی، مگر اگلے ہی پل ایک جھٹکے سے وارڈ روب بند کرتی اس تیزی سے اس کی جانب بڑھی تھی کہ عارش اس کے تیوروں پر دنگ ہوتا بے اختیار پیچھے ہوا تھا۔

لو آ گئی پاس، اور بھی پاس آ سکتی ہوں۔'' رکے بغیر مزید اس کے قریب ہوتی وہ اس کی پشت دروازے سے لگا گئی تھی، جس کی آنکھیں حیرت سے پوری کھل گئی تھیں۔

''سونے اور رونے کے علاوہ تمہارا معصوم بیٹا اور کرتا ہی کیا ہے، جیسا باپ ویسا بیٹا۔'' اس کے جتانے والے انداز پر وہ جو حیرت سے اس کے گہرے سرخ دوپٹے میں قید چہرے کو تک رہا تھا، بے ساختہ مسکرایا تھا جبکہ وہ خشمگین نظروں سے اسے دیکھتی واپس پیچھے ہٹتی وراڈ روب کی طرف چلی گئی تھی۔

''ویسے یہ بے ایمانی ہے، آئندہ اگر اس طرح پاس آنا تو پہلے مجھے خبردار کر دینا تاکہ مقابلہ برابری کا ہو۔'' مسکراہٹ چھپائے وہ تاکید کر رہا تھا۔

''اب میرا دماغ اتنا بھی خراب نہیں کہ تمہیں پہلے خبردار کروں، تمہارا کیا بھروسہ۔'' خرمن نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا تھا، جو بچے کے قریب نیم دراز ہوتا اس پر جھک گیا تھا۔

عارش! اب جب تک میں نہ کہوں تم اس کے لیے کوئی چیز نہیں لاؤ گے، تم اس کے لیے اتنی اندھا دھند شاپنگ کر چکے ہو کہ میرے لیے اس کی چیزیں سنبھال کر رکھنا مشکل ہو رہا ہے، ایسا لگ رہا ہے کہ یہ میرا گھر نہیں بلکہ اسکول ہے جہاں کڈز پیکیج شروع ہو چکا ہے۔'' کپڑے ہینگ کرتی وہ کچھ جھلائے انداز میں اس سے مخاطب تھی، جو کان بند کیے اپنے بچے میں گم تھا۔

''خرمن! سب اسے کب تک چکن کہہ کر مخاطب کرتے رہیں گے؟'' کچھ دیر بعد اسے عارش کی آواز سنائی دی تھی۔

''تم سوچو، تم ہر بار یہی کہتے رہے تھے کہ بچے کا نام تم رکھو گے، میں بھی یہی چاہتی ہوں۔'''' مگر میں نے ہاسپٹل میں ہی یہ حق تمہیں دے دیا تھا، میں چاہتا ہوں اس کا نام تم رکھو، اب اس میں مزید دیر نہیں ہونی چاہیئے۔''

''ٹھیک ہے، ایک دو نام میں نے سوچ رکھے ہیں کل بیلا اور منیزہ سے ڈسکس کر کے تمہیں بتاتی ہوں۔''

''تم مجھے بتا دینا مگر بہر حال اس کا نام فائنل تو ماموں جان ہی کریں گے۔'' سنجیدہ نظروں سے عارش نے بغور اسے دیکھا تھا، جو اس کی بات ان سنی کرتی خاموشی سے اپنے کام میں مصروف رہی تھی۔

❀-----○-----❀

آپ ان کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کر سکتیں تو برا کرنے کا بھی آپ کو حق نہیں، آپ کو تو جو کرنا تھا وہ آپ کر چکی ہیں، مگر مجھے تو شرمندگی اٹھانی پڑی ہے ماموں اور آپو کے سامنے۔'' کمرے میں داخل ہوتے فاروق نے ایک نظر حیران نظروں سے بیٹے کو دیکھا تھا جو بلند آواز میں عروسہ سے ہی مخاطب تھا۔

''کیوں چیخ رہے ہو اپنی ماں پر، تہذیب کے دائرے میں رہو، یہ تمہاری کلاس فیلو یا فرینڈ نہیں ہیں، ابھی یہ حال ہے تمہارا آگے جا کر تم تو میرا بھی کوئی لحاظ نہیں رکھو گے۔'' فاران پر برس کر انہوں نے خاموش بیٹھیں عروسہ کو دیکھا تھا۔

''اور تم کیوں زبان بند رکھ کر اس کی باتیں سن رہی ہو، اٹھ کر لگاؤ دو تھپڑ، بھائی پر ہاتھ اٹھ سکتا ہے تو بیٹے پر کیوں نہیں۔'' وہ عروسہ پر برسے تھے۔

''پاپا میں اپنے لیے نہیں، ماموں کے لیے چیخ رہا ہوں، ممی نے اتنے سارے لوگوں کے سامنے کتنا برا سلوک کیا ہے، اگر آپو مجھے نہ بتاتیں تو میں انجان ہی رہتا۔''

''کوئی قیامت نہیں آ گئی، یہ بہن ہے اس کی، ہزاروں لوگوں کے مجمعے میں اس مار سکتی ہے، تمہیں بھی جوتے لگانے کا

حق رکھتی ہے، کسے اعتراض ہوا ہے، میرے سامنے لاؤ اس کو۔'' غصیلے لہجے میں وہ بولے تھے۔
''پاپا! بات اعتراض کی نہیں ہے، مانی ماموں کا چہرہ باہر کی دنیا میں سب کے لیے مانوس ہے، ممی نے ان کے ساتھ جو کیا، وہ غلط معنوں میں بھی مشتہر ہو سکتا ہے، ان کے خلاف کوئی منفی پبلسٹی کے لیے اس بات کو استعمال کر سکتا ہے، ان کے امیج پر کوئی دھبہ بھی لگ سکتا ہے۔'' فاران زچ ہو کر بولا تھا۔
''ماموں سے زیادہ یہ آپ کا امیج لوگوں کی نظروں میں خراب کر گئی ہیں پاپا! میں نہیں چاہتا کہ اب مزید کسی چیز کے لیے آپ کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے، ممی اپنے بھائی کے ساتھ اس سے بھی زیادہ سنگدل ہو جائیں، مگر ان کے ہر فعل کے پیچھے سب کو آپ نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ آپ کو بھی، میرے لیے اس دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی اچھا نہیں ہے، میں نہیں برداشت کر سکتا کہ کوئی آپ کو برا کہے، آپ کے متعلق کوئی غلط بات زبان پر لائے۔'' فاران کے جذباتی انداز پر فاروق بس دنگ نظروں سے اسے دیکھتے رہے تھے۔ فاران نے کبھی اس طرح ان کو نہیں جتایا تھا کہ وہ ان کے لیے کتنا حساس ہو چکا ہے۔
''بیلا نے تم سے کچھ کہا؟'' عروسہ نے بیٹے سے پوچھا تھا۔
''کیا کریں گی جان کر، تھپڑ مار کر ان کی زبان بھی بند کر دیں گی؟'' شدید ناراضی سے ان کو دیکھتا فاران کمرے سے نکل گیا تھا۔
''میری وجہ سے اس کی اتنی ہمت ہوئی تھی کہ آپ کو ذلت سے دوچار ہونا پڑا تھا، کسی نہ کسی طرح اس ذلت کا سامنا اسے بھی تو کرنا ہی تھا۔'' سر جھکائے وہ نم لہجے میں بولی تھیں۔
''دنیا کے سامنے تمہیں اپنے ظرف کو برقرار رکھنا چاہئے تھا مگر تمہیں اس وقت صرف یہ یاد رہا کہ شوہر کو اپنی وفاداری اور قربانی کے ثبوت دینے ہیں۔'' فاروق سنجیدہ لہجے میں بولے تھے اور پھر گہری سانس لے کر عروسہ کو دیکھا تھا۔ ''دنیا کو ہر غلط فعل کے پیچھے میں نظر آتا ہوں، تو یہی میری سزا ہے کیونکہ میں نے تمہارے ساتھ غلط کیا، تم سے کچھ چھیننا چاہا تھا میں نے جو میرے پاس کبھی تھا ہی نہیں۔'' کچھ تھا ان کے لہجے میں کہ عروسہ ان کی جانب دیکھنے پر مجبور ہوئی تھیں۔
''عثمان قابل رشک ہے کہ اس کے پاس تمہاری جیسی بہن ہے، جو بھائی کی محبت میں ایک پل کے لیے اپنے شوہر کو بھلا سکتی ہے، جو اپنے بھائی کی خوشیوں کے لیے اپنا ہنستا بستا گھر بھی داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کر سکی، تم نے ہمیشہ اپنے بھائی پر فخر کیا، آج بھی تم یہ تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ اس سے اپنے رشتے پر تمہیں کوئی شرمندگی ہو، میرے کہنے پر تم اس سے تعلق تو ختم کر سکتی ہو، مگر اسے اپنے لیے نامحرم نہیں بنا سکتیں۔'' لرزتے لہجے میں بولتے ہوئے ان کے چہرے پر اذیت پھیلتی جا رہی تھی۔
''ایک بہن جب اپنے بھائی سے کہتی ہے کہ وہ اس کے لیے نامحرم ہے تو اس اذیت کے سامنے موت کی اذیت کی بھی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ میں اس اذیت سے آخری سانس تک گزرتا رہوں گا، مگر کبھی نہیں چاہوں گا کہ اس اذیت کا سامنا ایک اور بھائی کرے۔'' خاموش ہو کر انہوں نے سرخ ہوتی آنکھوں سے عروسہ کو دیکھا تھا، جو سانس روکے ان کو یک ٹک دیکھ رہی تھیں، مگر شوہر کے دل کا درد ان کی آنکھوں سے بہنے لگا تھا۔
''اس کے پاس چلی جاؤ، میری زندگی میں اذیتوں کی انتہا بھی ہو جائے، تو بھی مجھے تمہارے لیے اور اپنی اولاد کے لیے جینا ہے، مگر تم پر کوئی ظلم کر کے میں اپنی عاقبت کو اذیت سے دوچار نہیں کرنا چاہتا، جب تک تم نہ چاہو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں تمہارے بھائی سے نہ الگ کر سکتی ہے نہ تمہارے لیے اس کو زندہ درگور کر سکتی ہے، میری طرف سے تمہیں اجازت ہے، میری وجہ سے جتنا عرصہ تم نے اپنے دل کو اپنے بھائی کے لیے مارا ہے، اس کے لیے تم مجھے معاف کر دو۔''
''میں آپ کا یہ احسان۔۔۔۔۔'' دل کی اذیت نے عروسہ کی زبان بند کر دی تھی، ان کے سینے سے سر ٹکاتے ہوئے عروسہ کی سسکیاں بلند ہونے لگی تھیں۔
''یہ احسان نہیں، تمہارا حق ہے، بس اتنا یاد رکھنا کہ اپنے بھائی کے پاس تم صرف اسی کے لیے جا رہی ہو، اس کی بیوی

کے لیے نہیں۔'' ان کے سنجیدہ لہجے میں ایک تنبیہہ چھپی تھی۔

❀-----○-----❀

''منیزہ مصطفیٰ! تم نے میرے سلام کا جواب نہ دے کر اچھا نہیں کیا۔'' عثمان کی بڑبڑاہٹ بیلا کے کانوں تک پہنچی تھی، جو ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔

''ہارون کے سامنے اس کا ہاتھ پکڑنے کے بعد وہ اب تمہاری طرف دیکھ لے تو یہ بھی بڑی بات ہے۔'' بیلا نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا جو لیپ ٹاپ میں مصروف بیڈ پر ہی نیم دراز تھا۔

''وہ آن لائن ہے تو سوچا اس کی طبیعت کے بارے میں پوچھ لوں، انسٹی ٹیوٹ سے غائب ہونے کے لیے بہانے بہت ہوتے ہیں اس کے پاس۔'' وہ مصروف انداز میں بولا تھا۔

''ایک بات بتاؤں تمہیں۔'' بالوں کو ہیئر بینڈ میں قید کرتی وہ ڈریسنگ کے سامنے سے ہٹی تھی۔

''جب تم میرے علاوہ کسی اور کے لیے اتنی توجہ کا اظہار کرتے ہو تو یقین کرو میری نظر میں تم سے زیادہ کوئی چیز زہریلی نہیں ہوتی۔'' اس کے چبھتے لہجے پر عثمان نے مسکراتی نظروں سے اس کے صبیح چہرے پر ناگواری کے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''جیلیسی میں بھی تم قیامت لگتی ہو۔''

''عثمان میں سنجیدہ ہوں۔''

''میں تم سے زیادہ سنجیدہ ہوں، مگر صرف تمہارے لیے۔'' وہ آنکھوں میں شرارت سجائے بولا تھا جبکہ کال بیل کی وجہ سے وہ بحث ترک کرتی کمرے سے نکل گئی تھی، جبکہ عثمان دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، چند لمحے گزرے تھے جب باہر سے آتی آوازوں پر وہ چونکا تھا، اسی لمحے اس نے فاران کو عجلت میں اندر آتے دیکھا تھا۔

''باہر آ کر دیکھیں کون آیا ہے۔'' فاران کے خوشی سے بھرپور لہجے پر وہ ایک پل کے لیے حیران ہوا تھا، مگر اگلے ہی پل اس سے کوئی سوال کیے بغیر وہ تیزی سے کمرے سے نکلا تھا۔ سامنے جو منظر اسے نظر آیا وہ اس کے قدموں کو ساکت کر گیا تھا۔ اسے اپنی بصارت پر شک ہوا تھا۔ مگر یہ سچ تھا کہ بیلا سے لپٹ کر روتیں عروسہ حقیقتاً وہاں موجود تھیں۔ جب تک عثمان کو ان کی موجودگی کا یقین آیا وہ بیلا کو چھوڑ کر اس کے قریب آ گئی تھیں۔ اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔ عروسہ کا اتنی بری طرح رونا اس کو اندیشوں میں مبتلا کر رہا تھا۔

''آپی! کیا ہوا ہے۔ آپ اس طرح کیوں رو رہی ہیں؟'' عثمان کا رنگ فق ہونے لگا تھا مگر عروسہ کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔

''ان کو ہر وقت روتے رہنے کی عادت ہو چکی ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ویسے یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ پاپا نے ان کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔''

فاران کی اطلاع نے عثمان کو بے یقین کیا تھا۔

''آپی! کیا یہ سچ ہے۔ انہوں نے خود آپ کو یہاں بھیجا ہے؟'' فاران کی اطلاع نے عثمان کو بے یقین کیا تھا۔

''آپی! کیا یہ سچ ہے۔ انہوں نے خود آپ کو یہاں بھیجا ہے؟''

''ہاں! تمہارے لیے، تمہاری وجہ سے۔ مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہیں سب کے سامنے تھپڑ مارا تھا۔'' عروسہ بمشکل بول سکی تھیں۔

''آپ کو اپنے گھر میں دیکھنے کے لیے وہ تھپڑ مہنگا نہیں تھا۔ میں بہت خوش ہوں۔ آج کا دن میرے لیے بہت خوب صورت ہے۔'' عثمان نے مسکراتے ہوئے ان کو پھر اپنے ساتھ لگا لیا تھا اور ایک جانچتی نگاہ بیلا پر ڈالی تھی۔ وہ خاموش تھی مگر اس کے چہرے پر کسی ناگواری کا تاثر نہیں تھا۔ یہ چیز عثمان کے لیے سکون کا باعث تھی۔

''بیلا! تم نے مجھے معاف کر دیا؟'' عروسہ دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

''معافی تو مجھے آپ سے مانگنی ہے بھابی! ہماری وجہ سے اور ہمارے لیے آپ کو بہت کچھ سہنا پڑا تھا۔ اگر میرے دل میں کوئی شکایت تھی بھی تو آپ نے یہاں آکر اپنے بھائی سے پہلے مجھے گلے لگا کر ہر شکایت کو ختم کر دیا ہے۔'' ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے وہ دل سے بولی تھی۔

''میں اور مان! اگر آج ساتھ ہیں تو صرف آپ کی وجہ سے آپ کی دعاؤں کی وجہ سے۔''

''آپی! بھائی اور امی کو پتا ہے کہ آپ یہاں آئی ہیں؟'' عثمان کو یاد آیا تھا۔

''نہیں، تم برہان کو ابھی کال کرو۔'' وہ بولی تھیں۔

''آپ رکیں، یہ خوش خبری پہلے میں برہان ماموں اور نانو کو دوں گا۔'' فاران نے فوراً کہا تھا۔

❀------○------❀

ہیئر ڈرائر سے بالوں کو خشک کرتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہوتی منیزہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''عون نے تمہیں تنگ تو نہیں کیا زیادہ؟''

''بالکل نہیں۔ یہ آرام سے میری گود میں رہا اور مزے سے اب سو رہا ہے۔'' بچے کو احتیاط سے کاٹ میں لٹاتی وہ بولی تھی اور پھر خرمن کی طرف ہی آتی ڈریسنگ کے کنارے پر براجمان ہوگئی تھی۔ لائٹ اورنج کلر کے سادہ سے مگر نفیس تراش خراش شیفون جارجٹ کے لباس میں اس کا سراپا بہت کھلا کھلا نظر آ رہا تھا۔ خاموشی سے اس کے نکھرے نکھرے چہرے کو دیکھتے ہوئے منیزہ کسی سوچ میں مبتلا ہونے لگی تھی۔

''کیا ہوا، اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟'' بالوں میں برش پھیرتے ہوئے خرمن نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا تھا۔

''دیکھ رہی ہوں کہ بیلا کو تم پر کتنی محنت کرنی پڑی ہوگی۔ چہرے کا حشر بگاڑ رکھا تھا تم نے۔ ایک بچے میں تمہارا یہ حال ہے تو آگے......''

''خاموش رہو۔'' خرمن نے درمیان میں ہی اسے گھرکا تھا جو بے ساختہ ہنسی تھی۔

''تمہارے اس چہیتے نے قسم لے رکھی ہے کہ یہ مجھے اپنے سوا کہیں دیکھنے تک نہیں دے گا۔ اس کی وجہ سے میری ساری رات جاگتے ہوئے گزرتی ہے۔ یہ تو دن بھر سوتا رہتا ہے۔ عارش تو ترس جاتا ہے کہ یہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھ لے اور رات گئے جب یہ جاگ رہا ہوتا ہے تو عارش سو رہا ہوتا ہے۔ وہ الٹا مجھ سے شکایت کرتا ہے کہ میں اسے دن میں سونے کیوں دیتی ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ چند ہفتوں کے بچے کے لیے سونے جاگنے کا وقت کیسے مقرر ہو سکتا ہے؟'' اس کے حیران لہجے پر منیزہ بس مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

''اگر تم اور بیلا نہ ہوتیں تو میں جو چند گھنٹے سکون سے دن میں سو لیتی ہوں اس سے بھی محروم رہتی۔ آج عارش کے جانے کے بعد بیلا مجھے اپنے گھر لے گئی تھی۔ وہاں میں نے نیند پوری کی اس کے بعد وہ مجھے زبردستی اپنے پارلر میں کھینچ کر لے گئی۔ ورنہ میں تو اپنے آپ کو بھی بھول گئی ہوں۔''

''شادی کے بعد زندگی کتنی مشکل ہو جاتی ہے، میں تمہیں دیکھ دیکھ کر سبق حاصل کر رہی ہوں۔'' منیزہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

''ہاں بالکل سبق حاصل کرو مگر شادی بہرحال تم نے بھی کرنی ہی ہے۔'' بالوں میں کیچر لگاتے ہوئے وہ مسکرائی تھی۔

''میری شادی کا معاملہ تو تمہارے ہاتھ میں ہے۔'' منیزہ کے سنجیدہ لہجے پر وہ چونکی تھی جب کہ منیزہ اس کے ہاتھ سے برش لیتی اس کے عقب میں آگئی تھی اور اس کے ادھ کھلے بالوں میں برش پھیرنا شروع کر دیا تھا۔

''یہ کہنے کا مطلب کیا ہے تمہارا......؟'' آئینے میں اس کے عکس کو دیکھتی خرمن خاموش نہیں رہ سکی تھی۔

''جب تک تم ان کو قبول نہیں کرو گی۔ وہ کس طرح میری طرف قدم بڑھا سکتے ہیں۔'' اس کے بالوں میں دھیرے دھیرے برش پھیرتی وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

''منیزہ! بے خبری میں تمہارے معاملے کو میں جہاں تک لے گئی کافی ہے۔ مجھے تم سے ہرگز یہ امید نہیں کہ اس شخص کے لیے تم مجھے کسی چیز کے لیے مجبور کرو۔'' خرمن کا لہجہ تلخ تھا۔

''ایسا نہیں ہے خرمن! ہارون نے مجھ سے کچھ نہیں کہا مگر میں سمجھ سکتی ہوں کہ.....''

''منیزہ! بہتر ہے کہ مجھ سے اس بارے میں کوئی بات نہ کرو۔'' خرمن نے اس کی بات کاٹی تھی۔

''ٹھیک ہے خرمن! ان حالات کی نذر ہو کر میرا نصیب بھی جھلس جائے تو بھی اب میں تم سے کیا کسی سے کوئی امید نہیں رکھوں گی۔'' منیزہ کے بکھرے بجھے لہجے پر خرمن کے دل کو دھکا سا لگا تھا۔ بغور اس نے منیزہ کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر اذیت و درد بکھرا تھا۔ اس سے پہلے کہ خرمن کچھ کہتی کال بیل نے خاموشی کو توڑ دیا تھا۔ اس سے نگاہ ملائے بنا منیزہ پہلے ہی تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔ گیٹ کھولتے ہی وہ دنگ ہوئی تھی جب کہ ایبک اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اندر آ گیا تھا۔

''ایبک! یہیں رک جاؤ اگر خرمن نے تمہیں دیکھ لیا تو.....'' دہل کر اسے روکتے ہوئے منیزہ حد درجہ پریشان ہو اٹھی تھی کیوں کہ خرمن بیڈ روم سے باہر آ رہی تھی اس کے بپھرتے چہرے کو دیکھنے کے باوجود ایبک بہت دلیری سے اس کی جانب گیا تھا۔

''اس سے پہلے کہ میں تمہیں دھکے دے کر اس گھر سے نکالوں، دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔'' خونخوار نظروں سے ایبک کو گھورتی وہ غرّائی تھی۔

''تو پھر آپ بھی سن لیں آپ مجھے دھکے دے کر بھی یہاں سے نکالیں تو بھی میں نہیں جاؤں گا۔ میں عون کو لینے آیا ہوں اور اسے اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔'' ایبک بھی اس کا ہی بھائی تھا جس طرح ہٹ دھرمی سے وہ چیخا خرمن کا پارہ بلند ہوتا گیا تھا۔

''منیزہ! تم نے اسے اندر کیسے آنے دیا؟ اسے یہاں سے نکالو، ورنہ میں اس کا چہرہ بگاڑ دوں گی۔'' اشتعال میں منیزہ پر چیختی وہ گھر میں داخل ہوتے عارش اور عثمان سے قطعی لاتعلق تھی۔

''میں آپ سے کچھ نہیں مانگ رہا، وہ عارش کا بیٹا ہے۔ میں اسے ساتھ لے کر ہی جاؤں گا کیوں کہ میں اب اور اپنے ماں باپ کو تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔'' ایبک حلق کے بل چیخ رہا تھا۔

''آپ کو شرم نہیں آتی اپنے ماں باپ کو اذیت دے کر مگر میں آپ کی طرح پتھر اور بے حس نہیں ہوں۔'' زناٹے دار تھپڑ ایبک کی زبان بند کر گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ خرمن مزید ایک اور تھپڑ سے اس کا چہرہ لال کرتی، سرعت سے عارش نے اس کا ہاتھ روکا تھا۔

''خرمن! ہوش میں آؤ، کیا کر رہی ہو تم۔'' عارش کی غصیلی آواز نے ایبک کے سکتے کو توڑا تھا۔ عارش نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ اس کا بھی ہاتھ جھٹکتا دوڑتا ہوا گھر سے نکل گیا تھا۔

''خرمن! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بہت غلط کیا ہے یہ تم نے۔'' شدید تاسف سے منیزہ بولے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

''کیا غلط کیا ہے میں نے؟ کس حق سے وہ یہاں آیا تھا؟ کس حق سے وہ میرے بچے کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا؟'' بھڑکتے لہجے میں وہ منیزہ پر چیخ اٹھی تھی۔

''وہ بھائی ہے تمہارا۔ اسی حق سے یہاں آیا تھا جسے تم قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اپنی ضد میں آخر کب تک کس کس کو اذیت دو گی تم؟'' عارش کا ضبط ختم ہوا تھا جو اس کی آواز بلند ہوئی تھی۔

''مجھ سے اب کوئی راحت کی توقع بھی نہ رکھے۔ مجھ تک اور میرے بچے تک پہنچنے کی اب کوئی کوشش بھی نہ کرے ورنہ تم آگے بھی ایسا کوئی لحاظ باقی نہیں رکھوں گی۔'' وہ چیخی تھی۔

''مگر میں اب تمہاری من مانیاں برداشت نہیں کروں گا۔ یہ تم بھی سن لو۔'' غصیلی نظروں سے اسے دیکھتا وہ جن تیوروں کے ساتھ بیڈ روم کی سمت بڑھا تھا ان تیوروں کو جانتے ہی خرمن سرعت سے درمیان میں آتی اس کا راستہ روک گئی تھی۔

''میں جانتی ہوں تم کیا کرنے جارہے ہو مگر کان کھول کر سن لو تم میرے بچے کو یہاں سے لے گئے تو میں زمین آسمان ایک کر دوں گی۔'' اس کی وارننگ سنے بغیر وہ اسے سامنے سے ہٹاتا رکے بغیر بیڈ روم میں داخل ہو گیا تھا۔ دوسری جانب عثمان کی طرح منیزہ بھی اپنی جگہ ساکت دم سادھے خرمن کو دیکھتی رہی تھی جو جارحانہ انداز میں ہی عارش کے پیچھے بیڈ روم میں گئی تھی۔

سر سے پیر تک آگ کے شعلوں میں جھلستی وہ عارش سے پہلے ہی آگے بڑھ کر کاٹ میں موجود عون اور اس کے درمیان دیوار بن کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''خرمن! میرا راستہ مت روکو، مجھے ایسا کچھ کرنے پر مجبور مت کرو، جو میں کرنا نہیں چاہتا۔'' عارش کا اشتعال بڑھا تھا۔

''تم میری اجازت کے بغیر میرے بچے کو کہیں نہیں لے جاسکتے۔'' وہ چیخی تھی۔

''مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔'' عارش کی آواز اس سے زیادہ بلند تھی جس پر منیزہ بیڈ روم میں داخل ہونے سے خود کو روک نہیں سکی تھی۔

''یہ میری اولاد ہے میں جہاں چاہوں گا اسے لے جاؤں گا۔ تم مجھے روک نہیں سکتیں۔'' عارش کے اس انتہائی مشتعل انداز نے جہاں منیزہ کی سانس روک دی تھی وہیں خرمن کے حواس بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

''تم اسے نہیں لے جاسکتے، یہ تمہاری اولاد نہیں ہے۔'' خرمن کی چنگھاڑتی آواز پگھلے سیسے کی طرح عارش کے کانوں میں اتری تھی۔ بس ایک پل کے لیے وہ سناٹے میں آیا تھا مگر اگلے ہی پل اس کا اٹھتا ہاتھ اس شدت سے خرمن کے چہرے پر پڑا تھا کہ اس کے ہاتھ سے رسٹ واچ بھی نکلتی خرمن کے قریب جا گری تھی جو اس تھپڑ کی تاب نہ لا کر بری طرح منہ کے بل کارپٹ پر گرتی پھر اٹھ نہ سکی تھی۔

''عارش!'' منیزہ خوف سے چیختی جہاں عارش کی سمت بھاگی وہیں باہر رکا عثمان گھبرا کر بیڈ روم میں آ گیا تھا۔

''عارش! رک جاؤ، ہوش کرو کچھ۔ کیا کر رہے ہو تم؟'' چیختے ہوئے منیزہ نے اس کا بازو پوری قوت سے جکڑ کے اسے دوبارہ خرمن کی طرف بڑھنے سے بمشکل روکا تھا۔

''مت روکو مجھے ہوش میں تو آج آیا ہوں میں۔'' ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑاتا وہ منیزہ پر دھاڑا تھا مگر وہ دوبارہ اس کے بازو سے لگتی سسک اٹھی تھی۔

''کسے گالی دی ہے اس نے، مجھے، اپنے آپ کو یا اس معصوم بچے کو؟ پوچھو اس سے۔'' شدید غم و غصے میں چلا اٹھا تھا۔ اس کی خون رنگ آنکھوں اور انگارہ چہرے نے عثمان کو دم بخود کر دیا تھا۔

''میں لعنت بھیجتا ہوں خود پر کہ میں نے اس عورت کے حوالے اپنا سب کچھ کر دیا، اس سے شادی کرنا میری زندگی کی سب سے بھیانک غلطی بن چکی ہے۔ آج مجھے یہ یقین ہو گیا ہے۔ آج ایک ہی ٹھوکر میں یہ مجھے اندھی کھائی میں پھینک چکی ہے۔ ٹھیک کہا گیا ہے ایک، یہ بے حس ہے بے حسی کی انتہا کر چکی ہے یہ، جو اسے اپنا خون پلا کر پروان چڑھاتے رہے، اپنی ذات، خاندان، یہاں تک کہ خود کو بھی بھول گئے۔ یہ ان کو بدلے میں اذیتیں اور تنہائی دے چکی ہے۔ جو اسے دنیا میں لانے کا جرم کر چکے تھے جو اس کی جدائی میں خوشیاں خود پر حرام کر چکے تھے۔ یہ ان کو بھی خون کے آنسو رلا رہی ہے۔ یہ بے حسی، سفاکی نہیں تو اور کیا ہے۔'' وہ سب جو اس کے لیے اپنی اپنی زندگی تیاگ چکے ہیں، یہ ان کی نہ بن سکی تو میری وفادار کیسے بن سکتی ہے۔ یہ احسان فراموش ہی نہیں اولاد اور انسانیت کے نام پر بھی طمانچہ ہے۔ نہیں ہے میرا اس سے کوئی رشتہ، نہیں ہے میری کوئی اولاد۔'' شدید اشتعال میں دھاڑتے ہوئے اس نے ایسی آخری شعلہ بار نگاہ خرمن پر ڈالی تھی جو چہرہ چھپائے بے حس و حرکت ہی پڑی تھی۔ شدید جارحانہ قدموں سے وہ کسی بھی جانب دیکھے بغیر دروازے کی سمت بڑھ گیا تھا۔ جہاں موجود عثمان کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ آج سے پہلے اس نے کبھی عارش کو اس قدر اشتعال میں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے بپھرے چہرے پر غیض و غضب کے ایسے تاثرات تھے کہ عثمان کی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ اسے مخاطب کرتا یا روکنے کی

کوشش کرتا۔

کمرے میں اب صرف عون کے رونے کی ہلکی سی مہین آواز سنائی دے رہی تھی۔ سناٹے میں گھری منیزہ اور عثمان کے درمیان خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔ پھر بہت ہمت کر کے منیزہ نے خرمن کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

''خرمن!'' منیزہ کے حلق سے بمشکل آواز نکلی تھی۔ اس کے چھوتے ہی خرمن کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی تھی۔ اس کے چہرے کو دیکھتے ہی منیزہ کا دل دہل اٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں خشک اور چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہو رہا تھا اور ہاتھ برف کی طرح یخ بستہ، منیزہ سے نظر ملائے بغیر وہ بہت خاموشی سے اٹھی تھی اور کاٹ میں روتے عون کی جانب بڑھ گئی تھی۔

ہراساں ہو کر منیزہ نے عثمان کی جانب دیکھا تھا جس کی اپنی کیفیت منیزہ سے زیادہ مختلف نہیں تھی۔ دوسری طرف خرمن کاٹ میں سے عون کو اٹھا کر واپس منیزہ کی طرف آئی تھی۔

''اسے ایبک کے پاس لے جاؤ۔ عثمان تمہیں وہاں لے جائے گا۔'' اس کے سپاٹ لہجے نے منیزہ کو بے یقین سا کیا تھا مگر کچھ بول نہیں سکی تھی۔ خاموشی سے عون کو سنبھالے وہ بیڈروم سے نکلی تو عثمان بھی پیچھے آیا تھا۔

''عثمان! کیا تم نے بھی وہی سنا جو میں نے سنا ہے؟''

''ہاں، ایسا جو ہو رہا ہے۔ اسے ہونے دو۔ خرمن کو یہاں تنہا چھوڑ کر جانا قطعی مناسب نہیں ہے۔ میں پہلے بیلا کو یہاں لے آتا ہوں پھر ہم چلتے ہیں۔'' عثمان بولتے ہوئے عجلت میں وہاں سے گیا تھا۔

❀------○------❀

دروازہ کھولتے ہی فاطمہ اس کے چہرے کو دیکھ کر ہول اٹھی تھیں۔ جو ان کی جانب دیکھے بغیر تیز قدموں سے صحن عبور کرتا جا رہا تھا۔ فاطمہ کی پکاریں جیسے اس نے سنی ہی نہیں تھیں، اپنے کمرے میں جاتے ہی اس نے دروازہ لاک کر لیا تھا۔ دل، دماغ میں آگ بھڑک رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ کند چھری اس کی شہ رگ میں اترتی جا رہی ہے۔ دکھ، اذیت اور ضبط کی شدت سے اس کی رگیں نیلی پڑ رہی تھیں۔ ڈریسنگ کے آئینے میں نظر آتے عکس سے اسے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ ضبط کا دامن اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے ایک کے بعد ایک اپنے ہی چہرے پر تھپڑ لگاتا وہ گھٹنوں کے بل گرا تھا گرم سا سیال اس کی لہو رنگ آنکھوں سے بہہ نکلا تھا۔ اشتعال کا مزید ایک ریلا اس کے دماغ میں داخل ہوا تھا۔ ایک ہاتھ مار کر اس نے ڈریسنگ پر رکھی چیزوں کو زمین بوس کر ڈالا تھا۔ باہر دروازے پر مامی بار بار دستک دیتیں اسے پکار رہی تھیں، جو کچھ بھی سننے سمجھنے کی حالت میں نہ تھا۔ خالی ڈریسنگ پر اس کے ہاتھ پھیلے تھے۔ ڈریسنگ کے کنارے سے پیشانی ٹکائے بری طرح درد کے سمندر میں ڈوبتا ابھرتا نڈھال ہو رہا تھا۔

ایسا ہوتا ہے زندگی میں جو ہم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہو نہیں پاتا اور جو ہم نہیں کرنا چاہتے۔ وہ سب کروانے کے لیے پوری کائنات سازش میں لگ جاتی ہے۔ کبھی وقت مجبور کر دیتا ہے۔ کبھی حالات بس سے باہر ہو جاتے ہیں۔ لاکھ سر پٹخنے کے باوجود ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں اور حالات زندگی کے یہ وہ ہتھیار ہیں جن کے سامنے دنیا کے کسی ہتھیار کی نہ اہمیت ہے نہ کوئی معنی۔

بند دروازے نے احمد حسین کے مضبوط اعصاب بھی چٹخا دیے تھے۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ عارش کی وجہ سے وہ اور فاطمہ اس درجے ہراساں اور پریشان ہو رہے تھے ورنہ عارش کے لیے ان دونوں کو اپنی ذات سے کوئی تکلیف دینا کسی گناہ سے کم نہ تھا۔ احمد حسین کو صرف عارش کی فکر تھی۔ اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ کچھ غلط نہیں۔ بہت زیادہ غلط ہو چکا ہے۔ ورنہ عارش کبھی اس حد تک نہیں جا سکتا تھا۔

''میں نے منیزہ کو فون کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ ایبک، خرمن کے پاس گیا تھا۔ بس اسی کو لے کر عارش اور خرمن کے درمیان بحث ہو گئی ہے۔'' فاطمہ بتا رہی تھیں۔

''بات صرف بحث تک محدود نہیں ہے فاطمہ! تمہاری بیٹی کی بڑی سے بڑی بات وہ صبر سے سہہ جانے والا ہے۔ بات کچھ اور ہے ورنہ عارش اتنا دلبرداشتہ نہیں ہوتا کہ اسے میری تمہاری پکاریں بھی نہ سنائی دیں۔'' احمد حسین کے لہجے میں غم و غصہ تھا۔

''اسے یہی کرنا چاہیے۔ کیا آپ نے اس کی بات سنی تھی؟ خرمن کی وجہ سے آپ نے اس کے ساتھ غلط نہیں کیا تھا؟ اس کے بچے کا چہرہ تک دیکھنے سے انکار کر دیا تھا آپ نے اگر میں اسے نہ روکتی تو وہ بچے کو یہاں تک لے آتا تاکہ آپ بچے کا چہرہ تو دیکھ لیں مگر مجھے پتا تھا کہ آپ بھی اپنی بیٹی کی طرح اپنے فیصلے سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ آپ دونوں نے اپنی ضد میں اسے نظر انداز کیا۔ بے قصور اسے سزا دی۔ آخر وہ کہاں تک برداشت کرے گا۔'' فاطمہ بولنے پر آئیں تو رکی نہیں تھیں۔ وہ غلط نہیں تھیں سو احمد حسین خاموشی سے سن رہے تھے۔ ابھی ان کو صرف عثمان کا انتظار تھا۔

❀-----O-----❀

بیک کراؤن سے پشت لگائے بیٹھی وہ کسی مجسمے کی طرح ساکت تھی۔ خالی آنکھیں بند دروازے پر جمی تھیں۔ اسے اپنا وجود ملبے تلے دھنسا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ یہ ملبہ اس دیوار کا تھا جس کے سہارے وہ کھڑی رہا کرتی تھی مگر آج اس دیوار کے ساتھ اس کی انا کا ملبہ بھی سر پر آ گرا تھا۔

بہت آہستگی سے بند دروازہ کھلا تھا۔ عون کو ہاتھوں میں سنبھالے ایک اندر داخل ہوا تھا مگر خرمن کو ایک ٹک اپنی جانب دیکھتا پا کر وہیں دروازے کے قریب رک گیا تھا۔ تب ہی کمرے میں داخل ہوتے مزید دو چہروں نے یکا یک اس کے تنفس کو بڑھا دیا تھا۔ اتنا کہ اگر وہ غور کرنے کے قابل ہوتی تو اپنی ڈوبتی ابھرتی کراہتی سانسوں کا شور خود سن سکتی تھی مگر وہ اسی طرح ساکت پتھرائی نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جن کے چہرے آنسوؤں سے بھیگ رہے تھے۔ برسوں کی اذیت ان چہروں پر بکھری ہوئی تھی۔ اس کے سر کو چہرے کو ہاتھوں کو بار بار پاگلوں کی طرح چومتی یہ روتی سسکتی عورت اس کے لیے انجان نہیں تھی۔ نو ماہ تک یہ عورت اس کو اپنے وجود میں چھپائے، اس کا بوجھ اٹھائے، اس کے نقش اپنے تخیل سے بُنتی رہی ہو گی۔ برسوں پہلے اس نے اپنی گود اجڑنے کا تصور تک نہ کیا ہو گا۔ اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے پیروں کو ہاتھوں کی گرفت میں لیے جھکے سر، جھکے کاندھوں کے ساتھ گھٹ گھٹ کر روتا یہ شخص برسوں پہلے، پہلی بار اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے یقیناً خوشی کی سب سے بلند چوٹی پر پہنچا ہو گا۔ اس شخص نے کتنے خواب اس کے لیے اپنی آنکھوں میں سجائے ہوں گے۔ اس وقت وہ انجان ہو گا۔ آنے والی قیامتوں سے، جب وقت نے اس کی آنکھوں سے خواب اور دل کے ارمان بے دردی سے نوچ کر پھینک دیئے تھے۔ آنسوؤں کی یہ بارش لرزتے کانپتے یہ لمس، ان کراہوں، سسکیوں میں چیختی پکاریں اس کے لیے نامانوس تو نہیں تھیں۔ یہ پکاریں، یہ سسکیاں تو ہر رات کے کسی نہ کسی پہر میں اس کا پیچھا کرتی رہی تھیں، اسے اپنے حصار میں باندھ لیتی تھیں۔ اس کی سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں [illegible] ابلتا لاوا آنکھوں تک پہنچنے کے لیے بے تاب تھا۔ لب سیے وہ بار بار کبھی صبیحہ کو دیکھتی اور کبھی ہشام قزلباش کو مگر پیاس تھی کہ بجھ ہی نہ رہی تھی۔ دل غم کی شدت سے پھٹے جا رہے تھے۔ سارے لفظ ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ زبانیں گنگ تھیں مگر آنسو بول رہے تھے۔ جذبات کی شدتوں سے بلند ہوتی کراہیں در و دیوار کو چیر رہی تھیں۔

قدرت نے دل کے ایک حصے میں کچھ رشتوں کی اہمیت کو سورج کی مانند رکھا ہے اس کی کرنیں اگر دل سے اس مخصوص حصے تک نہ پہنچیں تو وہ حصہ ایک تاریک خنک غار بن کر رہ جاتا ہے جس میں نہ کچھ دکھائی دے سکتا ہے نہ زندگی کی رمق مل سکتی ہے۔ آج دل کے اس مخصوص حصے سے تاریکی چھٹ گئی تھی۔ کرنوں کی تیز روشنی میں آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ ہشام قزلباش کے سینے سے لگی وہ بلک رہی تھی۔ تڑپ رہی تھی۔ ان کے صدیوں سے ماتم کدہ دل اور سلگتے سینے پر جیسے خرمن کے آنسوؤں کی صورت اللہ کی رحمت برس رہی تھی۔ تپتا صحرا جل تھل ہو گیا تھا۔ وہ ان ہی خوب صورت مقدس لمحوں میں سانس لے رہے تھے۔ جب انہوں نے پہلی بار اس کے ننھے وجود کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔ آج بھی اس کے رونے، کراہنے کی بلند

آواز پر ان کا دل اپنے رب کی بارگاہ میں تشکر سے سجدہ ریز ہو رہا تھا۔

✿------○------✿

عثمان کا زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس نے بھی تقریباً وہی سب بتایا تھا جو منیزہ سے فاطمہ کو پتا چلا تھا مگر احمد حسین جو بے یقین پہلے ہی تھے اس وقت ششدر رہ گئے تھے۔ جب عثمان سے وہ سب معلوم ہوا جو اب تک ناممکن تھا۔ آخر راتوں رات یہ معجزہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خرمن اس کام کے لیے راضی ہو جاتی، جسے نہ کرنے کی ضد میں وہ اپنے اور ان کے درمیان دیوار کھڑی کر چکی تھی۔ یہ تو وہی جانتے تھے کہ ان کے دن رات کس اذیت میں گزر رہے تھے۔ خرمن میں ان کی زندگی قید تھی۔ اس سے الگ اور لاتعلق رہنے کی کوشش میں ان کی حالت ماہی بے آب جیسی تھی۔ اس کی اولاد کو اپنے سینے سے لگانے کے لیے وہ کس قدر تڑپ رہے تھے۔ یہ ان کا رب جانتا تھا یا وہ جانتے تھے۔ وہ کسی کو نہیں بس خود کو سزا دے رہے تھے اگر ایسا نہ کرتے تو کیا کرتے؟ کس طرح سامنا کرتے ہشام قزلباش کا جن کو انہوں نے زبان دی تھی جن کی امیدیں احمد حسین سے وابستہ ہو گئی تھیں۔ خرمن نے ان کے مان کو نہیں خود ان کو توڑ کر رکھ دیا تھا وہ واقعی خود پر جبر کرتے کرتے بری طرح ٹوٹ چکے تھے۔

عثمان کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ پھر لاک کر دیا تھا۔ جب کہ عثمان نے جانچتی نظروں سے اس کی سرخ آنکھوں اور تنے ہوئے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''احمد انکل کو میرے کسی بہانے پر یقین نہیں آئے گا اگر تم اسی طرح کمرے میں بند رہ کر ان کی پریشانی کو بڑھاتے رہے۔''

''میں آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنے کے قابل نہیں رہا ہوں اور تم چاہتے ہو کہ میں ان کا سامنا کروں مگر کس منہ سے؟'' عارش کا لہجہ دھیما مگر بھڑکتا ہوا ہی تھا۔

''دھجیاں اڑ چکی ہیں میری، میں سامنا اس لیے نہیں کرنا چاہتا کہ کہیں میرا کوئی لفظ ماموں جان اور مامی کے لیے اذیت کا سبب نہ بن جائے۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ بمشکل ضبط کیے بولا تھا۔

''میں سب کچھ سمجھ سکتا ہوں عارش! مگر اس طرح خود کو قید کر کے بھی تم ان کو اذیت دے رہے ہو، تمہارے اور خرمن کے درمیان جو غلط ہوا ہے وہ سب کسی کے کانوں تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ ورنہ ہو سکتا ہے بدگمانیاں پیدا ہو جائیں یہاں اب تمہاری اور خرمن کی عزت اور امیج کا بھی سوال ہے۔ پہلے میری بات پوری سن لو پھر تم جو کہو گے میں سنوں گا۔'' عارش نے بگڑ کر کچھ کہنا چاہا تھا کہ عثمان نے سرعت سے اسے روک دیا تھا۔

''جانتے ہو تمہارے گھر سے نکلنے کے بعد خرمن نے عون کو میرے اور منیزہ کے ساتھ ایبک کے گھر بھیج دیا تھا۔ ہشام انکل اور آنٹی اس وقت خرمن کے پاس ہیں اور اسے لے کر کسی بھی لمحے یہاں پہنچنے والے ہیں۔ تمہاری ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا ہوں اور ابھی یہاں تمہاری موجودگی مناسب نہیں ہے۔ اس لیے تم فوراً میرے ساتھ باہر چلو۔'' عارش کے شدید دنگ تاثرات کے باوجود عثمان نے عجلت میں اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

برآمدے میں ٹہلتے ہوئے ان کا اضطراب کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی عارش، عثمان کے ہمراہ گھر سے جا چکا تھا۔ انہوں نے پہلے ہی فاطمہ کو روک دیا تھا کہ عارش سے کسی قسم کا کوئی سوال نہ کریں۔ جس وقت وہ کمرے سے باہر آیا۔ اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ان کو شدید دھچکا پہنچا تھا۔ خرمن کی فطرت سے وہ واقف تھے۔ اس لیے سخت پشیمان ہوا تھے۔ دوسری طرف عارش بھی شاید ان کے سامنے ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ احمد حسین جانتے تھے کہ وہ ان سے ناراض ہے۔ بدگمان ہے، رہی سہی کسر خرمن نے پوری کر ڈالی تھی۔ یہ سچ تھا کہ ارادہ اور نیت نہ ہونے کے باوجود بیٹی کی محبت میں انہوں نے عارش کو کئی بار نظر انداز کیا تھا۔ شاید اس لیے بھی ایسا ہوا کہ ان کو عارش پر بھروسا تھا کہ وہ ان کی پوزیشن کو سمجھتا ہے۔ وہ خرمن سے زیادہ معاملہ فہم رہا ہے لیکن آج وہ اس سے بہت زیادہ شرمندہ تھے۔ اس کے لیے مضطرب تھے۔ سوچوں کی یلغار

میں وہ اس وقت خود کو بہت تنہا اور بے بس محسوس کر رہے تھے۔ اردگرد پھیلا سناٹا اور ویرانی ان کی بے چینی اور گھبراہٹ میں اضافہ کررہی تھی۔ دل کی تڑپ بڑھتی ہی چلی جارہی تھی۔ سب کچھ بھلا کر وہ خرمن کے پاس جانا چاہتے تھے۔ اپنے سینے اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بغیر وہ مر تو سکتے تھے مگر زندہ رہنا ان کے لیے اذیت ناک بنتا جارہا تھا۔ ان کا دل، دماغ ہر سوچ خرمن اور عارش کے گرد گھوم رہی تھی۔ ان دونوں کے بغیر وہ ادھورے تھے۔ ان کی زندگی نامکمل تھی۔

اس وقت بھی وہ برآمدے میں تھے۔ جب کھلتے دروازے نے ان کے قدموں کو ساکت کردیا تھا۔ درد کی ایک تیز لہر ان کے سینے میں اٹھی تھی۔ یہ وہم نہیں تھا۔ وہ حقیقتاً خرمن کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے ہمراہ اور کون کون تھا ان کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ نظر آرہا تھا تو بس یہ کہ وہ دیوانہ وار جانب بھاگتی آرہی ہے۔

''بابا! مجھے معاف کردیں۔ میں نے آپ کو بہت تکلیفیں دی ہیں۔ بس ایک بار معاف کردیں۔'' ان کے سینے سے لگی وہ بلند آواز میں روتی دل کو چیر گئی تھی۔ احمد حسین جو کبھی اس کی آنکھوں میں ایک آنسو تک دیکھنے کی تاب نہ رکھتے تھے۔ آج اس کی کراہوں اور سسکیوں نے ان کو بالکل نڈھال کردیا تھا وہ ان کو جان سے عزیز تر تھی۔ اپنی تکلیف پر نہیں مگر اس کے کرب، آنسو اور التجاؤں نے ان کی آنکھوں کو تر کردیا تھا۔ برسوں پہلے اس کے نیم جاں وجود سے ان کے سینے کی حرارت کا جو رشتہ بندھا تھا۔ وہ رشتہ آج بھی اتنا ہی اٹوٹ اور مضبوط تھا کہ اس کی کوئی خطا کوئی غلطی اس رشتے کی جڑوں کو کمزور نہیں کرسکتی تھی۔ آج بھی اس کے آنے سے ان کے گھر اور زندگی کی ویرانی بھی رونق میں بدل چکی تھی۔ آگے بڑھ کر منیزہ نے خرمن کو سنبھالا تھا جب کہ ہشام قزلباش نے مسکراتے ہوئے عون کو احمد حسین کے حوالے کردیا تھا۔

وہ جیسے دم بخود رہ گئے تھے۔ ساری دنیا کی دولت اس بچے کی صورت میں ان کے ہاتھوں میں سمٹ آئی تھی۔ یہ خرمن اور عارش کا بیٹا تھا۔ ان کی ریاضتوں کا سود سمیت ملنے والا صلہ تھا۔ اس کے چاند سے چہرے کی ٹھنڈی کرنیں ان کی آنکھوں سے دل میں اتر کر عجیب راحت بخش رہی تھیں۔ بھیگی آنکھوں کے ساتھ انہوں نے بچے کی پیشانی کو چوم لیا تھا۔

❀------O------❀

عثمان کے سامنے اس نے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ عثمان بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ دل کا غبار نکال لے۔ یہ ضروری تھا آگے کے حالات بہتر دیکھنے میں۔

عارش کے اعصاب نارمل ہوئے تھے یا نہیں مگر رات گئے گھر واپس لوٹتے ہوئے اس کے دل پر پشیمانی کا بھی بوجھ تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کس طرح وہ احمد حسین اور فاطمہ سے نگاہ ملا سکے گا۔ اگر وہ دونوں اس چیز سے باخبر ہو جاتے کہ وہ خرمن کے ساتھ کس طرح کا جارحانہ سلوک کرچکا ہے تو وہ ان کی نظروں میں بھی ساری زندگی کے لیے گر جائے گا۔

گیٹ احمد حسین نے ہی کھولا تھا۔ حالانکہ وہ ان کا سامنا کر [illegible] ہمت نہیں رکھتا تھا مگر کہیں بھاگ بھی تو نہیں سکتا تھا۔

''اتنا وقت لگا دیا تم نے واپس آنے میں۔ تمہارا فون بھ [illegible] ہا تھا۔ ہشام اور ان کی بیوی کافی دیر تک تمہارا انتظار کرتے رہے تھے۔'' اس کے ہمراہ برآمدے کی طرف بڑھتے وہ بتا رہے تھے مگر اس پر یہ واضح نہیں کرسکے تھے کہ ہشام اور صبیحہ بھی اس بات سے واقف ہیں کہ ایک کی وجہ سے خرمن اور عارش کے درمیان جھگڑا ہوا ہے۔

''مجھے عثمان کے ساتھ جانا تھا۔ باہر وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا اور سیل فون گاڑی میں ہی رہ گیا تھا۔ ابھی راستے میں ہی میں نے آپ کی کالز دیکھی تھیں۔'' بولتے ہوئے وہ قریب آتیں فاطمہ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''عارش! کہاں رہ گئے تھے تم؟ اب کھانا کھائے بغیر مت سونا خرمن نے بھی تمہارے انتظار میں کھانا نہیں کھایا ہے میں ابھی کھانا گرم کرتی ہوں۔''

''نہیں مامی! کھانا میں نے باہر مان کے ساتھ کھالیا تھا۔ آپ صبح مجھے جلدی جگا دیجیے گا۔ میں آفس جانے سے پہلے آپ سب کو گھر لے جاؤں گا۔'' بولتے ہوئے عارش نے ایک پل کو رک کر احمد حسین کو دیکھا تھا۔

''اب تو آپ گھر جانے سے انکار نہیں کریں گے؟''

بالکل نہیں کیوں کہ اب ہم تمہاری بیوی اور تمہارے بغیر تو رہ سکتے ہیں مگر تمہارے بیٹے کے بغیر ہرگز نہیں۔'' احمد حسین مسکرا کر بولے تو اس کے چہرے پر بھی لہراتی ہلکی سی مسکراہٹ دیکھ کر فاطمہ کو کچھ سکون ملا تھا۔

''جاؤ ذرا دیکھو تمہارے بیٹے کا دن تو اب شروع ہوا ہے۔'' فاطمہ چاہتی تھیں کہ وہ بچے اور خرمن کے پاس جائے۔

''اسی لیے تو میں اپنے کمرے میں جا کر سونا چاہتا ہوں۔ شدید نیند آ رہی ہے صبح جلدی بھی اٹھنا ہے۔'' فوراً ہی انکار کرنے والے انداز میں بولتا وہ اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا۔

''مجھے معلوم ہے اس نے باہر کھانا نہیں کھایا ہے۔'' فاطمہ تاسف سے بولی تھیں۔

''بچے کو بھی ایک نظر نہیں دیکھا۔ اس کا کیا قصور ہے؟''

''یہ سب خرمن کی بے وقوفی کا نتیجہ ہے۔ بات ان دونوں کے درمیان ہے۔ اب میں یا تم زیادہ مداخلت نہیں کر سکتے۔ خرمن کو میں نے سمجھا دیا ہے وہ عارش سے معافی مانگے گی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ عارش سے ناراضی دور کر دے گی۔'' احمد حسین سنجیدگی سے بولے تھے۔

❀------O------❀
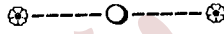
اپنے نام کی پکار پر وہ چونک کر تیزی سے کمرے کی جانب گیا تھا۔

''تم باہر کیا کر رہے تھے۔ رات کا وقت دیکھا ہے تم نے؟'' بیلا کے ناراض لہجے پر وہ بس خاموشی سے دروازہ بند کر رہا تھا۔

''میری اچانک نیند ٹوٹی تو دیکھا تم اپنی جگہ پر موجود ہی نہیں۔ گھبرا ہی گئی میں۔ تمہیں پتا بھی ہے کہ آج کل کیسے عجیب عجیب سے وہم ہونے لگے ہیں مجھے۔'' مزید ناراضی سے بیلا نے اسے دیکھا جو اس کی طرف آ رہا تھا۔

''ہاں! مجھے بالکل پتا ہے لیکن تمہیں خود کو کچھ مضبوط کرنا ہوگا۔ یہ کچھ نہیں بس کچھ میڈیکل ایشوز ہیں جس پروسیس سے تم گزر رہی ہو اس میں ایسا ہو جاتا ہے مگر وہم کو سر پر سوار مت کرو۔ اچھی باتیں سوچا کرو، مجھے دیکھو ایک آئیڈیل باپ بننے کے لیے ریسرچ کر رہا ہوں۔'' اس کے کہنے پر وہ بس ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی مسکراتی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ دھیرے سے اس کا ہاتھ عثمان نے اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ میں جانتی ہوں تم عارش اور خرمن کی وجہ سے ڈسٹرب ہو اور ان کے بارے میں ہی مسلسل سوچ رہے ہو۔''

''ہاں کیوں کہ عارش بہت زیادہ ڈسٹرب ہو چکا ہے۔'' وہ گہری سانس لے کر بولا تھا۔

''خرمن کا فون آف جا رہا ہے۔ میں اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔ یہ تو طے ہے کہ عارش نے بالکل ٹھیک نہیں کیا جو کیا۔''

''تمہیں یہ فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ عارش نے کیا ٹھیک کیا اور کیا غلط۔ وہ انسان ہے فرشتہ نہیں۔ ہر بات تحمل سے نہیں سنی جا سکتی۔ عارش سے جو سرزد ہوا وہ قابل ندامت ہے تو اس سے زیادہ قابل شرم الفاظ وہ ہیں جو خرمن کی زبان سے نکلے تھے۔'' عثمان کے لہجے میں ناگواری در آئی تھی۔

''مجھے عارش کی فکر اس لیے زیادہ ہے کہ خرمن سے کچھ بعید نہیں ہے یہ تو میں جانتا ہوں کہ عارش اس کے لیے کس حد تک پاگل رہا ہے اور اب تو اور بھی زیادہ کہ وہ اس کے بچے کی ماں ہے۔''

''مان! جب عارش کے جذبات سے تم واقف ہو تو خرمن اس کی بیوی ہے۔ زیادہ بہتر اس کو سمجھتی ہے۔ وہ بھی جانتی ہوگی کہ عارش سے جو سرزد ہوا وہ عمل کا ردِعمل تھا۔ یہ سب ہونے کے باوجود اس کے دل میں عارش کے لیے نفرت یا بیزاری نہیں ہو سکتی۔ مجھے خرمن پر یقین ہے۔'' بیلا کے قطعی اور پر یقین لہجے پر عثمان بغور اسے دیکھتا بس خاموش تھا۔

''کیا ہوا؟'' ہلکی خوابناک روشنی میں بیلا کو اس کا یوں دیکھنا کچھ عجیب سا لگا تھا۔

''ابھی جو تم نے اتنے یقین سے خرمن کے لیے کہا اگر یہ سچ ہے تو......'' وہ ایک پل کے لیے رکا تھا۔

''تو ہمیں بھی جان لینا چاہیے کہ فاروق بھائی کا ردِعمل بھی ہمارے عمل کا نتیجہ تھا۔'' عثمان کی اس غیر متوقع بات اور معنی خیز

لہجے نے بیلا کے تاثرات بدلے تھے۔
''میں اب سونا چاہتی ہوں۔تم بھی سو جاؤ۔'' سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے اس نے سرد مہری سے اپنا ہاتھ عثمان کے ہاتھوں سے نکال لیا تھا۔
''ہاں، کافی رات ہوگئی ہے۔'' گہری سانس لے کر عثمان نے بات آگے بڑھانا مناسب نہیں سمجھا کیوں کہ اندازہ ہو چکا تھا کہ بیلا اب کوئی بات سنے گی نہ کرے گی اور مزید وہ اسے بالکل ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

❀-----O-----❀
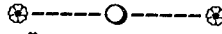
صبح صبح اچانک عارش کو اپنے سامنے دیکھ کر جہاں وہ انتہائی خوش ہوئی تھیں وہیں ان کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں۔
''میں اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھنے تو بالکل نہیں آیا تھا۔ مامی کی طرح آپ کے آنسو دیکھنے کی بھی تاب میں نہیں لاسکتا۔'' اس کے خبردار کرنے پر وہ مسکرائی تھیں۔
''یہ خوشی کے آنسو ہیں عارش! تمہارا ہماری زندگی میں آنا ہی بہت مبارک ثابت ہوا اور یہ پیشن گوئی تو صبیحہ بہت پہلے کر چکی تھیں۔'' ہشام قزلباش بولے تھے۔
''واقعی؟'' عارش حیران ہوا تھا۔
''ہاں یہ سچ ہے۔ میں نے ایک بہت پیارا خواب دیکھا تھا جس میں تم اور خرمن میرے ساتھ تھے اور مجھے یقین سا ہو گیا تھا کہ کچھ بہت اچھا ہونے والا ہے۔'' صبیحہ بولی تھیں۔
''سن کر اچھا لگا مگر مجھے اعتراض اس چیز پر ہے کہ خواب میں بھی آپ کی صاحبزادی میرے تعاقب میں تھیں۔'' اس کے کہنے پر صبیحہ مسکرائی تھیں۔
''سب ابھی وہیں گھر پر ہیں عارش؟'' اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہشام پوچھ رہے تھے۔
''ہم سب ابھی صبح ہی واپس یہاں آئے ہیں۔ مامی نے تائید کی تھی کہ یہ اطلاع یہاں دیتے ہوئے آفس جاؤں۔''
''عارش! رات میں کہاں غائب ہو گئے تھے؟ پتا ہے کتنا انتظار کیا تھا تمہارا؟'' صبیحہ کو یاد آیا تھا۔
''اب یہ سوال جواب بعد کے لیے اٹھا رکھیے عارش کو آفس پہنچنا ہے ناشتے میں دیر نہ ہو۔'' ہشام درمیان میں بولے تھے۔تب ہی کچن میں ہارون کی آمد ہوئی تھی۔
''آپ مستقل چھپے رہنے کی کوشش میں کامیاب ہیں۔ اسی لیے خرمن نے میرے ذریعے آپ کو سلام بھیجا ہے۔'' عارش کے مسکراتے لہجے پر وہ بس دھیرے سے مسکرایا تھا۔
''ایبک کی صبح تو ابھی نہیں ہوسکتی؟'' عارش نے سوالیہ نظروں سے صبیحہ کو دیکھا تھا جو ناشتے کے لوازمات ٹیبل پر رکھ رہی تھیں۔
''کیسے ہوسکتی ہے اس کی صبح اتنی جلدی۔ فجر کی اذانوں تک ہم سب تمہارے اور خرمن کے بارے میں ہی باتیں کرتے رہے تھے۔'' ہارون سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔
''اب وہ جاگنے کے بعد سیدھا تمہاری طرف جائے گا۔عون کے لیے تو وہ پاگل ہوا جا رہا ہے۔'' صبیحہ بتا رہی تھیں جب کہ عون کے ذکر نے عارش کے دل کو مضطرب کیا تھا۔ آج وہ عون کو دیکھے بغیر اسے پیار کیے بغیر گھر سے نکلا تھا۔ یہاں تک کہ ایک نگاہ اس بے رحم کو بھی نہ دیکھا تھا جو اس کے دل پر گہرا گھاؤ لگا چکی تھی۔
''ایبک کے ساتھ آپ بھی گھر جائیے گا۔ مامی نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ آپ آج کا دن ان کے اور خرمن کے ساتھ گزاریں اور رات کے کھانے پر ہم سب ساتھ ہوں گے۔ ہارون آپ کو ضرور آنا ہے۔'' آخر میں عارش نے تاکیدی انداز میں ہارون کو مخاطب کیا تھا۔
''ناراض مت ہونا عارش! مگر میں نہیں آسکوں گا۔ جب تک مجھے خرمن سے معافی مانگنے کا موقع نہیں ملے گا جب تک وہ

مجھے قبول نہیں کرے گی۔ میں اس پر مسلط ہو کر نہیں رہ سکتا۔''

''ہارون! تمہیں اس کا سامنا کرنا ہے تو آج کیوں نہیں۔'' ہشام بولے تھے۔

''بابا میں بس یہ چاہتا ہوں کہ وہ آپ سب کی وجہ سے مجبور ہو کر مجھے معاف نہ کرے۔''

''ہارون! کوئی آپ کو بھی مجبور نہیں کر رہا۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے ویسے بھی یہ آپ دونوں بھائی بہن کا معاملہ ہے۔ آپ دونوں نے ہی اسے سلجھانا ہے۔'' عارش نے کہا تھا۔

❀------○------❀
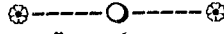
وہ بہت خوش تھا۔ صدیوں بعد دل میں سلگتی آگ میں کچھ کمی آئی تھی۔ صبیحہ اور ہشام کے چہروں پر ایسی خوشی ایسا سکون اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اللہ نے اس کی التجاؤں کو رد نہیں کیا۔ آج ہر لمحہ شکر ادا کرنے کے لیے کم پڑ رہا تھا۔ یہ گھر جہاں ویرانی کے ڈیرے تھے آج خوشیاں یہاں کے در و دیوار سے برس رہی تھیں مگر جب وہ اس منظر میں خود کو سوچتا تو یہ سوال قرار چھین لیتے کہ وہ کیونکر اس پر رحم کرے گی۔ کیوں اسے اپنا مانے گی، حالات نے اس رشتے کی جڑوں میں جو زہر ڈالا تھا اگر وہ زہر رگوں تک میں بھی اتر چکا ہے تو یہ کوئی حیرت کی بات نہ ہوتی۔ شاید ابھی آزمائش ختم نہیں ہوئی تھی۔ ابھی کچھ اور امتحان کا سامنا ہونا باقی تھا۔

آسمان پر پھیلی تاریکی اس کی جلتی آنکھوں میں اترنے لگی تھی۔ کرسی کی پشت سے سر ٹکائے اس نے جیسے تھک کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی اس کی پہلی نظر لان کی سمت گئی تھی۔

ایبک کی ہمراہی میں وہ اسی جانب بڑھنے لگی تھی۔

آنکھیں بند کیے وہ کسی اور ہی دنیا میں پہنچا ہوا تھا۔ منیزہ کی نظریں اس کے چہرے پر ٹھہری سی گئی تھیں۔ کتنا اپنا اپنا سا اور پیارا لگتا تھا۔ اسے یہ شخص اس کے لیے وہ اپنی چاہتوں کی حد کی پیمائش بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ جب وہ اس کے دل کے انتہائی نزدیک آ گیا تھا اور ایک وقت یہ ہے کہ جس میں وہی اسے خود سے دور دھکیل دینا چاہتا ہے۔ کبھی مہربان، کبھی انجان، کبھی بے اختیار، کبھی خول میں قید دکھائی دیتا یہ انسان اسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ اپنی انا، اپنی عزتِ نفس کے لیے اس کا سامنا کرے اس محبت کا اعتبار واپس مانگے جس کا اقرار آنکھوں نے کیا تھا۔ اپنے ان تمام لمحوں کا حساب مانگے جن میں وہ اس کے تصور، اس کے جسم و جاں پر حاوی ہو کر اسے اپنا اسیر بنا چکا تھا۔ کچھ چونک کر آنکھیں کھولتا وہ ایک پل کے لیے حیرت زدہ ہوا تھا اور پھر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''خرمن نے مجھے کہا تھا کہ میں ان کو ان کے گھر سے پک کر کے ان کے پاس لے جاؤں۔ راستے میں رک کر یہاں اس لیے آنا پڑا کہ مجھے گھر سے البم لے کر جانے تھے۔'' ہارون کو عجلت میں بتاتا وہ تیز قدموں سے وہاں سے گیا تھا۔

''میں جانتی ہوں کہ انکل اور آنٹی خرمن کی طرف ہیں۔ ایبک کی وجہ سے مجھے یہ موقع ملا ہے کہ آپ سے روبرو ہو کر بات کر سکوں۔'' اس کے سرد لہجے پر ہارون نے بس اسے دیکھا تھا۔

''مجھ میں اتنی ہمت ہے کہ میں آپ کے سامنے دوٹوک بات کر سکوں، صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ زبردستی کسی پر میں بھی مسلط ہونا پسند نہیں کر سکتی مگر جس کام کے لیے آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں۔ میں اس کا جواز جاننا چاہتی ہوں۔''

''مجھ سے کوئی سوال کر کے مجھے اور شرمندہ مت کرو منیزہ، صرف یہی کہوں گا کہ میں کوئی جواز بتانے کی پوزیشن میں نہیں۔ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم اپنے لیے کسی اچھے انسان کا انتخاب کرو۔'' اس سے نظر ملائے بغیر وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔

''ہارون! آپ کے لیے کسی کے جذبات کی توہین کرنا کتنا آسان ہے۔'' منیزہ کا لہجہ تیز ہوا تھا۔

''اگر آپ کے نزدیک میں ایسی چیز ہوں جو ضرورت کے لیے استعمال کی جاتی ہو تو آپ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جو شوپیس کی طرح مجھے کسی بھی سمت اچھال دینا چاہتے ہیں۔''

''مجھ پر یہ الزام مت لگاؤ۔'' ہارون کا لہجہ سپاٹ ہی تھا۔
''کیوں، کیا یہ کام صرف آپ ہی کر سکتے ہیں؟ آپ بھی تو میرے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانا چاہتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ اپنی ناکامی اور محرومی کا انتقام مجھ سے لے رہے ہیں۔ خرمن اگر آپ کو قبول نہیں کرنا چاہتی، تو اس کی سزا آپ مجھے کیوں دے رہے ہیں؟ شاید اس لیے کہ اس کے علاوہ آپ کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ آج آپ مجھے یہ یقین کرنے پر مجبور کر چکے ہیں کہ آپ کے دل و دماغ پر صرف اور صرف خرمن قابض ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی ہر بات ہر مقصد کے پیچھے بھی وہی ہے۔ وہی تھی میں تو کہیں بھی نہیں تھی۔
مجھے بار بار ٹھوکر مار کر اگر آپ کو تسکین مل چکی ہے تو آج مزید خوش ہو جائیں۔ آپ کو عارش کے سامنے کوئی ندامت نہیں اٹھانی پڑے گی۔ کسی کے سوال کا جواب نہیں دینا پڑے گا۔ کیوں کہ اب میں خود آپ جیسے ادھورے اور کمزور انسان سے تعلق قائم نہیں کر سکتی۔ میرے نزدیک آپ سے زیادہ خودغرض انسان اب کوئی اور نہیں ہے۔ اپنی بہن تک پہنچنے کے لیے آپ اب مجھے نہیں کسی اور کو پیروں تلے کچلنے کے لیے ڈھونڈیں۔'' سرخ چہرے کے ساتھ وہ بھڑکتے لہجے میں بولتی ہر لحاظ بھول گئی تھی۔
ایک نظر اس نے باہر آتے ایبک کو دیکھنے کے بعد دوبارہ ہارون کے سپاٹ مگر تاریک ہوتے چہرے کو دیکھا تھا اور پھر اگلے ہی پل وہ جانے کے لیے پلٹ گئی تھی۔ واپسی کا راستہ کٹھن تھا مگر اسے کسی طور اب لڑکھڑانا نہیں تھا۔ خود کو مضبوط رکھنا تھا۔ دل کا کیا ہے۔ دل کو محبت کرنے کی سزا ازل سے ملتی رہی ہے ایک سزا اور سہی۔

❀------O------❀

''کیوں ہوا میرے ساتھ ایسا؟ کیا قصور تھا میرا؟ میں آپ کے قریب رہ کر بھی تو امی اور بابا کو حاصل کر سکتی تھی۔ کاش میں آپ سب سے دور نہ ہوئی ہوتی۔ آخر مجھے ہی کیوں آپ سب سے دور رہنا پڑا، دنیا نے مجھے کس نظر سے دیکھا مجھے پروا نہیں تھی مگر اپنی جڑوں سے کٹ کر مجھے جس اذیت میں زندہ رہنا پڑا۔ آپ نہیں جان سکتے کوئی نہیں جان سکتا۔'' ہشام قزلباش کے سینے سے لگی وہ بلک اٹھی تھی۔ اس کے کرب ناک لہجے نے صبیحہ کے دل کو کند چھری سے کاٹ دیا تھا۔
''میں جانتا ہوں کوئی نہ جانتا ہو مگر میں اور تمہاری ماں جانتے ہیں کیوں کہ اس اذیت کو تم تنہا نہیں جھیل رہی تھیں۔ ہم دونوں تمہارے ساتھ ان کانٹوں پر چل رہے تھے۔ تم کسی لمحے میں تنہا نہیں تھیں۔ کبھی ہم سے دور نہیں تھیں۔ تمہارا تعلق تو ہماری روح سے ہے تم ہمیشہ سے ہماری دعاؤں اور محبتوں کا مرکز رہی ہو۔ تمہاری اہمیت آج سے نہیں ہمیشہ سے ہارون اور ایبک سے بڑھ کر رہی ہے۔ دنیا کی آنکھیں تمہیں ہمارے قریب نہ دیکھ سکی ہوں مگر تم ہمیشہ سے ہمارے دل میں تھیں۔'' اس کے آنسو پونچھتے وہ بھیگے لہجے میں بول رہے تھے۔
''تم میرے آنگن کا پھول ہو مگر یہ اللہ کی رضا تھی کہ اس پھول کی خوشبو سے احمد حسین کے آنگن کو مہکنا تھا، شکوہ کرتے ہوئے کیا تم ان دو عظیم ہستیوں کو بھول رہی ہو جو تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتے ہیں جن کے احسانوں تلے تمہارے ماں باپ دبے ہوئے ہیں جو محسن ہیں۔ مسیحا ہیں ہمارے۔''
''میں سانس لینا بھول سکتی ہوں مگر امی، بابا کو نہیں ان کے بغیر میں کچھ بھی نہیں۔'' ضبط کرتی وہ لرزتے لہجے میں بولی تھی اور پھر صبیحہ کے آنسوؤں سے بھیگے چہرے کو دیکھا تھا۔
''اب اور مت روئیں ماما! میری وجہ سے آپ خوشیوں سے دور رہی ہیں مگر اب آپ کے لیے خوشیاں سمیٹوں گی۔ میں آپ کو ہمیشہ مسکراتے دیکھنا چاہتی ہوں۔''
اسٹڈی میں داخل ہوتے ہارون کے قدم رک گئے تھے۔ دوسری جانب صبیحہ سے لپٹی خرمن کی نظر بھی اس تک پہنچی تھی جو نظر چرا گیا تھا۔ خرمن نے دوبارہ اس کی جانب نہیں دیکھا تھا باوجود اس کے کہ وہ عون کو اٹھائے ہوئے تھا۔
''آؤ ہارون! وہاں کیوں رک گئے؟ عون سو گیا ہے کیا؟'' صبیحہ فوراً اس کی جانب بڑھی تھیں۔
''جی! یہ ایبک کے پاس سو گیا تھا۔ اسے مجھے دے کر وہ اب اپنے دوستوں کو رخصت کرنے گیا ہے۔'' عون کو ان کے

حوالے کرتا وہ مدھم لہجے میں بولا تھا۔

''یہ لڑکا تو پاگل ہو چکا ہے۔ اپنے سب دوستوں کو گھر میں جمع کر لیا۔ تا کہ وہ عون کو دیکھ لیں، اپنے بھانجے پر اسے بہت فخر ہے۔'' صبیحہ مسکراتے ہوئے شوہر کو بتا رہی تھیں۔

''ہارون! آؤ یہاں بیٹھو۔ آج تو ہم تمہارا شو بھی نہیں سن سکے۔'' ہشام نے اسے مخاطب کیا تھا جو جھجکتے ہوئے خرمن کے قریب موجود کرسی کی طرف بڑھا تھا اس دوران وہ دیکھ چکا تھا خرمن کے بدلتے تاثرات وہ ہارون کی جانب دیکھنے سے بھی احتراز کر رہی تھی، جس لمحے ہارون کرسی پر براجمان ہوا وہ یکدم اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔

''میں عون کو بیڈ پر سلا دیتی ہوں۔'' وہ صبیحہ کی جانب بڑھی تھی جن کا چہرہ ہارون کے چہرے کی طرح ہی اتر گیا تھا۔

''میں اسے بیڈ پر سلا دیتی ہوں۔'' صبیحہ اسٹڈی سے باہر نکلی تھیں۔ جب کہ خرمن وہاں رکنا نہیں چاہتی تھی اسی لیے ان کے پیچھے ہی چلی گئی تھی۔ ہشام قزلباش نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا تھا جو بالکل خاموش تھا۔

❀------O------❀
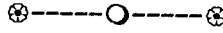
دکھ سکھ کہتے سنتے کب فجر کی نماز کا وقت ہو گیا، کچھ پتا ہی نہیں چلا تھا۔ ان سب کے درمیان ہارون نہیں تھا۔ صبیحہ اور ہشام جانتے تھے کہ ہارون کے بارے میں خرمن سے بات کرنے کا یہ وقت مناسب نہیں ہے لہٰذا مضطرب ہونے کے باوجود انہوں نے خرمن پر دل کا حال ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ ہشام قزلباش مسجد جا رہے تھے۔ تب ہی ایبک کو یاد آیا کہ اب سونا چاہیے مگر خرمن نے ایسا ہونے نہیں دیا تھا، زبردستی اسے اٹھا کر ہشام قزلباش کے ساتھ مسجد روانہ کروایا تھا۔ عون اپنی نیند بے وقت پوری کر کے عین اذانوں پر بیدار ہو گیا تھا۔ لہٰذا پہلے اسے فیڈ کیا، اسی دوران صبیحہ نے نماز ادا کر لی تھی۔ عون کو ان کے حوالے کر کے اب اسے نماز پڑھنی تھی۔ تنہائی اور پرسکون گہری خاموشی میں اس نے بہت توجہ سے نماز کی ادائیگی کی تھی۔ سجدہ شکر میں کتنا وقت گزرا وہ نہیں جانتی تھی مگر جب اس نے سجدے سے سر اٹھایا تو اس کی آنکھیں متورم اور چہرہ پرسکون تھا۔ جاءنماز سے اٹھتی وہ چونک کر دروازے کی سمت متوجہ ہوئی تھی اور اگلے ہی پل اس کے چہرے کے تاثرات تن گئے تھے۔ وہ چاہتے ہوئے بھی کچھ کہہ نہیں سکی تھی۔ بس چبھتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو اس سے نظر ملانے کی بمشکل کوشش کر سکا تھا۔

''تم سے معافی مانگنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ میں تمہاری نفرت کے بھی قابل نہیں مگر بس ایک موقع مجھے چاہیے تم سے کچھ کہنے کا......''

''آپ کو لگتا ہے کہ آپ اس قابل بھی ہیں کہ آپ کو میں ایک موقع بھی دوں؟'' تیز لہجے میں خرمن نے اس کی بات کاٹی تھی۔

''جس آگ میں آپ نے مجھے میرے ماں باپ اور بھائی کو جلایا اس کے بعد اب مجھ سے کس موقع کی توقع رکھتے ہیں۔ میرے ماں باپ دن رات تڑپنے کے باوجود اگر آپ سے نفرت نہ کر سکے۔ آپ سے تعلق توڑنے کی میری وہ شرط قبول نہ کر سکے، تو اس لیے کہ وہ آپ سے اندھی محبت کرتے ہیں مگر نہ میں ان دونوں کی طرح اپنی آنکھوں پر محبت کی پٹی باندھ سکتی ہوں اور نہ ہی ان جیسا صبر اور ظرف میرے پاس ہے۔ آپ نے ٹھیک کہا میں آپ کو اپنی نفرت کے قابل بھی نہیں سمجھتی۔'' اس کا کاٹ دار لہجہ ہارون کے دل کو آہنی شکنجے میں جکڑ گیا تھا۔

''تمہاری ہر بات سچ ہے مگر ایک سچ یہ بھی ہے کہ اس وقت بھی تمہیں دیکھتے ہوئے میں وہیں پہنچ رہا ہوں۔ اس عمر میں جب یہ آگہی بھی نہیں ہوتی کہ محبت کیا ہوتی ہے؟ نفرت کیا ہوتی ہے؟ سگے اور سوتیلے رشتوں میں کیا فرق ہوتا ہے؟ اس وقت میں یہ سوچنے کے قابل نہیں تھا کہ میرا وہ عمل ہم دونوں سے تعلق رکھنے والے ہر انسان کی زندگی پر محیط ہو جائے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تلافی کا کوئی لفظ اس اذیت کا ازالہ نہیں کر سکتا، جسے میری وجہ سے تم سب جھیلتے رہے ہو، وہ اذیت میرے حصے میں بھی آئی تھی میں اس کا مستحق تھا مگر تم سب کو وہ اذیت کیوں سہنی پڑی؟ یہ سوال ساری زندگی مجھے کوڑے مارتا رہے گا۔

اس کے بھاری لہجے اور سرخ آنکھوں میں تیرتی نمی نے خرمن کے دل کو جھنجھوڑ دیا تھا۔ یکدم چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی وہ اس سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی مگر ہارون نے ایسا نہیں ہونے دیا تھا۔

''تمہیں کھونے کے بعد میں آج بھی اسی قبر میں ہوں، جہاں صرف تاریکی ہے۔ اس تاریکی میں مجھے بس وہ ایک چھوٹا سا کمزور وجود دکھائی دیتا ہے، جسے میں رات کے بھیانک اندھیرے میں گم کر آیا تھا۔

میری فریادیں، میری التجائیں نہیں میرے ماں باپ کا صبر ان کے آنسو تمہیں ڈھونڈ لائے ہیں۔'' اسے شانوں سے تھامے وہ بھیگے لرزتے لہجے میں بول رہا تھا۔

''میں گزرا وقت واپس نہیں لاسکتا مگر اپنے گناہوں کی سزا تم سے سننا چاہتا ہوں میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اس نفرت سے کئی گنا زیادہ جو نفرت مجھے اپنے آپ سے ہے۔ میں تھک چکا ہوں اپنے اعمال کی آگ میں جلتے جلتے، اگر تم مجھے سزا دینے کے قابل نہیں سمجھتی ہو تو اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے تم سب کی زندگی سے نکال دے اور اس دنیا سے بھی۔'' اس کے کربناک لہجے نے خرمن کی سانسیں روک دی تھیں، گھٹی گھٹی سسکیوں کے ساتھ اس نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر ہارون کو دیکھا تھا جس کی آنکھوں سے پھسلتے قطروں نے اس کے ضبط کو ختم کر دیا تھا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی، اسے اپنے سینے میں جذب کیے ہارون کو بس ایسا لگا جیسے آہستہ آہستہ طلوع ہوتے سورج نے اس کے دل کی دنیا کا منظر بدل دیا ہو، تاریکی روشنی میں بدل گئی تھی گہرے سکوت کو خوش الحان پرندوں کی چہچہاہٹوں نے توڑ دیا تھا۔

اب نیند کس کی آنکھوں میں تھی۔ اسے تو بس اب اپنی عزیز ترین ہستیوں کے لیے ایک ایک لمحے سے خوشیاں کشید کرنی تھیں ناشتے کے دوران اس نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ آج ہی منیزہ اور ہارون کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے جانا چاہتی ہے۔ ہارون حق دق رہ گیا تھا۔ جب کہ خرمن نے کمال کی مستعدی دکھائی تھی۔ سب سے پہلے اس نے احمد حسین سے رابطہ کیا اور پھر اس کی خواہش اور ضد کے عین مطابق احمد حسین اور فاطمہ، منیزہ کے گھر گئے تھے۔ امید کے مطابق اسے جلد ہی احمد حسین نے فون پر یہ خوش خبری دے دی تھی کہ وہ شام تک منیزہ کی طرف پہنچنے کی تیاری کر لے۔ اس کے بعد تو نہ وہ خود سکون سے بیٹھی نہ کسی کو بیٹھنے دیا۔ اس کی عجلت نے ہارون کو موقع ہی نہیں دیا تھا کہ وہ اسے منیزہ کی ناراضی سے آگاہ کرتا۔

شام ہوتے ہی وہ ہشام قزلباش، صبیحہ اور ایبک کے ہمراہ جانے کے لیے مکمل تیار تھی۔ مٹھائی اور دیگر لوازمات کے ساتھ جب وہ منیزہ کی طرف پہنچی تو احمد حسین اور فاطمہ بھی وہاں ان سب کا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ یہ استقبال بہت گرمجوشی کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کے بعد کے سارے معاملات بھی بہت احسن طریقے سے طے ہوتے چلے گئے تھے۔ عارش کی آمد بعد میں ہوئی تھی۔ خرمن کے لیے یہ چیز انتہائی ناقابلِ برداشت ثابت ہوئی تھی کہ عارش نے ایک بار بھی عون کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ عارش اس کا چہرہ بھی نہیں دیکھنا چاہتا مگر عون سے اس کی لاتعلقی خرمن کو شدید دھچکے سے دوچار کر گئی تھی۔ دل پر جبر کیے وہ سب کے درمیان مسکراتی رہی تھی اور پھر موقع ملتے ہی عون کو ساتھ لے کر منیزہ کے کمرے میں آ گئی تھی۔ منیزہ نے اسے دیکھا ضرور تھا مگر کوئی بات نہیں کی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات اور خاموشی خرمن کو چونکانے کے لیے بہت تھے۔ اس کے سامنے بیٹھتی وہ چند لمحوں تک جانچتی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی مگر خوشی کی رمق تک اس کے چہرے پر ڈھونڈے سے نہیں ملی۔

''منیزہ! کیا کوئی بات ہوئی ہے؟ خوش کیوں نہیں ہو تم؟''

''کیونکہ میں اس شخص سے کوئی تعلق بنانا نہیں چاہتی تھی جس کے لیے بہت آسان ہے میری تحقیر کرنا۔'' منیزہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

''ان کے نزدیک تعلق کوئی کھیل تماشا ہے۔ میں ان کے ہاتھوں مزید ذلت نہیں اٹھا سکتی۔ پہلے وہ چاہتے تھے کہ میں ان کے لیے انکار کر دوں کیوں کہ وہ خود یہ کام کر کے تمہیں اور عارش کو تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے۔ ان کے خیال میں یہ کام میرے لیے آسان تھا کیوں کہ میرے کوئی جذبات نہیں۔ کوئی مرضی نہیں، ایک بے جان چیز ہوں میں۔'' اس کے سلگتے لہجے

سنتے ہوئے خرمن بس دنگ تھی۔ اسے ہارون پر بے تحاشا غصہ آیا تھا۔

''ہارون اس حد تک تمہارے جذبات کو مجروح کر چکے ہیں۔ مجھے ان سے یہ امید بالکل نہیں تھی۔ جو ٹھیس انہوں نے تمہارے دل کو پہنچائی ہے۔ اس کے لیے ہارون تم سے پہلے میرے سامنے جوابدہ ہیں، تم میرے لیے ان سے پہلے ہو، انہوں نے میری وجہ سے تمہارے ساتھ ایسا ناروا سلوک کیا اور بہت برا کیا یہ ان کو ہر صورت تم سے معافی مانگنی ہوگی۔''

''خرمن! مجھے ان کی معذرت کی ضرورت نہیں۔ تم ان سے کچھ مت کہنا۔''

''تم چپ رہو، میں جانتی ہوں مجھے کیا کرنا ہے۔'' خرمن نے بگڑے تیوروں سے اس کی بات کاٹی تھی۔

''کتنی خوش تھی میں تمہارے اور ہارون کے لیے مگر میری ساری خوشی پر اوس پڑ چکی ہے۔ مجھے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ ہارون کی وجہ سے مجھے اس طرح تمہارے سامنے شرمسار ہونا پڑے گا۔ تم مجھے ان سے زیادہ عزیز ہو۔ ان کی سزا یہ ہونی چاہیے کہ میں پھر ان سے قطع تعلق ہو جاؤں۔'' خرمن کے غصیلے لہجے نے منیزہ کو پریشان کیا تھا۔

''خرمن، میں نے جو کچھ کہا، اسے بھول جاؤ مگر خدا کے لیے تم ہارون سے ناراض مت ہونا وہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔ مجھے تمہارے خلوص پر کوئی شک نہیں ہے۔ تم سے سب کچھ کہہ کر میں دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی۔ میرا مقصد یہ بالکل نہیں تھا کہ تمہیں شرمسار کروں، کیا میں تم سے اپنے دل کی بات بھی نہیں کہہ سکتی؟'' منیزہ کے التجائی لہجے پر بھی اس کے تاثرات بگڑے ہی رہے تھے۔

''میرے خدا! اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔'' روہانسے انداز میں منیزہ نے سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا جب کہ کن اکھیوں سے اسے دیکھتی خرمن بمشکل اپنی مسکراہٹ لبوں میں دبا سکی تھی۔ بے شک اس نے اب واپس جا کر ہارون کو آڑے ہاتھوں لینا تھا مگر فی الوقت منیزہ کا پارہ نیچے لانا بھی ضروری تھا تاکہ آگے جب ہارون اس سے معذرت کرنا چاہے تو وہ اس کی معذرت سننے کے لیے تیار ہو۔

❀------O------❀

سوٹ کیس بند کرتا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو خفت زدہ تاثرات چہرے پر سجائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''کاش میرے سوٹ کیس میں اتنی جگہ باقی رہ جاتی کہ تمہیں بھی ساتھ رکھ کر لے جاتا اس میں۔'' شرارتی نظروں سے بیلا کو دیکھتا وہ مسکرایا تھا۔

''مجھے ساتھ لے جا کر کیا کرو گے؟ تمہارے لیے تمہارے کام مجھ سے زیادہ ضروری ہیں۔'' وہ خفت سے بولی تھی۔

''تم جانتی ہو کہ یہ سچ نہیں ہے مگر اب تم مجھے جاتے جاتے بھی شرمندہ کرو گی۔''

''میں صرف تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اس وقت مجھے تمہاری کتنی ضرورت ہے۔''

''مجھے احساس ہے ہر چیز کا اسی لیے میں فکرمند بھی ہوں، تمہیں اس طرح چھوڑ کر جانا میرے لیے بھی مشکل ہے مگر میں اپنے کانٹریکٹ کے خلاف جا کر کمپنی کا نقصان بھی تو نہیں کر سکتا، آپی تمہارے ساتھ دن بھر رہیں گی۔ فاران اور فاریہ مستقل یہاں موجود رہیں گے اور پھر خرمن بھی تو ہے تمہارے ساتھ۔ میں تمہیں فون کرتا رہوں گا۔ تین چار دن کی تو بات ہے۔'' اسے اپنے ساتھ لگائے دروازے کی سمت جاتا وہ اسے تسلی دے رہا تھا۔

کال بیل پر وہ گیٹ کی سمت بڑھ گیا تھا۔

''مجھے پتا تھا، مجھے الوداع کہے بغیر تمہارے دن نہیں کٹیں گے۔'' شرارتی نظروں سے خرمن کو دیکھتا وہ ہنسا تھا اور عون کو اس کی گود سے لے لیا تھا۔

''اتنے خوب صورت بچے کو گود میں لے کر گھر سے مت نکلا کرو۔ ورنہ بچے اغواء کرنے کی ایف آئی آر کٹ جائے گی۔''

''عثمان!'' اسے گھورتے ہوئے خرمن مسکراہٹ نہیں چھپا سکی تھی۔

''تمہارا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے۔ یہ لندن نہیں جا رہا۔'' خرمن نے بیلا کو گھرکا تھا۔

''میرے سامنے چیخ رہی ہو۔ میری معصوم بیوی پر۔ خیال رکھنا اس کا ذرا بھی لاپروائی کی تو وہ واپس آکر تمہارے شوہر کا حشر نشر کردوں گا۔'' عثمان کی دھمکی پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

❀-----O-----❀

اس وقت وہ ہوٹل کے روم میں موجود تھے۔ روم کا جائزہ لیتے کچھ ہی وقت گزرا تھا جب عروسہ کی کال آگئی تھی۔

''شکر ہے، آپ خیریت سے پہنچ گئے۔ کھانا کھایا آپ نے؟''

''ہاں، کھانے کے بعد ہی ابھی روم میں آیا ہوں۔ بچے کیا کر رہے ہیں؟''

''فائز آج جلدی سو گیا ہے۔ فاران اور فاریہ آج عثمان کی طرف رکیں گے۔''

''اس لیے کہ عثمان گھر پر نہیں ہے؟'' ان کے سوال پر وہ چپ رہی تھیں۔

''وہ اسی ہوٹل میں ہے۔ ابھی میں نے دیکھا ہے اسے ڈائننگ ہال میں وہ بھی آج ہی یہاں پہنچا ہے؟''

''جی ہاں۔'' ان کے سوال پر وہ اتنا ہی بول سکی تھیں۔

''فاران اگر وہاں رکے گا تو تم گھر میں تنہا رہ جاؤ گی۔ بہتر ہوتا کہ تم بھی وہیں رات میں رک جاتیں۔'' فاروق کا سنجیدہ لہجہ عروسہ کو ہولا گیا تھا۔

''آپ جانتے ہیں کہ گھر کو خالی چھوڑ کر کہیں چلے جانا مجھے پسند نہیں اور پھر دو دن کی تو بات ہے۔''

''میں صرف تمہاری وجہ سے فکرمند تھا۔ اگر تم مطمئن ہو تو پھر ٹھیک ہے۔'' وہ بولے تھے۔

''کتنا اچھا ہوتا اگر میں بھی آپ کے ساتھ وہاں ہوتی۔'' عروسہ تاسف سے بولی تھیں۔

''یہ اچھا ہوتا؟''

''کیا مطلب؟'' عروسہ کے الجھے لہجے پر ایک مبہم سی مسکراہٹ ان کے چہرے پر ابھری تھی۔ چینج کر کے وہ اب آرام کرنا چاہتے تھے۔ اسی ارادے سے انہوں نے بیگ کھولا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ حیران وہ قطعی نہیں ہوئے تھے۔ ایک طرف وہ ہو گئے تھے جب کہ عثمان کچھ ہچکچاتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

''کمپنی کے لیے پروموشن کے سلسلے میں آئے ہو؟''

''ایک برانڈ کا Launch ہے۔'' عثمان نے جواب دیا تھا۔

''کتنے دن رکو گے یہاں؟''

''کوشش تو یہی ہے کہ دو تین دن سے زیادہ نہ رکنا پڑے۔''

''تم یہاں اکیلے کیوں ہو؟ باقی مینجمنٹ کہاں ہے؟''

''باقی سب دوسرے ریسٹ ہاؤس میں ہیں۔ میں یہاں قیام کرنا چاہتا تھا۔ تو میرا انتظام یہیں کروا دیا گیا۔''

❀-----O-----❀

''اس کے لیے ہارون تم سے پہلے میرے سامنے جوابدہ ہیں، تم میرے لیے ان سے پہلے ہو، انہوں نے میری وجہ سے تمہارے ساتھ ایسا ناروا سلوک کیا اور بہت برا کیا یہ ان کو ہر صورت تم سے معافی مانگنی ہوگی۔''

''خرمن! مجھے ان کی معذرت کی ضرورت نہیں۔ تم ان سے کچھ مت کہنا۔''

''تم چپ رہو، میں جانتی ہوں مجھے کیا کرنا ہے۔'' خرمن نے بگڑے تیوروں سے اس کی بات کاٹی تھی۔

''کتنی خوشی تھی میں تمہارے اور ہارون کے لیے مگر میری ساری خوشی پر اوس پڑ چکی ہے۔ مجھے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ ہارون کی وجہ سے مجھے اس طرح تمہارے سامنے شرمسار ہونا پڑے گا۔ تم مجھے ان سے زیادہ عزیز ہو۔ ان کی سزا یہ ہونی چاہیے کہ میں پھر ان سے قطع تعلق ہو جاؤں۔'' خرمن کے غصیلے لہجے نے منیزہ کو پریشان کیا تھا۔

''خرمن، میں نے جو کچھ کہا، اسے بھول جاؤ مگر خدا کے لیے تم ہارون سے ناراض مت ہونا وہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔

مجھے تمہارے خلوص پر کوئی شک نہیں ہے۔ تم سے سب کچھ کہہ کر میں دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی۔ میرا مقصد یہ بالکل نہیں تھا کہ تمہیں شرمسار کروں، کیا میں تم سے اپنے دل کی بات بھی نہیں کہہ سکتی؟'' منیزہ کے التجائی لہجے پر بھی اس کے تاثرات بگڑے ہی رہے تھے۔

''میرے خدا! اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔'' روہانسے انداز میں منیزہ نے سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا جب کہ کن اکھیوں سے اسے دیکھتی خرمن بمشکل اپنی مسکراہٹ لبوں میں دبا سکی تھی۔ بے شک اس نے اب واپس جا کر ہارون کو آڑے ہاتھوں لینا تھا مگر فی الوقت منیزہ کا پارہ نیچے لانا بھی ضروری تھا تاکہ آگے جب ہارون اس سے معذرت کرنا چاہے تو وہ اس کی معذرت سننے کے لیے تو تیار ہو۔

❀-----O-----❀

سوٹ کیس بند کرتا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو خفت زدہ تاثرات چہرے پر سجائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''کاش میرے سوٹ کیس میں اتنی جگہ باقی رہ جاتی کہ تمہیں بھی ساتھ رکھ کر لے جاتا اس میں۔'' شرارتی نظروں سے بیلا کو دیکھتا وہ مسکرایا تھا۔

''مجھے ساتھ لے جا کر کیا کرو گے؟ تمہارے لیے تمہارے کام مجھ سے زیادہ ضروری ہیں۔'' وہ خفت سے بولی تھی۔

''تم جانتی ہو کہ یہ سچ نہیں ہے مگر اب تم مجھے جاتے جاتے بھی شرمندہ کرو گی۔''

''میں صرف تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اس وقت مجھے تمہاری کتنی ضرورت ہے۔''

''مجھے احساس ہے ہر چیز کا اسی لیے میں فکرمند بھی ہوں، تمہیں اس طرح چھوڑ کر جانا میرے لیے بھی مشکل ہے مگر میں اپنے کانٹریکٹ کے خلاف جا کر کمپنی کا نقصان بھی تو نہیں کر سکتا، آپی تمہارے ساتھ دن بھر رہیں گی۔ فاران اور فاریہ مستقل یہاں موجود رہیں گے اور پھر خرمن بھی تو ہے تمہارے ساتھ۔ میں تمہیں فون کرتا رہوں گا۔ تین چار دن کی تو بات ہے۔'' اسے اپنے ساتھ لگائے دروازے کی سمت جاتا وہ اسے تسلی دے رہا تھا۔

کال بیل پر وہ گیٹ کی سمت بڑھ گیا تھا۔

''مجھے پتا تھا، مجھے الوداع کہے بغیر تمہارے دن نہیں کٹیں گے۔'' شرارتی نظروں سے خرمن کو دیکھتا وہ ہنسا تھا اور عون کو اس کی گود سے لے لیا تھا۔

''اتنے خوب صورت بچے کو گود میں لے کر گھر سے مت نکلا کرو۔ ورنہ بچے اغواء کرنے کی ایف آئی آر کٹ جائے گی۔''

''عثمان!'' اسے گھورتے ہوئے خرمن مسکراہٹ نہیں چھپا سکی تھی۔

''تمہارا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے۔ یہ لندن نہیں جا رہا۔'' خرمن نے بیلا کو گھرکا تھا۔

''میرے سامنے چیخ رہی ہو۔ میری معصوم بیوی پر۔ خیال رکھنا اس کا ذرا بھی لاپروائی کی تو وہ واپس آ کر تمہارے شوہر کا حشر نشر کر دوں گا۔'' عثمان کی دھمکی پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

❀-----O-----❀

اس وقت وہ ہوٹل کے روم میں موجود تھے۔ روم کا جائزہ لیتے کچھ ہی وقت گزرا تھا جب عروسہ کی کال آ گئی تھی۔

''شکر ہے، آپ خیریت سے پہنچ گئے۔ کھانا کھایا آپ نے؟''

''ہاں، کھانے کے بعد ہی ابھی روم میں آیا ہوں۔ بچے کیا کر رہے ہیں؟''

''فائز آج جلدی سو گیا ہے۔ فاران اور فاریہ آج عثمان کی طرف رکیں گے۔''

''اس لیے کہ عثمان گھر پر نہیں ہے؟'' ان کے سوال پر وہ چپ رہی تھیں۔

''وہ اسی ہوٹل میں ہے۔ ابھی میں نے دیکھا ہے اسے ڈائننگ ہال میں وہ بھی آج ہی یہاں پہنچا ہے؟''

''جی ہاں۔'' ان کے سوال پر وہ اتنا ہی بول سکی تھیں۔

''فاران اگر وہاں رکے گا تو تم گھر میں تنہا رہ جاؤ گی۔ بہتر ہوتا کہ تم بھی وہیں رات میں رک جاتیں۔'' فاروق کا سنجیدہ لہجہ عروسہ کو ہولا گیا تھا۔

''آپ جانتے ہیں کہ گھر کو خالی چھوڑ کر کہیں چلے جانا مجھے پسند نہیں اور پھر دو دن کی تو بات ہے۔''

''میں صرف تمہاری وجہ سے فکرمند تھا۔ اگر تم مطمئن ہو تو پھر ٹھیک ہے۔'' وہ بولے تھے۔

''کتنا اچھا ہوتا اگر میں بھی آپ کے ساتھ وہاں ہوتی۔'' عروسہ تاسف سے بولی تھیں۔

''یہ اچھا ہوتا؟''

''کیا مطلب؟'' عروسہ کے الجھے لہجے پر ایک مبہم سی مسکراہٹ ان کے چہرے پر ابھری تھی۔ چینج کر کے وہ اب آرام کرنا چاہتے تھے۔ اسی ارادے سے انہوں نے بیگ کھولا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ حیران وہ قطعی نہیں ہوئے تھے۔ ایک طرف وہ ہو گئے تھے جب کہ عثمان کچھ ہچکچاتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔

''کمپنی کے لیے پروموشن کے سلسلے میں آئے ہو؟''

''ایک برانڈ کا Launch ہے۔'' عثمان نے جواب دیا تھا۔

''کتنے دن رکو گے یہاں؟''

''کوشش تو یہی ہے کہ دو تین دن سے زیادہ نہ رکنا پڑے۔''

''تم یہاں اکیلے کیوں ہو؟ باقی مینجمنٹ کہاں ہے؟''

''باقی سب دوسرے ریسٹ ہاؤس میں ہیں۔ میں یہاں قیام کرنا چاہتا تھا۔ تو میرا انتظام یہیں کروا دیا گیا۔''

''فاران نے تمہیں بتایا ہو گا کہ میں اس ہوٹل میں ٹھہرا ہوں؟'' سوال کرتے ہوئے فاروق نے بغور اسے دیکھا تھا۔

''آپ یہاں کتنے دن رکیں گے؟'' کچھ گڑبڑاہٹ کے ساتھ عثمان نے بات بدلنی چاہی تھی۔ جواباً فاروق نے بھی اس کے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ بیڈ سے اپنے کپڑے اٹھا کر وہ ایک پل کے لیے اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

''بیٹھ جاؤ۔'' بول کر وہ واش روم کی سمت بڑھ گئے تھے۔ گہری سانس لیتا عثمان صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے لیے فاروق کی یہاں موجودگی حیران کن نہیں تھی۔ جس بینک میں وہ کام کرتے تھے اس کی مین برانچ اس شہر میں تھی۔ بینک کی تمام برانچز کی سالانہ میٹنگ اسی شہر میں منعقد ہوتی تھیں۔ ایک اہم پوسٹ پر ہونے کی وجہ سے فاروق بھی اپنی برانچ کی چند اہم شخصیات کے ساتھ اس سال بھی میٹنگ میں شرکت کے لیے یہاں پہنچے تھے۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ ان کی میٹنگ اور برانڈ کے لاؤنچ کی ڈیٹ ایک ہی تھی۔ یہ سچ تھا کہ اس نے فاروق کی وجہ سے اسی ہوٹل کو ترجیح دی تھی۔ شاید وہ تنہائی میں ان سے بات کرنے کے اس موقع پر گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ چینج کرنے کے بعد فاروق واپس آئے تو وہ کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ وہ احتراماً اٹھنا چاہ رہا تھا۔ جب فاروق اشارے سے اسے روکتے دائیں جانب موجود سنگل صوفے پر براجمان ہو گئے تھے۔

''تمہاری بیوی کو یہ خبر ہے کہ تم میرے ساتھ یہاں ہو؟'' ان کے سوال پر وہ فوری طور پر جواب نہیں دے سکا تھا۔

''واپس جاؤں گا تو بتا دوں گا۔'' ان سے نظر ملائے بغیر وہ بولا تھا۔

''بہتر ہے کہ نہ بتانا۔'' فاروق طنزیہ لہجے میں بولے تھے۔

''آپ کی طرح اور بیلا کی طرح میں سچائی کو نہیں چھپا سکتا۔'' وہ بولا تھا۔

''کس سچائی کی بات کر رہے ہو تم؟''

''وہی سچائی جس کا سامنا آپ دونوں ہی نہیں کرنا چاہتے۔ کیا آپ دونوں کی انا اس رشتے اس محبت سے زیادہ بڑی ہے جو آپ دونوں کے درمیان ہے؟''

''کس رشتے کی بات کر رہے ہو تم؟'' اس رشتے کی جسے وہ ٹھوکر مار چکی ہے۔ تھوک چکی ہے وہ جس رشتے پر آج تم اس

رشتے کی بات کر رہے ہو۔ مجھے یہ بتانا چاہتے ہو کہ میں انا پرست ہوں۔ اپنی انا کے لیے میں سچائی سے نظر چرائے بیٹھا ہوں۔'' وہ جیسے پھٹ پڑے تھے اور عثمان یہی تو چاہتا تھا سو خاموشی سے ان کو سنتا ان کے مشتعل ہوتے تاثرات کو دیکھتا رہا تھا۔

''کچھ باقی نہیں رکھا اس نے اپنے اور میرے درمیان۔ تمہارے ساتھ مل کر اس نے مجھ سمیت سب کچھ آگ میں پھینک دیا تھا۔ میری عزت کے لاشے کو بے گور و کفن اس نے اچھال دیا زمانے کی نظروں میں۔ کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا مجھے اس نے نہ تم نے۔'' بھڑکتے لہجے میں بولتے وہ یکدم صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''آج تم مجھے یاد دلانے آئے ہو کہ میرا اس سے رشتہ ہے۔ کہاں تھے تم اس وقت جب تمہارے نام کی پٹی اس کی آنکھوں پر بندھی تھی۔ جب تمہارے لیے اس نے میرا منہ کالا کر دیا تھا۔ جواب دو مجھے؟'' بلند آواز میں برستے وہ اس کے جھکے سر کو دیکھ رہے تھے۔

''تم کیا جواب دو گے۔ مجھے اذیت پہنچانے میں، میرا نام روشن کرنے کی دنیا میں تم نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تم میرے کرب کا احساس اس وقت کرو گے جب تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ یہ سب کرے گی جو تم دونوں نے مل کر میرے ساتھ کیا تھا۔ اس وقت تم دونوں کو احساس ہوگا کہ عزت کا لباس سر عام اتر جائے تو کیا محسوس ہوتا ہے۔ میرے گھر کو جہنم بنا کر تم دونوں نے اپنی جنت بنائی تھی۔ میرے زخموں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اپنی ہی بیوی کا دشمن بن گیا۔ بھول بیٹھا اس کے احسانوں کو تم دونوں کی طرح میں بھی احسان فراموش بن گیا۔ تم دونوں کو پروان چڑھانے کے لیے میری بیوی نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ تم دونوں کے لیے مگر اپنی خوشیوں کے لیے تم دونوں نے یہ پروا تک نہیں کی کہ تمہارا عمل اس کی زندگی کے لیے کتنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ خود غرضی نہیں تو اور کیا ہے کہ تم نے اس کی محبت اس کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھایا تھا۔ میں تو تھا ہی برا، دشمن تھا تم دونوں کا مگر اس کا کیا قصور تھا کہ وہ بھی دنیا سے منہ چھپاتی رہی۔ تمہارے باپ کی ناراضی سہتی رہی۔ میرے اذیت ناک سلوک کو برداشت کرتی رہی۔ میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ ہاتھ اٹھا کر اللہ سے تم دونوں کے لیے یہی ذلتیں اور اذیتیں مانگوں جو تم دونوں کی وجہ سے میں اور میری بیوی سہنے پر مجبور ہیں مگر کسی سے شکایت نہیں کر سکتے۔'' سرخ آنکھوں سے وہ اس کے اترے چہرے کو دیکھ رہے تھے جو صوفے سے اٹھ کر ان کے مقابل آ گیا تھا۔

''آپ کی ہر بات درست ہے۔ ہم دونوں آپ کے گناہ گار ہیں یہ آپ کا ظرف ہے کہ آپ بددعا نہیں مانگ سکتے مگر اللہ تو سب دیکھ رہا ہے۔ میں تو بہت پہلے ہی جان چکا تھا کہ آپ کا سب سے بڑا مجرم میں ہی ہوں۔ یہ احساس مجھے اس دن ہوا جب آپ کے لیے بیلا کی تڑپ میں نے محسوس کی تھی۔ اس وقت جب نیند میں چلتے پھرتے وہ آپ کا نام لیتی تھی۔ آدھی آدھی راتوں میں اٹھ کر آپ کے لیے دروازہ کھولتی تھی کہ آپ آئیں گے اور اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اس وقت میرے نام کی پٹی اس کی آنکھوں پر نہیں رہتی تھی۔ اس کے لبوں پر آپ کا نام ہوتا تھا۔ صرف آپ کا ذکر ہوتا تھا اور میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ یہ میں کیا کر چکا ہوں۔''

''مت کرو میرے سامنے اس کا ذکر۔'' غصیلے لہجے میں بولتے فاروق اس کے سامنے سے ہٹ جانا چاہتے تھے مگر وہ ان کا بازو تھام کر روک گیا تھا۔

''میں آپ کے پیر پکڑ کر معافی مانگ لوں تو بھی تلافی نہیں ہو سکتی۔ آپ مجھے جو سزا دیں وہ کم ہوگی مگر بیلا کے لیے یہ سزا ناقابل برداشت تھی کہ آپ نے اس کے سر سے اس گھر کی چھت چھین لی تھی جو گھر اس کے ماں باپ کا بھی تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ جب آپ کی ماں اس دنیا سے چلی گئی تھیں تو وہ نیند میں ان کو ڈھونڈتی تھی۔ ان کو پکارتی تھی۔ آپ سے جدائی کا اسے دوبارہ اسی حالت میں لے گیا تھا۔ وہ آج بھی آپ سے محبت کرتی ہے۔ آج بھی اس کی آنکھیں آپ کی منتظر ہیں۔'' اس کے درد دیدہ لہجے نے فاروق کے تاثرات کو مزید سخت کر دیا تھا۔

''یہ بے معنی باتیں کر کے تم میرے دل کو اس کے لیے نرم نہیں کر سکتے اگر اس کے دل میں میرے لیے عزت اور محبت کی رتی بھی ہوتی تو وہ میری دھجیاں نہ بکھیرتی، کیا کرتا میں اسے نہ گھر میں رکھ کر میں اسے نہ نکالتا تو وہ خود چلی جاتی۔ تمہارے

ساتھ کورٹ تک جاتے ہوئے اسے میری عزت کا لحاظ نہ رہا تو میں کیوں اسے عزت کے ساتھ موقع دیتا مزید تماشا لگانے کا۔'' ان کے بھڑ کنے پر وہ بس خاموشی سے ان کی خون رنگ آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''لعنت بھیج دی تھی اس نے مجھ پر، میں نے اسے گھر سے نکالا مگر اس نے تو میرا دنیا میں رہنا دشوار کر دیا تھا۔ میرا ہونا اس کے لیے باعثِ شرم تھا۔ دنیا کے سامنے مجھے بھائی کہتے ہوئے اسے شرم آتی تھی۔ نامحرم کہا تھا اس نے مجھے۔ کبھی پوچھا تم نے اس سے کہ اس نے کب مجھے بھائی کا درجہ دیا اپنی زندگی میں اور تم نے خود کیا کیا۔ اسے ہراساں کرنے جیسا شرم ناک الزام مجھ پر لگانے والے تم ہی تھے۔'' فاروق کی آواز اب کے ہلکی اور کرب میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ان کی آنکھوں میں تیرتی نمی نے عثمان کو ساکت کر دیا تھا۔

''اس نے کہا تھا میرے سینے میں دل نہیں ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ میں نے کبھی اسے بہن کی حیثیت سے قبول نہیں کیا۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ اس نے مجھے کبھی اپنے دل میں جگہ نہیں دی تھی۔ ہر چیز کے لیے اسے عروسہ نظر آتی تھی اس نے کبھی میرے پاس آنے کی کوشش نہیں کی۔ کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ میں اس سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ اس نے ہی نہیں بلکہ کسی نے بھی مجھے سمجھنے کی کوشش کی۔ میری اولاد کے دنیا میں آنے سے پہلے میرے گھر میں اس کے اور تمہارے وجود سے رونق تھی۔ اپنے خون سے اپنے گھر کی رونق سے کس انسان کو محبت نہیں ہوتی۔ میرا قصور بس یہی تھا کہ میں چیخ چیخ کر اس محبت کا اظہار نہیں کر سکا۔ عروسہ کے بعد اگر کسی انسان نے مجھے سمجھا ہے تو وہ صرف برہان ہے۔ شاید اسی لیے تمہارے لیے اسے صاف انکار کر دینے کے بعد میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ برہان صرف تمہاری خوشی کے لیے بیلا کے لیے کوئی غلط فیصلہ نہیں کر سکتا۔ برہان کے مایوس چلے جانے کے بعد میں نے بہت سوچا، یہ بھی کہ میرا انکار بیلا کے ساتھ ساتھ تمہاری زندگی بھی خراب کر دے گا پھر میرے انکار سے آگے کیا اچھا ہو سکتا ہے۔ میرا انکار اس لیے بھی کمزور پڑ تا تھا کہ تم نے خود کو اسٹیبلش کرنا شروع کر دیا تھا۔'' میں برہان سے بات کرنے والا تھا

مگر شاید مجھے دیر ہو گئی تھی یا پھر میرے مقدر میں ہی ذلیل و خوار ہونا لکھا تھا۔'' ان کے کمزور لہجے پر عثمان بھی دنگ نظروں سے ان کو دیکھ رہا تھا جو اس کے سامنے سے ہٹتے تھکے تھکے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔ گہری خاموشی میں صرف وال کلاک کی حرکت کرتی سوئی کی آواز ابھر رہی تھی۔ احساس ندامت نے اسے مجبور کیا تھا کہ وہ ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔ نظر اٹھا کر فاروق نے اس کی جھکی آنکھوں کو دیکھا تھا۔

''یہ میری بدنصیبی ہے کہ میں آپ کو سمجھ نہیں سکا۔ اپنی ضد اور غصے میں، میں نہیں سوچ سکا کہ میں کیسا قدم اٹھانے جا رہا ہوں۔ اسی خود غرضی کا شکار رہا کہ بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا مگر کوشش کے بعد بھی میری زندگی مکمل نہیں ہو سکی ہے۔ کیونکہ جس کے لیے میں جائز و ناجائز بھول گیا تھا اس کی محرومی دور کرنے میں اسے سچی خوشی دینے میں، میں بری طرح ناکام ہو چکا ہوں۔ نہ وہ مکمل ہے نہ میں ہو سکا ہوں۔ ہماری زندگی کو صرف آپ کی رضا، آپ کا ساتھ مکمل کر سکتا ہے۔ مجھے میری غلطیوں سمیت میرا خاندان قبول کر ہی لے گا مگر بیلا کے لیے آپ کی سپورٹ کتنی اہمیت رکھتی ہے آپ جانتے ہیں اسے آپ کی ضرورت ہے۔ نادانی میں ضد میں اس نے آپ کی نافرمانی کی۔ اس نے غصے میں زبان سے جو کچھ آپ کے لیے کہا اس کے لیے میں ساری زندگی آپ سے معافی مانگتا رہوں گا۔ مگر حقیقت تو یہی ہے کہ آپ اس کے لیے صرف بھائی کا ہی نہیں باپ کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ درجہ آپ کے ماں باپ آپ کو دے گئے تھے۔ اپنی تمام ناراضی کے باوجود آپ خود کو اس درجے سے نہیں ہٹا سکتے۔ باپ کا دل تو بہت بڑا ہوتا ہے۔ آپ نے اسے اولاد سمجھا ہے تو اسے معاف کرنے کا احسان بھی کر دیں۔ اس نے جو کیا میری وجہ سے کیا۔ میں نے اسے بھٹکایا۔ ہر سزا کا حق دار میں ہوں۔''

''ہر الزام اپنے سر لے کر اسے بری کرنے کی کوشش مت کرو تم۔'' فاروق نے اس کی بات کاٹی تھی۔

''بات اگر تمہاری ہے تو میں نے تمہیں اسی دن معاف کر دیا تھا۔ جس دن فاران کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ اس دن مجھے بس یہ یاد رہا کہ تمہارا خون میرے بیٹے کی رگوں میں زندگی بن کر دوڑ رہا ہے۔''

''میں اس کے لیے آپ سے معافی کی بھیک مانگوں، تب بھی آپ اسے معاف نہیں کریں گے؟'' اس کے التجائی لہجے پر کچھ مضطرب ہو کر فاروق صوفے سے اٹھ گئے تھے۔ دوسری جانب وہ اپنے قدموں پر اٹھتا بس منتظر نظروں سے انہیں دیکھتا رہا تھا۔ جو کھڑکی کا پردہ سرکاتے باہر گہری ہوتی رات میں کچھ تلاش کر رہے تھے۔

''رات کافی ہو چکی ہے۔ تمہیں اب اپنے روم میں چلے جانا چاہیے۔'' اس کی جانب پلٹے بغیر وہ سرد لہجے میں بولے تھے۔

''آپ مجھے یہ کہنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ آپ نے صرف زبان سے اسے اولاد کہا مگر سمجھا نہیں۔''

''جو کہنا تھا کہہ چکے ہو یا مزید کچھ کہنا باقی ہے؟'' اس بار فاروق نے کچھ برہمی سے اسے دیکھا تھا۔

''کہنے کے لیے اگر کچھ ہے بھی تو آپ سننا ہی کہاں چاہتے ہیں اگر اسے محروم رکھ کر آپ کو تسلی ملتی ہے تو ساری زندگی یہ کام کیجیے گا اور یہی دعا کیجیے گا کہ میری اولاد بھی مجھے وہی اذیت پہنچائے جو اذیت میری وجہ سے آپ کو ملی ہے۔'' سرخ چہرے کے ساتھ بولتا وہ رکا نہیں تھا جب کہ فاروق ساکت نظروں سے بند دروازے کو دیکھتے رہے تھے۔

❀------○------❀

گرین ایریا میں روشن لائٹس پھیلے سناٹے کو عجیب تاثر دے رہی تھیں۔ ٹیرس کی باؤنڈری وہاں موجود تھی۔ رات دھیرے دھیرے گزرتی جا رہی تھی مگر اس کی آنکھوں میں نیند کا نام و نشان تک نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس وقت احمد حسین یا فاطمہ نے اسے یہاں دیکھ لیا تو وہ ان کے کسی سوال کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکے گا۔ سب کے سامنے خود کو نارمل ظاہر کرتے رہنا آسان نہ تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ احمد حسین اور فاطمہ اس کے دل و دماغ میں جاری سرد جنگ سے واقف ہوں مگر ایک ہی چھت کے نیچے رہتے ہوئے وہ دونوں کب تک خرمن اور عون سے اس کی لاتعلقی سے ناواقف رہ سکیں گے؟ آج ایک ہفتے بعد خرمن واپس آ چکی تھی۔ اس کی موجودگی نے اس حد تک اس کے اعصاب کو منتشر کر رکھا تھا کہ وہ بیڈ روم میں جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اس کا سامنا تو کیا وہ خود سامنا کرنے کے قابل نہیں تھا۔

یکدم عقب میں ابھرتی آہٹ کو پہچانتے ہوئے اس کے اعصاب مزید تن گئے تھے۔ جبڑے سختی سے آپس میں پیوست ہوئے تھے۔ اس نے پلٹ کر دیکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ دوسری جانب اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے خرمن کا وجود گلیشیئر بننے لگا تھا۔ کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ وہ تنہائی میں بھی اس کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ جس انسان نے اسے اپنے دل کے تخت پر بٹھا رکھا تھا، عزت و محبت کے بلند مقام اس کے لیے اپنے دل میں مخصوص کر رکھے تھے۔ آج وہی انسان ایک نگاہ تک اس پر ڈالنے کا روادار نہیں تھا۔ ہر مقام اور محبت بھرے دل کی سلطنت کی حکمرانی سے محروم ہو کر اگر اب وہ زمین کے پھٹ جانے، اس میں سما جانے کی آرزو نہ کرتی تو اور کیا کرتی۔ اس کی سانسیں حلق میں پھنسنے لگی تھیں مگر آج سامنا تو کرنا ہی تھا۔

''ایسا نہیں ہے کہ صرف بابا کی ہدایت پر میں تم سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔'' فرش پر نظر جمائے اس نے بہ مشکل بولنا شروع کیا تھا۔

''میں جانتی ہوں کہ معافی ہر اذیت کا ازالہ نہیں کر سکتی۔ تمہارا ہر عمل درست اور جائز تھا۔ ہر بار زیادتی اور ذلت کو خاموشی سے نہیں سہا جا سکتا۔ میں اسی سلوک کی مستحق تھی۔ تم نے ٹھیک کہا تھا۔ میں احسان فراموش ہوں۔ سب کی محبتیں سمیٹ کر میں نے بدلے میں سب کو تکلیفوں کے سوا کچھ نہیں دیا۔ تم میرے لیے خوشیاں جمع کرتے رہے۔ میری جڑوں تک پہنچنے کی کوشش کرتے رہے۔ میری زندگی کا سب سے بڑا خلا تم نے پر کر دیا۔ میری ذات کو میرے آج اور کل کو مکمل کر دیا مگر میری آنکھوں پر ضد اور ہٹ دھرمی کا پردہ پڑا رہا۔ تمہیں سب کچھ کہہ جانے کا حق ہے۔ ہر وہ برا لفظ جس کی میں مستحق ہوں میں نے تم سے جو غلط کہا جو بھی غلط کیا میں ہمیشہ اس کے لیے شرمندہ رہوں گی۔ تم مجھے معاف کرو یا نہ کرو یا پھر جو تمہارا دل کہتا ہے وہ کرو مگر میری غلطیوں کی سزا تم اپنے بیٹے کو مت دو۔'' لرزتے لہجے میں بولتی وہ ایک پل کو رکی تھی بکھرتے دل کو سنبھالتے ہوئے اس

کی آنکھوں سے گرم قطرے ٹپکتے دودھیا فرش پر گرے تھے۔

''تمہیں اب احساس ہوا ہے کہ تم نے مجھ سے شادی کر کے غلطی کی۔ مگر میں پہلے سے جانتی تھی کہ تم یہ غلطی کر رہے ہو، تمہیں روکنے کی کوشش بھی کی تھی۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میں تمہارے قابل نہ پہلے تھی نہ اب ہوں۔ تمہیں مجھ سے نہیں بلکہ کسی ایسی عورت کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہیے تھا جو......'' یک لخت اس کی آواز حلق میں گھٹ گئی تھی جب جھکی نظروں کے ساتھ اسے احساس ہوا تھا کہ عارش کچھ بھی کہے بغیر تیز قدموں کے ساتھ اس کے سامنے سے گزرتا ٹیرس سے جا رہا ہے۔ ساکت کھڑی وہ نظر تک نہ اٹھا سکی تھی۔ اسے اپنا دل ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔ جانے کتنے لمحوں بعد وہ اپنے بے جان قدموں کو بمشکل حرکت دینے کے قابل ہوئی تھی۔

بیڈ روم کے نیم وا دروازے کے قریب اس کے قدم رکے تھے۔ عون کی مدھم آوازیں اس کے کانوں تک پہنچی تھیں۔ دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے بہت احتیاط سے اندر جھانکا تھا۔ راحت کی ایک لہر اس کے دل میں دوڑتی کچھ پرسکون کر گئی تھی۔ اندر وہ اپنے بیٹے کو بازوؤں میں اٹھائے اس سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے پیار کر رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر خرمن پیچھے ہٹ گئی تھی۔ کیونکہ وہ اس وقت باپ بیٹے کے درمیان کوئی خلل نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ وہ کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ اس کے قصور کا سزاوار اس کا بیٹا بھی ٹھہرے یا اس کی وجہ سے اس کے بیٹے کے لیے عارش کی محبت اور شفقت میں کوئی کمی آئے۔

❀------O------❀

آج یہ اس کا تیسرا دن بہت مصروف گزرا تھا۔ اسے اب شدت سے فراغت کا انتظار تھا کہ وہ بیلا کے پاس پہنچ کر اس کی ناراضی ختم کر سکے۔ وعدے کے مطابق اسے آج تین دن مکمل ہو گئے تھے۔ یہاں مگر پروموشن کی مصروفیات ختم نہ ہونے کے باعث وہ گھر نہیں جا سکا تھا۔ آج صبح جب اس نے بیلا کو فون پر بتایا کہ وہ آج یہاں سے نہیں نکل سکے گا تو توقع کے عین مطابق کوئی جرح کیے بغیر بیلا نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ عثمان کو اندازہ تھا کہ یہ اس کے غصے کا اظہار ہے۔

اس وقت وہ اپنے روم کا لاک کھول رہا تھا۔ جب اچانک فاروق کی پکار نے اسے چونکا دیا۔ پہلے دن فاروق اور اس کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس کے بعد آتے جاتے چند بار اتنا سامنا ضرور ہوا تھا مگر سلام دعا کے علاوہ دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی مگر اب وہ حیران ہوتا ان کی طرف متوجہ تھا۔

''میں کچھ دیر میں ایئرپورٹ جانے کے لیے نکل رہا ہوں۔ سوچا تم سے ملتا جاؤں۔''

''آپ واپس جا رہے ہیں؟'' اس کے بے ساختہ انداز پر فاروق نے بغور اسے دیکھا تھا۔

''ہاں تم کب واپس پہنچو گے؟''

''بس کل تک اور پرسوں تک لازمی پہنچ جاؤں گا، ہو سکے تو [illegible] کو سمجھا دیجیے گا کہہ رہی ہیں سب کچھ چھوڑ کر گھر پہنچوں، میں غیر ذمہ دار نہیں ہوں مگر یہاں کام ادھورا چھوڑ کر گیا تو [illegible]صان اٹھانا پڑے گا۔'' آج صبح صبح فون پر عروسہ کی پھٹکاروں پر اس کی ان سے جھڑپ ہو گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس سے غلطی ہو گئی ہے۔ ایسے نازک وقت میں اسے بیلا کے قریب ہونا چاہیے تھا۔ اسی لیے وہ اور دلبرداشتہ تھا، سو فاروق سے کہہ گیا۔

''ہاں میری بات ہوئی تھی عروسہ سے۔ کہا تو میں نے بھی ہے کہ تم یہاں کوئی تفریح میں مصروف نہیں بہرحال پرسوں تک پہنچ جاؤ تو بہتر ہے۔'' ان کے کہنے پر عثمان نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''عروسہ تمہارے گھر پر ہی ہے۔ وہیں رہنا ہے اسے فی الحال کیوں کہ تم یہاں ہو۔ پریشان مت ہونا۔'' ان کے نرم لہجے پر وہ بس خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''اپنا خیال رکھنا اور......'' الوداعی کلمات کہتے وہ یک لخت رکے تھے کہ عثمان نے آگے بڑھ کر ان کو گلے لگایا تھا۔

❀------O------❀

رات بہت زیادہ نہیں بیتی تھی مگر ہر سمت عجیب خنک خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ گرین ایریا کی کچھ لائٹس آف ہونے

کی وجہ سے نہ بہت زیادہ روشنی تھی نہ بہت تاریکی۔ اوس میں بھیگی گھاس پر چلتے ہوئے اس نے آسمان کا جائزہ لیا تھا۔ستاروں سے سجے آسمان کی رونق بھی اس کے دل پر اثر انداز نہیں ہوئی تھی۔ گہری سانس لے کر اس نے اپنی گھٹن کو دور کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

تنہائی اور خالی پن کا احساس روح تک میں سرایت کر جائے تو رات کی تاریکی، بھیانک اندھیرے میں بدل جاتی ہے اور یہ اندھیرا صرف باہر نہیں ہوتا، وجود کے اندر تک پھیل جاتا ہے۔ رات کی تاریکی اور اندھیرے کا فرق سمجھ آ جاتا ہے۔

اس کی چونکتی نگاہیں مین گیٹ سے نمودار ہوتی سوک کے ساتھ ہی پارکنگ کی سمت گئی تھیں۔ چند لمحوں بعد اس نے عارش کو پارکنگ سے باہر آتے دیکھا۔ وہ یقیناً اس کی وہاں موجودگی سے باخبر ہو گیا تھا۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ خود ہی اس کی سمت بڑھ گئی تھی۔ نیوی بلیو شرٹ کی سلیوس کہنیوں سے ذرا نیچے تک فولڈ کیے وہ اپنے دراز قد کے ساتھ پورے کا پورا اس کی آنکھوں میں اترتا چلا گیا تھا۔

''میں بیلا کے پاس آئی ہوئی تھی واپسی پر سوچا یہاں ٹھہر کر تمہارا انتظار کر لوں۔'' خرمن کو اندازہ تھا کہ وہ کوئی سوال نہیں کرے گا۔ سو خود ہی مخاطب کر لیا۔

''جانتے ہو میں نے کئی بار چاہا کہ جب یہاں سناٹے بول رہے ہوں دور دور تک کوئی نہ ہو تو ہم دونوں یہاں واک کریں۔'' اس کے پیچھے ہی چلتی وہ بول رہی تھی۔ کچھ حیرانی کے ساتھ عارش کو اس کی جانب دیکھنا پڑا تھا۔ ڈیپ ریڈ اسکارف کے اوپر اس نے شیشوں اور ریشم کے کام سے سجی ڈارک میرون شال بھی لے رکھی تھی۔ ایک عجیب سا سکون اس کے دلکش چہرے پر بہت طمطراق سے چھایا ہوا تھا۔ وہ دوبارہ اس کی سیاہ شفاف آنکھوں میں دیکھ نہیں سکا تھا۔

''تم نے میری کالز ریسیو نہیں کی تھیں اگر بابا مجھے اطلاع نہ دیتے تو مجھے پتا ہی نہیں چلتا کہ تم انسٹی ٹیوٹ کے کسی کام میں مصروف ہو۔'' اس کی لاتعلقی کے باوجود لفٹ میں خرمن نے پھر اسے مخاطب کیا مگر وہ بدستور خاموش تھا۔ فاطمہ اس کے انتظار میں ہی جاگ رہی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ ان سے ہی کوئی بات کرتا رہا، جب کمرے میں آیا تو توجہ عون نے کھینچ لی جو اپنے بلینکٹ میں لپٹا گہری نیند میں تھا مگر عارش کی پدرانہ محبت کو جھنجھوڑ گیا تھا۔ صبح وہ اسے پیار کر کے آفس کے لیے نکلا تھا۔ تو اب رات کا یہ وقت ہو گیا تھا۔ فاطمہ ٹھیک ہی ناراض ہوتی تھیں کہ اپنے بیٹے کو وہ زیادہ وقت نہیں دیتا۔

دروازے پر رکی خرمن خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔ جو عون پر جھکا ہوا تھا۔

''عثمان کے آنے تک انسٹی ٹیوٹ کے ایکسٹرا کام ابھی روک دو، ورنہ اگر تم اسی طرح صبح سے رات تک مصروف رہو گے تو تمہاری صحت خراب ہو جائے گی۔'' چند قدم آگے آتی وہ بولی تھی۔ عون کے نرم گلابی گالوں کو پوروں سے سہلاتے ہوئے عارش نے اس کی آواز سنی ضرور تھی مگر نظر اٹھا کر اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

''مجھے کیا کرنا چاہیے، کیا نہیں، یہ میں جانتا ہوں تم میری فکر کرنے کی زحمت مت کرو کچھ نہیں ہوتا مجھے، بہت اونچائی سے پستیوں میں گرنے کے بعد بھی تو زندہ ہوں اگر سانس لینے کا نام زندہ ہونا ہے تو ہوں میں زندہ۔'' عون کے چہرے پر نظر جمائے وہ تلخ لہجے میں بولا تھا جب کہ خرمن کا چہرہ اتر گیا تھا۔

''میں نے تمہیں پابند نہیں کیا ہے عارش! تمہیں اختیار ہے تم جو چاہے کرو، ابھی اتنی دیر نہیں ہوئی ہے نہ ہی میں تمہارے گلے کا طوق بنوں گی نہ تمہاری اولاد تمہارے پیروں کی بیڑیاں بنیں گی۔'' اس کے سرد لہجے پر عارش نے بدلتے تاثرات کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔ اگلے ہی پل وہ یکدم اٹھ کر خرمن کے مقابل آ گیا تھا۔

''اپنے مشورے تم اپنے پاس رکھو۔'' عارش کا مدھم لہجہ بھڑکتا ہوا تھا۔

''تم میرے گلے کا طوق بن کر مجھے خود سے کیوں باندھے رکھنا چاہو گی؟ کیوں ایسے شخص کے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر روکے رکھو گی، جس نے تم پر ہاتھ اٹھا کر دو کوڑی کا کر دیا ہے خود کو، ایک زمانے کی ریاضت کو ایک پل میں مٹی میں ملا کر گرا دیا ہے۔ کھو دی ہے رہی سہی قدر و قیمت۔'' ساکت نظروں سے وہ اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ انگاروں کی طرح

دہکتے چہرے کے ساتھ وہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ اپنی جگہ رکی خرمن چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی تھی جو صوفے پر بیٹھا جوتے اتار رہا تھا۔ اس لمحے وہ خرمن کو ساری دنیا سے ہی نہیں خود اپنے آپ سے بھی ناراض اور بیزار دکھائی دیا تھا۔ اس پر سے نگاہ ہٹاتی وہ وارڈ روب کی سمت گئی تھی۔ عارش کا ہینگ کیا لباس نکال کر بیڈ پر رکھتی وہ کسی بھی جانب دیکھے بغیر بیڈ روم سے نکل گئی تھی۔

کمرے میں ہی ٹیبل پر وہ کھانے کے لوازمات رکھے اس کی منتظر تھی لیکن اس لمحے اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ جب عارش نے کھانے کے لیے منع کر دیا تھا۔

''تم کھانا کھانے کے بعد لائٹ آف کر دینا۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر بولتا وہ ڈریسنگ کے سامنے سے ہٹتا بیڈ کی طرف چلا گیا تھا۔ انداز کچھ ایسا سرد مہر تھا کہ خرمن دوبارہ اسے کھانا کھانے کے لیے نہیں کہہ سکی تھی۔ خاموشی سے اس نے کھانے کے برتن ڈھانپ کر پلیٹیں ایک طرف سمیٹی تھیں اور صوفے سے اٹھ گئی تھی۔ آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر عارش نے اسے دیکھا تھا۔ جو لائٹ آف کرنے کے بعد اب کمرے سے جا رہی تھی چند لمحوں تک وہ بند ہوتے دروازے کو دیکھتا رہا تھا مگر پھر دھیان ہر طرف سے ہٹا کر سونے کی کوشش شروع کی تھی۔

''یہ محبت بھی کیسے عجیب دوراہے پر لے آئی ہے چند لمحوں کے لیے بھی نہ خود سے لاتعلق ہونے دیتی ہے نہ اپنی طرف سے آنکھیں بند کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ جتنا اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کی جائے یہ اسی قدر اپنے محور کی جانب کھینچتی ہے۔''

بالآخر بڑھتی بے چینی نے اسے مجبور کر دیا تھا۔ ونڈو کے قریب رک کر اس نے ٹیرس پر نگاہ دوڑائی تھی ایک بار پھر سینے میں درد نے کروٹ بدل کر اپنے ہونے کا شدید احساس دلایا تھا۔

چڑھتے چاند کی مدھم روشنی نے گہری رات کو اپنی آغوش میں سمیٹ رکھا تھا۔ ہلکی ہلکی خنک ہوا میں ٹیرس پر ایک جانب ساکت موجود رات کی رانی کے کھلے پھولوں کی سوگواری خوشبو رچی بسی ہر جانب پھیل رہی تھی مگر اس خوشبو میں ان آنسوؤں کی مہک وہ اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ پنجرے کی سفید جالیوں سے پیشانی ٹکائے وہ عقب میں قدموں کی چاپ سے انجان نہیں رہی تھی۔

''کیا تم اندازہ لگا سکتی ہو اس انسان کی اذیت کا جس نے ایک نایاب پودے کو استطاعت سے باہر ہونے کے باوجود اپنا سب کچھ دان کر کے حاصل کیا، کئی ماہ و سال تک اپنا خون اس پودے کی جڑوں میں پہنچا کر اسے پروان چڑھاتا رہا اور پھر جب وہ پودا ایک دن پھلتے پھولتے شاداب پیڑ میں بدل گیا تو اچانک وہ ایک طوفان کی زد میں آ گیا، گر چکا ہے وہ اس طوفان کی تاب نہ لا کر۔'' سفید جالیوں پر ٹھہرے اس کے ہاتھ '' چمکتے سنہری کنگن پر نگاہ جمائے وہ ٹوٹے لہجے میں بولا تھا۔

''وہ طوفان کی زد میں ضرور آیا تھا مگر وہ پیڑ آج بھی اپنی ، سے کھڑا ہے۔'' خرمن کے لرزتے لہجے میں آنسوؤں کی نمی گھلی ہوئی تھی۔

''اس کی جڑیں اتنی کمزور نہیں تھیں جتنی شدت سے تم نے اسے پروان چڑھایا تھا اسی شدت سے اس پر بھروسہ بھی تو کیا ہوتا۔ ایک بار پلٹ کر تو دیکھا ہوتا۔ کبھی یہ جاننے کی کوشش تو کی ہوتی کہ اسے تم تنہا پروان نہیں چڑھا رہے تھے۔ اس پیڑ کو کوئی طوفان نہیں اکھاڑ سکتا مگر تمہاری مایوسی، تمہاری بے اعتباری نے اس کی شادابی ضرور چھین لی ہے۔'' ساکت نظروں سے وہ اسے دیکھ رہا تھا جو اس کی جانب رخ کر چکی تھی مگر اس کی جانب نہیں دیکھ رہی تھی۔

''تمہیں روکنے کے لیے کسی طوق، کسی بیڑی یا زنجیر کی ضرورت نہیں ہے۔ تم پر مجھے ہمیشہ اتنا ہی اعتبار، اتنا ہی یقین رہا ہے، جتنا کہ ہر دن سورج کے طلوع ہونے پر۔ میری غلطیوں کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اگر تم اپنے ایک شدید عمل کے لیے خود کو موردِ الزام ٹھہراتے ہو تو صرف اس لیے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو، ہر بار غلطی کرنے کے بعد میرا ایمان اس سچ پر اور مضبوط ہوتا رہا ہے کہ تمہیں کبھی میری غلطیاں میری برائیاں نظر آ ہی نہیں سکتیں۔ میری زبان، میرے لفظوں کی سختی میرے

ماضی کی سوغات ہیں مگر میرے دل نے ہمیشہ تمہاری محبت کو اونچے معتبر مقام پر دیکھا۔ دنیا کو زبان سے ادا ہوئے لفظ دکھائی دیتے ہیں مگر تم تو میرے دل کے ہر کونے میں موجود ہو۔ تم سے زیادہ مجھے کون جان سکتا ہے۔

تمہیں میری برائیاں نظر نہیں آسکتیں مگر ایک بار یہ یقین رکھ کر کہ میرے دل میں تمہارے لیے جو کچھ ہے وہ مجھے بھی تمہاری اچھائیوں کے سوا کچھ اور دیکھنے کی اجازت نہیں دے گا۔ ان جذبوں کو تم نے معتبر نہیں ہونے دیا۔ جس سے محبت ہوتی ہے اس کے لیے اپنی ''انا'' اپنی ''میں'' کو دل کے اندر ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔ محبت کا یہ سلیقہ، یہ انداز میں نے تم سے سیکھا ہے۔ مگر میں اب تک تمہیں یہ نہیں سکھا سکی کہ اپنے لیے کسی کی محبت پر اندھا یقین کیسے کیا جاتا ہے۔ شاید کمی مجھ میں ہی تھی۔ میں ہی تمہیں وہ یقین وہ اعتبار نہیں دے سکی جو تم نے مجھے دیا۔'' اس کا لہجہ گھٹا ہوا تھا۔ آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر موتیوں کی طرح چہرے پر پھسلتے جا رہے تھے۔ دم بخود عارش کو اپنے دل میں کچھ پگھلتا محسوس ہو رہا تھا۔

''میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میرے دل میں تمہارے لیے جو ہے وہ محبت سے بہت آگے کا جذبہ ہے۔ دھیرے دھیرے اس کا نزول میرے دل پر ہو رہا ہے۔ تمہاری محبت تو جانے کب سے رگوں میں سرائیت کرتی میری روح میں گم شدہ ہو چکی ہے لیکن اب جس طرح دریا، سمندر میں گم ہو کر اس کا ہو جاتا ہے اسی طرح تم آہستہ آہستہ میرے لہو میں لاپتہ ہو رہے ہو۔'' کانپتے لہجے میں بولتے ہوئے اس نے عارش کی جانب نگاہ کی تھی جس کی آنکھیں ہی نہیں دھڑکنیں بھی ساکت ہو رہی تھیں۔

''تمہاری شکایتوں پر لاکھ چاہنے کے باوجود میں تم سے نہیں کہہ سکی مجھے بھی تم سے محبت ہے۔ کیوں کہ جو کچھ میرے دل پر نازل ہو رہا ہے وہ محبت سے بہت آگے کا کچھ ہے۔ میں اسے صرف محبت کا نام نہیں دے سکتی تھی۔'' اس کی آواز حلق میں گھٹ گئی تھی۔ پلک جھپکتے ہوئے عارش نے اس کے چہرے کے گرد ہاتھ رکھے تھے۔

''خرمن! کیا تم یقین کرو گی؟ یہی سب میں جانے کب سے تم سے کہنا چاہتا تھا۔'' کچھ تھا عارش کے مدھم لہجے اور تاثرات میں کہ وہ سن ہو گئی تھی۔

''یہ جو کچھ بھی ہے وہ صرف تمہارے ہی نہیں میرے دل پر بھی نازل ہو رہا ہے۔ تمہاری طرح میں بھی اسے کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔ مگر اس وقت جو کچھ میں نے تم سے سنا وہ میرے دل کی آواز ہے۔''

''نہیں کروں گی میں یقین۔'' اس کے ہاتھ چہرے سے الگ ہٹاتی وہ سسک اٹھی تھی۔

''کتنی بار میں نے چاہا کہ تم سب کچھ بھول کر صرف میرے پاس میرے قریب رہو، مگر زبان سے کیسے کہتی صبح سے رات تک تم میرے لیے۔ اپنی اولاد کے بہتر مستقبل کے لیے ہی تو مصروف رہتے ہو۔ دل کو مار کر سمجھوتا کرتی رہی۔ خواہشیں تڑپتی رہیں، باندھ لیے میں نے خود پر بند اگر ایسا نہ کرتی تو تمہارا سانس لینا دوبھر ہو جاتا۔ تم نے ہمیشہ اپنی محبت کو معتبر رکھا کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ کتنی بار میں تمہارے لیے تڑپ اٹھی ہوں۔ کتنی بار مجھے تمہارے لیے سسکنا پڑا ہے مگر تم چاہتے تھے کہ میں تڑپتی رہوں۔

تمہاری محبت کا دم بھرتی سمجھوتے کرتی رہوں۔ روتی سسکتی رہوں تمہارے لیے تب جا کر تمہیں میری محبت پر یقین ہوتا۔'' بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ سسکیوں کے درمیان بولتی عارش کی روح کھینچ گئی تھی۔

''ہاں یہ سچ ہے کہ میں اپنے لیے تمہاری آنکھوں میں تڑپ دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ آنسو تمہاری آنکھوں میں دیکھنا چاہتا تھا جو خالص میرے لیے ہوتے۔ اپنے لیے محبت کا وہ اعتراف تم سے سننا چاہتا تھا جس اعتراف کی پیاس بڑھتی ہی جا رہی تھی مگر اس لمحے جب تم میرے ان خود غرضانہ چاہتوں کو پورا کر چکی ہو تو ایسا لگ رہا ہے کہ جسم سے روح نکل رہی ہے۔ یہ سب جاننے سے بہتر تھا کہ میں مر جاتا۔'' اس کا جملہ ادھورا رہ گیا تھا۔ جب خرمن نے تیزی سے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھا تھا۔ چند لمحے وہ دھندلائی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی مگر پھر اس کے ہونٹوں سے ہاتھ ہٹا کر وہاں سے جانا چاہا تھا کہ عارش نے سرعت سے اسے شانوں سے تھام کر روکا تھا۔

''جو اعتراف تم نے آج کیا ہے وہ دوبارہ مت کرنا، ورنہ میں دوسری سانس نہیں لے سکوں گا۔ تمہیں اب میرے لیے کوئی سمجھوتہ نہیں کرنا پڑے گا۔ دنیا کے لیے خود پر جو پہرے تم نے لگا رکھے تھے۔ میں ایک ایک کر کے ان کو ہٹا دوں گا۔ میں جانتا ہوں تم میری خطاؤں کو نظر انداز کرسکتی ہو مگر اپنے دل اپنے ضمیر کے سامنے میں جوابدہ ہوں۔ مجھے کچھ وقت لگے گا اپنی خطا کے بوجھ سے نکلنے کے لیے۔ تم سے نظر ملانے کے لیے۔''

''اگر اب بھی تمہارے دل پر بوجھ ہے تو صرف اس لیے کہ تمہیں نہ میرے کسی لفظ پر یقین آیا ہے نہ بھروسہ ہے مجھ پر۔''

''ایسا نہیں ہے خرمن۔''

''ایسا ہی ہے۔'' وہ اس کی بات کاٹ گئی تھی۔

''کیا تم میری کوئی بات نہیں سننا چاہتیں؟'' عارش کے سنجیدہ سوالیہ لہجے پہ وہ چند لمحوں تک جلتی نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

''تمہیں جو کہنا تھا وہ تم کہہ چکے ہو۔ اب اور کیا کسر رہ گئی ہے؟'' تیز لہجے میں بولتی وہ ایک پل بھی اب اس کے سامنے ٹھہرنا نہیں چاہتی تھی۔ عارش نے بھی دوبارہ اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

❀------O------❀

ہاسپٹل کے ویٹنگ روم میں شور و غل سا مچا ہوا تھا۔ سب سے زیادہ بلند آواز عروسہ کی تھی۔ خوشی ہی ایسی تھی کہ ان سے سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ فون پر منیزہ سے بات کرتی خرمن آوازوں سے بچتی ایک طرف ہٹ گئی تھی۔

''صبح فجر کی اذان پر ہی آپی کی کال آئی تھی۔ وہ بیلا کے پاس ہی رکی ہوئی تھیں۔ میرے تو ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔ عثمان یہاں تھا ہی نہیں خدانخواستہ اگر کچھ گڑ بڑ ہو جاتی تو عثمان تو میری زندگی جہنم بنا دیتا، اسپتال پہنچنے میں ہم نے بالکل دیر نہیں کی۔ عثمان کو فوراً اطلاع نہیں دی کیوں کہ اسے آج صبح ہی واپس آنا تھا۔ عارش اور فاران اسے ریسیو کرنے ایئرپورٹ پہنچے ہی ہوں گے کہ یہ خوش خبری ملتے ہی ہم سب کی جان میں جان آئی۔ عثمان جب یہاں پہنچا تو اس کی شکل دیکھنے والی تھی۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ جب وہ واپس آئے گا تو ایک بیٹی کا باپ بن چکا ہوگا۔''

''بیلا تو ٹھیک ہے اور اس کی بیٹی کیسی ہے تم نے دیکھا اسے؟'' منیزہ بے قراری سے بولی۔

''نہیں دونوں کو ابھی روم میں شفٹ نہیں کیا گیا کیونکہ دونوں کو بلڈ کی ضرورت تھی اور جانتی ہو فاروق بھائی بلڈ دے کر ابھی آئے ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے عثمان کی بیٹی کو دیکھا ہے۔ میری تو ہمت نہیں ہوئی کہ ان سے یہ پوچھتی کہ بچی کیسی ہے۔ ویسے بہت خوب صورت ہی ہوگی۔ باپ بھی تو کمبخت حسین فتنہ ہے اس کا۔'' خرمن کے جلے کٹے لہجے پر منیزہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

''اچھا! ایبک بھی فاران کے ساتھ یہیں ہے۔ تم کہو تو اسے بھیج دوں تمہارے پاس؟''

''خرمن! کسی کو بھی بھیجو مگر جلدی بھیجو، میں تو بے قرار ہوئی جا رہی ہوں وہاں آنے کے لیے اور عثمان سے مٹھائی بھی نکلوانی ہے۔''

''اسے تو ابھی اپنا ہوش نہیں ہے۔ البتہ عارش نے مٹھائی کے ٹوکرے منگوا لیے ہیں۔ عثمان تو جب پاگل ہوگا اپنی بیٹی کے لیے تب ہوگا مگر عارش تو اس کی بیٹی کی ولادت کا سن کر ہی خوشی سے پاگل ہو چکا ہے۔''

''تم ہی دیکھ لو اسے بیٹی کی کتنی خواہش ہے۔ زیادہ انتظار میں خوار نہ کروانا بے چارے کو۔'' منیزہ کے جتانے والے انداز پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

فاروق کی پکار پر وہ ان کے پیچھے ہی باہر کاریڈور میں آیا تھا۔

''تمہارے لیے کال ہے، بات کرلو۔'' فاروق نے اپنا فون اس کی طرف بڑھایا تھا اور اسے کوئی سوال کرنے کا موقع دیئے بغیر واپس سب کی طرف چلے گئے تھے۔ دوسری جانب سے ابھرتی آواز نے عثمان کو سب کچھ جیسے بھلا دیا تھا۔ اتنا وقت

گزر جانے کے بعد ایسے اجالا افروز لمحات میں اپنے باپ کی آواز سننا اسے جذباتی کر گیا تھا۔ ابھی اس نے اپنی بیٹی کا چہرہ بھی نہیں دیکھا تھا مگر باپ بننے کے بعد اسے اپنے باپ کی قدر و اہمیت کا شدید احساس ہوا تھا۔ یہ انکشاف ہوا تھا کہ وہ ان سے کتنی محبت کرتا ہے۔ ان کی آواز سنتے ہی اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

پلٹ کر اس نے اپنی طرف آتے فاروق کو دیکھا تھا اور خاموشی سے فون ان کے حوالے کیا تھا۔

''خوش ہو بیٹی کے لیے؟'' فاروق نے پوچھا تھا۔

''میں اتنا خوش ہوں کہ کوئی اس خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔'' وہ جھینپے انداز میں بولا تھا۔

''آپ اس کے کان میں اذان دیں گے۔''

''ہاں بالکل تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔'' فاروق ہلکا سا مسکرائے تھے۔

''اور...... بیلا......؟'' عثمان جھجک کر رکا تھا۔

''اسے میری ضرورت نہیں ہے۔'' ان کے سرد لہجے پر عثمان کچھ بول نہیں سکا تھا۔

❀------O------❀

لان میں ہی ہشام قزلباش عشاء کی نماز کی ادائیگی میں مصروف تھے جب کہ عون کو سنبھالے صبیحہ وہیں کرسیوں پر براجمان عارش سے باتوں میں مصروف تھیں۔ وہ انسٹیٹیوٹ سے سیدھا یہیں آیا تھا۔ خرمن کو پک کرنے آج وہ ہارون کی شادی کا انویٹیشن لے کر ہارون اور ایبک کے ہمراہ ریڈیو اسٹیشن گئی ہوئی تھی۔

''عارش! تم جانتے ہو ایبک بہت ضد کر رہا ہے۔ ہارون کی شادی تک خرمن کو یہاں روکنے کے لیے بلکہ ہم سب بھی یہی چاہتے ہیں مگر پتا نہیں کیوں مجھے عجیب وہم ستا رہے ہیں ہارون کی شادی سے زیادہ خرمن کو دیکھنے اور ملنے کا تجسس رشتے داروں کو یہاں کھینچ کر لا رہا ہے اور میں نہیں چاہتی کہ خرمن کسی کی نظروں میں آئے۔ جیسے جیسے شادی کے دن قریب آ رہے ہیں میرا خوف بڑھ رہا ہے۔ یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اب اگر ہماری خوشیوں کو کوئی بد نظر لگ گئی تو...... میں یہ چاہتی ہوں کہ خرمن شادی کے موقع پر ہی سب سے ملے تم فاطمہ اور احمد بھائی اس کے ساتھ موجود ہو گے تو میرے دل کو ڈھارس ملتی رہے گی۔'' صبیحہ کچھ اضطراب میں خدشات سے آگاہ کر گئی تھیں۔

''میں خرمن کے لیے آپ کے جذبات اور احتیاط کو سمجھ سکتا ہوں۔ آپ کو اس کے لیے جو بہتر لگتا ہے وہ کیجیے۔'' عارش نے ان کو مطمئن کیا تھا۔

''عارش! ابھی مجھے موقع ملا ہے تو تم سے پوچھ رہی ہوں کہ کیا تمہارے اور خرمن کے درمیان کوئی ناراضی ہے یا اس سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔'' صبیحہ کے اچانک سوال پر وہ چونک اٹھا تھا۔

''آج وہ مجھے کچھ پریشان نظر آ رہی تھی۔ میرے بہت پوچھنے پر اس نے بس یہ کہا کہ وہ کوشش کے باوجود نہ ایک اچھی بیوی بن پا رہی ہے اور نہ ہی ایک اچھی ماں۔ وہ ایسا کیوں سوچ رہی ہے؟ کب سے ایسا سوچ رہی ہے کچھ بتا ہی نہیں رہی، تم سے اس لیے ذکر کیا کہ مجھے یقین ہے کہ تم شاید کوئی وجہ جانتے ہو۔'' بغور اس کے سنجیدہ ہوتے تاثرات دیکھتیں صبیحہ پوچھ رہی تھیں۔

''اس نے بہت غلط بیانی سے کام لیا ہے وہ جس قدر ایک اچھی بیوی ہے اسی قدر ایک بہت اچھی ماں ہے اپنے بیٹے کے لیے وہ آپ کا خون ہے۔ مامی کی روح کا حصہ ہے۔ اسے اپنے منصب بخوبی سنبھالنے آتے ہیں۔ دراصل مامی کبھی اگر اسے میرے یا عون کے کسی معاملے میں ٹوک دیں تو اس کا موڈ خراب ہو جاتا ہے شاید آج اسی موڈ میں وہ آپ سے یہ سب کہہ گئی ورنہ ہمارے درمیان کوئی ناراضی نہیں آپ بالکل اطمینان رکھیں۔''

''یہ اچھی بات ہے مگر تم اس کی ذرا خبر لینا۔ بلاوجہ میں تم دونوں کے لیے پریشان ہوتی رہی ہوں۔'' صبیحہ کے کہنے پر وہ

مسکراتے ہوئے ہشام قزلباش کی طرف متوجہ ہوا تھا جو نماز سے فارغ ہو کر اسی جانب آ رہے تھے۔

⊛------O------⊛

ٹیرس کے چکر لگاتا وہ بار بار رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتا جا رہا تھا۔ خرمن نے ابھی پھر کال کر کے اسے دھمکی دی تھی کہ منیزہ کو برتھ ڈے وش کرنے والا وہ پہلا شخص ہونا چاہیے۔ خرمن کی ہدایت پر ہی اس نے کیک، فلاورز اور وشنگ کارڈ ایک کے ذریعے منیزہ کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔ اب وہ شدت سے منتظر تھا۔ منیزہ کی آواز سننے کے لیے اسے یقین سا تھا کہ آج وہ اس کی کال اگنور نہیں کرے گی۔ احساس ندامت کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا جو اسے مجبور کر رہا تھا کہ بس اب ہر حال میں منیزہ کو راضی کرنا ہے ازالہ کرنا ہے اس زیادتی کا جس کا وہ مرتکب ہوا تھا۔

''ہیپی برتھ ڈے منیزہ۔'' کال ریسیو ہوتے ہی وہ بول اٹھا تھا۔

''جانتی ہو میرے لیے اس جملے میں سب سے خوب صورت چیز کیا ہے؟'' اس کی خاموشی پر وہ بولا تھا۔

''تمہارا نام! میری یہ دل سے خواہش ہے دعا ہے کہ تمہاری زندگی میں آنے والا ہر دن ایک نئی خوشی لے کر آئے، میں ہمیشہ تمہیں مسکراتا اور خوش دیکھنا چاہتا ہوں صرف اس لیے نہیں کہ تمہارے ذریعے میں کچھ خوب صورت جذبوں سے متعارف ہوا ہوں۔ نہ صرف اس لیے کہ تم ایک بہت اچھی انسان ہو میں تمہیں خوش اس لیے دیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ میں تمہیں چاہتا ہوں اور جسے چاہا جاتا ہے اس کے چہرے پر اپنے حصے کی مسکراہٹیں بھی سجا دینے کا دل چاہتا ہے۔'' گھمبیر لہجے میں بولتا وہ ایک پل کے لیے منیزہ کی دھڑکنوں کو روک گیا تھا۔

''آپ نے جو فلاورز کارڈ اور کیک بھیجا اس کے لیے بہت شکریہ اور اس کے لیے بھی جو کچھ آپ نے کہا۔'' منیزہ کا لہجہ نارمل تھا۔

''میں نے تو اور بھی بہت کچھ کہا ہے تمہیں۔ اس وقت وہ سب یاد دلا کر مزید نادم کرنا چاہتی ہو؟'' ہارون کے گھرے لہجے پر وہ چپ رہی تھی۔

''تم جانتی ہو۔ شادی میں کتنا کم وقت رہ گیا ہے؟''

''جی ہاں آپ سے زیادہ مجھے اس چیز کا افسوس ہے۔'' منیزہ کا سپاٹ لہجہ اسے چند لمحوں کے لیے خاموش کر گیا تھا۔

''میں نے کتنی بار تم سے ملنا چاہا مگر تم نے خرمن کو انکار کر دیا اس چیز کے لیے فون پر تم مجھے سننا نہیں چاہتیں۔ ہر بار میرے لیے یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ تم میرے لیے بھی اتنی بے رحم ہو سکتی ہو۔'' وہ بجھے لہجے میں بولا تھا۔

''بے رحمی کے مظاہرے کرنے کا حق کیا صرف آپ کے پاس ہے؟'' منیزہ کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

''منزہ! میری غلطیاں کیا اس جذبے سے زیادہ طاقت ور ہیں جو جذبہ ہمارے درمیان ہے؟''

''آپ سوال پر سوال کرتے رہیں مگر میں جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔'' وہ سرد مہری سے بولی تھی۔

''اتنا غصہ......اتنی بے رخی منیزہ...... میں اس منیزہ کو ڈھونڈ رہا ہوں جس کے لہجے میں میرے لیے اجنبیت نہیں ہوتی تھی جس کا خیال میرے لیے ٹھنڈی چھاؤں جیسا تھا۔ میں آنے والے وقت کو اپنی ندامتوں کی نذر نہیں کرنا چاہتا نہ ہی اب کسی طور خود غرضی کا ثبوت دے سکتا ہوں۔ خرمن یا عارش کے لیے ہی سہی تم نے مجھے قبول کرنے سے انکار نہیں کیا لیکن آج میں کہتا ہوں کہ جو تمہارا دل کہتا ہے وہی کرو۔ خود پر جبر نہ کرو۔ یقین کرو کہ میں تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ شاید اس کے بعد میں تمہاری نظر میں پہلے جیسا نہیں مگر تھوڑا بہت مقام تو حاصل کر سکوں گا اگر تمہیں تھوڑا سا بھروسہ بھی ہے مجھ پر تو مجھے اپنی رضا بتا دو، تم چاہو گی تو ہر الزام اپنے سر لے کر میں خود اپنا راستہ الگ کر لوں گا۔'' ہارون کے گھرے مدھم لہجے میں کچھ ٹوٹا ہوا سا تھا۔

''تعلق بنانا، بگاڑنا، بگاڑ کر پھر بنانا شاید آپ کے لیے بہت آسان ہے ہارون، آپ نے زندگی کے بہت سخت اور دشوار

مراحل طے کیے ہیں بہت ہمت ہے آپ کے پاس بہت مضبوط ہیں آپ مگر میرے اعصاب اس حد تک مضبوط نہیں ہیں۔ آپ کو لگتا ہے کہ یہ میرا غصہ، یہ بے رخی ہے جسے میں اپنی تسکین کے لیے آپ کو تکلیف دینے کی خاطر استعمال کر رہی ہوں مگر یہ سچ نہیں ہے سچ تو یہ ہے کہ اگر آپ کا میں سامنا نہیں کرنا چاہتی آپ سے بات کرنے کا حوصلہ میں خود میں نہیں پاتی، تو صرف اس لیے کہ میں آج بھی صدمے میں ہوں۔ آپ میرے لیے وہ مسیحا تھے کہ جسے دیکھ کر ہی میری ساری تکلیفیں، پریشانیاں دور ہو جایا کرتی تھیں۔ وہ مسیحا جو اپنے لہجے کی تاثیر سے ہی رگوں میں نئی زندگی دوڑا دیتا تھا۔ اس مسیحا نے جب نظریں پھیریں تو میری روح تک بکھر گئی۔ اس وقت میرے لیے بھی یقین کرنا مشکل تھا کہ وہ آپ ہی تھے جس تک میں اپنی انا کو کچل کر خود گئی تھی اور خالی ہاتھ واپس آئی تھی۔'' لرزتے لہجے میں وہ بولتی جا رہی تھی۔

''میں نے خرمن یا عارش کے لیے آپ کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔ ہر چیز کے باوجود یہ فیصلہ میں نے اپنے لیے اپنے دل کے لیے لیا ہے جو میری ایک نہیں سنتا جو آج بھی آپ کو اپنا مسیحا مانتا ہے۔ آپ نے جن وجوہات کی بنا پر وہ سلوک کیا جن غلط فہمیوں کا آپ شکار رہے۔ میں اس سب کو سمجھ سکتی ہوں مگر تکلیف اس بات کی ہے کہ ایسی کوئی وجہ بھی ہو سکتی ہے جس کے لیے آپ مجھ سے قطع تعلق ہو سکتے ہیں۔ نگاہیں بدل سکتے ہیں۔ آپ کے لہجے کی شرمندگی، آپ کی ندامت مجھے بے چین رکھتی ہے۔ آپ کی معذرتیں ہر بار مجھے اذیت سے دوچار کرتی ہیں کیونکہ ہر سچ کے باوجود آپ میری نظروں میں آج بھی بلند ہیں۔ آج بھی میرے دل کے اسی مقام پر ہیں جہاں آپ کے علاوہ کبھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں آج یہ اعتراف کرنے پر اس لیے مجبور ہوئی ہوں کیوں کہ میں بار بار آپ کو اپنے سامنے جھکتا نہیں دیکھ سکتی۔ بس اتنا اور کہنا چاہتی ہوں کہ یاد رکھیے گا آپ میری مجبوری ضرور ہو سکتے ہیں مگر کمزوری نہیں۔'' لہجے کی نمی بمشکل چھپاتی وہ خاموش ہو گئی تھی۔

''لیکن تم میری کمزوری ضرور بن چکی ہو۔'' وہ گہرے لہجے میں بولا تھا۔

''پتا نہیں کیوں میری ذات سے ان ہی انسانوں کو صدمے پہنچتے ہیں جن سے میں اپنی زندگی سے زیادہ محبت رکھتا ہوں۔ سمجھ نہیں آتا کہ میں نے خود پر ظلم کیا ہے یا تم پر۔ وہ سب جو بھی تھا لیکن آج میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر میں اپنے اور تمہارے درمیان ایسی کسی وجہ کو نہیں آنے دوں گا جو تمہارے لیے تکلیف کا سبب بنے۔ میرا رب میرے دل کا حال جانتا ہے۔ وہی میرا اعتبار تمہارے دل میں دوبارہ قائم کرے گا۔'' وہ پُر یقین لہجے میں اس سے مخاطب تھا، جو بالکل خاموش تھی۔

جو بھاگتے بھاگتے تھک جائیں
وہ سائے رک بھی سکتے ہیں
چلو توڑو قسم اقرار کر لیں
ہم دونوں جھک بھی سکتے ہیں

بہت کچھ تھا ہارون کے سحر انگیز گھمبیر لہجے میں وہ جانتی تھی کہ اس سحر سے وہ کبھی نہیں نکل سکتی۔

''کل کا دن بہت اچھے سے گزارنا، خوش رہنا، کوئی تمہاری مسکراہٹوں کی خوشبوؤں کا منتظر رہے گا۔'' اس کا دل کش لہجہ منیزہ کے دل کو چھو کر گزرا تھا۔

''اب روبرو آؤ گی تو جو چاہے سزا سنا دینا میں قبول کروں گا پھر شاید میں بھی تمہیں سمجھا سکوں کہ تم میرے لیے کیا ہو۔ اب اجازت؟ ریڈیو پہنچنا ہے مجھے۔''

''تھینکس فار ایوری تھنگ۔'' وہ بولی تھی۔

''اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں محترمہ! ویسے مجھے پتا ہے تم لیٹ نائٹ تک میرا شو سننے والی ہو۔''

''بالکل نہیں۔ آپ کو سننے والے بہت ہیں مجھے ضرورت نہیں۔'' وہ خفت زدہ لہجے میں بولی تھی۔

''اچھی بات ہے مگر سچ تو سچ ہے۔'' وہ بولا تھا۔

وہ لائن ڈسکنیکٹ کر گئی تھی۔

❀-----O-----❀

''مان! تم اب تک جاگ رہے ہو؟'' بیلا کی نیند میں ڈوبی آواز پر اپنی بیٹی کو بازوؤں میں سنبھالے وہ بیلا کے سامنے آبیٹھا تھا۔

''میں اپنی پری سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے لیے تو میں ساری زندگی جاگ سکتا ہوں۔'' محبت سے لبریز لہجے میں بولتے ہوئے اس نے بچی کے خوابیدہ چہرے کو چوم لیا تھا۔

''اگر تم دن رات اسے گود میں اٹھائے گھومتے رہے تو یہ تمہاری عادی ہو جائے گی اور جب تم دوبارہ انسٹی ٹیوٹ ریڈیو اور اپنے نہ ختم ہونے والے دیگر کاموں کے لیے سارا دن گھر سے باہر رہو گے۔ تب میں اسے کیسے سنبھال سکوں گی؟'' بیلا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

''تمہیں پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ میں اسے دیکھے بغیر سارا دن گھر سے باہر کیسے گزاروں گا؟'' وہ بے بسی سے بولتا دوبارہ اپنی بیٹی کے من موہنے نقوش کو تکنے لگا۔

''کیا سوچ رہے ہو؟'' اس کی خاموشی پر بیلا نے بغور اسے دیکھا تھا۔ جواباً گہری سانس لے کر عثمان نے نظر اٹھائی تھی۔

''جانتی ہو مجھ سے پہلے میری بیٹی کا چہرہ کس نے دیکھا تھا؟ مجھ سے پہلے کس نے اسے اپنی گود میں لے کر پیار کیا تھا؟'' عثمان کے مدھم گہرے لہجے نے بیلا کے تاثرات بدلے تھے۔ ساکت نظروں سے وہ بس اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

''تم ان کا خون ہو مگر تمہاری بیٹی کی زندگی میں بھی ان کا خون شامل ہے۔ کیا اس شخص کی زیادتی بھولنے کے لیے اتنا کافی نہیں ہے؟'' عثمان کے مزید کہنے پر بھی وہ بس ساکت و جامد تھی۔

''کیا ہماری وجہ سے ہماری اولاد کو بھی محروم رہنا پڑے گا؟ کیا ہم اسے ماضی کی تلخیوں سے بھرے حال میں پروان چڑھائیں گے؟ میں جانتا ہوں تمہارے لیے ان اذیتوں کو جلانا دشوار ہے مگر ہماری اولاد کے لیے وہ بھی تو ہماری غلطیوں، نادانیوں کو بھول گئے ہیں۔'' اس کے تاثرات کا جائزہ لیتا وہ بولا تھا اور پھر دھیرے دھیرے اس نے اپنی اور فاروق کے درمیان ہونے والی گفتگو سے اسے آگاہ کر دیا تھا۔ جو ہوٹل میں قیام کے دوران ہوئی تھی۔ خاموش ہو کر وہ چند لمحوں تک اس کے کسی ردعمل کا انتظار کرتا رہا تھا مگر بیلا نے نہ کچھ کہا نہ اس کی جانب دیکھا لیکن اس کے چہرے پر یکدم پھیلتے حزن کے تاثرات عثمان سے چھپے نہیں رہ سکے تھے۔

''میں جانتا ہوں، یہ سب جان کر تمہیں دھچکا پہنچا ہے مگر یہ سچ ہے کہ میں ان کے سامنے نہ تمہارے لیے جھکا نہ اپنے لیے۔ مجھے بس اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے ان سے بات کرنی تھی۔ اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنا تھا۔'' خاموش ہو کر وہ سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو نم آنکھوں کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''کیا کیا غلطیاں کی تھیں تم نے میری وجہ سے؟'' وہ لرزتے لہجے میں بولی تھی۔

''یہ سوال ہی غلط اور بے معنی ہے۔'' عثمان نے ٹوکا تھا۔

''میں آج بھی اس بات پر قائم ہوں کہ اس وقت میں نے اپنے اور تمہارے لیے جو قدم اٹھایا وہ درست تھا۔ میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں بچا تھا لیکن غلط یہ ہوا کہ اس وقت میں نے اپنے اور تمہارے علاوہ کسی کے بارے میں نہ سوچا، نہ کسی کی عزت اور ساکھ کی پروا کی۔ آج جب میں ایک بیٹی کا باپ ہوں تو میں زیادہ اچھی طرح فاروق بھائی کے جذبات و احساسات کو سمجھ سکتا ہوں۔ صحیح غلط کی اب مجھے پروا نہیں ہے۔ مجھے اب صرف مکافاتِ عمل کا خوف ہے۔ بیس سال بعد اگر میری بیٹی مجھ سے ہر رشتہ ختم کر کے مجھے جہنم کی آگ میں جھلستا چھوڑ کر گئی تو میں فاروق بھائی کی طرح روز مر مر کر نہیں جی سکوں گا۔'' شدت جذبات سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ وہ مزید نہ تو کچھ بول سکا تھا اور نہ ہی اس کے سامنے ٹھہر سکا تھا۔ بیلا دم سادھے بند ہوتے دروازے کو دیکھتی رہ گئی تھی مگر درد کی اٹھتی لہریں اس کے دل و جاں کو نڈھال کر گئی تھیں۔

گلاس ونڈو کے قریب وہ گہری سوچ میں گم باہر کسی غیر مرئی شے کو دیکھ رہا تھا کہ شانے پر محسوس ہوتے ہاتھ کے لمس نے اسے چونکا دیا تھا۔ بیلا کے آنسوؤں سے بھیگے چہرے کو دیکھتا وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔

''اگر......اگر وہ ہمیں ایک کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے تو انہوں نے کیوں سب کو بے خبر رکھا؟'' بیلا کا لہجہ کانپ رہا تھا۔

''شاید......بلکہ یقیناً وہ آنے والے وقت سے حالات سے بے خبر تھے۔ جس طرح ہم ان کی سوچ سے بے خبر تھے انجانے میں انہوں نے دیر کر کے غلطی کی اور میں نے مزید انتظار ترک کر کے۔'' اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتا وہ مضطرب لہجے میں بولا تھا۔

''مگر میں اپنے اس فیصلے پر شرمسار نہیں ہوں۔ ہم دونوں نے جو قدم اٹھایا تھا وہ بہت سوچ سمجھ کر بہت انتظار کے بعد اٹھایا تھا۔ اب ہمیں ازالہ کرنا ہے اس تکلیف کا، جسے ہم سے تعلق رکھنے والے رشتوں نے سہا ہے۔ اس بار ہم دونوں دیر نہیں کریں گے۔'' اس کے آنسو پوروں میں سمیٹتا وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

❁------O------❁

وہ حیران تھے کہ ہارن دینے پر بھی کوئی گیٹ تک نہیں آیا تھا۔ بہر حال گیٹ کھلا ہوا تھا۔ اس چیز نے ان کو مزید حیران کیا تھا۔ گاڑی وہ خود ہی اندر لے آئے تھے ورنہ عموماً یہ ڈیوٹی فاران کی ہوتی تھی وہ اوپر پہنچے تو لاؤنج تک میں سناٹے کا راج تھا۔ تشویش سے انہوں نے عروسہ کو پکارا تھا مگر جواب ندارد۔ حیران ہوتے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ ان کی متلاشی نگاہیں سامنے بیڈ کی طرف جا ٹھہری تھیں۔ چند لمحوں کے لیے تو وہ بالکل ساکت ہو گئے۔ گلابی کمبل میں کلبلاتے ننھے وجود نے ان کی روح تک کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ ایسا شدید دھکا لگا تھا دل کو کہ اعصاب ٹوٹنے لگے تھے۔ کیسے بھول سکتے تھے وہ اس کے پھول جیسے چہرے کو جو دن رات ان کی نگاہوں کے سامنے گھومتا رہتا تھا۔ وہ خواب نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس کا ننھا سا وجود حقیقت میں ان کے گھر ان کی آنکھوں میں روشنیاں بھرتا دل کو اپنی سمت کھینچے جا رہا تھا۔ اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھاتے ہوئے فاروق کے سینے میں محبت و شفقت کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔ ان کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ جب کہ ان کے بوسوں سے بے نیاز وہ اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھولتی بند کرتی خود میں ہی مگن تھی۔ اس کی من موہنی صورت دل میں اتارتے فاروق نم آنکھوں کے ساتھ اس کی بے نیازی پر مسکرا اٹھے تھے۔ اس کی آنکھیں بالکل ہو بہو عثمان کی آنکھوں جیسی تھیں۔ چمکتی، مسکراتی، پرکشش مگر اس کا چہرہ بالکل اپنی ماں جیسا تھا۔ ٹھوڑی پر ویسا ہی ہلکا سا گڑھا۔ ان کو یاد تھا کہ بیلا بھی بالکل ایسی ہی تھی جب انہوں نے پہلی بار اسے دیکھا تھا۔ اس وقت بیلا کی جانب بھی ان کا دل ایسے ہی کھنچتا تھا مگر صرف ماں، باپ پر ناراضی ظاہر کرنے کے لیے وہ اس کے معصوم وجود کو نظر انداز کرتے رہے تھے لیکن سچ تو یہ تھا کہ اس کے لیے وہ اپنے دل کو مارتے رہے تھے۔ خود پر ظلم کرتے رہے تھے۔ عقب سے ابھرتی عروسہ کی پکار پر وہ پلٹے تھے مگر اگلے ہی پل ساکت رہ گئے تھے۔ دل کے رستے زخم جیسے جاگ اٹھے تھے۔ یہ اذیت نا قابلِ برداشت تھی۔ ان کی سرخ ہوتی آنکھیں اس پر ہی تھیں جس کا ہاتھ پکڑے عروسہ ان کی طرف آ رہی تھیں۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور چہرہ لٹھے کی مانند ہو رہا تھا۔ عروسہ نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر بہت خاموشی سے فاروق کے ہاتھوں سے بچی کو لیا تھا اور اسی خاموشی کے ساتھ کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی تھیں۔ شدتِ ضبط سے فاروق کی آنکھیں سلگ رہی تھیں۔ وقت مسکرا رہا ہوتا ہے اس لمحے جب انسان اپنے زعم میں بڑے بڑے فیصلے کرتا ہے اور اس لمحے بھی جب یہی انسان اپنے فیصلوں اور زعم کو چکنا چور کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ قدرت نے کبھی آنے والے وقت کا تعین کرنے کا اختیار انسان کے ہاتھ میں نہیں دیا اور انسان کے حق میں یہی بہتر ہے، ایک وقت تھا جب وہ اسے اپنے گھر کی چھت تلے آنے کے اختیار سے بھی محروم کر چکے تھے اور ایک وقت یہ تھا کہ وہ آج اچانک اسی گھر میں ان کے سامنے موجود تھی۔ ان کی عزت کو پیروں تلے روندنے کے بعد اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اس پر چیختے، چلاتے، ایک بار پھر اسے اپنے گھر اپنی زندگی سے نکال باہر کرتے مگر......وہ تو اسے اپنے سینے میں چھپا لینا چاہتے تھے۔ برسوں کی

پیاس بجھانا چاہتے تھے۔ اس کے وجود میں ان کی ماں کی خوشبو بسی تھی۔ ایک بار پھر وہ اس خوشبو سے محروم ہو کر جہنم میں نہیں جانا چاہتے تھے مگر خود میں اتنا حوصلہ بھی نہیں پاتے تھے کہ درمیان سے ٹوٹی بکھری انا کے ملبے کو ہٹا کر اس کی جانب بڑھتے۔
پتے کی طرح لرزتے وجود اور بھیگے چہرے کے ساتھ جب بیلا نے سر اٹھا کر ان کی سمت دیکھا تو جیسے پھر کچھ یاد نہ رہا، آنسوؤں اور سسکیوں کا ریلا اسے فاروق کے قدموں میں گرا گیا تھا۔
"مجھے معاف کر دیں یا آج اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ دیں۔" ان کے پیروں سے لپٹ کر زار و قطار تڑپ تڑپ کر روتی وہ ان کے دل کو کئی ٹکڑوں میں کاٹ گئی تھی۔ ان کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ جب انہوں نے بیلا کو شانوں سے تھام کر اٹھایا تھا۔
"کیوں اتنی دیر کی واپس آنے میں؟ کیوں اتنی طویل سزا دی مجھے؟" ضبط کی شدت سے فاروق کی آواز گھٹ گئی تھی۔
"میں نے آپ کا سر ساری دنیا کے سامنے جھکایا تھا کس طرح سامنا کرتی آپ کا؟" وہ بمشکل سسکیوں کے درمیان بولی تھی۔
"ہر چیز کا ذمہ دار میں ہوں، مگر جب تم نے ہر رشتہ ہی ختم کر دیا تو کیا کرتا اس دنیا کی پروا کر کے، کسی کا کیا گیا، اپنی سلگائی آگ میں تو اب تک میں ہی جلتا رہا ہوں۔ میں غلط تھا۔ کبھی تمہیں یہ نہیں سمجھا سکا کہ تم میرے لیے میری اولاد سے بڑھ کر ہو۔ تم اور عثمان میرے لیے میرے بچوں سے پہلے ہو۔ تم نے مجھے یہ یقین کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔" دل کی اذیت فاروق کی آنکھوں سے بہنے لگی تھی۔
"میرے ماں باپ آپ میں زندہ ہیں۔ مجھے زندہ رہنے کے لیے آپ کے سہارے آپ کی محبت کی ضرورت رہی ہے۔ مجھے اپنے آپ سے نفرت ہے، میں نے آپ کی نافرمانی کی، آپ کو اذیتیں پہنچائیں۔ آپ مجھے برا کہیں، ماریں مجھے لیکن خود سے دور مت کریں۔" ان کے سینے سے لگی وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ کوئی بوجھ فاروق کو اپنے کندھوں سے اترتا محسوس ہو رہا تھا۔ بے شمار دنوں کا غبار تھا جسے آنکھوں سے رسنے سے وہ نہیں روک سکے تھے۔ کمرے کے باہر سسکتیں عروسہ کو ساتھ لگائے عثمان بالکل مطمئن تھا۔ رشتے خون کے ہوں یا دل کے، وہ بہت اچھی طرح ان کی قدر و اہمیت کو سمجھ چکا تھا۔ منزل تک پہنچنا ہی صرف کامیابی نہیں ہے۔ اصل کامیابی تو یہ ہے کہ جب انسان منزل پر پہنچے تو اس خوشی کو بانٹنے کے لیے ایک کارواں بھی ساتھ ہو۔ وہ خوش تھا کہ ایک چھوٹا سا کارواں اب اس کے ساتھ بھی ہے۔

❀------O------❀

بہت محنت سے اس نے بالوں کو خوب صورت سے جوڑے کی شکل میں قید کیا تھا مگر پھر بھی تنقیدی جائزہ لینے میں مصروف تھی۔ سفید فراک بند گلے اور فل سلیوس سے لباس میں اس کے وجود میں پاکیزگی جگمگا اٹھی تھی۔ شرٹ کے کالر اور گریبان پر سلور نازک سی ایمر ائیڈری نے اس کے لباس کو اور زیادہ دلکش بنا دیا تھا۔ ہلکے ہلکے میک اپ اور کانوں میں موجود سفید موتیوں کے ٹاپس کی وجہ سے اس کا چہرہ بہت کھلا کھلا اور خوشنما تھا پیشانی پر گری آتیں ریشمی تراشیدہ لٹیں ماہ تسیم کی دمک کو چھپانے میں ناکام تھیں۔ نگوں سے بجی سفید رنگ کے نازک سے سلیپرز پہن کر وہ شانے سے پھسلتے دوپٹے کو ٹھیک کرتی اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ عون کو گود میں بٹھائے فاطمہ حیرت سے لاؤنج کی طرف آتی خرمن کو دیکھ رہی تھیں۔
"تمہیں عارش کے ساتھ کہیں جانا تھا کیا اور یہ سفید رنگ کیوں پہنا ہے تم نے؟"
"کیوں سفید رنگ میں کیا برائی ہے؟ آپ کے وہم میں میرا اتنا خوب صورت ڈریس برباد ہو جائے گا۔" فاطمہ کی ناراض نظروں پر مسکراتی وہ اخبار میں مگن احمد حسین کے قریب جا بیٹھی تھی۔
"اور کیا یہ ضروری ہے کہ جب کہیں جانا ہو تب ہی اچھے کپڑے پہنے جائیں۔ آپ ہی تو کہتی ہیں کہ شوہر کے گھر آنے کا وقت ہو تو بیوی کو چاہیے گھر کو صاف ستھرا رکھے، خود بھی اچھے حلیے میں ہو اور بچوں کو بھی صاف کپڑے پہنائے، میں تو آپ کی باتوں پر عمل کرتی ہوں۔ فرمانبردار بیٹی جو ہوں، میں نے ٹھیک کہا بابا......!" مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس نے احمد حسین

کو متوجہ کیا تھا۔

''بالکل! اس میں تو کوئی شک نہیں تم بھی یہ جانتی ہو کہ ہم جو تمہیں سمجھاتے ہیں اس میں تمہاری بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے۔''

''بابا! میں یہ جانتی ہوں۔ اسی لیے تو میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ اب کبھی اپنے کسی عمل سے آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔ میں اب یہ نہیں ہونے دوں گی کہ میری وجہ سے آپ کو کسی کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے یا مجھ پر سے آپ کا فخر کم ہو۔'' اس کے نادم لہجے پر احمد حسین نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

''بیٹا! نادانی اور غلطی ہر انسان سے سرزد ہو جاتی ہے مگر یہ سب کبھی تمہاری اہمیت کو کم نہیں کر سکتا۔ ہمیں پہلے سے زیادہ تم پر فخر ہے اور صرف ہمیں ہی نہیں تمہارے ماں باپ اور بھائیوں کو بھی تم پر فخر ہے تم اس کی مستحق ہو، بس تم اور عارش خوش و خرم زندگی بسر کرو۔ ہمارے لیے یہی کافی ہے۔'' احمد حسین کے پرشفقت لہجے پر وہ دھیمے سے مسکراتی عون کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ضد میں آتا وہ رونا شروع کر چکا تھا۔ جب کہ فاطمہ اسے بہلانے کی کوشش میں تھیں۔ ان سے عون کو لے کر کندھے سے لگاتی وہ ٹہل رہی تھی۔ جب کال بیل بجی تھی۔

گھر میں داخل ہوتے عارش نے کچھ چونکتی مگر گہری نگاہ اس کے دلکش نقوش پر ڈالی تھی لیکن اگلے ہی پل وہ نگاہ ہٹاتا عون کو اس سے لے چکا تھا۔

''عارش! امی بابا کو تم منیزہ کی طرف ڈراپ کرنے جاؤ گے تو واپس ذرا جلدی آجانا، ویسے بھی آج انسٹی ٹیوٹ تو آف ہی ہوگا۔'' خرمن کے لہجے میں دبا دبا اصرار تھا۔ عون کو پیار کرتے ہوئے اس نے خرمن کی تاکید سن کر بس اسے ایک نظر دیکھا تھا۔ کہا کچھ نہیں۔ عون کو واپس اس کے حوالے کرتا وہ اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ لاؤنج میں فاطمہ اور احمد حسین نے ایک ساتھ ہی اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

''آپ دونوں کے ٹور جانے کب ختم ہوں گے۔ ایک ہفتہ باقی ہے ابھی منیزہ کی شادی میں، ابھی سے آپ دونوں چلے جائیں گے تو سناٹا ہو جائے گا گھر میں۔'' ناراض لہجے میں وہ دونوں سے ہی مخاطب تھا۔

''خرمن سے پوچھو، منیزہ کے کتنے فون آچکے ہیں۔ اور پھر بھائی صاحب اور بھابی بھی اتنا اصرار کر رہے ہیں تو اچھا نہیں لگتا بار بار انکار کرنا، یہ تو خوشی کا موقع ہے۔'' فاطمہ کے کہنے پر وہ بس ان کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

''خرمن! تم یہاں ایسے ہی کھڑی ہو۔ چائے پانی کا تو پوچھو عارش سے، سارا دن کا تھکا ہارا وہ گھر واپس آیا ہے۔'' فاطمہ کے اچانک گھرکنے پر اس نے بوکھلا کر عون کو ان کے حوالے کیا اور تیزی سے وہاں سے آگئی تھی۔

''مامی! اگر آپ نہ ہوں تو میں بھوکا پیاسا ہی مر جاؤں۔'' مسکراتی نظروں سے اس نے احمد حسین کو بھی دیکھا تھا۔ اگلے ہی پل ان کی تنبیہی نظر پر وہ شرارت سے ہنسا تھا۔

''اچھی بات منہ سے نکالا کرو۔'' فاطمہ نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

''ایک تو تمہارے کام تمہیں اتنا مصروف رکھتے ہیں کہ اپنے بچے کے لیے وقت ہی نہیں ہوتا تمہارے پاس، مجال ہے جو اسے ذرا باہر لے جاؤ۔ گھما پھرا دو۔''

''مامی! میرے پاس اس کے لیے بہت وقت ہے مگر میں آپ کو حقیقت بتاؤں کہ یہ مجھے زیادہ پسند نہیں کرتا۔'' اس کے سنجیدہ انداز پر فاطمہ دنگ ہوئی تھیں جب کہ احمد حسین اخبار کی ورق گردانی کرتے بے ساختہ مسکرائے تھے۔

❀------○------❀

''میرے لیے یہ اطمینان، خوشی کا باعث بھی ہے کہ تم پھر سب سے جڑ گئے ہو۔ خود کو منوا چکے ہو۔ تمہاری بیٹی نے آکر کافی معاملات کو سنوار دیا ہے۔'' ڈرائیو کے دوران وہ عثمان سے مخاطب تھا جس کی آنکھیں اپنی بیٹی کے ذکر پر روشن ہوئی تھیں۔

''ہاں یہ تو سچ ہے اور یہ حقیقت بھی اٹل ہے کہ اگر تم اور خرمن میرے اور بیلا کے ساتھ نہ ہوتے تو ہم کبھی اتنے مشکل دور سے نہ گزر پاتے۔ دوستی، محبت سب اپنی جگہ مگر میں اور بیلا دل سے تم دونوں کے احسان مند اور شکرگزار ہیں۔ تم دونوں کی

سپورٹ کے بغیر ہم کبھی ایک نارمل زندگی شروع نہیں کر سکتے تھے۔ میں بہت خوش قسمت ہوں کہ میری زندگی میں تم اور خرمن موجود ہو۔" عثمان کے لہجے میں ممنونیت اور سچائی تھی۔

"سچ یہ ہے کہ آج تم جہاں ہو، وہاں اپنی جدوجہد اور نیک نیتی کی وجہ سے ہو۔" عارش نے سنجیدہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

"کبھی کبھی میں یہ سوچ کر حیران ہوتا ہوں کہ دیکھتے ہی دیکھتے کتنا وقت گزر گیا۔ سچ ہے کہ عشق، محبت کے جھمیلوں میں بندے پر کیا کچھ گزرتا رہا کچھ ہوش نہیں رہتا۔ حاصل وصول کچھ ہو نہ ہو بندہ اللہ کے نزدیک ضرور ہو جاتا ہے۔ زندگی جینے کا سلیقہ انسان کو صرف وقت نہیں سکھاتا، عشق بھی بہت کچھ سکھا جاتا ہے۔"

"ٹھیک کہا تم نے، عشق سے یاد آیا کہ خرمن نے مجھے جلدی گھر پہنچنے کی تاکید کی تھی۔" عارش کے یکدم کہنے پر عثمان بے ساختہ ہنسا تھا۔

"ذرا تم اسے کال کر کے بتاؤ کہ ہم ہارون کے حکم کے مطابق ان کو پک کرنے ریڈیو اسٹیشن جا رہے ہیں۔ میں اس کی تاکید پر عمل نہیں کر سکوں گا۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟ خرمن تمہارے انتظار میں ہو گی۔ تم اتنے باہمت شوہر کب سے بن گئے؟"

"اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ دونوں طرف سے پھنسا ہوں تم نے سنا نہیں ہے کہ ساری خدائی ایک طرف اور بیوی کا بھائی ایک طرف۔" عارش کے مسکراتے لہجے پر عثمان نے ہنستے ہوئے اپنا فون ہاتھ میں لیا تھا۔

❁------○------❁

اتنی دیر سے انتظار کی کوفت میں مبتلا رہنے کے بعد اب عارش کے بجائے عثمان کی کال نے اسے مزید مایوس کر دیا تھا۔

"سنو استانی! آئی ہیٹ یو۔"

"یہی بتانے کے لیے کال کی تھی؟ عارش کہاں ہے؟" وہ ناگواری سے بولی تھی۔

"مجھے کیا پتا وہ میری اولاد تھوڑی ہی ہے جو میں اس کی خبر رکھوں گا۔"

"وہ تمہاری اولاد نہیں مگر میں تمہاری ماں ہوں بیٹا، مجھے پتا ہے وہ تمہارے ساتھ ہی ہے۔" خرمن کے انداز پر وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔

"تمہارے سامنے میری بدمعاشی زیادہ دیر نہیں چل سکتی۔ دراصل تمہیں یہ بتانا تھا کہ ہم دونوں دوست ہارون کو پک کرنے ریڈیو جا رہے ہیں۔ ان کا بھی ہمارے ساتھ آوارہ گردی کا موڈ ہے اور ہاں ڈنر ہم باہر کرنے والے ہیں وہ بھی تمہارے بھائی کے خرچے پر۔ لہٰذا تمہارے شوہر نامدار گھر دیر سے پہنچیں گے مگر تمہیں قسم ہے وہ جب گھر پہنچے اس کے چوبیس طبق روشن کر دینا، چودہ طبق روشن تو تم کرتی ہی رہتی ہو۔"

"تمہاری بک بک ختم نہیں ہو گی۔ جہاں جانا ہے جاؤ مگر اپنے دوست کو یاد دلا دینا کہ اس کا ایک گھر بھی موجود ہے۔"

"مگر اس گھر میں تم بھی تو موجود ہو، وہ یہ کیسے بھولے؟"

"جہنم میں جاؤ۔" اس کے ڈھٹائی سے کہنے پر بھڑکتی وہ لائن ڈسکنیکٹ کر گئی تھی۔ بے زاری کے ساتھ وہ عون کو اٹھائے ٹی وی کے سامنے آ بیٹھی تھی۔ سارا پروگرام غارت ہو گیا تھا۔ اس کا مکمل ارادہ تھا کہ آج عارش کے ساتھ وہ باہر جائے گی۔ ڈنر بھی اس نے باہر کرنے کا سوچا تھا۔ اسے پوری امید تھی کہ آج وہ اپنے اور عارش کے درمیان کھڑی سرد مہری کی دیوار کو مکمل گرا دے گی مگر...... ٹی وی دیکھتے جانے کس وقت وہ پہلو میں موجود عون سے بھی بے خبر ہو گئی تھی۔ پتا نہیں کتنا وقت گزرا جب یکدم اس کی نیند ٹوٹی تھی۔ فوراً ہی اٹھتے ہوئے پہلی نگاہ لاؤنج میں آتے عارش کی سمت گئی تھی غالباً وہ اسی وقت ہی گھر واپس آیا تھا۔

"باہر وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا، میں ابھی ہارون کو گھر ڈراپ کرتا یہاں آیا ہوں۔" سوئے ہوئے عون کو صوفے

سے اٹھا تا وہ اسے بتا رہا تھا جو بوجھل آنکھیں سہلاتی صوفے سے اٹھ رہی تھی۔
''تمہاری چاکلیٹس فریج میں رکھی ہیں جس قدر مان سے بچ سکی تھیں۔'' اسے خاموشی سے وہاں سے جاتا دیکھ کر عارش نے یہ بتایا تھا۔
''ٹھیک ہے۔'' رکے بغیر اتنا ہی کہتی وہ وہاں سے گئی تھی جب کہ عارش، عون کو سنبھالے بیڈروم کی طرف بڑھ گیا تھا۔
پانی گلاس میں انڈیلتی وہ ایک پل کے لیے کچن میں آتے عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
''تم نے کھانا کھایا؟''
''نہیں، بھوک نہیں ہے۔''
''ہوں..... تمہاری طبیعت بہتر ہے؟'' بغور عارش نے اسے دیکھا تھا جو کوئی جواب دیئے بغیر فریج کی سمت گئی تھی۔
''اگر تمہیں میرے ساتھ کہیں جانا تھا تو ہم کل جا سکتے ہیں۔''
''نہیں، مجھے کہیں نہیں جانا تھا۔''
''پھر تم نے مجھے جلدی آنے کے لیے کیوں کہا تھا؟'' عارش نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔
''یہ سوال کرنے کا اب کوئی فائدہ نہیں، اس لیے رہنے دو۔'' سرد لہجے میں بولتی وہ کچن سے نکل گئی تھی۔ بیڈروم میں داخل ہوتا وہ ایک پل کے لیے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو نیند میں ڈسٹرب ہوتے عون کو تھپک رہی تھی۔ رسٹ واچ کھولتا وہ ڈریسنگ پر رکھے ایک پیکٹ کو اٹھاتا پلٹ کر سوالیہ نظروں سے خرمن کو دیکھنے لگا تھا جو بالوں کو ہاتھوں سے سمیٹتی اسی جانب آ رہی تھی۔
''یہ گفٹ ہے، وہی کیمرہ جو عثمان کے لیے برہان بھائی نے بھیجا تھا۔ شاید ان کو عثمان نے بتا دیا تھا کہ مجھے وہ کیمرہ بہت پسند آ گیا تھا۔''
''اور یہ جاننے کے بعد انہوں نے تحفتاً تمہیں یہ کیمرہ بھیج دیا۔'' سرد لہجے میں بولتا وہ پیکٹ واپس ڈریسنگ پر رکھ چکا تھا۔
''کہنا کیا چاہتے ہو تم؟'' خرمن کا لہجہ سپاٹ تھا۔
''مجھے کچھ نہیں کہنا اب تم سے۔'' سرد نظروں سے اس نے خرمن کو دیکھا تھا۔
''عارش! تم جانتے ہو یہ کہ برہان بھائی نے کبھی بھی اس طرح تحفے نہیں بھیجے ہیں۔ یہ تحفہ ان کی بیوی کی طرف سے آیا ہے ہماری ویڈنگ اینی ورسری کے لیے، جسے گزرے کئی دن ہو چکے ہیں مگر تمہیں وہ دن کیوں یاد رہے گا، وہ تو تمہاری زندگی کا سب سے بھیانک دن تھا۔'' سرخ چہرے کے ساتھ بولتی وہ تیز قدموں کے ساتھ دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی مگر پھر یکدم رک کر پلٹی تھی۔
''تمہیں شرم آنی چاہیے ان کے لیے دل میں بغض رکھتے ہوئے۔'' وہ بھڑک کر بولی تھی۔
''تمہیں جو کہنا ہے کہو مگر میں یہ نہیں بھول سکتا کہ وہ تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کے لیے تیار تھا۔'' عارش کا لہجہ بھی غصیلا تھا۔
''وہ ان کے ماں باپ کا فیصلہ تھا ان کا نہیں۔ وہی ایسا نہ سوچتے تو مجھے طعنے سننے نہ پڑتے تمہارے؟'' شدید اذیت سے خرمن کا لہجہ بھرا گیا تھا۔ سرعت سے پلٹ کر وہ باہر نکل گئی تھی۔ عارش کے سامنے وہ کسی طرح بھی خود کو کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔
ٹیرس پر پھیلی تاریکی میں وہ کبوتروں کے پنجرے کے قریب کھڑی خود کو مکمل پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ تب ہی اسے عقب میں آہٹ کا احساس ہوا مگر وہ لاتعلق رہی تھی۔
''میں نے تمہیں کوئی طعنہ نہیں دیا خرمن! میں بس تمہارے لیے پوزیسو ہوں۔ میں کوشش کروں گا کہ آئندہ اس طرح تمہاری دل آزاری نہ کروں۔'' اس کے بجھے بجھے لہجے پر خرمن نے نہ کچھ کہا نہ ہی پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

''کیا واقعی تمہیں یقین ہے کہ میں اس دن کو بھول سکتا ہوں، جب تمہاری صورت میں ساری کائنات میری بانہوں میں آ گئی تھی؟'' اس کی مدھم آواز بہت قریب سے ابھری تھی۔ اتنا قریب کہ اس کی سانسیں خرمن کو اپنے بالوں پر محسوس ہوئی تھیں۔ دھیرے سے عارش نے اس کا سر اپنی طرف کیا تھا۔ تاریکی اس قدر بھی نہ تھی کہ وہ اس کی بھیگی پلکوں اور حزن میں ڈوبے چہرے کو نہ دیکھ سکتا۔

''میں اس دن کو کسی اچھے وقت میں تمہارے ساتھ سیلیبریٹ کرنا چاہتا تھا۔ مجھے اس وقت کا انتظار ہے۔'' اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا وہ بولا تھا۔

''مجھے معاف کر دینا کیونکہ چاہتے ہوئے بھی میں جان بوجھ کر جلدی نہیں آنا چاہتا تھا۔ یہ وہ دن نہیں تھا جس میں مجھے دوبارہ تمہاری محبت میں مبتلا ہونا ہے۔'' وہ گھمبیر لہجے میں اس سے مخاطب تھا جو نگاہ اٹھا کر اسے دیکھنے سے بھی گریز کر رہی تھی۔ عارش نے چاہا تھا کہ اس کی پلکوں پر ٹھہری نمی لبوں میں سمیٹ کر اس کے ہونٹوں پر منتقل کر ڈالے مگر وہ جس سرعت سے اس کی گرفت سے نکل گئی تھی اسی تیزی سے عارش نے اس کا ہاتھ تھام کر واپس اپنے سامنے کیا تھا۔ ہلکا سا لڑکھڑاتے ہوئے اس کی پشت پنجرے کی دیوار سے جا لگی تھی۔ اس کی کلائیاں بھی اپنی مضبوط گرفت کے ساتھ پنجرے سے ٹکاتا وہ اسے ساکت کر گیا تھا۔

''تم زخم لگاتی ہو لیکن مسیحا ہو میں غلطیاں کرتا ہوں لیکن تمہارا وفادار ہوں۔ میرا دل تمہیں پوجتا ہے، لیکن تم پتھر کا بت نہیں، تم بہت اچھی ہو مگر فرشتہ نہیں، میں گناہ کرتا ہوں لیکن شیطان کا پیروکار نہیں۔ میں تمہیں دکھ دیتا ہوں، مجھے حق ہے کیونکہ میں چاہت بھی تو تمہیں بے شمار دیتا ہوں۔'' اس کی جانب جھکا وہ یکدم خاموش ہوا تھا کہ خرمن چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔

''تمہیں ظلم کرنے کا کوئی سلیقہ نہیں آتا خرمن! ظالم بننے کی ناکام کوشش کیوں کرتی ہو۔'' اس کے بجھے لہجے پر بھی خرمن نے اس کی جانب نہیں دیکھا تھا مگر اس کی کمزور ہوتی گرفت سے ہاتھ نکالتی وہ اس بار تیزی سے اس کے حصار کو توڑتی نکل گئی تھی۔ گہری سانس لے کر عارش نے آسمان پر بادلوں کی اوٹ میں جاتے ادھورے چاند کو دیکھا تھا۔ آج پھر شدت سے احساس ہوا تھا کہ جیسے وہ اس پر سے سارے استحقاق ختم کر چکا ہے۔

بند آنکھوں کے ساتھ اسے عون کی آواز سنائی دے گئی تھی۔ وہ بیدار ہونے کے بعد اب اتنی جلدی سونے والا نہیں تھا مگر بوجھل دل و دماغ ہونے کے باعث وہ بالکل بھی بیڈ سے اٹھنا نہیں چاہ رہی تھی۔ عارش نے بہرحال اس کی مشکل آسان کر دی تھی۔ عون کو کاٹ سے نکال کر وہ بیڈ پر ہی لے آیا تھا۔ دوسری جانب کروٹ لیے وہ بند آنکھوں کے ساتھ ان دونوں کی مدھم آوازوں کو سنتی رہی تھی۔ عون کی کسی معصوم حرکت پر عارش ہنسا تھا۔ خرمن نے رخ بدل کر اس کی جانب دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی جو قریب ہو کر بھی میلوں کے فاصلے پر تھا۔ کبھی وہ اس کے دل کے سنگھاسن پر بڑے طمطراق سے براجمان ہوا کرتی تھی۔ وہ لمحے خواب ہو چکے تھے جب لمس کی تپش سے جسم و جاں سلگتے تھے۔ محبت کی چاندنی میں راتیں سبک رواں ندی کی مانند بہتی تھیں۔ قربتوں کے وہ لمحات جن میں چاہت کی الگ ہی زبان ہوا کرتی تھی۔ وہ لمحے وہ شدتیں سب دھندلا چکا تھا۔ اب تو اردگرد بس عجیب خنکی تھی۔ جہاں نہ محبت کی پرکیف حدت تھی نہ زندگی کے آثار۔

لیپ ٹاپ ایک طرف ہٹاتے ہوئے اس نے اپنے سینے پر سوئے عون کو احتیاط سے اٹھایا تھا اور خرمن کی جانب بیڈ کے قریب رکھے کاٹ کی سمت آ گیا تھا۔ اب سونے کے بعد وہ یہی توقع کر رہا تھا کہ کم از کم فجر تک عون کی نیند نہیں ٹوٹے گی۔ مطمئن ہو کر عارش نے اس کے منہ موہنے سے چہرے کو چوم لیا تھا۔ کاٹ سے دور ہٹتے ہوئے اس کی نظر ایک پل کو خرمن تک گئی تھی جو مکمل گہری نیند میں نظر آ رہی تھی۔ تکیے پر سر رکھتا وہ مضطرب تھا۔ آنکھیں بند کرتے ہوئے ایک بار پھر یہ سوال اس کے دل و دماغ پر ضرب بن کر لگ رہا تھا کہ آخر کس طرح وہ اپنے جارحانہ سلوک کے لیے خرمن سے معافی مانگ سکے گا؟ وہ کیسے اسے سمجھائے کہ اس سے دور جانا بالکل ناممکن ہے۔ وہ تو بس اس سے نگاہ ملانے کے قابل بھی نہیں رہا ہے۔ کچھ چونک کر وہ خرمن کی طرف متوجہ ہوا تھا جو اس کی بڑھتی بے چینی سے غافل نیند میں اسی طرف رخ بدل رہی تھی۔ بس ایک پل

کے لیے اس کی نیند سے بھری خمار آلود آنکھیں عارش کی طرف گئی تھیں۔ اگلے ہی پل اس کی آپس میں جڑتی پلکوں کو دیکھ کر عارش کا دل چاہا تھا کہ اسے جگا کر اپنی طرف متوجہ کرے۔ توڑ ڈالے اپنے اور اس کے درمیان حائل سرد مہری کی دیوار کو اور کھو جائے اس کی بانہوں کی پرسکون جنت میں۔ تب ہی سوچیں تھم سی گئی تھیں جب اس نے خرمن کی آنکھوں کو دوبارہ کھلتے دیکھا تھا۔ اس بار اس کی خمار زدہ آنکھوں میں تحیر بھی تھا۔ خود پر ساکت عارش کی گہری سنجیدہ نظروں پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔ مدھم خوابناک سرخ روشنی میں عارش کو اس کے ملکوتی چہرے پر الجھن کے سائے نظر آئے تھے۔

"کیوں جاگ رہے ہو، سو جاؤ۔" نگاہ چرا کر مدھم لہجے میں بولتی آنکھیں موند گئی تھی۔

"کوشش تو کر رہا ہوں مگر نہ نیند مہربان ہوتی ہے نہ تم۔" جواباً عارش کے کہنے پر خرمن نے اسے نہیں دیکھا تھا مگر ایک گم شدہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھرتی عارش سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔ اس کے عارض پر تھرکتے پلکوں کے سائے جادو چلا رہے تھے۔ پردے سے عاری خود نمائی کرتا دودھیا ماہِ نیم اس کی پیشانی پر دمکتا پرفسوں چاندنی لٹا رہا تھا اور اس کی آب و تاب میں وہ سب کچھ جیسے بھولنے لگا تھا۔ یاد رہا تو بس یہ کہ ان پلکوں، ان لب و رخسار کے سوا دنیا میں رکھا ہی کیا ہے۔ محبت کا دریا نہ کبھی خشک ہوا ہے نہ ہوگا۔ یہ سچ ہی تو ہے۔ ان جادوئی لمحوں میں بحرِ بیکراں میں تلاطم برپا ہو چکا تھا اور وہ جیسے بے بس ہو گیا تھا۔ محبت کے سامنے ہتھیار ڈال دینا ہی بہتر ہے کیونکہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے دنیا کے تمام ہتھیار بے معنی ہیں۔ جس طرح چودھویں رات کا چاند سمندر کی لہروں کو بے قابو کرتا اپنی سمت کھینچتا ہے بالکل اسی طرح چاہتوں سے بھرپور جذبات کا ایک منہ زور ریلا اسے بھی دمکتی چاندنی کے کیف آگیں حصار میں کھینچ لے گیا تھا۔

جسم کی دراڑوں سے روح نظر آنے لگی
بہت اندر تک توڑ گیا مجھے عشق تیرا

⊛------○------⊛

خوب صورت مصنوعی آبشاروں، روشنیوں اور پھولوں سے سجے وسیع سبزے پر بہاریں اتری ہوئی تھیں۔ آرکسٹرا کی مدھم دھنیں خوشگوار فضا میں جادو بکھیر رہی تھیں۔ یہاں پہلا قدم رکھنے کے بعد سے اب تک وقت کس طرح گزرا پتا ہی نہیں چلا۔ نئے رشتوں سے تعارف کا ایک طویل سلسلہ، محبتیں، دعائیں، چاہتیں اس کا دامن بھر چکا تھا۔ یہ سب سمیٹتے ہوئے سب کچھ حسین خواب جیسا لگ رہا تھا۔ کچھ دیر کے لیے منظر سے ہٹ کر سب سے الگ تھلگ ہو کر وہ اس خواب کو دور سے بس دیکھنا چاہتی تھی اور وہ دیکھ رہی تھی اگر آج وہ خود پر رشک کرنے کے قابل تھی تو یہ ان سب انسانوں کی مرہونِ منت تھا جو اپنی زندگی اپنے خواب، اپنی خوشیاں سب اس کے لیے وقف کر چکے تھے۔ آج اس کے پاس جو کچھ تھا سب ان ہی انسانوں کی ریاضتوں اور دعاؤں کی وجہ سے تھا۔ ان انمول رشتوں کے لیے وہ اپنے آپ کو بھی تیاگ سکتی تھی اور یہ اس کے لیے سعادت کی بات ہوتی۔

گہری سانس لے کر اس نے اپنے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھا تھا۔ وقت گزرتا ہی نہیں بدلتا بھی ہے۔ یہ یقین بھی کافی ہے امید کے دیے دل میں روشن رکھنے کے لیے۔ منظر بدل جاتے ہیں۔ راستے بدل جاتے ہیں۔ موسم ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔ ساحل سے بچھڑی لہر کو کنارا مل ہی جاتا ہے۔ انسان تنہا زندگی کا سفر شروع کرتا ہے۔ کارواں بنتا چلا جاتا ہے۔ مٹھی بند کر کے اس نے نگاہ اٹھائی تھی۔ دور سے ہی خوش رنگ پھولوں اور تیز روشنیوں میں گھری نشست پر منیزہ اور ہارون انتہائی حسین جوڑے کی شکل میں موجود تھے۔ یقیناً ان دونوں کا انتخاب اوپر آسمانوں پر خاص طور پر کیا گیا تھا۔ ان دونوں پر سے نگاہ ہٹانا بھی ناممکن تھا۔ اس وقت بھی ہارون کو دیکھتے ہوئے اس کا دل خوشی سے نہال ہو رہا تھا مگر ساتھ ہی انجانے خدشے دل میں سر اٹھاتے سانسیں روکنے لگے تھے۔ یکا یک دل پگھلنے لگا تھا۔ اس کی آنکھیں احمد حسین پر ٹھہر گئی تھیں جو اس کی جانب بڑھے آ رہے تھے۔ یہاں اس طرح اس کے الگ تھلگ کھڑے ہونے کی وجہ پوچھتے ہوئے وہ اس لمحے خاموش ہو گئے تھے جب

خرمن بھیگتی آنکھوں کے ساتھ ان کے سینے سے لگ گئی تھی۔

''نہیں خرمن! اتنے بڑے خوشی کے موقع پر اس طرح روتے نہیں ہیں۔'' اس کے سر کو تھپتھپاتے ہوئے وہ پرشفقت لہجے میں بولے تھے۔

''بابا! آپ کی دعاؤں سے آج مجھے سب کچھ مل چکا ہے۔ ہر محرومی ختم ہو چکی ہے۔ میں خوش ہوں مگر میرے دل میں خوف بڑھتا جا رہا ہے میں یہ سب دوبارہ کھونا نہیں چاہتی۔ میں اب کسی آزمائش، کسی امتحان کو نہیں سہہ سکوں گی۔ بابا! آپ دعا کریں کہ مجھے اب کچھ نہ کھونا پڑے۔'' وہ سسکتے لہجے میں بول رہی تھی۔

''میری دعائیں تو ہر دم تمہارے ساتھ ہیں بیٹا! اپنے دل سے تمام خوف نکال دو۔ تم میری بہت بہادر بیٹی ہو۔ بہت حوصلے والی ہو۔ خوشی اور غم تو زندگی کا حصہ ہوتے ہیں۔ زندگی کے راستے کبھی بہت سہل ہوتے ہیں، کبھی بہت دشوار، خاردار جھاڑیوں سے اٹے ہوئے۔ کبھی صحرا کی طرح لق دق اور کبھی ہرا بھرا نخلستان، انسان کو دنیا میں ان راستوں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ اتار چڑھاؤ زندگی کی اٹل حقیقت ہے۔ انسان کو ہمیشہ آنے والے وقت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اللہ سے اچھی امید رکھنی چاہیے۔ آنے والے کل کی فکر میں آج ملنے والی خوشیوں کو اندیشوں میں گم کر دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ مجھے تم پر بہت فخر ہے، میں جانتا ہوں کہ تم کسی حال میں ہمت و حوصلہ نہیں ہارو گی۔'' اس کے آنسو صاف کر کے احمد حسین نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔ سکون روح اور قلب میں اترتا خرمن کو مضبوط کر گیا تھا، یہ اللہ کا عظیم احسان تھا کہ اس کے اردگرد والہانہ محبت نچھاور کرنے والے ہمیشہ موجود رہے اور موجود ہیں اور وہ اپنے رب کی ناشکری بالکل نہیں تھی، بھیگی مسکراہٹ کے ساتھ وہ ہشام قزلباش کی طرف متوجہ ہوئی ان کے سینے سے لگی تھی۔ اس کے پاس لفظوں کی کمی نہیں تھی مگر آنسوؤں کا گولہ ہر بار ہی ان لفظوں کا راستہ روک لیتا جب جب وہ ان کو شدت سے یہ بتانا چاہتی تھی کہ وہ ان سے کتنی محبت کرتی ہے۔ آج وہ کتنے خوش تھے۔ خرمن اور عارش کا تعارف ایک ایک انسان سے کرواتے وہ اور صبیحہ کتنی بار آبدیدہ ہوئے تھے مگر ان کے چہرے خوشی اور تشکر سے جھلملا رہے تھے۔

''میں اسی انتظار میں تھا کہ پہلے احمد بھائی تمہیں سنبھال لیں کیونکہ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ تمہاری آنکھوں میں ایک آنسو بھی دیکھ سکوں۔ میری بیٹی کے چہرے پر سب کو مسکراہٹ نظر آنی چاہیے۔'' ہشام نم لہجے میں بولتے مسکرائے تھے۔

''اب بالکل مت رونا، تمہارے دم سے تو یہ خوشیاں ہیں۔'' صبیحہ نے آنسو ضبط کرتے ہوئے اسے گلے سے لگا کر پیار کیا تھا۔

''خرمن! یہ بھی کوئی رونے کا موقع تھا۔ دیکھو ذرا سب کو افسردہ کر دیا تم نے۔'' فاطمہ کے ڈپٹنے پر وہ بے ساختہ مسکراتی ان سے لپٹ گئی تھی۔

''خرمن! ہم دو بے چارے بھی یہاں ہیں؟'' ایبک کی آواز پر اس نے چونک کر اسے دیکھا تھا جو عون کو کندھے سے لگائے ہوئے تھا۔ بے ساختہ ہنستے ہوئے اس نے عون سمیت اسے گلے لگایا تھا۔

''تم دونوں کو کیسے بھول سکتی ہوں، جان ہو میری۔''

''خرمن! کیا ہوا ہے؟ روئی کیوں ہو تم؟'' قریب آتے ہارون نے شدید تشویش سے اسے دیکھا تھا جب کہ ہارون کے ساتھ ہی موجود عارش کی نظروں نے بھی بغور اس کے روئے روئے چہرے کو دیکھا تھا۔ سرخ جھلملاتے اسکارف میں اس کا ستا ہوا چہرہ سرخ آنکھیں پھیلے میک اپ کے باوجود دل میں اتر رہا تھا۔

''آپ منیزہ کو وہاں چھوڑ کر یہاں کیوں آ گئے؟'' خرمن نے ہول کر ہارون کو دیکھا تھا۔

''پہلے مجھے بتاؤ تم کیوں روئی ہو؟ اگر کسی نے کچھ کہا ہے تو ابھی مجھے بتاؤ۔''

''بھائی! ان کو کسی نے کچھ نہیں کہا۔ یہ بس ہم سب سے عید مل رہی ہیں۔ آپ بھی ملیں اور پھر عارش کو بھی آگے آنے دیں۔'' سب کے سامنے ایبک کے بے دھڑک یہ کہنے پر وہ بری طرح جھینپی عارش کی جانب نہیں دیکھ سکی تھی۔ جو مسکراتی

گہری نظریں اس کے چہرے سے ہٹا گیا تھا۔

❀------○------❀

سرخ پھولوں کے مہکتے پردوں کے درمیان اس کا پھولوں کو شرماتا وجود مکمل واضح نہ تھا۔ ماحول کی دلفریب مہک میں اس کے حنائی ہاتھوں کی خوشبو بالکل الگ تھی۔ وہ ہاتھ جو مشعلِ راہ تھے۔ صندلی نین نقش جو نئے سفر، نئی منزلوں کی آس وامید تھے۔ ان کی جگمگاہٹیں آنکھوں کو چندھیائے جا رہی تھیں۔ دوسری جانب وہ دھڑکتے دل کے ساتھ نگاہیں جھکائے بالکل ساکت تھی۔ آہستہ آہستہ قدموں کی دھیمی آہٹ دائیں جانب آرکی تھی۔ خاموشی سے گزرتے یہ لمحے بہت بھاری ثابت ہو رہے تھے۔ بھیگے مہکتے پھولوں کی یخ ٹھنڈک منیزہ کے رخساروں کو دہکا رہی تھی۔ انتظار کے ان کٹھن لمحات سے گھبرا کر اس نے ذرا کی ذرا جو پلکیں اٹھائیں تو جیسے جسم کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آرکا تھا۔ سرخ پھولوں کے نازک پردے کے دوسری جانب ذرا ہی فاصلے پر وہ اسے سنگِ مرمر کا شاہکار ہی نظر آیا تھا۔ اس کی سحر انگیز نگاہیں منیزہ کے چہرے کا ہی طواف کرتیں اسے فوراً ہی حیا بار پلکیں جھکانے پر مجبور کر گئی تھیں۔ وہ حقیقتاً سانس لینا تک بھول گئی تھی۔ یاد رہا تو بس اتنا کہ یہ من چاہا پیارا سا انسان ہمیشہ کے لیے اس کا ہو چکا ہے۔ اس کے جسم و جاں کا مالک بن چکا ہے۔ بند ہونٹوں سے جو دعا اس نے اپنے رب سے مانگی تھی اس کے قبول ہونے کی گواہی دیتا یہ شخص قریب ہی موجود تھا اور وہ خلوت میں اس کے نام کی سیج پر منتظر بیٹھی تھی۔ اس کارواں رواں ہارون کی آواز سننے کے لیے بے قرار تھا۔ وہ آواز جس کا جادو اس کی روح کی گہرائیوں تک میں اجارہ قائم کیے ہوئے تھا شاید صدیوں سے۔

"میں نے چاہا تھا کہ یہ وقت میری غلطیوں کے اعتراف میں ہی وقف نہ ہو جائے، ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ لمحے صرف میرے اور تمہارے ہیں لیکن......" گھمبیر آواز منیزہ کی ساعتوں سے ٹکراتی اسے چونکا گئی تھی۔

"تمہاری ناراضی جائز ہے۔ میں نے واقعی خود غرضی کا مظاہرہ کیا تھا۔ خرمن کو اپنے قریب لانے کے لیے میں نے جان بوجھ کر تمہیں تکلیف دی۔ مجھے یقین تھا کہ تمہارے لیے ہی سہی مگر وہ مجھے قبول تو کرے گی۔" سائیڈ ٹیبل کی چمکتی سطح پر نظر جمائے وہ اس سے مخاطب تھا جو بغور اس کے لہجے کے اتار چڑھاؤ کو سن رہی تھی۔

"اس کی نفرت کو سہنا میرے لیے کٹھن تھا۔ میرے اعصاب شل ہو چکے تھے۔ میں تھک گیا تھا منیزہ! بس ایک ہی جنون تھا کہ خرمن مجھے معاف کر دے، اس سب کے لیے تمہیں مہرہ بناتے ہوئے میں یہ بھی بھولنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ تم سے میرا تعلق روح اور جسم کا ہے۔ ایک صرف تم ہی ہو جس کے سامنے میں نے اپنا دل، اپنا ماضی اور حال کھول کر رکھ دیا تھا۔ ہر سچ اپنی جگہ مگر ایک سچ یہ بھی ہے کہ تم نے جب میرے دل تک رسائی حاصل کی، اس وقت ہمارے درمیان کوئی تیسرا نہیں تھا۔ نہ ہم دونوں کسی حقیقت کو جانتے تھے۔ یہ میری کم ظرفی تھی کہ میں نے تم پر الزام لگایا کہ تم سراسر عارش کی ہدایت پر کسی کھوج کے لیے مجھ تک آئی تھیں۔ اگر یہ تھا بھی تو اس میں تمہاری کوئی غرض نہیں شامل تھی اور میں جانتا ہوں کہ اس سب سے بہت پہلے ہی ہم ایک دوسرے کے قریب آچکے تھے۔" ایک پل کے لیے خاموش ہو کر ہارون اس کے کچھ کہنے کا منتظر رہا تھا مگر اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"تم سے زیادہ کوئی نہیں جانتا کہ نفسیاتی طور پر میں اس بدحالی کا شکار تھا۔ میں نے خود پر جبر کر کے تمہیں فورس کیا تھا کہ تم مجھے قبول کرنے سے انکار کرو جب کہ میں خود یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ تم میری تاریک زندگی میں روشنی بن کر آئی تھیں۔ میں کسی قیمت پر تمہیں کھونا نہیں چاہتا تھا۔ میرا مقصد کیا تھا تم جان چکی تھیں۔ اپنے مقصد کی کامیابی کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑی ہے مجھے۔ اب شاید میرا کوئی لفظ مجھے واپس تمہارے دل میں وہ مقام نہ دے سکے جو پہلے کبھی ہوا کرتا تھا۔ تمہیں تکلیف دے کر سکون سے میں بھی نہ رہا تھا۔ میں اپنی کشمکش میں تمہارے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہوا، میں نے تمہیں......" وہ یکدم خاموش ہوا تھا۔ ایک پل کو رک کر اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا تھا۔ جو نازک حنائی ہاتھ کی نرم گرفت میں تھا۔ وہ اس ہاتھ سے نگاہ ہٹا کر چاہتے ہوئے بھی منیزہ کی جانب نہیں دیکھ سکا تھا۔

''آپ آج بھی میرے دل کے اسی اونچے مقام پر ہیں۔ جہاں سے کوئی آپ کو نہیں ہٹا سکتا۔ خود آپ بھی نہیں۔'' مدھم لہجے میں بولتے ہوئے منیزہ اس کی جانب ہی دیکھ رہی تھی، جو نگاہیں نہیں ملا رہا تھا۔
''میں نے درمیان میں آپ کو اس لیے روکا کہ آپ جو اعتراف کرنا چاہتے تھے وہ کر چکے ہیں۔ میں یہ سب پہلے ہی جانتی تھی۔ خرمن کے لیے آپ جتنا تڑپے ہیں اس کے بعد اسے سینے سے لگانے کے لیے آپ جس حد تک گئے وہ جائز تھا، جس طرح آپ خود کو اور مجھے کانٹوں پر گھسیٹنے پر مجبور ہوئے تھے۔ اسی طرح آج میں بھی اپنے دل سے مجبور ہوں، جو آپ کو اب کبھی افسردہ نہیں دیکھنا چاہتا، آج کے بعد اب آگے کبھی میں آپ کو ماضی کے کسی تاریک حصے میں نہیں دیکھنا چاہتی۔'' مدھم لہجے میں بول کر منیزہ نے پھر نگاہ اٹھائی تھی۔
''آپ اور میں کسی جبر کے تحت ایک دوسرے سے منسلک نہیں ہوئے۔ بس ایک ہی جذبہ اور اس کی سچائی کی طاقت تھی کہ کوئی غلط فہمی ہمارے راستے جدا نہ کر سکی۔'' اس کے دھیمے لہجے پر اس بار ہارون اس کی جانب دیکھنے سے خود کو روک نہیں سکا تھا جب کہ اس کی گہری نگاہوں میں منیزہ زیادہ دیر نہیں دیکھ سکی تھی جو پلک جھپکے بغیر اس کے بالمقابل براجمان ہوا تھا۔

زلف کا بادل، بدن کی روشنی، آنکھوں کی شام
اس زمین پر آسماں پھیلا ہے میرے سامنے

اس کی بولتی نگاہوں کی تپش نے منیزہ کا چہرہ سرخ کیا تھا۔
''جانتی ہو، آج مجھے مکمل یقین ہو چکا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کم از کم کوئی ایک ایسا اچھا عمل ضرور کیا ہے کہ جس کی بدولت مجھے ہمیشہ کے لیے تمہارا ساتھ مل گیا ہے، تم میری شریک زندگی ہی نہیں۔ میرے وجود کا حصہ اور میرا اعزاز بھی ہو۔'' دھیرے سے اس کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لیتا وہ بہت عقیدت سے بولا تھا۔
''محبت کا ہو جانا کمال نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ اس کا حق بھی ادا ہو جائے۔ شاید میں کبھی تمہاری بے لوث محبت کا حق ادا کر پاؤں منیزہ!'' گہرے لہجے پر منیزہ بس ایک پل کے لیے ہی اس کی ساحر آنکھوں میں دیکھ سکی تھی۔ دھڑکنیں خطرناک حد تک بڑھنے لگی تھیں۔ جب ہارون نے اسے شانوں سے تھام لیا تھا۔
''منیزہ! تم خوش ہو؟'' گہری نظروں سے اس کے ترشے حسین نقوش دیکھتا وہ پوچھ رہا تھا۔
''منیزہ!'' گھمبیر پرحدت سرگوشی میں جانے کیا کچھ تھا، منیزہ کا دل ہی نہیں وجود بھی اس کی گرفت میں پگھلنے لگا تھا۔
''یہ سوال آپ اپنے دل سے پوچھیں۔'' حیا کے بوجھ سے جھکی پلکوں اور دبی آواز میں وہ بمشکل بول سکی تھی۔
''تم دامن بچانا چاہتی ہو مگر آج بغیر کسی سوال کے میرا دل بہت کچھ کہنا چاہتا ہے تم میں سننے کی تاب ہے؟'' اس کے مسکراتے لہجے پر منیزہ نے بے اختیار پلکیں اٹھائی تھیں مگر اگلے ہی پل اس کی جگمگاتی وارفتہ نگاہوں پر شرم و حیا سے دوہری ہوتی ہاتھوں میں چہرہ چھپا گئی تھی مگر ہارون کی نظروں سے خود کو نہیں، جو کھل کر مسکراتا اس کے انوکھے روپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ بالآخر کڑی دھوپ کے سفر کے بعد محبت کے حسین رنگوں سے سجی یہ منزل۔
صحرا میں سرسبز و شاداب نخلستان جیسی اور دنیا میں کسی جنت سے کم نہیں تھی۔

❀------O------❀

آج وہ کتنے خوش تھے۔ خرمن اور عارش کا تعارف ایک ایک انسان سے کرواتے وہ اور صبیحہ کتنی بار آبدیدہ ہوئے تھے مگر ان کے چہرے خوشی اور تشکر سے جھلملا رہے تھے۔
''میں اسی انتظار میں تھا کہ پہلے احمد بھائی تمہیں سنبھال لیں کیونکہ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ تمہاری آنکھوں میں ایک آنسو بھی دیکھ سکوں۔ میری بیٹی کے چہرے پر سب کو مسکراہٹ نظر آنی چاہیے۔'' ہشام نم لہجے میں بولتے مسکرائے تھے۔
''اب بالکل مت رونا، تمہارے دم سے تو یہ خوشیاں ہیں۔'' صبیحہ نے آنسو ضبط کرتے ہوئے اسے گلے سے لگا کر پیار کیا تھا۔

''خرمن! یہ بھی کوئی رونے کا موقع تھا۔ دیکھو ذرا سب کو افسردہ کر دیا تم نے۔'' فاطمہ کے ڈپٹنے پر وہ بے ساختہ مسکراتی ان سے لپٹ گئی تھی۔

''خرمن! ہم دو بے چارے بھی یہاں ہیں؟'' ایبک کی آواز پر اس نے چونک کر اسے دیکھا تھا جو عون کو کندھے سے لگائے ہوئے تھا۔ بے ساختہ ہنستے ہوئے اس نے عون سمیت اسے گلے لگایا تھا۔

''تم دونوں کو کیسے بھول سکتی ہوں، جان ہو میری۔''

''خرمن! کیا ہوا ہے؟ روئی کیوں ہو تم؟'' قریب آتے ہارون نے شدید تشویش سے اسے دیکھا تھا جب کہ ہارون کے ساتھ ہی موجود عارش کی نظروں نے بھی بغور اس کے روئے روئے چہرے کو دیکھا تھا۔ سرخ جھلملاتے اسکارف میں اس کا ستا ہوا چہرہ سرخ آنکھیں پھیلے میک اپ کے باوجود دل میں اتر رہا تھا۔

''آپ منیزہ کو وہاں چھوڑ کر یہاں کیوں آ گئے؟'' خرمن نے ہول کر ہارون کو دیکھا تھا۔

''پہلے مجھے بتاؤ تم کیوں روئی ہو؟ اگر کسی نے کچھ کہا ہے تو ابھی مجھے بتاؤ۔''

''بھائی! ان کو کسی نے کچھ نہیں کہا۔ یہ بس ہم سب سے عید مل رہی ہیں۔ آپ بھی ملیں اور پھر عارش کو بھی آگے آنے دیں۔'' سب کے سامنے ایبک کے بے دھڑک یہ کہنے پر وہ بری طرح جھینپی عارش کی جانب نہیں دیکھ سکی تھی۔ جو مسکراتی گہری نظریں اس کے چہرے سے ہٹا گیا تھا۔

❀------○------❀

سرخ پھولوں کے مہکتے پردوں کے درمیان اس کا پھولوں کو شرماتا وجود مکمل واضح نہ تھا۔ ماحول کی دلفریب مہک میں اس کے حنائی ہاتھوں کی خوشبو بالکل الگ تھی۔ وہ ہاتھ جو مشغلِ راہ تھے۔ صندلی نین نقش جو نئے سفر، نئی منزلوں کی آس و امید تھے۔ ان کی جگمگاہٹیں آنکھوں کو چندھیائے جا رہی تھیں۔ دوسری جانب وہ دھڑکتے دل کے ساتھ نگاہیں جھکائے بالکل ساکت تھی۔ آہستہ آہستہ قدموں کی دھیمی آہٹ دائیں جانب آ رکی تھی۔ خاموشی سے گزرتے یہ لمحے بہت بھاری ثابت ہو رہے تھے۔ بھیگے مہکتے پھولوں کی یخ ٹھنڈک منیزہ کے رخساروں کو دہکا رہی تھی۔ انتظار کے ان کٹھن لمحات سے گھبرا کر اس نے ذرا کی ذرا جو پلکیں اٹھائیں تو جیسے جسم کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آ رکا تھا۔ سرخ پھولوں کے نازک پردے کے دوسری جانب ذرا ہی فاصلے پر وہ اسے سنگِ مرمر کا شاہکار ہی نظر آیا تھا۔ اس کی سحر انگیز نگاہیں منیزہ کے چہرے کا ہی طواف کرتیں اسے فوراً ہی حیا بار پلکیں جھکانے پر مجبور کر گئی تھیں۔ وہ حقیقتاً سانس لینا تک بھول گئی تھی۔ یاد رہا تو بس اتنا کہ یہ من چاہا پیارا سا انسان ہمیشہ کے لیے اس کا ہو چکا ہے۔ اس کے جسم و جاں کا مالک بن چکا ہے۔ بند ہونٹوں سے جو دعا اس نے اپنے رب سے مانگی تھی اس کے قبول ہونے کی گواہی دیتا یہ شخص قریب ہی موجود تھا اور وہ خلوت میں اس کے نام کی سیج پر منتظر بیٹھی تھی۔ اس کا رواں رواں ہارون کی آواز سننے کے لیے بے قرار تھا۔ وہ آواز جس کا جادو اس کی روح کی گہرائیوں تک میں اجارہ قائم کیے ہوئے تھا شاید صدیوں سے۔

''میں نے چاہا تھا کہ یہ وقت میری غلطیوں کے اعتراف میں ہی وقف نہ ہو جائے، ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ لمحے صرف میرے اور تمہارے ہیں لیکن.....'' گھمبیر آواز منیزہ کی سماعتوں سے ٹکراتی اسے چونکا گئی تھی۔

''تمہاری ناراضی جائز ہے۔ میں نے واقعی خود غرضی کا مظاہرہ کیا تھا۔ خرمن کو اپنے قریب لانے کے لیے میں نے جان بوجھ کر تمہیں تکلیف دی۔ مجھے یقین تھا کہ تمہارے لیے ہی سہی مگر وہ مجھے قبول تو کرے گی۔'' سائیڈ ٹیبل کی چمکتی سطح پر نظر جمائے وہ اس سے مخاطب تھا جو بغور اس کے لہجے کے اتار چڑھاؤ کو سن رہی تھی۔

''اس کی نفرت کو سہنا میرے لیے کٹھن تھا۔ میرے اعصاب شل ہو چکے تھے۔ میں تھک گیا تھا منیزہ! بس ایک ہی جنون تھا کہ خرمن مجھے معاف کر دے، اس سب کے لیے تمہیں مہرہ بناتے ہوئے میں یہ بھی بھولنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ تم سے میرا تعلق روح اور جسم کا ہے۔ ایک صرف تم ہی ہو جس کے سامنے میں نے اپنا دل، اپنا ماضی اور حال کھول کر رکھ دیا تھا۔ ہر سچ

اپنی جگہ مگر ایک سچ یہ بھی ہے کہ تم نے جب میرے دل تک رسائی حاصل کی، اس وقت ہمارے درمیان کوئی تیسرا نہیں تھا۔ نہ ہم دونوں کسی حقیقت کو جانتے تھے۔ یہ میری کم ظرفی تھی کہ میں نے تم پر الزام لگایا کہ تم سراسر عارش کی ہدایت پر کسی کھوج کے لیے مجھ تک آئی تھیں۔ اگر یہ تھا بھی تو اس میں تمہاری کوئی غرض نہیں شامل تھی اور میں جانتا ہوں کہ اس سب سے بہت پہلے ہی ہم ایک دوسرے کے قریب آ چکے تھے۔" ایک پل کے لیے خاموش ہو کر ہارون اس کے کچھ کہنے کا منتظر رہا تھا مگر اس کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"تم سے زیادہ کوئی نہیں جانتا کہ نفسیاتی طور پر میں اس بدحالی کا شکار تھا۔ میں نے خود پر جبر کر کے تمہیں فورس کیا تھا کہ تم مجھے قبول کرنے سے انکار کرو جب کہ میں خود یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ تم میری تاریک زندگی میں روشنی بن کر آئی تھیں۔ میں کسی قیمت پر تمہیں کھونا نہیں چاہتا تھا۔ میرا مقصد کیا تھا تم جان چکی تھیں۔ اپنے مقصد کی کامیابی کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑی ہے مجھے۔ اب شاید میرا کوئی لفظ مجھے واپس تمہارے دل میں وہ مقام نہ دے سکے جو پہلے کبھی ہوا کرتا تھا۔ تمہیں تکلیف دے کر سکون سے میں بھی نہ رہا تھا۔ میں اپنی کشمکش میں تمہارے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہوا، میں نے تمہیں......" وہ یکدم خاموش ہوا تھا۔ ایک پل کو رک کر اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا تھا۔ جو نازک حنائی ہاتھ کی نرم گرفت میں تھا۔ وہ اس ہاتھ سے نگاہ ہٹا کر چاہتے ہوئے بھی منیزہ کی جانب نہیں دیکھ سکا تھا۔

"آپ آج بھی میرے دل کے اسی اونچے مقام پر ہیں۔ جہاں سے کوئی آپ کو نہیں ہٹا سکتا۔ خود آپ بھی نہیں۔" مدھم لہجے میں بولتے ہوئے منیزہ اس کی جانب ہی دیکھ رہی تھی، جو نگاہیں نہیں ملا رہا تھا۔

"میں نے درمیان میں آپ کو اس لیے روکا کہ آپ جو اعتراف کرنا چاہتے تھے وہ کر چکے ہیں۔ میں یہ سب پہلے ہی جانتی تھی۔ خرمن کے لیے آپ جتنا تڑپے ہیں اس کے بعد اسے سینے سے لگانے کے لیے آپ جس حد تک گئے وہ جائز تھا، جس طرح آپ خود کو اور مجھے کانٹوں پر گھسیٹنے پر مجبور ہوئے تھے۔ اسی طرح آج میں بھی اپنے دل سے مجبور ہوں، جو آپ کو اب کبھی افسردہ نہیں دیکھنا چاہتا، آج کے بعد اب آگے کبھی میں آپ کو ماضی کے کسی تاریک حصے میں نہیں دیکھنا چاہتی۔" مدھم لہجے میں بول کر منیزہ نے پھر نگاہ اٹھائی تھی۔

"آپ اور میں کسی جبر کے تحت ایک دوسرے سے منسلک نہیں ہوئے۔ بس ایک ہی جذبہ اور اس کی سچائی کی طاقت تھی کہ کوئی غلط فہمی ہمارے راستے جدا نہ کر سکی۔" اس کے دھیمے لہجے پر اس بار ہارون اس کی جانب دیکھنے سے خود کو روک نہیں سکا تھا جب کہ اس کی گہری نگاہوں میں منیزہ زیادہ دیر نہیں دیکھ سکی تھی جو پلک جھپکے بغیر اس کے بالمقابل براجمان ہوا تھا۔

زلف کا بادل، بدن کی روشنی، آنکھوں کی شام
اس زمین پر آسماں پھیلا ہے میرے سامنے

اس کی بولتی نگاہوں کی تپش نے منیزہ کا چہرہ سرخ کیا تھا۔

"جانتی ہو، آج مجھے مکمل یقین ہو چکا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کم از کم کوئی ایک ایسا اچھا عمل ضرور کیا ہے کہ جس کی بدولت مجھے ہمیشہ کے لیے تمہارا ساتھ مل گیا ہے، تم میری شریک زندگی ہی نہیں۔ میرے وجود کا حصہ اور میرا اعزاز بھی ہو۔" دھیرے سے اس کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لیتا وہ بہت عقیدت سے بولا تھا۔

"محبت کا ہو جانا کمال نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ اس کا حق بھی ادا ہو جائے۔ شاید میں کبھی تمہاری بے لوث محبت کا حق ادا کر پاؤں منیزہ!" گہرے لہجے پر منیزہ بس ایک پل کے لیے ہی اس کی ساحر آنکھوں میں دیکھ سکی تھی۔ دھڑکنیں خطرناک حد تک بڑھنے لگی تھیں۔ جب ہارون نے اسے شانوں سے تھام لیا تھا۔

"منیزہ! تم خوش ہو؟" گہری نظروں سے اس کے تراشے حسین نقوش دیکھتا وہ پوچھ رہا تھا۔

"منیزہ!" گھمبیر پر حدت سرگوشی میں جانے کیا کچھ تھا، منیزہ کا دل ہی نہیں وجود بھی اس کی گرفت میں پگھلنے لگا تھا۔

"یہ سوال آپ اپنے دل سے پوچھیں۔" حیا کے بوجھ سے جھکی پلکوں اور دبی آواز میں وہ بمشکل بول سکی تھی۔

''تم دامن بچانا چاہتی ہو مگر آج بغیر کسی سوال کے میرا دل بہت کچھ کہنا چاہتا ہے تم میں سننے کی تاب ہے؟'' اس کے مسکراتے لہجے پر منیزہ نے بے اختیار پلکیں اٹھائی تھیں مگر اگلے ہی پل شرم و حیا سے دوہری ہوتی ہاتھوں میں چہرہ چھپا گئی تھی مگر ہارون کی نظروں سے خود کو نہیں، جو کھل کر مسکراتا اس کے انوکھے روپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ بالآخر کڑی دھوپ کے سفر کے بعد محبت کے حسین رنگوں سے سجی یہ منزل۔

صحرا میں سرسبز و شاداب نخلستان جیسی اور دنیا میں کسی جنت سے کم نہیں تھی۔

⊛------O------⊛

باہر گرلز کے قریب ہی عثمان فون پر بات کرنے میں مصروف تھا۔ وہ یقیناً برہان سے بات کر رہا تھا۔ اس لیے خاموشی سے اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرتی وہ گرلز کے باہر اطراف کا جائزہ لینے لگی تھی۔ منیزہ کو رخصت کروا کر گھر پہنچانے تک وہ خرمن کے ساتھ ہی رہی تھی۔ خرمن اور عارش کے ہمراہ ہی واپس اپنے گھر آتے آتے رات بہت گزر چکی تھی۔ اس وقت رات کی خاموشی اور پورے چاند کی روشنی اپنے عروج پر تھی۔

''خوش خبری سن لو۔ اگلے ہفتے بھائی سمیت سب یہاں پہنچ رہے ہیں۔'' گرلز سے پشت ٹکاتے ہوئے اس نے بیلا کو اطلاع دی تھی۔

''واقعی۔'' بیلا خوشی سے کھل اٹھی تھی۔

''ہاں اور انہوں نے خرمن کو بھی مبارک باد دینے کے ساتھ یہ خبر سنا دی تھی۔ اس نے بھائی سے کہا کہ اگر اسے پہلے وہ یہ بات بتا دیتے تو وہ منیزہ اور ہارون کی شادی کی ڈیٹ ایک ہفتہ آگے بڑھوا دیتی۔''

''اگر وہ کہہ رہی ہے تو ضرور ایسا کرتی۔'' بیلا نے کہا تھا۔

''بھائی کی وجہ سے وہ اگر ایسا کر لیتی تو عارش کو جلتے توے پر لوٹنے سے میں بھی نہیں روک سکتا تھا۔'' عثمان کی بات پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''آخر استانی نے منیزہ کا ہاتھ اپنے بھائی کے ہاتھ میں دے ہی دیا۔ نہ مجھے اپنا ہونے دیا۔ نہ کسی اور کا ہونے دیا۔''

''یہ کہو تمہیں ہر کسی کا نہیں ہونے دیا۔'' بیلا کے گھورنے پر مسکرایا تھا۔

''ذرا دماغ چلا لیا کرو، تم نے بھی مجھے کسی اور کا ہو جانے کے قابل چھوڑا تھا؟'' عثمان نے مسکراتی نظروں سے اس کے ناراض تاثرات کو دیکھا تھا۔

''اچھا یہ بتاؤ اگر انکل، آنٹی نے ہمارے ساتھ گھر میں رہنے سے انکار کیا تو......؟'' یکدم بیلا نے تشویش سے پوچھا تھا۔

''مجھے نہیں لگتا کہ امی، ابو کو اس گھر میں رہنے پر کوئی اعتراض ہوگا۔ یہ گھر بھی ان کا ہی ہے۔'' وہ بولا تھا۔

''یہ تو ہے مگر فرض کرو اگر انہوں نے یہاں کے بجائے اپنے ہی گھر کو ترجیح دی تو؟'' بیلا نے بغور اس کے تاثرات کا جائزہ لیا تھا۔

''تم کیا کہتی ہو؟'' وہ جواباً سوال کر گیا تھا۔

''میں بس اتنا جانتی ہوں کہ وہ دونوں کسی گھر میں بھی رہیں، میں ان کے ساتھ ہی رہوں گی۔'' وہ قطعی لہجے میں بولی تھی۔

''میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ اسی گھر میں رہیں، ان کو یہ گھر اور یہاں کا ماحول پسند آئے گا، میں کچھ عرصے میں اپنے اس گھر کو خریدنے والا ہوں، یہ بات میں امی کو بتا چکا ہوں۔ دوسرے گھر کو وہ چاہیں تو رینٹ پر دیں یا کبھی کبھی وہاں خود جا کر رہنا چاہیں، تو یہ ان دونوں کی مرضی ہوگی۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

''مان! کیا تم ان کے گھر میں دوبارہ اس لیے نہیں جانا چاہتے، کیونکہ وہاں سے تمہیں نکل جانے کا حکم دیا گیا تھا؟'' بیلا کے سوال پر وہ ایک پل کے لیے خاموش رہا تھا۔

''شاید، کہیں نہ کہیں دل میں یہ چبھن بھی ہے مگر میری نیت بس یہ ہے کہ میں اپنے ماں باپ کو اپنی ذات سے بھی کچھ

خوشیاں دوں۔ ان کے لیے کچھ اچھا کروں، ان کو بھی یہ فخر ہو کہ ان کا ایک بیٹا اور بھی ہے جو ان کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا ہے۔"

"تمہاری نیت بہت اچھی ہے۔ ہم دونوں مل کر ان کا دل جیتنے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ بس تم ان سے کسی بات کا کوئی گلہ مت کرنا، انہوں نے بھی کھلے دل سے ہمیں معاف کیا اور سب کچھ بھول گئے، گزری باتوں کو اگر دہرایا گیا تو ان کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی تکلیف ہوگی میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میری وجہ سے ایک بار پھر تم اپنے ماں باپ سے دور ہو جاؤ۔" اس کے آزردہ لہجے پر عثمان نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے مقابل کیا تھا۔

"بیلا! میں جانتا ہوں کہ اپنے ماں باپ کو کھونے کے بعد تمہیں میرے ماں باپ کی کتنی قدر ہے۔ تم نے ہمیشہ ان کو عزت احترام دیا ہے۔ کچھ حالات اور کچھ اپنی نادانیوں کی وجہ سے میں ان سے دور ہوا تھا۔ آج تمہاری وجہ سے ہی میرے ماں باپ سے میرا تعلق مضبوط ہوا ہے۔ جس دن میں نے اپنی بیٹی کا چہرہ دیکھا، اس دن صحیح معنوں میں مجھے اپنے ماں باپ کی قدر و اہمیت کا اندازہ ہوا اس دن مجھے احساس ہوا کہ میں ان سے کتنی محبت کرتا ہوں۔

"جو بھی ہوا ماضی میں، جس طرح بھی میں نے تمہیں اپنی زندگی میں شامل کیا مگر میں نے اپنے اور تمہارے لیے جو فیصلہ کیا آخری سانس تک میں اس پر کوئی حرف نہیں آنے دوں گا، مجھے تمہارے ساتھ پر فخر ہے۔ افسوس رہے گا، تو اس چیز کا کہ تمہارا استقبال تمہارے شایان شان نہ ہوا جس کی تم حق دار تھیں، میرے ساتھ بہت تکلیف دہ وقت گزارنا پڑا تھا تمہیں۔"

"جو وقت گزر چکا ہے اس کے بارے میں نہیں، آنے والے وقت کے بارے میں اچھی اچھی باتیں سوچو۔" بیلا نے خفگی سے اسے ٹوکا تھا۔

"مجھے سچ کا اعتراف کرنے دو، میری بے ترتیب زندگی کو تم نے سنوارا ہے۔ میں اگر ٹوٹے رشتوں کو پھر سے جوڑنے میں کامیاب ہوا ہوں تو صرف اس لیے کہ تم میرے ساتھ رہی ہو ہمیشہ۔ کبھی یہ مت سوچنا کہ تمہاری وجہ سے کچھ غلط ہوا تھا۔ یہی حالات تو انسان کو جینے کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔ شعور کو بیدار کرتے ہیں۔ تمہیں کسی کے سامنے سر جھکانے یا شرمسار ہونے کی ضرورت نہیں ہے جن کے سامنے ہمیں سر جھکانا تھا۔ ہم جھکا چکے ہیں اور یہی ہم سب کے حق میں بہتر رہا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو، اپنی محبت کو بلند درجے پر رکھنے کے لیے۔ اپنے بڑوں کے سامنے سر جھکانا ہی ہمارے لیے بہتر تھا۔ شکر ہے کہ ہمیں یہ سمجھنے میں بہت زیادہ دیر نہیں لگی۔" اس کے ہاتھوں میں موجود اپنے ہاتھوں کو دیکھتی وہ بولی تھی اور پھر نگاہ اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔

"میرے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ مجھ سے ایسی ہی محبت کرتے رہو۔ کبھی اس محبت میں کمی نہ آنے دو۔"

"بالکل نہیں، میں آج بھی تم سے پہلے جیسی نہیں بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ محبت کرتا ہوں کیونکہ تم میری زندگی ہو، میری دنیا ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میری پریوں جیسی پیاری سی بیٹی کی ماں ہو۔"

"بس......صرف اسی لیے ہی؟" مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بیلا نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں یاد آ گیا۔ اس لیے بھی کہ کسی زمانے میں تم میری آخری محبوبہ بھی رہ چکی ہو اور مجھے لگ رہا ہے کہ وہ محبوبہ اس وقت پھر تمہارے اندر جاگ اٹھی ہے۔" عثمان کے مسکراتے لہجے پر بے ساختہ کھنکھناتی ہنسی بیلا کے لبوں سے پھوٹتی اس کے مضبوط بازوؤں کے حصار میں گونج اٹھی تھی۔ کھلے آسمان سے برستی چاند کی تیز روشنی میں واضح اس منظر میں کہیں کوئی کمی نہیں تھی۔ سب کچھ مکمل تھا۔

❀------O------❀

آج ایک اور خوشیوں سے بھرپور دن کا اختتام ہوا تھا اور اس کے حسین رنگ بھی اب ہمیشہ زندگی میں سجے رہنے والے تھے۔ گزرے لمحوں کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کے لبوں پر ایک مطمئن سی مسکراہٹ بکھری تھی۔ ایک نگاہ اس نے عون پر ڈالی تھی۔ جسے سلانے میں وہ کچھ دیر پہلے ہی کامیاب ہوئی تھی۔ گھر پہنچنے تک اس نے رو رو کر خرمن کا ہی نہیں عارش کا بی

پی بھی لو کر دیا تھا۔ خرمن کو سینڈلز تک اتارنے کا موقع نہیں ملا تھا مگر بہر حال اب عون گہری پرسکون نیند سو چکا تھا۔ بیڈ سے عارش کا کوٹ اٹھا کر ہینگ کرتے ہوئے اسے یاد آیا تھا کہ آج کی اس خاص تقریب میں عارش کتنا ڈیسنٹ اور اٹریکٹو لگ رہا تھا۔ گہری سانس لے کر اس نے کوٹ سے اٹھتی کولون کی بھینی مسحور کن مہک کو اپنے اندر اتارا تھا۔ آج منیزہ اور ہارون سے زیادہ وہ اور عارش سب کی توجہ کا مرکز بنے رہے تھے۔ سب کی سراہتی نظروں کے حصار میں وہ دونوں تھے۔ ہشام قزلباش اور صبیحہ ان دونوں کی تعریفیں سنتے ہوئے بہت زیادہ مسرور تھے۔ آج تو عارش کا اخلاق بھی بہت عروج پر تھا۔ حالانکہ خرمن کو امید نہیں تھی مگر اس کے ایک ہی بار کہنے پر وہ ریڈیو کے پورے گروپ سے بہت گرمجوشی سے ملا تھا اور صرف یہی نہیں، خرمن کی ایک کولیگ کے سوال پر عارش نے سب کو یہ اطلاع دے دی تھی کہ خرمن بہت جلد دوبارہ ریڈیو جوائن کرنے والی ہے جس پر وہ حیران بالکل نہیں ہوئی تھی۔ اسے یاد تھا کہ آج دن کے آغاز میں عارش نے اس سے کیا کہا تھا۔

''آج میں تمہیں بہت زیادہ خوش دیکھنے والا ہوں۔ اس لیے میں ابھی سے بہت خوش ہوں اور اس لیے بھی کہ جو دعائیں میں نے تمہارے لیے اللہ سے کی تھیں وہ قبول ہو چکی ہیں اگر میں نے کوئی ریاضت کی بھی ہے تو اس کا ثمر مجھے تمہاری مسکراہٹوں کی صورت آج مل ہی جائے گا۔'' اس کے پرخلوص لہجے پر وہ بس مسکرائی تھی۔ کیونکہ کوئی لفظ اس کے خلوص کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا وہ جانتی تھی کہ یہ شخص اس کی خوشیوں کے لیے مرمٹ جانے کی حد تک جا سکتا ہے۔

اسکارف سر سے اتار کر اس نے بغور اپنے جھلملاتے عکس کو ڈریسنگ کے آئینے میں دیکھا تھا۔ آج کے خاص دن کے لیے صبیحہ نے خاص طور پر اس کے لیے گہرے سبز اور سنہری امتزاج کا یہ نہایت خوب صورت لباس تیار کروایا تھا۔ ہر اہتمام کے ساتھ وہ اپنے اسکارف پر توجہ دینا نہیں بھولی تھی۔ کیونکہ اسے دنیا کی نہیں عارش کی نظروں میں خوب صورت نظر آنا تھا۔ اپنے اسکارف کو دیکھتی وہ آہٹ پر چونک کر دروازے کی طرف متوجہ ہوئی تھی جب کہ اندر آتے عارش کے قدم جیسے ساکت رہ گئے تھے۔ اب تک وہ اپنی نظروں اور دل کو بار بار سنبھالتا خود پر پہرے لگائے ہوئے تھا مگر اس وقت وہ اس قابل نہیں تھا کہ اپنی آنکھیں اس کے سراپے، اس کے چہرے سے ایک پل کے لیے بھی ہٹاتا۔ جانے اس پر ہوتی خوشیوں کی بارش کا اثر تھا یا پھر بے قرار محبت میں سلگتی چاہت سے لبریز عارش کی نگاہوں کی مسلسل حدت کہ پل پل رنگ بدلتا، حسن و رعنائیوں سے چھلکتا اس کا نازک دمکتا سراپا دل کو بے قابو کرتا جا رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کس لمحے اس کے قدم بے اختیار خرمن کی جانب بڑھتے چلے گئے تھے۔ نگاہیں اس کے قیامت خیز نقوش سے ہٹنے کے لیے بھی تیار نہ تھیں۔ پشت پر چمکتے آزاد بالوں کی تراشیدہ ریشمی لٹوں نے اس کے سجے سنورے چہرے کا احاطہ کر رکھا تھا۔ کچھ شانوں پر سرک آئی تھیں۔ پیشانی پر مسکراتے ماہِ نیم کے خیرہ کن جلوے نے اس کو مکمل طور پر سحر زدہ کر ڈالا تھا۔ دوسری جانب خرمن رکتی بڑھتی سانسوں کے درمیان اسے قریب آتا دیکھتی رہی تھی۔ گہری نگاہوں میں جانے کیا کچھ تھا کہ اسے اپنا چہرہ آگ کی طرح جلتا محسوس ہونے لگا تھا مگر عارش کے چہرے پر بکھری سنجیدگی اور تھکن بھی اس کی آنکھوں سے چھپی نہیں رہ سکی تھی۔ وہ عجیب گومگوں سی کیفیت میں مبتلا ہوئی تھی۔ عارش کو خاموشی سے اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ مزید رک نہ سکی، خود پہل کرنے کی ہمت کر گئی تھی۔ دھیرے سے عارش کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر خرمن نے دوبارہ اس کی جانب نگاہ کی تھی۔ اس بار عارش کو اس کے چہرے اور گلابی ہوتی آنکھوں میں پشیمانی کے سائے نظر آئے تھے۔ وہ کچھ نہیں بول سکا تھا۔ بس خاموشی سے اس کی آنکھوں میں اپنے عکس کو دیکھتے رہنا چاہتا تھا۔ بولتی نگاہوں سے......

کیسے کہہ دوں عشق ٹھہرا عالم ہے
یہ تو سفرِ مسلسل لافانی ہے
نہ الزام دے میرے جنوں کو
کچھ قصور اپنے سر بھی تو لے
میرے عشق کا محور تری آنکھیں

کہ جن کے سنہرے پانیوں میں
ڈوب کر صدیوں بعد
ابھرے تیرے ستم کی نشانیوں میں
میری حیات قید ہے ازل سے
تیری ذات میں ابد تک
تیرے ظلم کدے میں
نہ روگ ہے، نہ سوگ ہے
ہر سمت کنج گل ہیں
زخم، زخم گلاب ہے
ہر درد پر کیف ہے
اے میرے ہم نشیں
تری مسکراہٹیں مرا اعزاز ہیں
نہ اداس ہو، نہ پشیمان ہو
جو بیت گیا سو بیت گیا
یہ سب عشق کے مراحل ٹھہرے
اب ایک حسین موڑ ہے
ہم کو ازبر ہے اب
کہ یہ محبت جب
عشق کی حد کو چھو جائے
تو اظہار بے معنی ہے
میرا اصرار بے معنی ہے
یہ عشق زمیں کا سفر نہیں
کہ جو ختم ہو جائے
یہ عشق ٹھہرا عالم نہیں
جو فنا ہو جائے

ساکت نظروں سے وہ اسے دیکھ رہا تھا، جو اس کے ہاتھوں کو لبوں سے لگا رہی تھی۔
''یہ مت کرو خرمن! میں اس اعزاز کے قابل نہیں۔ ان ہاتھوں کو اپنی گستاخی کی سزا ملنے کا انتظار ہے۔'' نہ چاہتے ہوئے
بھی اپنے ہاتھ اس کی گداز گرفت سے نکالتا وہ تھکے لہجے میں بول تھا۔
''میں کیسے بھول گیا تھا کہ میرے سامنے کون ہے؟ مجھے نہیں بھولتا کہ اپنے ان ہی ہاتھوں سے میں نے تمہارے دل میں
اپنی نفرت کا بیج بونے کی کوشش کی تھی۔''
''یہ ممکن رہی نہیں ہے۔'' وہ درمیان میں بول اٹھی تھی۔
''جس زمین پر محبت کی فصل لہلہا رہی ہو۔ وہاں نفرت کا بیج نہیں بویا جا سکتا۔ تمہارے ان ہاتھوں نے ہمیشہ میری زندگی
کے اندھیرے راستوں میں دیے روشن کیے ہیں۔ میرے گرد خوشیوں کے میلے لگا دیئے ہیں۔ مجھے میری جڑوں سے ملا دیا
ہے۔ تم میرے لیے کیا ہو۔ اب یہ لفظوں میں بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ کیا تم میری آنکھوں میں وہ سب نہیں پڑھ سکتے جو

میرے دل میں تمہارے لیے ہے؟'' حنائی ہاتھ اس کے چہرے کے گرد رکھے وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی بول رہی سی۔ عارش کو اس کی آنکھوں میں شدید بے چینی اور اضطراب نمایاں نظر آیا تھا۔ وہ گنگ سا ہو گیا تھا مگر دل بے اختیار جھکتا ہی چلا گیا تھا۔

رکی دھڑکن اور بند آنکھوں کے ساتھ وہ سلگتے لمس کی تپش سے بے جان ہونے لگی تھی مگر یہ لمس جان افروز تھا۔ چہرے کا ایک ایک نقش دہک کر نکھرنے لگا تھا۔ مضبوط ہاتھ کی گرفت میں نرمی سے جکڑے اس کے بال بہت آہستگی سے آزاد ہوتے اسے مخمور ہوتی آنکھیں کھولنے پر مجبور کر گئے تھے۔ کیف آگیں لمحوں کے سحر سے نکلتی وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو یکدم پیچھے ہوا تھا۔ اس کا چہرہ جذبات کی شدت سے تمتما رہا تھا۔

روشن آنکھوں میں خمار زدہ سرخی ابھر آئی تھی۔ اگلے ہی پل وہ خرمن کے چہرے سے نگاہ ہٹاتا پلٹ کر تیز قدموں سے دروازے کی سمت بڑھتا چلا گیا تھا۔

جب کہ خرمن دنگ نظروں سے اسے جاتا دیکھتی چند لمحوں تک غائب دماغی سے بند دروازے کو تکتی رہی تھی مگر پھر یکدم ہراساں سی ہو کر خود بھی تیزی سے باہر نکلی تھی۔ اس کی طائرانہ نظریں لاؤنج تک بھی گئیں مگر عارش اسے کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔ تب ہی اسے فضا میں بھینی بھینی سی مہک پھیلی محسوس ہوئی تھی۔ گہری سانس لے کر خوشبو کی سمت کا تعین کرتی وہ ڈرائنگ روم کے نیم وا دروازے کی سمت بڑھی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ مزید دنگ ہوئی تھی۔ ڈرائنگ روم کی لائٹس آف تھیں مگر وہاں سینٹرل ٹیبل پر روشن کینڈلز نے تاریکی کو کافی حد تک ختم کر دیا تھا۔ پراسراری خاموشی اور زرد خواب ناک روشنی میں ٹیبل پر ایک خوب صورت کیک، گلاب کے ڈھیروں سرخ پھولوں کے درمیان سجا ہوا تھا۔ تجسس اور حیرانی میں وہ مزید چند قدم بڑھی تھی۔ جب سامنے دیوار پر ایک جھماکے سے کچھ روشن ہوتا اس کے قدم اور آنکھیں ساکت کر گیا تھا۔

دیوار پر سرخ گلابوں سے بڑا سا دل بنایا گیا تھا۔ پھولوں کے درمیان میں چھپے کئی چھوٹے چھوٹے سنہری قمقمے روشن تھے جن کی وجہ سے نیم تاریکی میں یہ ہارٹ شیپ بہت واضح تھا اور اس کے درمیان میں وہ تصویر سجی تھی، جس میں اس کا اور عارش کا چہرہ نمایاں تھا۔ اسے یاد تھا کہ یہ تصویر ان کی شادی کے موقع پر ہی کیمرے میں محفوظ ہوئی تھی۔ حیرت تھی یا خوشی وہ گنگ سی تھی کہ یکدم دیوار پر جھماکے سے مزید کچھ روشن ہوا تھا۔ سرخ پھولوں اور قمقموں سے جو لکھا تھا وہ جگمگا رہا تھا۔

''ہیپی میرج اینی ورسری اینڈ سوری فار لیٹ، مائی سول میٹ۔'' خرمن کے لبوں پر بھیگی مسکان کھل اٹھی تھی جب عقب سے اسے بانہوں کے حصار میں قید کرتا وہ ان لفظوں کو چاہت سے بھرپور لہجے میں دہرا بھی رہا تھا۔ اپنے گرد حمائل اس کے ہاتھ کو چھوتے ہوئے خرمن کا دل پگھل رہا تھا۔ اس لمحے وہ دنیا سے لاتعلق ہو کر اس کے مہربان سینے میں ہمیشہ کے لیے گم ہو جانا چاہتی تھی۔ کتنے خوب صورت ہیں یہ نظارے کتنے انمول، کتنے حسین ہیں یہ لمحات جو ایک کے بعد ایک اس کی زندگی میں داخل ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کا دل، جسم و جان قریب موجود اس انسان کے اور زیادہ مقروض اور ممنون ہوئے جا رہے تھے۔

''میری شدید خواہش ہے کہ اس وقت مجھے تمہارے چہرے پر صرف مسکراہٹ نظر آئے مگر تم نے تو عہد کر رکھا ہے کہ آنسوؤں کا تڑکا ضرور لگانا ہے۔'' اس کا رخ اپنی طرف کرتا وہ خشمگیں لہجے میں بولا تھا۔ جھینپی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اپنے آنسو صاف کیے تھے مگر وہ پھر سے ہی جا رہے تھے۔

''روک لو یہ آنسو ورنہ میں نہیں رک سکوں گا، پھر ناراض مت ہونا تم جانتی ہو کہ مجھے ان کا ذائقہ کس قدر پسند ہے، آب حیات ہیں یہ میرے لیے۔'' اس کی وارننگ پر خرمن دھیرے سے ہنستی اسے دیکھنے لگی تھی۔

''جانتے ہو مجھے اس چیز کا قلق رہے گا کہ اپنی نادانی میں، میں نے کئی بار تم سے کہا کہ تمہاری زندگی میں مجھے نہیں کسی دوسری عورت کو ہونا چاہیے مگر سچ تو یہ ہے کہ میں ایسا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ میرے لیے یہ برداشت کرنا ہی ناممکن ہے کہ تم میرے علاوہ کہیں اور دیکھو۔'' اس کے نم لہجے پر عارش نے اس کی دمکتی پیشانی پر محبت کی مسکراتی مہر ثبت کی تھی۔

''اور مجھے اس چیز کا قلق رہے گا کہ غصے میں، میں نے تمہیں دکھ دے کر اپنے جذبوں کی بھی بے حرمتی کی تھی جبکہ دنیا اس عظیم سچ کو جانتی ہے کہ تم ہو تو میں ہوں، تمہارے بغیر میرا کچھ نہیں، سب کچھ ادھورا بیکار ہے۔''

''عارش! میرے کہنے پر بھی تم وہ سب نہیں بھول سکتے؟'' خرمن نے جیسے شکایت کی تھی جس پر وہ سنجیدگی سے مسکرایا تھا۔

''عشق کی سرحد تک پہنچنا بہت آسان ہے مگر اس سے آگے کے راستے بہت پر پیچ ہیں۔ قدم تک لڑکھڑانے کی گنجائش نہیں۔ عشق کسی خطا کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ نے تمہاری صورت ایک نایاب موتی میری ہتھیلی پر رکھ دیا ہے جسے سنبھال کر عشق کے راستے پر چلنے کا ہنر اب مجھے آ گیا ہے۔'' اس کے گہرے لہجے پر خرمن نے استحقاق سے بانہیں اس کی گردن میں حمائل کی تھیں۔

''اور تم جانتے ہو کہ یہ ہنر تنہا تم نے نہیں سیکھا۔ میں بھی اس راستے پر تمہارے ساتھ ساتھ ہوں۔'' اس کے مدھم لہجے پر عارش کا دل اس کے قدموں میں ڈھیر ہوا تھا۔

''اس سے پہلے کہ میں تمہاری آنکھوں میں ڈوب کر سب کچھ بھول جاؤں۔ میرے پاس تمہارے لیے کچھ ہے۔'' اپنی گردن سے اس کے ہاتھ ہٹاتا وہ جس طرح بولا تھا، خرمن بے ساختہ مسکرائی تھی۔ جب کہ عارش اس کا ہاتھ تھامے سینٹرل ٹیبل کے قریب گیا تھا۔ خوشگوار حیرت سے خرمن نے مخملی باکس میں جگمگاتے کنگن کو دیکھا تھا۔

''میں جانتا ہوں تم حیران ہو، کیونکہ تمہارے ہاتھ میں بھی ایسا ہی کنگن ہے جو کہ ماموں نے تمہیں دیا تھا۔ مجھے ہمیشہ ہی تمہارے ہاتھ میں یہ کنگن اچھا لگا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ ایسا ہی کنگن میں تمہیں پہناؤں گا۔ کافی دن پہلے ہی تمہاری بے خبری میں ڈیزائن چرا کر یہ دوسرا بنوانے میں مجھے اتنی مشکل نہیں ہوئی جتنا کہ اسے تمہاری نگاہ سے چھپا کر رکھنے میں۔'' کنگن اس کی کلائی میں پہناتا وہ بول رہا تھا جب کہ خرمن آنکھوں میں چاہت لیے اس کے روشن چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

''مجھے یقین ہے کہ اب اس کنگن کو بھی تم کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں اتارو گی۔'' عارش کی گہری مسکراتی نظروں پر وہ مسکرائی تھی۔

''اب بتاؤ، کیسا لگا تمہیں یہ سرپرائز اور یہ گفٹ؟''

''بہت حسین، بہت خوب صورت، میں اپنی خوشی لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔ یہ سب تم ہی میرے لیے کر سکتے ہو، مجھے اب حیرت نہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

''ویسے بھی تمہاری بھی فرسٹ اینی ورسری ہے۔ مجھے بتاؤ تمہیں کیا گفٹ چاہیے؟ مجھے لازمی تمہیں دینا ہے۔''

''ویسے تو مجھے بہت کچھ چاہیے۔'' اس کی مسکراتی نظروں اور معنی خیز لہجے پر خرمن نے بے ساختہ ہنستے ہوئے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپایا تھا۔

''مگر تمہاری اس کبھی کبھی کی شرم و حیا کے صدمے سے بچنے کے لیے مجھے شرافت کے دائرے میں رہنا ہو گا۔''

''عارش!'' خرمن نے مسکراہٹ چھپا کر اسے تنبیہی نظروں سے دیکھا تو وہ دھیرے سے ہنستے ہوئے اسے مزید قریب کر گیا تھا۔

''کیا مانگوں تم سے؟ تمہیں اللہ سے مانگ کر، ماموں جان کے سامنے تمہارے لیے اعتراف کرنے کے بعد سب ہی کچھ مل گیا ہے مجھے، تم نے تو اپنا سب کچھ دان کر دیا ہے مجھے میری خواہش کے مطابق ایک روایتی بیوی کے منصب کے ساتھ ساتھ تم نے ایک ایسا آسمانی تعلق اپنے اور میرے درمیان بنا لیا ہے۔ جس کی چاہت مجھے صرف تم سے تھی۔ تم صرف میری محبت کو پروان نہیں چڑھا رہی ہو بلکہ تم نے مجھے میرے ہونے کا احساس بھی دیا ہے۔ یہ آگہی بھی مجھے تم سے ملی کہ عورت کی محبت کو سمجھنا کتنا مشکل ہے مگر تمہاری محبت کو سمجھنا میرے لیے اس سے بھی مشکل رہا اور تمہاری محبت کے انداز ہی بہت الگ اور منفرد رہے مگر اب تو میں تمہاری ذات کے ہر پہلو، مزاج کے ہر رنگ سے بھی واقف ہوں۔'' اس کا ہاتھ اپنے سینے سے لگائے وہ گہری نظروں سے اس کے نقش دل میں جذب کرتا بولا تھا۔

"جس طرح میرے لیے تمہاری محبت کی کوئی پیائش نہیں کی جاسکتی اسی طرح تمہارے لیے میری محبت کی گہرائی کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔" وہ لبوں پر کھلتی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

"ہمارے درمیان جو ہے وہ آسمان سے اترا ہے۔ اسے سمجھنا نہیں بس محسوس کرتے رہنا ہے۔" عارش نے اس کی مسکراہٹ کو نرمی سے چھوا تھا۔

"میں چاہتی ہوں، ہمارے درمیان جو ہے، اس کا سلسلہ کبھی نہ تھمے۔ یہ مکمل ہوا تو فنا ہو جائے گا۔ رک گیا تو ہم فنا ہو جائیں گے۔" اس کی گہری سیاہ آنکھوں میں ابھرتے اندیشے پر وہ مسکرایا تھا۔

"عشق دین نہیں جو مکمل ہو جائے۔ دنیا نہیں جو فنا ہو جائے۔"

کچھ تھا عارش کے گمبھیر گہرے لہجے میں یقین، استحکام اور عقیدت کے علاوہ بھی جس نے خرمن کے دل کو چھو لیا تھا۔ روح تک سرشار ہو گئی تھی۔ اس کی گہری نگاہوں میں چاہتوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور جذبات کی سرکشی، خرمن کے چہرے پر رنگ بکھیر رہی تھی۔ اس بار خود اس کی بانہوں کا ہار اپنی گردن میں ڈالتے ہوئے عارش کی لو دیتی وارفتہ نگاہیں خرمن کے تراشے لبوں پر ابھرتی دلکش مگر قاتلانہ مسکراہٹ پر ٹھہر گئی تھیں۔ وہ مسکرا کر روح کھینچ لینے کا ہنر جانتی تھی مگر اس کی سانسوں کو اپنی سانسوں سے باندھ کر بھی رکھے ہوئے تھی۔ اس مہکتی سلگتی فسوں خیز چاندنی جیسی قید و بندش سے وہ آزادی چاہتا بھی نہیں تھا۔ سفر ذات کا ہو یا عشق کا، کئی بار ٹوٹنا پڑتا ہے۔ وقت کے چابک اور صبر کے کانٹوں کو سہنا بھی طے ہے۔ جنوں اپنی سمت کا تعین کر ہی لیتا ہے اور جنوں کیا ہے؟ کسی کے لیے اپنی "اَنا" کو فراموش کر دینا، عشق میں اپنی ذات کا فراموش ہو جانا۔

(تمت بالخیر)